اثمار الهداية

علی الهداية

ھدایہ ثالث

۵۱۱ھ - ۵۹۳ھ

اگیارویں جلد

اس شرح میں ہر ہر مسئلے کے لئے تین تین حدیثیں ہیں

شارح

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

ناشر

زم زم پبلیشر ،کراچی، پاکستان

Mobile (0092) 3351111326

نام کتاب.............................اثمار الھدایہ

نام شارح......................مولانا ثمیر الدین قاسمی

ناشر..............................زم زم پبلیشر، کراچی

نگراں...............مولانا حذیفہ، صاحب کراچی

طباعت باراول.................دسمبر ۲۰۲۲ء

قیمت..............................دوجلدیں 15 پونڈ

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL

E samiruddinqasmi@gmail.com

mobile (0044)7459131157

زمزم پبلیشر، کراچی کا پتہ
مولانا رفیق صاحب
زمزم پبلیشر، شاہ زیب سینٹر
اردو بازار، نزد مقدس مسجد، کراچی، پاکستان

Mobile (0092) 3351111326

ملنے کے پتے

زم زم پبلیشر، کراچی کا پتہ
مولانا رفیق صاحب
زمزم پبلیشر، شاہ زیب سینٹر
اردو بازار، نزد مقدس مسجد، کراچی، پاکستان

Mobile (0092) 3351111326

ثاقب بک ڈپو
مقام، پوسٹ دیوبند ضلع سہارنپور
یوپی۔انڈیا
پین کوڈ 247554
tel 09412 496688

ہم اثمار الهدایہ ہی کو کیوں پڑھیں ؟

(۱)	اس شرح میں ہر جگہ اصول لکھے گئے ہیں جن سے مسئلہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور اصول بھی یاد ہو جاتے ہیں
(۲)	اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں ، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔
(۳)	کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے ، تاکہ حدیث مضبوط ہوں۔
(۴)	صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں اس کی مکمل دو تخریج پیش کی گئی ہے۔
(۵)	ایک ایک مسئلے کو چار چار بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔
(۶)	بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔
(۷)	سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔
(۸)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔
(۹)	امام شافعیؒ کا مسلک انکی کتاب الام سے نقل کیا گیا ہے، اور انکی دلیل بھی صحاح ستہ سے دی گئی ہے۔

فہرست مضامین اثمار الہدایہ جلد ١١

کتاب الاجارات

(۱۰۷۷)الاجارۃُ عقدٌ علی المَنَافع بِعِوَضٍ ۔ ۱؎ لِاَنَّ الاجارۃ فی اللُّغۃِ بَیْعُ المنافعِ. وَالْقِیَاسُ یَاْبیٰ جَوَازَہٗ لِانَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَیْہِ الْمَنْفَعَۃُ وَھِیَ مَعْدُوْمَۃٌ وَاِضَافَۃُ التَّمْلِیْکِ اِلیٰ مَا سیُوجدُ لا یَصِحُّ اِلَّا اَنَّا جوَّزْنَاہُ لِحَاجَۃِ النَّاس اِلَیہِ وَقَدْ شَھِدَتْ بِصِحَّتِھَا الآثَارُ وَھِیَ قَوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلامُ (اَعْطُو الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّجُفَّ عرقُہٗ) وَقَوْلہٗ عَلَیْہِ السَّلامِ مَنِ اسْتَأْجَرَ اَجِیْراً فلیُعلِمْہُ اَجْرَہٗ.

کتاب الاجارۃ

ضروری نوٹ: ایک جانب سے منفعت ہواور دوسری جانب کوئی عین چیز ہومثلا پونڈ، درہم، کیلی، یاوزنی چیز ہوتواس کو اجارہ کہتے ہیں۔اجارہ میں منفعت معدوم ہوتی ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے اوراحادیث کی وجہ سے کچھ شرائط کے ساتھ اس کو موجود قراردی گئی اوراجارہ جائز قراردیا گیا۔اس کا ثبوت (۱) اس آیت میں ہے۔قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھاتین علی ان تأجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک (آیت ۲۷، سورۃ القصص ۲۸) اس آیت میں حضرت موسی علیہ السلام کی شادی آٹھ سال تک بکری چرانے کی اجرت پر کی گئی ہے (۲) اور حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال قال اللہ ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حرا فاکل ثمنہ ورجل استأجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یعطہ اجرہ . (بخاری شریف، باب اثم من منع اجرالاجیر ص ۳۰۲ نمبر ۲۲۷۰) اس حدیث میں ہے کہ اجیر سے کام کروالیا اوراس کی اجرت نہیں دی تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ قیامت میں اس کا خصم ہوں گا۔جس سے ثابت ہوا کہ اجارہ جائز ہے۔

ترجمہ: (۱۰۷۷) اجارہ عقد ہے، عوض کے بدلے منافع ہوتا ہے۔

تشریح: اجارہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک جانب منفعت ہواور دوسری جانب کوئی عین شیء ہومثلا درہم، دینار، گیہوں یا کوئی کیلی یاوزنی چیز ہو۔اس کو عقد اجارہ کہتے ہیں۔

وجہ: اس کے جواز کی وجہ اوپر کی آیت اور حدیث ہیں۔

لغت: الاجارۃ: اجرت کا عقد۔مستاجر: اجرت پر لینے والا۔مواجر: جس کو اجرت پر لیا، مزدور۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اجارہ لغت کے اعتبار سے نفع کو بیچنا ہے، اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ جائز نہ ہواس لئے جس پر عقد ہورہا ہے وہ نفع ہے جو معدوم ہے، اور جو چیز بعد میں پائی جاتی ہواس کی طرف ملکیت کی اضافت کرنا صحیح نہیں ہے، لیکن لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے اور حدیث کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں اجرت کے جائز ہونے کی دلیل موجود ہے، حدیث یہ ہے کہ مزدور کو اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے اجرت دے دو، اور دوسری حدیث ہے کسی نے کسی کو اجرت پر لیا تو اس کو اس کی اجرت بتادینا چاہئے۔

تشریح: اجرت کا ترجمہ ہے نفع کو بیچنا، اجرت جائز نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ نفع تو ابھی معدوم ہے، یعنی موجود نہیں ہے، اور

۲؎ وَیَنعَقِدُ سَاعَۃً فَسَاعَۃً عَلٰی حَسَبَ حُدُوْثِ الْمَنْفَعَۃِ وَالدَّارُاُقِیْمَتْ مَقَامَ الْمَنْفَعَۃِ فِی حَقِّ اِضَافَۃِ الْعَقْدِ اِلَیْھا لِیرتبِطَ الِایْجَابُ بِالْقَبُوْلِ ثُمَّ عَمَلُہٗ یظْھَرُ فِی حقّ الْمَنْفعۃِ تَملُّکاً وَاِسْتِحْقَاقاً حَالَ وُجُودِ الْمَنْفَعَۃِ.
(۱۰۷۸) وَلا یَصِحُّ حتٰی تَکُوْنَ الْمَنَافِعُ معلُوْمَۃً والاجرۃُ معلومۃً. ۱؎ لِمَا رَوَیْنا وَلِاَنَّ الجِھَالَۃَ فِی

معدوم کی طروف ملکیت کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے، لیکن چونکہ انسانوں کی ضرورت ہے، اس لئے جائز قرار دیا گیا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں اجرت کا ذکر ہے

وجہ:(۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے ۔عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ (ابن ماجہ شریف، کتاب الرہون، باب اجرالاجراء، ص ۳۵۰، نمبر ۲۴۴۳) (۲) صاحب ہدایہ کی دوسری حدیث یہ ہے۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ ... ومن استأجر اجیرا فلیعلمہ اجرہ (سنن للبیھقی، باب لاتجوز الاجارۃ حتی تکون معلومۃ وتکون الاجرۃ معلومۃ، ج سادس، ص ۱۹۸، نمبر ۱۱۶۵۱ رمصنف عبد الرزاق، باب الرجل یقول بع ھذا بکذا فما زاد فلک وکیف ان باعہ بدین ج ثامن، ص ۲۳۵، نمبر ۱۵۰۲۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کو اجرت پر رکھو اس کو اجرت معلوم ہونی چاہئے

ترجمہ:۲؎ اور ہوتا یہ ہے کہ جیسے جیسے نفع وجود میں آتا جاتا ہے، اجارہ منعقد ہوتا جاتا ہے، اور عقد کی اضافت کے حق میں گھر کو منفعت کے قائم مقام کر دیتے ہیں، تاکہ ایجاب اور قبول مرتب ہو سکے، پھر جب پورا نفع وجود میں آجاتا ہے تو پھر عقد کا عمل ملکیت اور مستحق ہونے کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے

تشریح: اس عبارت میں اجرت کی حیثیت بیان کر رہے ہیں کہ، مثلا گھر ہے اس میں رہنے کے لئے ایک ماہ کے لئے کرایہ پر لیا ۔تو رہنا جو نفع ہے وہ ابھی موجود نہیں ہے، وہ تو جیسے جیسے رہے گا اسی حساب سے وجود میں آتا جائے گا، اب غیر موجود چیز کا مالک بننا صحیح نہیں ہے، اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں کہ گھر کو نفع کے قائم مقام کر دیتے ہیں، تاکہ عقد کا ایجاب اور قبول صحیح ہو جائے، پھر جب ایک ماہ رہ چکا تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نفع کا مالک بھی بنا، اور نفع کا مستحق بھی بن گیا۔ بیع میں ایسا ہوتا ہے کہ عقد کرتے ہی مشتری موجود مبیع کا مالک بن جاتا ہے، اور جب اس کی قیمت ادا کرتا ہے تو مبیع کے لینے کا مستحق بن جاتا ہے، لیکن نفع ابھی موجود نہیں ہے، اس لئے پورا نفع وصول کرنے کے بعد ہم کہیں گے کہ مستاجر نفع کا مستحق بھی بنا، اور اس کا مالک بھی بنا، اجرت اور بیع میں یہ فرق ہے۔

لغت: تملکا، واستحقاقا: تملک کا ترجمہ ہے مالک بننا، اور استحقاق کا ترجمہ ہے، اس کو لے لینے کا حقدار ہونا۔ جیسے بیع میں ایجاب اور قبول کے بعد مشتری مبیع کا مالک بن جاتا ہے، کیونکہ وہ سامنے موجود ہے، اور قیمت دینے کے بعد مبیع کو قبضے میں لے لینے کا بھی حقدار ہوتا ہے

ترجمہ:(۱۰۷۸) اجارہ صحیح نہیں ہے یہاں تک کہ منافع معلوم ہوں اور اجرت معلوم ہو۔

ترجمہ:۱؎ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کی ۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نفع میں جہالت ہو یا اس کے بدل (یعنی رقم)

الْمَعْقُودِ عَلَيْه وَفِيْ بَدلِهٖ تُفضيْ اِلَى الْمُنَازَعَةِ كَجِهَالَةِ الثَّمنِ وَالْمُثَمَّنِ فِيْ الْبَيْعِ.

(١٠٧٩)وَمَا جَازَ اَنْ يَّكُونَ ثَمناً فِي الْبَيْعِ جَازَ اَنْ يَّكُوْنَ اُجْرَةً فِي الْاِجَارَةِ لِ لِاَنَّ الْاَجْرَ ثَمَنُ الْمَنْفَعَةِ

میں جہالت ہوتو وہ جھگڑے کی طرف پہنچاتا ہے، جیسے بیع میں قیمت، یا مبیع میں جہالت ہوتو جھگڑے کی طرف پہنچاتی ہے

تشریح : منافع کتنے ہوں گے، اس کی مقدار کیا ہوگی وہ بھی معلوم ہو اور اس کے بدلے اجرت کتنی ہوگی وہ بھی معلوم ہو تب اجارہ صحیح ہوگا۔ ورنہ نہیں

وجہ :(١)اگر منافع معلوم نہ ہوں اور اجرت معلوم نہ ہو تو جھگڑا ہوگا اس لئے دونوں معلوم ہونا ضروری ہے (٢) اس آیت میں ہے۔ **قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھاتین علی ان تأجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک** (آیت ٢٧، سورۃ القصص ٢٨) اس آیت میں حضرت موسی علیہ السلام کی شادی آٹھ سال تک بکری چرانے کی اجرت پر کی گئی ہے اس آیت میں **ثمانۃ حجج** ۔ جس سے منافع معلوم ہوئے اور **انکحک** ہے۔ جس سے عوض بھی معلوم ہوا۔ اس سے اشارہ ہوا کہ دونوں معلوم ہوں (٣) **عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ ﷺ نھی عن استئجار الاجیر یعنی حتی یبین لہ اجرہ** ۔ (سنن للبیھقی، باب لا تجوز الاجارۃ حتی تکون معلومۃ وتکون الاجرۃ معلومۃ، ج سادس، ص ١٩٨، نمبر ١١٦٥٢ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یستعمل الاجیر حتی یبین لہ اجرہ، ج ٤، ص ٣٦٦، نمبر ٢١١٠٩)

(٣) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ ... ومن استأجر اجیرا فلیعلمہ اجرہ** (سنن للبیھقی، باب لا تجوز الاجارۃ حتی تکون معلومۃ وتکون الاجرۃ معلومۃ، ج سادس، ص ١٩٨، نمبر ١١٦٥١)

اصول :اصل قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز ابھی موجود نہ ہو بعد میں دی جائے یا آہستہ آہستہ وجود میں آئے گی اس کا کیل، وزن اور صفت معلوم ہو تب عقد ہوگا۔ اجارہ میں منافع بعد میں آہستہ آہستہ وجود میں آئیں گے اس لئے وہ معلوم ہوں تب اجارہ درست ہوگا، ثبوت اس حدیث میں ہے **عن ابن عباس ... فقال من اسلف فی شیء ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم** (بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم ص ٢٩٨ نمبر ٢٢٤٠ رمسلم شریف، باب السلم ص ٣١ نمبر ١٦٠٤) یہ حدیث بیع سلم کے سلسلے میں ہے مگر اجرت کے معلوم ہونے کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ترجمہ:(١٠٧٩) جو چیز جائز ہے کہ بیع میں ثمن ہو، جائز ہے کہ وہ اجارہ میں اجرت ہو۔

ترجمہ:لے اس لئے کہ اجرت نفع کی قیمت ہے، اس لئے مبیع کی قیمت پر قیاس کی جائے گی

تشریح: جو چیزیں بیع میں ثمن اور قیمت بن سکتی ہیں وہ چیزیں اجارہ میں اجرت بن سکتی ہیں۔

وجہ :(١) اجارہ میں اجرت بیع میں ثمن کی طرح ہے۔ اس لئے جو چیزیں ثمن بن سکتی ہیں وہ چیزیں اجرت بن سکتی ہیں، جیسے درہم اور دنانیر یا کیلی وزنی چیزیں ثمن بن سکتی ہیں تو وہ اجرت بھی بن سکتی ہیں

ترجمہ:(١٠٨٠) اور جو چیز بیع میں ثمن نہیں بن سکتی وہ بھی اجرت بن سکتی ہے

فيُعْتَبرُ بِثَمَنِ الْمبِيْعِ.
(۱۰۸۰) وَمالاَ يَصلُحُ ثَمناً يَصلُحُ اُجرَةً اَيْضاً ۱؎ كَالْاَعْيانِ ۲؎ فَهٰذا اللَّفظُ لا يَنفِي صَلاحِيَةَ غَيرِهٖ لِاَنَّهٗ عِوَضٌ مَالِيٌّ.
(۱۰۸۱) وَالْـمَنافِعُ تارةً تَصِيرُ معلُومَةً بِالْمُدَّةِ كَاسْتِيجَارِ الدُّورِ لِلسُّكْنٰى وَالْاَرضِينَ لِلزِّراعَةِ فَيَصِحُّ الْعَقدُ عَلٰى مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ اَیْ مدَّةً كانتْ ۱؎ لانَّ الْمُدَّةَ اِذا كَانَتْ معلُومَةً كَانَ قَدْرُ الْمَنفَعَةِ فِيهَا مَعْلُوماً

ترجمہ: ۱؎ جیسے عین چیز (مبیع میں ثمن نہیں بن سکتی، لیکن اجرت بن سکتی ہے)

تشریح: اس عبارت کے دو مطلب ہیں، ایک یہ ہے کہ جو چیز بیع میں ثمن اور قیمت بن سکتی ہے وہ اجارہ میں اجرت بن سکتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ مطلب بھی ہے کہ بعض وہ چیز جو بیع میں ثمن نہیں بن سکتی ہے وہ اجارہ میں اجرت بن سکتی ہے، سب چیزیں تو نہیں لیکن بعض چیزوں کا حال یہ ہے۔ مثلا عددی غیر متقارب، جیسے انڈا، جو سامنے موجود نہ ہو وہ ثمن نہیں بن سکتی لیکن وہ اجرت بن سکتی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ یہ جملہ دوسری چیز کی صلاحیت کی نفی نہیں کرتا اس لئے کہ وہ بھی مالی عوض ہے

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے جو چیز بیع میں ثمن بن سکتی ہو اس کی نفی کر دے کہ وہ ثمن نہیں بن سکتی ہے، بلکہ وہ چیز بھی ثمن ہے، کیونکہ وہ عوض کی چیز ہے، اور مال بھی ہے، اس لئے وہ بیع میں ثمن بن سکتی ہے

ترجمہ: (۱۰۸۱) نفع کبھی معلوم ہوتے ہیں مدت کے ذریعے جیسے گھروں کو رہنے کے لئے اجرت پر لینا اور زمین کو کاشتکاری کے لئے لینا، پس صحیح ہوگا عقد مدت معلوم پر کوئی بھی مدت ہو۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ جب مدت معلوم ہوگی تو اگر نفع میں تفاوت نہ ہو نفع کی مقدار بھی معلوم ہو جائے گی

تشریح: منفعت معلوم ہونے کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مدت معلوم ہو کہ کتنی مدت کے لئے یہ چیز لے رہا ہے۔ اس مدت سے منفعت کا پتہ چلے گا، چاہے جو مدت متعین کرے۔ مثلا گھر رہنے کے لئے لے رہا ہے تو کتنے مہینے کے لئے لے رہا ہے اس سے اس کی منفعت کا پتہ چلے گا۔ یا زمین کاشتکاری کے لئے لے رہا ہے تو کتنے مہینے کے لئے لے رہا ہے اس سے اس کی منفعت کا پتہ چلے گا۔

وجہ: زمین کاشتکاری کے لئے دے جس سے منافع کا پتہ چلے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ انه سأل رافع بن خديج عن كراء الارض فقال نهى رسول الله ﷺ عن كراء الارض قال فقلت أبا لذهب والورق؟ فقال اما بالذهب والورق فلابأس به (مسلم شریف، باب کراء الارض بالذھب والورق، ص ۱۱، نمبر ۱۵۴۷) (۲)۔ عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ عامل اهل خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر او زرع (مسلم شریف، باب المساقات والمعاملة بجزء من

اِذَا کَانَتِ الْمَنْفَعَةُ لا تتفاوتُ وَقَوْلُهُ ۲؎ اَیَّ مُدَّة کَانَتْ اِشَارَةً اِلیٰ اَنَّهُ یَجُوْزُ طَالَتِ الْمُدَّةُ اَوْقَصُرَتْ لِکَوْنِهَا مَعْلُوْمَةً وَلِتَحَقُّقِ الحَاجَةِ اِلَیْهَا عَسیٰ الا اَنَّ فِی الْاَوْقَافِ لَا یَجُوْزُ الْاِجَارَةُ الطَّوِیْلَةُ کَیْلاَ یَدَّعِی الْمُسْتَاجِرُ مِلْکَهَاوَهِیَ مازَادَ عَلیٰ ثَلاثِ سِنِیْنَ وَهُوَالْمُخْتَارُ.

(۱۰۸۲) قال وَتَارَةً تَصِیْرُ مَعْلُوْمَةً بنفسهٖ کَمَن اسْتَاجَرَ رَجُلًا عَلٰی صَبغِ ثَوْبِهٖ اَوْ خَیَّاطَةٍ اَوْاسْتَاجَرَ

الثمر والزرع،ص۱۴،نمبر ۱۵۴۸/ بخاری شریف، باب اذالم یشترط السنین فی المزارعۃ،ص۳۱۳،نمبر ۲۳۲۹)اس حدیث میں ہے کہ اہل خیبر کوزمین کا شتکاری کے لئے دی گئی تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ وقت معلوم ہوتو اس سے کرایہ کا پتہ چلتا ہے۔

ترجمہ:۲؎ متن میں ہے، ای مدۃ کانت، کہ کوئی بھی مدت ہو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مدت لمبی ہو یا کم ہو اجرت جائز ہے، اس لئے کہ وہ معلوم ہے، اور ہوسکتا ہے کہ اس کی ضرورت پڑ جائے، لیکن وقف کے مال میں لمبی مدت جائز نہیں ہے، تا کہ مستاجر ملکیت کا دعوی نہ کردے، اور وہ تین سال سے زیادہ ہے، اور یہی مختار مذہب ہے۔

تشریح:واضح ہے

لغت :عسی :متن میں عسی کا مطلب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ لمبی مدت پر گھر کرائے پر لینے کی ضرورت پڑ جائے۔یہ،عسی، صرف حرف ہے اس کی کوئی خبر یہاں موجود نہیں ہے

ترجمہ:(۱۰۸۲)منافع کبھی معلوم ہوتے ہیں نفس عقد سے، جیسے کسی آدمی کو اجرت پر لیا کپڑا رنگنے کے لئے، یا کپڑا سینے کے لئے، یا چوپایہ اجرت پر لیا تا کہ اس پر مقدار معلوم لادا جائے مقام معلوم تک، یا اس پر سوار ہو مسافت معلوم تک۔

تشریح: منافع معلوم ہونے کے مختلف طریقے ہیں۔مصنف اس عبارت میں کچھ طریقے یہاں بیان کررہے ہیں۔مثلا ایک طریقہ یہ ہے کہ کام متعین کرکے منفعت کی تعیین کی جائے۔مثلا کپڑا رنگنے کے لئے آدمی کو اجرت پر لے کہ اتنی رقم دوں گا اور اس کے بدلے اتنے کپڑے رنگنے ہیں، یا اتنے کپڑے سینے ہیں۔یا چوپایہ اجرت پر لے کہ اتنی رقم دوں گا اور اس پر دوسو کیلو گیہوں لاد کر پانچ میل لے جاؤں گا، یا پانچ میل تک سوار ہوکر سفر کروں گا تو ان تعیین کے ذریعہ سے منفعت کا پتہ چلا اور منفعت کی تعیین ہوئی۔

وجہ :منفعت کی تعیین اور اجرت کی تعیین کی مثال حدیث میں ہے۔عن ابن عباس قال اصاب نبی اللہ خصاصۃ فبلغ ذلک علیا فخرج یلتمس عملا یصیب فیہ شیئا لیقیت بہ رسول اللہ ﷺ فاتی بستانا لرجل من الیہود فاستقی لہ سبعۃ عشر دلوا کل دلو بتمرۃ فخیرہ الیہودی من تمرۃ سبع عشرۃ عجوۃ فجاء بہا الی النبی ﷺ (ابن ماجۃ شریف، باب الرجل یستقی کل دلو بتمرۃ ویشترط جلدۃ،ص۳۵۰،نمبر ۲۴۴۶)اس حدیث میں عمل بھی معلوم ہے اور اجرت بھی معلوم ہے کہ ہر ڈول نکالنے کے بدلے میں ایک کھجور طے کیا اور سترہ ڈول نکالا اور سترہ کھجور لئے۔

لغت: صبغ : کپڑا رنگنا۔خیاطۃ : سینا۔

دَابَّةً لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا مقداراً معلوماً اَوْ يَرْكَبَهَا مُسَافَةً سمَّاهَا ۱؎ لانَّـهُ اِذَا بَيَّنَ الثَّوْبَ وَلَوْنَ الصَّبْغِ وَقَدْرَهُ وَجِنْسَ الْخِيَاطَةِ وَالْقَدْرَ الْمَحْمُوْلَ وَجِنْسَهُ وَالْمُسَافَةَ صارت المنفعةُ مَعْلُومَةً فَيَصَحُّ الْعَقْدُ ۲؎ وَرُبَمَا يُقَالُ اِلاجَارَةُ قَدْ تَكُوْنُ عَقْداً عَلَى الْعَمَلِ كَاِسْتِيْجَارِ الْقَصَّارِ وَالْخَيَّاطِ وَلَابُدَّ اَنْ يَكُوْنَ الْعَمَلُ مَعْلُوماً وَذَالِکَ فِي الْاَجِيْرِ الْمُشْتَرَكِ ۳؎ وَقَدْ تَكُوْنَ عَقْداً عَلَى الْمَنْفَعَةِ كَمَا فِيْ

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ جب کپڑا بیان کر دیا، اور کون سے رنگ سے رنگے گا یہ بھی بیان کر دیا، اور کتنی مرتبہ رنگے گا یہ بھی بیان کر دیا، یا کپڑا سینے کی جنس بیان کر دی، یا جانور پر کتنا لادے گا یہ بیان کر دیا، اور کون سی چیز لادے گا۔ یا سوار ہو کر کتنی دور جائے گا تو ان سے نفع معلوم ہو گیا اور عقد صحیح ہو گیا

تشریح :اس عبارت میں یہ بیان کیا ہے کہ کس طرح نفع معلوم اور متعین ہو جاتا ہے۔ متن میں ہے۔صبغ ثوبہ۔ کپڑا رنگنے کے لئے دیا ہو، اور کپڑا بیان کر دے، کپڑے کو کالا یا لال سے رنگے گا وہ بیان کر دے، اور کتنی مرتبہ رنگے گا وہ بیان کر دے تو اس سے رنگنے کی منفعت متعین ہو جائے گی، اور اس پر اجارہ کا عقد صحیح ہو جائے گا متن میں ہے۔ خیاطۃ۔ کس طرح کا سیئے گا رومی انداز میں سیئے گا یا فارسی انداز میں سیئے گا۔ متن میں ہے استاجر دابۃ لیحمل علیہا۔ اس کی تفصیل میں فرماتے ہیں کتنا کلو جانور پر لادے گا، لادنے کی جنس، یعنی کیا چیز لادے گا، گیہوں یا چاول لادے گا،۔ متن میں ہے۔ یرکبہا مسافۃ۔ جانور پر کتنا کلو میٹر تک سوار ہو کر جائے گا، تو ان تفصیلات سے نفع جو مجہول ہے وہ متعین ہو جائے گا، اور اس پر اجارہ کا عقد کرنا جائز ہو جائے گا۔

ترجمہ:۲؎ اور کبھی اجارہ کا عقد کام پر ہوتا ہے، جیسے دھوبی کو اجرت پر لینا، یا درزی کو اجرت پر لینا، لیکن ان میں کام معلوم ہونا ضروری ہے، اور یہ اجیر مشترک میں ہوتا ہے

لغت :اجیر مشترک: اس کو کہتے ہیں کہ وہ آپ کا کام بھی کرے گا اور اسی مدت میں دوسرے کا کام بھی کرے گا۔ اس میں کتنا کام کرے گا یہ متعین ہونا ضروری ہے۔ اور اجیر خاص اس کو کہتے ہیں کہ اس مدت میں صرف آپ کا کام کرے گا دوسرے کا کام نہیں کر سکتا ہے، مثلا زید کو کھیت میں آٹھ گھنٹے کام کرنے کے دو سو روپئے میں لیا تو یہ اجیر خاص ہے، یہ اس آٹھ گھنٹے میں دوسرے کا کام نہیں کر سکتا، صرف آپ کا کام کرے گا، لیکن اس کے لئے وقت متعین ضروری ہے، کام کی مقدار متعین ہونا ضروری نہیں ہے

تشریح : کام کرنے پر اجرت لے اس سے بھی نفع متعین ہو سکتا ہے، جیسے دھوبی کو اجرت پر لیا کہ یہ پانچ کپڑے پچاس روپے میں دھو دو۔ یا درزی کو اجرت پر لیا یہ پچاس روپے میں اس کپڑے کی قمیص سی دو، تو اس سے بھی نفع متعین ہو جاتا ہے، لیکن اس میں کام کی مقدار متعین ہونی ضروری ہے۔ اجیر مشترک میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

ترجمہ:۳؎ اور کبھی منفعت پر عقد ہوتا ہے، جیسے اجیر خاص میں ہوتا ہے، اس اجارہ میں وقت متعین ہونا ضروری ہے

تشریح :اجیر خاص میں یہ ہوتا ہے کہ زید کتنے گھنٹے کھیت میں کام کرے گا یہ متعین ہو جائے، یہ اجیر خاص میں ہوتا ہے اس وقت کے متعین ہونے سے بھی نفع کا تعین ہو جاتا ہے اور اجارہ صحیح ہو جاتا ہے۔

اَجِیرِ الْوَحْدِ وَلَابُدَّ مِنْ بَیَانِ الْوَقْتِ.

(۱۰۸۳) قَالَ وَتَارَۃً تَصِیرُ الْمَنْفَعَۃُ مَعْلُومَۃً بِالتَّعْیِینِ وَالْاِشَارَۃُ کَمَنِ اسْتَأْجَرَ رَجُلاً بِان یَّنْقُلَ لَہٗ ھٰذا الطَّعَامُ اِلیٰ مَوْضَعٍ معلومٍ لِ لِاَنہٗ اِذَااَرَاہٗ مَا یَنقُلہٗ وَالْمَوْضَعُ الَّذِی یَحْمَلُ اِلَیْہِ کَانَتِ الْمَنْفَعَۃُ مَعْلُومَۃً فَیَصِحُّ الْعَقْدُ.

باب الاجر متیٰ یستحق

(۱۰۸۴) قَالَ اَلْاُجْرَۃُ لَا تَجِبُ بِالْعَقْدِ. وَتُسْتَحَقُّ بِاِحْدیٰ مَعَانٍ ثَلَاثَۃٍ اِمَّا بِشَرْطِ التَّعْجِیلِ اَوْ

ترجمہ:(۱۰۸۳)اور کبھی منافع معلوم ہوتے ہیں تعیین کے ذریعے اور اشارہ کرنے کے ذریعے جیسے کہ اجرت پر لیا کسی آدمی کو تاکہ منتقل کرے یہ کھانا مقام معلوم تک۔

ترجمہ:لے اس لئے کہ جب اجیر کو یہ دکھلا دیا گیا کہ کیا چیز اٹھا کر لیجانا ہے،اور کس جگہ تک لیجانا ہے تو منفعت معلوم ہوگئی اور عقد صحیح ہوگیا

تشریح:کبھی منافع اس طرح بھی معلوم کرتے ہیں کہ کام کی تعیین کردے اور اس کی طرف اشارہ کردے۔مثلا کسی کو اجرت پر لیا کہ اس کھانے کو فلاں جگہ تک لاد کر لے جانا ہے اور اتنی اجرت ملے گی۔اس طرح اشارہ اور تعیین سے منافع متعین کرتے ہیں۔

وجہ:اس کا ثبوت عمل تابعی میں ہے۔اکتری الحسن من عبد اللہ بن مرداس حمارا فقال بکم؟ قال بدانقین فرکبہ (بخاری شریف، باب من اجری امر الامصار علی مایتعارفون بینھم فی البیوع والاجارۃ ص۲۹۴ نمبر ۲۲۱۰) اس عمل تابعی میں گدھے پر سوار ہونے کے لئے دو دانق دیئے۔

باب الاجر متی یستحق

ترجمہ:(۱۰۸۴)اجرت نہیں واجب ہوتی ہے عقد سے اور مستحق ہوتا ہے تین باتوں میں سے کسی ایک سے یا جلدی کی شرط لگانے سے یا بغیر شرط کے جلدی دے دینے سے یا معقود علیہ حاصل کر لینے سے۔

تشریح:صرف عقد اجارہ کرنے سے اجرت دینا واجب نہیں ہوگا بلکہ تین باتوں میں سے ایک ہو تو اجرت دینا واجب ہوگا۔ایک تو یہ کہ عقد کرتے وقت ہی شرط کرلے کہ اجرت پہلے لوں گا۔دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے دینے کی شرط تو نہیں لگائی لیکن خود بخود مستاجر نے اجرت پہلے دیدی۔اور تیسری صورت یہ ہے کہ اجیر نے منافع ادا کردیئے تو مستاجر پر اجرت دینا واجب ہو جائے گا۔

وجہ :اجرت عین شی ہوتی ہے جو خارج میں موجود ہوتی ہے۔اور منفع تھوڑے تھوڑے کر کے وجود میں آتے رہتے ہیں۔وہ ابھی خارج میں موجود نہیں ہیں۔اس لئے جب وہ وجود میں آجائیں تب اجرت واجب ہوگی تاکہ دونوں برابر ہو جائیں۔اس لئے منافع وصول ہونے کے بعد اور وجود میں آنے کے بعد اجرت واجب ہوگی۔ہاں!اگر پہلے دینے کی شرط لگادی تو گویا کہ

بِالتَّعْجِيلِ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ اَوْ بِاسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ تُمَلَّكُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ لِاَنَّ الْمَنَافِعَ الْمَعْدُوْمَةَ صَارَتْ مَوْجُوْدَةً حُكْماً ضَرُوْرَةَ تَصْحِيحِ الْعَقْدِ فَيَثْبُتَ الْحُكْمُ فِيمَا يُقَابِلُهُ مِنَ الْبَدَلِ ۲؎ وَلَنَا اَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ شَيْئاً فَشَيْئًا عَلىٰ حَسَبِ حُدُوْثِ الْمَنَافِعِ عَلىٰ مَا بَيَّنَّا وَالْعَقْدُ مُعَاوَضَةٌ

منافع موجود ہو گئے۔اور متاجر اس پر راضی بھی ہو گیا اس لئے اب اجرت پہلے دینا واجب ہوگا (۲) حدیث کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ منافع وصول ہونے کے بعد اجرت واجب ہوگی۔حدیث میں ہے **عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ اعطوا الاجير اجره قبل ان يجف عرقه** (ابن ماجہ شریف، باب اجر الاجیر، ص ۳۵۰، نمبر ۲۴۴۳) اس حدیث میں ہے کہ کام کرنے کے بعد پسینہ خشک ہونے سے پہلے اجرت دو۔جس سے معلوم ہوا کہ کام کرنے کے بعد اجرت دینا واجب ہوگا (۳) **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال الله تعالى ثلاثة انا خصمهم يوم القيامة ... ورجل استاجر اجيرا فاستوفى منه ولم يعطه اجره** (بخاری شریف، باب اثم من باع حرا، ص ۲۹۷، نمبر ۲۲۲۷ / ابن ماجہ شریف، باب اجر الاجراء، ص ۳۵۰، نمبر ۲۴۴۲) اس حدیث میں ہے کہ منافع پورے وصول کر لیے اور اجرت نہیں دی۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ منافع وصول کرنے کے بعد اجرت واجب ہوگی۔ہاں! خود پہلے اجرت دیدے تو متاجر کی مرضی ہے۔

لغت: المعقود علیہ: جس پر عقد ہوا ہو۔معان: جمع ہے معنی کی۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ عقد کرتے ہی اجرت واجب ہو جاتی ہے،اس لئے کہ منافع معدوم ہیں،عقد کو صحیح کرنے کے لئے صرف حکما موجود مان لیے گئے ہیں،اور منافع حکما موجود ہو گئے تو ان کے مقابلے میں اجرت کا حکم بھی ثابت ہو جائے گا

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اجرت کا عقد ہو گیا تو اجیر اجرت کا مالک بن جائے گا

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ منافع معدوم ہیں،لیکن حکما اس کو موجود مان لیا گیا ہے تا کہ عقد صحیح ہو جائے،اور جب منافع موجود ہو گیا تو اس کے مقابلے میں جو اجرت ہے اس کو موجود ماننا ہوگا،اور اجیر بھی مالک بن جائے گا، (۲) جیسے بیع میں مبیع موجود ہوتی ہے،اس لئے عقد ہوتے ہی بائع ثمن کا مالک بن جاتا ہے،ایسا ہی یہاں بھی ہوگا،یہ اور بات ہے لینے کا مستحق اس وقت ہوتا ہے جب مبیع سپرد کر دے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ نفع آہستہ آہستہ وجود میں آتا ہے،اور اسی حساب سے آہستہ آہستہ عقد بھی منعقد ہوتا ہے، اور عقد معاوضہ ہے اس لئے برابری ہونی چاہئے،اس لئے جیسے جیسے نفع موخر ہوتا جائے گا،اس کا جو بدل ہے اجرت وہ بھی موخر ہوتا جائے گا،لیکن جب پورا نفع لے لیا تو اب اجرت میں ملکیت ثابت ہو جائے گی تا کہ برابری ہو جائے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد کے وقت نفع موجود نہیں تھا،عقد کے بعد آہستہ آہستہ نفع وجود میں آرہا ہے اور جب نفع مکمل وصول کرلے گا تب وہ وجود میں آئے گا،اور تب ہی مزدور اجرت کا مالک بنے گا،کیونکہ عقد میں مساوات ضروری ہیں

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ نفع اور اجرت میں برابری ہونی چاہئے

وَمِن قَضِيَّتِهَا الْمُسَاوَاةِ فَمِنْ ضَرُوْرَةِ التَّرَاخِي فِي جَانِبِ الْمَنْفَعَةِ التَّرَاخِي فِي الْبَدَلِ الآخرِ وَاِذَا اسْتَوْفَىٰ الْمَنْفَعةُ يَثْبُتُ الْمِلْكُ فِي الْاَجْرِ لِتَحقُّقِ التَّسْوِيَةِ ٣ـ وَكَذا اِذَاشَرَطَ التَّعْجِيلَ اَوْ عَجَّلَ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ لِاَنَّ الْمُسَاوَاة تَثْبُتُ حَقّاً لَهُ وَقَد اَبْطَلَهُ.

(١٠٨٥) وَاِذَا قَبَضَ الْمُسْتَاجِرُ الدَّارَ فَعَلَيْهِ الْاَجْرُ وَاِنْ لَمْ يَسْكُنْهَا ١ـ لِاَنَّ تَسْلِيْمَ عَيْنِ الْمَنْفَعَةِ لَا يَتصوَّرُ فَاقَمْنا تَسْلِيمَ الْمَحَلِّ مَقَامهُ اِذِالتَّمَكُّنُ مِنَ الْاِنْتِفَاعِ يَثبتُ بِهِ

(١٠٨٦) فَاِنْ غَصَبَهَا غَاصِبٌ مِنْ يَدهِ سَقَطَتِ الْاُجْرَةُ ١ـ لِاَنَّ تَسْلِيْمَ الْمَحلِّ اِنَّمَا اُقِيمَ مَقَامَ تَسْلِيْمَ

ترجمہ:٣ـ ایسے ہی اگر جلدی کی شرط لگائے ،یا بغیر شرط لگائے ہوئے مستاجر نے جلدی دے دی تو بھی صحیح ہو جائے گا اس لئے کہ مستاجر کو برابری کا حق تھا لیکن اس نے اپنے حق کو باطل کر دیا

تشریح :اگر اجیر نے اجرت جلدی لینے کی شرط لگا دی، یا جلدی دینے کی شرط تو نہیں تھی ،لیکن خود مستاجر نے اجرت جلدی دے دی تب بھی صحیح ہو جائے گا

وجہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مستاجر کو تاخیر کرنے کا حق تھا ،لیکن اس نے خود ہی اپنے حق کو باطل کر دیا ،اور اجرت دے دی تو وہ ایسا کر سکتا ہے

ترجمہ:(١٠٨٥)اگر مستاجر نے گھر پر قبضہ کیا تو اس پر اجرت ہے چاہے اس میں نہ رہتا ہو۔

ترجمہ:١ـ اس لئے کہ نفع موجود نہیں ہے،اس لئے نفع کو سپرد کرنا متصور نہیں ہے،اس لئے اس کے محل کو سپرد کرنا نفع کے قائم مقام کر دیا ہے،اس لئے کہ نفع حاصل کرنے کی قدرت اس سے حاصل ہو جائے گی

تشریح:مستاجر نے گھر پر قبضہ کر لیا تو چاہے اس میں رہے یا نہ رہے مہینہ پورا ہونے کے بعد اس پر اجرت واجب ہو جائے گی

وجہ :(١) گھر کو سپرد کرنا نفع کو سپرد کرنا ہے، کیونکہ اب اس سے مستاجر نفع حاصل کر سکتا ہے،اس لئے گھر کو نفع کے قائم مقام کر دیا ہے (٢) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابن طاؤس قال کان ابی یوجب الکراء اذا خرج الرجل الی مکۃ وان مات قبل ان یبلغ (مصنف عبد الرزاق ،باب الرجل یکری الدابۃ فیموت فی بعض الطریق ،ج ثامن ،ص ٢١٣،نمبر ١۴٩٣٣)اس قول تابعی میں ہے کہ مکہ مکرمہ کے لئے جانور کرایہ پر لیا اور پہلے مر گیا پھر بھی پورا کرایہ لازم کرتے تھے۔اس لئے گھر پر قبضہ کر لیا تو کرایہ لازم ہونا شروع ہو جائے گا۔

ترجمہ:(١٠٨٦)پس اگر اس گھر کو کسی غاصب نے اس کے ہاتھ سے غصب کر لیا تو اجرت ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ:١ـ اس لئے کہ محل کو سپرد کرنے کو نفع کے قائم مقام کر دیا ہے تا کہ اس سے فائدہ اٹھا سکے،اور گھر غصب کر لیا تو نفع حاصل کرنا فوت ہو گیا تو گویا کہ سپرد کرنا بھی فوت ہو گیا ،اور عقد اجرت فوت ہو گیا ،اس لئے اجرت ساقط ہو جائے گی

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گھر مستاجر کے قبضے میں نہیں رہا تو اس پر اجرت بھی واجب نہیں ہوگی

الْمَنْفَعَةِ لِلتَّمَكُّنِ مِنَ الْاِنْتِفَاعِ فَاِذَا فَاتَ التَّمَكُّنُ فَاتَ التَّسلِيْمُ وَانْفَسخَ الْعَقْدُ فَيَسْقُطُ الاَجْرُ

(١٠٨٧) وَاِنْ وُجِدَ الْغَصَبُ فِي بَعْضِ الْمُدَّةِ سَقَطَ بِقَدْرِهٖ لِ اِذِالْاِنْفِسَاخُ فِي بَعْضِهَا

(١٠٨٨) وَمَنِ اسْتَاجَرَدَاراً فَلِلْمُؤْجِرِاَنْ يُطَالِبَهٗ بِأجْرَةِ كُلَّ يومٍ (لِاَنَّهٗ اسْتَوْفىٰ مَنْفعةً مَقْصُوْدَةً) اِلَّا اَنْ يُّبَيِّنَ وَقْتَ الْاِسْتِحْقَاقِ فِي الْعَقْدِ لِ لِاَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ التَّاجِيْلِ

وجه: عن الثوری فی رجل اکتری فمات المکتری فی بعض الطریق قال هو بالحساب (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یکری الدابۃ فیموت فی بعض الطریق ج ثامن ص ٢١٣ نمبر ١٤٩٣٥) بعض راستے کا فائدہ نہیں اٹھا سکا تو بعض اجرت واجب نہیں ہوگی تو اس پر قیاس کرتے ہوئے کل گھر غصب ہو گیا تو اس پر کچھ بھی اجرت واجب نہیں ہوگی

ترجمہ: (١٠٨٧) اور اگر بعض مدت میں غصب واقع ہوا تو اس مدت کی مقدار اجرت ساقط ہو جائے گی

ترجمہ: لِ اس لئے کہ بعض میں فسخ پایا گیا ہے

تشریح: اور اگر درمیان میں کسی نے غصب کر لیا تو چونکہ مستاجر کے قبضہ میں وہ چیز نہیں رہی اس لئے اتنی اجرت ساقط ہو جائے گی

وجہ: یہ قول تابعی گزر چکا ہے۔ عن الثوری فی رجل اکتری فمات المکتری فی بعض الطریق قال هو بالحساب (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یکری الدابۃ فیموت فی بعض الطریق ج ثامن ص ٢١٣ نمبر ١٤٩٣٥) بعض راستے کا فائدہ نہیں اٹھا سکا تو بعض اجرت واجب نہیں ہوگی

ترجمہ: (١٠٨٨) کسی نے گھر اجرت پر لیا تو اجرت پر دینے والے کو حق ہے کہ اس سے ہر دن کی اجرت طلب کرے (اس لئے کہ ہر دن کا مقصود نفع وصول کیا) مگر یہ کہ عقد میں استحقاق کا وقت بیان کر دے۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ یہ جلدی اجرت لینے کے درجے میں ہے

تشریح: کسی نے کسی سے گھر اجرت پر لیا اور ماہانہ اور سالانہ اجرت طے نہیں کی تو گھر والے کو حق ہے کہ ہر دن کی اجرت طلب کرے کیونکہ اس کا یہ حق ہے۔ البتہ اگر ماہانہ اجرت طے ہو جائے تو مہینے میں طلب کرے گا۔ اور سالانہ اجرت طے ہو جائے تو ہر سال میں اجرت طلب کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے حق کو موخر کیا

وجہ: (١) ہر گھنٹے میں تو طلب نہیں کر سکتا ورنہ پریشانی ہوگی۔ البتہ ایک دن رات ایک معتد بہ وقت ہے اور اس کا نفع قابل شمار ہے جسکا نفع اجیر نے اٹھایا ہے۔ اس لئے اگر کوئی وقت ماہانہ یا سالانہ عقد میں طے نہیں ہوا ہو تو ہر دن الگ الگ اجرت طلب کر سکتا ہے (٢) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ عن ابن عباس قال اصاب نبی الله خصاصة ... فاتی بستانا لرجل من الیهود فاستقی له سبعة عشر دلوا کل دلو بتمرة فخیره الیهودی من تمرة سبع عشرة عجوة فجاء بها الی نبی الله ﷺ (ابن ماجہ شریف، باب الرجل لیستقی کل دلو بتمرۃ ویشترط جلدۃ، ص ٣٥٠، نمبر ٢٤٤٦) اس حدیث

(۱۰۸۹) وَكَذٰلِكَ اِجَارَةُ الْاَرَاضِى لِمَابَيَّنَّا.

(۱۰۹۰) وَمَنِ اسْتَاجَرَ بَعِيْراً اِلٰى مَكَّةَ فَلِلْجَمَالِ اَنْ يُّطَالِبَهُ بِاُجْرَةِ كُلِّ مَرْحَلَةٍ لِاَنَّ سَيْرَ كُلِّ مَرْحَلَةٍ مَقْصُوْدَةٍ ٢ وَكَانَ اَبُوْحَنِيفَةَ يَقُوْلُ اَوَّلاً لا يَجِبُ الْاُجْرَ اِلَّا بَعْدَ انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ وَانْتِهَاءِ السَّفَرِ

میں ہر ایک ڈول ایک کھجور کے بدلے میں ہے۔اس لئے ہر دن کی اجرت الگ الگ ہوسکتی ہے (۳) یوں بھی یومیہ مزدور ہر دن کی اجرت الگ الگ لیتا ہے اس لئے گھر کے کرایہ میں ہر دن کا کرایہ الگ الگ لے سکتا ہے۔

اصول: ہر دن رات معتد بہ وقت ہے۔

لغت: التاجیل:

ترجمہ: (۱۰۸۹) ایسے ہی زمین کا معاملہ بھی ہے

ترجمہ: ١ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کی

تشریح: زمین کو اجرت پر لیا تو اس میں بھی اجرت وصول کرنے کا وقت متعین نہیں کیا تو ہر روز اجرت مانگ سکتا ہے کیونکہ ہر دن کا نفع ایک معتد بہ نفع ہے، لیکن اگر ماہ، یا سال طے ہوجائے تو اب وقت پر مانگے گا

ترجمہ: (۱۰۹۰) کسی نے اونٹ مکہ تک لے جانے کے لئے اجرت پر لیا تو اونٹ والے کے لئے جائز ہے کہ طلب کرے ہر منزل کی اجرت۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ ہر مرحلے کی سیر مقصود ہے

تشریح: کسی نے مکہ تک لے جانے کے لئے اونٹ اجرت پر لیا اور طے نہیں کیا کہ سفر ختم ہونے کے بعد اجرت لے گا یا ہر ہر منزل پر اجرت طلب کرے گا تو اونٹ والے کو حق ہے کہ ہر ہر منزل پر الگ الگ اجرت طلب کرے۔

وجہ: ہر منزل معتد بہ فاصلہ ہے اور اس کی اجرت الگ الگ ہوسکتی ہے۔اس لئے ہر منزل پر الگ الگ اجرت مانگ سکتا ہے۔

نوٹ: اگر عرف یہ ہے کہ سفر مکمل طے ہونے کے بعد اجرت دیتے ہیں یا سفر مکمل طے ہونے کے بعد اجرت دینا طے پایا ہے تو سفر مکمل طے ہونے کے بعد ہی اجرت مانگ سکتا ہے۔

اصول: ہر منزل معتد بہ فاصلہ ہے۔

لغت: الجمال: اونٹ والا۔ مرحلۃ: منزل۔

ترجمہ: ٢ حضرت امام ابوحنیفہؒ پہلے کہا کرتے تھے کہ مدت ختم ہونے کے بعد اور سفر کی انتہاء ہونے کے بعد اجرت لازم ہوگی، اور امام زفرؒ کا قول بھی یہی ہے، اس لئے کہ جس پر عقد ہوا ہے مدت کا پورا نفع ہے، اس لئے اجرت اجزا پر تقسیم نہیں ہوگی، جیسے عمل پر عقد ہو تو پورے عمل کے بعد اجرت لازم ہوتی ہے، لیکن مرجوع قول کی وجہ یہ ہے کہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ برابری رکھنے کے لئے ہر ہر گھنٹے میں اجرت کا مستحق ہوجائے، لیکن ہر ہر گھنٹے میں اجرت کا مطالبہ اس بات کی طرف پہنچائے گا کہ دوسرے کام کے لئے

وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِاَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ جُمْلَةُ الْمَنَافِعِ فِي الْمُدَّةِ فَلَا يَتَوَزَّعُ الْاَجْرُ عَلٰى اَجْزَائِهَا كَمَا اِذَا كَانَ الْمَعْقُوْدُ عَلَيْهِ الْعَمَلَ وَوَجْهُ الْقَوْلِ الْمَرْجُوْعِ اِلَيْهِ اَنَّ الْقِيَاسَ اِسْتِحْقَاقُ الْاَجْرِ سَاعَةً فَسَاعَةً لِتَحَقُّقِ الْمُسَاوَاةِ اِلَّا اَنَّ الْمُطَالَبَةَ فِي كُلِّ سَاعَةٍ يُفْضِيْ اِلٰى اَنْ لَا يَتَفَرَّغَ لِغَيْرِهٖ فَيَتَضَرَّرُ بِهٖ فَقَدَّرْنَاهُ بِمَا ذَكَرْنَا.

(١٠٩١) قَالَ وَلَيْسَ لِلْقَصَّارِ الْخَيَّاطِ اَنْ يُطَالِبَ بِالْاُجْرَةِ حَتّٰى يَتَفَرَّغَ مِنَ الْعَمَلِ ١؎ لِاَنَّ الْعَمَلَ فِي الْبَعْضِ غَيْرُ مُنْتَفِعٍ بِهٖ فَلَا يَسْتَوْجِبُ الْاَجْرُ بِهٖ وَكَذَا اِذَا عَمِلَ فِي بَيْتِ الْمُسْتَاجِرِ لَا يَسْتَوْجِبُ الْاَجْرُ قَبْلَ الْفَرَاغِ لِمَا بَيَّنَّا.

فارغ ہی نہ رہے تو اس سے نقصان ہوگا، اس لئے ہم نے وہ متعین کیا جو ہم نے ذکر کیا (یعنی ہر منزل پر اجرت کا مطالبہ کرنا)

تشریح :امام ابوحنیفہؒ پہلے کہا کرتے تھے کہ سفر پورا کرنے کے بعد اجرت کا مستحق ہوگا، تا کہ اجرت کا ٹکڑا نہ ہو، لیکن بعد میں یہ قول اختیار کیا کہ ہر منزل پر اس منزل کا کرایہ مانگ سکتا ہے

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدے کے اعتبار سے ہر ہر گھنٹے پر اجرت کا مطالبہ کرنے کا حق ہونا چاہئے تا کہ اجرت اور کام میں برابری رہے، لیکن اس کا نقصان یہ ہوگا کہ دونوں دوسرے کام کے لئے فارغ ہی نہیں رہ پائیں گے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہر ہر منزل ایک معتد بہ سفر ہے اس لئے ہر ہر منزل کا کرایہ مانگ سکتا ہے۔

ترجمہ:(١٠٩١) دھوبی کے لئے اور درزی کے لئے حق نہیں ہے کہ طلب کرے اجرت یہاں تک کہ فارغ ہو جائے کام سے۔

ترجمہ:١؎ اس لئے کہ بعض کام فائدہ مند نہیں ہے اس لئے اس کی وجہ سے اجرت نہیں ملے گی،

تشریح :دھوبی اور درزی جب تک مکمل کام نہ کردے تب تک اجرت مانگنے کا حقدار نہیں ہیں۔ ہاں! پہلے سے پیشگی اجرت لینے کی شرط لگالے تو پیشگی اجرت لے سکتے ہیں۔

وجہ :دھوبی کا کام ایسا ہے کہ جب تک کپڑا مکمل دھل نہ جائے کام مکمل نہیں ہوتا۔ درمیان میں کپڑا اور گندہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کام مکمل کرنے کے بعد ہی اجرت کا مستحق ہوگا۔ البتہ پہلے سے پیشگی اجرت لینے کی شرط لگالے تو مستاجر کی رضامندی سے ایسا کر سکتے ہیں۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کام معتد بہ ہونے سے پہلے اجرت لینا چاہے تو اجرت کا مستحق نہیں ہے۔

ترجمہ:٢؎ ایسے ہی اگر مستاجر کے گھر میں کام کیا تب بھی کام پورا کرنے سے پہلے اجرت کا حقدار نہیں ہوگا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا (آدھا کام فائدہ مند نہیں ہے)

ترجمہ:(١٠٩٢) مگر یہ کہ پیشگی شرط لگالے

(۱۰۹۲) قَالَ اِلَّا اَنْ یَشْتَرِطَ التَّعْجِیلَ لِ لِمَا مَرَّ اَنَّ الشَّرْطَ فیهِ لازِمٌ.

(۱۰۹۳) قَالَ وَمَنِ اسْتَاجَرَ خَبَّازاً لِیُخبِزَ فِی بَیْتِهٖ قَفِیْزاً من دَقِیْقٍ بِدِرْهَمٍ لَمْ یَستحِقِّ الاجرُ حَتّٰی یُخرِجَ الخُبزُ مِن التَّنُّوْرِ لِ لِاَنَّ تَمامَ الْعَمَلِ بالاِخْرَاجِ

(۱۰۹۴) فَلَو احْتَرَقَ اَوْسَقطَ مِنْ یَدِهٖ قَبْلَ الاِخْرَاجِ فَلا اَجْرَلَهٗ لِلْهَلاکِ قَبلَ التَّسْلِیمِ فَاِنْ اَخرَجَهٗ ثُمَّ احْتَرَقَ مِنْ غَیْرِ فِعْلِهٖ فَلَهُ الاُجرةُ لِ لِاَنَّهٗ صَارَ مسلَّماً بِالْوَضْعِ فِی بَیْتِهٖ ۲ ولاضِمَانَ عَلَیْهِ لِاَنَّهٗ لَمْ یُوْجَدْ

ترجمہ: ۱ اس دلیل کی وجہ سے جو پہلے گزری کہ اس میں شرط کرنا لازم ہے

تشریح: شرط کرلی کہ پہلے اجرت دے گا تو اس شرط کی بنا پر پہلے اجرت کا مطالبہ کرسکتا ہے، ورنہ یہ مستحق نہیں تھا

ترجمہ: (۱۰۹۳) کسی نے روٹی پکانے والے کو اجرت پر لیا تاکہ اس کے لئے اس کے گھر میں روٹی پکائے ایک قفیز آٹے کی ایک درہم میں تو اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ روٹی تنور سے نکال دے۔

ترجمہ: ۱ کیونکہ تنور سے نکالنے سے عمل پورا ہوگا

تشریح: روٹی پکانے والے کو گھر میں روٹی پکانے کے لئے اجرت پر لیا اور اجرت یہ طے ہوئی کہ ایک قفیز آٹے کی روٹی ایک درہم میں پکا کردے گا۔ تو روٹی تنور سے نکال کردے گا تب اجرت کا مستحق ہوگا۔

وجہ: تنور سے نکالنے سے پہلے وہ گوندھا ہوا آٹا ہے روٹی نہیں ہے۔ پکا کر تنور سے نکالنے کے بعد روٹی بنے گی اس لئے تنور سے نکالنے سے پہلے اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔

اصول: روٹی میں تنور سے نکالنے سے پہلے معتد بہ نفع نہیں ہے اس لئے اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔

لغت: خبز: روٹی۔ دقیق: آٹا۔ تنور: چولھا۔

ترجمہ: (۱۰۹۴) اور اگر تنور سے نکالنے سے پہلے روٹی جل گئی، یا اس کے ہاتھ سے گر گئی تو اجیر کو اجرت نہیں ملے گی (اس لئے کہ سپرد کرنے سے پہلے ہلاک ہوگئی) اور اگر روٹی نکالی پھر اس کے فعل کے بغیر روٹی جل گئی تو اس کو اجرت ملے گی

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ گھر میں روٹی رکھنے کی وجہ سے گویا کہ روٹی سپرد کردیا

تشریح: روٹی کو تنور سے نکالنا کام کا پورا ہونا ہے، اور طباخ نے روٹی نکال دی، اور بعد میں اس کے فعل کے بغیر روٹی جلی ہے تو اس کو اجرت ملے گی، اس لئے کہ اس نے کام پورا کردیا ہے

ترجمہ: ۲ اور طباخ پر روٹی کا ضمان نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی جانب سے جنایت نہیں پائی گئی ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے، کیونکہ روٹی طباخ کے ہاتھ میں امانت ہے

اصول: امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے تنور سے نکالنے کے بعد طباخ کا عمل پورا ہوگیا ہے

تشریح: واضح ہے

مِنْهُ الْجِنَايَةُ قال(رضی اللّٰہ عنہ) وَهٰذا عند اَبِیْ حَنِفَةَؒ لِاَنَّهُ اَمَانَةٌ فِی يَدِهٖ ۳؎ وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُ مِثْلَ دَقِيْقِهٖ وَلا اَجرَ لَهُ لِاَنَّهُ مَضْمُوْنٌ عليه فَلا يَبْرأُ اِلَّا بَعْدَ حَقِيْقَةِ التَّسْلِيْمِ وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الخبزَ واعطاه الاجرَ.

(۱۰۹۵) قَالَ وَمَنِ اسْتَاجَرَ طَبَّاخاً لِيَطْبَخَ لَهُ طعاماً لِلْوَلِيْمَةِ فَالْغُرْفُ عَلَيْهِ اِعْتِبَاراً لِلْعُرْفِ.

(۱۰۹۶) قَالَ وَمَنِ استَاجَرَ اِنْسَاناً لِيَضْرِبَ لَهُ لَبِناً اِسْتَحَقَّ الْاُجْرَ اِذَا اَقَامَهَا عِنْدَ اَبِی حَنِيفَةَؒ وَقَالَا لَا يَسْتَحِقُّهَا حَتّٰی يُشَرِّجَهَا

ترجمہ:۳؎ صاحبینؒ کے نزدیک مستاجر نے جتنا آٹا دیا تھا اس کا ضامن ہوگا، اور پکائی کی اجرت نہیں ملے گی، اس لئے کہ آٹے کا بھی اس پر ضمان تھا، اس لئے حقیقت میں سپرد کرنے سے پہلے بری نہیں ہوگا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ مستاجر روٹی کا ضامن بنادے، اور پکائی کی اجرت دے دے (کیونکہ روٹی پکا کر دیا ہے)

اصول: صاحبین کا اصول یہ ہے کہ روٹی مستاجر کے قبضے میں دے گا تب جا کر اس کی ذمہ داری پوری ہوگی، اس سے پہلے روٹی ضائع ہوگئی تو طباخ ضامن ہوگا

تشریح: چونکہ صاحبینؒ کے یہاں حقیقت میں مستاجر کو روٹی پر قبضہ دے گا تب جا کر طباخ کی ذمہ داری ختم ہوگی، لیکن اس سے پہلے روٹی جل گئی ہے تو اب دو صورتیں ہیں، ا۔ یا تو صرف آٹے کی قیمت لے لے، کیونکہ مستاجر نے یہی دیا تھا، اور پکائی کی اجرت نہ دے، کیونکہ پکا کر تو دیا نہیں۔ ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ طباخ سے ضمان میں روٹی لے، اور چونکہ پکی ہوئی روٹی مل گئی اس لئے پکائی کی قیمت مستاجر پر لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۱۰۹۵) کسی نے باورچی اجرت پر لیا تا کہ اس کے لئے ولیمہ کا کھانا پکائے تو پیالے میں ڈالنا بھی اسی پر ہے۔

ترجمہ:۱؎ عرف کا اعتبار کرتے ہوئے

تشریح: باورچی کو ولیمہ کا کھانا پکانے کے لئے اجرت پر لیا تو کھانا پکانے کے بعد کھانا تھالی میں ڈالنا بھی باورچی کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے تھالی میں ڈالنا بھی باورچی کا کام ہوگا۔ تھالی میں ڈالنا مصنف کے معاشرے میں تھا اور وہاں کا عرف تھا اس لئے مصنف نے اپنے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے فرمایا۔

نوٹ: جہاں کوئی عرف نہ ہو وہاں کھانا پکا دینے سے باورچی کی ذمہ داری پوری ہو جائے گی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کام تمام ہونے میں عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔

لغت: الغرف: چمچی ڈالکر کھانا نکالنا۔

ترجمہ: (۱۰۹۶) کسی نے آدمی اجرت پر لیا تا کہ اس کے لئے اینٹ بنائے تو اجرت کا مستحق ہوگا جب ان کو کھڑی کردے امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں مستحق ہوگا اجرت کا یہاں تک کہ اس کا چٹا لگا دے۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ چٹا لگانے سے اینٹ کا کام پورا ہوگا، اس لئے کہ اس سے پہلے اینٹ خراب ہونے کا خطرہ ہے، تو

١ لِاَنَّ التَّشْرِيْجَ مِنْ تَمَامِ عَمَلِهٖ اِذْ لَا يُؤْمِنُ مِنَ الْفَسَادِ قَبْلَهٗ فَصَارَ كَاِخْرَاجِ الْخُبزِ مِنَ التَّنُّوْرِ ٢ وَلِاَنَّ الاَجِيْرَ هُوَالَّذِی يَتَوَلَّاهُ عُرفاً وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِيْمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ ٣ وَلِاَبِیْ حَنِيْفَةَؒ اَنَّ الْعَمَلَ قَدْ تَمَّ بِالْاِقَامَةِ وَالتَّشْرِيْجُ عَمَلٌ زَائِدٌ كَالنَّقْلِ، اَلَا تَرىٰ اَنَّهٗ يَنْتَفِعُ بِهٖ قَبْلَ التَّشْرِيْجِ بِالنَّقْلِ اِلَى مَوْضِعِ الْعَمَلِ بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْاِقَامَةِ، لِاَنَّهٗ طِيْنٌ مُنْتَشِرٌ وَبِخِلَافِ الْخُبزِ لِاَنَّهٗ غَيْرُ مُنْتَفِعٍ بِهٖ قَبْلَ الْاِخْرَاجِ.

(١٠٩٧) قَالَ وَكُلُّ صَانِعٍ لِعَمَلِهٖ اَثَرٌ فِی الْعَيْنِ كَالقَصَّارِ وَالصَّبَّاغِ فَلَهٗ اَنْ يَّحْبِسَ العينَ بَعْدَ الْفَرَاغِ

تنور سے روٹی نکالنے کی طرح ہو گیا

تشریح: اینٹ بنانے کے لئے آدمی کو اجرت پر لیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ اینٹ سکھا لینے کے بعد جب اینٹ کھڑی کر دے تو اس کا کام پورا ہو گیا اب وہ اجرت کا مستحق ہے۔

وجہ: اس لئے کہ اینٹ کھڑی کر دی تو اب وہ قابل انتفاع ہو گئی اس لئے اب وہ اجرت کا مستحق ہو گیا۔ اس سے زیادہ کام مثلا اینٹ کو تہ بتہ لگانا اور دیوار کی طرح کھڑی کرنا یہ زیادہ کام ہے اینٹ بنانے والے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ عام عرف میں اینٹ کو تہ بتہ لگانا اور دیوار کی طرح کھڑی کرنا بھی شامل ہے۔ اس کے بغیر اینٹ بنانے والے کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی۔ اس لئے تہ بتہ لگانے کے بعد اجرت کا مستحق ہو گا۔

لغت: یشرج: اینٹ کو تہ بتہ لگانا اور دیوار کی طرح کھڑی کرنا۔ لبن: کچی اینٹ۔

ترجمہ: ٢ دوسری وجہ یہ ہے کہ عرف میں اجرت والا ہی اینٹ کی تہ لگاتا ہے، اور جس بات میں تصریح نہ ہو اس میں عرف کا ہی اعتبار ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ٣ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اینٹ کھڑی کر دینے سے کام پورا ہو گیا، اور اینٹ کی تہ لگانا یہ زائد کام ہے، جیسے اینٹ کو دوسری جگہ منتقل کرنا زائد کام ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ تہ لگانے سے پہلے بھی کام کی جگہ تک اینٹ کو منتقل کر سکتا ہے، بخلاف اینٹ کھڑی کرنے سے پہلے تو یہ پھیلی ہوئی مٹی ہے، بخلاف روٹی کے اس لئے کہ تنور سے نکالنے سے پہلے نفع بخش نہیں ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (١٠٩٧) ہر وہ کاریگر جس کے عمل کا اثر عین میں ہو جیسے دھوبی اور رنگریز تو اس کو حق ہے کہ عین کو روک رکھے عمل سے فارغ ہونے کے بعد یہاں تک کہ اجرت لے لے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ جس بات پر عقد ہوا ہے کپڑے میں وہ وصف قائم ہے اس لئے اس کو بدلہ وصول کرنے کے لئے روک لینے کا حق ہے، جیسے قیمت لینے کے لئے مبیع روک لینے کا حق ہوتا ہے

تشریح: جن جن کاریگر کا عمل عین شی میں اثر انداز ہوتا ہو جیسے رنگریز کا عمل کہ کپڑے کو اپنے رنگ سے رنگ دیتا ہے اور کپڑا

عَنْ عَمَلِهِ حَتّٰى يَسْتَوْفِىَ الْاَجْرَ ١ لِاَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ وَصْفٌ قَائِمٌ فِي الثَّوْبِ فَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ لِاسْتِيفَاءِ الْبَدَلِ كَمَا فِي الْمَبِيْعِ ٢ وَلَوْ حَبَسَهُ فَضَاعَ فِي يَدِهٖ لَا ضِمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَؒ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِي الْحَبْسِ فَبَقِيَ اَمَانَةً كَمَا كَانَ عِنْدَهُ وَلَا اَجْرَ لَهُ لِهَلَاكِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ ٣ وَعِنْدَ اَبِي يُوْسُفَؒ وَمُحَمَّدٍ اَلْعَيْنُ كَانَتْ مَضْمُونَةً قَبْلَ الْحَبْسِ فَكَذَا بَعْدَهُ لٰكِنَّهُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيْمَتَهُ غَيْرَ مَعْمُولٍ وَلَا اَجرَ لَهُ وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ مَعْمُولاً وَلَهُ الْاَجْرُ وسنبيّنُ من بعد اِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

رنگین ہوجاتا ہے یا دھوبی کا عمل کہ اپنے سوڈے اور صابن سے کپڑے کو صاف کرتا ہے اور ان کے عمل کا اثر کپڑوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ایسے کاریگروں کو حق ہے کہ کام پورا کرنے کے بعد اجرت لینے کے لئے اس چیز کو اپنے پاس روک لے اور جب تک اجرت وصول نہ کرے کپڑا واپس نہ دے۔

وجہ: مثلا رنگریز کا رنگ اپنا ہے، دھوبی کا صابن اور سوڈا اپنا ہے اس لئے اپنی چیز روکنے کا حق ہے۔اور چونکہ یہ چیزیں کپڑے کے ساتھ چپکی ہوئی ہیں اس لئے کپڑا ابھی روک لے گا۔تاکہ پوری اجرت وصول ہوجائے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اپنی چیز کو روک سکتا ہے اس لئے جس چیز کے ساتھ چپکی ہوئی ہے اس کو بھی روک سکتا ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اگر اجیر نے چیز روک لی اور اس کے ہاتھ میں چیز ضائع ہوگئی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ روکنے میں تعدی کرنے والا نہیں ہے، اس لئے اس کے پاس امانت ہے، جیسے پہلے امانت تھی، لیکن اس کو اجرت نہیں ملے گی، اس لئے کہ سپرد کرنے سے پہلے معقود علیہ ہلاک ہوگئی ہے

تشریح: مثلا زید نے رنگنے کے بعد اجرت لینے کے لئے کپڑا روک لیا، اور کپڑا ضائع ہوگیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر کپڑے کی قیمت لازم نہیں ہوگی، کیونکہ زید نے روکنے میں تعدی نہیں کی ہے، اور کپڑا اس کے ہاتھ میں امانت ہے، البتہ چونکہ اس نے کپڑا واپس نہیں دیا ہے اس لئے اس کو سینے کی اجرت نہیں ملے گی

ترجمہ: ٣ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے یہاں یہ ہے کہ روکنے سے پہلے بھی چیز مضمون ہے ایسے ہی روکنے کے بعد مضمون ہوگا لیکن مالک کو اختیار ہوگا بغیر کام کئے ہوئے چیز کی قیمت کا ضامن بنائے، اور اس کو اجرت نہیں ملے گی، اور یہ بھی اختیار ہے کہ کام کئے ہوئے کا ضامن بنائے اور اس کو اجرت بھی دے، بعد میں اس کو بیان کروں گا

تشریح: صاحبینؒ کا اصول پہلے گزر چکا ہے کہ روکنے سے پہلے بھی کپڑا کا ضامن تھا، اس لئے کپڑا روک لیا تب بھی ضامن ہوگا، اب ضامن بنانے کی دو صورتیں ہیں۔ایک یہ ہے کہ صرف کپڑے کی قیمت لے، اس صورت میں اجیر کو اجرت نہیں ملے گی۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ سلے ہوئے کپڑے کا ضامن بنائے، اس صورت میں چونکہ سلے ہوئے کپڑے کا ضامن بنایا ہے، اس لئے اجیر کو اجرت ملے گی۔

ترجمہ: (١٠٩٨) اور جس کے عمل کا اثر نہیں ہے عین شی میں تو اس کے لئے حق نہیں ہے کہ روکے عین شی کو اجرت کے لئے جیسے بوجھ اٹھانے والا اور ملاح۔

(۱۰۹۸) قَالَ. وَكُلُّ صَانِعٍ لَيْسَ لِعَمَلِهِ اَثَرٌ فِي الْعَيْنِ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّحْبِسَ الْعَيْنَ لِلْاَجْرِ كَالْحَمَّالِ وَالْمَلَّاحِ ۱؎ لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ نَفْسُ الْعَمَلِ وَهُوَ غَيْرُ قَائِمٍ فِي الْعَيْنِ فَلَا يَتَصَوَّرُ حَبْسُهُ فَلَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الْحَبسِ ۲؎ وَغَسْلُ الثَّوْبِ نَظِيْرُ الْحملِ ۳؎ وَهٰذا بِخِلَافِ الْآبِقِ حَيْثُ يَكُوْنُ لِلْمُرَادِ حَقُّ حَبْسِهٖ لِاِسْتِيْفَاءِ الجُعلِ وَلَا اَثَرَ لِعَمَلِهٖ لِاَنَّهُ كَانَ عَلٰى شَرْفِ الْهَلَاكِ وَقَدْ اَحيَاهُ فَكَاَنَّهُ بَاعَهُ مِنْهُ فَلَهُ

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ جس کام پر عقد ہوا ہے وہ ایسا کام ہے کہ چیز کے ساتھ وہ قائم نہیں ہے، اس لئے اس کو تو روک نہیں سکتا اس لئے چیز کو بھی روکنے کا حق نہیں ہے

تشریح: جس کا عمل اور نفع ایسا ہے کہ اس کے عمل کا اثر عین شی میں نہیں ہوتا۔ جیسے بوجھ اٹھانے والے کے عمل کا اثر سامان میں نہیں ہوتا، وہ تو صرف سامان کو اٹھا کر ادھر سے ادھر کر دیا۔ اس کے اٹھانے کا کوئی اثر سامان پر نہیں پڑتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی اجرت وصول کرنے کے لئے سامان کو اپنے پاس قانونی طور پر نہیں رکھ سکتا۔

وجہ: چونکہ بوجھ اٹھانے والے کی اپنی کوئی چیز سامان کے ساتھ محبوس نہیں ہے اس لئے دوسرے کے سامان کو روکنے کا حق اس کو نہیں ہوگا۔

نوٹ: اگر اجرت نہ دے تو قاضی کے پاس مقدمہ دائر کر سکتا ہے۔ البتہ اس دور میں چونکہ قاضی آسانی سے دستیاب نہی ہے اس لئے سامان جانے کے بعد اجرت ملنے کی امید نہ ہو تو سامان روک لے تا کہ اجرت بآسانی مل سکے۔

ترجمہ:۲؎ کپڑے کو دھونا اٹھانے کی طرح ہے

تشریح: جس کپڑے کو اٹھانے کا اثر کپڑے پر نہیں پڑتا اسی طرح کپڑے کو دھونا بھی کپڑے پر اثر نہیں ہوگا، اور دھونے کی اجرت کے لئے کپڑا اپنے پاس روک نہیں سکتا ہے

ترجمہ:۳؎ یہ بخلاف غلام کے بھاگنے کے اس لئے کہ غلام واپس لانے والے کو اجرت وصول کرنے کے لئے غلام کو روکنے کا حق ہے، حالانکہ غلام پر لانے کا اثر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام ہلاک ہونے کے قریب تھا، اور واپس لانے والے نے گویا کہ اس کو زندہ کر دیا، تو گویا کہ واپس لانے نے مالک سے غلام بیچا، اس لئے اس کی قیمت لینے کے لئے روکنے کا حق ہے، اور جو کچھ ذکر کیا ہمارے تینوں علماء کا مذہب ہے۔

تشریح: واضح ہے

ترجمہ:۴؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ مزدور کو دونوں صورتوں میں چیز کو روکنے کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ اپنی چیز کو اپنی مرضی سے چیز سے متصل کیا ہے اس لئے روکنے کا حق ساقط ہو جائے گا

تشریح: زید نے عمر کو کپڑا رنگنے کے لئے دیا، یا اٹھانے کے لئے دیا، دونوں صورتوں میں اپنی اجرت لینے کے لئے عمر کو کپڑا روکنے کا حق نہیں ہے

حَقُّ الْحَبْسِ وَهٰذا الَّذِی ذَكَرْنَاهُ مَذْهَبُ عُلَمَائِنَا الثَّلاثَةِ ۴؎ وَقَالَ زُفَرُ لَیْسَ لَهُ حَقُّ الحَبْسِ فِی الْوَجهَیْنِ لِاَنَّهُ وَقَعَ التَّسْلِیمُ بِاتِّصَالِ الْمَبِیْعِ بِمِلْكِهٖ فَیَسْقُطُ حَقُّ الْحَبْسِ ۵؎ وَلَنا اَنَّ الْاِتِّصَالَ بِالْمَحلِّ ضَرُوْرَةَ اِقَامةِ العَمَلِ فَلَمْ یَكُنْ هُوَ رَاضِیاً بِهٖ مِنْ حَیْثُ اَنَّهُ تَسْلِیمٌ فَلَا یَسْقُطُ الْحَبْسُ كَمَا اِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِی بِغَیْرِ رَضَا الْبَائِعِ.

(۱۰۹۹) قَالَ وَاِذَا شَرَطَ عَلٰی الصَّانِعِ اَنْ یَّعْمَلَ بِنَفْسِهٖ فَلَیْسَ لَهُ اَنْ یَّسْتَعْمِلَ غَیْرَهُ ۱؎ لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَ

وجہ: کیونکہ عمر نے اپنی مرضی سے زید کے کپڑے میں رنگ لگایا ہے، یا اپنی مرضی سے کپڑے کو اٹھایا ہے اس لئے اس کو اب اجرت لینے کے لئے کپڑا روکنے کا حق نہیں ہوگا

ترجمہ: ۵؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ محل، یعنی کپڑے کے ساتھ جو متصل کیا عمل کو قائم کرنے کی مجبوری سے کیا ہے، اس لئے یہ راضی ہونا نہیں ہے، اس طور پر کہ سپرد کرنا ہے، اس لئے روکنے کا حق ساقط نہیں ہوگا ، جیسے بائع کی رضامندی کے بغیر مشتری قبضہ کرلے (تو بائع کا حق ساقط نہیں ہوتا ہے

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ اجیر نے جو اپنا رنگ کپڑے کے ساتھ لگایا ہے وہ اس کی مجبوری ہے ورنہ وہ رنگ ہی نہیں سکتا ہے، اس لئے یہ راضی ہونے کی دلیل نہیں ہے، جیسے مشتری بائع کی رضامندی کے بغیر مبیع پر قبضہ کرلے تو یہ بائع کی رضامندی نہیں ہے، اوراس سے بائع کو مبیع روکنے کا حق ساقط نہیں ہوتا ہے، اسی طرح یہاں اجیر کے روکنے کا حق ساقط نہیں ہوگا

ترجمہ: (۱۰۹۹) اگر شرط لگائی کاریگر پر یہ کہ وہ خود کرے گا تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ استعمال کرے دوسرے کو۔ اجیر خود ہی کرے گا اس لئے خود ہی کرنا ہوگا، جیسے سوار ہو

تشریح: کام کرانے والے نے شرط لگائی کہ مثلا زید ہی اس کام کو انجام دے گا تو اب زید کے لئے یہ حق نہیں ہے کہ عمر سے کام کروا کر دے

وجہ: (۱) کام کرنے والے کی مہارت کا بڑا فرق پڑتا ہے۔ بعض مرتبہ دوسرے کاریگر اس کو خراب کر دیتے ہیں اس لئے اگر شرط لگائی کہ فلاں آدمی کام کرے گا تو دوسرے کو اس کے لئے استعمال نہیں کرسکتا (۲) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔عن الشیبانی عن الشعبی قال هو ضامن فیما خالف ولیس علیه کراء (مصنف عبدالرزاق، باب الکری یتعدی بہ، ج ۸، ص ۲۱۳، نمبر ۱۴۹۳۱) اس قول تابعی میں ہے کہ شرط کی مخالفت کرنے سے اجیر ضامن ہوگا۔اور حدیث پہلے گزر چکی ہے المسلمون عند شروطهم (بخاری شریف نمبر ۲۲۷۴) اس لئے دوسرے سے کام نہیں کروا سکتا۔

اصول: کاریگر کاریگر میں مہارت اور تجربہ کا فرق ہوتا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ عقد یہ ہوا تھا کہ عمل متعین محل میں متصل ہو اس لئے متعین محل کا ہی مستحق ہوگا، جیسے کہ نفع متعین محل میں ہوتا ہے

عَلَيْهِ الْعَمَلِ فِی مَحَلٍّ بِعَينِهِ فَيَسْتَحِقُّ عَيْنَهُ كَالْمَنْفَعَةِ فِی مَحَلٍّ بِعَيْنِهِ

(۱۱۰۰) وَاِنْ اَطْلَقَ لَهُ الْعَمَلُ فَلَهُ اَنْ يَسْتَاجِرَ مَنْ يَّعْمَلُهُ لِ لِاَنَّ الْمُسْتَحِقَّ عَمَلٌ فِی ذِمَّتِهِ وَيُمْكِنُ اِيْفَائَهُ بِنَفْسِهِ وَبِالْاِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِهِ بِمَنْزِلَةِ اِيْفَاءِ الدَّيْنِ.

فصل

(۱۱۰۱) وَمَنِ اسْتَاجَرَ رَجُلاً لِيَذْهَبَ اِلٰی الْبَصْرَةِ فَيَجِیءُ بِعِيَالِهِ فَذَهَبَ وَوَجَدَ بَعْضَهُمْ قَدْ مَاتَ فَجَاءَ بِمَنْ بَقِیَ فَلَهُ الْاَجْرُ بِحِسَابِهِ لِ لِاَنَّهُ اَوْفٰی بَعْضَ المعقودِ عليهِ فَيَسْتَحِقُّ الْعِوَضُ بِقَدْرِهِ

تشریح: یہ پیچیدہ جملہ ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ جو عقد ہوا تھا کہ خود اجیر ہی رنگے گا اس لئے اجیر ہی کو رنگنا ہوگا، جیسے گھوڑا سواری کے لئے لے اور یہ متعین کرے کہ زید ہی سوار ہوگا تو زید ہی کو سوار ہونا ہوگا، کیونکہ اس کو سواری میں مہارت ہے، دوسرا آدمی سوار ہوا اور گھوڑا ضائع ہو گیا تو ضامن ہو جائے گا، اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔

ترجمہ: (۱۱۰۰) اور اگر کام کرنا مطلق تھا تو اجیر کو حق ہے کہ کسی کام کرنے والے کو اجرت پر لے لے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ اجیر کے ذمے میں کام کروانے کا حق ہے، تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ خود کرے، یا دوسرے کی مدد سے کرے، جیسے قرض خود دے دے، یا دوسروں سے دلوا دے

تشریح: یہ قید نہیں تھی کہ یہ کپڑا اجیر زید ہی سیئے، بلکہ بات مطلق تھی کہ کپڑا سی کر دیں، تو اب زید کے لئے یہ گنجائش ہے کہ خود سئے، یا دوسروں سے سلوا کر دے، البتہ یہ ملحوظ ضرور ہوگا، جس قسم کا کپڑا سینا ہے اس قسم کا کپڑا ہی سی کر دے، تب اجرت کا مستحق ہوگا۔

فصل

ترجمہ: (۱۱۰۱) کسی نے ایک آدمی کو اجرت پر لیا کہ وہ بصرہ جا کر اس کے خاندان کو لے کر آئے، وہ بصرہ گیا، لیکن وہاں کچھ آدمی مر چکے تھے اور باقی کو لیکر آیا تو اس کے حساب سے اس کو اجرت ملے گی۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ اس نے بعض معقود علیہ کو پورا کیا ہے، اس لئے اسی کے حساب سے عوض کا مستحق ہوگا، عبارت کی مراد یہ ہے کہ جبکہ تعداد معلوم ہو

تشریح: اس فصل میں دو قسم کی باتیں ہیں جن کا سمجھنا ضروری ہے۔ پہلا اگر اجرت میں یہ طے ہو کہ دس آدمی ہی کو بصرہ سے لانا ہے، تو اب آدمی کی تعداد پر اجرت ملے گی۔ دوسری بات۔ اور اگر اجرت میں مقصود ہو کہ بصرہ جا کر کچھ آدمیوں کو لانا ہے، چاہے وہ جتنے ہوں، اس صورت میں بصرہ جانے اور آنے کی جو اجرت ہے وہ ملے گی، چاہے آدمی آئیں یا نہ آئیں، کیونکہ وہ بصرہ گیا ہے اور آیا ہے

وجہ: بات یہ طے ہوئی تھی کہ مثلا دس آدمی لائے گا، لیکن عیال کے کچھ آدمی مر چکے تھے تو جتنے آدمی کو لایا اسی حساب سے

وَمُرادُهُ اِذَا کَانُوا معلُومِیْنَ

(۱۱۰۲) وَاِن اسْتَأْجرَ لِیَذْهَبَ بِکِتَابِہٖ اِلیٰ فُلاَنٍ بِالْبَصرةِ وَیَجِیءُ بِجَوابِہٖ فَذَهَبَ فوجد فلاناً میتاً فردهٗ فلا اجرَ له ۱؎ وهٰذا عندابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ۲؎ وقال محمدؒ له الاجرُ فی الذِّهَابِ لِاَنّهٗ اَو فی بعض المعقُودِ علیه وهوَ قَطْعُ المُسَافةِ وَهٰذا لِاَنَّ الاجْرَ مقابلٌ به لِمَا فِیْهِ مِنَ الْمُشَقَّةِ دُوْنَ حَمْلِ الْکِتَابِ لخفَّةِ مُؤنَتِہٖ ۳؎ وَلَهُمَا اَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلیهِ نَقْلُ الْکِتَابِ لِاَنَّهٗ هُوَالْمَقصُودُ اَوْ وَسِیْلَةٌ الَیهِ وَهُوَ الْعِلْمُ بِمَا فِی الْکِتَابِ لٰکِنَّ الْحُکْمَ مُعَلّقٌ بہٖ وَقَد نَقضَهٗ فَیَسْقطُ الْاَجْرُ کَمَا فِی الطَّعَامِ وَهِیَ الْمَسْأَلةُ الَّتِی تَلیٰ هٰذِه الْمَسْأَلَةَ

(۱۱۰۳) وَاِن تَرَکَ الْکِتَابَ فِی ذالِکَ الْمَکَانِ وَعَادَ یَسْتَحِقُّ الْاَجْرُ بِالذِّهَابِ بِالْاِجْمَاعِ ۱؎ لاَنَّ

اجرت ملے گی ، کیونکہ دس آدمی کو لانا طے ہوا تھا

ترجمہ:(۱۱۰۲)اور اگر اجرت پر لیا کہ یہ خط فلاں کے پاس بصرہ لے جائے گا ، اور وہاں سے اس کا جواب لائے گا ، اب وہ گیا لیکن اس کو مردہ پایا ، جس کی وجہ سے خط واپس لے آیا تو اس کو کچھ بھی اجرت نہیں ملے گی

ترجمہ:۱؎ اور یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے

تشریح :اجرت پر لیا کہ خط بصرہ لیجائے گا ، اور زید سے اس کا جواب بھی لائے گا ، اب اجیر بصرہ گیا لیکن وہ مر چکا تھا اس لئے خط واپس لیکر آیا اس لئے اس کو کوئی اجرت نہیں ملے گی

وجہ:اجرت کا اصل مقصود خط لیجانا تھا اور اس کا جواب تھا ، وہ نہیں لایا اس لئے اجرت نہیں ملے گی

ترجمہ:۲؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ جانے کی اجرت ہوگی ، اس لئے کہ بعض معقود کو پورا کیا ہے ، اور وہ ہے مسافت کو طے کرنا ، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اجرت مشقت کے مقابل ہے ، خط کے ہلکا ہونے کی وجہ سے خط کے مقابل نہیں ہے

تشریح :امام محمدؒ کی رائے ہے کہ اجیر کو بصرہ جانے کی اجرت ملے گی ، کیونکہ جانے کی مشقت ہے جس کو اس نے پورا کیا ہے ، خط کے ہلکے ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت نہیں ہے

ترجمہ:۳؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ عقد خط کے لیجانے پر ہوا ہے اور وہی مقصود ہے اور اس کا وسیلہ ہے اور وہ خط میں کیا ہے اس کا جاننا ہے لیکن حکم اس کے ساتھ معلق ہے اور اس حکم کو اجیر نے توڑا ہے اس لئے اجرت ساقط ہو جائے گی ، جیسے کھانا لیجانے کے حکم میں ہے ۔ اور یہ مسئلہ آگے آرہا ہے

تشریح :امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ اجرت کا اصل مقصد خط لیجانا اور اس کا جواب کیا آتا ہے اس کو جاننا ہے ، اور وہ ہوا نہیں اس لئے اجرت نہیں ملے گی

ترجمہ:(۱۱۰۳) اور اگر خط بصرہ ہی میں چھوڑ دیا اور واپس آگیا تو بالا جماع جانے کی اجرت ملے گی

الْحَمْلَ لَمْ ینتَقِض

(١١٠٤) وَاِن اسْتَاجَرَهُ لِیَذْهَبَ بِطَعَامٍ اِلیٰ فُلَانٍ بِالْبَصرةِ فَذهبَ فوجَدَ فلاناً میّتاً فردَّهُ فَلاَ اَجرَ له ١ فِی قَوْلِهِم جمِیعاً لانهُ نقضُ تسلیمِ الْمعْقُودِ عَلَیهِ وَهُوَ حملُ الطَّعَامِ ٢ بِخِلافِ مسئَلَةِ الکتَابِ عَلیٰ قول محمَّدٍ لانَّ المعقُودَ علیهِ هُناکَ قَطْعُ الْمُسَافَةِ عَلیٰ مَا مرَّ واللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوابِ.

باب مایجوز من الاجارة وما یکون خلافاً فیها

(١١٠٥) قَالَ وَیَجُوزُ اسْتِئجَارُ الدُّورِ وَالحَوَانِیتِ لِلسّکنیٰ وَاِنْ لَمْ یُبیِّنْ مَا یَعْمَلُ فِیهَا ١ لاَنَّ العملَ

ترجمہ: ١ اس لئے کہ لیجانا نہیں توڑا ہے

تشریح: یہاں دو معاملے تھے ایک ہے خط کو لیجانا، اور دوسرا ہے اس کا جواب لانا، یہاں خط لے گیا ہے، اور بصرہ ہی چھوڑا ہے، البتہ اس کا جواب نہیں لایا ہے، اس لئے آدھا کام کیا ہے اس لئے سب کے نزدیک جانے کی اجرت ملے گی

ترجمہ: (١١٠٤) اور اگر فلاں کے پاس بصرہ میں گیہوں لیجانے کے لئے اجرت پر لیا، اب وہ گیا تو وہاں فلاں کو مردہ پایا اس لئے گیہوں واپس لے آیا تو اس کو اجرت نہیں ملے گی

ترجمہ: ١ سب کی رائے یہی ہے، اس لئے کہ گیہوں سپرد کرنے کا جو عقد ہوا ہے اس کو توڑ دیا،

تشریح: بصرہ میں عمر تھا، زید کا بصرہ میں عمر کو گیہوں دینے کے لئے اجرت پر لیا، زید بصرہ گیا لیکن عمر مر چکا تھا اس لئے گیہوں واپس لے آیا، اب اس کو سب کے نزدیک اجرت نہیں ملے گی

وجہ: اصل مقصود تھا عمر کو گیہوں سپر کرنا، اور عمر کے مرنے کی وجہ سے سپرد نہیں کر سکا، اس لئے عقد پورا نہیں کیا اس لئے اس کو اجرت نہیں ملے گی

ترجمہ: ٢ بخلاف امام محمدؒ کے قول پر متن کے مسئلے کے اس لئے کہ وہاں عقد ہوا تھا بصرہ تک سفر کرنے پر

تشریح: اوپر کے مسئلے میں امام محمدؒ کے قول پر یہ بات تھی کہ بصرہ تک خط لیکر جاو، یہی مقصود تھا اور اجیر چلا گیا، اس لئے بصرہ تک جانے کی اجرت ملے گی۔ اور یہاں اصل مقصود ہے گیہوں سپرد کرنا، اور وہ نہیں کیا اس لئے امام محمدؒ کے نزدیک بھی اس کو کچھ بھی اجرت نہیں ملے گی

واللہ اعلم

باب مایجوز من الاجارة وما یکون خلافا فیھا

ترجمہ: (١١٠٥) اور جائز ہے گھروں کو اجرت پر لینا اور دکانوں کو اجرت پر لینا رہائش کے لئے اگر چہ نہ بیان کرے کہ اس میں کیا کرے گا۔

الْمُعتارفَ فِيُهَا السُّكُنیٰ فَيَنُصرِفُ اِلَيُه وَانَّهٗ لا يَتفَاوَتُ فَصَحّ العَقدُ

(۱۱۰۶) وَلَـهٗ اَنْ يَعْـمَلَ كُلَّ شَیءٍ لِلْاِطْلَاقِ اِلا انهٗ لا يُسكِنُ حدّاداً ولا قَصَّاراً ولا طحّاناً ۱ لِاَنَّ فِيُهِ ضِراراً ظاهراً لِاَنَّهٗ يُوهِنُ الْبِناءَ فَيَتَقَيّدُ الْعَقدُ بِمَا وَرَائِها دَلالَةً

(۱۱۰۷) قَالَ وَيَجُوزُ اسْتِيجَارُ الْاَرَاضِی لِلزِّرَاعَةِ لِاَنَّهَا منفعةٌ مقصودةٌ معهُودةٌ فِيُهَا وَلِلْمُسْتَأجِرِ الشِّرْبِ والطَّرِيقُ وَاِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ ۱ لِاَنَّ الْاِجَارَةَ تُعقدُ لِلْانْتِفَاعِ وَلَا اِنتِفاعَ اِلَّا بِهِمَا

ترجمہ:۱ اس لئے کہ متعارف یہی ہے کہ گھر میں رہائش کرے گا اس لئے اس کی طرف پھیرا جائے گا، اور رہنے میں کوئی تفاوت نہیں ہے، اس لئے عقد صحیح ہو جائے گا

تشریح: گھر اجرت پر لیا، لیکن یہ بیان نہیں کیا کہ کیا کرے گا تب بھی اجرت درست ہو جائے گی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ عام عرف یہی ہے کہ گھر میں رہائش کرے گا، اور رہائش میں کوئی فرق نہیں ہوتا، اس لئے اس کو بیان نہیں بھی کرے گا تب بھی اجرت درست ہو جائے گی،

ترجمہ: (۱۱۰۶) اور مستاجر کے لئے جائز ہے کہ ہر چیز کرے (کیونکہ عقد مطلق ہے) مگر لوہار کو نہیں رکھ سکتا، اور دھوبی کو نہیں رکھ سکتا، اور آٹا پیسنے والے کو نہیں رکھ سکتا ہے

ترجمہ:۱ اس لئے کہ اس میں ظاہر نقصان ہے، اس سے دیوار کمزور ہوتی ہے، اس لئے دلالۃ اس کے علاوہ سے مقید ہوگا

تشریح: اور اجیر کے لئے جائز ہے کہ اس میں ہر کام کرے سوائے لوہاری، دھوبی اور پسائی کے۔

وجہ: اگر پہلے سے طے نہیں ہو کہ کیا کام کرنا ہے تو وہ تمام کام کر سکتا ہے جس میں گھر کی دیوار کو نقصان نہ ہو۔ یا گھر کے فرش کا نقصان نہ ہو۔ لیکن جن کاموں میں گھر کی دیوار یا فرش کو نقصان پہنچ سکتا ہو وہ کام ان میں نہیں کر سکتے۔ مثلا لوہاری کے کام سے دیوار کمزور ہوتی ہے۔ کپڑا دھونے کے کام سے فرش خراب ہوتا ہے۔ اور آٹا پسائی کے کام سے فرش گندہ ہوتا ہے اور دیوار بھی کمزور ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کام بغیر گھر والے کی اجازت کے نہیں کر سکتا۔

اصول: بغیر اجازت کے ایسا کام نہیں کر سکتا جس سے دیوار یا فرش کو نقصان پہنچتا ہو۔ دلیل حدیث لا ضرر ولا ضرار ہے۔

لغت: الحداد: لوہاری کا کام۔ القصار: کپڑے دھونے کا پیشہ۔ الطحان: آٹا پیسنا۔

ترجمہ: (۱۱۰۷) اور جائز ہے زمینوں کو اجرت پر لینا کھیتی کے لئے۔ (اس لئے کہ اس میں مقصود نفع ہے، اور زمین میں ہوتا ہے) اور مستاجر کے لئے پانی پلانے کی باری اور راستہ ہوگا اگر چہ اس کی شرط نہ لگائی ہو۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ اجرت نفع اٹھانے کے لئے ہوتا ہے اور ان دونوں کے بغیر نفع حاصل نہیں ہوگا، اس لئے مطلق عقد میں دونوں داخل ہوں گے

اصول: کھیتی کی بنیادی چیزیں اجرت میں داخل ہوں گی۔

فَيَدْخُلَانِ فِيْ مُطْلَقِ الْعَقْدِ ۲ بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْهُ مِلْكُ الرَّقَبَةِ لَا الْاِنْتِفَاعُ فِي الْحَالِ حَتّٰى يَجُوْزَ بَيْعُ الْجَحْشِ وَالْاَرْضِ السَّبْخَةِ دُوْنَ الْاِجَارَةِ فَلَا يَدْخُلَانِ فِيْهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ الْحُقُوْقِ وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوْعِ

(۱۱۰۸)وَلَا يَصِحُّ الْعَقْدُ حَتّٰى يُسَمّٰى مَا يَزْرَعُ فِيْهَا ۱ لِاَنَّهَا قَدْ تُسْتَأْجَرُ لِلزِّرَاعَةِ وَلِغَيْرِهَا وَمَا يُزْرَعُ

تشریح :زمین کو کھیتی کرنے کے لئے اجرت پر لینا جائز ہے۔اور پانی پلانے کی جو باری ہوتی ہے یا کھیت تک آنے کا جو راستہ ہوتا ہے وہ بھی خود بخود مل جائیں گے چاہے کھیت اجرت پر لیتے وقت ان کی شرط نہ لگائی ہو۔

وجہ :(۱)حدیث میں ہے عن ابن عمر قال عامل النبی ﷺ خیبر بشطر ما یخرج منها من ثمر او زرع (بخاری شریف ، باب اذا لم یشترط السنین فی المزارعۃ ،ص ۳۱۳ ،نمبر ۲۳۲۹ رمسلم شریف ، باب المساقات والمعاملۃ بجزء من الثمر والزرع ،ص ۱۴ ،نمبر ۱۵۵۱)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اہل خیبر کو زمین کاشت کرنے کے لئے دی اور جو غلہ نکلے اس میں سے کچھ اجیر کو دیا جائے ،جس سے معلوم ہوا کہ کھیت اجرت پر دینا جائز ہے۔(۲) حدیث میں استحبابی طور پر ہے کہ زمین مفت دے دے تو زیادہ بہتر ہے۔اخبرنی یعنی ابن عباس ان النبی ﷺ لم ینه عنه ولکن قال ان یمنح احدکم اخاه خیر له من ان یأخذ علیه خرجا معلوما (بخاری شریف ، باب ،ص ۳۱۳ نمبر ۲۳۳۰ رمسلم شریف ، باب الارض تمنح ، ج ثانی ،ص ۱۴ نمبر ۱۵۵۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھیت مفت دے تو زیادہ بہتر ہے لیکن کرایہ پر دے تو بھی جائز ہے

ترجمہ:۲ بخلاف بیع کے اس لئے کہ اس سے مقصود گردن کا مالک ہونا ہے، فی الحال نفع اٹھانا نہیں یہی وجہ ہے کہ گھوڑے کے بچے (جو سواری کے قابل نہیں ہے) اس کو بھی بیچنا جائز ہے ،اور بنجر زمین کو بیچنا جائز ہے ، حالانکہ اس کو اجرت پر دینا جائز نہیں ہے اس لئے حقوق کے ذکر کئے بغیر بھی اجرت میں داخل ہوں گے ،اس کی پوری بحث کتاب البیوع میں گزر چکی ہے

تشریح:بیع میں گردن کا مالک بننا مقصود ہوتا ہے ،اس لئے راستہ ،اور پانی پلانے کی نالی بغیر ذکر کئے ہوئے داخل نہیں ہوں گے، فوری طور پر نفع اٹھانا مقصود نہیں ہوتا ، یہی وجہ ہے کہ گھوڑے کا بچہ سواری کے لائق نہیں ہوتا ، پھر بھی اس کو بیچنا جائز ہے جبکہ اس کو اجرت پر دینا جائز نہیں ہے ، اسی طرح بنجر زمین کو بیچنا جائز ہے ، لیکن اس کو اجرت پر دینا جائز نہیں ہے ، کیونکہ فوری نفع نہیں ہو سکتا ہے

لغت:السبخۃ : دلدلی زمین ، بنجر ، زمین

ترجمہ:(۱۱۰۸)اور نہیں صحیح ہے عقد یہاں تک کہ متعین کرے کہ کیا اس میں بوئے گا

ترجمہ:۱ اس لئے کبھی کھیتی کرنے کے لیے اجرت پر لیتے ہیں ، اور کبھی دوسری باتوں کے لئے بھی اجرت پر لیتے ہیں ، اور جو کچھ بویا جاتا ہے ، اس میں تفاوت ہوتا ہے اس لئے تعین ضروری ہے تا کہ جھگڑا نہ ہو

تشریح:زمین کرایہ پر لیتے وقت یہ بھی طے کرنا ہوگا کہ کیا چیز اس میں بوئے گا تا کہ بعد میں جھگڑا نہ ہو۔

وجہ :بعض غلے کے بونے سے زمین خراب ہوتی ہے اور بعض غلے کے بونے سے زمین اچھی ہو جاتی ہے۔اس لئے اجرت پر

فِيهَا مُتَفَاوِتٌ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّعْيِينِ كَيْلَا يَقَعَ الْمُنَازَعَةُ

(۱۱۰۹) أَوْ يَقُولَ عَلىٰ أَنْ يَزْرَعَ فِيهَا مَا شَاءَ لِ لِأَنَّهُ لِمَا فَوَّضَ الْخِيَرَةَ إِلَيْهِ ارْتَفَعَتِ الْجَهَالَةُ الْمُفْضِيَةُ إِلَى الْمُنَازَعَةِ.

(۱۱۱۰) وَيَجُوزُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ السَّاحَةَ لِيَبْنِيٰ فِيهَا أَوْ لِيَغْرِسَ فِيهَا نَخْلاً أَوْ شَجَراً لِ لِأَنَّهَا مَنْفَعَةٌ تَقْصُدُ بِالْأَرَاضِي

(۱۱۱۱) ثُمَّ إِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْإِجَارَةِ لَزِمَهُ أَنْ يَقْلَعَ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ وَيُسَلِّمُهَا لَهَا فَارِغَة

لیتے وقت یہ طے کرنا ہوگا کہ کون سا غلہ اس میں بوئے گا۔ یا پھر کھیت والا یہ کہہ دے کہ جو غلہ چاہو بوؤ۔ پھر عقد اجارہ درست ہوگا۔

ترجمہ:(۱۱۰۹) یا مالک یوں کہہ دے کہ جو چیز چاہو،

ترجمہ:لِ اس لئے کہ جب اجرت پر لینے والے کو اختیار سونپ دیا، اس لئے جھگڑے کی طرف پہنچانے والی جہالت ختم ہوگئی

تشریح:واضح ہے

ترجمہ:(۱۱۱۰) جائز ہے خالی زمین کو اجرت پر لینا تا کہ اس کے اندر عمارت بنائے یا اس میں کھجور کا درخت یا کوئی درخت بوئے۔

ترجمہ:لِ اس لئے کہ یہ فائدہ بھی زمین سے حاصل کیا جاتا ہے

وجہ:(۱) جب کاشتکاری کے لئے تین چار ماہ کے لئے زمین اجرت پر لے سکتا ہے تو کئی سالوں کے لئے بھی لے سکتا ہے تا کہ اس میں عمارت تعمیر کی جائے یا سالوں کے لئے پھل دار درخت لگائے جائیں (۲) سالوں کے لئے زمین کرایہ پر لینے کا ثبوت حدیث اور قول صحابی میں ہے۔ وقال ابن عباس ان امثل ما انتم صانعون ان تستأجروا الارض البيضاء من السنة الى السنة (بخاری شریف، باب کراء الارض بالذھب والفضۃ ص ۳۱۵ نمبر ۲۳۴۶) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ کئی سال کے لئے بھی خالی زمین کرایہ پر لے سکتا ہے (۳) یہود کو کئی سال کے لئے خیبر کی زمین دی گئی تھی۔ بعد میں حضرت عمر کے زمانے میں ان کو بے دخل کیا گیا۔ عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب اجلى اليهود والنصارى من الارض الحجاز ... واراد اخراج اليهود منها فسألت اليهود رسول الله ﷺ ليقرهم بها ان يكفوا عملها ولهم نصف الثمر فقال لهم رسول الله ﷺ نقركم بها على ذلك ما شئنا فقروا بها حتى اجلاهم عمر الى تيماء واريحاء (بخاری شریف، باب اذا قال رب الارض اقرک ما اقرک اللہ ولم یذکر اجلا معلوما فھما علی تراضیھما ص ۳۱۴، نمبر ۲۳۳۸ رمسلم شریف، باب المساقات والمعاملۃ بجزء من الثمر والزرع ص ۱۴، نمبر ۱۵۵۱ / ۳۹۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیبر کے یہود کو کھیتی اور کھجور کے باغ کئی سال کے لئے آدھی کھیتی کے بدلے کرایہ پر دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خالی زمین بھی عمارت بنانے اور درخت لگانے کے لئے کئی سالوں کے لئے دی جا سکتی ہے۔

لغت:الساحۃ: خالی زمین۔ یغرس: درخت لگانا۔

۱؎ لِاَنَّـهُ لا نِهَايَةَ لَهَا فَفِي اِبْقَائِهَا اِضْرَارٌ بِصَاحِبِ الْاَرْضِ ۲؎ بِـخِلافِ مَا اِذَا انْقَضَتِ الْمُدَّةُ وَالزَّرعُ بَقْلٌ حَيْثُ يَتْرُكُ بِاَجْرِ الْمِثْلِ اِلىٰ زَمَانِ الْاِدْرَاكِ لِاَنَّ لَهَا نِهَايَةً مَعْلُومَةً فَاَمْكَنَ رِعَايَةُ الْجَانِبَيْنِ

(۱۱۱۲) قَالَ اِلَّا اَنْ يَـخْتَـارَ صَـاحِـبُ الْاَرْضِ اَنْ يَـغْـرِمَ لَهُ قِيْمَةَ ذَالِكَ مَقْلُوعاً وَيَتَمَلَّكُهُ فَلَهُ ذَالِكَ ۱؎ وَهٰذَا بِرِضَاءِ صَاحِبِ الْغَرَسِ وَالشَّجَرِ

ترجمہ:(۱۱۱۱) پس جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے تو اس کو لازم ہوگا کہ عمارت اور درخت اکھاڑ لے اور زمین والے کو خالی زمین سپرد کرے۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ عمارت کی کوئی انتہاء نہیں ہے اس لئے اس کے باقی رکھنے میں زمین والے کو نقصان ہے،

تشریح: مثلا بیس سال کے لئے خالی زمین اجرت پر لی تھی اور اس میں عمارت بنائی تھی یا درخت لگائے تھے تو بیس سال پورے ہونے کے بعد عمارت ختم کر دے اور درخت کاٹ لے اور جیسی خالی زمین کرایہ کے وقت لی تھی ویسی ہی بالکل خالی کر کے زمین والے کو حوالے کرے۔

وجہ:(۱) مدت ختم ہونے کے بعد عمارت زمین پر رکھے تو اس سے زمین کا نقصان ہوگا، اس لئے خالی کر کے دینا ہوگا (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال المسلمون على شروطهم والصلح جائز بين المسلمين** (دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص ۲۳ نمبر ۲۸۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شرط پر زمین کرایہ پر دی گئی تھی اسی شرط پر واپس کرے (۳) دوسری حدیث میں ہے کہ بغیر دلی خوشی کے کسی کا مال لینا جائز نہیں ہے۔ **عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ قال لا يحل مال امرأ مسلم الا بطيب نفسه** (دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص ۲۲ نمبر ۲۸۶۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر رضا مندی کے کسی کا مال لینا جائز نہیں۔

ترجمہ ۲؎ بخلاف اگر مدت ختم ہوگئی ہو اور کھیتی ابھی سبزہ ہو تو مثلی اجرت لیکر پکنے تک چھوڑنے میں نقصان نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی نہایت معلوم ہے (کہ تین مہینے ہوں گے) تو دونوں جانب رعایت کرنا ممکن ہے

تشریح: مکان یا عمارت نہیں ہے، بلکہ بیگن کی کھیتی ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ تین مہینے میں بیگن آنا ختم ہو جائے گا، اور کرایہ کی مدت پوری ہوگئی ہے، تو کرایہ دار پر مزید مثلا دو ماہ کی اجرت لازم ہوگی، اور کھیتی ابھی چھوڑ دی جائے گی، اس میں مالک کا بھی فائدہ ہے کہ دو ماہ کا مزید کرایہ مل گیا، اور اجرت پر لینے والے کا بھی فائدہ ہے کہ اس کی کھیتی بچ گئی۔

ترجمہ:(۱۱۱۲) مگر یہ کہ زمین والا پسند کرے کہ اکھڑے ہوئے کی قیمت دے اور گھر یا درخت کا مالک ہو جائے۔

ترجمہ:۱؎ اور یہ درخت والے کی رضامندی سے ہوگی

تشریح: زمین والا اس بات پر راضی ہو جائے کہ ٹوٹے ہوئے گھر اور اکھڑے ہوئے درخت کی جو قیمت ہو سکتی ہے وہ اجیر کو دیدے اور گھر اور درخت کا مالک ہو جائے تو ایسا کر سکتا ہے۔

۲ اِلَّا اَنْ يَنْقُصَ الْاَرْضَ بِقَلْعِهَا فَحِيْنَئِذٍ يَتَمَلَّكُهَا بِغَيْرِ رِضَاهُ

(۱۱۱۳) قَالَ اَوْ يَرْضىٰ بِتَرْكِهِ عَلىٰ حَالِهِ فَيَكُوْنُ الْبِنَاءُ لِهٰذَا وَالْاَرْضُ لِهٰذَا ا لِاَنَّ الْحَقَّ لَهُ فَلَهُ اَنْ لا

وجه: (۱) کرایہ پر زمین لینے والے پر گھر توڑ کر زمین خالی کرنا ضروری تھا۔اسی طرح درخت کاٹ کر زمین خالی کرنا ضروری تھا اس لئے یوں سمجھو کہ گھر ٹوٹ چکا اور درخت کٹ چکے۔اس لئے ٹوٹے ہوئے گھر کی قیمت اور کٹے ہوئے درخت کی قیمت جو ہوسکتی ہے وہ قیمت زمین والا دے گا اور سالم گھر اور سالم درخت کا مالک بن جائے گا۔یہ الگ سے بیع اور شراء ہے جس میں کھیت والا اور کرایہ پر لینے والے دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔اس قسم کے صلح کی گنجائش (۲) حدیث میں ہے۔**عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ المسلمون على شروطهم والصلح جائز بين المسلمين** (دار قطنی،کتاب البیوع،ج ثالث،ص ۲۳،نمبر ۲۸۶۷)اس حدیث میں ہے کہ مسلمان کے درمیان صلح کرنا جائز ہے اس لئے ٹوٹے ہوئے گھر اور کٹے ہوئے درخت پر آپس میں صلح کی قیمت ہوجائے تو جائز ہے۔

نوٹ : یہ پہلے کرایہ کے اندر بیع نہیں ہے کہ بیع کے اندر بیع ہوکر ناجائز ہوجائے۔کیونکہ کرایہ کی بات تو کئی سال پہلے ہوچکی تھی اور ٹوٹے ہوئے گھر کی بیع ابھی ہورہی ہے اس لئے بیع وشرط نہیں ہوئی کہ ناجائز ہوجائے۔

لغت: یغرم: تاوان دے۔مقلوعا: قلع سے مشتق ہے اکھیڑنا۔

ترجمہ:۲ لیکن اگر درخت کے اکھیڑنے سے زمین کا نقصان ہوتا ہو تو اس وقت بغیر اجیر کی رضامندی کے زمین کا مالک مالک بن جائے گا

تشریح: اگر زمین سے درخت کے کاٹنے سے یا عمارت کے توڑنے سے زمین کا کافی نقصان ہوتا ہو تو اس وقت زمین کا مالک اجیر کی رضامندی کے بغیر درختوں کا مالک بن جائے گا البتہ مالک پر اکھڑے ہوئے درخت،اور ٹوٹی ہوئی دیوار کی قیمت لازم ہوگی،تاکہ دونوں کا فائدہ ہوجائے۔

لغت: قلع : اکھیڑنا۔

ترجمہ: (۱۱۱۳) یا راضی ہوجائے چھوڑنے پر اپنی حالت پر۔پس عمارت کرایہ دار کے لئے اور زمین زمین والے کے لئے ہوگی۔

ترجمہ: ا اس لئے مالک کو حق ہے کہ اپنا حق وصول نہ کرے

تشریح: کرایہ پر لینے کی مدت ختم ہوگئی ہے۔اس لئے کرایہ دار کو گھر توڑنا چاہئے اور درخت کاٹنا چاہئے لیکن دونوں راضی ہو جائیں کہ مزید زمانے کے لئے گھر اور درخت زمین پر چھوڑ دو تو ایسا کرسکتے ہیں۔اس صورت میں زمین زمین والے کی رہے گی اور مکان یا درخت مکان یا درخت والے کے ہوں گے۔

وجه: (۱) زمین والے کی چیز ہے وہ راضی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔(۲) بلکہ حدیث کی رو سے ایک قسم کا تعاون ہوگا اور بھائی کی مدد کرنے کا ثواب ملے گا۔**عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال لان يمنح الرجل اخاه ارضه**

يَسۡتَوۡفِيهِ.

(۱۱۱۴)قَالَ: وَفِي الۡجَامِعِ الصَّغِيرِ اِذَاانۡقَضَتۡ مُدَّةُ الۡاِجَارَةِ وَفِي الۡاَرۡضِ رَطۡبَةٌ فَاِنَّهَا تَقۡلَعُ ؕ لِاَنَّ الرِّطَابَ لَا نِهَايَةَ لَهَا فَاَشۡبَهَ الشَّجَرَ.

(۱۱۱۵) قَالَ: وَيَجُوۡزُ اسۡتِئۡجَارُ الدَّوَابِّ لِلرُّكُوۡبِ وَالۡحَمۡلِ لِاَنَّهُ مَنۡفَعَةٌ مَعۡلُومَةٌ مَعۡهُودَةٌ فَاِنۡ اَطۡلَقَ الرُّكُوۡبَ جَازَ لَهُ اَنۡ يُرۡكِبَ مَنۡ شَاءَ ؕ عَمَلاً بِالۡاِطۡلَاقِ

خير له من ان يأخذ عليها خرجا معلوما (مسلم شریف، باب الارض یمنح ص ۶۴۱ نمبر ۱۵۵۰ / بخاری شریف، باب ما کان من اصحاب النبی ﷺ یواسی بعضھم فی الزراعۃ والثمر ص ۳۱۵ نمبر ۲۳۴۲) اس حدیث میں ہے کہ بغیر کرایہ کے زمین کسی بھائی کو دے تو بہت بہتر ہے۔ اس لئے اپنی زمین بغیر کرایہ کے گھر والے یا مکان والے کو دے سکتا ہے، ثواب ملے گا۔

ترجمہ: (۱۱۱۴) جامع صغیر میں ہے کہ اجرت کی مدت ختم ہوگئی اور زمین میں رطبہ ہو تو اکھاڑ دیا جائے گا

ترجمہ: ۱ اس کی وجہ یہ ہے کہ رطبہ کی کوئی انتہاء نہیں ہے، اس لئے وہ درخت کے مانند ہو گیا

تشریح: رطبہ کا ترجمہ ہے تر کھجور، یہاں مراد ہے ایسی سبزی جو درخت سے دیر تک نکلتی رہتی ہو، جیسے بیگن، بھنڈی، اس کا پھل کافی دیر تک نکلتا رہتا ہے، تو چونکہ اس کی انتہاء نہیں ہے، اس لئے یہ بڑے درخت کی طرح ہو گیا، اس لئے اگر اجرت کی مدت پوری ہوگئی ہو تو مزید کرایہ لیکر چھوڑا نہیں جائے گا، بلکہ مالک زمین اس کو اکھیڑ دے گا

ترجمہ: (۱۱۱۵) جائز ہے چوپایوں کو اجرت پر لینا سوار ہونے کے لئے اور بوجھ لادنے کے لئے، (اس لئے کہ معلوم منفعت ہے اور متعین ہے) پس اگر مطلق رکھا سوار ہونے کو تو جائز ہے کہ اس پر سوار ہو جو چاہے۔

ترجمہ: ۱ مطلق پر عمل کرتے ہوئے

تشریح: چوپائے کو سوار ہونے کے لئے اور بوجھ لادنے کے لئے اجرت پر لینا جائز ہے۔ اگر کسی سواری کو متعین نہیں کیا تو کوئی بھی آدمی اس پر سوار ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بوجھ لادنے کے لئے اجرت پر لیا اور کیا چیز لادے گا اس کا تعین نہیں کیا تو کوئی چیز بھی چوپائے پر لاد سکتا ہے۔ البتہ ایسی چیز نہیں لاد سکتا جس سے چوپائے کی ہلاکت یا اس کے نقصان ہونے کا ظن غالب ہو۔

وجہ: (۱) چوپایہ سواری کے لئے کرایہ پر لے اس کے ثبوت کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ واكترى الحسن من عبد الله بن مرداس حمارا فقال بكم؟ قال بدانقين فركبه ثم جاء مرة اخرى فقال الحمار الحمار فركبه ولم يشارطه فبعث اليه بنصف درهم (بخاری شریف، باب من اجری امر المصار علی مایتعارفون بینھم فی البیوع والاجارۃ الخ، ص ۲۹۴، نمبر ۲۲۱۰) اس قول تابعی میں گدھے کو سواری کے لئے دو دانق میں کرایہ پر لیا گیا ہے۔ اور کوئی آدمی اس لئے سوار ہو سکتا ہے کہ کسی خاص آدمی کا تعین نہیں کیا۔

اصول: مستعمل کے اختلاف سے فرق نہ پڑتا ہو اور کسی خاص آدمی کی شرط نہ لگائی ہو تو کوئی بھی استعمال کر سکتا ہے۔

۲ وَلٰكِنْ اِذَا رَكِبَ بِنَفْسِهٖ اَوْ اَرْكَبَ وَاحِداً لَيْسَ لَهٗ اَنْ يُرْكِبَ غَيْرَهٗ لِاَنَّهٗ تَعَيَّنَ مُرَادٌ مِنَ الْاَصْلِ وَالنَّاسِ مُتَفَاوِتُوْنَ فِي الرُّكُوْبِ فَصَارَ كَاَنَّهٗ نَصَّ عَلٰى رُكُوْبِهٖ

(١١١٦)وَكَذَالِكَ اِذَا اسْتَأْجَرَ ثَوْباً لِلُّبْسِ وَاَطْلَقَ ١ فِيْمَا ذَكَرْنَا لِاِطْلَاقِ اللَّفْظِ وَتَفَاوُتِ النَّاسِ فِي اللُّبْسِ

(١١١٧)وَاِنْ قَالَ عَلٰى اَنْ يَّرْكُبَهَا فُلَانٌ اَوْ يَلْبَسَ الثَّوْبَ فُلَانٌ فَارْكَبَهَا غَيْرَهٗ اَوْ اَلْبَسَهٗ غَيْرَهٗ فَعَطِبَ كَانَ ضَامِناً ١ لِاَنَّ النَّاسَ يَتَفَاوَتُوْنَ فِي الرُّكُوْبِ وَاللُّبْسِ فَصَحَّ التَّعْيِيْنُ وَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يَتَعَدَّاهُ

لغت:اطلق :مطلق چھوڑا ہو،کسی کو متعین نہ کیا ہو۔

ترجمہ:۲ لیکن اگر خود بیٹھ گیا یا کسی اور کو بٹھا دیا،اب دوسرے کو نہیں بیٹھا سکتا،اس لئے کہ اصل سے مراد متعین ہو گئی،اور لوگ سوار ہونے میں متفاوت ہوتے ہیں،تو گویا کہ اب سوار کو متعین کر دیا

تشریح :مطلق ہونے کی وجہ سے کسی کو بھی گھوڑے پر بٹھا سکتا تھا،لیکن جب ایک آدمی کو بٹھا دیا،یا خود بیٹھ گیا،تو اب کسی دوسرے کو نہیں بیٹھا سکتا ہے

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر آدمی الگ الگ طریقے سے بیٹھتے ہیں،اس لئے بار بار مختلف آدمی کے بٹھانے سے جانور کو نقصان ہوگا،اس لئے ایک آدمی کو بٹھا دیا تو گویا کہ اب یہی آدمی بار بار بیٹھنے کے لئے متعین ہو گیا ہے،اس لئے اب دوسرے کو نہیں بٹھا سکتا،اسی پہلے آدمی کو بٹھانا ہوگا

ترجمہ:(١١١٦)اور ایسے ہی اگر اجرت پر لیا کپڑے کو پہننے کے لئے اور مطلق رکھا۔

ترجمہ:١ جیسا کہ میں نے ذکر کیا لفظ کے مطلق ہونے کی وجہ سے،اور لوگ پہننے میں مختلف ہوتے ہیں۔

تشریح :یعنی مطلق رکھا ہو تو کرائے کا کپڑا ابھی کوئی بھی آدمی پہن سکتا ہے،لیکن ایک آدمی نے پہن لیا تو اب وہی متعین ہو گیا ہے،اب دوسرے کے لئے پہننا جائز نہیں ہوگا

ترجمہ:(١١١٧)پس اگر کہا چوپائے والے کو یہ کہ اس پر فلاں سوار ہوگا یا فلاں آدمی کپڑا پہنے گا،پس سوار کیا اس کے علاوہ کو یا پہنایا اس کے علاوہ کو تو ضامن ہوگا اگر ہلاک ہوا چوپایہ یا برباد ہوا کپڑا۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ لوگ سوار ہونے میں اور پہننے میں مختلف ہوتے ہیں،اس لئے متعین کرنا صحیح ہے اس لئے اجیر کو اس سے زیادہ تجاوز نہیں کرنا چاہئے،یہی حال ہے ان تمام چیزوں کا جو استعمال کرنے والے کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہوں، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کی

تشریح :چوپایہ کرایہ پر لیا اور اس پر خاص آدمی کے سوار ہونے کو کرایہ پر لیتے وقت متعین کیا۔بعد میں اس کے خلاف کیا اور دوسرے آدمی کو سوار کیا۔پس اگر جانور ہلاک ہو گیا یا کپڑا برباد ہو گیا تو اجیر جانور اور کپڑے کا ضامن ہوگا۔

وجہ:(١) قاعدہ ہے کہ استعمال کرنے والے کے الگ الگ ہونے سے استعمال کرنے میں فرق پڑتا ہے جیسے کہ سوار سوار میں

وَكَذَالِکَ کُلُّ مَا يَخْتَلِفُ بِاخْتَلافِ الْمُسْتَعمِلِ لِمَا ذَکَرْنَا ٢ فَامَّا الْعِقارَ وَمَالا يَختلِفُ بِاخْتِلافِ الْمُسْتَعْمِلِ اِذَاشَرَطَ سُکْنٰی وَاحِدٌ فَلَهُ اَنْ يُسکَنَ غَيْرُهُ لِاَن التَّقْيِيْدَ غَيْرُ مُفِيْدٍ لِعَدَمِ التَّفَاوتِ ٣ وَالَّذِی يَضُرُّ بِالْبِنَاءِ خَارِجٌ عَلٰی مَاذَکَرْنَاهُ.

فرق ہوتا ہے۔کوئی بھاری سوار ہوتا ہے کوئی ہلکا سوار ہوتا ہے۔گدھا بھاری سوار کو مشکل سے لے جائے گا جبکہ ہلکے سوار کو آسانی سے منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔اسی طرح ماہر سوار جانور کو آرام سے لے جاتا ہے جبکہ اجڑ سوار جانور کو تنگ کر دیتا ہے۔یہی حال کپڑے پہننے والے کا ہے۔اس لئے جب ایک خاص آدمی سواری کے لئے متعین ہوا اور بعد میں اس کے خلاف کیا تو چونکہ شرط کے خلاف کیا اس لئے وہ چیز اس کے ہاتھ میں امانت کی نہیں رہی بلکہ ضمانت کی ہوگئی۔اس لئے ہلاک ہونے پر جانور کا تاوان دینا ہوگا۔یا جو نقصان ہوا ہے وہ بھرنا ہوگا۔

اصول:شرط کے خلاف کرنے سے ہلاکت پر تاوان ادا کرنا پڑے گا۔

لغت:عطب : ہلاک ہوا،تھک گیا۔تلف : برباد ہوا،ضائع ہوگیا۔

ترجمہ:٢ بہر حال زمین اور ہر وہ چیز جو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے مختلف نہیں ہوتی۔پس اگر شرط لگائی کسی خاص آدمی کی رہائش کی،تب بھی اس کے لئے جائز ہے کہ دوسرے کو ٹھہرائے۔ اس لئے کہ متعین کرنا فائدہ مند نہیں ہے،اس لئے کہ استعمال کرنے والے متفاوت نہیں ہیں

تشریح: زمین ہے یا مکان ہے جو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑتا یا استعمال کرنے والے کے بدلنے سے کوئی زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔جیسے زمین میں کوئی آدمی بھی کاشتکاری کرے زمین پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔اس لئے زمین کو کاشتکاری کے لئے کرایہ پر لے اور خاص آدمی کو متعین کرے پھر دوسرا آدمی اس کو کاشتکاری کرنے لگ جائے اور نقصان ہو جائے تو کرایہ دار پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔کیونکہ زمین کو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا ہے۔

اصول :استعمال کرنے والے کے بدلنے سے فرق نہ پڑتا ہو تو استعمال کرنے والے کے بدل جانے پر نقصان ہونے سے تاوان لازم نہیں ہوگا

لغت:العقار : زمین۔

ترجمہ:٣ ہاں دوسرے آدمی کے دیوار بنانے سے نقصان ہوا ہو(اب ضمان لازم ہوگا) کیونکہ جیسا ہم نے پہلے ذکر کیا اس بحث سے خارج ہے

تشریح: دوسرے آدمی کو زمین دے دی اس نے دیوار بنائی اور زمین کو نقصان ہو گیا تو ضمان لازم ہوگا ، یہاں آدمی کے بدلنے سے نقصان نہیں ہوا ہے، بلکہ غلط دیوار بنانے سے نقصان ہوا ہے،اس لئے یہ متن کے بحث سے خارج ہے

(۱۱۱۸)قَالَ. وَاِنْ سَمّٰی نَوْعاً وَقَدْراً مَعْلُوماً یَحْمَلُهُ عَلَی الدَّابَّةِ مِثْلُ اَنْ یَّقُوْلَ خَمْسَةَ اَقْفِزَةٍ حِنْطَةٍ فَلَهُ اَنْ یَحْمِلَ مَا هُوَ مِثْلُ الْحِنْطَةِ فِی الضَّرَرِ اَوْ اَقَلَّ كَالشَّعِیْرِ وَالسِّمْسِمِ ۱؎ لِاَنَّه دَخَلَ تحتَ الْاِذْنِ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ اَوْ لِكَوْنِهٖ خَیْراً مِنَ الْاَوّلِ وَلَیْسَ لَهُ اَنْ یَحمِلَ مَا هُوَ اَضَرُّ مِنَ الْحِنطَةِ كَالْمِلحِ وَالْحَدِیْدِ لِاِنْعِدَامِ الرِّضَاءِ بِهٖ

(۱۱۱۹) وَاِنِ اسْتَأْجَرَهَا لیحملَ علیهَا قطناً سماهُ فلیس لهُ ان یحمَلَ عَلَیهَا مِثْلَ وَزْنِهٖ حَدِیداً ۱؎ لِاَنَّهُ رُبَمَا

ترجمہ:(۱۱۱۸)اگر متعین کیا ایک نوع یا مقدار جو لادے گا چوپائے پر مثلا یہ کہے کہ پانچ قفیز گیہوں تو اس کے لئے جائز ہے کہ گیہوں کے برابر جو نقصان دینے والا ہے، اتنا جو لاد دے، یا گیہوں سے کم نقصان والا ہے، مثلا تل، تو وہ لاد سکتا ہے

ترجمہ:۱؎ اس لئے نقصان میں فرق نہ ہونے کی وجہ سے وہ اجازت میں داخل ہے، یا گیہوں سے اچھا ہے (یعنی کم نقصان دہ ہے، اس لئے لاد سکتا ہے)، اور جو گیہوں سے بھی زیادہ نقصان دینے والا ہے، مثلا نمک، اور لوہا (تو وہ نہیں لاد سکتا ہے) کیونکہ اس میں مالک کی رضامندی نہیں ہے

تشریح: چوپایہ کرایہ پر لیا اور خاص قسم کی چیز لادنے کی شرط کی تو قاعدہ یہ ہے کہ اس جیسی چیز یا اس سے کم نقصان دہ چیز اس پر لاد سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نقصان دہ چیز نہیں لاد سکتا۔ اگر لادے گا تو خلاف شرط ہوگا اور ہلاک ہونے پر تاوان ادا کرنا ہوگا۔ مثلا شرط کی پانچ قفیز گیہوں لادوں گا تو پانچ قفیز جو اور تل لاد سکتا ہے۔ کیونکہ یہ نقصان میں گیہوں کے برابر ہیں، یا کم ہیں۔ لیکن پانچ قفیز نمک، لوہا نہیں لاد سکتا۔ کیونکہ نمک اور لوہا جانور کو زیادہ نقصان دیتے ہیں۔

وجہ:۔ دلیل یہ قول تابعی ہے۔ **عبد الرزاق قال قال معمر اذا دفعها الی رجل فحمل علیها مثل شرطه قال لا شیء علیه و لا ضمان** (مصنف عبد الرزاق، باب الکری یتعدی بہ، ج ثامن، ص ۲۱۲، نمبر ۱۴۹۳۰)

اصول جس قسم کی چیز طے ہوئی اس کی مثل یا اس سے کم نقصان دہ چیز لاد سکتا ہے۔ اس سے زیادہ ضرر رساں چیز نہیں لاد سکتا

لغت: اقفزۃ: قفیز کی جمع، ایک خاص وزن۔ السمسم: تل۔

ترجمہ:(۱۱۱۹) پس اگر چوپائے کو اجرت پر لیا تا کہ اس پر معین مقدار روئی لادے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اس کی وزن کے مقدار لوہا لادے۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ کبھی جانور کو زیادہ نقصان ہوسکتا ہے، اس لئے کہ لوہا جانور کے ایک ہی جگہ جمع ہوتا ہے، اور روئی اس کی پیٹھ پر پھیل جاتی ہے (اس لئے لوہا روئی کی بنسبت زیادہ نقصان دہ ہے)

تشریح: چوپایہ کرایہ پر لیا تا کہ اس پر مثلا سو کیلو روئی لادے گا تو اس پر سو کیلو لوہا نہیں لاد سکتا۔

وجہ: روئی نرم ہوتی ہے اس سے جانور کی پیٹھ زخمی نہیں ہوگی اور ہلکی محسوس ہوگی۔ اس لئے روئی کے بدلے اسی کے وزن کے مثل لوہا نہیں لاد سکتا۔ اگر لادا اور جانور ہلاک ہوا تو ضمان لازم ہوگا (۲) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن شریح انه**

يَكُوْنُ اَضَرُّ بِالدَّابَّة فَاِنَّ الْحَدِيْدَ يَجْتَمِعُ فِي مَوْضَعٍ مِنْ ظَهْرِهَا وَالْقُطْنِ يَنْبَسِطُ عَلىٰ ظَهْرِهَا

(۱۱۲۰)قَالَ وَاِنِ اسْتَأْجَرَ هَا لِيَرْكَبَها فَأَرْدَفَ مَعَهُ رَجلاً فَعَطِبَتْ ضَمَّنَ نِصْفَ قِيْمَتِهَا وَلَا مُعْتَبَرَ

قال ليس على مستكرى ضمان فان تعدى فجاوز عليها الوقت فعطبت قال شريح يجتمع عليه الكراء والضمان (سنن للبيهقي، باب لاضمان على المكترى فيما اكترى الاان يتعدى ج سادس ص۲۰۳ ر مصنف عبد الرزاق، باب الكرى يتعدى به، ج ثامن، ص۲۱۱، نمبر ۱۴۹۲۵) حضرت شریح کے اس فیصلے میں ہے کہ شرط سے تجاوز کرے اور جانور ہلاک ہو جائے تو اجیر پر ضمان اور کرایہ دونوں لازم ہوں گے۔

اصول: شرط سے تجاوز کرنے سے ہلاک ہوا تو ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۱۲۰) چوپائے کو اجرت پر لیا تا کہ اس پر سوار ہو۔ پس اپنے پیچھے دوسرے کو بھی سوار کر لیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو اس کی آدھی قیمت کا ضمان ہوگا اگر چوپایہ دونوں کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور بوجھ کا اعتبار نہیں ہوگا۔

تشریح: چوپایہ اجرت پر لیا تا کہ اس پر ایک آدمی سوار ہو۔ اب اپنے پیچھے ایک اور آدمی کو سوار کر لیا جس کی وجہ سے جانور ہلاک ہو گیا۔ پس اگر جانور ایسا تھا کہ دونوں آدمیوں کو اٹھانے کی طاقت رکھتا تھا تاہم وہ ہلاک ہو گیا تو اجیر جانور کی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر جانور ایسا تھا جو دو آدمیوں کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔

وجہ: (۱) عام عرف کے اعتبار سے ایک آدمی سوار ہونا چاہئے لیکن دو آدمی سوار ہو گئے جس کی وجہ سے ہلاک ہوا ہے۔ اس لئے ایک آدمی کی اجازت تھی دوسرے آدمی کی اجازت نہیں تھی اس لئے آدھی قیمت کا ضامن ہوگا (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابن سيرين استأجر اجيرا ليحمل على ظهره شيئا الى مكان معلوم فزاد عليه فغرمه شريح بقدر ما زاد عليه بحساب ذلك (مصنف عبد الرزاق، باب الكرى يتعدى به ج ثامن ص۲۱۲ نمبر ۱۴۹۲۶) اس قول تابعی میں ہے کہ جتنا طے ہوا تھا اتنا لادنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا۔ لیکن جو زیادہ لادا اس کا فیصد نکال کر حساب کر کے ضمان لازم ہوگا۔

نوٹ: اگر جانور ایسا تھا کہ دو آدمیوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تھا پھر بھی دو آدمی سوار ہو گئے تو پورے جانور کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

وجہ: اس لئے کہ اس نے معروف کے خلاف کیا اور ایسا سمجھا جائے گا کہ جانور کو جان بوجھ کر ہلاک کرنے کی نیت سے دو آدمی سوار ہوئے اس لئے پوری قیمت ادا کرے۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے عن حماد قال من اكترى فتعدى فهلك فله الكرى الاول والضمان عليه (مصنف عبد الرزاق، باب الكرى يتعدى به ج ثامن ص۲۱۱ نمبر ۱۴۹۲۵ ر سنن للبيهقي، باب لاضمان على المكترى فيما اكترى الاان يتعدى، ج سادس، ص۲۰۳، نمبر ۱۱۶۷۱) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ تعدی کا ضمان لازم ہوگا۔

نوٹ: آدمی سوار ہونے میں آدمی کی تعداد کا اعتبار ہے خود آدمی کے وزن کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔

اصول: تعدی کا ضمان لازم ہوگا۔

بِـالثِّقْلِ ١؎ لِاَنَّ الـدَّابةَ قَـد يَـعْـقِـرُهَـا جَهْـلِ الـرَّاكِبِ الْخَفِيْفِ وَيَخُفُّ عَلَيْهَا رُكُوبُ الثَّقِيلِ لِعِلْمِهٖ بِـالْفُرُوْسِيَةِ ٢؎ وَلِاَنَّ الْآدَمِـيَّ غَيْـرُ مَـوْزُوْنٍ فَلَا يُـمْـكِـنُ مَعْرِفَةَ الْوَزْنِ فَاعْتُبِرَ عَدَدُ الرَّاكِبِ كَعَدَدِ الْجُناةِ فِى الْجِنايَاتِ

(١١٢١)وَاِن اسْتَأْجَرَهَا لِيَحْمِل عَلَيْهَا مِقْدَاراً مِنَ الْحِنْطَةِ فَحَمَلَ عَلَيْها اَكْثَرَ مِنْهُ فَعَطِبَتْ ضَمَّنَ مَازَادَ الـثِّقْلَ ١؎ لِاَنَّها عَطِبَتْ بِمَا هُوَ مَاذُونٌ فِيهِ وَمَا هُوَ غَيْرُ مَاذُوْنٍ فِيْهِ وَالسَّببُ الثِّقْلُ فَانْقَسَمَ عَلَيْهَا

(١١٢٢)اِلَّا اِذَا كَانَ جملاً لا يُطِيقُهُ مِثْلَ تِلْكَ الدَّابَّةِ فَحِينَئِذٍ يَضْمَنُ كُلَّ قِيْمَتِها

لغت:عطب: تھک گیا، ہلاک ہو گیا۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ جانور کبھی ہلکے پھلکے سوار کی جہالت سے زخمی ہوتا ہے، اور کبھی بھاری سوار اس پر ہلکا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ وہ گھوڑ سواری جانتا ہے (اس لئے سوار کے ہلکے اور بھاری سے ضمان لازم نہیں ہوگا)

تشریح:واضح ہے

ترجمہ: ٢؎ دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی عدد کے اعتبار سے جانا جاتا ہے، وزن کے اعتبار سے نہیں، اس لئے سوار کے عدد کا اعتبار کیا جائے گا، جیسے جرم کے انجام دینے میں مجرم کی عدد کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

تشریح: سواری میں آدمی کی عدد کا اعتبار ہے، اس کے وزن کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے ایک آدمی بھاری بیٹھا اور جانور مر گیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی اجازت تھی، اور دو ہلکے پھلکے آدمی بیٹھے اور جانور مر گیا تو ضمان لازم ہوگا، کیونکہ اس کی اجازت نہیں تھی، صرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی اجازت تھی

ترجمہ: (١١٢١) اگر اجرت پر لیا چوپائے کو تاکہ اس پر لادے گیہوں کی ایک مقدار، پس لادا اس سے زیادہ، پس چوپایہ ہلاک ہو گیا تو ضامن ہوگا جتنا بوجھ زیادہ ہو۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے جانور ہلاک ہوا ہے ایسی چیز سے جس کی اجازت تھی، اور جس کی اجازت نہیں تھی، اور مرنے کا سبب وزن ہے اس لئے دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا

تشریح: مثلا سو کیلو گیہوں لادنے کے لئے چوپایہ کرایہ پر لیا پھر اس نے اس شرط کی مخالفت کرتے ہوئے ایک سو پچیس کیلو گیہوں لاد دیا تو پچیس کیلو گیہوں جو زیادہ لادا اس کو حساب کر کے قیمت کا ذمہ دار ہوگا۔ مثلا چوپائے کی قیمت ایک سو پچیس پونڈ تھی تو کرایہ پر لینے والا پچیس پونڈ کا ذمہ دار ہوگا باقی سو پونڈ جانور والے کے گئے۔

وجہ:(١) کیونکہ سو کیلو گیہوں لادنے کی تو اجازت تھی اس لئے اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا جو زیادہ لادا ہے صرف اس کا ذمہ دار ہوگا۔

وجہ مسئلہ نمبر ١١٢٠ میں قاضی شریح کا فتوی گزر گیا ہے اور اصول بھی۔

ترجمہ:(١١٢٢) لیکن اگر اتنا بوجھ لاد دیا کہ اس قسم کا جانور جس کی طاقت نہیں رکھتا تھا، تو اس وقت پوری قیمت کا ضامن ہوگا

ل لِعَدَمِ الْإِذْنِ فِيهَا اَصلاً لِخُرُوجِهِ عَنِ الْعَادَةِ

(۱۱۲۳)وَاِنْ كَبَحَ الدَّابَةَ بِلِجَامِها اَوْ ضَرَبَها فَعَطِبَتْ ضَمِنَ عِنْدَ اَبِى حَنِيفَةَ وَقَالَا لَا يَضْمَنُ اِذَا فَعَلَ فِعلاً مُتَعَارفاً ل لِاَنَّ الْمُتَعَارَفَ مما يَدْخُلُ تَحتَ مُطْلَقِ الْعَقْدِ فَكَانَ حَاصِلاً بِاِذنِهِ فَلا يَضْمَنُهُ

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس کی بالکل اجازت نہیں تھی، اس لئے کہ وہ عادت سے نکل گیا

تشریح: ایک جانور تھا جس پر پچاس کلو گیہوں لا دسکتا تھا، اب اس پر ساٹھ کلو لا د دیا، اور جانور مر گیا، تو دس کلو کا ضامن ہوگا، لیکن اس پر اسی کلو لا د دیا جو عرف کے بالکل خلاف ہے تو اب پورے جانور کا ضامن ہوگا،

وجہ: کیونکہ اس نے حد سے زیادہ کر دی جس کی اجازت عرف کے اعتبار سے بھی نہیں تھی

ترجمہ: (۱۱۲۳) اگر چوپائے کو لگام سے کھینچا، یا اس کو مارا، پس چوپایہ ہلاک ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا ضامن نہیں ہوگا۔

تشریح: چوپایہ کرایہ پر لیا اور اس کو لگام سے کھینچ کر کھڑا کرنا چاہا جس سے چوپایہ ہلاک ہو گیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ضامن ہوگا۔

وجہ: (۱) وہ فرماتے ہیں کہ لگام کھینچنے کا حق ہے لیکن بشرط سلامت حق ہے۔ اس طرح لگام کھینچنے کا حق نہیں ہے کہ چوپایہ ہلاک ہو جائے۔ اس کو احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ لیکن احتیاط سے کام نہیں لیا اس لئے ضامن ہوگا (۲) اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے وقال مطرف عن الشعبی یضمن ما اعنت بیده (مصنف عبد الرزاق، باب ضمان الاجیر الذی یعمل بیده، نمبر ۱۴۹۴۶) اس قول تابعی میں ہے کہ ہاتھ سے جو نقصان ہو وہ اجیر کو ادا کرنا ہوگا۔ یہاں ہاتھ سے لگام کھینچا ہے اور جانور ہلاک ہوا ہے اس لئے تاوان ہوگا۔

اور صاحبین فرماتے ہیں کہ لگام کھینچنا اس کا ذاتی حق ہے اس کے بغیر تو جانور کو کھڑا ہی نہیں رکھ سکتا تھا اس لئے اس کی وجہ سے ہلاک ہوا ہے تو یہ تعدی نہیں ہے اس لئے کرایہ دار پر تاوان لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: اس قول تابعی میں ہے عن ابن سیرین قال جعل شریح علی رجل تعدی بقدر ما تعدی (مصنف عبد الرزاق، باب الکری یتعدی بہ ج ثامن ص ۲۱۲ نمبر ۱۴۹۲۷) اس قول تابعی میں ہے کہ تعدی اور زیادتی کے مطابق کرایہ دار پر ضمان ہوگا اور کرایہ دار نے لگام کھینچ کر کوئی تعدی نہیں کی اس لئے اس پر کوئی ضمان لازم نہیں ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ معروف طریقے سے استعمال کرنے کی اجازت ہے، اس سے زیادہ ہوگا تو ہلاک ہونے پر ضمان لازم ہوگا

لغت: کبح: چوپائے کو لگام سے کھینچ کر ٹھہرانا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ مطلق عقد میں متعارف داخل ہوتا ہے، اس لئے لگام کھینچنے کی اجازت ہوگی، اس لئے ضامن نہیں

۲؎ وَلِاَبِی حَنِیفَۃَؒ اَنَّ الْاِذْنَ مُقَیَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَۃِ اِذْ یَتَحَقَّقُ السَّوْقُ بِدُوْنِہِمَا وَھُمَا لِلْمُبَالَغَۃِ فَیُقَیِّدُ بِوَصْفِ السَّلَامَۃِ کَالْمُرُوْرِ فِی الطَّرِیْقِ.

(۱۱۲۴) وَاِنِ اسْتَأْجَرَھَا اِلَی الْحِیْرَۃِ فَجَاوَزَ بِھَا اِلَی الْقَادِسِیَّۃِ ثُمَّ رَدَّھَا اِلَی الْحِیْرَۃِ ثُمَّ نَفَقَتْ فَھُوَ ضَامِنٌ ۱؎ وَکَذَالِکَ الْعَارِیَۃُ

بنے گا

تشریح:، یہ دلیل صاحبینؒ کی ہے

ترجمہ :۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ لگام کھینچنے کی اجازت سلامتی کی شرط کے ساتھ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جانور کو ہنکانا بغیر لگام کھینچنے کے بھی ممکن ہے، اور لگام کھینچنا، یا مارنا تیز چلانے کے لئے ہے، اس لئے سلامت کی شرط کے ساتھ مقید ہوگا، جیسے راستے میں چلنے کا حق سلامت کی شرط کے ساتھ مقید ہے

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بغیر مارے ہوئے اور بغیر لگام کھینچے ہوئے بھی جانور کو چلایا جا سکتا ہے، مارنا تو تیز چلانے کے لئے ہے، اس لئے مارنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ مقید ہوگی کہ جانور نہ مرے، اس لئے جانور مر گیا تو ضمان لازم ہوگا

ترجمہ:(۱۱۲۴) حیرہ مقام تک لیجانے کے لئے اجرت پر جانور لیا، اور وہاں سے آگے بڑھ کر قادسیہ چلا گیا، پھر واپس حیرہ لایا، اس کے بعد جانور ہلاک ہو گیا تو وہ ضامن ہوگا،

ترجمہ:۱؎ اور عاریت میں بھی یہی مسئلہ

تشریح:امانت رکھنے دیا ہو، اور وہاں امانت کے خلاف کرے، پھر امانت پر آجائے تو امانت پر ہی رہے گا ضمان لازم نہیں ہوگا۔لیکن اجرت کے معاملے میں یہ ہے کہ شرط کے خلاف کرے پھر دوبارہ شرط پر آجائے تب بھی اس کو خلاف کرنے والا ہی شمار کیا جائے، اور اس کے بعد ہلاک ہوگا تو ضمان لازم ہو جائے گا۔اس قاعدے کو ذہن میں رکھنے کے بعد مسئلہ سمجھیں

زید نے عمر سے گھوڑا لیا کہ حیرہ تک سواری کرے گا، جو دس کلومیٹر پر تھا، لیکن وہ سواری کرتے ہوئے حیرہ سے آگے بڑھ کر قادسیہ چلا گیا، جو پندرہ کلومیٹر پر تھا، بعد میں دوبارہ وہ حیرہ واپس آیا، اور شرط کو ملحوظ رکھا، اس کے بعد جانور ہلاک ہو گیا تو جانور کا ضمان لازم ہوگا

وجہ :زید نے جیسے ہی شرط کی مخالفت کی اور قادسیہ گیا تو وہ تعدی کرنے والا ہو گیا، بعد میں شرط پر حیرہ آیا تب بھی تعدی ختم نہیں ہوگی، اور ضمان لازم ہوگا،

اسی طرح اگر عاریت، اور منگنی پر حیرہ جانے کے لئے گھوڑا لیا اور قادسیہ چلا گیا، بعد میں حیرہ واپس آیا، اور گھوڑا ہلاک ہوا تب بھی ضمان لازم ہوگا، کیونکہ عاریت کا مسئلہ بھی اجرت ہی کی طرح ہے

اصول: شرط سے تجاوز کیا بعد میں شرط پر آگیا تب بھی اجرت، اور عاریت میں تعدی شمار کیا جائے گا۔

۲؎ وَقِيلَ تَاوِيلُ هٰذه الْمَسْأَلَةِ اِذَا اسْتَأْجَرَهَا ذَاهِباً لَا جَائِياً لِيَنْتَهِى الْعَقْدُ بِالْوُصُوْلِ اِلَى الْحِيرَةِ فَلَا يَصِيرُ بِالْعَوْدِ مَرْدُوْداً اِلٰى يَدِ الْمَالِكِ مَعْنًى اَمَّا اِذَا اسْتَأْجَرَهَا ذَاهِباً وَجَائِياً يَكُوْنُ بِمَنْزِلَةِ الْمُوْدَعِ اِذَا خَالَفَ ثُمَّ عَادَ اِلَى الْوَفَاقِ ۳؎ وَقِيلَ اَلْجَوَابُ مَجْرٰى عَلَى الْاِطْلَاقِ وَالْفَرْقُ اَنَّ الْمُوْدَعَ مَامُوْرٌ بِالْحِفْظِ مَقْصُوْداً فَبَقِىَ الْاَمْرُ بِالْحِفْظِ بَعْدَ الْعُوْدِ اِلَى الْوَفَاقِ فَحَصَلَ الرَّدُّ اِلٰى يَدِ نَائِبِ الْمَالِكِ وَفِى الْاِجَارَةِ وَالْعَارِيَةِ يَصِيرُ الْحِفْظُ مَامُوراً بِهٖ تَبَعاً لِلْاِسْتِعْمَالِ لَا مَقْصُوْداً فَاِذَا انْقَطَعَ الْاِسْتِعْمَالُ لَمْ يَبْقَ هُوَ نَائِباً فَلَا يَبْرَأُ بِالْعُوْدِ وَهٰذَا اَصَحُّ.

ترجمہ:۲؎ کہا گیا ہے کہ اس مسئلے کی تاویل یہ ہے کہ اگر صرف جانے کے لئے اجرت پر لیا ہو واپس حیرہ آنے کے لئے نہیں لیا ہو اس لئے حیرہ تک جانے سے عقد اجرت ختم ہو گیا اس لئے واپس حیرہ تک آنے سے معنی مالک کی طرف لوٹانا نہیں ہوا، لیکن اگر آنے اور جانے دونوں کے لئے اجرت پر لیا تو امانت رکھنے والے کے درجے میں ہو جائے گا جبکہ اس نے شرط کی مخالفت کی ہو پھر موافقت کی طرف لوٹ آیا ہو

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف حیرہ جانے کے لئے اجرت پر لیا ہو اس سے آگے بڑھنے پر ضمان لازم ہوگا، لیکن اگر جانے اور آنے دونوں کے لئے اجرت پر لیا ہو تو اب حیرہ سے آگے چلا گیا، اور پھر حیرہ واپس آ گیا، تو چونکہ جانے اور آنے دونوں کے لئے اجرت پر لیا ہے، اس لئے شرط کے مطابق حیرہ واپس آ گیا تو گویا کہ مخالفت کے بعد موافقت پر آ گیا، اس لئے ضمان لازم نہیں ہوگا، اس کی مثال یہ ہے کہ امانت رکھنے والا شرط کی مخالفت کی ہو پھر موافقت کر لے امانت باقی رہے گی، اور ہلاک ہونے پر ضمان لازم نہیں ہوگا، ایسا ہی یہاں ہوگا۔

ترجمہ:۳؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ جواب مطلق پر جاری ہے (یعنی جانے اور آنے کے لئے اجرت پر لے تب بھی ضمان لازم ہوگا) اور امانت اور اجرت میں فرق یہ ہے کہ امانت پر رکھنے والا مقصود کے طور پر حفاظت پر مامور ہے، اس لئے موافقت کی طرف لوٹنے کے بعد حفاظت کا معاملہ باقی رہے گا، اس لئے نائب یعنی خود امین کی طرف لوٹانا ہوا، اور اجرت اور عاریت میں حفاظت میں مامور ہے وہ استعمال کے تابع ہے مقصود کے طور پر نہیں ہے، اس لئے جب استعمال منقطع ہوا تو نائب باقی نہیں رہا اور واپس لوٹنے سے نائب نہیں بنا اور یہی صحیح ہے

تشریح: بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ حیرہ تک جانے اور آنے کے لئے کرایہ پر لیا تب بھی قادسیہ جانے پر ضمان لازم ہوگا، اور امانت اور اجرت میں فرق یہ بیان کرتے ہیں کہ امانت میں مقصود کے طور پر حفاظت کرنے کے لئے دیا ہے، اس لئے مخالفت کے بعد موافقت کیا تو دوبارہ وہ امین بن جائے گا، اور اجرت میں اصل مقصود حفاظت نہیں ہے، استعمال کرنا اصل ہے اور حفاظت کرنا اس کے تابع ہے، اس لئے جب اجیر نے مخالفت کے بعد موافقت کی تو دوبارہ امین نہیں بنے گا، اور ضمان لازم ہوگا

(۱۱۲۵) وَمَنُ اكْتَرىٰ حِماراً بِسَرُجٍ فَنَزَعَ ذَالِكَ السَّرُجَ وَاَسُرَجه بِسَرُجٍ يُسُرَجُ بِمِثُلِهِ الْحُمُرُ فَلَا ضِمَانَ عَلَيُهِ ۱؎ لِاَنَّهُ اِذَا كَانَ يُمَاثِلُ الْاَوَّلَ تناوَلَهُ اِذُنَ الْمَالِكِ اِذُ لَا فَائِدَةَ فِي التَّقُيِيُدِ بغَيُرِهٖ اِلَّا اِذَا كَانَ زَائِداً عَلَيُهِ فِي الْوَزَنِ فَحِيُنَئِذٍ يَضُمَنُ الزِّيَادَةُ ۲؎ وَاِنُ كَانَ لَا يُسَرِّجُ بِمِثُلِهِ الْحُمُرَ ضَمِنَ لِاَنَّهُ لَمُ يَتَنَاوَلُهُ الْاِذُنُ مِنُ جِهَتِهٖ فَصَارَ مُخَالِفاً

(۱۱۲۶) وَاِنُ اَوُكَفَهُ بِاِكَافٍ لَا يُوُكِفُ بِمِثُلِهِ الْحُمُرَ يَضُمَنُ ۱؎ لِمَا قُلُنَا فِي السَّرُجِ وَهٰذَا اَوُلىٰ

لغت: نائب: یہاں نائب سے مراد خود اجیر ہے، یا خود امانت پر رکھنے والا ہے

ترجمہ: (۱۱۲۵) اگر کسی نے زین کے ساتھ کرایہ پر لیا، پھر اس نے اسی طرح کی دوسری زین گدھے پر ڈال دی جو اس قسم کے گدھے پر ڈالتے ہیں تو ہلاک ہونے پر اس پر ضمان نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے ہی کے طرح ہے تو اس کے کرنے میں مالک کی اجازت شامل ہے اس لئے کہ مقید کرنے میں فائدہ نہیں ہے، ہاں اگر اس زین سے وزن میں زائد ہو تو اس وقت جتنا وزن زیادہ ہو اس کا ضامن بنے گا۔

اصول: اشارہ جتنے کی اجازت ہو اتنا کرنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: گدھے کو کرایہ پر لیا، اس پر دس کلو وزن کی زین تھی، اجیر نے دس ہی کلو وزن کی دوسری خوبصورت زین گدھے پر ڈال دی اور گدھا ہلاک ہوا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اتنے وزن کی زین کی مالک کی طرف سے اجازت ہے۔ ہاں اس سے زیادہ وزن مثلا پندرہ کلو وزن کی زین ڈالی اور ہلاک ہوا تو اجیر ضامن ہوگا، کیونکہ زیادہ ڈال کر تعدی کی ہے، اور یہ ضمان پندرہ کلو کا نہیں ہوگا، بلکہ دس کلو سے جو زیادہ پانچ کلو ہے صرف اسی کا ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۲؎ اور اگر اتنی بڑی زین نہیں ڈالی جا سکتی ہے تو پورے گدھے کا ہی ضامن ہوگا اس لئے مالک کی جانب سے اس کی اجازت نہیں تھی اس لئے مخالفت کرنے والا ہوا۔

تشریح: مثلا دس کلو وزن کی زین پہلے سے تھی، اب اجیر نے تیس کلو کی زین ڈال دی، اور اتنی وزنی زین ڈالی نہیں جاتی ہے اور گدھا ہلاک ہو گیا تو پورے گدھے کی قیمت لازم ہوگی، کیونکہ مالک کی جانب سے اتنی وزنی زین کی اجازت نہیں تھی، اس لئے تعدی کامل کی وجہ سے پورے گدھے کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۱۱۲۶) اور اگر ایسا پالان ڈالا کہ اس قسم کا پالان گدھے پر نہیں ڈالا جاتا ہے تو ضامن ہوگا

ترجمہ: ۱؎ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے زین کے بارے میں بیان کیا ہے، بلکہ یہاں تو اولی ہے

لغت: زین اور پالان میں فرق یہ ہے کہ زین بہت موٹے گدے کا ہوتا ہے، اور سواری کے لئے ڈالی جاتی ہے، اور پالان موٹے کپڑے کا ہوتا ہے جو بوجھ لادنے کے لئے جانور کی پیٹھ کی بچاو کے لئے ڈالتے ہیں۔

تشریح: پہلے سے گدھے پر دس کلو کی زین تھی، اس کو اتار کر ایسا پالان ڈال دیا جو زین سے بھی زیادہ وزنی ہے، اور اس قسم کا

(١١٢٧) وَاِنْ اَوْكَفَهُ بِإكَافٍ يُوْكِفُ بِمِثْلِهِ الْحُمُرَ ضَمِنَ عند ابى حنيفةؒ وَقَالَا يَضْمَنُ بِحِسَابِهِ ١ لِاَنَّهُ اِذَا كَانَ يُوْكِفُ بِمِثْلِهِ الْحُمُرَ كَانَ هُوَ السَّرْجُ سَوَاءٌ فَيَكُوْنُ الْمَالِكُ رَاضِياً بِهِ اِلَّا اِذَا كَانَ زَائِداً عَلىٰ السَّرْجِ فِى الْوَزْنِ فَيَضْمَنُ الزِّيَادَةَ لِاَنَّهُ لَمْ يَرْضَ بِالزِّيَادَةِ فَصَارَ كَالزِّيَادَةِ فِى الْحَمَلِ الْمُسَمّٰى اِذَا كَانَتْ مِنْ جِنْسِهِ ٢ وَلِاَبِى حَنِيْفَةؒ اَنَّ الْإِكَافَ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ السَّرْجِ لِاَنَّهُ لِلْحَمَلِ وَالسَّرْجِ لِلرُّكُوْبِ وَكَذَا يَنْبَسِطُ اَحَدُهُما عَلىٰ ظَهَرِ الدَّابَّةِ مَالاَ يَنْبَسِطُ عَلَيْهِ الآخَرُ فَكَانَ مُخَالِفاً كَمَا اِذَا حَملَ الْحَدِيْدَ وَقَدْ شَرَطَ لَهُ الْحِنْطَةَ.

پالان اس گدھے پرنہیں ڈالا جاتا ہے اور گدھا ہلاک ہوگیا تو ضمان لازم ہوگا، کیونکہ یہاں دو تعدی کی ہے ایک یہ کہ زین کی اجازت تھی، اس کے بدلے پالان ڈالا ہے، اور دوسری زیادتی یہ کی ہے کہ دس کلو کے بجائے تیس کلو کا پالان ڈال دیا اس لئے پورے گدھے کا ضمان لازم ہوگا

ترجمہ :(١١٢٧) اور اگر ایسا پالان کہ اس طرح کا پالان گدھے پر ڈالا جاتا ہے تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پوری قیمت کا ضامن ہوگا، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کے حساب سے ضامن ہوگا، پورے گدھے کا نہیں۔

ترجمہ :١ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے گدھے پر اس قسم کا پالان ڈالا جاتا ہے تو پالان اور زین برابر ہوگئے تو گویا کہ مالک اس سے راضی ہے، ہاں اگر پالان زین سے زیادہ وزنی ہو تو زیادتی کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ مالک زیادتی سے راضی نہیں ہے، تو ایسا ہوگیا کہ جس قسم کی چیز کے لادنے کی اجازت دی تھی، اسی قسم کی چیز لادی، اور کچھ زیادہ لاد دیا

تشریح: گدھے پر دس کلو زین لادنے کی اجازت تھی، اجیر نے دس ہی کلو کا پالان لاد دیا اور گدھا ہلاک ہوگیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پورے گدھے کا ضامن ہوگا۔ اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر دس کلو ہی کا پالان ہے تو کچھ لازم نہیں ہوگا، اور اگر پالان کا وزن پندرہ کلو ہو تو پانچ کلو کا ضامن ہوگا

وجہ :صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مالک دس کلو زین پر راضی تھا تو پالان بھی دس کلو ہی ہے اس لئے اس پر بھی راضی ہوگا۔ کیونکہ زین اور پالان تقریبا ایک ہی چیز ہے، ہاں پندرہ کلو لادا تو پانچ کلو کی زیادتی کی ہے اس لئے پانچ کلو کا ضمان دے گا

اصول:صاحبین کے نزدیک زین اور پالان ایک قسم کی چیز ہے

ترجمہ :٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پالان زین کی جنس سے نہیں ہے، اس لئے کہ پالان بوجھ اٹھانے کے لئے ہوتا ہے، اور زین سواری کے لئے ڈالی جاتی ہے، ایسے ہی پالان گدھے کی پیٹھ پر پھیل جاتا ہے، اور زین نہیں پھیلتا ہے، اس لئے مالک کی مخالفت ہوئی، جیسے گیہوں لادنے کی شرط ہوئی ہو اور لوہا لاد دے تو ضامن ہوتا ہے۔ (ویسے ہی یہاں ضامن ہوگا)

اصول:امام ابوحنیفہؒ کے یہاں پالان زین کی جنس سے نہیں ہے

تشریح: چونکہ پالان زین کی جنس سے نہیں ہے اس لئے زین لادنے کی اجازت تھی اس نے اسی وزن کا پالان ڈالا تو گویا

(۱۱۲۸) وَاِنِ اسْتَاجَرَهَا حَمَّالًا لِيَحْمِلَ لَهُ طَعَاماً فِي طَرِيْقٍ كَذَا فَاَخَذَ فِي طَرِيْقٍ غَيْرِهٖ يَسْلُكُه النَّاسُ فَهَلَكَ الْمَتَاعُ فَلَا ضِمَانَ عَلَيْهِ وَاِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْاَجْرُ ۱؎ وَهٰذَا اِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الطَّرِيقَتَيْنِ تَفَاوُتٌ لِاَنَّ عِنْدَ ذَالِكَ التَّقْيِيْدِ غَيْرَ مُقَيِّدٍ اَمَّا اِذَا كَانَ تَفَاوُتٌ يَضْمَنُ لِصِحَّةِ التَّقْيِيْدِ فَاِنَّهُ تَقْيِيْدٌ مُفِيدٌ ۲؎ اِلَّا اَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ التَّفَاوُتِ اِذَا كَانَ طَرِيْقاً يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَلَمْ يَفْصِل

(۱۱۲۹) وَاِنْ كَانَ طَرِيْقاً لَا يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَهَلَكَ ضَمِنَ لِاَنَّهُ صَحَّ التَّقْيِيْدُ فَصَارَ مُخَالِفاً وَاِنْ بَلَغَ

کہ مالک کی مخالفت کی اور گدھا ہلاک ہوا تو ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۱۲۸) اگر بوجھ اٹھانے والے کو اجرت پر لیا تا کہ ایک خاص راستے سے ہوکر گیہوں اٹھا کر لے جائے، وہ دوسرے راستے سے گیہوں لے گیا جس میں لوگ چلتے ہیں اور سامان ہلاک ہو گیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، اور اگر منزل تک پہنچا دیا تو اس کو مزدوری ملے گی۔

ترجمہ: ۱؎ لیکن یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ دونوں راستوں میں فرق نہ ہو، اس لئے کہ اس وقت مقید کرنے کا فائدہ نہیں ہے، اور اگر دونوں راستوں میں فرق ہو تو ضامن ہوگا، کیونکہ مقید کرنا صحیح ہے، اس لئے کہ مقید کرنا فائدہ مند ہے

تشریح: دو راستے ہیں اور لوگ دونوں راستے سے چلتے ہیں، اور دوسرے راستے میں بھی چوروں کا خطرہ نہیں ہے، اب مالک نے ایک راستے سے گیہوں لیجانے کے لئے کہا، اور حمال دوسرے راستے سے گیہوں لے گیا، اور گیہوں ہلاک ہو گیا تو ضمان نہیں ہوگا، اور منزل تک پہنچا دیا تو اجرت ملے گی۔ لیکن اگر دوسرا راستہ خطرناک ہے، یا اس میں چوری ہونے کا خطرہ ہے، اور مالک نے منع کیا تھا، اور اسی سے گیا اور گیہوں ہلاک ہوا تو حمال پر ضمان ہوگا، کیونکہ مالک کی مخالفت کر کے تعدی کی ہے

وجہ: جب دونوں راستے ایک ہی جیسے ہیں تو راستہ متعین کرنا غیر مفید ہے، اور دوسرے راستے سے جانے سے مالک کی مخالفت نہیں ہے، اور تعدی بھی نہیں ہے، اس لئے ہلاک ہونے پر ضمان لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ لیکن لوگ اس راستے پر چلتے ہوں تو ظاہر یہی ہے کہ اس میں اور دوسرے راستے میں فرق نہیں ہوگا، اسی لئے امام محمدؒ نے چوری کا خوف ہونے یا نہ ہونے کی تفصیل نہیں کی ہے

تشریح: متن میں اس کا ذکر نہیں کیا کہ لوگ جس راستے پر چلتے ہیں اس میں چوری کا خوف ہے یا نہیں ہے، اس بارے میں صاحب ہدایہ یہ فرما رہے ہیں کہ جب لوگ ہر وقت چلتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ اس میں چوری کا خوف نہیں ہوگا اسی لئے امام محمدؒ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ترجمہ: (۱۱۲۹) اور اگر ایسے راستے سے گیا جس میں لوگ نہیں چلتے ہیں تو چیز ہلاک ہوگئی تو حمال ضامن ہوگا۔

(اس کی وجہ یہ ہے کہ مالک کا مقید کرنا صحیح ہے، اس لئے مخالفت کرنے والا ہوا) اس کے باوجود منزل تک پہنچا دیا تو حمال کو

فَلَهُ الْاَجْرُ لِ لِاَنَّهُ ارْتَفَعَ الْخِلافُ مَعْنًى وَاِنْ بَقِيَ صُوْرَةً

(١١٣٠) وَاِنْ حَمِلَهُ فِي الْبَحْرِ فِيْمَا يَحْمِلُهُ النَّاسُ فِي الْبَرِّ ضَمِنَ لِفُحْشِ التَّفَاوُتِ بَيْنَ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَاِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْاَجْرُ لِ لِحُصُوْلِهِ الْمَقْصُوْدِ وَارْتِفَاعِ الْخِلافِ مَعْنًى

(١١٣١) وَمَنِ اسْتَأْجَرَ اَرْضاً لِيَزْرَعَهَا حِنْطَةً فَزَرَعَهَا رَطْبَةً ضَمِنَ مَا نَقَصَهَا لِ لِاَنَّ الرِّطَابَ اَضَرُّ بِالْاَرْضِ مِنَ الْحِنْطَةِ لِاِنْتِشَارِ عُرُوْقِهَا فِيْهَا وَكَثْرَةِ الْحَاجَةِ اِلٰى سَقْيِهَا فَكَانَ خِلافاً اِلٰى شَرٍّ فَيَضْمَنُ مَا نَقَصَهَا وَلا اَجْرَ لَهُ لِاَنَّهُ غَاصِبٌ لِلْاَرْضِ عَلٰى مَاقَرَّرْنَاهُ.

اجرت ملے گی

ترجمہ: لِ اس لئے کہ معنی اختلاف ختم ہو گیا، اگر چہ صورت میں باقی ہے

تشریح: لوگ اس راستے میں چلتے نہیں ہوں، یا چلتے تو ہوں لیکن چوری کا خطرہ ہو، اور حمال اس راستے سے لے گیا، اور گیہوں ہلاک ہو گیا تو حمال پر ضمان لازم ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے اس کو کہا تھا کہ اس راستے پر نہ جانا، اور وہ چلا گیا تو مالک کی مخالفت ہوئی اور تعدی ہوئی اس لئے ہلاک ہونے پر ضمان لازم ہوگا، تاہم منزل تک پہنچا دیا تو مقصود حاصل ہو گیا اس لئے حمال کو اجرت ملے گی۔

ترجمہ: (۱۱۳۰) اور اگر جو چیز لوگ خشکی سے لیکر جاتے ہیں وہ سمندر کے راستے سے لیکر گیا تو ضامن ہوگا (خشکی اور سمندر میں بہت فرق ہونے کی وجہ سے) لیکن اگر منزل تک پہنچا دیا تو اجرت ملے گی

ترجمہ: لِ کیونکہ پہنچانے کا مقصد حاصل ہو گیا، اور معنی اختلاف ختم ہو گیا

تشریح: خشکی اور سمندر میں بہت فرق ہے، اور مالک نے اس کو خشکی کے راستے سے جانے کو کہا تھا، اور وہ سمندر کے راستے سے چلا گیا، تو تعدی اور مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہونے پر ضمان لازم ہوگا

اصول: ان تمام مسئلوں میں ایک ہی اصول ہے کہ مخالفت اور تعدی ہو ہلاک ہونے پر تو ضمان لازم ہوگا، امانت شمار نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ: (۱۱۳۱) کسی نے گیہوں بونے کے لئے زمین کرایہ پر لی، اور اس میں سبزی بو دی تو جتنا نقصان ہوا ہے اس کا ضامن ہوگا

ترجمہ: لِ اس کی وجہ یہ ہے کہ سبزی گیہوں سے زیادہ زمین کو نقصان دیتی ہے، اس لئے کہ سبزی کی جڑیں پھیلتی ہیں، اور اس کو پانی دینے کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے، اس لئے شر کی مخالفت ہوئی اس لئے جتنا نقصان ہوا اس کا ضمان لازم ہوگا، اور اس کو اجرت بھی نہیں ملے گی، کیونکہ زمین کو غصب کرنے والا ہوا، جیسا ہم نے پہلے ثابت کیا

تشریح: گیہوں بونے کے لئے زمین لی اور سبزی بو دی تو سبزی زمین کے لئے زیادہ نقصان دہ ہے اس لئے زمین کا جتنا

(۱۱۳۲) وَمَنْ دَفَعَ اِلٰی خَیَّاطٍ ثَوباً لِیَخِیطَهُ قَمِیصاً بِدِرْهَمٍ فَخَاطَهُ قُبَاءً فَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِیمَةَ الثَّوْبِ وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ الْقُبَاءَ وَاَعْطَاهُ اَجْرَ مِثْلِهِ وَلَا یُجَاوِزُ بِهِ دِرْهَماً ۱؎ قِیلَ مَعْنَاهُ الْقُرْطَقُ الَّذِیْ هُوَذُو طَاقٍ وَاحِدٍ لِاَنَّهُ یَسْتَعْمَلُ اِسْتِعْمَالَ الْقُبَاءِ ۲؎ وَقِیلَ هُوَ مَجْرِیٰ عَلٰی اِطْلَاقِهِ لِاَنَّهُمَا یَتَقَارَبَانِ فِی الْمَنْفَعَةِ ۳؎ وَعَنْ اَبِیْ حنیفةَ اَنَّهُ یَضْمَنُ مِنْ غَیْرِ خِیَارٍ وَلِاَنَّ الْقُبَاءَ خِلَافُ جِنْسِ الْقَمِیْصِ ۴؎ وَوَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّهُ قَمِیْصٌ مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّهُ یَشُدُّ وَسْطَهُ فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ یَکُوْنُ مُخَالِفٌ لِاَنَّ الْقَمِیْصَ لَایشد

نقصان ہوا وہ دینا ہوگا

ترجمہ :(۱۱۳۲) کسی نے درزی کو ایک درہم کے بدلے میں قمیص سینے کے لئے دیا لیکن اس نے قباء سی دیا تو چاہے تو کپڑے کی قیمت کا ضامن بنا دے، اور چاہے تو قباء لے لے اور قباء کے سینے کی جو مثلی قیمت ہوتی ہے وہ دے دے، لیکن ایک درہم سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے

ترجمہ:۱؎ کہا گیا کہ قمیص کا معنی یہ ہے کہ کرتا سینے کے لئے دیا ہو جو ایک طاق والا ہوتا ہے اور قباء کی طرح استعمال ہوتا ہے

تشریح : یہاں اصل بحث یہ ہے کہ قباء قمیص کے قریب قریب ہے یا نہیں، اگر قمیص کے قریب قریب ہے تب تو مخالفت کثیرہ نہیں ہے، اس لئے اختیار دیا جائے گا کہ کپڑا کی قیمت لے لے، اور یہ بھی اختیار ہوگا کہ قباء لے لئے اور قباء سینے کی جو مثلی اجرت ہوتی ہے وہ دے دے، لیکن یہ اجرت ایک درہم سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ یہی طے ہوئی تھی، اور اجرت فاسد ہو جائے تو طے شدہ اجرت سے زیادہ نہیں دی جاتی ہے۔ اور اگر قباء قمیص کے قریب قریب نہیں ہے تب تو مخالفت کاملہ ہے، اس لئے اس کو سینے سے ضمان ہی لازم ہوگا۔

لغت:قمیص: کرتا، اس کو قرطق، کہا ہے۔ قباء: جبہ، جو کپڑے کے اوپر پہنتے ہیں

ترجمہ:۲؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوگا، اس لئے کہ قمیص اور قباء نفع میں قریب قریب ہیں

تشریح:بعض حضرات نے فرمایا کہ قمیص اور قباء نفع میں قریب قریب ہیں، اس لئے قباء سی دینے سے درزی ضامن نہیں ہوگا

ترجمہ :۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ بغیر اختیار کے درزی کو ضامن بنایا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قباء قمیص کی جنس کے خلاف ہے

تشریح :امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ قمیص قباء کی جنس کے بالکل خلاف ہے اس لئے تعدی ہوئی اس لئے مالک کو قباء لینے کا اختیار نہیں دیا جائے گا، بلکہ درزی پر صرف ضمان ہی لازم ہوگا

ترجمہ :۴؎ لیکن ظاہری روایت کی وجہ یہ ہے کہ قباء من وجہ قمیص ہے اس لئے کہ قباء کو بیچ میں باندھتے ہیں اور قمیص کی طرح فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے کچھ موافقت ہوئی اور کچھ مخالفت ہوئی، اس لئے مالک جدھر چاہے ادھر مائل ہو جائے،

تشریح : ظاہری روایت کی وجہ یہ ہے کہ قباء بھی من وجہ قمیص ہے، اور قمیص کی طرح استعمال ہوتا ہے، اس لئے درزی نے

وَيَنْتَفِعُ بِهِ انْتِفَاعَ الْقَمِيْصِ فَجَاءَتِ الْمُوَافَقَةُ وَالْمُخَالَفَةُ فَيَمِيْلُ اِلٰى اَىِّ الْجِهَتَيْنِ شَاءَ ۵ اِلَّا اَنَّهُ يَجِبُ اَجْرُ المِثْلِ لِقُصُوْرِ جِهَةِ الْمُوَافَقَةِ وَلَا يُجَاوِزُ بِهِ الدِّرْهَمُ الْمُسَمّٰى كَمَا هُوَ الْحُكْمُ فِى سَائِرِ الْاِجَارَاتِ الْفَاسِدَةِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُهُ فِى بَابِهٖ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

(١١٣٣) وَلَوْ خَاطَهُ سَرَاوِيْلَ وَقَدْ اَمَرَ بِالْقُبَاءِ قِيْلَ يَضْمَنُ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ ١ لِلتَّفَاوُتِ فِى الْمَنْفَعَةِ ٢ وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ يُخَيِّر لِلْاِتِّحَادِ فِى وَصْلِ الْمَنْفَعَةِ وَصَارَ كَمَا اِذَا اَمَرَ بِضَرْبِ طَسْتٍ مِنْ شَبَهٍ فَضَرَبَ مِنْهُ كُوْزاً فَاِنَّهُ يُخَيِّرُ كَذَا هٰذَا. والله اعلم

پوری مخالفت نہیں کی، اس لئے مالک کو دو اختیار دئے جائیں گے، اب ان میں جو چاہے پسند کر لیں

ترجمہ: ۵ مگر یہ ہے کہ مثلی اجرت دی جائے گی کیونکہ موافقت کی کمی ہے، لیکن جتنا درہم طے ہوا ہے اس سے زیادہ نہ ہو، کیونکہ تمام فاسد اجارے میں کے احکامات یہی ہیں، ان شاء اللہ اس کو بیان کروں گا۔

تشریح: مثلا قباء سینے کی اجرت پچھتر پیسے ہیں، اور بات یہ طے ہوئی تھی کہ ایک درہم اجرت دی جائے گی، اس لئے اس کے سینے کی اجرت ایک درہم سے زیادہ ہو تو ایک درہم ہی دیا جائے گا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے مالک نے قمیص سینے کو کہا تھا، اور درزی نے قباء سی دیا تو دونوں میں موافقت نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے اجرت فاسد ہوگئی، اور قاعدہ یہ ہے کہ اجرت فاسد ہو جائے تو جو طے ہو اس سے زیادہ نہ ہو، اور بازار میں اس کی اجرت جو سکتی ہے وہی ملے گی۔

ترجمہ: (۱۱۳۳) قباء سینے کا حکم دیا تھا، اور پائجامہ سی دیا تو بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف ضمان ہی دینا ہوگا

ترجمہ: ١ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع میں بہت فرق ہے

تشریح: پائجامہ کو پاؤں میں پہنتے ہیں، اور قباء کو بدن میں پہنتے ہیں اس لئے دونوں کے نفع میں بہت فرق ہے اس لئے یہ تعدی ہوئی اس لئے اس میں اختیار نہیں ہوگا بلکہ لازمی طور پر اجیر پر ضمان ہی لازم ہوگا

ترجمہ: ٢ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اصل نفع ہے پہننا اس میں متحد ہونے کی وجہ سے مالک کو اختیار دیا جائے گا۔ تو ایسا ہوا پیتل کا طشت بنانے کے لئے کہا اور مٹکا بنا دیا تو اختیار دیا جائے گا، ایسے ہی یہاں ہوگا

تشریح: دوسری رائے یہ ہے کہ مالک کو اختیار دیا جائے گا کہ پائجامہ لے لے اور سینے کی اجرت دے، اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ کپڑے کی قیمت لے لے اور سینے کی اجرت نہ دے

وجہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع کے اعتبار سے پائجامہ، اور قباء دونوں کا نفع ایک ہی ہے، یعنی پہننا، تو چونکہ یہ تعدی نہیں ہے اس لئے دونوں اختیار ملیں گے

بابُ الاجارة الفاسدة

(١١٣٤) قَالَ الْاِجَارَةُ تُفْسِدُ ها الشُّرُوطُ كَمَا تُفْسِدُ الْبَيْعَ لِ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ اَلا تَرىٰ اَنَّهُ عَقْدٌ يُقَالُ وَيَفْسُخُ

(١١٣٥) وَالْوَاجِبُ فِى الْاِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ اَجْرُ الْمِثْلِ لَا يُجَاوِزُ بِهٖ الْمُسَمّٰى

باب الاجارة الفاسدة

ترجمہ:(١١٣٤)اجارہ کو فاسد کر دیتی ہیں شرطیں جیسے وہ فاسد کر دیتی ہیں بیع کو۔

ترجمہ:لے کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اجرت بھی عقد ہے،اس میں اقالہ بھی ہوتا ہے،اور اجارہ ٹوٹتا بھی ہے

تشریح :جو شرطیں بیع کو فاسد کرتی ہیں وہ شرطیں اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہیں۔مثلا ایسی شرطیں جن میں اجیر کا فائدہ ہو یا مستاجر کا فائدہ ہو تو ان شرطوں سے اجارہ فاسد ہو جائے گا۔

وجہ :(١) کیونکہ اجارہ بھی بیع کی طرح عقد ہے۔فرق یہ ہے کہ بیع میں عین شی کی بیع ہوتی ہے اور اجارہ میں منافع کی بیع ہوتی ہے۔تو چونکہ دونوں عقد ہیں اس لئے دونوں میں شرط فاسد سے عقد فاسد ہو جائے گا (٢) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن ابی مسعود الانصاری ان رسول الله ﷺ نهى عن ثمن الكلب ومهر البغى وحلوان الكاهن (بخاری شریف، باب کسب البغی والاماء، ص ٣٠۴، نمبر ٢٢٨٢ رمسلم شریف، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاھن ومھر البغی ص ١٩، نمبر ١٥٦٧)اس حدیث میں زنا کی اجرت اور کاہن کے پاس جاکر اجرت دینے سے منع فرمایا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہوگا (٣) دوسری حدیث میں ہے۔عن ابن عمر قال نهى النبى عن عسب الفحل (بخاری شریف، باب عسب الفحل ،ص ٣٠٥، نمبر ٢٢٨۴ رمسلم شریف ، باب تحریم بیع فضل الماء ...وتحریم بیع ضراب الفحل ،ص ١٨ ،نمبر ١٥٦٥/۴٠٠٥)اس حدیث میں سانڈ کی جفتی کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ یہ اجارہ فاسد ہے۔

ترجمہ:(١١٣٥)واجب اجارہ فاسد میں اجرت مثل ہے لیکن متعین کردہ اجرت سے تجاوز نہ کرے۔

تشریح:کسی وجہ سے اجارہ فاسد ہو گیا تو اب بازار میں اس کام کی جو اجرت ہو سکتی ہے وہ اجرت اجیر کو ملے گی۔اسی اجرت کو اجرت مثل کہتے ہیں۔

وجہ:(١)جب اجارہ فاسد ہو گیا تو گویا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی عقد اجارہ ہوا ہی نہیں ہے۔اس لئے اب بازار کے عرف پر اجرت طے ہوگی۔اور اجرت مثل لازم ہوگی۔لیکن چونکہ اجیر پہلے ایک متعین اجرت پر راضی ہو گیا ہے اس لئے اجرت مثل اگر متعین کردہ اجرت سے زیادہ ہو تو اجرت مثل نہ دی جائے گی بلکہ متعین کردہ اجرت دی جائے گی۔کیونکہ اجیر کم اجرت پر راضی ہو گیا ہے۔(٢)اجارہ فاسد کے وقت اجرت مثل کی دلیل وہی قول صحابی ہے جو بار بار گزر گئی۔واكترى الحسن من عبد الله

۱؎ وَقَالَ زُفَرٌ وَالشّافعیّ يَجِبُ بَالِغاً مَا بَلَغَا اِعْتِبَاراً بَيْعَ الْاَعْيَانِ ۲؎ وَلَنَا اَنَّ الْمَنَافِعَ لَا تَتَقَوَّمُ بِنَفْسِهَا بَلْ بِالْعَقْدِ لِحَاجَةِ النَّاسِ فَيُكْتَفِي بِالضَّرُوْرَةِ فِي الصَّحِيْحِ مِنْهَا اِلَّا اَنَّ الْفَاسِدَ تَبْعٌ لَهُ فَيُعْتَبَرُ مَايَجْعَلُ بَدَلاً فِي الصَّحِيْحِ عَادَةً لٰكِنَّهُمَا اِذَا اتَّفَقَا عَلٰى مِقْدَارٍ فِي الْفَاسِدِ فَقَدْ اَسْقَطَا الزِّيَادَةَ وَاِذَا نَقَصَ اُجْرَ الْمِثْلِ لَمْ يَجِبْ زِيَادَةِ الْمُسَمّٰى لِفَسَادِ التَّسْمِيَةِ ۳؎ بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّ الْعَيْنَ مُتَقَوِّمٌ فِي نَفْسِهَا وَهُوَ الْمُوْجَبُ الْاَصْلِيُّ فَاِنْ صَحَّتِ التَّسْمِيَةُ اِنْتَقَلَ عَنْهُ وَاِلَّا فَلَا.

بن مرداس حمارا فقال بكم ؟ قال بدانقين فركبه ثم جاء مرة اخرى فقال الحمار الحمار فركبه ولم يشارطه فبعث اليه بنصف درهم (بخاری شریف، باب من اجری امر الامصار علی مایتعارفون بینھم فی البیوع والا جارۃ ص ۲۹۴ نمبر ۲۲۱۰) (۳) اور آیت میں ہے۔ ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف (آیت ۶ سورۃ النساء ۴) اس سے معلوم ہوا کہ جہاں جہاں آپس میں اجرت طے نہ ہو تو جو معروف طریقہ ہے وہی اجرت لازم ہوگی جس کو اجرت مثل کہتے ہیں۔

ترجمه :۱؎ حضرت امام زفر صاحب، اور حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مثلی اجرت جہاں تک پہنچے وہ دینا ہوگا، وہ عینی چیز کی بیع پر قیاس کرتے ہیں

تشریح: واضح ہے

ترجمه :۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ بنفسہ نفع کی کوئی قیمت نہیں ہوتی بلکہ لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے عقد کی وجہ سے اس کی قیمت مان لی گئی ہے، اس لئے جو صحیح اجرت ہو لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے اسی پر اکتفاء کیا جائے گا، لیکن فاسد اجرت صحیح کے تابع ہے، اس لئے صحیح اجرت میں عادۃ جو بدل بن سکتا ہے اسی کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن جب دونوں نے اجارہ فاسدہ میں ایک مقدار پر اکتفاء کیا تو اس سے زیادہ ساقط ہو جائے گا، اور اگر مثلی اجرت کم رہ گئی تو متعین سے زیادہ واجب نہیں ہوگی تسمیہ (یعنی متعین) کے فاسد ہونے کی وجہ سے

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ اجرت فاسد اجرت صحیح کے تابع ہوتی ہے، اس لئے عادۃ جو چیز اجرت صحیح میں بدل بنتی ہے وہی اجرت فاسدہ میں بھی اجرت بنے گی ، کیونکہ اجرت فاسدہ اجرت صحیح کے تابع ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اجرت فاسدہ میں جو اجرت متعین کی تھی وہ باطل ہوگئی، اس لئے اب بازار میں اس قسم کی چیز کی جو اجرت ہوتی ہے وہ اجرت لازم ہوگی ، اسی کو، مثلی اجرت ، کہتے ہیں، اور اگر مثلی اجرت متعین اجرت سے زیادہ ہو تو اب مثلی اجرت اس لئے لازم نہیں ہوگی ، کیونکہ دونوں نے اس کم اجرت پر اتفاق کیا تھا،

ترجمه :۳؎ بخلاف بیع کے اس لئے وہاں خود عین چیز کی قیمت ہے، اور وہی اصلی موجب ہے، اس لئے بیع میں تسمیہ (متعین کی ہوئی قیمت) صحیح ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ نہیں (یعنی مثلی قیمت لازم ہوگی)

تشریح: بیع کا معاملہ الگ ہے، کیونکہ بیع میں خود مبیع کی قیمت ہوتی ہے، اس لئے بیع درست رہی تو جو قیمت طے ہوئی وہی

(١١٣٦) وَمَنِ اسْتَاجَرَ دَاراً كُلَّ شَهْرٍ بِدِرْهَمٍ فَالْعَقْدُ صَحِيْحٌ فِي شَهْرٍ وَاحِدٍ فَاسِدٌ فِي بَقِيَّةِ الشُّهُوْرِ اِلَّا اَنْ يُّسَمِّى جُمْلَةَ الشُّهُوْرِ مَعْلُوْمَةً ﴿ لِاَنَّ الْاَصْلَ اَنَّ كَلِمَةَ كُلَّ اِذَا دَخَلَتْ فِيْمَا لَا نِهَايَةَ لَهُ تَتَصَرَّفُ اِلَى الْوَاحِدِ لِتَعَذُّرِ الْعَمَلِ بِالْيُوْمِ وَكَانَ الشَّهْرُ الْوَاحِدُ مَعْلُوْماً فَصَحَّ الْعَقْدُ فِيْهِ وَاِذَا تَمَّ

لازم ہوگی، اور بیع فاسد ہوگئی تو اب بازار میں اس چیز کی جو قیمت ہوگی، جس کو مثلی قیمت، کہتے ہیں وہ لازم ہوگی، چاہے متعین قیمت سے زیادہ ہو یا کم ہو، اجرت اور مبیع میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ: (١١٣٦) کسی نے گھر کرایہ پر لیا ہر ماہ ایک درہم کے بدلے تو عقد صحیح ہے ایک مہینے میں اور باقی مہینوں میں فاسد ہوگا مگر یہ کہ تمام معلوم مہینے متعین کر دیئے جائیں۔

تشریح: کسی نے گھر کرایہ پر لیا اور یوں کہا کہ ہر ماہ ایک درہم کے بدلے اجرت دوں گا۔ تو ایک ہی مہینے کا اجارہ ہوا اگلے مہینے کا اجارہ نہیں ہوا۔ گھر والا اگلے مہینے اجرت پر دینے سے انکار کر دے تو کر سکتا ہے۔ اسی طرح کرایہ دار اگلے مہینے اجرت پر لینے سے انکار کر دے تو کر سکتا ہے۔ البتہ اگلے مہینہ بھی رہنا شروع کر دے اور گھر والا کچھ نہ کہے تو یہ از سر نو اجارہ ہوا جو معروف طریقے پر گویا کہ اشارے اشارے میں بیع تعاطی کے طور پر ہو گیا۔ اور اسی طرح جتنے مہینے بغیر انکار کے رہتے رہیں گے ہر ماہ نیا اجارہ ہوتا چلا جائے گا۔ اور جس دن گھر والا یا کرایہ دار اجرت دینے یا لینے سے انکار کر دے اسی دن اگلا اجارہ ختم ہو جائے گا۔ ہاں! تمام مہینے متعین کر دے تو جتنے مہینے متعین کرے گا اتنے مہینے کی اجرت ہوگی۔ مثلا دو سال طے کیا تو دو سال کا اجارہ ہوگا۔

وجہ: (١) تمام مہینوں کو طے نہیں کیا تو کتنے مہینے کا اجارہ ہوگا یہ مجہول ہے۔ لیکن چونکہ ہر مہینہ ایک درہم کا بول چکا ہے اس لئے اقل درجہ ایک مہینہ کا اجارہ ہو جائے گا (٢) قول تابعی میں اس کا اشارہ ہے۔ عن الثوری فی رجل یکتری من رجل الی مکة ویضمن له الکری نفقته الی ان یبلغ قال لا الا ان یوقت ایاما معلومة و کیلا معلوما من الطعام یعطیه ایاه کل یوم (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یکتری علی الشیء المجہول وھل یجوز الکراء اویأ خذ مثلہ منہ؟، ج ثامن، ص ٢١٤، نمبر ١٤٩٣٨) اس قول تابعی میں ہے کہ تمام دن متعین کر لئے جائیں اور ان کے تمام کرائے متعین نہ کر لئے جائیں تب تک اجارہ صحیح نہیں ہے (٣) حدیث میں ہے کہ ڈھیر کی مکمل مقدار معلوم نہ ہو تو اس کے بیچنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح تمام مہینے معلوم نہ ہوں تو ان کا اجارہ درست نہیں ہوگا حدیث میں ہے۔ سمعت جابر بن عبد الله نهى رسول الله ﷺ عن بیع الصبرة من التمر لا یعلم مکیلها بالکیل المسمی من التمر (مسلم شریف، باب تحریم بیع صبرة التمر المجہولة القدر بتمر، ج ثانی، ص ٦، نمبر ١٥٣٠) اس حدیث میں ہے کہ ڈھیر کی تمام مقدار معلوم نہ ہو تو بیچنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کی قیمت بھی مجہول ہوگی۔ اسی طرح تمام مہینے معلوم نہیں ہوں تو ان کا اجارہ صحیح نہیں ہوگا۔

اصول: وقت مجہول ہو تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا

ترجمہ: ﴿ اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ لفظ، کل، ایسی چیز پر داخل ہو جس کی کوئی انتہاء نہ ہو تو ایک ہی طرف پھیرا جاتا ہے، کیونکہ

كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنْ يَنْقِضَ الْاِجَارَةَ لِاِنْتِهَاءِ الْعَقْدِ الصَّحِيْحِ فَلَوْ سَمّٰى جُمْلَةَ شُهُوْرٍ مَعْلُوْمَةٍ جَازَ لِاَنَّ الْمُدَّةَ صَارَتْ مَعْلُوْمَةً

(١١٣٧) قَالَ فَاِنْ سَكَنَ سَاعَةً مِّنَ الشَّهْرِ الثَّانِي صَحَّ الْعَقْدُ فِيْهِ وَلَيْسَ لِلْمُوَاجِرِ اَنْ يُخْرِجَهُ اِلٰى اَنْ يَّنْقَضِيَ وَكَذَالِكَ كُلُّ شَهْرٍ سَكَنَ فِي اَوَّلِهِ ١؎ لِاَنَّهُ تَمَّ الْعَقْدُ بِتَرَاضِيْهِمَا بِالسُّكْنٰى فِي الشَّهْرِ الثَّانِي ٢؎ اِلَّا اَنَّ الَّذِي ذَكَرَهُ فِي الْكِتَابِ هُوَ الْقِيَاسُ وَقَدْ مَالَ اِلَيْهِ بَعْضُ الْمَشَائِخِ وَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ اَنْ يَبْقَى الْخِيَارَ

عموم پرعمل کرنا متعذر رہے، اورایک ماہ معلوم ہے اس لئے اس میں عقد صحیح ہوگا، اور جب ایک ماہ پورا ہو جائے تو دونوں کو اجارہ توڑنے کا اختیار ہوگا، اس لئے صحیح عقد ختم ہو گیا، اور تمام مہینوں کو متعین کر دیا تو عقد جائز ہو جائے گا اس لئے کہ مدت معلوم ہو گئی

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ لفظ کل، ایسی چیز پر داخل ہو جس کی انتہا نہیں ہے تو اس سے ایک ہی ماہ متعین ہوگا، کیونکہ بے انتہاء چیز کا تعین ناممکن ہے، اور جب ایک ماہ کی اجرت ہوئی تو ایک ماہ ختم ہونے کے بعد دونوں کو اجارہ کو توڑنے کا حق ہوگا، کیونکہ اجرت کی مدت ختم ہو گئی ہے

ترجمہ : (١١٣٧) پس اگر اگلے مہینے میں ایک گھڑی ٹھہر گیا تو اس میں عقد صحیح ہو جائے گا اور اس کو اجرت لازم ہوگی۔ اور اجرت پر دینے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ اجیر کو نکالے یہاں تک کہ اجرت پر لیا ہوا مہینہ ختم ہو جائے۔ اور یہی حال ہے ہر اس مہینے کا جب وہ اس کے شروع میں گھر میں ٹھہر جائے (اور مالک کچھ نہ کہے تو پورے مہینے کا اجارہ ہو جائے گا

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ دوسرے مہینے میں ٹھہرنے کی وجہ سے دونوں کی رضا مندی سے عقد پورا ہوا۔

اصول: بیع تعاطی کی طرح اشارے اشارے میں اجرت بھی طے ہو جائے تب بھی اجارہ درست ہو جائے گا۔

تشریح :ایک ماہ پورا ہونے کے بعد دوسرے مہینے میں ایک گھڑی اس گھر میں ٹھہر گیا اور گھر والا کچھ نہیں بولا تو یوں سمجھا جائے گا کہ بیع تعاطی کی طرح اشاروں اشاروں میں ہی اگلے ماہ کا اجارہ ہو گیا۔ گویا کہ دینے والا بھی اس اجرت پر راضی ہے اور لینے والا بھی اس اجرت پر راضی ہے تب ہی تو لینے والا اگلے ماہ میں بھی اس گھر میں ٹھہرا رہا۔ اس لئے اجارہ درست ہوا۔ اور اس پورے مہینے میں گھر والا کرایہ دار کو نہیں نکال سکتا۔

وجہ:اس عمل تابعی میں ہے۔ واکتری الحسن من عبد الله بن مرداس حمارا فقال بکم؟ قال بدانقین فرکبه ثم جاء مرة اخری فقال الحمار الحمار فرکبه ولم یشارطه فبعث الیه بنصف درهم (بخاری شریف، باب من اجری امر المصار علی مایتعارفون بینھم فی البیوع والاجارۃ ص۲۹۴ نمبر ۲۲۱۰) اس عمل تابعی میں پہلی مرتبہ تو دو دانق گدھے کی اجرت طے کی لیکن دوسری مرتبہ آدھا درہم اجرت طے نہیں کی بلکہ حضرت حسن نے اجرت دیدی اور عبداللہ بن مرداس نے لے لی اور گویا کہ اشارے اشارے میں اجرت طے ہو گئی۔ اس طرح جب دوسرے مہینے میں کرایہ دار رہ گیا اور گھر والے نے کچھ نہیں کہا تو اشارے اشارے میں اجرت طے ہو گئی۔ اس لئے اس پورے مہینے میں کرایہ دار کو گھر سے نہیں نکال سکتا۔

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِى اللَّيْلَةِ الْاُوْلىٰ مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِى وَيَوْمِهَا لِاَنَّ فِى اِعْتِبَارِ الْاَوَّلِ بَعْضَ الْحَرَجِ

(۱۱۳۸)وَاِنِ اسْتَاجَرَ دَاراً سَنَةً بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ جَازَوَاِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قِسْطَ كُلِّ شَهْرٍ مِّنَ الْاُجْرَةِ ۱؎ لِاَنَّ الْمُدَّةَ مَعْلُوْمَةٌ بِدُوْنِ التَّقْسِيْمِ فَصَارَ كَاِجَارَةِ شَهْرٍوَاحِدٍ فَاِنَّهُ جَائِزٌ وَاِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قِسْطَ كُلِّ يَوْمٍ.

(۱۱۳۹) ثُمَّ يُعْتَبَرُ اِبْتِدَاءُ الْمُدَّةِ مِمَّا سَمّٰى وَاِنْ لَمْ يُسَمِّ شَيْئاً فَهُوَ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِى اسْتَاجَرَهٗ ۱؎ لِاَنَّ الْاَوْقَاتَ

لغت:الموجر:اجرت پر دینے والا۔المستاجر:اجرت پر دیا ہوا گھر۔

ترجمہ : ۲؎ مگر متن میں جو ذکر کیا ہے قیاس کا تقاضہ یہی ہے،اسی طرف بعض مشائخ مائل ہوئے ہیں۔اور ظاہر روایت یہ ہے کہ ہر ماہ کی ایک رات اور ایک دن ٹھہر جائے وہاں تک دونوں کو توڑنے کا اختیار باقی رہے گا،اس لئے کہ اول (یعنی ایک گھنٹہ کے اعتبار کرنے میں کچھ حرج ہے

تشریح :متن میں یہ تھا کہ دوسرے مہینے میں ایک گھنٹہ ٹھہر جائے اور مالک مکان کچھ نہ بولے تو دوسرے مہینے کی اجرت صحیح ہو جائے گی،لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ ہر ماہ کی پہلی رات اور پہلا دن تک دونوں کو اجارہ توڑنے کا اختیار ہوگا،کیونکہ ایک گھنٹہ میں فیصلہ کرنے میں بہت حرج ہے

ترجمہ:(۱۱۳۸)اور اگر گھر کو دس درہم میں ایک سال کے لئے اجرت پر لیا تو جائز ہے چاہے ہر مہینے کی قسط بیان نہ کی ہو۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ بغیر تقسیم کے بھی ہر مہینے کی مدت معلوم ہے،تو ایسا ہو گیا کہ ایک مہینے کے لئے اجرت پر لیا ہو اور ہر دن کی اجرت بیان نہیں کی ہو

تشریح :ایک آدمی نے پورے ایک سال کے لئے دس درہم میں گھر کرائے پر لیا اور ہر ماہ میں کتنے پیسے ہونگے یہ بیان نہیں کیا تو جائز ہے۔

وجہ : کیونکہ پوری مدت متعین ہوگئی اور پوری اجرت بھی متعین ہوگئی اور کوئی جہالت نہیں رہی اس لئے جائز ہے۔اگر چہ ہر دن یا ہر مہینہ کی قسط متعین نہ کی ہو۔کیونکہ کل مدت متعین ہونے کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہی۔اور کسی کو معلوم کرنا ہو تو حساب کر کے ہر ماہ کی قسط معلوم کرے کہ ہر ماہ میں تیراسی پیسے ہوں گے۔(۲)اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ان اسید بن حضير مات وعليه دين فباع عمر ثمرة ارضه سنتين (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۸۱ فی الرجل یبیع الثمرۃ بالسنتین والثلاث،ج خامس،ص ۱۳،نمبر ۲۳۲۵۰)اس قول تابعی میں دو سال کے لئے پھل بیچا اور ہر مہینے کی قسط متعین نہیں کی۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ سالانہ اجرت متعین ہو جائے تو ماہانہ قسط کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے،اجارہ جائز ہوگا۔

لغت:قسط:ہر ماہ اجرت دینے کا تخمینہ اور حصہ

ترجمہ :(۱۱۳۹) پھر اجرت کا وقت اس وقت سے شروع ہوگا جو اس نے متعین کیا،اور اگر متعین نہیں کیا تو جس وقت سے اجارہ کی بات طے ہوئی ہے اس وقت سے شروع ہوگا

كُلَّهَا فِي حَقِّ الْإِجَارَةِ عَلَى السَّوَاءِ فَاَشْبَهَ الْيَمِينَ ۲ بِخِلَافِ الصَّوْمِ لِاَنَّ اللَّيَالِي لَيْسَتْ بِمَحَلٍّ لَهُ
(۱۱۴۰)ثُمَّ اِنْ كَانَ الْعَقْدُ حِيْنَ يَهِلُّ الْهِلَالَ فَشُهُوْرُ السَّنَةِ كُلِّهَا بِالْاَهِلَّةِ (لِاَنَّهَا هِيَ الْاَصْلُ) وَاِنْ كَانَ فِي اَثْنَاءِ الشَّهْرِ فَالْكُلُّ بِالْاَيَّامِ ۱ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَؒ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي يُوْسُفَؒ ۲ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍؒ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي يُوْسُفَؒ اَلْاَوَّلُ بِالْاَيَّامِ وَالْبَاقِي بِالْاَهِلَّةِ لِاَنَّ الْاَيَّامَ يُصَارُ اِلَيْهَا ضَرُوْرَةً وَهِيَ فِي الْاَوَّلِ

ترجمہ :۱ اس لئے کہ اجارہ کے حق میں تمام وقت برابر ہیں تو قسم کی طرح ہو گیا (کہ جس وقت قسم کھائی ہے اسی وقت سے قسم شروع ہو جائے گی)

تشریح : مثلاً دوسری تاریخ کو اجارہ کیا اور یہ کہا کہ اس ماہ کی پندرہ تاریخ سے گھر اجرت پر لی تو پندرہ سے اجرت شروع ہوگی ،اور اگر کوئی تاریخ متعین نہیں کی دوسری تاریخ سے اجرت شروع ہو جائے گی ،اور قسم کی طرح ہو جائے گا ،مثلاً عمر نے دوسری تاریخ کو قسم کھائی کہ زید سے پندرہ تاریخ سے ایک ماہ تک بات نہیں کروں گا ،تو پندرہ تاریخ سے قسم شروع ہوگی ،لیکن پندرہ تاریخ متعین نہیں کی تو دوسری تاریخ کو جس وقت قسم کھائی اسی وقت سے قسم شروع ہو جائے گی

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ کہ کوئی وقت متعین نہیں کیا تو سب اوقات برابر ہیں ،اس لئے اجارہ کے عقد کرنے کے وقت سے ہی اجارہ شروع ہو جائے گا

ترجمہ :۲ بخلاف روزے کے (کہ وہ رات سے شروع ہوگا) اس لئے کہ رات روزے کا محل نہیں ہے۔

تشریح : روزہ رات سے شروع ہوتا ہے ،دن سے نہیں ،اس لئے اگر دن کو قسم کھائی کہ ایک ماہ روزہ رکھوں گا تو اس کے بعد جو رات آئے گی ،اور اس میں صبح صادق ہوگی وہاں سے روزہ شروع ہوگا ،اس سے پہلے نہیں کیونکہ رات روزے کا محل نہیں ،صبح صادق سے روزہ شروع ہوتا ہے

ترجمہ :(۱۱۴۰) پھر اگر چاند دیکھنے کے وقت سے اجارہ شروع کیا تو کرائے کے سب مہینے چاند ہی سے شروع ہوں گے (اس لئے کہ چاند ہی اصل ہے) اور اگر مہینے کے درمیان سے اجارہ شروع ہوا تو مہینے دنوں سے شروع ہوں گے

ترجمہ :۱ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف کی ایک روایت بھی یہی ہے

تشریح : مثلاً چاند کی پہلی تاریخ کو اجارہ کا عقد شروع ہوا تو کرئے کے تمام مہینے چاند کے حساب سے چلیں گے ،اور کرایہ پہلی تاریخ کو وصول کیا جائے گا ،لیکن اگر اجارہ پندرہ تاریخ سے شروع ہوا تو ہر مہینے میں پندرہ تاریخ کو کرایہ وصول کرنے کا وقت ہوگا ،امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہی ہے

ترجمہ :۲ اور امام محمدؒ نے فرمایا ،اور امام ابو یوسفؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے کہ پہلا مہینہ دن سے شروع ہوگا ،اور باقی تمام مہینے پہلی تاریخ سے (کرایہ وصول کرنے کا وقت ہوگا) کیونکہ ضرورت کی بنا پر دن کی طرف پھیرا جاتا ہے اور وہ پہلے مہینے میں ہے۔

تشریح : امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ پہلے مہینے میں پندرہ دنوں کا کرایہ وصول کرلے ،اور باقی مہینے میں پہلی تاریخ سے کرایہ

مِنۡهَا ٣ وَلَـهُ اَنَّـهُ مَتـىٰ تَـمَّ الۡاَوَّلُ بِالۡاَيَّامِ اِبۡتِدَاۤءُ الثَّانِي بِالۡاَيَّامِ ضَرُوۡرَةً فَهٰكَذَا اِلٰى آخِرِ السُّنَّةِ وَنَظِيۡرُهُ الۡعِدَّةُ وَقَدۡ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ.

(۱۱۴۱) قَالَ وَيَجُوۡزُ اَخۡذُ اُجۡرَةِ الۡحَمَّامِ وَالۡحَجَّامِ ۱ فَـامَّـا الۡـحَمَّامُ فَلِتَعَارُفِ النَّاسِ وَلَمۡ يُعۡتَبِرِ الۡـجِهَـالَةُ لِاِجۡـمَاعِ الۡمُسۡلِمِيۡنَ قَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ مَا رَآهُ الۡمُسۡلِمُوۡنَ حَسَناً فَهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَاَمَّا

وصول کرنے کا وقت ہوگا

وجه: کیونکہ مہینے کی پہلی تاریخ اصل ہے وہیں سے مہینہ شروع ہوتا ہے، اس لئے ضرورت کی بنیاد پر پہلے مہینے میں دن سے شمار کیا جائے گا، اور باقی مہینے میں پہلی تاریخ سے کرایہ وصول کرنے کا وقت ہوگا

ترجمه: ٣ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب پہلا مہینہ دن سے شروع ہوا تو دوسرا مہینہ بھی اس مجبوری کی بنا پر دن ہی سے شروع ہوگا، جیسے عدت میں ہوتا ہے، اور یہ بحث کتاب میں گزر چکی ہے

تشریح: بات ایک مہینے کی ہے، اس لئے جب پندرہ تاریخ سے پہلا مہینہ شروع ہوگا، تو اگلے مہینے کے پندرہ تاریخ کو ایک ماہ پورا ہوگا، اور ایک ماہ کا کرایہ وصول کر پائے، اسی طرح ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو ہی وصول کرنے کا وقت آئے گا، اس مجبوری کی وجہ سے تمام مہینے دن ہی سے شروع ہوں گے، جیسے عدت میں ہوتا ہے

ترجمه: (۱۱۴۱) جائز ہے حمام اور پچھنا لگانے کی اجرت لینا۔

تشریح: یورپ میں حمام یعنی مخصوص قسم کا غسل خانہ اور سوئمنگ پول ہوتا ہے۔ جس میں کچھ لوگ ننگے نہاتے ہیں لیکن اجرت متعین ہے اور پردہ کے ساتھ نہانا ممکن ہے اس لئے اس کی اجرت لینا جائز ہے۔

وجه: (۱) چونکہ بدن ڈھانک کر نہانا ممکن ہے اس لئے نہانے کی اجرت دینا بھی جائز ہوگا (۲) حدیث میں ہے **عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله تفتح لكم ارض الاعاجم وستجدون فيها بيوتا يقال لها الحمامات فلا يدخلنها الرجال الا بالازار وامنعوها النساء يدخلها الا مريضة او نفساء** (ابوداؤد شریف، باب الدخول فی الحمام، ص ۲۰۰، نمبر ۴۰۱۱ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی دخول الحمام، ج ثانی، ص ۱۰۷، نمبر ۲۸۰۱ / ابن ماجہ شریف، باب دخول الحمام ص ۵۳۶، نمبر ۳۷۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد لنگی پہن کر حمام میں داخل ہو سکتے ہیں، تو پھر اجرت لینے اور دینے کی گنجائش بھی ہوگی۔

(۳) اور پچھنا لگانے کی اجرت لے سکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث موجود ہے۔ **عن ابن عباس قال احتجم النبی ﷺ واعطی الحجام اجره** (بخاری شریف، باب خراج الحجام، ص ۳۰۴، نمبر ۲۲۷۸ / مسلم شریف، باب حل اجرة الحجام، ص ۲۲، نمبر ۱۲۰۲) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے خود پچھنا لگوایا اور اس کی اجرت بھی دی اس لئے پچھنے کی اجرت لینا اور دینا جائز ہے۔

نوٹ: البتہ چونکہ اس سے خون منہ میں جاتا ہے اس لئے یہ کام اتنا اچھا نہیں ہے۔ اس لئے بعض حدیث میں آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ حدیث یوں ہے۔ **عن رافع بن خديج ان رسول الله ﷺ قال كسب الحجام خبيث** (ابوداؤد

الْحَجَّامُ ؏ فَلِمَا رَوىٰ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلامُ اِحْتَجَمَ وَاَعْطىٰ الْحَجَّامَ الْاُجْرَةَ وَلِاَنَّهُ اسْتِيْجَارٌ عَلىٰ عَمَلٍ مَعْلُوْمٍ بِاَجْرٍ عَلىٰ عَمَلٍ بِاَجْرٍ مَعْلُوْمٍ فَيَقَعُ جَائِزاً.

(۱۱۴۲) قَالَ وَلَا يَجُوْزُ اَخْذُ اُجْرَةِ عَسَبِ التَّيْسِ ؏ وَهُوَ اَنْ يُوَاجِرَ فَحلاً لِيَنْزُوَ عَلىٰ اِنَاثٍ لِقَوْلِهِ

شریف، باب کسب الحجام ص نمبر ۳۴۲۱)

ترجمه :۱؎ بہرحال حمام کی اجرت اس لئے جائز ہے کہ لوگوں میں یہ متعارف ہے، اور پانی کتنا خرچ ہوگا یہ جہالت کا اعتبار نہیں ہو گا، کیونکہ مسلمانوں نے اس پر اجماع کیا ہے، اور حضورؐ نے فرمایا کہ مسلمان جس کو اچھا سمجھے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہی ہوجاتا ہے

تشریح : حمام میں کتنا پانی خرچ ہوگا یہ مجہول ہے اس لئے اس کی اجرت جائز نہیں ہونی چاہئے، لیکن چونکہ حضورؐ کے زمانے سے اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ لوگ حمام کی اجرت دیکر نہاتے ہیں، اس لئے ضرورت کی بنا پر جائز ہوجائے گا

وجه: صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ **عن عبد الله ابن مسعود ...فما رأى المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راو سيئا فهو عند الله سيء** ۔ (مسند احمد، باب مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۶، ص ۸۴، نمبر ۳۶۰۰) اس قول صحابی میں ہے کہ سب مسلمان کسی چیز کو اچھا سمجھ لے تو اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہی سمجھا جاتا ہے

ترجمه :۲؎ اور پچھنا لگوانے والے کی اجرت اس لئے جائز ہے کہ خود حضورؐ پچھنا لگوایا، اور پچھنا لگوانے والے کو اس کی اجرت دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ معلوم کام پر معلوم اجرت ہے اس لئے جائز ہوگی۔

وجه : صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال احتجم النبی ﷺ واعطی الحجام اجره** (بخاری شریف، باب خراج الحجام، ص ۳۰۴، نمبر ۲۲۷۸ رمسلم شریف، باب حل اجرۃ الحجام، ص ۲۲، نمبر ۱۲۰۲)

ترجمه: (۱۱۴۲) اور نہیں جائز ہے نر کو مادہ پر کودانے کی اجرت لینا۔

ترجمه :۱؎ اس کی صورت یہ ہے کہ سانڈھ کو جفتی کرنے کے لئے اجرت پر لے، حضورؐ نے فرمایا حرام کمائی میں سے نر کی جفتی کرانا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ جفتی پر اجرت لے

تشریح: سانڈ کو مادہ سے جفتی کروانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

وجه: حدیث میں اس کی اجرت لینے سے منع فرمایا ہے۔ **عن ابن عمر قال نهى النبی ﷺ عن عسب الفحل** (بخاری شریف، باب عسب الفحل ص ۳۰۵ نمبر ۲۲۸۴ رمسلم شریف، باب تحریم بیع فضل الماء...وتحریم بیع ضراب الفحل ص ۸۱ نمبر ۱۵۶۵ ر ابو داؤد شریف، باب فی عسب الفحل ص ۱۳۰ نمبر ۳۴۲۹) اس حدیث میں جفتی کرانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا ہے (۲) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ **قال ابو هريرة اربع من السحت ضراب الفحل**۔ (نسائی شریف، باب عسب الفحل، نمبر ۴۶۷۷) (۳) جفتی سے حمل ٹھہرے گا یا نہیں کوئی یقینی نہیں ہے۔ اس لئے نفع ہونا کوئی یقینی نہیں ہوا اس لئے بھی نفع مجہول رہا اس لئے بھی اجرت لینا جائز نہیں (۴) جفتی کی اجرت معاشرے کے اعتبار سے بھی ناپسندیدہ ہے۔

عَلَيْهِ السَّلاَمِ اِنَّ مِنَ السُّحُتِ عَسَبَ التَّيُسِ وَالْمُرَادُ اَخُذُ الْاُجُرَةِ عَلَيْهِ.

(۱۱۴۳) قَالَ وَلاَ الْاِسْتِيْجَارُ عَلَى الْاَذَانِ وَالْحَجِّ وَكَذَا الْاِمَامَةِ وَتَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ وَالْفِقْهِ ۱ وَالْاَصْلُ اَنَّ كُلَّ طَاعَةٍ يَخْتَصُّ بِهَا الْمُسْلِمُ لَا يَجُوْزُ الْاِسْتِيْجَارُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا ۲ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَصِحُّ فِي كُلِّ

نوٹ:اونٹ والے کوعزت واحترام کے لئے کچھ دیدے تواس کی گنجائش ہے۔حدیث میں ہے عن انس بن مالک ان رجلا من کلاب سأل رسول الله ﷺ عن عسب الفحل فنهاه فقال یا رسول الله انا نطرق الفحل فنکرم فرخص له فی الکرامة (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ عسب الفحل ص۲۳۶ نمبر۱۲۷۴ رنسائی شریف، نمبر۴۶۷۲)اس حدیث میں ہے کہ اونٹ والے کی عزت کرنے کے لئے کچھ دینے کی گنجائش دی ہے۔البتہ اجرت کے طور پر دینا ممنوع ہے۔

لغت:عسب التیس : نرکا مادہ پر چڑھنا۔

ترجمہ :(۱۱۴۳)نہیں جائز ہے اجرت لینا اذان اور حج پر اور ایسے ہی امامت کرانے پر، اور قرآن کی تعلیم دینے پر اور فقہ کی تعلیم دینے پر۔

ترجمہ:۱ اور اصل قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جو خود مسلمان پر خاص ہے ہمارے نزدیک اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے

تشریح :اذان دیکر اجرت لے، نماز کی تکبیر کہہ کر اجرت لے، قرآن کی تعلیم دے کر اجرت لے اور حج کر کے اجرت لے یہ جائز نہیں ہیں مکروہ ہیں۔

وجہ:(۱)اور اذان پر اجرت نہ لینے کی حدیث یہ ہے۔ان عثمان بن ابی العاص قلت یا رسول الله ﷺ اجعلنی امام قومی قال انت امامهم واقتد باضعفهم واتخذ موذنا لا یأخذ علی اذانه اجرا (ابوداؤد شریف، باب اخذ الاجر علی التاذین ص ۸۶ نمبر ۵۳۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ ان یاخذ الموذن علی الاذان اجرا ص۵۱ نمبر ۲۰۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔اور اسی پر تکبیر اور حج کو بھی قیاس کر لیں کہ ان پر اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے۔(۲) قرآن پڑھانے پر اجرت نہ لے اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔عن عبادة بن صامت قال علمت ناسا من اهل الصفة القرآن والکتاب فاهدی الی رجل منهم قوسا فقلت لیست بمال وارمی علیها فی سبیل الله لآتین رسول الله ﷺ فلأسألنه فاتیته فقلت یا رسول الله رجل اهدی الی قوسا ممن کنت اعلمه الکتاب والقرآن ولیست بمال وارمی عنها فی سبیل الله تعالی قال ان کنت تحب ان تطوق طوقا من النار فاقبلها (ابوداؤد شریف، باب فی کسب المعلم ج ثانی ص۱۲۸ نمبر ۳۴۱۶ رابن ماجہ شریف، باب الاجر علی تعلیم القرآن ص۳۱۰ نمبر ۲۱۵۷)اس حدیث میں راوی نے قرآن پڑھانے کے بدلے کمان لیا تھا تو آپؐ نے فرمایا قرآن پڑھانے پر اجرت لینا آگ کا طوق پہننا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

اصول جو عبادت خود انسان پر ضروری ہے اس کے کرنے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

مَالَا يَتَعَيَّنُ عَلَى الْاَجِيْرِ لِاَنَّهُ اسْتِيْجَارٌ عَلٰى عَمَلٍ مَعْلُوْمٍ غَيْرَ مُتَعَيِّنٍ عَلَيْهِ فَيَجُوْزُ. ٣ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِقْرَءُ وا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوْا بِهٖ وَفِي آخِرِ مَا عَهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى عُثْمَانَ ابْنِ اَبِى الْعَاصِ وَاِنِ اتُّخِذَتْ مُؤَذِّناً فُلاناً فَلاتَأْخُذُ عَلَى الْاَذَانِ اَجْراً. ٤ وَلِاَنَّ الْقَرَابَةَ مَتٰى حَصَلَتْ وَقَعَتْ عَنِ الْعَامِلِ وَلِهٰذَا تُعْتَبَرُ اَهْلِيَّتُهُ فَلَا يَجُوْزُ لَهُ اَخْذُ الْاَجْرِ مِنْ غَيْرِهٖ كَمَا فِي الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ ٥ وَلِاَنَّ التَّعْلِيْمَ مِمَّا لَا يَقْدِرُ الْمُعَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا بِمَعْنًى مِنْ قِبَلِ الْمُتَعَلِّمِ فَيَكُوْنُ مُلْتَزِماً

ترجمہ :۲ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ہروہ کام جوخود اجیر پر متعین نہ ہواس پر اجرت لینا صحیح ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر یہ کام واجب نہیں تھا اس عمل معلوم پر اجرت لے رہا ہے اس لئے جائز ہوگی

تشریح :حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امامت کرانا اس پر واجب نہیں ہے، اسی طرح قرآن پڑھانا اس پر واجب نہیں ہے، اس لئے اس کام کو کر کے اجرت لینا جائز ہوگا

اصول:،امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے جو کام اجیر پر واجب نہ ہو اس کو کر کے اجرت لینا جائز ہے، چاہے قرآن کو پڑھانا ہی ہو

ترجمہ :۳ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے کہ قرآن پڑھو، اور اس سے کھاؤ مت، اور دوسری حدیث یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت عثمان بن العاص کو جو آخری وصیت کی تھی اس میں یہ فرمایا تھا کہ فلاں کو موذن بنالو، اور آذان پر اجرت نہ لینا

وجہ:(۱) حضور ﷺ کی حدیث یہ ہے۔عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ اقروا القرآن ولا تأكلوا به ۔(مسند بزار، باب مماروی ابوسلمة بن عبدالرحمٰن، ج ۳، ص ۲۵۳، نمبر ۱۰۴۴)، اس حدیث میں ہے کہ قرآن کو پڑھو لیکن اس سے کھاؤ مت۔(۲) اور آذان پر اجرت لینا منع فرمایا اس کی حدیث یہ ہے۔ان عثمان بن ابی العاص قلت یا رسول الله ﷺ اجعلنی امام قومی قال انت امامهم واقتد باضعفهم واتخذ موذنا لا یأخذ علی اذانه اجرا (ابوداؤد شریف، باب اخذ الاجر علی التاذین ص ۸۶ نمبر ۵۳۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیة ان یاخذ المؤذن علی الاذان اجرا ص ۵۱ نمبر ۲۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے

ترجمہ :۴ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عبادت جب حاصل ہوئی تو یہ خود عبادت کرنے والے کی جانب سے واقع ہوئی یہی وجہ ہے کہ اس عبادت کرنے کی اہلیت بھی اس میں ہونی چاہئے اس لئے اس پر دوسرے سے اجرت لینا جائز نہیں ہوگا، جیسے روزہ رکھے، یا نماز پڑھے (تو اس پر دوسرے سے اجرت لینا جائز نہیں ہے)

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ عبادت خود عبادت کرنے والے کے لئے ہوتی ہے، اسی لئے نماز وغیرہ پڑھنے کے لئے شرط ہے کہ نماز پڑھنے کی اہلیت ہو، اور جب خود کرنے والے کے لئے ہوئی تو اس پر اجرت جائز نہیں ہوگی

ترجمہ :۵ دوسری وجہ یہ ہے کہ تعلیم ایسی چیز ہے کہ جب تک پڑھنے والے کی جانب سے صلاحیت نہ ہو استاذ اس کو سکھانے کی قدرت نہیں رکھتا ہے، تو جس چیز کے سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے اس کو لازم کرنا ہوا اس لئے اس کی اجرت لینا صحیح نہیں ہے

مَا لَا يَقْدِرُ عَلٰى تَسْلِيْمِهٖ فَلَا يَصِحُّ ۶ وَبَعْضُ مَشَائِخِنَا اِسْتَحْسَنُوا الْاِسْتِيْجَارَ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ الْيَوْمَ لِاَنَّهٗ ظَهَرَ التَّوَانِى فِى الْاُمُوْرِ الدِّيْنِيَّةِ فَفِى الْاِمْتِنَاعِ تَضْيِيْعُ حِفْظِ الْقُرْآنِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى.

(۱۱۴۴) قَالَ وَلَا يَجُوْزُ الْاِسْتِيْجَارُ عَلَى الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ وَكَذَا سَائِرُ الْمَلَاهِى ۱ لِاَنَّهٗ اِسْتِيْجَارٌ عَلٰى

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، قاعدہ یہ ہے کسی چیز کو دینے کی قدرت ہوتو اس کی اجرت لے سکتے ہیں، لیکن قرآن کی تعلیم کا حال یہ ہے کہ جب تک طالب علم میں حاصل کرنے کی صلاحیت نہ ہوا استاذ اس کو پڑھا نہیں سکتا ہے، تو گویا کہ استاذ کو ایک گونہ یاد کرانے پر قدرت نہیں ہے اس لئے اس کی اجرت جائز نہیں ہونی چاہئے

ترجمہ :۶ ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانے میں قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا اچھا سمجھا ہے، اس لئے کہ دینی امور میں سستی ہوگئی ہے، تو اگر اجرت نہ لیں تو حفظ قرآن ضائع ہو جائے، اور ابھی فتوی اسی پر ہے

وجہ :(۱) پچھلے زمانے میں بیت المال سے معلمین کو وظیفہ ملتا تھا جس کی وجہ سے وہ مفت تعلیم دیتے تھے۔لیکن اس زمانے میں ایسا نہیں ہے۔اب اگر اجرت نہ لے تو معلم اپنی اولاد کی کفالت کیسے کریں گے؟ اور تعلم دینا چھوڑ دے تو قرآن کی تعلیم چھوٹ جائے گی۔اور دین کی ترقی رک جائے گی اس لئے اب تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی گنجائش دی ہے (۲) حدیث میں ہے کہ تعویذ کرنے پر بکری اجرت پر لی اور تعویذ میں سورۃ فاتحہ پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ اجرت لینے کی گنجائش ہے۔لمبی حدیث کاٹکڑا یہ ہے۔**عن ابی سعید قال انطلق نفر من اصحاب النبی ﷺ فی سفرة سافروھا ... فماانا براق لکم حتی تجعلوا لنا جعلا فصالحو ھم علی قطیع من الغنم فانطلق یتفل علیه ویقرأ الحمد لله رب العالمین ... قال (رسول الله) قد اصبتم اقسموا واضربوا لی معکم سهما فضحک النبی ﷺ** (بخاری شریف، باب مایعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب ص ۳۰۴ نمبر ۲۲۷۶ رمسلم شریف، باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن والاذکار ج ثانی ص ۲۲۴ نمبر ۲۲۰۱، کتاب السلام) اس حدیث میں الحمد للہ پڑھنے کے بدلے بکری اجرت پر لی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے (۳) بخاری شریف میں اسی باب میں یہ قول صحابی نقل کیا ہے۔**وقال ابن عباس عن النبی ﷺ احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله، وقال الحکم لم اسمع احدا کره اجر المعلم ،واعطی الحسن دراهم عشرة** (بخاری شریف، باب مایعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب، ص ۳۰۴، نمبر ۲۲۷۶ ردار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص ۵۵ نمبر ۳۰۱۹ رسنن للبیھقی ، باب اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن والرقیۃ بہ، ج سادس ،ص ۲۰۵، نمبر ۱۱۶۷۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۰ فی اجر المعلم ، ج رابع ،ص ۳۴۶، نمبر ۲۰۸۳۱) اس قول صحابی سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔اور آج کل اسی پر فتوی ہے۔کیونکہ اس قول صحابی میں ہے کہ زیادہ حقدار اجرت کا کتاب اللہ ہے۔اور حکم سے مروی ہے کہ کوئی معلم کی اجرت لینا مکروہ سمجھتا ہوا ایسا نہیں سنا۔

ترجمہ:(۱۱۴۴) اور نہیں جائز ہے اجرت لینا گانے اور نوحہ کرنے پر۔

الْمَعْصِيَةِ وَالْمَعْصِيَةُ لَا تُسْتَحَقُّ بِالْعَقْدِ.

(۱۱۴۵) قَالَ وَلَا يَجُوْزُ اِجَارَةُ الْمُشَاعِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيفَةَؒ اِلَّا مِنَ الشَّرِيْكِ وَقَالَا اِجَارَةُ الْمُشَاعِ جَائِزَةٌ ۱؎ وَصُوْرَتُهُ اَنْ يُؤَجِّرَ نَصِيْباً مِنْ دَارِهٖ اَوْنَصِيْبُهُ مِنْ دَارٍ مُشْتَرِكَةٍ مِنْ غَيْرِ الشَّرِيْكِ

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ گناہ پر اجرت لینا ہے، اورعقد کے باوجود گناہ میں اجرت کا مستحق نہیں ہوگا

وجہ: (۱) نوحہ کرنا اور گانا گانا حرام ہے اس لئے ان کی اجرت بھی جائز نہیں ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن عبد الله عن النبی ﷺ قال لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیة (بخاری شریف، باب ما ینھی من الویل ودعوی الجاہلیۃ عند المصیبۃ ص ۲۰۷ نمبر ۱۲۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا ممنوع ہے تو اس کی اجرت لینا بھی جائز نہیں (۳) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابی قاسم عن ابراھیم انہ کرہ اجر النواحة والمغنية (مصنف عبد الرزاق، باب الاجر علی تعلیم الغلمان وقسمۃ الاحوال ج ثامن ص ۱۱۶ نمبر ۱۴۵۴۰) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابراہیم نوحہ اور گانا گانے کی اجرت کو مکروہ سمجھتے تھے (۴) ومن الناس من یشتری لھو الحدیث (آیت ۶ سورہ لقمان ۳۱) اس آیت کی تفسیر ہے گانے کو خریدنا، جس سے معلوم ہوا کہ گانے کی اجرت دینا جائز نہیں ہے۔

اصول: کھیل کود اور حرام کاموں کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

لغت: الغنا: گانا گانا۔ النوح: زور زور سے چلا کر بلا وجہ رونا۔ الملاھی: کھیل کود

ترجمہ: (۱۱۴۵) مشترک چیز کا اجرت پر رکھنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہی نہیں ہے۔ اور فرمایا صاحبینؒ نے مشترک چیز کا اجارہ جائز ہے۔

اصول: امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ اجرت کا عقد کرتے وقت شرکت ہو تو اجرت صحیح نہیں ہے، چاہے بعد میں شرکت ہو جائے

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ اجرت کرتے وقت شرکت ہو تب بھی اجرت صحیح ہو جائے گی، انہیں دو اصولوں پر سارے مسئلے ہیں

تشریح: مثلا زید اور عمر کے درمیان ایک گھر مشترک ہے حصہ نہیں ہوا ہے۔ اب صرف زید اپنے حصے کو اجرت پر رکھنا چاہتا ہے اور عمر نہیں رکھنا چاہتا ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

وجہ: عمر کا حصہ جب ساتھ ہی ہے تو زید مکمل طور پر اجیر کو اپنا گھر سپرد نہیں کر سکے گا۔ جس کی وجہ سے اجیر فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ اس لئے مشترک چیز کو اجرت پر رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور باری باری گھر سپرد کرنے سے مکمل سپرد کرنا نہیں ہوگا۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ مشترک چیز کو اجرت پر رکھنا جائز ہے۔

وجہ: (۱) عمر کا حصہ بھی نفع کی چیز ہے اس لئے نفع کی چیز اجرت پر رکھ سکتا ہے (۲) جب جب زید کی باری آئے گی اس وقت اجیر کے سپرد کرے گا اور اجارہ کے لئے اتنا کافی ہے۔ اس لئے مشترک چیز کو اجرت پر رکھنا جائز ہے۔

٢ لَهُمَا اَنَّ لِلْمُشَاعِ مَنْفَعَةٌ وَلِهٰذَا يَجِبُ اَجْرُ الْمِثْلِ وَالتَّسْلِيْمُ مُمْكِنٌ بِالتَّخْلِيَةِ اَوْ بِالتَّهَايُؤِ فَصَارَ كَمَا اِذَا آجَرَ مِنْ شَرِيْكِهِ اَوْ مِنْ رَجُلَيْنِ وَصَارَ كَالْبَيْعِ ٣ وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ آجَرَ مَالَا يَقْدِرُ عَلٰى تَسْلِيْمِهِ فَلَا

نوٹ اگر دونوں شریک ملکر اجرت پر رکھیں تو جائز ہے۔ کیونکہ اب اجیر کو مکمل حوالہ کرنا ممکن ہے۔

ترجمہ: ١ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے گھر کا ایک حصہ اجرت پر دے، یا مشترک گھر کا اپنا حصہ شریک کے علاوہ کسی اور کو اجرت پر دے

تشریح: مشترک چیز کی دو صورتیں بیان کرر ہے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اپنا گھر ہے اس میں کچھ حصے کو بغیر تعین کئے ہوئے اجرت پر دیں تو یہ اس لئے جائز نہیں ہے کہ اجیر کس کمرے میں رہے گا، ہاں آپ کا اپنا گھر ہے اس میں دو کمرے متعین کر کے اجیر کو دے دیں تو جائز ہوگا، کیونکہ یہ اب مشترک نہیں رہا متعین ہو گیا، اور کرایہ داران دو کمروں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

شرکت کی دوسری صورت یہ ہے کہ زید اور عمر کا ایک گھر مشترک ہے، اور اس میں ذہنی طور پر کمرے کا تعین نہیں ہے، اب زید اپنا حصہ خالد کو کرایہ پر دے رہا ہے، تو یہ اس لئے جائز نہیں کہ خالد کس کمرے میں رہے گا، ہاں ذہنی طور پر دو کمرے خالد کو سپرد کر دے اور عمر اس پر راضی ہو تو اجرت صحیح ہو جائے گی، کیونکہ خالد کرایہ دار کو متعین دو کمرے رہنے کے لئے مل چکے ہیں۔

ترجمہ: ٢ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ شرکت کی چیز کی بھی ایک نفع ہے، اسی لئے مثلی اجرت واجب ہوگی، اور سپرد کرنا ممکن ہے اجیر کو دے دے یا باری باری دے، تو ایسا ہو گیا کہ اپنے ہی شریک کو اجرت پر دیا ہو، یا دو آدمیوں کو اجرت پر دیا ہے، اور بیع کی طرح ہو گیا

تشریح: صاحبینؒ کے نزدیک مشترک چیز کو اجرت پر دینا جائز ہے، اس کی پانچ دلیلیں پیش کرر ہے ہیں۔ ١۔ (ان للمشاع منفعة) مشترک چیز کا بھی نفع ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر مشترک چیز کو اجرت پر دے دیا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ اجرت فاسدہ ہوئی اس لئے اس کی مثلی اجرت واجب ہوگی، یہ مثلی اجرت واجب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مشترک چیز کا نفع ہے اسی لئے تو مثلی اجرت واجب ہوئی۔ ٢۔ (التسلیم ممکن) اوپر کہا تھا کہ مشترک چیز کو سپرد کرنا ممکن نہیں ہے، اس پر صاحبین فرمار ہے ہیں کہ کچھ کمرے کا تخلیہ کریں، یعنی الگ کر کے دے دیں، یا باری باری دیں اس طرح سپرد کرنا ممکن ہے۔ ٣۔ (اذا اجر من شریکہ) اپنے شریک کو اجرت پر گھر دے تو یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی جائز ہے، اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے دوسرے کو بھی اجرت پر دے سکتا ہے۔ ٤۔ (او من رجلین) ایک گھر دو آدمیوں کو اجرت پر بعد میں وہ دونوں آدھا آدھا کر کے رہے تو یہ دو آدمیوں کو مشترکہ طور پر اجرت پر دینا جائز ہے، تو مشترک چیز کو بھی اجرت پر دینا جائز ہوگا۔ ۵۔ (صار کالبیع) مشترک چیز کو بیچنا جائز ہے تو اجرت پر دینا بھی جائز ہوگا۔ یہ پانچ دلیلیں ہوئی ہوئیں۔ اب امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے ہر دلیل کا جواب سنیں۔

ترجمہ: ٣ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مالک نے ایسی چیز کو اجرت پر رکھا جس کو خالص کر کے سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے، اس لئے صرف شرکت والی چیز کو سپرد کرنا متصور نہیں ہے

تشریح: یہاں امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے جو دلائل ہیں وہ منطقی ہیں، ان کا سمجھنا تھوڑا مشکل ہے، فائدہ اٹھانے کے لئے

يَجُوْزُ وَهٰذَا لِاَنَّ تَسْلِيْمَ الْمُشَاعِ وَحْدَهُ لَا يَتَصَوَّرُ ۴ وَالتَّخْلِيَةُ اعْتُبِرَتْ تَسْلِيْماً لِوُقُوْعِهِ تَمْكِيْناً وَهُوَ الْفِعْلُ الَّذِى يَحْصُلُ بِهِ التَّمَكُّنُ وَلَا تَمَكُّنَ فِى الْمُشَاعِ ۵ بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِحُصُوْلِ التَّمَكُّنِ فِيْهِ ۶ وَاَمَّا التَّهَايُؤُ فَاِنَّمَا يَسْتَحِقُّ حُكْماً لِعَقْدٍ بِوَاسِطَةِ الْمِلْكِ وَحُكْمُ الْعَقْدِ يَعْقَبُهُ وَالْقُدْرَةُ عَلَى التَّسْلِيْمِ شَرْطُ الْعَقْدِ وَشَرْطُ الشَّيْءِ يَسْبَقُهُ وَلَا يَعْتَبِرُ الْمُتَرَاخِى سَابِقاً ۷ وَاَمَّا اِذَا آجَرَ مِنْ شَرِيْكِهِ فَالْكُلُّ يَحْدُثُ

ضروری ہے کہ پورے طور پر اجیر کے سپرد کر دیا جائے، لیکن چیز مشترک ہے اس لئے پورے طور پر سپرد نہیں کر سکے گا، دوسرے کی شرکت ہوگی تو پورے طور پر کیسے سپرد کرے گا

ترجمہ :۴ تخلیہ کا مطلب ہے سپرد کرنا، تا کہ اجیر کو نفع اٹھانے کی قدرت ہو جائے، یہ ایسا کام ہے جس سے نفع اٹھانے کی قدرت ہوتی ہے، اور شرکت کی چیز میں پورے طور پر قدرت ممکن نہیں ہے

تشریح : یہاں عبارت پیچیدہ ہے، یہ صاحبین کو جواب ہے، انہوں کہا تھا کہ شرکت کی چیز میں تخلیہ ممکن ہے، امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے اس کا جواب یہ ہے کہ تخلیہ کا مطلب ہے، نفع اٹھانے کے لئے اجیر کو پوری قدرت ہونا، اور چیز شرکت کی ہو تو پوری قدرت نہیں ہوگی، اس لئے اجرت بھی جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ:۵ بخلاف بیع کے (کہ مشترک چیز کو بیچنا جائز ہے) کیونکہ اس میں ملکیت کی قدرت حاصل ہے

تشریح : یہ جملہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ مشترک چیز کو بیچنا جائز ہے تو اس کو اجرت پر دینا بھی جائز ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ۔ اجرت کا مقصد ہے ابھی فائدہ اٹھانا، اور یہ پوری قدرت کے بغیر نہیں ہوگا۔ اور بیع کا اصل مقصد ہے چیز پر ملکیت، مشترک چیز سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا لیکن ملکیت ہو جائے گی، جس سے مشتری اس کو دوسروں کے ہاتھ بیچ سکتا ہے، اپنے حصے کو آزاد کر سکتا ہے، اس لئے مشترک چیز کو بیچنا جائز ہے، اس کو اجرت پر دینا جائز نہیں ہے

ترجمہ :۶ بہر حال باری مقرر کر کے اجیر کو قدرت دینا یہ حکماً مستحق ہوتا ہے اور ملکیت کے واسطے سے بعد میں آتا ہے، حالانکہ سپرد کرنے کی قدرت عقد اجرت کی شرط ہے، اس لئے سپرد کرنے کی قدرت باری سے پہلے ہونی چاہئے، اور باری کے بعد میں آنے کا اعتبار نہیں ہے

تشریح : یہاں خالص منطقی محاورہ استعمال کئے ہیں۔ یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ باری باری دیکر فائدہ اٹھانے کی قدرت اجیر کو دے سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے اس کا جواب یہ ہے کہ، باری مقرر کرنے کی بات آئے گی اجرت کے عقد کے بہت بعد، اس لئے اجرت پر دینے کے وقت سپرد کرنے کی قدرت ہونی چاہیے، اور شرکت کی وجہ سے وہ قدرت نہیں ہے، اس لئے بعد میں باری مقرر کر کے قدرت دینے سے اجرت صحیح نہیں ہوگی۔ اس عبارت کو غور سے دیکھیں۔

لغت:التہائی: باری مقرر کر کے چیز دینا۔ شرط الشئی یسبقہ: کسی چیز کی جو شرط ہوتی ہے وہ اس سے چیز سے پہلے آنی چاہئے۔
و لا یعتبر المتراخی سابقا: جو باری عقد کے بہت بعد میں آئے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

عَلیٰ مِلْکِہٖ فَلا شُیُوْعَ وَالْاِخْتِلافُ فِی النِّسْبَةِ لا یَضُرُّهٗ عَلٰی اَنَّهٗ لا یَصِحُّ فِی رِوَایَةِ الْحَسَنِ عَنْهُ ۸ وَبِخَلافِ الشُّیُوْعِ الطَّارِیْ لِاَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَی التَّسْلِیْمِ لَیْسَ بِشَرْطٍ لِلْبَقَاءِ ۹ وَبِخَلافِ مَا اِذَا آجَرَ مِنْ رَجُلَیْنِ لِاَنَّ التَّسْلِیْمَ یَقَعُ جُمْلَةً ثُمَّ الشُّیُوْعُ بِتَفَرُّقِ الْمِلْکِ فِیْمَا بَیْنَهُمَا طَارِئٌ.

ترجمہ :ے بہر حال اگر شریک ہی کو اجرت پر دیا تو پوری چیز اس کی ملکیت میں آ گئی (آدھی میں اس کی خود کی ملکیت کی وجہ سے قدرت ہے، اور آدھی پر اجرت کی وجہ سے نفع اٹھانے کی قدرت ہو گئی) اس لئے شرکت رہی ہی نہیں، باقی رہا نسبت میں اختلاف (آدھی میں اپنی ملکیت کی وجہ سے قدرت، اور آدھی پر اجرت کی وجہ سے قدرت ہے) اس سے کچھ نقصان نہیں ہوگا، ایک بات یہ بھی ہے حضرت حسن کی روایت میں یہ ہے کہ شریک کو بھی اجرت پر دینا جائز نہیں ہے

تشریح: یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے۔ صاحبین نے کہا تھا شریک کو اجرت پر دے سکتے ہیں، تو شرکت کی چیز کو دوسروں کو بھی اجرت پر دے سکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریک کو جب اجرت پر دیا تو اس کی پوری چیز پر نفع اٹھانے کے لئے قدرت ہو گئی، اس لئے وہ پورا نفع اٹھا سکتا ہے، جو اجرت کا مقصود ہے۔ آدھی قدرت تو اس کی ملکیت کی وجہ سے ہے، اور آدھی قدرت اجرت کی وجہ سے ہو گئی اس لئے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے، اس لئے شریک کو اجرت پر بھی دے سکتا ہے

لغت :الاختلاف فی النسبة لا یضرہ: یہاں قدرت کی دو نسبتیں ہیں۔ ایک ہے خود کی ملکیت کی وجہ سے نفع اٹھانے کی قدرت، اور دوسری ہے اجرت پر لینے کی وجہ سے نفع اٹھانے کی قدرت، فرماتے ہیں کہ پوری چیز پر قدرت ہو گئی، چاہے الگ الگ طریقے سے ہوئی ہو اس سے نقصان نہیں ہے

ترجمہ : ۸ بخلاف عقد اجرت کے بعد شرکت ہوئی ہو (تب بھی اجرت ہو جائے گی) اس لئے کہ چیز سپرد کرتے وقت شرکت نہیں تھی، اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ بعد میں بھی میں بھی شرکت نہ ہو

تشریح: یہ بھی منطقی محاورہ ہے۔ یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، اجرت پر دیتے وقت شرکت نہ ہو بعد میں شرکت ہو جائے تو اس کی ذمہ داری نہیں ہے، اجرت صحیح ہو جائے گی

لغت :الشیوع الطاری: بعد میں شرکت ہو گئی ہو۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ القدرۃ علی التسلیم لیس بشرط للبقاء: چیز سپرد کرنے پر قدرت تھی، تو اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ بعد میں بھی شرکت نہ ہو۔

ترجمہ :۹ بخلاف اگر دو آدمیوں کو اجرت پر دیا (تو بھی درست ہے) اس لئے کہ جب سپرد کرنا مجموعہ تھا پھر دونوں اجیروں کی ملکیت الگ الگ ہونے کی وجہ سے شرکت ہوئی، جو طاری ہے

تشریح :یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ دو آدمیوں کو اجرت پر دینا جائز ہے تو ایک آدمی کو شرکت کی چیز کو اجرت پر دینا بھی جائز ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اجرت کی چیز دو اجیروں کو دی جا رہی تھی تو شرکت نہیں تھی، ایک ہی

(۱۱۴۶) قَالَ وَيَجُوزُ اسْتِيجَارُ الظِّئْرِ بِأُجْرَةٍ مَعْلُومَةٍ ۱ لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ ﴿فَإِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ وَلِاَنَّ التَّعَامُلَ بِهٖ كَانَ جَارِياً عَلیٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلّی اللّٰه عَلَيْهِ و آله وسلَّمَ وَقَبْلَه وَاَقَرَّهُمْ عَلَيْهِ ۲ ثُمَّ قِيْلَ اِنَّ الْعَقْدَ يَقَعُ عَلَى الْمَنَافِعِ وَهِيَ خِدْمَتُهَا لِلصَّبِيِّ وَالْقِيَامِ بِهٖ وَاللَّبَنُ يُسْتَحَقُّ عَلیٰ طَرِيْقِ التَّبْعِ بِمَنْزِلَةِ الصَّبْغِ فِی الثَّوْبِ وَقِيْلَ اِنَّ الْعَقْدَ يَقَعُ عَلیٰ اللَّبَنِ وَالْخِدْمَةُ تَابِعَةٌ وَلِهٰذَا لَوْ اَرْضَعَتْهُ بِلَبَنِ شَاةٍ لَا تَسْتَحِقُّ الْاَجْرَ ۳ وَالْاَوَّلُ اَقْرَبُ اِلَى الْفِقْهِ لِاَنَّ عَقْدَ الْاِجَارَةِ لَا يَنْعَقِدُ عَلیٰ

مالک کی ملکیت تھی، بعد میں جب اجیروں کے قبضے میں آ گئی تب جا کر شرکت ہوئی جو طاری شرکت ہے، اس لئے یہ جائز ہو جائے گی، ہاں سپرد کرتے وقت شرکت ہوتو یہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۱۴۶) جائز ہے دودھ پلانے والی کو اجرت پر لینا اجرت معلومہ کے ساتھ۔

ترجمہ: ۱ اللہ تعالی کا قول ہے، اگر تم کو عورت دودھ پلائے تو تم اس کو اجرت دے دو۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور ؐ کے زمانے سے اجرت پر دودھ پلانے کا تعامل جاری ہے، لوگوں نے اس کو قبول کیا، اور اس کو برقرار بھی رکھا

تشریح: دودھ پلانے کے لئے عورت کو اجرت پر لے اور متعین اجرت دے تو جائز ہے۔ اصل میں اشکال یہ ہے کہ ہر روز کتنا دودھ بچہ پیئے گا یہ معلوم نہیں ہے اس لئے منافع مجہول ہے۔ اس لئے اجرت صحیح ہوگی یا نہیں؟ اس لئے ماتنؒ نے فرمایا اجرت صحیح ہے۔

وجہ: (۱) آیت میں اس کا ثبوت ہے۔ فان ارضعن لکم فأتوهن اجورهن (آیت ۶ سورۃ الطلاق ۶۵) اس آیت میں ہے کہ اگر عورت نے بچے کو دودھ پلایا تو اس کو اس کی اجرت دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی کو اس کی اجرت دینا جائز ہے (۲) حضور کو حضرت سعدیہ نے اجرت کے بدلے دودھ پلایا تھا۔ قول صحابیہ یہ ہے۔ عن حليمة ام رسول الله ﷺ التی ارضعته۔ (ابن حبان، باب ذکر شق جبرائیلؑ ج ۱۴، ص ۲۴۴، نمبر ۶۳۳۵) اس قول صحابیہ میں ہے کہ حضورؐ کو حضرت حلیمہؓ نے اجرت پر دودھ پلایا

لغت: الظرء: دودھ پلانے کی اجرت۔

ترجمہ: ۲ پھر بعض حضرات نے فرمایا کہ اجرت کا عقد نفع پر واقع ہوگا، اور وہ بچے کی خدمت ہے، اور اس کی حفاظت ہے، اور دودھ پلانے کا استحقاق تابع کے طور پر ہے، جیسے کپڑے میں رنگ تابع ہے (اور رنگنا اصل ہے) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ عقد دودھ پر ہوگا اور خدمت تابع ہوگی، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ اگر بکری کا دودھ پلایا تو اجرت کی مستحق نہیں ہوگی

تشریح: اجرت کا عقد کس پر واقع ہوگا خدمت پر یا دودھ پلانے پر، اس بارے میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ خدمت پر اجرت واقع ہوگی، اور دودھ تابع ہے، اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ دودھ پلانے پر ہی اجرت واقع ہو گی، اور خدمت تابع ہوگی

ترجمہ: ۳ اور پہلی رائے (عقد نفع پر واقع ہوگا) فقہ کے زیادہ قریب ہے، اس لئے کہ اجرت کا عقد مقصود کے طور پر کسی عینی

اِتْلَافِ الْاَعْيَانِ مَقْصُوْداً كَمَا اِذَا اسْتَاجَرَ بَقَرَةً لِيَشْرِبَ لَبَنُهَا وَسُنَبَيِّنُ الْعُذْرُ عَنِ الْاِرْضَاعِ بِلَبَنِ الشَّاةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۴؎ وَاِذَا ثَبَتَ مَا ذَكَرْنَا يَصِحُّ اِذَا كَانَتِ الْاُجْرَةُ مَعْلُوْمَةً اِعْتِبَاراً بِالْاِسْتِيْجَارِ عَلَى الْخِدْمَةِ.

(۱۱۴۷) قَالَ وَيَجُوْزُ بِطَعَامِهَا وَكِسْوَتِهَا اِسْتِحْسَاناً عِنْدَ اَبِى حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَا يَجُوْزُ ۱؎ لِاَنَّ الْاُجْرَةَ مَجْهُوْلَةً فَصَارَ كَمَا اِذَا اسْتَاجَرَهَا لِلْخُبْزِ وَالطَّبْخِ

چیز کوضائع کرنے پر منعقد نہیں ہوتا، جیسے کوئی گائے کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لے تا کہ اس کا دودھ پلائے (تو یہ جائز نہیں ہے)، اور بکری کے دودھ پلانے کے بارے میں ہم ان شاءاللہ عذر بیان کریں گے

تشریح: جن حضرات نے یہ کہا کہ عقد اجارہ خدمت پر ہوگا، اور دودھ اس کے تابع ہے، تو یہ رائے فقہ کے زیادہ قریب ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ کیونکہ فقہ میں یہ ہے کہ کسی چیز کوضائع کرنے پر اجرت نہیں ہوتی، بلکہ کسی چیز کے نفع سے فائدہ اٹھانے سے اجرت ہوتی ہے، یہاں دودھ کو پی کر ضائع کرنا ہے اس لئے دودھ پلانے پر اجرت نہیں ہونی چاہئے، اس کی مثال دیتے ہیں کہ گائے کو دودھ پینے کے لئے اجرت پر لے تو یہ جائز نہیں ہے، اسی طرح انا کو دودھ پینے کے لئے اجرت پر لے تو یہ جائز نہیں ہونا چاہئے۔ اور عورت دودھ نہ پلائے اور بکری کا دودھ پلا دے تو اس کو اجرت کیوں نہیں ملے گی اس کو آگے بیان کریں گے، ان شاءاللہ، وہاں یہ ہے کہ عورت کو اپنا دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لیا تھا، اس نے وعدہ کے خلاف کیا اور بکری کا دودھ منہ میں ڈال دیا اس لئے اس کو اجرت نہیں ملے گی

ترجمہ: ۴؎ اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا اگر وہ ثابت ہو گیا تو اجرت معلوم ہو تو خدمت پر انا کو اجرت پر لینا جائز ہے

تشریح: انا کو دو طریقوں، دودھ کی اجرت، اور خدمت کی اجرت سے اجرت پر لے سکتے ہیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اگر اجرت معلوم ہو تو خدمت پر قیاس کرتے ہوئے انا کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لینا جائز ہوگا

ترجمہ: (۱۱۴۷) اور جائز ہے انا کے لئے کھانے کے بدلے اور اس کے کپڑے کے بدلے امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اجرت مجہول ہے تو ایسا ہو گیا کہ روٹی پکانے اور کھانا پکانے کے لئے اجرت پر لیا

تشریح: دودھ پلانے والی عورت کو کھانے اور کپڑے کے بدلے اجرت پر لے تو جائز ہے۔ اس صورت میں اشکال یہ ہے کہ کھانا اور کپڑا متعین چیزیں نہیں ہیں۔ کھانا کبھی کم ہوگا کبھی زیادہ تو اجرت مجہول ہوگئی اس لئے کھانے اور کپڑے کے بدلے اجرت لینا صحیح نہیں ہونا چاہئے۔

وجہ: (۱) یہاں طے ہونے میں کمی بیشی ہے اس لئے معاشرے کا بالمعروف طریقہ رائج ہوگا کہ معاشرے میں جو معروف ہے وہی کھانا کپڑا دینا ہوگا۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ تھوڑی بہت جہالت کے وقت بالمعروف طریقہ رائج ہوتا ہے۔ اور تعامل ناس کی وجہ سے جائز قرار دے دیتے ہیں (۲) دیہات میں درہم و دنانیر کی کمی ہوتی ہے اس لئے وہاں کھانے اور کپڑے ہی کا

۲ وَلَهُ اَنَّ الْجِهَالَةَ لا تُفْضِى اِلَى الْمُنَازَعَةِ لِاَنَّ فِى الْعَادَةِ التَّوَسُّعَةِ عَلَىَ الآثَارِ شَفْقَةٌ عَلٰى الْاَوْلَادِ ۳ فَصَارَ كَبَيْعِ قَفِيْزٍ مِنْ صُبْرَةٍ ۴ بِخِلَافِ الْخُبْزِ وَالطَّبْخِ لِاَنَّ الْجِهَالَةَ فِيْهِ تُفْضِى اِلَى الْمُنَازَعَةِ ۵ وَفِى الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ فَاِنْ سَمَّى الطَّعَامَ دَرَاهِمَ وَوَصْفُ جِنْسِ الْكِسْوَةِ وَاَجَلِّهَا وَذَرْعِهَا فَهُوَ

رواج ہوتا ہے اس لئے اسی پر فیصلہ کیا جائے گا (۳) حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کھانے اور کپڑے پر بکری چرایا کرتے تھے۔ سمعت ابا هريرة يقول نشأت يتيما وهاجرت مسكينا وكنت اجيرا لابنة غزوان بطعام بطنى وعقبة رجلى (ابن ماجہ شریف، باب اجارۃ الاجیر علی طعام بطنہ ص۳۵۰ نمبر ۲۴۴۵) (۴) دوسری حدیث میں ہے۔ان موسى عليه السلام اجر نفسه ثمانى سنين او عشرا على عفة فرجه وطعام بطنه (ابن ماجہ شریف، باب اجارۃ الاجیر علی طعام بطنہ ص۳۵۰ نمبر ۲۴۴۴) اس حدیث میں ہے کہ کھانے پر اپنے آپ کو اجرت پر رکھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی عورت کو کھانے اور کپڑے پر اجرت پر رکھ سکتا ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ اجرت مجہول ہے اس لئے جائز نہیں۔ ہاں! اجرت میں درہم مقرر کرے اور درہم کے بدلے کھانا اور کپڑا دے تو جائز ہو جائے گی۔ یا کپڑے اور کھانے کی جنس، نوع اور مقدار متعین کر دے تو اجرت معلوم ہونے کی وجہ سے جائز ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کو دس کلو آٹے کی روٹی پکانے کے لئے اجرت پر لیا، اور اجرت میں کھانا، اور کپڑا دیا تو جائز نہیں ہے، کیونکہ کھانے کی مقدار، اور کپڑے کی مقدار مجہول ہے جس کی اجرت مجہول ہوگئی، اسی طرح کھانے اور کپڑے پر انا کو اجرت پر لینا جائز نہیں ہوگا

لغت: کسوۃ: کپڑا۔

ترجمہ: ۲ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں جہالت جھگڑے تک نہیں پہنچائے گی، اس لئے کہ عادت میں یہ ہے کہ بچوں پر شفقت کی وجہ سے انا کو کچھ زیادہ ہی دے دیا کرتے ہیں اس لئے یہ جہالت جھگڑے تک نہیں پہنچائے گی

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۳ تو ایسا ہو گیا کہ کھانے کی ڈھیر سے ایک کلو بیچا۔

تشریح: ایک ڈھیر ہے اس میں سے ایک کلو بیچا تو یہ جائز ہے، حالانکہ یہاں یہ جہالت ہے کہ ڈھیر کی کس جانب کا ایک کلو گیہوں ہے، لیکن عادت میں یہ وسعت ہے کہ مشتری ڈھیر کی جس جانب سے لینا چاہے لے سکتا ہے، اس لئے یہ جہالت جھگڑے تک نہیں پہنچائے گی، اسی طرح انا کو زیادہ ہی دینے کی عادت ہے، اس لئے یہ جہالت جھگڑے تک نہیں پہنچائے گی، اور اس جہالت سے اجرت جائز نہیں ہے جو جھگڑے تک پہنچاتی ہو

لغت: قفیز: ایک قفیز ۱۲ صاع کا ہوتا ہے۔ صبرۃ: گیہوں کی ڈھیر

ترجمہ: ۴ بخلاف روٹی بنانے اور کھانا پکانے کے (جائز نہیں ہے) کیونکہ اس میں جہالت جھگڑے تک پہنچاتی ہے

تشریح: روٹی بنانے کے لئے عورت لایا اور اجرت میں کھانا اور کپڑا رکھا تو یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کھانے کی مقدار کیا ہو گی، اور کپڑے کی مقدار کیا ہوگی، اس میں جہالت ہے جو جھگڑے تک پہنچائے گی، اور یہاں وسعت بھی نہیں ہے، اس لئے یہ

جَائِزٌ يَعْنِى بِالْاِجْمَاعِ وَمَعْنىً تَسْمِيَةُ الطَّعَامِ دَرَاهِمَ اَنْ يَّجْعَلَ الْاُجْرَةَ دَرَاهِمَ ثُمَّ يَدْفَعُ الطَّعَامَ مَكَانَهَا وَهٰذَا لَا جِهَالَةَ فِيْهِ.

(۱۱۴۸) وَلَوْسَمَّى الطَّعَامَ وَبَيَّنَ قَدْرَهُ جَازَ اَيْضاً لِمَا قُلْنَا وَلَا يُشْتَرطُ تَاجِيْلُهُ لِاَنَّ اَوْصَافَهَا اَثْمَانٌ وَيُشْتَرَطُ بَيَانُ مَكَانِ الْاِيْفَاءِ عِنْدَ اَبِى حَنِيْفَةَ خِلَافاً لَهُمَا وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِى الْبُيُوْعِ

(۱۱۴۹) وَفِى الْكِسْوَةِ يُشْتَرَطُ بَيَانُ الْاَجَلِ اَيْضاً مَعَ بَيَانِ الْقَدْرِ وَالْجِنْسِ ۱؎ لِاَنَّهُ اِنَّمَا يَصِيْرُ دَيْناً

اجرت جائز نہیں ہے

ترجمہ: ۵؎ اور جامع صغیر میں ہے کہ کھانے کا درہم متعین کردے، اور کپڑے کی قسم، اور اس کی صفت بیان کردے، اور کب دیگا وہ بیان کردے، اور کتنا گز ہوگا وہ بیان کردے تو بالاجماع جائز ہوجائے گا، اور **تسمية الطعام دراهم**، کا مطلب یہ ہے کہ اجرت میں درہم رکھے، پھر درہم سے جتنا کھانا آتا ہو وہ دے دے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں کوئی جہالت نہیں ہے (اس لئے اجرت جائز ہوجائے گی)

تشریح: جامع صغیر میں کھانا اور کپڑا پر اجرت کے بارے میں جواز کی ایک صورت بیان کی ہے۔ مالک پہلے اجرت میں درہم متعین کرے کہ مہینے کا دس درہم دوں گا، پھر اس درہم کا جو کھانا آتا ہے، ہر روز وہ دے دے۔ تو اجرت جائز ہوجائے گی، کیونکہ اب کوئی جہالت باقی نہیں رہی۔ اور کپڑے کی صورت یہ ہے کہ، کپڑے کی جنس کیا ہوگی، یعنی اونی ہوگی، یا سوتی، وہ بیان کرے، پھر اس کی صفت بیان کرے کہ اعلی ہوگا یا ادنی، پھر کتنا گز کپڑا ہوگا وہ بیان کرے، پھر یہ بھی بیان کرے کہ کب دیگا، تو اب اجرت جائز ہوجائے گی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کی اتنی تفصیل بیان کرنے کے بعد کوئی جہالت باقی نہیں رہی اس لئے اجرت جائز ہوجائے گی

لغت: ذروعها: ذراع، ہاتھ، گز، کہ کتنا گز ہے

ترجمہ: (۱۱۴۸) اگر کھانا اجرت میں رکھا اور اس کی مقدار بیان کردی تو جائز ہوجائے گی (اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے پہلے کہا) اور اس میں مدت متعین کرنے کی شرط نہیں ہے (اس لئے کہ وہ ثمن بن سکتا ہے) لیکن کس جگہ دے گا اس کے بیان کرنے کی شرط ہے

ترجمہ: ۱؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، خلاف صاحبینؒ کے، ہم نے اس کو کتاب البیوع میں ذکر کیا ہے

اصول: گیہوں چونکہ کیلی چیز ہے اس لئے وہ ثمن بھی بن سکتا ہے، اس لئے گیہوں کس جگہ دے گا اس کا تعین ضروری ہے

تشریح: اگر انا کی اجرت میں گیہوں متعین کیا تو اس کی مقدار کیا ہے یہ بیان کرنا ضروری ہے، اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک لیجانے کے لئے کرایہ کی ضرورت ہو تو یہ بھی متعین کرے کہ گیہوں کس جگہ دے گا، یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبین کے نزدیک دینے کی جگہ متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن کب دے گا اس کی مدت بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ بیع سلم میں مبیع کی طرح نہیں ہے

فِي الذِّمَّةِ اِذَا صَارَ مَبِيْعاً وَاِنَّمَا يَصِيْرُ مَبِيْعاً عِنْدَالْاَجَلِ كَمَا فِي السَّلَمِ

(١١٥٠) قَالَ وَلَيْسَ لِلْمُسْتَاجِرِاَنْ يَمْنَعَ زَوْجَهَا مِنْ وَطْيِهَا ١؎ لِاَنَّ الْوَطْئَ حَقُّ الزَّوْجِ فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنْ اَبْطَالِ حَقِّهٖ اَلَا تَرىٰ اَنَّ لَهٗ اَنْ يَّفْسَخَ الْاِجَارَةَ اِذَالَمْ يُعْلَمْ بِهٖ صِيَانَةً لِحَقِّهٖ اِلَّا اَنَّ الْمُسْتَاجِرَيَمْنَعُهٗ مِنْ غَشْيَانِهَا فِي مَنْزِلِهٖ لِاَنَّ الْمَنْزِلَ حَقُّهٗ

(١١٥١) فَاِنْ حَبِلَتْ كَانَ لَهُمْ اَنْ يَفْسَخُوْا الْاِجَارَةَ اِذَا خَافُوْا عَلَى الصَّبِيِّ مِنْ لَبَنِهَا ١؎ لِاَنَّ لَبَنَ الْحَامِلِ يُفْسِدُ الصَّبِيَّ فَلِهٰذَا كَانَ لَهُمُ الْفَسْخُ اِذَامَرِضَتْ اَيْضاً

ترجمہ:(۱۱۴۹) اور اگر کپڑا کو اجرت میں متعین کیا تو شرط یہ ہے کہ مقدار اور جنس کے ساتھ دینے کا دن بھی بیان کرے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ ذمے میں قرض ہوتا ہے اس لئے کہ یہ مبیع ہوتی ہے، اور مدت کے وقت مبیع بنتی ہے، جیسا کہ بیع سلم میں ہوتا ہے

اصول: کپڑا کیلی یا وزنی نہیں ہے، یہ ذراع ہے اس لئے یہ ثمن نہیں بنے گا، بلکہ مبیع بنے گا جیسے بیع سلم میں ہوتا ہے، اس لئے اس کے لئے کپڑا دینے کی مدت طے کرنا ضروری ہے

تشریح: انا کی اجرت میں کپڑا طے کیا تو یہ ضروری ہے کہ جنس یعنی کون سا کپڑا دے گا، اور قدر، یعنی کتنا گز کپڑا اجرت میں دے گا، اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کرے کہ کس تاریخ کو دے گا، تب اجرت صحیح ہوگی

وجہ: کیونکہ یہ بیع سلم کی طرح مبیع بن گئی، اور بیع سلم میں مبیع دینے کی تاریخ طے کرے گا تب ہی بیع سلم صحیح ہوتی ہے، ایسا ہی یہاں بھی ہے

ترجمہ:(۱۱۵۰) اور مستاجر کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کے شوہر کو وطی سے روکے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ہم بستری کرنا شوہر کا حق ہے اس لئے اس کے حق کو باطل کرنے کی قدرت نہیں ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ شوہر کو اگر اجرت کا علم نہ ہو تو اس کو اجرت کو فسخ کرنے کا اختیار ہے اس کے حق کو بچانے کے لئے، ہاں مستاجر کو اپنے گھر میں ہم بستری کرنے سے روک سکتا ہے اس لئے یہ گھر اس کا حق ہے

تشریح: مستاجر کو یہ حق نہیں ہے کہ شوہر کو اس انا سے وطی کرنے سے روک دے، کیونکہ یہ اس کا حق ہے، ہاں مستاجر اپنے گھر میں وطی نہ کرنے دے، کیونکہ یہ گھر مستاجر کا ہے اس لئے اپنے گھر میں یہ نہ کرنے دے، لیکن شوہر اپنے گھر انا کو لے جائے اور وہاں وطی کرے تو یہ اس کا حق ہے

ترجمہ:(۱۱۵۱) پس اگر انا حاملہ ہوگئی تو مستاجر کے لئے جائز ہے کہ اجارہ فسخ کردے اگر بچے پر انا کے دودھ سے خوف ہو۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حاملہ عورت کا دودھ بچے کو نقصان دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر انا بیمار ہوجائے تو اجیر کو فسخ کرنے کا حق ہے

تشریح: اگر دودھ پلانے والی عورت حاملہ ہوگئی اور اجیر کو خوف ہوگیا کہ بچہ یہ دودھ پیئے گا تو اس کی صحت خراب ہوگی تو اس کو حق ہے کہ اجارہ توڑ دے اور کسی دوسری انا کا انتظام کرے۔

(۱۱۵۲) وَعَلَيْهَا اَنْ تَصْلُحَ طَعَامَ الصَّبِيِّ ١؎ لِاَنَّ الْعَمَلَ عَلَيْهَا ٢؎ وَالْحَاصِلُ اَنَّهُ يُعْتَبَرُ فِيمَا لَانَصَّ عَلَيْهِ الْعُرْفُ فِي مِثْلِ هٰذَا الْبَابِ فَمَاجَرىٰ بِهِ الْعُرْفُ مِنْ غُسْلِ ثِيَابِ الصَّبِيِّ وَاِصْلَاحِ الطَّعَامِ وَغَيْرِ ذَالِكَ فَهُوَ عَلَى الظِّئْرِ ٣؎ اَمَّا الطَّعَامُ فَعَلىٰ وَالِدِالْوَلَدِ وَمَا ذُكِرَ مُحَمَّدٌ اَنَّ الدُّهْنَ وَالرَّيْحَانَ عَلَى الظِّئْرِ فَذَالِكَ مِنْ عَادَةِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

وجه :(۱) نفع وصول کرنے میں خامی ہوتو اجارہ توڑ سکتا ہے۔(۲) قول صحابی میں ہے کہ نفع حاصل کرنے میں پریشانی ہوتی ہوتو زمین اجرت پر رکھنے سے منع فرمایا۔سألت رافع بن خديج عن كراء الارض بالذهب والورق؟ فقال لا بأس به انما كان الناس يؤاجرون على عهد رسول الله على الماذيانات واقبال الجداول واشياء من الزرع فيهلك هذا ويسلم هذا ويسلم هذا ويهلك هذافلم يكن للناس كراء الا هذا فلذلك زجر عنه فاما شيء معلوم مضمون فلا بأس به (مسلم شریف،باب کراء الارض بالذھب والورق ج ثانی ص ۱۱نمبر ۳۹۵۲/۱۵۴۸)
اس قول صحابی میں اشارہ ہے کہ نقصان ہوتو اجارہ توڑ سکتا ہے

ترجمہ:(۱۱۵۲)انا پر لازم ہے بچے کے کھانے کو درست کرنا۔

ترجمہ:١؎ اس لئے کہ یہ سب کام کرنا انا کے ذمے ہیں

تشریح:دودھ پلانے والی انا اجرت کی وجہ سے دودھ تو پلائے گی ہی،بچے کو کھانے کی ضرورت ہوگی تو اس کا کھانا بنانا اور کھلانا انا ہی کے ذمے ہیں۔عرف میں دودھ پلانے کے ساتھ یہ دونوں کام اجرت میں شامل ہیں۔

اصول:کام کی تصریح نہ ہوتے وقت عرف کا اعتبار ہوگا۔ومتعوهن على الموسع قدره وعلى المقتر قدره متاعا بالمعروف حقا على المحسنين (آیت ۲۳۶ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں عرف عام کا اعتبار کیا گیا ہے۔اس طرح انا کے کام کے بارے میں بھی تصریح نہ ہوتے وقت عرف عام کا اعتبار کیا جائے گا۔

لغت:تصلح:اصلاح کرنا،یہاں مراد ہے کھانا بنانا۔

ترجمہ :٢؎ حاصل یہ ہے کہ جس بات کے بارے میں نص نہیں ہے تو ان سب کے بارے میں عرف کا اعتبار کیا جائے گا، پس عرف میں یہ جاری ہے بچے کے کپڑے کو دھونا،کھانا بنانا تو یہ سب انا پر ہیں

تشریح:واضح ہے

ترجمہ :٣؎ اور کھانے کو لانا یہ بچے کے والد پر ہے۔اور امام محمدؒ نے جو ذکر کیا ہے کہ تیل اور خوشبو لگانا انا پر ہے تو یہ اہل کوفہ کی عادت ہے

تشریح :کھانا بنانا تو انا پر ہے،لیکن کھانے کی چیز خرید کر لانا یہ بچے کے والد کے ذمے ہے وہ اپنے پیسے سے خرید کر لائے گا ،اہل کوفہ کی عادت یہ تھی کہ انا بچے کو تیل کی مالش کرتی تھی،اور خوشبو لگاتی تھی،اس لئے وہاں یہ بھی انا پر لازم ہوگا،کیونکہ یہ انکے

(١١٥٣) وَاِنْ اَرْضَعَتْهُ فِي الْمُدَّةِ بِلَبَنِ شَاةٍ فَلا اَجْرَ لَهَا ۱ لِاَنَّهَا لَمْ تَاْتِ بِعَمَلٍ مُسْتَحِقٍّ عَلَيْهَا وَهُوَ الْاِرْضَاعُ فَاِنَّ هٰذا اِيْجَارٌ وَلَيْسَ بِاِرْضَاعٍ وَاِنَّمَا لَمْ يَجِبِ الْاَجْرُ لِهٰذَا الْمَعْنىٰ اَنَّهُ اخْتَلَفَ الْعَمَلُ.

(١١٥٤) قَالَ وَمَنْ دَفَعَ اِلىٰ حَائِكٍ غَزَلاً لِيَنْسِجَهُ بِالنِّصْفِ فَلَهُ اَجْرُ مِثْلِهِ وَكَذَا اِذَا اسْتَأْجَرَ حِمَاراً يَحْمِلُ عَلَيْهِ طَعَاماً بِقَفِيْزٍ مِنْهُ فَالْاِجَارَةُ فَاسِدَةٌ ۱ لِاَنَّهُ جُعِلَ الْاَجْرُ بَعْضَ مَا يَخْرُجُ مِنْ عَمَلِهِ فَيَصِيْرُ فِي مَعْنىٰ قَفِيْزِ الطَّحَانِ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلامُ عَنْهُ وَهُوَ اَنْ يَّسْتَاجِرَ ثَوْراً لِيَطْحَنَ لَهُ

عرف میں تھا

ترجمہ:(۱۱۵۳)اوراگر بچے کواس مدت میں بکری کا دودھ پلایا توانا کے لئے اجرت نہیں ہے۔

ترجمہ:۱ اس کی وجہ یہ ہے کہ جوکام انا پر واجب تھا وہ نہیں کیا،اور وہ تھا اپنا دودھ پلانا،اور بکری کا دودھ دیا تو یہ منہ میں دودھ ڈالنا ہوا دودھ پلانا نہیں ہوا اس کی وجہ سے اجرت واجب نہیں ہوگی، کیونکہ کام بدل گیا

تشریح:مثلا سال بھر کے لئے انا کو اپنا دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لیا اور انا نے اپنا دودھ پلانے کے بجائے بکری کا دودھ پلاتی رہی تو اس کو دودھ پلانے کی اجرت نہیں ملے گی۔

وجہ:اجرت اپنا دودھ پلانے کی تھی بکری کا دودھ پلانے کی نہیں۔یہ تو بچے کے والدین بھی کر سکتے تھے اس لئے اس کو دودھ پلانے کی اجرت نہیں ملے گی۔البتہ جو خدمت کی ہے اس کی اجرت مل جائے گی۔

اصول شرط کی مخالفت کرے تو اجرت نہیں ملے گی۔حدیث میں ہے المسلمون عند شروطھم (بخاری شریف نمبر۲۲۷۴)

ترجمہ:(۱۱۵۴) اگر کسی نے جولاہے کو سوت دیا تا کہ اس کو آدھے کپڑے کے بدلے میں بن دے تو (اجرت فاسد ہوگئی)اوراجیر کے لئے مثلی اجرت ہوگی،ایسے ہی گدھے کو اجرت پر لیا تا کہ اس پر گیہوں لادے اوراس گیہوں سے ایک قفیز اجرت ہوتو بھی اجارہ فاسد ہوگا

ترجمہ:۱ اس لئے کہ جو اس کے کام سے نکلے گا اس میں سے کچھ اجرت ہوگی،اس لئے قفیز الطحان کے معنی میں ہو گیا،اور حال یہ ہے کہ حضور ؐ نے قفیز الطحان سے روکا،اوراس کی صورت یہ ہے کہ بیل اجرت پر لے تا کہ اس کے لئے گیہوں پیس دے اوراس آٹے میں سے ایک قفیز اجرت ہوگی، یہ بہت بڑا قاعدہ ہے جس سے بہت سے اجارات کا فاسد ہونا معلوم ہوگا، خاص طور پر ہمارے ملکوں میں

اصول اجرت کا اصول یہ ہے کہ کام سے پہلے اجرت کی چیز مالک کے پاس موجود ہو تب اجرت صحیح ہوگی۔لیکن اگر ایسا ہے کہ اجیر کے کام کے بعد،اجیر کے کام سے اجرت کی چیز نکلے تو یہ اجرت فاسد ہے،اوراس صورت میں مثلی اجرت لازم ہوگی یہ مسئلہ کتاب الاصل میں ہے (کتاب الاصل لمحمد،باب الاجارۃ الفاسدۃ،ومالا یجوز ج۴،ص۱۴)

تشریح:جو آدمی کپڑا بنتا ہے اس کو دھاگا دیا اور یہ کہا کہ کپڑا بننے کی اجرت اسی کپڑے میں سے آدھا کپڑا ہوگا، دوسرا مسئلہ

حِنْطَةً بِقَفِيْزٍ مِنْ دَقِيْقَةٍ وَهٰذَا اَصْلٌ كَبِيْرٌ يُعْرَفُ بِهٖ فَسَادٌ كَبِيْرٌ مِنَ الْاِجَارَاتِ لَا سِيِّمَا فِي دِيَارِنَا ٢ وَالْمَعْنٰى فِيْهِ اَنَّ الْمُسْتَاجِرَ عَاجِزٌ عَنْ تَسْلِيْمِ الْاَجْرِ وَهُوَ بَعْضُ الْمَنْسُوْجِ وَالْمَحْمُوْلِ اَوْ حُصُوْلِهٖ بِفِعْلِ الْاَجِيْرِ فَلَا يُعَدُّ هُوَ قَادِراً بِقُدْرَةِ غَيْرِهٖ. ٣ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا اسْتَاجَرَهُ لِيَحْمِلَ نِصْفَ طَعَامِهٖ بِالنِّصْفِ الْآخَرِ حَيْثُ لَايَجِبُ لَهُ الْاَجْرُ لِاَنَّ الْمُسْتَاجِرَ مَلَّكَ الْاَجِرَ فِي الْحَالِ بِالتَّعْجِيْلِ فَصَارَ مُشْتَرِكاً بَيْنَهُمَا وَمَنِ اسْتَاجَرَ رَجُلًا لِحَمْلِ طَعَامٍ مُشْتَرِكٍ بَيْنَهُمَا لَا يَجِبُ الْاَجْرُ لِاَنَّ مَا مِنْ جُزْءٍ يَحْمِلُهُ اِلَّا وَهُوَ عَامِلٌ لِنَفْسِهٖ فِيْهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ تَسْلِيْمُ الْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ

یہ ہے کہ گدھا گیہوں لادنے کے لئے اجرت پر لیا اور یہ کہا کہ اسی گیہوں میں سے ایک قفیز گیہوں اجرت میں دوں گا، تو یہ دونوں اجارہ فاسد ہو جائے گا، اور یہ کام کر دیا تو بازار میں اس کی جو اجرت ہو سکتی ہے وہ اجرت لازم ہوگی، لیکن جو اجرت طے ہوئی ہے، اگر بازار کی اجرت اس سے زیادہ ہو جائے تو وہی اجرت ملے گی جو طے ہوئی تھی،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اجرت طے کرتے وقت اجرت کی چیز مالک کے پاس موجود ہونی چاہئے، اور یہاں یہ ہو رہا ہے کہ اجیر کے کام کے بعد اس کام سے اجرت کی چیز پیدا ہو رہی ہے اس لئے یہ اجارہ جائز نہیں ہے، یہ اجارہ فاسد ہو گیا، اس لئے مثلی اجرت لازم ہوگی (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ قفیز الطحان سے منع کیا ہے۔ عن ابی سعید الخدری، قال نهی عن عسیب الفحل زاد عبید الله وعن قفیز الطحان۔ (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ۳، ص ۴۶۸، نمبر ۲۹۸۵) اس قول صحابی میں ہے

لغت:: قفیز الطحان: طحان کا ترجمہ ہے آٹا پیسنا، قفیز الطحان کی صورت یہ ہوتی ہے کہ آٹا پیسنے کے لئے دے اور اجرت یہ طے کرے کہ اسی آٹے میں سے ایک قفیز اجرت دیں گے۔ ثور: بیل۔ قفیز: ایک قسم کا وزن

ترجمہ: ۲ اور اجرت فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اجرت پر لینے والا اجرت کے سپرد کرنے سے عاجز ہے، کیونکہ وہ بعض بنا ہوا کپڑا ہے، یا جو گیہوں لادا ہے وہ ہے، اور یہ اجیر کے فعل سے حاصل ہوگا، اس لئے دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار کیا جائے گا

تشریح: یہ اجارہ جائز نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مالک کے پاس اجرت کا پیسہ نہیں ہے، بلکہ اجیر کے کام کرنے کے بعد پیدا ہوگا، اور دوسرے کی قدرت سے اجرت دینے پر قدرت ہوگی، اس لئے یہ اجارہ فاسد ہوگا

ترجمہ: ۳ بخلاف گیہوں اٹھانے کے لئے اجرت پر لیا اور پہلے ہی اس میں سے آدھا گیہوں اجرت پر دے دیا، تو اس سے اجرت ہی واجب نہیں ہوگی، اس لئے کہ مستاجر نے اجیر کو پہلے ہی آدھے گیہوں کا مالک بنا دیا ہے، اس لئے اجیر اور مستاجر شریک ہو گئے، اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی نے مشترک گیہوں اٹھانے کے لئے اجرت پر لیا تو اجرت واجب نہیں ہوگی، اس لئے کہ اجیر جو گیہوں بھی اٹھائے گا اس میں سے آدھا اپنے لئے ہے اس لئے معقود علیہ سونپنا متحقق نہیں ہوا

تشریح: زید کے پاس بیس کلو گیہوں تھا اس میں سے آدھا دس کلو گیہوں عمر اجیر کو دیکر کہا کہ اس گیہوں کو اٹھاو، تو اجیر کے لئے اجرت نہیں ہوگی،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے عمر اجیر جو گیہوں بھی اٹھائے گا اس میں آدھا گیہوں خود عمر اجیر کا ہے، اس لئے مستاجر کے لئے اٹھانا پایا

(١١٥٥) وَلَا يُجَاوِزُ بِالْاَجْرِ قَفِيْزاً لِ لِاَنَّهُ لَمَّا فَسَدَتِ الْاِجَارَةُ فَالْوَاجِبُ الْاَقَلُّ مِمَّا سُمِّى وَمِنْ اَجْرِ الْمِثْلِ لِاَنَّهُ رَضِىَ بِحَطِّ الزِّيَادَةِ ٢ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا اشْتَرَكَا فِى الْاِحْتِطَابِ حَيْثُ يَجِبُ الْاَجْرُ بَالِغاً مَابَلَغَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِاَنَّ الْمُسَمّٰى هُنَاكَ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ فَلَمْ يَصِحَّ الْحَطُّ.

(١١٥٦) قَالَ وَمَنِ اسْتَاجَرَ رَجُلاً لِيُخْبِزَ لَهُ هَذِهِ الْعَشَرَةَ الْمَخَاتِيْمَ الْيَوْمَ بِدِرْهَمٍ فَهُوَ فَاسِدٌ لِ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِى حَنِيفَةَ

ہی نہیں گیا، اس لئے اس کو اجرت نہیں ملے گی

ترجمہ:(١١٥٥) لیکن مثلی اجرت ایک قفیز سے زیادہ نہ ہو

ترجمہ: لِ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اجارہ فاسد ہو گیا تو مثلی اجرت اور جو آپس میں طے ہوا ہے اس میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگا، اس لئے اجیر جو کم اجرت ہے اس پر راضی ہو گیا ہے

تشریح: اجرت فاسد ہو گئی تو مثلی اجرت، اور جو آپس میں طے ہوئی ہے اس میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی، مثلا بازار کی مثلی اجرت دس درہم ہے، اور آپس میں جو طے ہوئی وہ آٹھ درہم ہے تو اب آٹھ درہم ہی لازم ہوگا، اور اگر مثلی اجرت پانچ درہم ہے تو پانچ درہم لازم ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اجیر خود آٹھ درہم پر راضی ہو گیا تھا، اس لئے آٹھ درہم ہی لازم ہوگا

ترجمہ: ٢ یہ بخلاف لکڑیاں چننے میں دو آدمی شریک ہو گئے تو امام محمدؒ کے نزدیک جتنی اجرت ہو سکے سب ملے گی، اس لئے متعین اجرت یہاں معلوم نہیں ہے تو کم کرنا صحیح نہیں ہے

تشریح: زید اور عمر لکڑی چننے کے لئے آدھے پر شریک ہوئے، تو قاعدہ یہ ہے کہ جو لکڑی چنے گا لکڑی کا مالک وہی ہوگا، اور جو گٹھری باندھے گا اس کو اس کی اجرت ملے گی، اب اجرت فاسد ہو گئی تو گٹھری باندھنے والے کی بازاری اجرت جتنی ہو سکتی ہے اتنی ملے گی

وجہ: یہاں پہلے سے اجرت طے نہیں ہے کہ یوں کہا جائے کہ اجیر اسی اجرت پر راضی ہوا تھا، اس لئے کم کرنے کا سوال نہیں ہوتا ہے، اس لئے بازار کی جو اجرت ہوگی وہ ملے گی

ترجمہ:(١١٥٦) کسی نے روٹی پکانے کے لئے اجرت پر لیا دس کلو آٹا آج ہی کے دن ایک درہم میں تو یہ اجارہ فاسد ہے

ترجمہ: لِ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے

تشریح: یہاں دو قسم کی اجرت ایک ساتھ ہو گئی ہیں اس لئے اجرت فاسد ہو گئی ۔ ١۔ یہاں جب یہ کہا کہ دس کلو آٹے کی روٹی بناؤ تو کام کرنے کی اجرت ہوئی چاہے جتنے وقت میں ہو، اس میں مستاجر کا نفع ہے ۔ ٢۔ اور جب کہا کہ ایک دن میں بناؤ تو اس میں دن بھر میں جتنا کلو بنا دے، اس نفع پر اجرت ہے، بس دن بھر مستاجر کو دے دے تو اجرت لازم ہو جائے گی، اس صورت میں اجیر کا نفع ہے ۔ چونکہ یہاں دونوں قسم کا اجارہ ہے ایک میں مستاجر کا نفع ہے اور دوسرے میں اجیر کا نفع ہے، اس لئے جھگڑا

۲؎ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ فِى الْاِجَارَاتِ هُوَ جَائِزٌ لِاَنَّهٗ يَجْعَلُ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ عَمَلاً وَيَجْعَلُ ذِكْرَ الْوَقْتِ لِلْاِسْتِعْجَالِ تَصْحِيْحاً لِلْعَقْدِ فَتَرْتَفِعُ الْجِهَالَةُ ۳؎ وَلَهٗ اَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ مَجْهُوْلٌ لِاَنَّ ذِكْرَ الْوَقْتِ يُوْجِبُ كَوْنَ الْمَنْفَعَةِ مَعْقُوْداً عَلَيْهَا وَذِكْرَ الْعَمَلِ يُوْجِبُ كَوْنَهٗ مَعْقُوْداً عَلَيْهِ وَلَا تَرْجِيْعَ وَنَفْعُ الْمُسْتَاجِرِ فِى الثَّانِى وَنَفْعُ الْاَجِيْرِ فِى الْاَوَّلِ فَيُفْضِى اِلَى الْمُنَازَعَةِ ۴؎ وَعَنْ اَبِى حَنِيْفَةَؒ اَنَّهٗ يَصِحُّ الْاِجَارَةُ اِذَا قَالَ فِى الْيَوْمِ وَقَدْ سَمّٰى عَمَلاً لِاَنَّهٗ لِلظَّرْفِ فَكَانَ الْمَعْقُوْدُ عَلَيْهِ الْعَمَلُ بِخِلَافِ قَوْلِهٖ اَلْيَوْمَ وَقَدْ مَرَّ مِثْلُهٗ فِى الطَّلَاقِ.

ہوگا اس لئے اجارہ فاسد ہو جائے گا

ترجمہ:۲؎ امام ابو یوسف، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ اجارہ جائز ہے، کیونکہ دس کلو آٹے کی روٹی بنانے کا اجارہ ہے، اور ایک دن وقت کا ذکر کرنا جلدی کرنے کے لئے ہے اور عقد کو درست کرنے کے لئے ہے اس لئے جہالت ختم ہوگئی (اس لئے اجارہ درست ہو جائے گا)

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ یہاں دو اجارہ نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی اجارہ ہے، یعنی دس کلو آٹے کی روٹی بناو، اور وقت کا ذکر کرنا جلدی کرنے کے لئے ہے، اس لئے جہالت نہیں ہوئی، اس لئے اجارہ درست ہو جائے گا

ترجمہ:۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس پر اجارہ ہوا ہے وہ مجہول ہے، اس لئے کہ وقت کے ذکر کرنے معقود علیہ منفعت ہے (یعنی دن بھر میں جتنی روٹی بھی بنا دے، ایک درہم اجرت ہو جائے گی)، اور کام کے ذکر کرنے میں واجب کرتا ہے کہ کام معقود علیہ ہو (یعنی دس کلو کا بنانے پر ہی ایک درہم ملے گا) اور اس میں کوئی ترجیح نہیں ہے، اور مستاجر کا نفع دوسرے میں ہے (یعنی دس کلو کی روٹی بنا دے) اور اجیر کا نفع پہلے میں ہے (یعنی دن بھر لگا دے چاہے جتنی روٹی بنائے) اس لئے یہ جھگڑے کی طرف پہنچائے گی

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل ہے کہ دس کلو بنانے میں مستاجر کا نفع ہے، اور دن بھر لگا دے اس میں اجیر کا نفع ہے، اور اس میں دونوں اجارے کا ذکر ہے، اس لئے جہالت ہوگئی، اس لئے اجارہ فاسد ہو جائے گا

ترجمہ:۴؎ امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر، الیوم، کے بجائے، فی الیوم، کہے اور کام کا ذکر کرے تو اجارہ جائز ہو جائے گا، اس لئے، فی الیوم، ظرف کے لئے ہے اس لئے عقد کام پر (یعنی دس کلو آٹا پکانے پر) ہوگا، بخلاف الیوم کہے اور اس کی مثال کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر الیوم کے بجائے، فی الیوم، کہے اور دس کلو آٹا بنانے کا اجارہ کیا تو اب اجارہ صحیح ہو جائے گا،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ، فی، کا لفظ ظرف کے لئے ہے، یعنی دن بھر میں یہ کام کر لو، یعنی اصل اجارہ تو دس کلو پر ہے، لیکن فی

(۱۱۵۷) قَالَ وَمَنِ اسْتَاجَرَ اَرْضاً عَلٰی اَنْ يُّكَرِّبَهَا وَيَزْرَعَهَا اَوْيَسْقِيَهَا فَهُوَ جَائِزٌ ۱؎ لِاَنَّ الزِّرَاعَةَ مُسْتَحِقَّةٌ بِالْعَقْدِ وَلَا تَتَاتّٰی الزِّرَاعَةَ اِلَّا بِالسَّقْيِ وَالْكِرَابِ فَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُسْتَحِقاً وَكُلُّ شَرْطٍ هٰذِهٖ صِفَتُهُ يَكُوْنُ مِنْ مُقْتَضِيَاتِ الْعَقْدِ فَذَكَرَهُ لَايُوْجِبُ الْفَسَادَ ۲؎ فَاِنْ شَرَطَ اَنْ يُثَنِّيَهَا اَوْ يُكَرِیَ اَنْهَارَهَا اَوْ يُسَرْقِنَهَا فَهُوَ فَاسِدٌ لِاَنَّهُ يَبْقٰی اَثَرُهُ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ وَاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُقْتَضِيَاتِ الْعَقْدِ وَفِيْهِ مَنْفَعَةٌ لِاَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَمَاهٰذَاحَالُهُ يُوْجِبُ الْفَسَادَ ۳؎ وَلِاَنَّ مُؤَاجِرَ الْاَرْضِ يَصِيْرُ مُسْتَأْجِراً مَنَافِعَ الْاَجِيْرِ

الیوم، کہہ کر یہ بتانا ہے کہ دن بھر میں یہ کام کرلو، اس لئے اس صورت میں یہ اجارہ درست ہو جائے گا

ترجمہ :(۱۱۵۷) کسی نے زمین اجرت پر لی اس شرط پر کہ زمین کو جوتے، اس میں بوئے، اس کو سیراب کرے تو اجرت جائز ہے

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ کھیتی کرنا عقد کی وجہ سے مستحق ہوا، اور کھیتی بغیر سیراب کرنے، اور جوتنے کے نہیں ہوتی، تو دونوں کا استحقاق ہوگا، اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ صفت جو عقد کے تقاضے میں ہیں اس کے ذکر کرنے سے فساد واجب نہیں ہوگا

اصول:اجرت کے جو تقاضے ہیں اسی کی شرط لگائی تو اجرت فاسد نہیں ہوگی

تشریح :زمین اجرت پر لی، اور مالک نے ایسی شرط لگائی جو کھیتی کرنے کے لئے ضروری ہے تو اس سے اجرت فاسد نہیں ہو گی، مثلا مالک نے شرط لگائی کہ کھیت کو جوتو گے، یا کھیتی کرو گے، یا اس کو سیراب کرو گے تو اس سے اجرت فاسد نہیں ہوگی

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ کھیتی کرنا، اس کو جوتنا، اس کو سیراب کرنا کھیتی کرنے کے لئے یہ سب ضروری ہیں، اس لئے اس کے شرط لگانے سے اجارہ فاسد نہیں ہوگا

لغت: یکرب: زمین جوتنا۔ یزرع: بونا۔ یسقی: سیراب کرنا

ترجمہ:۲؎ اور اگر زمین کے مالک نے شرط لگائی کہ دو مرتبہ کھیت جوتے، یا نہر کھود دے، یا زمین میں کھاد ڈال دے تو اجارہ فاسد ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کا اثر مدت ختم ہو جانے کے بعد تک باقی رہے گا، دوسری بات یہ ہے کہ یہ سب عقد کے تقاضے کی چیز نہیں ہیں، اور اس میں دو عقد کرنے والوں میں سے ایک کا فائدہ ہے، اور جس کی یہ حالت ہو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے

اصول:ایسی شرط لگائی جو اجرت کے تقاضے کے خلاف ہے اس سے اجرت فاسد ہو جائے گی

تشریح :یہاں زمین کے مالک نے تین باتوں کی شرط لگائی ہیں، اور یہ تینوں کھیتی کرنے کی شرط میں نہیں ہیں، اور اس سے زمین کے مالک کے فائدے ہیں، اس لئے ان سے اجارہ فاسد ہو جائے گا

ترجمہ:۳؎ اور اس لئے کہ زمین کو اجرت پر دینے والا اجیر کے نفع کو اجرت پر لینے والا ہو گیا، اس طرح کہ مدت کے ختم ہونے کے بعد بھی نفع باقی رہے گا، اس لئے صفقہ یعنی عقد میں دو صفقے ہو گئے، حالانکہ اس سے منع کیا گیا ہے

تشریح :جب زمین والے نے یہ شرط لگائی کہ نہر کھود و گے تو اس کا نفع مدت ختم ہونے کے بعد بھی زمین والے کے لئے باقی

عَلٰی وَجْہٍ یَبْقٰی بَعْدَ الْمُدَّۃِ فَیَصِیْرُ صَفْقَتَانِ فِیْ صَفْقَۃٍ وَھُوَ مَنْھِیٌّ عَنْہُ ۴؎ ثُمَّ قِیْلَ اَلْمُرَادُ بِالتَّثْنِیَۃِ اَنْ یَّرُدَّھَامَکْرُوْبَۃً وَلَا شُبْھَۃَ فِیْ فَسَادِہٖ ۵؎ وَقِیْلَ اَنْ یُکَرِّبَھَا مَرَّتَیْنِ وَھٰذَا فِیْ مَوْضَعٍ تَخْرُجُ الْاَرْضُ الرِّیْعَ بِالْکُرَابِ مَرَّۃً وَالْمُدَّۃُ سَنَۃٌ وَاحِدَۃٌ وَاِنْ کَانَتْ ثَلٰثُ سِنِیْنَ لَا تَبْقٰی مَنْفَعَتُہُ ۶؎ وَلَیْسَ الْمُرَادُ بِکُرَی الْاَنْھَارِ الْجَدَاوِلِ بَلِ الْمُرَادُ مِنْھَا الْاَنْھَارُ الْعِظَامُ ھُوَ الصَّحِیْحُ لِاَنَّہُ تَبْقٰی مَنْفَعَتُہُ فِی الْعَامِ الْقَابِلِ.

(۱۱۵۸) قَالَ وَاِنِ اسْتَاجَرَھَا لِیَزْرَعَھَا بِزِرَاعَۃِ اَرْضٍ اُخْرٰی فَلَا خَیْرَ فِیْہِ

رہے گا، تو یوں ہو گیا کہ زمین والے نے اپنی زمین اجرت پر دی، ساتھ ہی زمین والے نے اجیر کا نفع زمین کے بدلے اجرت پر لی، تو ایک عقد میں دو عقد جمع ہو گئے، اور قول صحابی میں اس کو منع کیا ہے اس لئے یہ اجارہ فاسد ہو جائے گا

وجہ: قول صحابی یہ ہے۔ عن عبد اللہ قال لا تصلح صفقتان فی صفقۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یبیع البیع علی ان یاخذ الدینار بکذا، ج ۵، ص ۱۲، نمبر ۲۳۲۴۷) اس قول صحابی میں ہے کہ ایک صفقہ میں دو صفقے کی صلاحیت نہیں رکھتے

ترجمہ: ۴؎ اور پر تھا یثنیھا، اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جوتی ہوئی زمین اجیر واپس کر دے، اس کے فساد میں کوئی شبہ نہیں ہے

تشریح: اجرت میں یہ شرط لگانا کہ جوتی ہوئی زمین، زمین والے کو واپس کر دے یہ شرط فاسد ہے اس سے اجارہ فاسد ہوگا

ترجمہ: ۵؎ اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ زمین کو دو مرتبہ جوتے، اور یہ شرط ایسی زمین کے بارے میں لگائے جس میں ایک مرتبہ جوتنے سے کھیتی ہو جاتی ہے، اور ایک ہی سال کی مدت ہے، (تو اجارہ فاسد ہو جائے گا) اور اگر تین سال کا اجارہ ہے تو یہ نفع وہاں تک باقی نہیں رہے گا (اس لائے اجارہ درست ہو جائے گا)

تشریح: جس کھیت کو ایک مرتبہ جوتنے سے کھیتی ہو جاتی ہے، اور ایک سال کا اجارہ ہے، اب اس میں دو مرتبہ جوتنے کی شرط لگانے کا مطلب یہ ہوا کہ سال گزرنے کے بعد یہ نرم زمین کا نفع زمین والے کو ملے گا اس لئے یہ اجارہ فاسد ہو جائے گا، لیکن اگر تین سال کے لئے اجارہ پر زمین لی ہے، اور پہلے سال میں دو مرتبہ جوتنے کی شرط لگائی تو اس کا نفع تین سال تک نہیں رہے گا، اور زمین والے کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اس لئے یہ اجارہ صحیح رہے گا

ترجمہ: ۶؎ اور ندی کھودنے کا مطلب نالی کھودنا نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد بڑا نہر کھودنا ہے اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ اس کا نفع اگلے سال باقی رہے گا

تشریح: اگر زمین کے مالک نے یوں شرط لگائی کہ زمین میں چھوٹی چھوٹی نالی بناؤ تو اس سے اجارہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ اس نالی کے بغیر کھیتی نہیں ہوتی ہے، اس لئے یہ کھیتی کے تقاضے کے مطابق ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کافی نہر بناؤ تو اس سے اجارہ فاسد ہوگا، کیونکہ یہ نہر بعد تک باقی رہے گا، اور اس کا فائدہ مالک کو ہوگا، اس لئے اس سے اجارہ فاسد ہو جائے گا

ترجمہ: (۱۱۵۸) کھیت کو اجرت پر لیا، اور یوں کہا کہ اس کی اجرت میں دوسری زمین کا شتکاری کرنے کے لئے دو تو یہ جائز نہیں

اصول: نفع میں بھی ادھار کے بدلے ادھار ہو تو جائز نہیں ہے

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ هُوَ جَائِزٌ وَعَلیٰ هٰذَا اِجَارَةُ السُّکْنیٰ بِالسُّکْنیٰ وَاللُّبْسِ بِاللُّبْسِ وَالرُّکُوْبِ بِالرُّکُوْبِ لَهٗ اَنَّ الْمَنَافِعَ بِمَنْزِلَةِ الْاَعْیَانِ حَتّٰی جَازَتِ الْاِجَارَةُ بِاُجْرَةٍ دَیْنٍ وَلَا یَصِیْرُ دَیْنًا بِدَیْنٍ ۲؎ وَلَنَا اَنَّ الْجِنْسَ بِانْفِرَادِهٖ یَحْرُمُ النِّسَاءُ عِنْدَنَا فَصَارَ کَبَیْعِ الْقُوْهِیِ بِالْقُوْهِیِ نَسِیْئَةً وَاِلٰی هٰذَا اَشَارَ مُحَمَّدٌ ۳؎ وَلِاَنَّ الْاِجَارَةَ جَوَّزَتْ بِخِلَافِ الْقِیَاسِ لِلْحَاجَةِ وَلَا حَاجَةَ عِنْدَ اِتِّحَادِ الْجِنْسِ بِخِلَافِ مَا اِذَا اخْتَلَفَ جِنْسُ الْمَنْفَعَةِ.

تشریح :زمین کے مالک نے یوں کہا کہ میری زمین کھیتی کرنے لو اور اجرت میں تمہاری زمین کھیتی کرنے دو تو یہ اجارہ صحیح نہیں ہے

وجہ:(۱) دونوں طرف ایک ہی جنس کا نفع ہے، اور ایک جنس کی چیز ہو تو ادھار جائز نہیں ہے، یہاں نفع بھی ادھار ہوگا اس لئے جائز نہیں ہوگا (۲)۔سمعت اذنای رسول الله ﷺ یقول : لا تبیعوا الذهب بالذهب و لا تبیعوا الورق بالورق الا مثلا بمثل و لا تشفوا بعضه علی بعض و لا تبیعوا شیئا غائبا منه بناجز الا یدا بید۔(مسلم شریف، باب الربا، نمبر ۱۵۸۴) اس حدیث میں ہے کہ ایک جنس کی دونوں چیزیں ہوں تو ادھا بیچنا جائز نہیں ہے

ترجمہ:۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جائز ہے، اور اسی اختلاف پر ہے رہائش کو رہائش کے بدلے میں اجرت پر لے، یا لباس کو لباس کے بدلے میں اجرت پر لے، یا سواری کو سواری کے بدلے میں اجرت پر لے، امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفع عینی چیز کے درجے میں ہے یعنی گویا کہ ابھی موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ اجرت ادھا ہو تو بھی اجارہ جائز ہے، اس لئے یہاں ادھار کے بدلے ادھار نہیں ہوا

اصول:امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ نفع عینی چیز کی طرح ابھی موجود رہتا ہے

تشریح :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کھیت کا نفع عینی چیز کی طرح موجود رہتا ہے، اس لئے وہ ادھار ہوا ہی نہیں اس لئے کھیت کے بدلے کھیت کو اجرت پر لینا جائز ہوگا

وجہ:اس کی ایک مثال یہ دیتے ہیں کہ اجیر کی اجرت ادھار رکھ لے تو وہ جائز ہے، تو اگر وہ عینی چیز کی طرح موجود نہ ہو تو ادھا کیسے رکھ سکتا ہے، ورنہ اجیر کا نفع بھی ادھار، اور اجرت بھی ادھار ہو جائے گا، اور اجارہ جائز ہی نہ ہو، اس لئے ادھار کے بدلے ادھار نہیں ہوا

ترجمہ :۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ تنہا ایک ہی جنس کی چیز ہو تب بھی ہمارے یہاں ادھار جائز نہیں ہے، اس لئے کوہستانی کپڑے کی بیع کوہستانی کپڑے کے بدلے میں ادھار ہوگئی، اس لئے جائز نہیں ہوگی، اور حضرت امام محمد نے اپنے متن میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تشریح :کوہستانی کپڑے کو کوہستانی کپڑے کے بدلے ادھار بیچے تو جائز نہیں کیونکہ حضورؐ نے ایک جنس کی چیز کو ادھار بیچنا جائز قرار نہیں دیا ہے، اسی طرح یہاں بھی زمین کا نفع زمین کے نفع کے بدلے اجارہ کرنا جائز نہیں ہوگا

ترجمہ:۳؎ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ضرورت کی بنا پر اجارہ کو خلاف قیاس جائز قرار دیا ہے، اور اتحاد جنس کے وقت اس کی ضرورت نہیں ہے، (اس لئے یہ جائز نہیں ہونی چاہئے) بخلاف جبکہ نفع کی جنس الگ الگ ہو

تشریح :اختلاف جنس کے وقت ضرورت کی بنا پر اجارہ جائز قرار دیا ہے، کیونکہ نفع معدوم ہوتا ہے، لیکن ایک ہی جنس کی

(۱۱۵۹) قَالَ وَاِذَا كَانَ الطَّعَامُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَاسْتَأْجَرَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ اَوْ حِمَارَ صَاحِبِهِ عَلٰى اَنْ يَحْمِلَ نَصِيْبَهُ فَحَمَلَ الطَّعَامَ كُلَّهُ فَلَا اَجْرَ لَهُ ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَهُ الْمُسَمّٰى لِاَنَّ الْمَنْفَعَةَ عَيْنٌ عِنْدَهٗ وَبَيْعُ الْعَيْنِ شَائِعاً جَائِزٌ فَصَارَ كَمَا اِذَا اسْتَأْجَرَ دَاراً مُشْتَرَكَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهٖ لِيَضَعَ فِيْهَا الطَّعَامُ اَوْ

دونوں نفع ہوں تو اب ضرورت نہیں ہے، کیونکہ دونوں کے پاس وہ نفع موجود ہی ہے، بس تھوڑا اچھا تھوڑا خراب ہے، اس لئے یہ اجارہ جائز نہیں ہونا چاہئے

ترجمہ :(۱۱۵۹) اگر گیہوں دو آدمیوں کے درمیان میں تھا، پھر ایک آدمی نے دوسرے کو اجرت پر اپنا حصہ اٹھانے کے لئے لیا، یا دوسرے کے گدھے کو اپنا حصہ اٹھانے کے لئے لیا، اس آدمی نے پورے گیہوں اٹھا لئے تو اس کو کچھ بھی اجرت نہیں ملے گی

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آدھے گیہوں کی اجرت کا تعین ہی نہیں ہوا اس لئے اجرت نہیں ملے گی

تشریح : زید اور عمر تیس کلو گیہوں میں شریک تھی زید نے عمر کو اجرت پر لیا کہ میرا حصہ پندرہ کلو گیہوں اٹھا کر بازار لے جاو اور دس روپئے اجرت ہوگی، عمر نے صرف زید کا حصہ نہیں اٹھایا بلکہ اپنا حصہ بھی اٹھا کر بازار لے گیا تو عمر کو کوئی اجرت نہیں ملے گی

وجہ :(۱) اٹھانا ایک نفع ہے جو عین شیء کی طرح موجود نہیں ہے، اٹھانے کے بعد وجود میں آئے گا جو مشترک ہو تو اجرت فاسد ہو جائے گی، یہاں اٹھانا مشترک ہو گیا، زید کا حصہ بھی اٹھایا ہے اور اپنا حصہ بھی اٹھایا ہے، اس لئے شائع ہونے کی وجہ سے اجارہ فاسد ہو گیا، ۔ہاں صرف زید کا حصہ اٹھاتا تو اجرت مل جاتی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اجیر جو گیہوں بھی اٹھاتا ہے اس میں آدھا زید کا ہے اور آدھا اپنا بھی ہے تو اس صورت میں نفع مالک کو سپرد کرنا نہیں ہوا اس لئے اس کو اجرت نہیں ملے گی

لغت :حسی، اور امر حکمی میں فرق یہ ہے کہ۔فعل حسی: ایک چیز ابھی موجود نہیں ہے، لیکن جب اس کو انجام دیا جائے گا تو وہ حسی طور پر نظر آئے گا، جیسے گیہوں اٹھانا اجارہ کے وقت موجود نہیں ہے، لیکن گیہوں اٹھاتے وقت وہ حسی طور پر نظر آئے گا، اس کو فعل حسی، کہتے ہیں۔امر حکمی: ایک دماغی چیز ہے نظر نہیں آرہی ہے، لیکن اس کا حکم لگایا جا سکتا ہے، جیسے ملکیت ہونا کوئی نظر آنے والی چیز نہیں ہے، لیکن زمین کے خریدنے کے بعد اس پر ملکیت کا حکم لگایا جاتا ہے، ایسی چیز کو امر حکمی، کہتے ہیں

ترجمہ :۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اجیر کو آدھی اجرت ملے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع ان کے یہاں عین چیز ہے اور عین چیز مشترک ہو تو اس کو بیچنا جائز ہے (اس لئے یہاں اجرت ملے گی) اور ایسا ہو گیا کہ اس کے درمیان اور دوسرے کے درمیان گھر مشترک ہو اس کو گیہوں رکھنے کے لئے اجرت پر دیا ہو، یا مشترک غلام ہوتا کہ کپڑا سیئے اس کو سینے کے لئے اجرت پر لیا تو جائز ہے (اسی طرح یہاں اجرت پر لینا جائز ہے)

تشریح :امام شافعی کے یہاں نفع عین چیز کی طرح موجود مانا گیا ہے، تو جس طرح عین چیز مشترک ہو تو اس کو بیچنا جائز ہے، اسی طرح نفع مشترک ہو تو اس کو بھی اجرت پر لینا جائز ہے۔اس کی دو مثالیں دے رہے ہیں۔۱۔مشترک گھر ہے اس کو ایک شریک اپنا گیہوں رکھنے کے لئے اجرت پر لیا تو سبھی حضرات کے یہاں جائز ہے، اسی طرح مشترک گیہوں کو اٹھانے کے لئے شریک ہی کو اجرت پر لینا جائز ہوگا۔۲۔دوسری مثال یہ ہے کہ غلام مشترک ہے اس کو ایک شریک نے اپنا کپڑا سینے کے لئے

عَبْداً مُشْتَرَكاً لِيُخِيطَ لَهُ الثِّيَابُ ۲؎ وَلَنَا اَنَّهُ اسْتَاجَرَهُ لِعَمَلٍ لَاوُجُوْدَ لَهُ لِاَنَّ الْحَمْلَ فِعْلٌ حِسِّيٌّ لَا يَتَصَوَّرُ فِي الشَّائِعِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّهُ تَصَرُّفٌ حُكْمِيٌّ وَاِذَالَمْ يَتَصَوَّرُ تَسْلِيْمَ الْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ لَا يَجِبُ الْاَجْرُ ۳؎ وَلِاَنَّ مَامِنْ جُزْءٍ يَحْمِلُهُ اِلَّا وَهُوَ شَرِيْكٌ فِيْهِ فَيَكُوْنُ عَامِلاً لِنَفْسِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ التَّسْلِيْمُ ۴؎ بِخِلَافِ الدَّارِ الْمُشْتَرَكَةِ لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ هُنَالِكَ الْمَنَافِعُ وَيَتَحَقَّقُ تَسْلِيْمُهَا بِدُوْنِ وَضْعِ الطَّعَامِ ۵؎ وَبِخِلَافِ الْعَبْدِ لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ اِنَّمَا هُوَ مِلْكُ نَصِيْبِ صَاحِبِهِ وَاَنَّهُ اَمْرٌ حُكْمِيٌّ يُمْكِنُ اِيْقَاعَهُ فِي الشَّائِعِ.

اجرت پر لیا تو جائز ہے، اسی طرح مشترک گیہوں کو ایک شریک کو اٹھانے کے اجرت پر لینا بھی جائز ہوگا۔

لغت: شائعا: مشترک ہونا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ ایک شریک نے ایسے کام کرنے کے لئے اجرت پر لیا جس کا وجود نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اٹھانا حسی فعل ہے مشترک چیز میں اس کے وجود کا تصور نہیں ہے، بخلاف بیع کے کیونکہ اس میں حکمی تصرف کرنا ہے، اور جب معقود علیہ کو سپرد کرنے کا تصور نہیں ہے تو اجرت بھی واجب نہیں ہوگی

تشریح: عبارت تھوڑی پیچیدہ ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اٹھانے کا نفع ایک ایسی چیز ہے جس کا تصور دماغ میں ہوتا ہے، خارج میں عین شیء کی طرح موجود نہیں ہوتا، پھر یہ یہاں مشترک ہے، اس لئے اس کو سپرد کرنا مشکل ہے، اس لئے اجارہ فاسد ہوگا، اور اجیر کو اجرت نہیں ملے گی، باقی رہا مشترک چیز کو بیچنے پر قیاس کرنا تو وہ اس لئے صحیح نہیں ہے، کہ وہاں خرید وفروخت کا حکم ہوتا ہے، اس لئے مشترک پر حکم لگانا جائز ہوگا

ترجمہ: ۳؎ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو گیہوں بھی اجیر اٹھائے گا تو اس میں آدھا خود اپنا بھی ہے اس لئے اپنے لئے ہی کام کرنے والا ہوا اس لئے سپرد کرنا نہیں پایا گیا

تشریح: سپرد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نفع پورے طور پر مستاجر کو دے دے، یہاں صورت حال یہ ہے کہ جو گیہوں بھی اجیر اٹھاتا ہے تو اس میں سے آدھا اپنا ہوتا ہے، اور آدھا مستاجر کا ہوتا ہے، اس لئے مکمل طور پر نفع سپرد کرنا نہیں پایا گیا، اس لئے اس کو اجرت نہیں ملے گی

ترجمہ: ۴؎ بخلاف مشترک گھر کو اجرت پر لینا (اس لئے جائز ہے کہ) معقود علیہ وہاں نفع ہے (یعنی خارج میں گھر موجود ہے) اور بغیر کھانا رکھے ہوئے بھی گھر کو سپرد کرنے سے کرایہ لازم ہو جاتا ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ مشترک گھر کو اجرت پر دینا جائز ہے تو مشترک گیہوں کو اٹھانا بھی جائز ہوگا۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔ مشترک گھر اجرت دینے میں گھر کو سپرد کر دینے سے اجرت لازم ہو جاتی ہے جو خارج میں موجود ہے، چاہے اجیر اس میں گیہوں رکھے یا نہ رکھے، اور گھر کو مستاجر کو سپرد کرنا متحقق ہے اس لئے اجرت لازم ہو جائے گی۔ اور

(۱۱۶۰) وَمَنِ اسْتَاجَرَ اَرْضاً وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهٗ يَزْرَعُهَا اَوْ اَيُّ شَيْءٍ يَزْرَعُهَا فَالْاِجَارَةُ فَاسِدَةٌ ﴿۱﴾ لِاَنَّ الْاَرْضَ تُسْتَاجَرُ لِلزِّرَاعَةِ وَلِغَيْرِهَا وَكَذَا مَا يُزْرَعُ فِيْهَا مُخْتَلِفٌ فَمِنْهُ مَا يَضُرُّ بِالْاَرْضِ وَمَالَا يَضُرُّبُهَا غَيْرُهٗ فَلَمْ يَكُنِ الْمَعْقُوْدُ عَلَيْهِ مَعْلُوْماً فَاِنْ زَرَعَهَا وَمَضَى الْاَجَلِ فَلَهُ الْمُسَمّٰى ﴿۲﴾ وَهٰذَا اِسْتِحْسَانٌ وَفِى الْقِيَاسِ لَا يَجُوْزُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَؒ لِاَنَّهٗ وَقَعَ فَاسِداً فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزاً وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ الْجِهَالَةَ ارْتَفَعَتْ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ فَيَنْقَلِبُ جَائِزاً كَمَا اِذَا ارْتَفَعَتْ فِىْ حَالَةِ الْعَقْدِ ﴿۳﴾ وَصَارَ كَمَا اِذَا اَسْقَطَ الْاَجَلُ الْمَجْهُوْلُ قَبْلَ

گیہوں اٹھانا خارج میں موجود نہیں ہے، اس لئے مشترک گیہوں کو اٹھانے کو سپرد کرنا ناممکن ہے اس لئے اجارہ فاسد ہو جائے گا

ترجمہ: (۱۱۶۰) کسی نے زمین اجرت پر لی اور یہ بیان نہیں کیا کہ بوئے گا (یا مکان تعمیر کرے گا) اور یہ بھی بیان نہیں کیا کہ کیا چیز بوئے گا تو اجارہ فاسد ہو جائے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ زمین کبھی کھیتی کرنے کے لئے کرایہ پر لیتے ہیں، اور کبھی دوسری چیزوں کے لئے (مکان تعمیر کرنے کے لئے)، اور اسی طرح جو کچھ بویا جاتا ہے وہ بھی مختلف ہوتا ہے، بعض کھیتی زمین کو نقصان دیتی ہے، اور کچھ کھیتی نقصان نہیں دیتی اس لئے معقود علیہ (کیا بوئے گا) معلوم نہیں ہے (اس لئے اجارہ فاسد ہو جائے گا)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: لیکن مستاجر نے بو دیا، اور مدت بھی گزر گئی (اور زمین والا کچھ نہیں بولا) تو جتنی اجرت طے ہوئی تھی وہ مل جائے گی

وجہ: جب تین ماہ تک زمین کا مالک کچھ بولا نہیں، اور کیا بویا ہے وہ دیکھتا رہا تو یہ راضی ہونے پر دلیل ہے اس لئے اب اجرت درست ہو جائے گی، اور متعینہ اجرت مل جائے گی

ترجمہ: ۲؎ یہ استحسان کا تقاضہ ہے، لیکن قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جائز نہ ہو اور امام زفرؒ کا قول بھی یہی ہے اس لئے کہ اجارہ فاسد ہو گیا تو اب پلٹ کر جائز نہیں ہوگا، لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ عقد پورا ہونے سے پہلے جہالت ختم ہو گئی ہے اس لئے پلٹ کر جائز ہو جائے گا، جیسے عقد کی حالت میں جہالت اٹھ جائے تو پلٹ کر جائز ہو جاتا ہے

تشریح: قیاس میں تو جائز نہیں ہونا چاہئے لیکن اجارہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے پہلے یہ پتہ چل گیا کہ اس زمین میں کیا بویا ہے، اور اس پر زمین والا خاموش رہا تو جہالت ختم ہو گئی اس لئے اجارہ واقع تو ہوا ہے فاسد لیکن جہالت ختم ہونے کی وجہ سے پلٹ کر جائز ہو گیا

ترجمہ: ۳؎ اور ایسا ہو گیا وقت گزرنے سے پہلے پہلے مجہول مدت ساقط کر دی، یا خیار شرط میں زائد مدت کا اختیار لیا تھا، اور تین دن گزرنے سے پہلے پہلے زائد دن ختم کر دیا تو جائز ہو جاتا ہے

تشریح: اجارہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے پہلے جہالت ختم کر دی تو اجارہ جائز ہو جاتا ہے، اسی طرح بیع میں چار دن کا خیار شرط لے لیا، حالانکہ تین دن کا ہی خیار شرط لینا چاہئے، اس لئے خیار فاسد ہو جائے گا، لیکن تین دن گزرنے سے پہلے چوتھا دن

مَضِیِّهٖ وَالْخِیَارُ الزَّائِدُ فِی الْمُدَّةِ

(۱۱۶۱) وَمَنِ اسْتَأْجَرَ حِمَاراً اِلٰی بَغْدَادَ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ یُسَمِّ مَایَحْمِلُ عَلَیْهِ فَحَمِلَ مَا یَحْمِلُ النَّاسُ فَنَفَقَ فِی بَعْضِ الطَّرِیْقِ فَلَا ضِمَانَ عَلَیْهِ ۱؎ لِاَنَّ الْعَیْنَ الْمُسْتَأْجِرَةَ اَمَانَةٌ فِی یَدِ الْمُسْتَأْجِرِ وَاِنْ کَانَتِ الْاِجَارَةُ فَاسِدَةٌ

(۱۱۶۲) فَاِنْ بَلَغَ اِلٰی بَغْدَادَ فَلَهُ الْاَجْرُ الْمُسَمّٰی ۱؎ اِسْتِحْسَاناً عَلٰی مَا ذَکَرْنَا فِی الْمَسْأَلَةِ الْاُوْلٰی ۲؎ وَاِنِ اخْتَصَمَا قَبْلَ اَنْ یَّحْمِلَ عَلَیْهِ وَفِی الْمَسْئَالَةِ الْاُوْلٰی قَبْلَ اَنْ یَزْرَعَ نُقِضَتِ الْاِجَارَةُ دَفْعاً لِلْفَسَادِ اِذِالْفَسَادُ قَائِمٌ بَعْدُ.

ساقط کر دیا تو اب بیع جائز ہو جائے گی، ٹھیک اسی طرح زمین کے اجارے میں مدت ختم ہونے سے پہلے پہلے جہالت ختم کر دی تو پلٹ کر جائز ہو جائے گا

لغت:الخیار: سے مراد بیع میں خیار شرط ہے، جو تین دن ہی لے سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں

ترجمہ:(۱۱۶۱) کسی نے بغداد تک لیجانے کے لئے گدھا ایک درہم میں اجرت پر لیا، اور یہ متعین نہیں کیا کہ اس پر کیا چیز لادے گا، اب جو چیز لوگ لادتے ہیں وہی لادا پھر گدھا راستے میں مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہیں ہوگا

ترجمہ:۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجرت پر لی ہوئی چیز (گدھا) مستاجر کے ہاتھ میں امانت ہے (اس لئے تعدی کے بغیر ضمان لازم نہیں ہوگا) چاہے اجارہ فاسدہ ہو

تشریح: گدھے پر کیا لادے گا یہ طے نہیں کیا تو اجارہ فاسد رہا، لیکن اجارہ فاسدہ میں بھی گدھا مستاجر کے ہاتھ میں امانت ہے، اور امانت کا قاعدہ یہ ہے کہ اس پر زیادتی کرے گا اور اس سے ہلاک ہوگا تو ضمان لازم ہوگا ورنہ نہیں، یہاں جو چیز لوگ عام طور پر لادتے ہیں وہی لادا ہے، اس لئے تعدی نہیں ہوئی، اس لئے گدھا ہلاک ہوا تو ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ:(۱۱۶۲) اور اگر پھر بھی بغداد تک پہنچ گیا تو اس کو اجرت ملے گی

ترجمہ:۱؎ استحسان کا تقاضہ یہی ہے، جیسے ہم نے پہلے مسئلے میں بیان کیا

تشریح:اجارہ اگر چہ فاسد ہوا ہے، لیکن منزل تک پہنچا دیا تو جہالت ختم ہو گئی اس لئے گدھے والے کو اجرت ملے گی

ترجمہ:۲؎ اور اگر لادنے سے پہلے دونوں جھگڑ گئے، اور پہلے مسئلے میں بونے سے پہلے جھگڑ گئے تو اجارہ ٹوٹ جائے گا فساد کو دفع کرنے کے لئے، اس لئے کہ فساد تو قائم ہے

تشریح:فاسد کے پلٹ کر جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ مدت ختم ہونے تک جھگڑا نہ ہو یہاں اس سے پہلے جھگڑا ہو گیا اس لئے فساد کی وجہ سے اجارہ ٹوٹ جائے گا

باب ضمان الاجیر

(۱۱۶۳) قَالَ اَلْاُجَرَاءُ عَلٰی ضَرْبَیْنِ اَجِیْرٌ مُشْتَرَکٌ وَاَجِیْرٌ خَاصٌ فَالْمُشْتَرَکُ مَنْ لَا یَسْتَحِقُّ الْاُجْرَۃَ حَتّٰی یَعْمَلَ کَالصَّبَّاغِ وَالْقَصَّارِ لِ لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَیْہِ اِذَا کَانَ ھُوَ الْعَمَلُ اَوْ اَثَرُہُ کَانَ لَہُ اَنْ یَعْمَلَ لِلْعَامَّۃِ لِاَنَّ مَنَافِعَہُ لَمْ تَصِرْ مُسْتَحِقَّۃً لِوَاحِدٍ فَمِنْ ھٰذَاالْوَجْہِ یُسَمّٰی اَجِیْراً مُشْتَرَکاً.

(۱۱۶۴) قَالَ وَالْمَتَاعُ اَمَانَۃٌ فِی یَدِہٖ فَاِنْ ھَلَکَ لَمْ یَضْمَنْ شَیْئاً عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَۃَ وَھُوَقَوْلُ زُفَرَ وَیَضْمَنُہُ عِنْدَھُمَا اِلَّا مِنْ شَیْءٍ غَالِبٍ کَالْحَرِیْقِ الْغَالِبِ وَالْعَدُوِّ الْمُکَابِرِ

باب ضمان الاجیر

ترجمہ:(۱۱۶۳)اجیروں کی دو قسمیں ہیں اجیر مشترک اور اجیر خاص، پس اجیر مشترک وہ ہے جو جب تک کام پورا نہ کردے اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔ جیسے رنگریز اور دھوبی۔

تشریح: اجیر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کا کام بھی لیا ہے اور دوسروں کا کام بھی اسی وقت لیا ہے۔ اور اصل اجرت وقت گزرنے پر نہیں ہوتی بلکہ کام کردینے پر ہوتی ہے جس کو ٹھیکا کا کام کہتے ہیں۔ جیسے دس آدمیوں کے کپڑے لئے کہ ان کو رنگ دوں گا اب کپڑا رنگنے پر اجرت ملے گی چاہے وقت کتنا ہی لگے۔ چونکہ یہ بیک وقت کئی آدمیوں سے رنگنے کے لئے کپڑا لیا ہے اس لئے اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں۔ اور اجیر خاص اس کو کہتے ہیں کہ صبح سے شام تک آپ کا ہی کام کرے گا کسی اور کا نہیں کرے گا۔ اور شام ہونے کے بعد اجرت کا مستحق ہو جائے گا چاہے کتنا ہی کم کام کرے۔ چونکہ یہ مخصوص وقت میں صرف آپ کا ہی اجیر ہے کسی اور کا نہیں اس لئے اس کو اجیر خاص کہتے ہیں۔

ترجمہ: لِ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معقود علیہ کا پورا کرنا ہے، یا اس کا اثر ہے، تو اجیر کے لئے گنجائش ہے کہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی کام کرے، اس لئے کا اجیر کا نفع کسی ایک کے لئے مستحق نہیں ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو، اجیر مشترک، کہتے ہیں

تشریح: یہاں معقود علیہ صرف یہ ہے کہ کام پورا کر کے دو، چاہے جتنے وقت میں ہو، اس لئے ان اوقات میں دوسروں کا کام بھی کرسکتا ہے، چونکہ دوسروں کا کام بھی کرسکتا ہے، اس لئے اس کو، اجیر مشترک، کہتے ہیں

ترجمہ: (۱۱۶۴) سامان امانت ہے اس کے ہاتھ میں، اس لئے اگر ہلاک ہو جائے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک کچھ ضامن نہیں ہوگا، امام زفرؒ کے نزدیک ضامن ہوگا۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کا ضامن ہوگا۔ مگر جس میں ہلاک ہونا غالب ہے، جیسے غالب جلنا، اور قاتل دشمن

اصول: یہ مسئلہ چار اصولوں پر ہے۔ ا۔ پہلا اصول یہ ہے کہ امانت کی چیز ہو اور تعدی کئے بغیر ہلاک ہو جائے تو امانت رکھنے والے پر چیز کا ضمان لازم نہیں ہوتا

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ امانت کی چیز کی حفاظت میں کمی، یا تعدی کی اور ہلاک ہوگئی تو سب کے نزدیک ضمان لازم ہوگا

ل لَهُمَا مَارُوِیَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا کَانَا یَضْمَنَانِ الْاَجِیْرَ الْمُشْتَرَکَ

اصول: تیسرا اصول، امام ابوحنیفہؒ کا ہے کہ اجیر مشترک کے پاس جو سامان ہے وہ امانت کی چیز ہے، اس لئے تعدی کے بغیر ہلاک ہوئی تو اجیر پر ضمان لازم نہیں ہوگا

اصول: چوتھا اصول صاحبین کا ہے کہ اجیر کے پاس جو سامان ہے وہ امانت کی نہیں ضمانت کی چیز ہے، اس لئے بغیر تعدی کے بھی اس کے پاس ہلاک ہوئی تو ضمان لازم ہوگا۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اجیر مشترک کے ہاتھ میں چیز امانت ہوتی ہے۔ جیسے کپڑا رنگریز کے ہاتھ میں دیا تو وہ کپڑا اس کے ہاتھ میں امانت رہے گا۔ اگر بغیر تعدی کے ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت کا ضامن نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) قول صحابی میں ہے کہ حضرت علی اجیر مشترک کو ضامن نہیں بناتے تھے۔ عن صالح بن دینار ان علیا کان لا یضمن الاجیر المشترک (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۴ فی الاجیر یضمن ام لا؟، ج رابع ص ۳۱۶، نمبر ۲۰۴۹۶) (۲) عن ابراھیم قال اذا اخذ الاجیر المشترک شیئا ضمن ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۴ فی الاجیر یضمن ام لا؟، ج ۴، ص ۳۱۶، نمبر ۲۰۴۸۹) (۳) وہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس کے ہاتھ میں رکھا ہے وہ امانت کے طور پر رکھا ہے۔ کیونکہ مال والے نے خوشی سے اس کے ہاتھ میں دیا ہے۔ اس لئے بغیر اس کی تعدی کے ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ (۴) ناگہانی آفت آجائے اور چیز ہلاک ہو جائے تو اجیر ضامن نہیں ہوگا، اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عن شریح انه کان لا یضمن الملاح غرقا ولا حرقا ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۴ فی الاجیر یضمن ام لا؟، ج ۴، ص ۳۱۶، نمبر ۲۰۴۹۵) (۵) قاتل دشمن ہو اس سے ہلاک ہو جائے تو ضمان نہیں ہوگا، اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عن ابن سیرین قال کل اجیر اخذ اجرا فهو ضامن الا من عدو مکابر او اجیر یده مع یده (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۴ فی الاجیر یضمن ام لا؟، ج ۴، ص ۳۱۶، نمبر ۲۰۴۹۳)

صاحبین فرماتے ہیں کہ ضامن ہوگا۔

وجہ: (۱) اس کے ہاتھ میں جو کام کرنے کے لئے دیا ہے وہ بشرط سلامت دیا ہے اور اس نے اس کو برباد کر دیا اس لئے اس کا ضامن ہوگا (۲) صاحب ہدایہ کے قول صحابی میں ہے کہ کئی صحابی اور تابعی اجیر مشترک کو ضامن بناتے تھے۔ ان عمر بن الخطاب ضمن الصباغ الذی یعمل بیده (مصنف عبد الرزاق، باب ضمان الاجیر الذی یعمل بیدہ ج ثامن ص ۲۱۷ نمبر ۱۴۹۴۹) اس قول صحابی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بھی رنگریز جو ہاتھ سے کام کرتے ہیں ان پر نقصان کی وجہ سے ضمان لازم کرتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں پر ضمان لازم ہوگا۔ (۳) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ عن علی انه کان یضمن الصباغ والصائغ وقال لا یصلح للناس الا ذاک (سنن للبیهقی، باب ماجاء فی تضمین الاجراء، ج سادس، ص ۲۰۲، نمبر ۱۱۶۶۶) قول صحابی سے ثابت ہوا کہ اجیر مشترک کے ہاتھ میں چیز ہلاک ہو جائے تو ضامن ہوگا۔

لغت: الصباغ: رنگریز، کپڑا رنگنے والا۔ القصار: کپڑا دھونے والا، دھوبی۔

ترجمہ: ل صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر، اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ دونوں حضرات اجیر مشترک کو ضامن

۲؎ وَلِاَنَّ الْحِفْظَ مُسْتَحِقٌّ عَلَيْهِ اِذْ لَا يُمْكِنُهُ الْعَمَلُ اِلَّا بِهٖ فَاِذَا هَلَکَ بِسَبَبٍ يُمْکِنُ الْاِحْتِرَازُ عَنْهُ كَالْغَصَبِ وَالسَّرِقَةِ كَانَ التَّقْصِيْرُ مِنْ جِهَتِهٖ فَيَضْمَنُهُ ۳؎ كَالْوَدِيْعَةِ اِذَا كَانَتْ بِاَجْرٍ ۴؎ بِخِلَافِ مَالَا يُمْکِنُ الْاِحْتِرَازُ عَنْهُ كَالْمَوْتِ حَتْفَ اَنْفِهٖ وَالْحَرِيْقِ الْغَالِبِ وَغَيْرِهٖ لِاَنَّهٗ لَا تَقْصِيْرَ مِنْ جِهَتِهٖ ۵؎ وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَؒ اَنَّ الْعَيْنَ اَمَانَةٌ فِيْ يَدِهٖ لِاَنَّ الْقَبْضَ حَصَلَ بِاِذْنِهٖ وَلِهٰذَا لَوْ هَلَکَ بِسَبَبٍ لَا يُمْکِنُ الْاِحْتِرَازُ عَنْهُ لَا يَضْمَنُهُ ۶؎ وَلَوْ كَانَ مَضْمُوْنًا يَضْمِنُهٗ كَمَا فِي الْمَغْصُوْبِ ۷؎ وَالْحِفْظُ مُسْتَحِقٌّ عَلَيْهِ تَبَعًا لَا مَقْصُوْدًا

بناتے تھے

تشریح: یہ قول صحابی اوپر گزر چکا ہے

ترجمہ: ۲؎ دوسری وجہ یہ ہے کہ اجیر پر حفاظت کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر کام کو انجام دینا ممکن نہیں ہے، اس لئے ہلاکت سے بچنا ممکن تھا جیسے غصب کر لیا یا چوری ہوگئی تو اجیر کی جانب سے کوتاہی ہوئی اس لئے ضامن ہوگا

تشریح: جب اجیر اجرت کا پیسہ لے رہا ہے تو اس کی حفاظت بھی اسی کے ذمے ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس ہلاکت سے بچنا ممکن تھا پھر بھی حفاظت نہیں کی تو اس کی کوتاہی ہے اس لئے ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۳؎ اس کی مثال یہ ہے کہ اجرت دے کر حفاظت کے لئے دیا اور ہلاک ہوگئی تو ضمان لازم ہوگا،

تشریح: اجرت دے کر حفاظت کے لئے دیا ہو تو ضمان لازم ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں اگر چہ حفاظت کی اجرت باضابطہ نہیں لی، لیکن کام کی اجرت تو لی ہے، تو ایک گونہ حفاظت کی اجرت بھی ہوگئی اس لئے ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۴؎ بخلاف ایسے حادثے سے ہلاک ہوا جس سے بچنا ممکن نہیں ہے، جیسے خود مر گیا، عام آگ لگ گئی یا اس کے علاوہ (تو ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اجیر کی جانب سے کوتاہی نہیں ہوئی ہے)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۵؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عین چیز اس کے ہاتھ میں امانت ہے اس لئے کہ مالک کی اجازت سے قبضہ کیا، (اس لئے ہلاک ہونے پر ضمان لازم نہیں ہوگا) یہی وجہ ہے کہ ایسے سبب سے ہلاک ہو جائے جس سے بچنا ناممکن ہو تو ضامن نہیں ہوگا

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہ چیز اجیر کے ہاتھ میں امانت ہے، اور مالک کی اجازت سے قبضہ کیا ہے، اس لئے ہلاک ہو جائے تو ضمان لازم نہیں ہوگا، چنانچہ ایسے اسباب سے ہلاک ہو جس سے بچنا ناممکن ہو تو ضمان لازم نہیں ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ۶؎ اور اگر وہ چیز مضمون ہو، جیسے غصب کی چیز مضمون ہوتی ہے تو اس کے ہلاک سے ضمان لازم ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۷؎ اور لازم ہونا یہ تابع ہو کر ہے مقصود ہو کر نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس حفاظت کے مقابلے پر اجرت نہیں ہوتی، بخلاف اجرت لیکر حفاظت کرنا تو اس صورت میں اس پر حفاظت کرنا واجب ہے، اور یہی مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے اجرت لیتا ہے

وَلِهٰذَا لَا يُقَابِلُهُ الْاَجْرُ بِخِلَافِ الْمُوْدَعِ بِالْاَجْرِ لِاَنَّ الْحِفْظَ مُسْتَحِقٌّ عَلَيْهِ مَقْصُوْداً حَتّٰى يُقَابِلَهُ الْاَجْرُ.

(۱۱۶۵) قَالَ وَمَاتَلَفَ بِعَمَلِهِ كَتَخْرِيْقِ الثَّوْبِ مِنْ دَقِّهٖ وَزَلْقِ الْحَمَّالِ اِنْقِطَاعِ الْحَبْلِ الَّذِیْ يُشَدُّ بِهِ الْمُكَارِیْ الْحَمَلَ وَغَرِقَ السَّفِيْنَةُ مِنْ مُدَّةٍ مَضْمُوْنٍ عَلَيْهِ ا وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِیُّ لَا ضِمَانَ عَلَيْهِ لِاَنَّهُ

تشریح : یہ ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ اجرت لیکر حفاظت کرنے کے لئے ہو، اور وہاں ہلاک ہو جائے تو حفاظت کرنے والے پر ضمان لازم ہوتا ہے۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، وہاں اصل مقصود حفاظت ہے، کیونکہ وہ حفاظت ہی کی اجرت لے رہا ہے، اس لئے ہلاک ہوئی تو حفاظت ہی میں کوتاہی ہوگئی، اس لئے ضمان لازم ہوگا، اور یہاں حفاظت تابع ہے، یہی وجہ ہے کہ حفاظت کی الگ سے کوئی اجرت نہیں لے رہا ہے، اس لئے ہلاک ہوا تو ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۱۶۵) اور جو تلف ہوا، اجیر کے عمل سے جیسے کوٹنے کی وجہ سے کپڑے کا پھٹ جانا اور مزدور کا پھسل جانا اور اس رسی کا ٹوٹ جانا جس سے کرایہ پر دینے والا بوجھ باندھتا ہے اور رسی کے کھینچنے کی وجہ سے کشتی کا ڈوب جانا یہ سب مضمون ہیں۔

اصول، اجیر کی تعدی اور زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوا ہو، یا نقصان ہوا تو ضمان لازم ہوگا

تشریح : پہلا مسئلہ تھا کہ چیز ہی ہلاک ہوگئی ہو، ابھی مسئلہ ہے کہ چیز ہلاک تو نہیں ہوئی ہے، لیکن چیز عیب دار ہوگئی ہے، تو اس پر کیا ہوگا۔ اجیر کی زیادتی کی وجہ سے نقصان ہوا ہو تو اجیر پر اس کا ضمان لازم ہے۔ مثلا کپڑا دھونے کے لئے دیا۔ دھوبی نے اس کو ایسا کوٹا کہ پھٹ گیا تو دھوبی پر اس کا ضمان لازم ہوگا۔ یا مزدور پھسل گیا جس کی وجہ سے سر پر کا بوجھ نیچے گر گیا اور سامان ٹوٹ گیا تو مزدور پر اس کا ضمان لازم ہوگا۔ یا جس رسی سے بوجھ باندھتے ہیں وہ ٹوٹ گئی جس کی وجہ سے سامان نیچے گر گیا اور ٹوٹ گیا تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔ یا کشتی کو اچانک کھینچا جس کی وجہ سے کشتی ڈوب گئی اور سامان خراب ہوا تو کشتی والے پر سامان کا ضمان لازم ہوگا۔

وجہ : (۱) اجیر کو یہ سب کرنے کا حق تو تھا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ سامان سلامت رہے۔ لیکن اس نے اس انداز سے کام کیا کہ سامان کو نقصان پہنچا اس لئے اس کو ضمان دینا ہوگا۔ یہ مسئلہ امام صاحبین کے مسلک پر ہے (۲) قول صحابی اوپر گزر گیا ہے کہ حضرت علی اجیر مشترک پر ضمان لازم کرتے تھے (۳) ان عمر بن الخطاب ضمن الصباغ الذی یعمل بیدہ (مصنف عبد الرزاق، باب ضمان الاجیر الذی یعمل بیدہ ج ثامن ص ۲۱۷ نمبر ۱۴۹۴۹) اس قول صحابی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بھی رنگریز جو ہاتھ سے کام کرتے ہیں ان پر نقصان کی وجہ سے ضمان لازم کرتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں پر ضمان لازم ہوگا۔

لغت: تخریق: کپڑے کا پھٹنا۔ دق: کوٹنا۔ زلق: پھسلنا۔ الحمال: بوجھ اٹھانے والا۔ المکاری: کرایہ دار۔ مد: کھینچنا۔

ترجمہ: ا امام زفرؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا اس لئے اجیر کو مطلقا کام کرنے کا حکم دیا ہے اس میں دونوں قسم کے کام شامل ہیں عیب دار بھی اور صحیح والا بھی، اس لئے اجیر خاص کی طرح ہو گیا، جو دھوبی کا مددگار رہے (اس کی وجہ سے کپڑا پھٹ گیا تو مددگار پر ضمان لازم نہیں ہوتا اس طرح ہو گیا)

اَمَرَهُ بِالْفِعْلِ مُطْلَقاً فَيَنْتَظِمُهُ بِنوْعَيْهِ الْمُعِيْبِ وَ السَّلِيْمِ وَصَارَ كَاَجِيْرِ الْوَاحِدِ وَمُعِيْنِ الْقَصَّارِ ٢ وَلَنَا اَنَّ الـدَّاخِلَ تَحْتَ الْاِذْنِ مَا هُوَ الدَّاخِلُ تَحْتَ الْعَقْدِ وَهُوَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ لِاَنَّهُ هُوَ الْوَسِيْلَةُ اِلَى الْاَثَرِ وَهُوَ الْـمَـعْـقُـوْدُ عَـلَيْـهِ حَقِيْقَةً حَتّٰى لَوْ حَصَلَ بِفِعْلِ الْغَيْرِ يَجِبُ الْاَجْرُ فَلَمْ يَكُنْ مُفْسِداً مَأْذُوْناً فِيْهِ ٣ بِـخِلَافِ الْـمُعِيْـنِ لِاَنَّـهُ مُتَبَرِّعٌ فَلَا يُمْكِنُ تَقْيِيْدُهُ بِالْمُصْلِحِ لِاَنَّهُ يَمْتَنِعُ عَنِ التَّبَرُّعِ وَفِيْمَا نَحْنُفِيْهِ يَعْـمَـلُ بِـالْاَجْرِ فَاَمْكَنَ تَقْيِيْدُهُ ٤ وَبِـخِلَافِ الْاَجِيْـرِ الْـوَاحِـدِ عَـلـٰى مَـا نَذْكُرُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

تشریح:امام زفراورامام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ضمان لازم نہیں ہوگا

وجه:اس کی وجہ یہ ہے کہ مالک نے جب اس کو کام کرنے کے لئے کہا تو دونوں طرح سے کام کرنے کی اجازت ہوگی، صحیح کام کرنے کی بھی اور عیب دار کام کرنے کی بھی، پس جب عیب دار کام کیا تو اس کی اجازت سے کیا، اس لئے کپڑا پھٹنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا۔(۲) اس کی مثال یہ ہے کہ اجیر خاص کپڑا پھاڑ دے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوتا، تو اجیر مشترک پر بھی ضمان لازم نہیں ہوگا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ اجیر کا کوئی مدد کرنے والا ہو اس نے کپڑا پھاڑ دیا تو مددگار پر ضمان لازم نہیں ہوتا، اسی طرح یہاں اجیر مشترک پر بھی ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمه : ٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ اجازت اس کی ہوتی ہے جو عقد میں داخل ہوتی ہے اور وہ ہے صحیح عمل اس لئے کہ وہی وسیلہ ہے کپڑے پر اثر ہونے کا، اور حقیقت میں وہی معقود علیہ ہے، یہی وجہ ہے کہ دوسرا آدمی بھی وہ کام کر دے تو اجرت واجب ہو جاتی ہے اس لئے مفسد عمل کی اجازت نہیں ہوگی

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ فاسد عمل کی بھی اجازت تھی، اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ عقد میں صحیح اور سالم کام کی اجازت تھی ایسے کام کی اجازت نہیں تھی جو کپڑے کو اور خراب کر کے رکھ دے، اس لئے کپڑے کو پھاڑنے کی تو اجازت ہی نہیں تھی، اس لئے پھاڑ دیا تو ضمان لازم ہوگا

ترجمه :٣ بخلاف جو مدد کرتا ہو (اور اس سے کپڑا پھٹ گیا تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوتا) اس لئے کہ وہ احسان کرنے والا ہے اس لئے صحیح عمل ہی کرے اس کی قید لگانا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ وہ احسان کرنے سے رک جائے گا، اور جس مسئلے میں میں ہوں اس میں اجرت لیکر کام کر رہا ہے اس لئے صحیح عمل کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے۔

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، باقی واضح ہے

ترجمه:٤ بخلاف اجیر خاص کے (کہ اس پر ضمان لازم نہیں ہوتا) تو ان شاء اللہ بعد میں اس کا ذکر کروں گا

تشریح :بعد کے مسئلے میں یہ کہا ہے کہ اجیر خاص کے ہاتھ یہ چیز امانت کے طور پر ہے اس لئے اس کے عمل سے ہلاک ہوئی تو ضمان لازم نہیں ہوگا

۵؎ وَانْقِطَاعُ الْحَمَلِ مِنْ قِلَّةِ اِهْتِمَامِهِ فَكَانَ مِنْ صَنِيْعِهِ

(۱۱۶۶) قَالَ اِلَّا انَّهُ لا يَضْمَنُ بِهِ بَنِىْ آدَمَ مِمَّنْ غَرِقَ فِى السَّفِيْنَةِ اَوْسَقَطَ مِنَ الدَّابَّةِ وَاِنْ كَانَ يَسُوْقُهُ وَقُوْدَهُ ۱؎ لِاَنَّ الْوَاجِبَ ضِمَانُ الْآدَمِيِّ وَانَّهُ لا يَجِبُ بِالْعَقْدِ وَاِنَّمَا يَجِبُ بِالْجِنَايَةِ وَلِهٰذَا

ترجمہ:۵؎ اور کشتی کی رسی کا ٹوٹنا اس کے اہتمام کے کم ہونے کی وجہ سے تو یہ اجیر کی کوتاہی ہے (اس لئے ضمان لازم ہوگا)

تشریح:واضح ہے

ترجمہ:(۱۱۶۶) مگر یہ نہیں ضامن ہوگا بنی آدم کا پس جو غرق ہو گیا کشتی ڈوبنے کی وجہ سے یا گر گیا چوپائے سے تو اس کا ضامن نہیں ہوگا۔

تشریح :البتہ اجرت کے موقع پر انسان ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان اجیر پر نہیں ہے۔ چنانچہ کشتی کھینچنے کی وجہ سے کشتی ڈوب گئی اور اس کی وجہ سے آدمی مر گیا تو آدمی کا ضمان اجیر پر نہیں ہوگا۔ اسی طرح لگام کھینچنے کی وجہ سے آدمی چوپائے سے گر گیا اور مر گیا تو اجیر پر آدمی کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

وجہ:(۱) اجیر کی غلطی کی وجہ سے آدمی کی جان گئی تو یہ قتل خطا ہے اور قتل خطا کا تاوان اجیر کے خاندان کے لوگ دیں گے جو اجیر کے عاقلہ ہیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اجیر کے عاقلہ جنایت کی وجہ سے جو قتل خطا ہوا ہو اس کا تاوان دیں گے۔ اور یہ قتل خطا جنایت کی وجہ سے نہیں ہوا ہے بلکہ عقد اجرت کی وجہ سے ہوا ہے اس لئے اجیر کے عاقلہ یعنی خاندان والے اس کا تاوان ادا نہیں کریں گے۔ اس لئے خود اجیر پر بھی انسانی ہلاکتوں کا ضمان لازم نہیں ہوگا (۲) انسان کا ضمان تو بہت ہوتا ہے۔ اگر اس کا ضمان لازم کریں تو اجیر تباہ ہو جائے گا اس لئے انسان کا ضمان لازم نہیں ہوگا (۳) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **سئل عامر عن صاحب بعیر حمل قوما فغرقوا قال لیس علیه شیء** (مصنف عبد الرزاق، باب ضمان الاجیر الذی یعمل بیدہ، ج ثامن، ص ۲۲۱، نمبر ۱۴۹۶۷) اس قول تابعی میں ہے کہ اونٹ والے نے کچھ لوگوں کو سوار کیا پھر وہ سب غرق ہو گئے تو اس پر کچھ لازم نہیں کیا (۴) **عن ابن سیرین عن شریح انه کان لا یضمن الملاح غرقا ولا حرقا** (مصنف ابن ابی شیبة ۵۴ فی الاجیر یضمن ام لا؟ ج رابع ص ۳۱۵، نمبر ۲۰۴۸۸) اس قول تابعی میں حضرت شریح نے ملاح پر ڈوبنے اور جلنے کی وجہ سے کچھ لازم نہیں کیا۔

اصول:اجرت کی وجہ سے انسانی ہلاکت پر ضمان لازم نہیں ہے۔

لغت:غرق: ڈوب گیا۔ الدابة: چوپایہ۔ سوق: ہانکنا۔ قود: جانور کو کھینچنا

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہ آدمی کا ضمان ہے اور یہ ضمان عقد اجرت کی وجہ سے لازم نہیں ہوتا ہے، یہ ضمان جنایت کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قاتل کے عاقلہ پر واجب ہوتا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ عقد کا ضمان عاقلہ برداشت نہیں کرتا

لغت :عاقلة: قاتل کے جو خاندان والے ہوتے ہیں ان کو عاقلہ، کہتے ہیں قتل خطاء میں یہی لوگ دیت برداشت کرتے ہیں۔، جنایت: جرم، قتل خطاء کو یہاں جنایت کہتے ہیں

يَجِبُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَضِمَانُ الْعُقُوْدِ لَا تَتَحَمَّلُهُ الْعَاقِلَةُ.

(١١٦٧) قَالَ وَاِذَا سْتَاجَرَ مَنْ يَحْمِلُ لَهُ دَنًا مِنَ الْفُرَاتِ فَوَقَعَ فِي بَعْضِ الطَّرِيْقِ فَانْكَسَرَ فَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيْمَتَهُ فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ حَمَلَهُ وَلَا اَجْرَ لَهُ وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيْمَتَهُ فِي الْمَوْضَعِ الَّذِيْ اِنْكَسَرَ وَاَعْطَاهُ الْاَجْرَ بِحِسَابِهِ ١ اَمَّا الضِّمَانُ الَّذِيْ فَلِمَا قُلْنَا وَالسُّقُوْطُ بِالْعِثَارِ اَوْ بِانْقِطَاعِ الْحَبْلِ وَكُلُّ ذَالِكَ مِنْ صَنِيْعِهِ ٢ وَاَمَّا الْخِيَارُ فَلِاَنَّهُ اِذَا نْكَسَرَ فِي الطَّرِيْقِ وَالْحَمْلُ شَيْءٌ وَاحِدٌ تَبَيَّنَ اَنَّهُ وَقَعَ

تشــريح : یہاں قتل خطاء نہیں ہے بلکہ اجرت کی وجہ سے آدمی ہلاک ہوا ہے، اس لئے یہ اجیر پر ہونا چاہئے، لیکن قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کے ہلاک ہونے کا تاوان عاقلہ پر ہوتا ہے، اجیر پر نہیں، اس لئے یہاں آدمی کا تاوان نہ اجیر پر ہوگا، اور نہ عاقلہ پر ہوگا

ترجمه : (١١٦٧) کسی نے مزدور اجرت پر لیا تا کہ مٹکا فرات تک لے جائے، اب وہ کچھ راستہ چلنے کے بعد گرا اور ٹوٹ گیا تو چاہے تو جہاں مٹکا اٹھایا تھا وہاں کی قیمت کا ضمان لے، اس صورت میں اجیر کو اجرت نہیں ملے گی (کیونکہ مٹکے کو اٹھا کر نہیں چلا ہے) اور اگر چاہے تو جس جگہ مٹکا ٹوٹا ہے وہاں کی قیمت کا ضمان لے، اور اس کے حساب سے اس کی اجرت دے

ترجمه : ١ ضمان تو اس سے لیگا کہ جو ہم نے کہا (کہ اجیر مشترک کی غلطی ہے) اور پھسلنے کی وجہ سے مٹکے کا گرنا، یا رسی کا ٹوٹنا، یہ دونوں اجیر کی کوتاہی ہیں (اس لئے اس پر ضمان لازم ہوگا)

تشريح : زید نے کوفہ سے عمر کو مزدوری پر لیا کہ وہ اس مٹکے کو فرات تک لیجائے گا، اور دس درہم اس کی مزدوری ہوگی، اجیر اٹھا کر لے چلا کہ آدھے راستے میں ٹیکرے کے پاس مٹکا گرا اور ٹوٹ گیا تو اجیر پر اس کا ضمان لازم ہوگا

اب ضمان لازم کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کوفہ میں اس مٹکے کی جو قیمت ہے، مثلا پندرہ درہم وہ لے لے، اس صورت میں چونکہ کوفہ میں ہی اس کی قیمت لگائی تو کوفہ سے اٹھا کر لیجانا نہیں پایا گیا اس لئے اٹھانے کی اجرت نہیں ملے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ٹیکرے کے پاس مٹکے کی جو قیمت ہے وہ لے، اس صورت میں آدھا راستہ اٹھا کر لیجانا پایا گیا اس لئے اجیر کو آدھے راستے کی جو مزدوری ہے پانچ درہم وہ ملے گی۔

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اجیر مشترک ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کی غلطی سے مٹکا ٹوٹا ہے اس لئے اس پر ضمان لازم ہوگا۔

لغت: دن: مٹکا۔ انکسر: ٹوٹ گیا۔ العثار: پھسلنا۔ صنعہ: کارکردگی

ترجمه : ٢ ضمان لینے میں دو اختیار اس لئے ہیں اگر راستے میں مٹکا ٹوٹ گیا اور اٹھانا ایک ہی چیز ہے تو اس وجہ سے ظاہر ہو گیا شروع سے تعدی واقع ہوئی ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شروع میں اٹھانا مالک کی اجازت سے ہے اس لئے شروع میں تعدی نہیں ہوئی، تعدی ہوئی ہے مٹکا ٹوٹنے کے بعد تو جس جانب ہو مائل ہو جائے

تشــريح : ضمان لینے میں دو اختیار کیوں ہیں یہ اس کی وجہ ہے۔ بیچ راستے میں مٹکا ٹوٹا ہے، تو راستہ ایک ہی ہے اس لئے

تَعَدِّياً مِنَ الْاِبْتِدَاءِ مِنْ هٰذا الْوَجْهِ وَلَهُ وَجْهٌ آخَرُ وَهُوَ اَنَّ اِبْتِدَاءَ الْحَمَلِ حَصَلَ بِإِذْنِهٖ فَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ تَعَدِّياً صَارَ تَعَدِّياً عِنْدَ الْكَسْرِ فَيَمِيْلُ اِلیٰ اَیِّ الْوَجْهَيْنِ شَاءَ ۳؎ وَفِی الْوَجْهِ الثَّانِی لَهُ الْاَجْرُ بِقَدْرِ مَا اسْتَوْفیٰ وَفِی الْوَجْهِ الْاَوَّلِ لَا اَجْرَ لَهُ لِاَنَّهُ مَااسْتَوْفیٰ اَصْلاً.

(۱۱۶۸) قَالَ وَاِذَا فَصَدَ الْفَصَّادُ اَوْ بَزَغَ الْبَزَّاغُ وَلَمْ يَتَجَاوَزِ الْمَوْضَعُ الْمُعْتَادُ فَلاَ ضِمَانَ عَلَيْهِ فِيْمَا عَطِبَ مِنْ ذَالِکَ

درمیان میں ٹوٹا ہے تب بھی شروع سے تعدی پائی گئی ہے، اس لئے شروع کا ہی، یعنی کوفہ کا ہی ضمان لازم ہوگا، اور یوں دیکھا جائے کہ شروع میں مالک کی اجازت سے اٹھایا ہے تو شروع میں تعدی نہیں پائی گئی ہے، جب مٹکا ٹوٹا تب تعدی ہوئی اس لئے جس جگہ ٹوٹا ہے وہاں کا ضمان لے سکتا ہے، اس لئے دونوں طرح کے ضمان کا اختیار ہے

ترجمہ :۳؎ اور دوسری صورت میں جتنا کام وصول کیا اس کی اجرت ہوگی۔ اور پہلی صورت میں اس کو اجرت نہیں ملے گی اس لئے کام وصول نہیں کیا

تشریح : جب بیچ راستے کا ضمان لیا ہے تو وہاں تک اٹھایا ہے اس لئے وہاں تک کی اجرت کا مستحق ہوگا۔ اور پہلی صورت میں کوفہ ہی کا ضمان ہے اس لئے کوفہ سے اٹھانا ثابت نہیں ہوا اس لیے اس کو اجرت نہیں ملے گی۔

ترجمہ :(۱۱۶۸) اگر فصد کھولنے والے نے فصد لگائی یا داغ لگانے والے نے داغ لگایا اور معتاد جگہ سے آگے نہیں بڑھا تو ان دونوں پر ضمان نہیں ہے اس کا جوان سے ہلاک ہوا۔ اور اگر اس سے بڑھ گیا تو ضمان ہوگا۔

تشریح : فصد لگانے والے کو جسم چیرنا پڑتا ہے۔ پس اگر اتنا ہی چیرا جتنا چیرنا چاہئے پھر بھی آدمی ہلاک ہو گیا تو فصد کھولنے والے پر کچھ ضمان نہیں ہوگا۔ اسی طرح داغ لگانے والے نے جسم پر اتنا ہی داغ لگایا جتنا لگانا چاہئے پھر بھی ہلاک ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں ہوگا۔ اور زیادہ لگا دیا جس کی وجہ سے ہلاک ہوا تو ضمان لازم ہوگا۔

وجہ :وجہ (۱) مناسب مقام تک فصد لگانے اور اس کو چیرنے کی اس کو اجازت ہے اس لئے اتنا چیرنے یا داغ لگانے سے ہلاک ہو جائے تو ضامن نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس نے وہی کیا جس کا اس کو حق ہے۔ ہاں! زیادہ چیرنے سے ضامن ہوگا، کیونکہ اس کا حق نہیں تھا (۲) قول تابعی میں ہے عن شریح انه قال ليس على مستكرى ضمان فان تعدى فجاوز عليها الوقت فعطبت قال شريح يجتمع عليه الكراء و الضمان (سنن للبیہقی، باب لا ضمان علی المکتری فیما اکتری الا ان یتعدی، ج ساد، ص ۲۰۳، نمبر ۱۱۷۱۶ر مصنف عبد الرزاق، باب الکری یتعدی بہ، ج ثامن، ص ۲۱۲، نمبر ۱۴۹۲۷) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مقام مناسب سے تجاوز کرے گا تو ضمان لازم نہیں ہوگا۔

اصول: جسم چیرنے میں حدود سے تجاوز کرے گا اور نقصان ہوگا تو اجیر پر ضمان ہوگا۔ اور حدود میں رہ کر چیرا تو ضمان لازم نہیں ہوگا۔

لغت: فصد: فصد کھولنا، جسم چیر کر خون نکالنا۔ بزغ: نشتر لگانا، جسم چیرنا۔ الموضع المعتاد: جہاں جہاں تک جسم چیرنا مناسب ہو۔

(۱۱۶۹) وَفِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ بَیْطَارٌ بَزَغَ دَابَّةً بِدَانِقٍ فَنَفَقَتْ اَوْحِجَامٍ حَجَمَ عَبْداً بِاَمْرِ مَوْلَاهُ فَمَاتَ لَا ضِمَانَ عَلَیْهِ ۱؎ وَفِی کُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْعِبَارَتَیْنِ نَوْعٌ بَیَانٌ ۲؎ وَوَجْهُهُ اَنَّهُ لَایُمْکِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنِ السِّرَایَةِ لِاَ نَّهُ یَنْتَهِی عَلیٰ قُوَّةِ الطَّبَائِعِ وَضُعْفِهَا فِی تَحَمُّلِ الْاَلَمِ فَلَا یُمْکِنُ التَّقْیِیْدُ بِالْمُصْلِحِ مِنَ الْعَمَلِ وَلَا کَذَالِکَ دَقُّ الثَّوْبِ وَنَحْوَهُ مِمَّا قَدَمْنَاهُ لِاَنَّ قُوَّةَ الثَّوْبِ وَرِقَّتُهُ تَعْرِفُ بِالْاِجْتِهَادِ فَاَمْکَنَ الْقَوْلُ بِالتَّقْیِیْدِ.

ترجمہ :(۱۱۶۹) جامع صغیر میں ہے کہ جانور کے ڈاکٹر نے ایک دانق کے بدلے میں جانور کا اپریشن کیا جس سے جانور مر گیا، یا آقا کے حکم سے غلام کو پچھنا لگایا اور غلام مر گیا تو ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہے

اصول: ڈاکٹر نے مناسب اپریشن کیا لیکن زخم کے بڑھنے یا گھٹنے کا مدار انسانی جسم پر ہے ڈاکٹر کی تعدی نہیں ہے اس لئے اس سے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح : ڈاکٹر نے ایک دانق میں جانور کو مناسب نشتر لگایا، یا حجام نے مالک کے حکم سے غلام کو مناسب پچھنا لگایا اور اس سے ہلاک ہو گیا تو ڈاکٹر اور حجام پر ضمان نہیں ہے، مناسب کی قید اس لئے لگائی کہ اگر زیادہ کاٹ دیا اور اس سے ہلاک ہوا تو ڈاکٹر پر ضمان ہوگا

وجہ : یہاں زخم کے بڑھنے اور گھٹنے کا مدار جانور اور غلام کا جسم ہے، جسم میں قوت کی کمی کی وجہ سے زخم بڑھا اور جانور، یا غلام ہلاک ہوا ہے

ترجمہ:۱؎ اور دونوں عبارتوں میں ایک قسم کا بیان ہے

تشریح : یہاں ایک ہی قسم کے دو مسئلے ہیں، ایک ہے قدوری کے متن کا مسئلہ، اور دوسرا ہے جامع صغیر کا مسئلہ۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ قدوری کی عبارت میں یہ ہے کہ مقام معتاد سے تجاوز نہ کیا ہو تو ضمان لازم نہیں ہوگا۔ اور جامع صغیر کی عبارت میں یہ ہے آقا کے حکم سے اپریشن کیا ہو تو ضمان نہیں ہوگا، دونوں عبارتوں میں یہ فرق ہے

لغت: بیطار: جانور کا ڈاکٹر۔ دانق: درہم کا چھٹا حصہ۔ نفق: مر گیا۔ حجام: پچھنا لگانے والا۔ الم: دکھ، تکلیف۔

ترجمہ :۲؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ زخم کو آگے بڑھنے سے بچانا ڈاکٹر کے لئے ممکن نہیں ہے، اس کا مدار تکلیف کے برداشت کرنے میں طبیعت کی قوت اور اس کی ضعف پر ہے، اس لئے عمل صحیح ہی کریں اس کو مقید کرنا ممکن نہیں ہے، اور کپڑے کو کوٹنے کا معاملہ ایسا نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، اس لئے کہ کپڑے کی قوت اور اس کی باریکی اجتہاد سے پہنچانی جا سکتی ہے، اس لئے وہاں مقید کرنے کا قول ممکن ہے

تشریح : زخم کو آگے بڑھنے سے روکنے کی قدرت ڈاکٹر کو نہیں ہے، یہ انسانی طبیعت پر ہے اس لئے وہاں یہ قید نہیں لگائی جا سکتی ہے کہ اپریشن صحیح ہی ہو اس لئے اس سے ہلاک ہو گیا تو ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہے۔ اور کپڑے کا معاملہ ایسا ہے کہ اس کو دیکھ کر معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کو کتنا کوٹنا ہے جس سے وہ پھٹے نہیں، اس لئے یہاں یہ قید لگانا کہ اتنا کوٹنا ہے کہ کپڑا پھٹے نہیں صحیح ہے

لغت: دق: کوٹنا۔ رقۃ: کپڑے کا پتلا ہونا

(۱۱۷۰) قَالَ وَالْاَجِیْرُ الْخَاصُّ الَّذِی یَسْتَحِقُّ الْاُجْرَۃَ بِتَسْلِیْمِ نَفْسِہٖ فِی الْمُدَّۃِ وَاِنْ لَمْ یَعْمَلْ کَمَنِ اسْتُوْجِرَ شَھْراً لِلْخِدْمَۃِ اَوْلِرَعْیِ الْغَنَمِ ۱؎ وَاِنَّمَا سَمّٰی اَجِیْرَ وَحْدٍ لِاَنَّہٗ لَا یُمْکِنُہٗ اَنْ یَّعْمَلَ لِغَیْرِہٖ لِاَنَّ مَنَافِعَہٗ فِی الْمُدَّۃِ صَارَتْ مُسْتَحِقَّۃً لَہٗ وَالْاَجْرُ مُقَابَلٌ بِالْمَنَافِعِ وَلِھٰذَا یَبْقَی الْاَجْرُ مُسْتَحِقاً وَاِنْ نُقِضَ الْعَمَلُ

(۱۱۷۱) قَالَ وَلَاضِمَانَ عَلَی الْاَجِیْرِ الْخَاصِّ فِیْمَا تَلَفَ فِی یَدِہٖ وَلَا مَا تَلَفَ مِنْ عَمَلِہٖ

ترجمہ :(۱۱۷۰)اوراجیر خاص وہ ہے جواجر کا مستحق ہوتا ہےاپنے آپ کوسپرد کردینے سے مدت میں،اگر چہ کام نہ کیا ہو جیسے کسی آدمی کواجرت پرلیا ایک ماہ خدمت کے لئے،یا بکری چرانے کے لئے۔

تشریح :اجیر خاص یااجیر واحداس کو کہتے ہیں کہ خاص مدت میں اسی کا مزدور ہوکسی اورکا نہ ہو۔اوراس مدت میں اسی کا کام کرسکتا ہوکسی اورکا نہ کرسکتا ہو۔جیسے صبح سے لیکر شام تک مزدورکواجرت پر لیتے ہیں کہ اس کا کام کرے گا کسی اور کا نہیں یا مثلا ایک ماہ تک مالک کی خدمت کرے گایاایک ماہ تک مالک کی بکری چرائے گا۔تو یہ اجیر مشترک نہیں اجیر خاص اوراجیر واحد ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ کام کم کرے یا زیادہ کرے یانہ کرے،صرف صبح سے شام تک مدت متعینہ میں ودکومستأ جرکوسپرد کردے اسی سے وہ اجرت کا مستحق ہوجاتا ہے۔

ترجمہ :۱؎ اجیر خاص کا نام اجیرواحداس لئے ہے کہ اس کے لئے دوسرے کا کام کرناممکن نہیں ہے،اس لئے کہ مدت میں جونفع ہےاس کا مستحق ہے،اوراجرت اس کے نفع کے مقابل میں ہے،اسی لئے اجرت کا مستحق ہوگا،چاہے(اس مدت میں) کام کم کیا ہو

تشریح:اجیر خاص کیوں کہتے اس کی وجہ بیان کررہے ہیں کہ،مثلا دن بھر کے لئے اجرت پرلیا تواس دن میں کسی اورکا کام نہیں کرسکتا ہے،اسی لئے اس کواجیر خاص،یا،اجیر واحد،کہتے ہیں،اوردن بھرلگادیا تواجیر کواجرت مل جائے گی چاہے کم کام کیا ہو

ترجمہ :(۱۱۷۱)اورنہیں ضمان ہے اجیر خاص پراس کا جوضائع ہوجائے اس کے ہاتھ میں اورنہ جوضائع ہوجائے اس کے عمل سے(مگر یہ کہ زیادتی کرے۔)

اصول:اجیر خاص کے ہاتھ میں مالک کا مال امانت ہوتا ہے۔

تشریح اجیر خاص کے ہاتھ میں جاکرکوئی چیز ضائع ہوجائے یاجومنافع وجود میں آئے تھےان میں سے کچھ نفع ضائع ہوگیا تو ان دونوں کے ضائع ہونے پراجیر خاص پرضمان نہیں ہے۔مثلا بکری چرانے کے لئے اجیر خاص کودی اور بکری اس کے پاس سے بغیراس کی تعدی کے ہلاک ہوگئی تو اجیر پر بکری کا تاوان نہیں ہے۔یا بکری کو بچہ ہوااوراجیر کے پاس مرگیا تواس بچے کا تاوان اجیر پرنہیں ہے۔

وجہ:(۱)اجیر خاص کے ہاتھ میں جوکچھ ہے چاہے عین شی ہویااس کے منافع ہوں وہ مالک کی اجازت سے ہیں اوراس وقت کسی اورکا مال اجیر کے ہاتھ میں نہیں ہے۔اس لئے یہ مال امانت کے طور پراس کے ہاتھ میں ہےاور بغیر تعدی کے امانت ہلاک ہوجائے تواس پرضمان لازم نہیں ہوتا۔اس لئے اجیر خاص پرضمان لازم نہیں ہوگا(۲)قول تابعی میں ہے۔عن الشعبی قال لیس علی اجیر المشاھرۃ ضمان (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۴ فی الجیر یضمن ام لا؟ ج رابع ص ۳۱۵،نمبر ۲۰۴۸۷/ مصنف عبدالرزاق،باب ضمان الاجیر الذی یعمل بیدہ،ج ثامن،ص ۲۱۷،نمبر ۱۴۹۴۶)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ

۱؎ اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّ الْعَيْنَ اَمَانَةٌ فِي يَدِهٖ لِاَنَّهٗ قَبَضَ بِاِذْنِهٖ وَهٰذَا ظَاهِرٌ عِنْدَهٗ وَكَذَا عِنْدَهُمَا لِاَنَّ تَضْمِينَ الْاَجِيرِ الْمُشْتَرَكِ نَوْعُ اِسْتِحْسَانٍ عِنْدَهُمَا لِصِيَانَةِ اَمْوَالِ النَّاسِ وَاَجِيرُ الْوَحْدِ لَا يَقْبَلُ الْاَعْمَالَ فَتَكُوْنُ السَّلَامَةُ غَالِباً فَيُؤْخَذُ فِيهِ بِالْقِيَاسِ ۲؎ وَاَمَّا الثَّانِي فَلِاَنَّ الْمَنَافِعَ مَتٰى صَارَتْ مَمْلُوْكَةً لِلْمُسْتَاجِرِ فَاِذَا اَمَرَهٗ بِالتَّصَرُّفِ فِي مِلْكِهٖ صَحَّ وَيَصِيرُ نَائِباً مَنَابَهٗ فَصَارَ فِعْلُهٗ مَنْقُوْلاً اِلَيْهِ كَاَنَّهٗ فَعَلَ بِنَفْسِهٖ فَلِهٰذَا لَا يَضْمَنُهٗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اجیر خاص سے تعدی کے بغیر ہلاک ہوجائے تو ضمان نہیں ہے

ترجمہ: ۱؎ بہر حال پہلا (کوئی چیز اجیر خاص کے ہاتھ میں ضائع ہوجائے تو ضمان لازم نہیں ہوگا) کیونکہ چیز اس کے ہاتھ میں امانت ہے، اس لئے کہ مالک کی اجازت سے قبضہ کیا ہے، اور یہ بات کہ چیز اس کے ہاتھ میں امانت ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظاہر ہے، اور یہی حال ہے صاحبینؒ کے نزدیک اس لئے اجیر مشترک کو ضامن بنانا ایک قسم کا احسان ہے، لوگوں کے مال کو محفوظ کرنے کے لئے، اور اجیر واحد دوسرے کے کام کو قبول نہیں کرتا ہے اس لئے غالب یہی ہے کہ مال سالم رہے گا اس لئے یہاں قیاس پر عمل کیا جائے گا

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اجیر خاص کے ہاتھ میں چیز امانت کے طور پر ہوتی ہے، کیونکہ ان کے یہاں اجیر مشترک کے ہاتھ میں بھی چیز امانت کے طور پر ہوتی ہے تو اجیر خاص کے ہاتھ میں تو بدرجہ اولی امانت کے طور پر ہوگی۔ اور صاحبینؒ کے یہاں اجیر مشترک پر ضمان لازم ہوتا ہے، لیکن لوگوں کی چیز کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے ایسا کیا ہے، ورنہ انکے یہاں بھی اجیر مشترک کے ہاتھ چیز امانت ہوتی ہے

لغت: فیکون السلامۃ غالبا: اجیر مشترک کے یہاں دوسرے کا کام بھی ہے اس لئے ممکن ہے کہ چیز ضائع ہوجائے، اور اجیر خاص کے یہاں دوسرے کا کام نہیں ہے، اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ چیز محفوظ رہے گی، اس لئے اس کے یہاں بدرجہ اولی چیز امانت کے طور پر ہوگی

ترجمہ: ۲؎ بہر حال دوسرا (یعنی اجیر خاص سے نفع ضائع ہوجائے تب بھی ضمان نہیں ہے) تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع مالک کی ملکیت ہوچکی ہے پھر اس کے حکم سے اس کی ملکیت میں رہتے ہوئے تصرف کرنے کا حکم دینا صحیح ہے، اور اجیر مالک کا نائب ہو گیا اس لئے اجیر کا فعل مالک کا فعل ہوگیا، اور اجیر کا فعل مالک کی طرف منتقل ہوگیا، تو گویا کہ خود مالک نے نفع ضائع کیا اس لئے اب اجیر کو ضامن نہیں بنایا جائے گا۔ واللہ اعلم

تشریح: اجیر خاص نے نفع بنایا تھا وہ نفع ضائع ہوگیا تب بھی اس پر اس نفع کا ضمان نہیں ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے نفع پیدا ہوا وہ نفع مالک کا ہوگیا، اور گویا کہ مالک کے حکم سے اجیر نے تصرف کیا ہے، اور اس کی نیابت میں کیا ہے اس لئے کہ گویا کہ خود مالک نے نفع ضائع کیا ہے، اس لئے اجیر خاص پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

باب الاجارة علی احد الشرطین

(۱۱۷۲) وَاِذَا قَالَ لِلْخَیَّاطِ اِنْ خَطَّتْ هٰذَا الثَّوْبَ فَارِسِیاً فَبِدِرْهَمٍ وَاِنْ خَطَّتَهُ رُوْمِیاً فَبِدِرْهَمَیْنِ جَازَ وَاَیُّ عَمَلٍ مِنْ هٰذَیْنِ الْعَمَلَیْنِ عَمِلَ اِسْتَحَقَّ الْاَجْرَ بِهٖ وَکَذَا اِذَا قَالَ لِلصَّبَّاغِ اِنْ صَبِغْتَهُ بِعُصْفُرٍ فَبِدِرْهَمٍ وَاِنْ صَبِغْتَ بِزَعْفَرَانَ فَبِدِرْهَمَیْنِ وَکَذَا اِذَا خَیَّرَهُ بَیْنَ شَیْئَیْنِ بِاَنْ قَالَ آجَرْتُکَ هٰذِهِ الدَّارَ شَهْراً بِخَمْسَةٍ اَوْ هٰذِهِ الدَّارَ الْاُخْریٰ بِعَشَرَةٍ وَکَذَا اِذَا خَیَّرَهُ بَیْنَ مَسَافَتَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ بِاَنْ قَالَ آجَرْتُکَ هٰذِهِ الدَّابَّةَ اِلَی الْکُوْفَةِ بِکَذَا اَوْ اِلیٰ وَاسِطٍ بِکَذَا وَکَذَا اِذَا خَیَّرَهُ بَیْنَ ثَلٰثَةِ اَشْیَاءٍ وَاِنْ خَیَّرَهُ بَیْنَ اَرْبَعَةٍ لَمْ یَجُزْ ۱؎ وَالْمُعْتَبَرُ فِی جَمِیْعِ ذَالِکَ الْبَیْعِ وَالْجَامِعُ دَفْعُ الْحَاجَةِ ۲؎ غَیْرَ اَنَّهُ لَابُدَّ مِنْ اِشْتِرَاطِ الْخِیَارِ فِی الْبَیْعِ وفِی الْاِجَارَةِ لَا یَشْتَرِطُ ذَالِکَ لِاَنَّ الْاَجْرَ اِنَّمَا یَجِبُ بِالْعَمَلِ وَعِنْدَ

باب الاجارۃ علی احد الشرطین

ترجمہ :(۱۱۷۲) اگر درزی سے کہا اگر اس کپڑے کو فارسی طرز پر سیئے تو ایک درہم اور اگر اس کو رومی طرز پر سیئے تو دو درہم تو جائز ہے اور جونسا بھی عمل کرے گا اس اجرت کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح اگر رنگنے والے سے کہا کہ اگر تم عصفر سے رنگو گے تو ایک درہم ہے، اور اگر زعفران سے رنگو گے تو دو درہم ہے، ایسے ہی اگر دو چیزوں میں اختیار دیا، اس طرح کہا کہ میں نے تم کو یہ گھر اجرت پر دیا پانچ درہم میں، اور یہ دوسرا گھر دس درہم میں، اور ایسے ہی دو مختلف مسافت میں اختیار دیا، اس طرح کہ یہ جانور کوفہ تک کرایہ پر دیا، مثلا دس درہم میں اور واسط تک اتنے درہم میں، اور ایسے ہی تین چیزوں میں اختیار دیا، اور اگر چار چیزوں میں اختیار دیا تو جائز نہیں ہے

ترجمہ:۱؎ اور ان تمام میں معتبر بیع ہے، اور ان سب کے جواز کی وجہ ضرورت پوری کرنی ہے

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اجرت کے لئے دو الگ الگ انداز اختیار کئے اور دونوں انداز کے لئے الگ الگ اجرت متعین کی تو جس انداز سے عمل کرے گا اس انداز کی اجرت ملے گی اور ایسا کرنا جائز ہے۔ مثلا کہا کہ اس کپڑے کو فارسی طرز کا جبہ سیئے گا تو ایک درہم اس کی اجرت ہوگی اور رومی طرز کا جبہ سیئے گا تو دو درہم اجرت ہوگی۔ تو اس طرح اجرت اور عمل طے کرنا جائز ہے۔ اس لئے فارسی طرز کا سیئے گا تو ایک درہم اور رومی طرز کا سیئے گا تو دو درہم اجرت ملے گی۔

وجہ :(۱) چونکہ دونوں کام الگ الگ ہیں اور دونوں کے لئے الگ الگ اجرت متعین ہیں اور کوئی جہالت نہیں ہے اس لئے اجارہ درست ہے (۲) حدیث گزر چکی ہے المسلمون عند شروطھم۔

ترجمہ :۲؎ یہ اور بات ہے بیع میں خیار شرط لگانا ضروری ہے اور اجارہ میں اس کی شرط نہیں لگائی جاتی اس لئے کہ کام پورا کرنے کے بعد اجرت واجب ہوتی ہے، اور کام پورا ہونے پر معقود علیہ معلوم ہو جائے گا، اور بیع میں عقد کرتے ہی ثمن واجب ہو جاتا ہے اس لئے ایسی جہالت متحقق ہو جائے گی جو خیار شرط کو ثابت کئے بغیر جھگڑا ختم نہیں ہوگا

ذَالِکَ يَصِيرُ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ مَعْلُوماً وَفِی الْبَيْعِ يَجِبُ الثَّمَنَ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فَيَتَحَقَّقُ الْجِهَالَةُ عَلیٰ وَجْهٍ لا تَرْتَفِعُ الْمُنَازَعَةُ اِلَّا بِاِثْبَاتِ الْخِيَارِ.

(۱۱۷۳) وَلَوْ قَالَ اِنْ خَطَّتَهُ الْيَوْمَ فَبِدِرْهَمٍ وَاِنْ خَطَّتَهُ غَداً فَبِنِصْفِ دِرْهَمٍ فَاِنْ خَاطَهُ الْيَوْمَ فَلَهُ دِرْهَمٌ وَاِنْ خَاطَهُ غَداً فَلَهُ اَجْرُ مِثْلِهِ عِنْدَ اَبِی حَنِيْفَةَؒ لا يُجَاوِزُ بِهِ نِصْفُ دِرْهَمٍ وَفِی الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لا يَنْقُصُ مِنْ نِصْفِ دِرْهَمٍ وَلا يَزَادُ عَلیٰ دِرْهَمٍ وَقَالَ اَبُويُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ اَلشَّرْطَانِ جَائِزَانِ وَقَالَ زُفَرُؒ

تشریح :اوپر یہ کہا تھا کہ اجارہ احد الشرطین کو بیع پر قیاس کیا جائے گا، لیکن بیع اور اجارہ میں ایک فرق ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔ بیع میں عقد ہوتے ہی مبیع کی قیمت لازم ہو جاتی ہے، اس لئے اس میں خیار شرط لے گا تب ہی یہ ہوگا کہ یہ بیچا تو اس کی قیمت یہ ہے اور وہ بیچا تو اس کی قیمت یہ ہے، لیکن اجارہ میں عقد ہوتے ہی اجرت لازم نہیں ہوتی ہے، بلکہ کام پورا ہونے کے بعد اجرت لازم ہوتی ہے، اس وقت پتہ چل جائے گا کہ کون سا کام کیا ہے، اور اس کی اجرت کیا ہے، اس لئے اجارہ میں احد الشرطین میں خیار شرط لینے کی ضرورت نہیں ہے

ترجمہ:(۱۱۷۳) اور اگر کہا کہ اگر اس کو آج سیئے گا تو ایک درہم ہے اور اگر کل سیئے گا تو آدھا درہم ہے۔ پس اگر آج سیا تو اس کے لئے ایک درہم اور اگر کل سیا تو اس کے لئے اجرت مثل ہوگی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور آدھے درہم سے نہیں تجاوز کرے گی۔ اور کہا صاحبین نے کہ دونوں شرطیں جائز ہیں اور جون سا عمل کرے گا اس اجرت کا مستحق ہوگا۔ اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ دونوں شرطیں فاسد ہیں

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آج یا کل دونوں میں سے جس شرط پر بھی بات طے ہو جائے وہ شرط جائز ہے اور اجارہ درست ہے۔ اور اس کے مطابق عمل کرنے سے اس کو اجرت ملے گی۔

تشریح :کسی نے اجیر سے کہا کہ آج کپڑا سیو گے تو ایک درہم اجرت ہوگی اور کل سیو گے تو آدھا درہم اجرت ہوگی۔ تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ آج سیئے گا تو ایک درہم ہوگی اور کل سیئے گا تو آدھا درہم نہیں ہوگی بلکہ بازار میں اس کپڑے کو سینے کی جو اجرت ہو سکتی ہے وہ اجرت ملے گی۔ البتہ وہ بھی آدھے درہم سے زیادہ نہ ہو۔

وجہ :وہ فرماتے ہیں کہ آج سیو گے تو ایک درہم یہ جلدی کرنے کے لئے ہے اس لئے اجارہ درست ہو گیا اور آج سیئے گا تو ایک درہم ملے گا۔ لیکن اگر کہا کہ کل سیئے گا تو آدھا درہم اجرت ہوگی یہ تعلیق کے لئے ہے اور اجارہ معلق ہو جائے تو بات طے نہیں ہوتی اس لئے اجارہ فاسد ہو گیا۔ اور جب اجارہ فاسد ہو جائے تو قاعدہ یہ ہے کہ بازار میں جو اجرت ہو سکتی ہے وہ ملتی ہے اس لئے بازار کی اجرت ملے گی۔ لیکن کل سینے پر دونوں کے درمیان آدھا درہم طے ہے اس لئے بازار کی اجرت بھی آدھے درہم سے زیادہ نہ ہو۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ آج کی شرط لگائے یا کل کی دونوں شرطیں درست ہیں اس لئے دونوں اجارے درست ہیں۔ اس لئے

الشَّرْطَانِ فَاسِدَانِ ۱؎ لِاَنَّ الْخِيَاطَةَ شَيْءٌ وَاحِدٌ وَقَدْ ذُكِرَ بِمُقَابَلَتِهِ بَدَلَانِ عَلَى الْبَدَلِ فَيَكُوْنُ مَجْهُوْلاً وَهٰذَا لِاَنَّ ذِكْرَ الْيَوْمِ لِلتَّعْجِيْلِ وَذِكْرُ الْغَدِ لِلتَّرْفِيْهِ فَيَجْتَمِعُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَسْمِيَتَانِ ۲؎ وَلَهُمَا اَنَّ ذِكْرَ الْيَوْمِ لِلتَّاقِيْتِ وَذِكْرَ الْغَدِ لِلتَّعْلِيْقِ فَلَا يَجْتَمِعُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَسْمِيَتَانِ وَلِاَنَّ التَّعْجِيْلَ وَالتَّاخِيْرَ مَقْصُوْدَانِ فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ اخْتِلَافِ النَّوْعَيْنِ ۳؎ وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ اَنَّ ذِكْرَ الْغَدِ لِلتَّعْلِيْقِ حَقِيْقَةً وَلَا يُمْكِنُ حَمْلُ الْيَوْمِ عَلَى التَّاقِيْتِ لِاَنَّ فِيْهِ فَسَادُ الْعَقْدِ لِاجْتِمَاعِ الْوَقْتِ وَالْعَمَلِ وَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ يَجْتَمِعُ

جو عمل کرے گا شرط کے مطابق وہ اجرت ملے گی۔ یعنی اگر آج سیئے گا تو ایک درہم ملے گا اور کل سیئے گا تو آدھا درہم ملے گا۔

اور زفرؒ فرماتے ہیں کہ دونوں شرطیں فاسد ہیں

ترجمہ :۱؎ کیونکہ سینا ایک ہی عمل ہے اور اس کے بدلے میں دو قسم کی قیمت رکھی ہے، ایکے بعد دیگرے تو اجارہ مجہول ہو گیا (اس لئے دونوں اجارے فاسد ہیں) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کا ذکر کرنا جلدی کرنے کے لئے ہے اور کل کا ذکر کرنا آسانی سے کرنے کے لئے ہے اس لئے ہر ہر دن میں دو قیمت جمع ہو گئی

تشریح : یہ امام زفرؒ کی دلیل ہے کہ، وہ فرماتے ہیں کہ اجارہ ایک ہی ہے، یعنی کپڑا سینا، اب اس کے لئے مدت بھی دو رکھی ہے، اور اجرت بھی دو رکھی ہے اس لئے اجرت میں جہالت پیدا ہو گئی اس لئے اجارہ فاسد ہو جائے گا

ترجمہ :۲؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ آج کا ذکر کرنا جلدی کرنے کے لئے ہے، اور کل کا ذکر کرنا معلق کرنے کے لئے ہے اس لئے ہر دن میں دو اجرت جمع نہیں ہوئی (اس لئے اجارہ جائز ہو جائے گا)، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جلدی کروانا، اور تاخیر کے ساتھ کروانا دونوں کے الگ الگ مقاصد ہیں اس لئے دو قسموں کے درجے میں اتار دئے ہیں (یعنی گویا کے الگ الگ اجارہ ہے اس لئے دونوں صحیح ہوں گے)

تشریح : صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے یہاں دو الگ الگ اجارہ ہیں، ایک ہے آج کا اجارہ اور ایک ہے کل کا اجارہ، اور دونوں کی الگ الگ اجرت ہے اس لئے دونوں جائز ہو جائیں گے

لغت : الترفیۃ: آسانی کرنا۔ تسمیۃ: نام، یہاں مراد ہے اجرت متعین کرنا۔ التاقیت: وقت متعین کرنا۔ تعلیق: معلق کرنا۔ یہ منطقی محاورہ ہے، کسی کام کو کل پر معلق کرنا۔ النوعین نوع قسم، دو قسمیں۔

ترجمہ :۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کل کا ذکر کرنا حقیقت میں معلق کرنے کے لئے ہے، لیکن آج کو معین پر حمل کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہو جائے گا، اس لئے وقت بھی جمع ہو گیا اور کام بھی جمع ہو گیا، اور جب یہ بات ہے تو کل میں دونوں چیزیں جمع ہو گئیں، لیکن آج میں دونوں چیزیں جمع نہیں ہوئیں۔ اس لئے پہلا اجارہ (آج والا) صحیح ہو گیا، اور متعین اجرت واجب ہو گی، اور دوسرا اجارہ (کل والا) فاسد ہو جائے گا، اس لئے مثلی اجرت واجب ہو گی، لیکن آدھے درہم سے زیادہ نہ ہو، اس لئے کہ دوسرے دن میں یہی متعین ہوا ہے

تشریح : یہاں وقت کا مطلب یہ ہے کہ دن بھر دے دو تو ایک درہم اجرت مل جائے گی، چاہے پورا کپڑا سیو یا نہیں۔ اور عمل کا

فِی الْغَدِ تَسْمِیَتَانِ دُوْنَ الْیَوْمِ فَیَصِحُّ الْاَوَّلُ وَیَجِبُ الْمُسَمّٰی وَیَفْسُدُ الثَّانِی وَیَجِبُ اَجْرُ الْمِثْلِ لَا یُجَاوِزُ بِهٖ نِصْفُ دِرْهَمٍ لِاَنَّهٗ هُوَالْمُسَمّٰی فِی الْیَوْمِ الثَّانِی ۴؎ وَفِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ لَا یَزَادُ عَلٰی دِرْهَمٍ وَلَا یَنْقُصُ مِنْ نِصْفِ دِرْهَمٍ لِاَنَّ التَّسْمِیَةَ الْاُوْلٰی لَا تَنْعَدِمُ فِی الْیَوْمِ الثَّانِی فَتُعْتَبَرُ لِمَنْعِ الزِّیَادَةِ وَتُعْتَبَرُ التَّسْمِیَةُ الثَّانِیَةُ لِمَنْعِ النُّقْصَانِ ۵؎ فَاِنْ خَاطَهٗ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ لَا یُجَاوِزُ بِهٖ نِصْفُ دِرْهَمٍ عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَةَ هُوَ الصَّحِیْحُ لِاَنَّهٗ اِذَا لَمْ یَرْضَ بِالتَّاخِیْرِ اِلَی الْغَدِ فَبِالزِّیَادَةِ عَلَیْهِ اِلٰی مَا بَعْدَ الْغَدِ اَوْلٰی.

(۱۱۷۴) وَلَوْ قَالَ اِنْ اَسْكَنْتَ فِی هٰذَا الدُّكَّانِ عَطَّارٌ فَبِدِرْهَمٍ فِی الشَّهْرِ وَاِنْ اَسْكَنْتَهٗ حَدَّادًا فَبِدِرْهَمَیْنِ جَازَ وَاَیُّ الْاَمْرَیْنِ فَعَلَ اِسْتَحَقَّ الْمُسَمّٰی فِیْهِ عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَةَؒ وَقَالَا الْاِجَارَةُ فَاسِدَةٌ

مطلب یہ ہے کہ پورا کپڑا اسی دوتو ایک درہم مل جائے گا، چاہے جتنے دنوں میں سیو۔اب آج میں وقت یعنی دن بھر کام کرو۔اور عمل یعنی پورا کپڑا سیو، دونوں کو جمع نہیں کر سکتے، اس لئے پہلے دن میں یہ ہوا کہ جتنے دونوں میں کپڑا سی دوا ایک درہم ملے گا، اس لئے آج سئے گا تو ایک درہم مل جائے گا۔اور دوسرے دن میں وقت اور عمل دونوں جمع ہو گئے اس لئے کل والا اجارہ فاسد ہو گیا ہے، اس لئے کل سیا تو مثلی اجرت ملے گی، لیکن یہ اجرت آدھے درہم سے زیادہ نہ ہو کیونکہ اسی پر درزی راضی ہوا ہے۔

ترجمہ:۴؎ اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک درہم سے زیادہ نہ ہو اور آدھے درہم سے کم نہ ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے دن میں پہلی اجرت ختم نہیں ہوئی ہے اس لئے زیادتی کو روکنے کے لئے اعتبار کیا جائے گا، اور دوسری اجرت (آدھا درہم) نقصان کو روکنے کے لئے اعتبار کیا جائے گا

تشریح: جامع صغیر میں یہ ہے کہ مثلی اجرت تو ہوگی، لیکن اگر کل میں سیا تب بھی آدھے درہم سے کم نہ ہو اور ایک درہم سے زیادہ نہ ہو

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک درہم زیادہ روکنے کے لئے ہے اس لئے اس سے زیادہ نہ ہو۔اور نقصان کو روکنے کے لئے بھی ہوگی، اس لئے آدھے درہم سے کم نہ ہو

ترجمہ:۵؎ اور اگر تیسرے دن میں سیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آدھا درہم سے زیادہ نہ ہو اور یہی صحیح ہے، اس لئے کل تک کی تاخیر میں (مالک آدھے درہم سے زیادہ پر راضی نہیں تھا) تو تیسرے دن کے سینے میں بدرجہ اولی مالک آدھے درہم سے زیادہ پر راضی نہیں ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۱۷۴) اگر کہا کہ اگر اس دوکان میں عطر بیچنے والے کو ٹھہرائیں گے تو مہینے میں ایک درہم ہوگا اور اگر اس میں لوہار ٹھہرائیں گے تو دو درہم تو جائز ہے۔اور دونوں معاملوں میں سے جو بھی کرے گا اسی کی اجرت کا مستحق ہوگا امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔اور صاحبین نے فرمایا یہ اجارہ فاسد ہے۔

وَكَذَا إِذَا اسْتَأْجَرَ بَيْتاً عَلَى أَنَّهُ إِنْ سَكَنَ فِيْهِ عَطَّارًا فَبِدِرْهَمٍ وَإِنْ أَسْكَنَ فِيْهِ حَدَّاداً فَبِدِرْهَمَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَا يَجُوْزُ وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً إِلَى الْحِيْرَةِ بِدِرْهَمٍ وَإِنْ جَاوَزَ بِهَا إِلَى الْقَادِسِيَّةِ فَبِدِرْهَمَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ وَيَحْتَمِلُ الْخِلَافُ وَإِنِ اسْتَأْجَرَهَا إِلَى الْحِيْرَةِ عَلَى أَنَّهُ إِنْ حَمَلَ عَلَيْهَا كُرَّ شَعِيْرٍ فَبِنِصْفِ دِرْهَمٍ وَإِنْ حَمَلَ عَلَيْهَا كُرَّ حِنْطَةٍ فَبِدِرْهَمٍ فَهُوَ جَائِزٌ فِي قَوْلِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا لَا يَجُوْزُ ۱؎ وَجْهُ قَوْلِهِمَا أَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ مَجْهُوْلٌ وَكَذَا الْأَجْرُ أَحَدُ الشَّيْئَيْنِ وَهُوَ

ترجمہ :ایسے ہی اگر ایک کمرے کو اجرت پر دیا اس طرح کہ اگر اس میں خود رہے گا تو ایک درہم کرایہ ہوگا، اور اگر اس میں لوہار کو رکھے گا تو دو درہم کرایہ ہوگا تو یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے حیرہ تک لیجانے کے لئے جانور کرایہ پر لیا ایک درہم میں اور اگر وہاں سے گزر کر قادسیہ لے جائے تو دو درہم کرایہ ہوگا تو جائز ہے، اور اس صورت میں اختلاف کا بھی احتمال ہے، اور اگر حیرہ تک اجرت پر لے اس طرح کہ اگر اس پر ایک کر جو لادے تو آدھا درہم کرایہ ہوگا ، اور اگر ایک کر گیہوں لادے تو ایک درہم کرایہ ہوگا تو یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :۱؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ اجارہ مجہول ہے، اور ایسے ہی دو چیزوں میں سے ایک کی اجرت بھی مجہول ہے، اور اور جہالت فساد کو واجب کرتی ہے

اصول:امام ابو حنیفہؒ: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دو کام الگ الگ ہوں اور ہر ایک کی اجرت معلوم ہو تو اجارہ درست ہے۔

تشریح :مثلا زید نے عمر کو دوکان اجرت پر دی اور یوں کہا اگر اس دوکان میں عطر فروشی کا کام کروائیں گے تو مہینے کا ایک درہم اجرت ہوگی۔ اور اگر اس دوکان میں لوہاری کا کام کروائیں گے جو گندہ کام ہے تو مہینے کے دو درہم اجرت ہوگی۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں اجارے درست ہیں۔ اس لئے اگر عطر کا کام کروایا تو مہینے میں ایک درہم اور لوہاری کا کام کروایا تو مہینے میں دو درہم اجرت ملے گی۔

وجہ :اس صورت میں اجارہ کو معلق کرنا نہیں ہے بلکہ دو کاموں میں سے ایک کا اختیار دینا ہے۔ اور چونکہ دونوں کی الگ الگ اجرتیں واضح ہیں اس لئے اجارہ درست ہوگا۔ اور جو کام کرے گا اس قسم کی اجرت ملے گی۔ باقی کیا کام کرے گا اس کا تعین کام شروع کرتے وقت ہو جائے گا۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ اجارہ کرتے وقت یہ پتہ نہیں ہے کہ کون سا کام اجیر کرے گا اس لئے کون سی اجرت لازم ہوگی ، ایک درہم یا دو درہم یہ عقد اجارہ کے وقت طے نہیں ہے اس لئے اجارہ کی اجرت مجہول ہونے کی وجہ سے اجارہ فاسد ہو گیا۔ اس لئے اجارہ درست نہیں ہوا چاہے کام شروع کرتے وقت اس کا علم ہو جائے کہ کون سی اجرت ہوگی۔

اصول:صاحبین : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ عقد اجارہ طے کرتے وقت اجرت کا علم نہ ہو تو اجارہ فاسد ہوگا۔

لغت:عطار: عطر بیچنے والا۔ حداد: لوہاری کا کام کرنے والا۔

مَجْهُوْلٌ وَالْجِهَالَةُ تُوْجِبُ الْفَسَادَ ٢ بِخِلَافِ الْخِيَّاطَةِ الرُّوْمِيَّةِ وَالْفَارِسِيَّةِ لِاَنَّ الْاَجْرَ يَجِبُ بِالْعَمَلِ وَعِنْدَهُ تَرْتَفِعُ الْجِهَالَةُ اَمَّا فِي هٰذِهِ الْمَسَائِلِ يَجِبُ الْاَجْرُ بِالتَّخْلِيَةِ وَالتَّسْلِيْمِ فَيَبْقَى الْجِهَالَةُ وَهٰذَا الْحَرْفُ هُوَ الْاَصْلُ عِنْدَهُمَا ٣ وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ اَنَّهُ خَيَّرَهُ بَيْنَ عَقْدَيْنِ صَحِيْحَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ فَيَصِحُّ كَمَا فِي مَسْأَلَةِ الرُّوْمِيَّةِ وَالْفَارِسِيَّةِ وَهٰذَا لِاَنَّ سُكْنَاهُ بِنَفْسِهٖ يُخَالِفُ اِسْكَانَهُ الْحَدَّادَ اَلَا تَرىٰ اَنَّهُ لَا يَدْخُلُ ذَالِكَ فِي مُطْلَقِ الْعَقْدِ وَكَذَا فِي اَخَوَاتِهَا ٤ وَالْاِجَارَةُ تُعْقَدُ لِلْاِنْتِفَاعِ وَعِنْدَهُ تَرْتَفِعُ الْجِهَالَةُ

ترجمہ: ٢ بخلاف رومی اور فارسی سینے کے (وہ جائز ہے) کیونکہ اجرت کام کرنے پر واجب ہوگی، اور اس وقت جہالت ختم ہو جائے گی، بہر حال ان مسائل میں تو اجارے کی چیز کو سپرد کرنے سے اجرت واجب ہوتی ہے اس لئے جہالت باقی رہی، اور صاحبینؒ کے نزدیک یہی ایک بڑا اصول ہے

تشریح: کپڑا رومی انداز کا سیو یا فارسی انداز میں سیو اس اجارے میں کام پورا کرنے کے بعد اجرت واجب ہوتی ہے، اور اس وقت پتہ چل جائے گا کہ کیا سیا ہے، اور اس کی اجرت کیا ہے، اس لئے اس وقت جہالت نہیں رہے گی، اور اجارہ صحیح ہو جائے گا۔ اور متن میں جو مسئلے ہیں دکان وغیرہ ان میں جیسے ہی دکان سپرد کیا تو اجرت واجب ہو جائے گی، اور اس وقت پتہ نہیں چلے گا کہ دکان میں کیا رکھے گا اور اس کی اجرت کیا ہوگی، تو دکان سپرد کرتے وقت یہ جہالت ہے، اس لئے اجارہ فاسد ہو جائے گا، صاحبینؒ کے یہاں یہ خاص اصول ہے۔

ترجمہ: ٣ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ دو مختلف صحیح اجارہ ہیں، ان میں اختیار دئے ہیں اس لئے دونوں اجارے صحیح ہوں گے، جیسے رومی انداز میں سیئے گا اور فارسی سیئے گا میں صحیح ہے، (دو اجارہ ہونے کی وجہ یہ ہے)، کہ اگر خود گھر میں رہا، یہ لوہار کو ٹھہرانے کے مخالف ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ مطلق عقد میں یہ داخل نہیں ہے، اور یہی حال باقی مسائل کے ہیں

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں دو الگ الگ عقد ہیں، اور دونوں صحیح ہیں اور ان میں اختیار دئے گئے ہیں اس لئے دونوں میں سے جس کو اختیار کرے گا اجارہ صحیح ہو جائے گا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ خود رہنا الگ چیز ہے، اور لوہار کو رکھنا الگ چیز ہے، مطلق عقد میں صرف ایک شامل ہوتا ہے، دونوں نہیں، اگر دونوں ایک ہی عقد میں شامل ہوتے تو عقد فاسد ہوتا، یہاں دونوں ایک عقد میں شامل نہیں ہیں، اس لئے دونوں الگ الگ عقد ہو گئے، اور دونوں کی اجرت بھی الگ الگ بیان کر دی گئی، اس لئے دونوں صحیح ہو جائیں گے

ترجمہ: ٤ اور اجارہ نفع حاصل کرتے وقت منعقد ہوگا اور اس وقت جہالت اُٹھ جائے گی

تشریح: یہ صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ گھر سپرد کرتے ہی اجرت واجب ہو جائے گی، اور اس وقت پتہ نہیں چلے گا کہ گھر میں کون ٹھہرے گا۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ گھر سپرد کرتے وقت اجرت واجب نہیں ہوگی، بلکہ نفع حاصل کرتے اجرت واجب ہوتی ہے اور اس وقت پتہ چل جائے گا، کہ خود ٹھہرا ہے، یا لوہار کو ٹھہرایا ہے، اس لئے اجرت میں جہالت نہیں رہی اور اجارہ درست ہو جائے گا

۵ؕ وَلَوُ احُتِيُجَ اِلیٰ الْاِيُجَابِ بِمُجَرَّدِ التَّسُلِيُمِ يَجِبُ اَقَلُّ الْاَجُرَيُنِ لِلتَّيَقُّنِ بِهٖ.

باب اجارة العبد

(۱۱۷۵) قَالَ وَمَنِ اسُتَاجَرَ عَبُداً لِيَخُدِمَهُ فَلَيُسَ لَهُ اَنُ يُسَافِرَ بِهٖ اِلَّا اَنُ يَشُتَرِطَ ذَالِکَ ۱ؕ لِاَنَّ خِدُمَةَ السَّفَرِ اِشُتَمَلَتُ عَلیٰ زِيَادَةِ مُشَقَّةٍ فَلاَ يَنُتَظِمُهَا الْاِطُلَاقُ وَلِهٰذَا جُعِلَ السَّفَرُ عُذُراً فَلا بُدَّ مِنُ اِشُتِرَاطِهٖ كَاِسُكَانِ الْحَدَّادِ وَالْقَصَّارِ فِی الدَّارِ ۲ؕ وَلِاَنَّ التَّفَاوُتَ بَيُنَ الْخِدُمَتَيُنِ ظَاهِرٌ فَاِذَا تَعَيَّنَتِ

ترجمہ:۵ؕ اور اگر صرف گھر سپرد کرنے سے ہی اجرت واجب کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اجرت میں سے جو کم ہے وہی واجب ہوگی، یقینی ہونے کی وجہ سے

تشریح: یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا گھر سپرد کرتے ہی اجرت واجب ہو جاتی ہے تو جہالت ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، اولا تو نفع وصول کرنے کے بعد اجرت واجب ہوتی ہے، لیکن اگر کبھی گھر سپرد کرتے ہی اجرت واجب کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو کم والی اجرت واجب ہوگی، کیونکہ وہ یقینی ہے، اس لئے اجرت میں جہالت نہیں رہی اور اجارہ صحیح ہو جائے گا

باب اجارۃ العبد

ترجمہ: (۱۱۷۵) کسی نے غلام کو خدمت کے لئے اجرت پر لیا۔ پس اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو ساتھ لیکر سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس پر شرط لگائے عقد میں۔

ترجمہ: ۱ؕ اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر کی خدمت میں زیادہ مشقت ہے، اس لئے مطلق عقد میں وہ شامل نہیں ہوگی (جب تک کہ اجارہ کرتے وقت اس کی وضاحت نہ کر دی جائے)، یہی وجہ ہے کہ سفر کو (نماز میں قصر کرنے کا عذر قرار دیا ہے) اس لئے اس کی شرط لگانا ضروری ہے، جیسے گھر میں لوہار کو ٹھہرانے کے لئے، اور دھوبی کو ٹھہرانے کے لئے شرط لگائی جاتی ہے۔

تشریح: کسی نے غلام کو حضر میں خدمت کے لئے لیا تو اس کو بغیر اس کی مرضی کے سفر میں نہیں لے جا سکتا۔ جب تک کہ عقد کرتے وقت شرط نہ لگائے کہ میں اس کو خدمت کے لئے سفر میں لے جاؤں گا۔ ہاں! عقد اجارہ کرتے وقت یہ شرط لگائے کہ غلام کو سفر میں بھی لے جاؤں گا تو لے جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔

وجہ: (۱) سفر میں مشقت زیادہ ہوتی ہے اس میں خدمت کرنا مشکل کام ہے اس لئے حضر میں اجارہ ہوا ہے تو غلام کی مرضی کے بغیر اس کو سفر میں نہیں لے جا سکتا (۲) حدیث میں ہے۔ **وقال النبی ﷺ المسلمون عند شروطھم** (بخاری شریف، باب اجر السمسرۃ ص ۳۰۳ نمبر ۲۲۷۴) اس حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کو شرط کی رعایت کرنی چاہئے۔ اور چونکہ بظاہر حضر کی شرط ہے اس لئے سفر میں نہیں لے سکتا۔

اصول: حضر میں خدمت اور ہے اور سفر میں خدمت اور ہے دونوں ہم مثل نہیں ہیں۔

ترجمہ: ۲ؕ دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں خدمتوں میں ظاہر تفاوت ہے، اس لئے جب حضر میں ایک خدمت متعین ہو گئی تو

الْخِدْمَةُ فِي الْحَضَرِ لَايَبْقىٰ غَيْرُهُ دَاخِلًا كَمَا فِي الرُّكُوْبِ

(۱۱۷۶) وَمَنِ اسْتَاجَرَ عَبْداً مَحْجُوراً عَلَيْهِ شَهْراً وَاَعْطَاهُ الْاَجْرَ فَلَيْسَ لِلْمُسْتَاجِرِ اَنْ يَاْخُذَ مِنْهُ الْاَجْرَ ۱ وَاَصْلُهُ اَنَّ الْاِجَارَةَ صَحِيْحَةٌ اِسْتِحْسَاناً اِذَا فَرَغَ مِنَ الْعَمَلِ وَالْقِيَاسُ اَنْ لا يَجُوْزَ لِاِنْعِدَامِ اِذْنِ الْمَوْلٰى وَقِيَامِ الْحَجْرِ فَصَارَ كَمَا اِذَا هَلَکَ الْعَبْدُ وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ التَّصَرُّفَ نَافِعٌ عَلىٰ اِعْتِبَارِ الْفَرَاغِ سَالِماً ضَارٌّ عَلىٰ اِعْتِبَارِ هَلاکِ الْعَبْدِ وَالنَّافِعُ مَاذُوْنٌ فِيْهِ كَقَبُوْلِ الْهِبَةِ وَاِذَا جَازَ ذَالِکَ لَمْ يَكُنْ لِلْمُسْتَاجِرِ اَنْ يَاْخُذَ مِنْهُ الْاَجْرَ.

(۱۱۷۷) وَمَنْ غَصَبَ عَبْداً فَآجَرَ الْعَبْدُ نَفْسَهُ فَاَخَذَ الْغَاصِبُ الْاَجْرَ فَاَكَلَهُ فَلا ضِمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ

دوسری خدمت اس میں داخل نہیں ہوگی، جیسا کہ جانور پر سوار ہونے کی صورت میں گزری

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۱۷۶) کسی نے مجور غلام کو ایک مہینے کے لئے اجرت پر لیا اور اس کو اجرت دی تو مستاجر کے لئے جائز نہیں ہے اس غلام سے اجرت لے لے

ترجمہ: ۱ اس کی اصل یہ ہے کہ جب غلام کام سے فارغ ہوا تو اجارہ تو استحسانا صحیح ہے، اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ اجارہ جائز نہ ہو کیونکہ آقا کی اجازت نہیں ہے، تو ایسا ہو گیا کہ غلام ہلاک ہو گیا ہو، اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ کام سے صحیح سلامت فارغ ہو جائے تو یہ تصرف نفع بخش ہے، اور غلام ہلاک ہو جائے تو یہ عقد نقصان دہ ہے، اور نفع بخش کی اجازت ہے جیسے غلام ہدیہ قبول کرلے تو اس کی اجازت ہے، اور جب اس کی اجازت ہوگئی تو مستاجر کے لئے جائز نہیں ہے کہ کہ غلام سے اجرت واپس لے لے

اصول: آقا نے اجازت نہ بھی دیا ہو تب بھی نفع بخش کام کی اشارۃ اجازت ہوتی ہے

تشریح: آقا نے غلام کو کام کی اجازت نہیں دی تھی پھر بھی غلام نے اجرت پر کام کیا تو مستاجر کو یہ حق نہیں ہے کہ اجرت روک لے

وجہ: (۱) قیاس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ آقا نے اجازت نہیں دی ہے اس لئے یہ اجارہ ہی فاسد ہو جائے، لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ اجارہ جائز ہو، کیونکہ ایسی چیز جو آقا کے لئے نفع بخش ہو اس کی اجازت ہوتی ہے، جیسے غلام آقا کی اجازت کے بغیر ہدیہ قبول کرلے تو اس کی اجازت ہوتی ہے اسی طرح یہاں آقا کی اجازت کے بغیر اجرت کما لے تو اس کی گنجائش ہوگی، اور مستاجر کو یہ اجرت روکنے کا حق نہیں ہوگا

لغت: کما اذا هلک العبد: غلام نے آقا کی اجازت کے بغیر اجارہ کا عقد کیا اور اس میں غلام ہلاک ہو گیا تو مستاجر پر اس غلام کی قیمت لازم ہوتی ہے، اور اجرت لازم نہیں ہوتی، کیونکہ جب غلام کی قیمت ادا کی تو یہ غلام اس مستاجر کا ہو گیا، اور اپنے غلام نے کام کیا تو اجرت لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۱۱۷۷) کسی نے غلام غصب کیا پھر غلام نے اپنے آپ کو اجرت پر رکھا اور غاصب نے اس اجرت کو لے لیا اور

اَبِی حَنِیْفَةَؒ وَقَالَا هُوَ ضَامِنٌ ۱؎ لِاَنَّـهُ اَكَلَ مَالُ الْمَالِكِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ اِذِالْاِجَارَةُ قَدْ صَحَّتْ عَلٰی مَا مَرَّ ۲؎ وَلَهٗ اَنَّ الضِّمَانَ اِنَّمَا یَجِبُ بِاِتْلَافِ مَالٍ مُحَرَّزٍ لِاَنَّ التَّقَوُّمَ بِهٖ وَهٰذَا غَیْرُ مُحَرَّزٍ فِی حَقِّ الْغَاصِبِ لِاَنَّ الْعَبْدَ لَا یُحَرِّزُ نَفْسَهٗ عَنْهُ فَكَیْفَ یُحَرِّزُ مَا فِی یَدِهٖ

(۱۱۷۸) وَاِنْ وَجَدَ الْمَوْلٰی الْاَجْرَ قَائِماً بِعَیْنِهٖ اَخَذَهٗ ۱؎ لِاَنَّهٗ وَجَدَ عَیْنَ مَالِهٖ

(۱۱۷۹) وَیَجُوْزُ قَبْضَ الْعَبْدِ الْاَجْرِ فِی قَوْلِهِمْ جَمِیْعاً ۱؎ لِاَنَّـهٗ مَاذُوْنٌ لَـهٗ فِی التَّصَرُّفِ عَلٰی اِعْتِبَارِ الْفَرَاغِ عَلٰی مَامَرَّ.

اس کوکھالیا تو غاصب پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضمان نہیں ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ضمان ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس نے غیر کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر کھایا، اس لئے کہ پہلے گزرا کہ غلام کا اجارہ صحیح ہے

تشریح: غلام کو غاصب نے غصب کیا اور غلام نے اجرت کمائی اور غاصب نے اس اجرت کو کھالیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غاصب پر اس اجرت کا ضمان نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کا ضمان ہے

وجہ: : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ خود غلام غاصب کے ہاتھ میں محفوظ نہیں ہے، تو اس کی کمائی ہوئی اجرت کیا محفوظ ہوگی، اور ضمان محفوظ مال لازم ہوتا ہے، اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا

اور صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حقیقت میں اجرت کا مال مالک کا ہے جسکو غاصب نے کھایا ہے، اس لئے اس کا ضمان لازم ہوگا

ترجمہ : ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ محفوظ مال ہلاک کرنے پر ضمان لازم ہوتا ہے کیونکہ مال متقوم وہی ہے، اور یہ مال غاصب کے حق میں محفوظ نہیں ہے، اس لئے کہ غلام خود اپنے آپ کی حفاظت نہیں کرسکتا ہے تو جو اس کے ہاتھ میں اجرت کا مال ہے اس کی حفاظت کیسے کرے گا

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اجرت کا مال محفوظ نہیں ہے اس لئے غاصب نے اس کو کھایا تو غلطی ضروری ہے لیکن اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: (۱۱۷۸) اور اگر آقا نے اپنی اجرت کو بعینہ قائم پایا تو اس کو لے لے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اپنے مال کو پایا ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۱۷۹) اور اجرت پر قبضہ کرے تو سب کے نزدیک جائز ہے

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ فارغ ہو اور سلامت ہو تو ایسا تصرف کرنے کا اشارۃ اجازت ہے

تشریح: مجھور غلام نے اجرت کما ہی لیا تو اس پر قبضہ کرنے کا حق ہے سب ائمہ کے نزدیک

وجہ : اشارہ آقا کی جانب سے اس بات کی اجازت ہے کہ فارغ ہو اور سلامت کے ساتھ نفع بخش کام کرے تو اس کی

(۱۱۸۰) وَمَنِ اسْتَاجَرَ عَبْداً هٰذَيْنِ الشَّهْرَيْنِ شَهْراً بِاَرْبَعَةٍ وَشَهْراً بِخَمْسَةٍ فَهُوَ جَائِزٌ وَالْاَوَّلُ مِنْهُمَا بِاَرْبَعَةٍ لِ لِاَنَّ الشَّهْرَ الْمَذْكُوْرَ اَوَّلًا يَنْصَرِفُ اِلىٰ مَا يَلِي الْعَقْدَ تَحَرِّياً لِلْجَوَازِ اَوْ نَظْراً اِلىٰ تَنَجُّزِ الْحَاجَةِ فَيَنْصَرِفُ الثَّانِي اِلىٰ مَا يَلِي الْاَوَّلَ ضَرُوْرَةً.

(۱۱۸۱) وَمَنِ اسْتَاجَرَعَبْداً شَهْراً بِدِرْهَمٍ فَقَبَضَهُ فِي اَوَّلِ الشَّهْرِ ثُمَّ جَاءَ آخِرُ الشَّهْرِ وَهُوَ آبِقٌ اَوْ مَرِيْضٌ فَقَالَ الْمُسْتَاجِرُ اَبِقَ اَوْ مَرِضَ حِيْنَ اَخَذْتُهُ وَقَالَ الْمَوْلىٰ لَمْ يَكُنْ ذَالِكَ اِلَّا قَبْلَ اَنْ تَاْتِيَنِي

اجازت ہے،اور یہاں اجرت نفع بخش ہےاس پر قبضہ کرنے کی اجازت ہے

ترجمہ: (۱۱۸۰) کسی نے غلام کو دو مہینے کے لئے اجرت پر لیا،ایک مہینہ چار درہم کے بدلے،اور ایک مہینے کو پانچ درہم کے بدلے تو جائز ہے،اس میں سے پہلا مہینہ چار درہم کا ہوگا

ترجمہ: لے اس لئے کہ عقد کے (چار درہم) کے جو متصل ہے جائز رکھنے کے لئے پہلا مہینہ اسی کی طرف پھیرا جائے گا،اور جلدی ضرورت کو پوری کرنے کے لئے بھی اور ضرورت کی وجہ سے دوسرے مہینے کو پہلے بعد کی طرف پھیرا جائے گا

اصول: دو عدد میں سے جو پہلے آرہا ہو پہلے مہینے کو اسی کی طرف پھیرا جائے گا،یہاں چار پہلے آرہا ہے،اس لئے پہلے مہینے کو اسی کی طرف پھیرا جائے گا

تشریح: یہاں اشکال یہ ہے کہ کس مہینے میں کتنی اجرت دی جائے گی،چار،یا پانچ درہم یہ مجہول ہےاس لئے یہ اجارہ فاسد ہونا چاہئے،لیکن چار جو پہلے ہےاس کی طرف پہلے مہینے کو پھیرا جائے،اور پھر اس کے متصل دوسرا مہینہ ہےاس لئے دوسرے مہینے کو پانچ کی طرف پھیر دیا جائے تو اجارہ واضح ہو جائے گا اور اجارہ درست ہو جائے گا

وجہ: ایک تو عاقل بالغ کی بات کو جائز کرنا ہے،دوسری بات یہ ہے کہ آدمی کو جلدی سے اجرت چاہئے،اس لئے یہی کیا جائے گا کہ پہلے مہینے کو جو عقد متصل ہے،یعنی چار درہم اس کی طرف پھیرا جائے،اور دوسرے عقد کو اس کے بعد رکھا جائے،اور دونوں مہینوں کی اجرت کو جائز قرار دے دیا جائے

لغت: مایلی جو متصل ہے،اور عقد سے متصل چار درہم ہے۔تحریا: تلاش کرنے کے لئے۔تنجز: جزا سے مشتق ہے ضرورت پوری کرنا۔

ترجمہ: (۱۱۸۱) کسی نے ایک درہم میں ایک مہینے کے لئے غلام کو اجرت پر لیا اور مہینے کے شروع میں اس غلام پر قبضہ کیا، پھر مستاجر مہینے کے اخیر میں آیا،اس حال میں کہ غلام بھاگا ہوا تھا یا بیمار تھا (اور کام نہیں کیا تھا) اب مستاجر کہتا ہے کہ جب میں مہینے کے شروع میں غلام کو لیا تھا اسی وقت سے بھاگا ہوا تھا،یا بیمار تھا،اور آقا کہتا ہے یہ بات نہیں ہے، بلکہ (پورے مہینے تک غلام نے کام کیا ہے) بس تمہارے لانے سے کچھ دیر پہلے غلام بھاگا ہے یا بیمار ہوا ہے،تو مستاجر کی بات مانی جائے گی۔اور اگر مستاجر غلام کو اس حال میں لایا کہ وہ تندرست تھا،تو پھر آقا کی بات مانی جائے گی

بِسَاعَةٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْتَاجِرِ وَاِنْ جَاءَ بِهٖ وَهُوَ صَحِيْحٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمَوَاجِرِ ۱؎ لِاَنَّهُمَا اِخْتَلَفَا فِى اَمْرٍ مُحْتَمَلٍ فَيَتَرَجَّحُ بِحُكْمِ الْحَالِ اِذْ هُوَ دَلِيْلٌ عَلٰى قِيَامِهٖ مَنْ قَبْلُ وَهُوَ يَصْلُحُ مُرَجِّحاً وَاِنْ لَمْ يَصْلُحْ حُجَّةً فِى نَفْسِهٖ ۲؎ اَصْلُهُ الْاِخْتِلَافُ فِى جَرْيَانِ مَاءِ الطَّاحُوْنَةِ وَاِنْقِطَاعِهٖ.

بَابُ الْاِخْتِلافِ فِيْ الْاِجَارَةِ

(۱۱۸۲) قَالَ وَاِذَا اخْتَلَفَ الْخَيَّاطُ وَرَبُّ الثَّوْبِ فَقَالَ رَبُّ الثَّوْبِ اَمَرْتُكَ اَنْ تَعْمَلَهُ قُبَاءً وَقَالَ

ترجمہ :۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک محتمل معاملے میں دونوں نے اختلاف کیا ہے، تو ابھی جو حالت ہے اس کے ذریعہ سے ترجیح دی جائے گی، اس لئے کہ پہلے کیا ہو رہا تھا، اس وقت کی جو حالت ہے وہ اس پر دلیل ہے، اور اسی سے معاملے کی ترجیح دی جا سکتی ہے، اگر چہ یہ حجت نہیں ہے (صرف ترجیح کے لئے ہے)

اصول :ایسا اختلاف ہو جس کو ترجیح دینے کے لئے کوئی دلیل نہ ہو، تو اس وقت کی جو حالت ہے اسی سے ترجیح دی جائے گی، البتہ یہ حالت حجت کاملہ نہیں ہے

تشریح :مستاجر نے جب غلام ایک مہینے کے لئے لیا تھا تو وہ تندرست تھا، اب مہینے کے اخیر میں آ کر کہتا ہے کہ غلام شروع سے بھاگا ہوا تھا، یا بیمار تھا، اور کوئی کام نہیں کیا ہے اس لئے پورے مہینے کی اجرت نہیں دی جائے گی، اور کسی کے پاس یہ دلیل بھی نہیں ہے کہ بھاگا ہوا تھا یا نہیں تھا، یا بیمار تھا یا نہیں تھا۔ تو ترجیح کیسے دیں؟ تو فرماتے ہیں کہ ابھی اگر بھاگا ہوا ہے تو پورا مہینہ بھاگا ہوا مانا جائے گا، اور اجرت نہیں ملے گی، اور اگر ابھی بھاگا ہوا نہیں ہے تو پورا مہینہ حاضر سمجھا جائے گا اور پورے مہینے کی اجرت ملے گی

وجہ :اس وقت کی جو ظاہری حال ہے اسی سے باقی مہینوں کی حالت کا اندازہ لگایا جائے گا، اور اسی سے فیصلہ کیا جائے گا، اگر چہ یہ حالت گواہ کی طرح حجت کاملہ نہیں ہے، صرف اندازہ لگانے کے لئے ہے، آگے اس کی ایک مثال پیش کر رہے ہیں

ترجمہ:۲؎ اصل اختلاف یہ ہے کہ چکی کا پانی جاری ہے یا نہیں ہے

تشریح :زید نے پانی سیراب کرنے کے لئے ایک ہفتے کے لئے پن چکی لی، جب پن چکی لی تو وہ پانی دے رہی تھی، اور پن چکی بالکل ٹھیک تھی، ایک ہفتے کے بعد مستاجر آیا اور کہنے لگا کہ پہلے ہی دن سے پن چکی خراب تھی، اس لئے پورے ہفتے کی اجرت نہیں ملے گی۔ اور مالک کہتا ہے کہ پن چکی ٹھیک تھی، تو یہ دیکھا جائے گا کہ اگر ابھی پن چکی ٹھیک ہے اور چل رہی ہے تو پورے ہفتے میں ٹھیک ہی مانی جائے گی اور اجرت ملے گی۔ اور اگر ابھی خراب ہے تو پورے ہفتے میں خراب مانی جائے گی اور اجرت نہیں ملے گی، اور ابھی کی حالت سے اندازہ لگایا جائے گا اور وہی مرجح ہوگی، اسی پر غلام کے مسئلے کو بھی قیاس کیا گیا ہے۔

باب الاختلاف في الاجارة

ترجمہ :(۱۱۸۲) اگر درزی اور رنگریز اور کپڑے والے کے درمیان اختلاف ہو جائے، پس کپڑے والے نے درزی سے کہا میں نے آپ کو اس کی قبا بنانے کا حکم دیا تھا اور درزی نے کہا کہ قمیص کا کہا تھا۔ یا کپڑے والے نے رنگریز سے کہا میں آپ

الْخَيَّاطُ قَمِيصاً اَوْقَالَ صَاحِبُ الثَّوْبِ لِلصَّبَّاغِ اَمَرْتُکَ اَنْ تَصْبُغَهُ اَحْمَرَ فَصَبَغْتَهُ اَصْفَرَ وَقَالَ الصَّبَّاغُ لَا بَلْ اَمَرْتَنِی اَصْفَرَ فَالْقَوْلُ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ ۱؎ لِاَنَّ الْاِذْنَ یَسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهٖ ۲؎ اَلَا تَریٰ اَنَّهٗ لَوْ اَنْکَرَ

کوحکم دیا تھا کہ اس کو سرخ رنگیں، پس آپ نے اس کو زرد رنگا تو کپڑے والے کے قول کا اعتبار ہوگا اس کی قسم کے ساتھ۔

ترجمہ: ۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے والے کی جانب سے ہی اجازت ہوسکتی ہے کہ (اس نے کیا کرنے کا حکم دیا تھا)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دلیل نہ ہو تو جس کی چیز ہے قسم کے ساتھ بات اس کی مانی جائے گی

تشریح: درزی اور کپڑے والے میں اختلاف ہو جائے مثلا کپڑے والا کہے کہ میں نے آپ کو قبا سینے کا کہا تھا اور آپ نے قمیص سی دیا۔ اور درزی کہے کہ آپ نے مجھے قمیص سینے کا کہا تھا۔ اور درزی کے پاس گواہ نہیں ہے اور کسی کی بات کی تصدیق کے لئے کوئی علامت یا قرینہ نہیں ہے تو کس کی بات مانی جائے؟ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ کپڑے والے کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔ اسی طرح کپڑے والے اور رنگریز میں اختلاف ہو گیا، کپڑے والا کہتا ہے کہ سرخ رنگنے کے لئے کہا تھا لیکن تم نے زرد رنگ دیا اور رنگریز کہتا ہے کہ آپ نے زرد رنگنے کے لئے کہا تھا۔ اور رنگریز کے پاس گواہ نہیں ہے اور کسی کی بات کی تصدیق کے لئے کوئی علامت نہیں ہے تو کپڑے والے کی بات قسم کے ساتھ مانی جائیگی۔

وجہ: (۱) کپڑا سینے کی اجازت اور رنگنے کی اجازت کپڑے والے کی جانب سے ہوتی ہے اس لئے وہی جانتا ہے کہ کس کام کی اجازت دی جائے اس لئے اسی کی بات مانی جائے گی۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے **عن الثوری فی رجل دفع الی آخر مالا مضاربة فقال صاحب المال بالثلث وقال الآخر بالنصف قال القول لصاحب المال الا ان یأتی الآخر بینة** (مصنف عبد الرزاق، باب اختلاف المضاربین اذا ضرب بہ مرۃ ج ثامن ص ۲۵۲ نمبر ۱۵۱۰۴) اس قول تابعی میں صاحب مال کی بات مانی گئی ہے اس لئے اجارہ میں بھی صاحب مال کی بات مانی جائے گی (۳) درزی اور رنگریز مدعی ہے۔ وہ دعوی کر رہا ہے کہ میرا کام صحیح ہے اس لئے مجھے اجرت ملنی چاہئے اور کپڑے والا اجرت دینے سے انکار کر رہا ہے اس لئے وہ منکر ہے۔ اس لئے اس پر گواہ چاہئے وہ نہیں ہے اور کپڑے والا مدعی علیہ ہے اس لئے اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔ پس اگر وہ قسم کھالے تو درزی اور رنگریز نقصان کے ضامن ہوں گے۔ (۴) حدیث میں ہے **کتب ابن عباس الی ان النبی ﷺ قضی بالیمین علی المدعی علیه** (بخاری شریف، باب الیمین علی المدعی علیہ فی الاموال والحدود ص ۴۲۶ نمبر ۲۶۶۸) اس حدیث میں ہے کہ مدعی علیہ اور منکر پر قسم ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اصل اجازت کا انکار کر جائے تو اس کی بات مانی جاتی ہے، تو اس سے ہی صفت کا انکار کرے (تو اس کی بات مانی جائے گی)

تشریح: اگر اصل اجازت کا انکار کر دے کہ میں نے کپڑا سینے کے لئے دیا ہی نہیں تھا تو اس کی بات مانی جائے گی، لیکن اس کی صفت کا انکار کیا تو بدرجہ اولی اس کی بات مانی جائے گی

اَصْلَ الْاِذْنِ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلُهُ فَكَذَا اِذَا اَنْكَرَ صِفَتَهُ ۳؎ لٰكِنْ يَحْلُفُ لِاَنَّهُ اَنْكَرَ شَيْئاً لَوْ اَقَرَّ بِهٖ لَزِمَهُ

(۱۱۸۳) قَالَ وَاِذَا حَلَفَ فَالْخَيَّاطُ ضَامِنٌ ١؎ وَمَعْنَاهُ مَامَرَّ مِنْ قَبْلُ اَنَّهُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ وَاِنْ شَاءَ اَخَذَهُ وَاَعْطَاهُ اَجْرَ مِثْلِهٖ ٢؎ وَكَذَا يَخَيَّرُ فِي مَسْئَلَةِ الصَّبْغِ اِذَا حَلَفَ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيْمَةَ الثَّوْبِ الْاَبْيَضِ وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ الثَّوْبَ وَاَعْطَاهُ اَجْرَ مِثْلِهٖ لَا يُجَاوِزُ بِهِ الْمُسَمّٰى ۳؎ وَذُكِرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ يَضْمَنُهُ مَازَادَ الصَّبْغُ فِيْهِ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْغَاصِبِ

ترجمہ:۳؎ لیکن قسم کھانی پڑے گی اس لئے کہ ایسی چیز کا انکار کیا ہے کہ اگر اس کا اقرار کر لے تو وہ چیز لازم ہو جائے گی

تشریح:لیکن اس بارے میں کپڑے والے کو قسم کھانی پڑے گی، کیونکہ وہ اپنے اوپر اجرت واجب ہونے کا منکر ہے

لغت:لانه انكر شيئا لو اقر به لزمه : کپڑے والے نے اجرت کے واجب ہونے کا انکار کیا ہے، لیکن اگر اس کا اقرار کر لے تو اجرت واجب ہو جائے گی،

ترجمہ:(۱۱۸۳) پس اگر قسم کھالی تو درزی ضامن ہوگا۔

تشریح:واضح ہے

ترجمہ :١؎ جرمانے کا مطلب پہلے گزر چکا ہے کہ مالک کو اختیار ہے درزی کو کپڑے کی قیمت کا ضامن بنائے، اور یہ بھی اختیار ہے کپڑا لے لے اور درزی کو مثلی اجرت دے دے،

تشریح : کپڑے والا قسم کھالے، اب اس کے بعد درزی کو ضامن بنانے کے بارے میں دو اختیار ہیں، درزی کو کپڑے کی قیمت کا ضامن بنائے، اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ کپڑا لے لے، لیکن چونکہ سلا ہوا کپڑا لیا ہے، اس لئے بازار میں اس کپڑے کی جو سلائی ہوئی گی جسکو مثلی اجرت کہتے ہیں وہ دے دے

ترجمہ :٢؎ ایسے ہی اگر کپڑے والے نے قسم کھالی تو رنگنے کے مسئلے میں اختیار دیا جائے گا، چاہے تو رنگریز کو سفید کپڑے کا ضامن بنائے، اور چاہے تو کپڑا لے لے اور مثلی اجرت دے دے، لیکن یہ مثلی اجرت، جو اجرت متعین کی تھی اس سے زیادہ نہ ہو

تشریح :رنگنے کے بارے میں بھی دو اختیار ہوں گے، ایک یہ کہ سفید کپڑے کا ضامن بنا دے، کیونکہ رنگریز کو سفید کپڑا ہی دیا تھا، اور چاہے تو کپڑا لے لے، اور اس رنگنے کی اجرت جو بازار میں ہو وہ دے دے، لیکن یہ اجرت اس سے زیادہ نہ ہو جو آپس میں پہلے متعین کی تھی، کیونکہ اجارہ فاسد ہو جائے تو یہی لازم ہوتی ہے

ترجمہ :۳؎ بعض نسخوں میں یہ ذکر کیا ہے رنگنے سے کپڑے کی قیمت میں جتنا زیادہ ہو، کپڑے والے کو اتنا ضامن بنائے، اس لئے کہ گویا کہ اس نے اتنا غصب کیا ہے

تشریح:پہلے کپڑے کی قیمت دس درہم تھی، رنگنے کے بعد اس کی قیمت بارہ درہم ہوگئی، اور کپڑے والے نے کپڑا لیا ہے، تو گویا کہ رنگ کو غصب کیا ہے اس لئے رنگ سے قیمت میں جتنا اضافہ ہوا (یعنی دو درہم) وہ کپڑے والے سے رنگریز لے گا

(۱۱۸۴) وَاِنْ قَالَ صَاحِبُ الثَّوْبِ عَمِلْتَهُ لِيْ بِغَيْرِ اَجْرٍ وَقَالَ الصَّانِعُ بِاَجْرٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُ صَاحِبِ الثَّوْبِ ۱؎ لِاَنَّهُ يُنْكِرُ تَقَوُّمَ عَمَلِهِ اِذْ هُوَ يَتَقَوَّمُ بِالْعَقْدِ وَيُنْكِرُ الضِّمَانَ وَالصَّانِعُ يَدَّعِيهِ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ ۲؎ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ حَرِيْفاً لَهُ اَيْ خَلِيْطاً لَهُ فَلَهُ الْاَجْرُ وَاِلَّا فَلَا لِاَنَّ سَبَقَ مَا بَيْنَهُمَا يُعَيِّنُ جِهَةَ الطَّلَبِ بِاَجْرٍ جَرْياً عَلٰى مُعْتَادِهِمَا ۳؎ وَقَالَ مُحَمَّدٌ اِنْ كَانَ الصَّانِعُ مَعْرُوْفاً بِهٰذِهِ الصُّنْعَةِ بِالْاَجْرِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ لِاَنَّهُ لَمَّا فَتَحَ الْحَانُوْتَ لِاَجْلِهِ جَرٰى ذَالِكَ مَجْرَى التَّنْصِيْصِ عَلٰى

ترجمہ: (۱۱۸۴) اگر کپڑے والے نے کہا کہ تم نے اس کو میرے لئے بغیر اجرت کے کیا ہے اور کاریگر نے کہا کہ اجرت کے ساتھ تو کپڑے والے کے قول کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ وہ کام کی قیمت کا انکار کرتا ہے اس لئے کہ کام کی قیمت عقد کی وجہ سے ہوتی ہے اور وہ ضمان یعنی اجرت کا انکار کرتا ہے اور کاریگر اس کا دعوی کرتا ہے اور بات منکر کی مانی جاتی ہے

تشریح: کپڑے والا کہتا ہے کہ آپ نے یہ کام میرے لئے بغیر اجرت کے کیا ہے اور کام کرنے والا کہتا ہے کہ اجرت کے لئے کیا ہوں مفت نہیں کیا ہوں۔ اور اجیر کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور نہ کوئی علامت ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک کپڑے والے کی بات مانی جائے گی قسم کے ساتھ اور اجیر کو اجرت نہیں ملے گی۔

وجہ: (۱) اجیر کام کر کے اجرت کا دعوی کر رہا ہے اس لئے وہ مدعی ہے اور کپڑے والا اس کا انکار کر رہا ہے اس لئے وہ منکر ہے اور قاعدہ گزر گیا کہ مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو منکر کی بات قسم کے ساتھ مانی جاتی ہے۔ اس لئے کپڑے والے کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ ﷺ قال البینة علی من ادعی و الیمین علی من انکر الا فی القسامة** (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۸۸ نمبر ۳۱۶۶) اس حدیث میں ہے کہ منکر پر قسم ہے

ترجمہ: ۲؎ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اگر اس کا حریف ہو یعنی پہلے اس کے ساتھ یہی کام کر چکا ہو تو اس کے لئے اجرت ہوگی ورنہ نہیں اس لئے کہ پہلے جو معاملہ ہو چکا وہ اجرت کی طلب کی جہت متعین کرتا ہے، عادت پر جاری کرتے ہوئے

تشریح: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پہلے ایک دو مرتبہ یہ ہو چکا ہو کہ کپڑے والے کا کپڑا اجرت پر سیا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ درزی یہی سمجھ رہا ہے کہ اجرت کی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے کپڑا والا خود ہی سمجھ جائے گا یہ اجرت پر ہے، اس لئے پچھلا معاملہ اجرت کی جہت طے کرے گا

اصول: پرانا معاملہ ہونا اجرت کی علامت ظاہرہ ہے۔

لغت: حریفا: پہلے کوئی معاملہ کرنا۔ پیشہ والا ہونا۔ خلیطا: اس کا ترجمہ ہے ملانا، یہاں اس کا ترجمہ ہے پہلے بھی اس کے ساتھ یہ کام کر چکا ہو

ترجمہ: ۳؎ امام محمدؒ نے فرمایا اگر کاریگر اجرت کے ساتھ یہ کام کرنے میں مشہور ہو تو کاریگر کی بات مانی جائے گی، اس لئے

اَلْاَجْرِ اِعْتِبَاراً لِلظَّاهِرِ ۴؎ وَالْقِيَاسُ مَاقَالَهُ اَبُوْحَنِيْفَةَؒ لِاَنَّهُ مُنْكِرٌ ۵؎ وَالْجَوَابُ عَنْ اِسْتِحْسَانِهِمَا اَنَّ الظَّاهِرَ لِلدَّفْعِ وَالْحَاجَةِ هٰهُنَا اِلَى الْاِسْتِحْقَاقِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

باب فسخ الاجارة

(۱۱۸۵) قَالَ وَمَنِ اسْتَاجَرَ دَاراً فَوَجَدَ بِهَا عَيْباً يَضُرُّ بِالسُّكْنىٰ فَلَهُ الْفَسْخُ ۱؎ لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ

کہ اسی کام کے لئے دکان کھولی تو یہ اجرت پر کام کرنے کے لئے صراحت کے درجے میں ہے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے

وجہ: مشہور ہونا علامت ہے کہ اجرت کے بدلے ہی کام کیا ہوگا، مفت نہیں اس لئے اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

اصول: پیشہ میں شہرت ہونا اجرت پر کام کرنے کی علامت ہے۔

ترجمہ: ۴؎ قیاس وہی ہے جو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اس لئے کپڑے والا منکر ہے

تشریح: قیاس کا تقاضہ وہی ہے جو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ کپڑے والے کی بات مانی جائے گی، کیونکہ وہ منکر ہے

ترجمہ: ۵؎ صاحبینؒ کے استحسان کا جواب یہ ہے کہ ظاہری حالت دفع کے لئے ہوتی ہے، اور یہاں جو ضرورت ہے وہ اپنے حق کو ثابت کرنا ہے۔ واللہ اعلم

تشریح: اجرت والے نے دکان رکھا یہ علامت ہے کہ اجرت پر ہی کپڑا اسیا ہوگا، یہ ظاہری حالت ہے، اور ظاہری حالت سے استدلال کرنا یہ کسی چیز کو دفع کرنے کے لئے ہوتا ہے، اپنے حق کو ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوتا، اور یہاں اجیر کو اجرت کا حق ثابت کرنا ہے، اس کے لئے گواہ چاہئے، یا قسم چاہئے، ظاہری حالت کافی نہیں ہے، اس لئے اجیر کی بات نہیں مانی جائے گی۔

باب فسخ الاجارۃ

ترجمہ: (۱۱۸۵) اگر گھر کو اجرت پر لیا اور اس میں ایسا عیب پایا جو رہنے کے لئے نقصان دہ ہے تو اجیر کے لئے فسخ کا حق ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے معقود علیہ نفع ہے اور وہ رفتہ رفتہ وصول ہوگا، تو یہ قبضہ کرنے سے پہلے نیا عیب پیدا ہوا اس لئے اس کو اختیار ہوگا، جیسے بیع میں ہوتا ہے

اصول: ایسا عیب ہو گیا کہ نفع اٹھانا مشکل ہو گیا تو اجارہ توڑ سکتا ہے

تشریح: مثلا گھر کرایہ پر لیا لیکن گھر میں ایسا عیب آ گیا کہ اس میں رہنا مشکل ہو گیا مثلا گھر کی دیوار گر گئی تو اجیر کو حق ہے کہ اجارہ فسخ کر دے۔

وجہ: (۱) جب منفعت حاصل نہیں کر سکتا تو اجیر کیا کرے گا اس لئے اجارہ فسخ کر سکتا ہے (۲) حدیث میں ہے کہ مبیع میں عیب ہو تو بیع کو واپس کر سکتا ہے اسی طرح اجارہ کے گھر میں عیب ہو تو اجارہ فسخ کر سکتا ہے۔ حدیث میں ہے **عن عائشة ان رجلا ابتاع غلاما فاقام عنده ماشاء الله ان يقيم ثم وجد به عيبا فخاصمه الى النبى ﷺ فرده عليه فقال الرجل يا رسول الله ! قد استغل غلامى فقال رسول الله ﷺ الخراج بالضمان** (ابوداؤد شریف، باب فیمن

الْمَنَافِعُ وَاَنَّهَا تُوْجَدُ شَيْئاً فَشَيْئاً فَكَانَ هٰذَا عَيْباً حَادِثاً قَبْلَ الْقَبْضِ فَيُوْجِبُ الْخِيَارَ كَمَا فِي الْبَيْعِ ۲؎ ثُمَّ الْمُسْتَاجِرُ اِذَا اسْتَوْفَى الْمَنْفَعَةَ فَقَدْ رَضِيَ بِالْعَيْبِ فَيُلْزِمُهُ جَمِيْعَ الْمُبْدَلِ كَمَا فِي الْبَيْعِ ۳؎ وَاِنْ فَعَلَ الْمُوَاجِرُ مَا اَزَالَ بِهِ الْعَيْبُ فَلاَ خِيَارُ لِلْمُسْتَاجِرِ لِزَوَالِ سَبَبِهٖ.

(۱۱۸۶) قَالَ وَاِذَا خَرِبَتِ الدَّارُ اَوِ انْقَطَعَ شِرْبُ الضَّيْعَةِ اَوْ اِنْقَطَعَ الْمَاءُ عَنِ الرَّحْي اِنْفَسَخَتِ الْاِجَارَةُ ۱؎ لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ قَدْ فَاتَ وَهِيَ الْمَنَافِعُ الْمَخْصُوْصَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَشَابَهَ فَوْتَ الْمَبِيْعِ

اشتری عبدا فاستعملہ ثم وجد بہ عیبا ص ۱۳۹ نمبر ۳۵۱۰) اس حدیث میں ہے کہ غلام میں عیب پایا تو آپؐ نے بائع کو واپس کر دیا۔ اسی طرح شی مستاجر میں عیب ہو جس سے نفع اٹھانا مشکل ہو تو اجارہ فسخ کر سکتا ہے۔

اصول: عیب کثیر سے اجارہ فاسد کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ پھر مستاجر نے نفع وصول کر لیا تو گویا کہ عیب پر راضی ہو گیا اس لئے پوری اجرت دینی ہوگی، جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے

تشریح: گھر میں عیب تو تھا لیکن پھر بھی مستاجر اس میں پورا مہینہ رہا تو اب اس کو پوری اجرت دینی ہوگی، کیونکہ یہ عیب پر راضی ہو گیا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر اجرت پر دینے والے نے عیب کو زائل کر دیا تو اب مستاجر کو اختیار نہیں ہوگا، اس لئے کہ فسخ کرنے کا سبب زائل ہو گیا ہے

تشریح: اور اگر گھر والے نے عیب ختم کر دیا تو تو اجارہ ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا،

وجہ: اجارہ فسخ کرنے کا جو سبب تھا عیب اب وہ نہیں رہا، اس لئے فسخ کرنے کا اختیار بھی ختم ہو جائے گا

ترجمہ: (۱۱۸۶) اگر گھر ویران ہو جائے یا زمین کا پانی منقطع ہو جائے یا پن چکی سے پانی منقطع ہو جائے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ معقود علیہ فوت ہو چکی ہے، اور وہ ہے قبضہ کرنے سے پہلے مخصوص نفع، اس لئے قبضہ کرنے سے پہلے بیع فوت ہو گئی ہو، اور اجرت پر لیا ہوا غلام مر گیا ہو

تشریح: اوپر کے مسئلے میں یہ تھا کہ اجرت کی چیز موجود ہے لیکن اس میں ایسا نقصان ہو گیا ہے کہ وہ اب اس سے نفع حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اور اس مسئلے میں ہے کہ اجرت کی چیز اتنا ویران اور خراب ہو گئی ہے کہ گویا وہ چیز ہی ختم ہو گئی۔ مثلا گھر ویران ہو گیا، زمین میں پانی آنے کا راستہ منقطع ہو گیا یا پن چکی سے پانی آتا تھا وہ بالکل بند ہو گیا جس سے اب کاشتکاری نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اجارہ خود بخود فسخ ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) جب منافع حاصل ہو ہی نہیں سکتے تو اجارہ باقی رہ کر کیا ہوگا؟ اس لئے اجارہ فسخ ہو جائے گا (۲) اوپر ابوداؤد کی حدیث نمبر ۳۵۱۰ میں تھا کہ عیب کی وجہ سے اجارہ فسخ کر سکتا ہے تو یہاں بالکل شی مستاجر ختم ہو گئی اس لئے اجارہ خود بخود فسخ ہو جائے گا۔

لغت: خربت: ویران ہونا۔ شرب: پانی کا حق۔ ضیعۃ: کاشتکاری کی زمین۔ رحی: پن چکی۔

قَبۡلَ الۡقَبۡضِ وَمَوۡتُ الۡعَبۡدِ الۡمُسۡتَاجِرِ ۲؎ وَمِنۡ اَصۡحَابِنَا مَنۡ قَالَ اَنَّ الۡعَقۡدَ لا يَنۡفَسِخُ لِاَنَّ الۡمَنَافِعَ قَدۡ فَاتَتۡ عَلیٰ وَجۡهٍ يَتَصَوَّرُ عَوۡدُهَا فَاشۡبَهَ الۡإِبَاقَ فِی الۡبَيۡعِ قَبۡلَ الۡقَبۡضِ ۳؎ وَعَنۡ مُحَمَّدٍ اَنَّ الآجِرَ لَوۡبَنیٰ لَيۡسَ لِلۡمُسۡتَاجِرِ اَنۡ يَمۡتَنِعَ وَلاَ لِلۡآجِرِ وَهٰذَا تَنۡصِيۡصٌ مِنۡهُ عَلیٰ اَنَّهٗ لَمۡ يَنۡفَسِخۡ لٰكِنَّهٗ يُفۡسَخُ

(۱۱۸۷) وَلَوِ انۡقَطَعَ مَاءُ الرَّحۡیِ وَالۡبَيۡتُ مِمَّا يُنۡتَفَعُ بِهٖ لِغَيۡرِ الطُّحۡنِ فَعَلَيۡهِ مِنَ الۡاَجۡرِ بِحِصَّتِهٖ ۱؎ لِاَنَّهٗ جُزۡءٌ مِّنَ الۡمَعۡقُوۡدِ عَلَيۡهِ.

(۱۱۸۸) قَالَ وَاِذَا مَاتَ اَحَدُ الۡمُتَعَاقِدَيۡنِ وَقَدۡ عَقَدَ الۡاِجَارَةَ لِنَفۡسِهٖ اِنۡفَسَخَتۡ

ترجمہ: ۲؎ ہمارے اصحاب نے یہ بھی کہا ہے کہ اجارہ کا عقد فسخ نہیں ہوگا اس لئے کہ نفع اس انداز میں فوت ہوا کہ دوبارہ لوٹ سکتا ہے، تو ایسا ہو گیا کہ قبضہ کرنے سے پہلے غلام بھاگ گیا ہو

تشریح: کچھ اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ اجارہ فسخ نہیں ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نفع دوبارہ لوٹ سکتا ہے، اس لئے ابھی اجارہ فسخ نہیں ہوگا، جیسے بیچا ہوا غلام قبضہ سے پہلے بھاگ گیا ہو تو بیع فسخ نہیں ہوگی، کیونکہ ابھی بھی امید ہے کہ غلام واپس آجائے

ترجمہ: ۳؎ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اجرت پر دینے والے اس گھر کو بنا دے تو متاجر کے لئے جائز نہیں ہے کہ اجارہ سے رکے، اور اجرت پر دینے والے کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ اجارہ سے رکے، یہ اس بات کی تصریح ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہوگا لیکن فسخ کیا جا سکتا ہے

تشریح: مالک گھر کو بنا دے تو نہ مالک کو اجارہ سے رکنے کا حق ہے اور نہ متاجر کو رکنے کا حق ہے، دونوں کو اجارہ پر باقی رہنا چاہئے، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اجارہ فسخ تو نہیں ہوا ہے لیکن اگر فسخ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، کیونکہ اس میں عیب پیدا ہو چکا ہے

ترجمہ: (۱۱۸۷) اگر پن چکی کا پانی ختم ہو جائے اور پن چکی کا گھر ایسا تھا کہ پیسنے کے علاوہ اور بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، تو اس کے حساب سے اس کی اجرت ہوگی

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اجارہ کا وہ فائدہ بھی ایک حصہ ہے

اصول: اجارہ کی چیز میں عیب ہو گیا ہو تو جتنا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، تو حساب سے اتنی اجرت لازم ہوگی

تشریح: جہاں پن چکی چلتی تھی وہاں دو فائدے تھے آٹا پیسنے کا، اور اس میں سونے کا، پن چکی کا پانی بند ہو گیا، جس کی وجہ سے آٹا پیسنا بند ہو گیا، لیکن اس گھر میں سو سکتا ہے، تو پیسنے کی اجرت نہیں ہوگی، لیکن سونے کی اجرت حساب سے ہوگی

وجہ: کیونکہ ایک فائدہ تو اٹھا رہا ہے

لغت: ماء الرحی: پچھلے زمانے میں بجلی نہیں ہوتی تھی تو پن چکی پانی کے رو سے چلاتے تھے، اور اسی سے آٹا وغیرہ پیستے تھے، اسی کو، ماء الرحی، کہتے ہیں

ترجمہ: (۱۱۸۸) اگر متعاقدین میں سے کوئی ایک مر جائے اور حال یہ تھا کہ اجارہ اپنے لئے کیا تھا تو اجارہ فسخ ہو جائے گا

۱؎ لِاَنَّهٗ لَوْ بَقِیَ الْعَقْدُ تَصِیْرُ الْمَنفَعَةُ الْمَمْلُوْکَةُ بِهٖ اَوِ الْاُجْرَةُ الْمَمْلُوْکَةُ لِغَیْرِ الْعَاقِدِ مُسْتَحِقَّةٌ بِالْعَقْدِ لِاَنَّهٗ یَنْتَقِلُ بِالْمَوْتِ اِلَی الْوَارِثِ وَذَالِکَ لَا یَجُوْزُ

(۱۱۸۹) وَاِنْ عَقَدَهَا لِغَیْرِهٖ لَمْ تَنْفَسِخْ ۱؎ مِثْلُ الْوَکِیْلِ وَالْوَصِیِّ وَالْمُتَوَلِّی فِی الْوَقْفِ لِاِنْعِدَامِ مَااَشَرْنَا اِلَیْهِ مِنَ الْمَعْنیٰ

تشریح :مستاجر نے اپنے لئے عقد اجارہ کیا تھا۔وکیل بنکر یا وصی بنکر کسی اور کے لئے نہیں کیا تھا اور خود مستاجر کا انتقال ہو گیا تو اجارہ فسخ ہو جائے گا۔اسی طرح اجیر نے اپنے لئے اجارہ کیا تھا۔وکیل بنکر یا وصی بن کر کسی اور کے لئے عقد اجارہ نہیں کیا تھا اور اجیر کا انتقال ہو گیا تو اجارہ فسخ ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) مستاجر نے اپنے لئے منفعت لیا تھا اور اب مستاجر ہی دنیا میں نہیں رہا تو منفعت کون لیگا؟ اس لئے اجارہ فسخ ہو جائے گا۔اسی طرح اجیر مزدور نے کہا تھا کہ میں خود مزدوری کروں گا اور وہ دنیا میں نہیں رہا تو اب کون مزدوری کرے گا؟ دوسرا آدمی مزدوری کرنے کا حقدار نہیں ہے۔اس لئے اجارہ فسخ ہو جائے گا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يد عوله (مسلم شریف، باب مایلحق الانسان من الثوب بعد وفاتہ ص ۷۱۴ نمبر ۱۶۳۱ کتاب الوصیۃ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان مرجائے تو اس کے ذاتی معاملات ختم ہو جاتے ہیں۔اس لئے اجارہ فسخ ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اسلئے کہ اگر اب بھی اجارہ باقی رہ گیا تو جس نفع کا وہ مالک ہوا ہے، یا جس اجرت کا وہ مالک بنا ہے وہ عقد کرنے والے کے علاوہ کے لئے ہوگا، اس لئے کہ عاقدین کی موت کی وجہ سے وارث کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور یہ جائز نہیں ہے

تشریح :اجیر، یا مستاجر میں سے کسی ایک کی وفات ہوگئی ہو پھر بھی اجارہ باقی رکھیں تو اجارہ باقی نہ رہنے کی یہ دلیل ہے، کہ عقد ہوا ہے کہ متعاقدین نفع اٹھائیں گے، اور یہاں نفع دوسرا آدمی اٹھا رہا ہے جو جائز نہیں ہے، اس لئے اجارہ فسخ ہو جائے گا

ترجمہ:(۱۱۸۹) اور اگر عقد کیا تھا اس کا غیر کے لئے تو فسخ نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ مثلا وکیل (نے موکل کے لئے اجرت پر لیا)، یا وصی (نے اپنے موصی کے لئے اجرت پر لیا) وقف کے متولی نے (اپنی مسجد کے لئے اجرت پر لیا (تو اجارہ ختم نہیں ہوگا) اس معنی کے نہ ہونے کی وجہ سے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا

تشریح :اور اگر وکیل یا وصی یا امیر المؤمنین بنکر دوسرے کے لئے اجارہ کیا اور وہ لوگ باقی ہیں البتہ خود وکیل، وصی یا امیر المؤمنین کا انتقال ہو گیا تو اجارہ باقی رہے گا۔

وجہ :(۱) کیونکہ جس کے لئے اجارہ کیا تھا وہ موجود ہیں اس لئے وہ اجارہ کو ڈیل کر سکتے ہیں۔اس لئے اجارہ باقی رہے گا (۲) حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اہل خیبر سے امیر ہونے کی حیثیت سے اجارہ کیا تھا اس لئے آپؐ کے وصال کے بعد بھی حضرت عمرؓ کی زندگی تک اجارہ باقی رہا۔حضرت عمرؓ نے اہل خیبر کو اریحاء تک جلاوطن کر کے اجارہ توڑا تھا۔قول صحابی میں ہے۔ قال ابن عمر اعطى النبى ﷺ خيبر بالشطر فكان ذلک على عهد النبى ﷺ وابى بكر وصدرا من

(١١٩٠) قَالَ وَيَصِحُّ شَرْطُ الْخِيَارِ فِي الْإِجَارَةِ ﴿١﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَصِحُّ لِأَنَّ الْمُسْتَأجِرَ لَا يُمْكِنُهُ رَدُّالْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ بِكَمَالِهِ لَوْكَانَ الْخِيَارُ لَهُ لِفَوَاتِ بَعْضِهِ وَلَوْ كَانَ لِلْمُوَاجِرِ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّسْلِيْمُ اَيْضاً عَلَى الْكَمَالِ وَكُلُّ ذَالِكَ يَمْنَعُ الْخِيَارُ ﴿٢﴾ وَلَنَا اَنَّهُ عَقْدُ مُعَامَلَةٌ لَا يَسْتَحِقُّ الْقَبْضَ فِيْهِ فِي الْمَجْلِسِ

خلافة عمر ولم يذكر ان ابا بكر جدد الاجارة بعد ما قبض النبی ﷺ (بخاری شریف، باب اذا استاجر ارضا فمات احدهما ص۳۰۵ نمبر ۲۲۸۵) اس قول صحابی میں ہے کہ حضور کی وفات کے بعد بھی اہل خیبر کا اجارہ باقی رہا۔ کیونکہ آپؐ نے امیر المؤمنین ہونے کی حیثیت سے اجارہ کیا تھا۔

ترجمہ: (۱۱۹۰) اور صحیح ہے خیار شرط اجارہ میں جیسے کہ صحیح ہے بیع میں۔

تشریح: عقد اجارہ کر لیا پھر کہا کہ مجھے تین دن کا اختیار دو، مجھے سوچنے دو کہ یہ اجارہ قائم رکھوں یا نہیں تو ایسا خیار شرط لے سکتا ہے۔

وجہ: (۱) بیع کرنے کے بعد اس میں خیار شرط لے سکتا تھا تو اجارہ بھی عقد ہے اس لئے اس میں بھی خیار شرط لے سکتا ہے (۲) بیع کے لئے خیار شرط کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال ان المتبايعين بالخيار فی بيعهما مالم يتفرقا (بخاری شریف، باب کم یجوز الخیار ص۳۸۳ نمبر ۲۱۰۷ مسلم شریف، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ج ثانی ص۶، نمبر ۱۵۳۱) (۳) اور دار قطنی میں ہے۔ عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال الخيار ثلاثة ايام (دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص۴۸ نمبر ۲۹۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بائع اور مشتری کو تین دن کے خیار شرط لینے کا اختیار ہے۔ اس لئے اجارہ میں بھی تین دن تک خیار شرط لینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ: ﴿١﴾ امام شافعیؒ نے فرمایا خیار شرط لینا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ مستاجر معقود علیہ کو پورے طور پر واپس نہیں کر سکتا ہے، اگر مستاجر نے خیار شرط لیا ہے، کیونکہ بعض حصہ فوت ہو چکا ہے، اور اگر اختیار اجیر نے لیا ہے تو وہ بھی پورے طور پر سپرد نہیں کر سکتا ہے، اور ان دونوں وجہ سے خیار شرط منع ہے

تشریح: مثلا پہلی تاریخ کو ایک مہینے کے لئے گھر کا اجارہ ہوا لیکن مستاجر نے تین دن کا اختیار لے لیا اب تین دن گھر کو استعمال کر کے، خیار شرط کے ماتحت گھر کو واپس کر رہا ہے، تو پورا نفع واپس نہیں کیا بلکہ تین دن کی کمی رہ گئی، جس سے معلوم ہوا کہ اجارہ میں خیار شرط لینے سے پورا نفع واپس نہیں کر سکتا ہے، اس لئے اجارہ میں خیار شرط لینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر گھر والے نے تین دن کا خیار شرط لیا تو تین دن کے اختیار کی وجہ سے تین دن تک گھر سپرد نہیں کرے گا، اور مہینے میں تین دن باقی رہ جائیں گے، جو عقد کے خلاف ہے، تو چونکہ مستاجر بھی پورا نفع واپس نہیں کر سکے گا، اور گھر کا مالک بھی گھر کم سپرد کرے گا اس لئے بھی اجارہ میں خیار شرط امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے

ترجمہ: ﴿٢﴾ ہماری دلیل یہ ہے کہ اجارہ ایسا معاملہ ہے کہ مجلس میں سب نفع پر قبضہ کرنا ناممکن ہے اس لئے اس لئے اس میں خیار شرط ہوگا جیسے بیع میں خیار شرط ہوتا ہے، اور دونوں میں جامع یہ ہے کہ ضرورت کو پورا کرنا ہے

فَجَازَ اِشْتِرَاطُ الْخِيَارِ فِيْهِ كَالْبَيْعِ وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا دَفْعُ الْحَاجَةِ ۳؎ وَفَوَاتُ بَعْضِ الْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ فِي الْاِجَارَةِ لَا يَمْنَعُ الرَّدُّ بِخَيْرِ الْعَيْبِ فَكَذَا بِخِيَارِ الشَّرْطِ ۴؎ بِخَلَافِ الْبَيْعِ وَهٰذَا لِاَنَّ رَدَّا الْكُلِّ مُمْكِنٍ فِي الْبَيْعِ دُوْنَ الْاِجَارَةِ فَيَشْتَرِطُ فِيْهِ دُوْنَهَا وَلِهٰذَا يُجْبِرُ الْمُسْتَاجِرُ عَلَى الْقَبْضِ اِذَا سَلَّمَ الْمَوَاجِرَ بَعْدَ مُضِيِّ بَعْضِ الْمُدَّةِ.

(۱۱۹۱) قَالَ وَتَفْسُخُ الْاِجَارَةُ بِالْاَعْذَارِ عِنْدَنَا

تشریح : یہ خیار شرط جائز ہونے کی دو دلیلیں ہیں، ایک دلیل یہ ہے کہ نفع آہستہ آہستہ وصول ہوگا، مجلس میں تمام وصول نہیں ہو پائے گا۔ اس لئے بیع کی طرح اس میں بھی خیار شرط جائز ہونا چاہئے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح بیع میں ضرورت پورا کرنے کے لئے خیار شرط کو جائز قرار دیا، اسی طرح اجارہ میں بھی ضرورت پوری کرنے کے لئے خیار شرط جائز ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ۳؎ اور اجارہ میں خیار عیب کی وجہ سے بعض معقود علیہ فوت ہو جائے تو بھی واپس ہونا ممنوع نہیں ہے، ایسے ہی خیار شرط کی وجہ سے واپس کرنا ممنوع نہیں ہوگا،

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ بعض معقود علیہ فوت ہو جائے گا، اس لئے خیار شرط نہیں ہونا چاہئے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اجارہ میں خیار عیب سب کے نزدیک ملتا ہے اور وہاں معقود علیہ میں کمی ہو جائے بھی واپس کرنے کا اختیار ملتا ہے، اسی طرح خیار شرط کی وجہ سے بھی واپس کرنے کا اختیار ملنا چاہئے، دوسری بات یہ ہے کہ اجارہ پورا پورا نفع واپس کرنا ناممکن ہے اس لئے یہاں مجبوری ہے، اس مجبوری کی وجہ سے بھی خیار شرط ہونا چاہئے

ترجمہ: ۴؎ بخلاف بیع کے، اس لئے کہ بیع میں کل واپس کرنا ممکن ہے، اجارہ میں ایسا نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے بیع میں پوری مبیع واپس کرنے کی شرط ہے، اجارہ میں نہیں، یہی وجہ ہے کہ کچھ مدت گزر جانے کے بعد بھی مکان مالک گھر سپرد کرے تو مستاجر کو قبضہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا

تشریح : یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے بیع میں پوری مبیع واپس کرنا ممکن ہے، لیکن اجارہ میں ممکن نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر مواجر یعنی مکان کے مالک نے خیار شرط لیا تھا، اور تین دن کے بعد مکان سپرد کیا تب بھی مستاجر کو اس کو لینے پر مجبور کیا جائے گا، حالانکہ تین دن گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ نفع مالک نے سپرد نہیں کیا، اس کے باوجود لینے پر مستاجر کو مجبور کیا جائے گا

ترجمہ: (۱۱۹۱) اور اجارہ فسخ ہو جائے گا عذروں کی وجہ سے۔

تشریح : مستاجر نے مثلا دکان اجرت پر لی اور دکان برقرار رکھنے کی رقم ختم ہوگئی اب اگر دوکان کرایہ پر رکھتا ہے تو مشقت شدیدہ کا خطرہ ہے۔ ایسی مشقت شدیدہ کے وقت اجارہ ختم کرسکتا ہے تاکہ انسان کو مشقت شدیدہ سے بچایا جا سکے۔

وجہ : (۱) حدیث میں ہے۔ عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ ﷺ قال لا ضرر ولا ضرار من ضار ضرہ اللہ ومن شاق شق اللہ علیہ (دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص ۶۴ نمبر ۳۰۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلا وجہ آدمی کو نہ نقصان دینا چاہئے اور نہ مشقت میں پھانسنا چاہئے۔ اور مستاجر چونکہ کرایہ کی وجہ سے ناگہانی مشقت میں پھنس گیا

ل وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لا تَفْسُخُ اِلَّا بِالْعَيْبِ لِاَنَّ الْمَنَافِعَ عِنْدَهُ بِمَنْزِلَةِ الْاَعْيَانِ حَتّٰى يَجُوْزَ الْعَقْدُ عَلَيْهَا فَاَشْبَهَ الْبَيْعَ ٢ وَلَنَا اَنَّ الْمَنَافِعَ غَيْرُ مَقْبُوْضَةٍ وَهِيَ الْمَعْقُوْدُ عَلَيْهَا فَصَارَ الْعُذْرُ فِي الْاِجَارَةِ كَالْعَيْبِ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي الْبَيْعِ فَتَفْسُخُ بِهٖ اِذِ الْمَعْنٰى يَجْمَعُهُمَا وَهُوَ عَجْزُ الْعَاقِدِ عَنِ الْمُضِيِّ فِي مُوْجَبِهٖ اِلَّا بِتَحَمُّلٍ ضَرَرَ زَائِدٍ لَمْ يَسْتَحِقُّ بِهٖ وَهٰذَا هُوَ مَعْنَى الْعُذْرِ عِنْدَنَا

(١١٩٢) وَهُوَ كَمَنِ اسْتَاجَرَ حَدَّاداً لِيَقْلَعَ ضَرَسَهُ لِوَجْعٍ بِهٖ فَسَكَنَ الْوَجْعُ اَوِاسْتَاجَرَ طَبَّاخاً لِيَطْبَخَ لَهُ طَعَامَ الْوَلِيْمَةِ فَاخْتَلَعَتْ مِنْهُ تَفْسُخُ الْاِجَارَةُ ل لِاَنَّ فِي الْمُضِيِّ عَلَيْهِ اِلْزَامَ ضَرَرٍ زَائِدٍ لَمْ يَسْتَحِقُّ بِالْعَقْدِ.

ہےاس لئے اجارہ فسخ ہوجائے گا(۲) دوسری حدیث میں ہے۔عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من اقال مسلما اقالہ اللہ عثرتہ (ابوداؤد شریف، باب فی فضل الاقالۃ ص۱۳۴نمبر۳۴۶۰)اس حدیث میں ہے کہ بیع کرنے کے بعداس کو واپس لے لے اور اقالہ کرلے تو اللہ تعالی اس کے گناہ کو معاف کر دیں گے۔اسی طرح مجبوری کے وقت اجارہ فسخ کرنے کی گنجائش دے تو اللہ تعالی اس کے گناہ کو معاف فرمائیں گے۔(۳) بیع میں مجبوری ہو تو اقالہ کرنے یعنی مبیع واپس کرنے کی گنجائش ہےاسی پر قیاس کر کے یہاں بھی اجرت کی چیز چھوڑ دینے کی گنجائش ہوگی۔

ترجمہ: ل امام شافعیؒ نے فرمایا اجارہ صرف عیب کی وجہ سے فسخ ہوگا،اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع انکے یہاں عین کے درجے میں ہے یہی وجہ ہے کہ اس پر عقد کرنا جائز ہےاس لئے اجارہ بھی بیع کی طرح ہوگیا

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں اجارہ عذر کی وجہ سے فسخ نہیں ہوگا صرف عیب کی وجہ سے توڑا جاسکتا ہے

وجہ: ان کی دلیل یہ ہے کہ نفع عین چیز کی طرح ہے، یہی وجہ ہے کہ نفع پر عقد جائز ہے، اس لئے وہ بیع کی طرح ہوگیا، اور عذر کی وجہ سے بیع نہیں ٹوٹتی اس لئے عذر کی وجہ سے اجارہ بھی نہیں ٹوٹے گا

ترجمہ: ٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ نفع ابھی قبضہ میں نہیں ہے(وہ رفتہ رفتہ آئے گا)اوراسی پر عقد ہوا تھااس لئے اجارہ میں عذر ہو گیا، جیسے بیع میں قبضہ کرنے سے پہلے عیب ہوجائے تو بیع فسخ ہوجاتی ہے(اسی طرح یہاں اجارہ فسخ ہوجائے گا، اور دونوں مجموعی وجہ یہ ہے کہ عقد کے سبب میں عاقد کا گزرنا ضرر زائد ہوگا جو عقد کی وجہ سے مستحق نہیں ہے، ہمارے نزدیک عذر کا مطلب یہی ہے

تشریح: عذر سے اجارہ فسخ ہوجائے گا،اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع آہستہ آہستہ آئے گا ابھی قبضے میں نہیں ہے، اب اگر نفع حاصل کرنے جائیں تو مستاجر کو بہت مشقت ہوگی، اور مشقت کے لئے اجارہ نہیں کیا تھا اس لئے اجارہ فسخ ہوجائے گا

ترجمہ: (۱۱۹۲)عذر جیسے درد کی وجہ سے دانت اکھاڑنے والے کو اجرت پر لیا پھر درد ختم ہوگیا، یا باورچی کو ولیمہ کا کھانا پکانے کے لئے اجرت پر لیا پھر عورت نے خلع لے لیا تو اجارہ ٹوٹ جائے گا

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس پر گزرتے رہنے میں بہت نقصان ہے جو عقد کی وجہ سے مستحق نہیں ہے

تشریح: بازار میں دکان کرایہ پر لیا تا کہ اس میں تجارت کرے لیکن بعد میں تجارت کرنے کا مال ضائع ہوگیا۔اب تجارت کرنے سے مجبور ہے۔پس اگر ابھی بھی دکان کرائے پر رکھے گا تو خواہ مخواہ مستاجر پر کرایہ چڑھے گا۔اس لئے اجارہ فسخ کرسکتا ہے

(۱۱۹۳) وَكَذَا مَنِ اسْتَاجَرَ دُكَّاناً فِي السُّوقِ لِيَتَّجِرَ فِيهِ فَذَهَبَ مَالُهُ وَكَذَا مَنْ آجَرَ دُكَّاناً اَوْ دَاراً ثُمَّ اَفْلَسَ وَلَزِمَتْهُ دُيُونٌ لَايَقْدِرُ عَلَىٰ قَضَائِهَا اِلَّا بِثَمَنِ مَا آجَرَ فَسَخَ الْقَاضِي الْعَقْدَ وَبَاعَهَا فِي الدَّيْنِ ۱؎ لِاَنَّ فِي الْجَرِّ عَلىٰ مُوجَبِ الْعَقْدِ اِلْزَامَ ضَرَرٍ زَائِدٍ لَمْ يَسْتَحِقُّ بِالْعَقْدِ وَهُوَ الْحَبْسُ لِاَنَّهُ قَدْ لَا يَصْدُقُ عَلٰى عَدَمِ مَالٍ آخَرَ ۲؎ ثُمَّ قَوْلُهُ فَسَخَ الْقَاضِي الْعَقْدَ اِشَارَةٌ اِلىٰ اَنَّهُ يَفْتَقِرُ اِلٰى قَضَاءِ الْقَاضِي فِي النَّقْضِ وَهٰكَذَا ذُكِرَ فِي الزِّيَادَاتِ فِي عُذْرِ الدَّيْنِ ۳؎ وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَكُلُّ مَا ذَكَرْنَا اَنَّهُ عُذْرٌ فَاِنَّ الْاِجَارَةَ فِيهِ تَنْتَقِضُ وَهٰذَا يَدُلُّ عَلىٰ اَنَّهُ لَا يَحْتَاجُ فِيهِ اِلىٰ قَضَاءِ الْقَاضِي وَوَجْهُهُ اَنَّ هٰذَا بِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي الْمَبِيْعِ عَلٰى مَامَرَّ فَيَنْفَرِدُ الْعَاقِدُ بِالْفَسْخِ ۴؎ وَوَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّهُ فَصْلٌ مُجْتَهِدٌ فِيهِ

ترجمه:(۱۱۹۳)ایسے ہی بازار میں تجارت کے لئے دکان اجرت پر لیا پھر مال ختم ہوگیا،ایسے مالک نے دکان اجرت پر دیا ،یا گھر اجرت پر دیا پھر وہ مفلس ہوگیا اور اس پر اتنا قرض ہوگیا گھر کو بیچے بغیر اس قرض کو ادا نہیں کر سکتا،تو قاضی اجارہ فسخ کرے گا اور گھر کو قرض میں بیچے گا

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ عقد کے موجب پر گزرنے میں بہت نقصان ہوگا جو عقد اجارہ کی وجہ سے مستحق نہیں تھا اور وہ ہے قید میں جانا، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ دوسرے مال کی تصدیق نہ ہو (تو یہ قید میں ہی جائے گا)

تشریح: مثلا زید نے دکان کرایہ پر کسی کو دی۔ بعد میں زید مفلس ہوگیا اور اس پر لوگوں کا قرض آ گیا۔ اب اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ اجرت پر دی ہوئی دکان بیچے اور اس کی قیمت سے قرض ادا کرے تو ایسی صورت میں قاضی عقد اجارہ کو فسخ کرے گا اور زید کی دکان کو بیچے گا اور اس کی قیمت سے لوگوں کا قرض ادا کرے گا۔

اصول: عذر شدید سے اجارہ فسخ کیا جا سکتا ہے۔

ترجمه: ۲؎ متن میں یہ جملہ کہ قاضی عقد کو توڑے گا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ توڑنے کے لیے قاضی کے فیصلے کی ضرورت پڑے گی زیادات کتاب میں قرض کے عذر کے سلسلے میں ایسے ہی مذکور ہے

تشریح: متن کا یہ جملہ قاضی توڑے گا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس اجارے کو توڑنے کے لئے قاضی کے فیصلے کی ضرورت پڑے گی، زیادات میں اسی طرح لکھا ہوا ہے

ترجمه: ۳؎ جامع صغیر میں ہے کہ جتنی باتیں ذکر کی ہیں سب عذر ہیں ان سے اجارہ ٹوٹ جائے گا یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے اس اجارہ کے توڑنے میں قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں پڑے گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبیع پر قبضہ سے پہلے عیب کے درجے میں ہیں جیسے گزر چکا ہے، اس لئے اکیلے عاقد توڑ سکیں گے

تشریح: واضح ہے

ترجمه: ۴؎ پہلی رائے (کہ قاضی کے فیصلے کی ضرورت پڑے گی) کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اس لئے قاضی کے الزام کی ضرورت پڑے گی

فَلا بُدَّ مِنْ اِلْزَامِ الْقَاضِی ۵ وَمِنْهُمْ مَّنْ وَفَّقَ فَقَالَ اِنْ کَانَ الْعُذْرُ ظَاهِراً لا یَحْتَاجُ اِلَی الْقَضَاءِ وَاِنْ کَانَ غَیْرُ ظَاهِرٍ کَالدَّیْنِ یَحْتَاجُ اِلَی الْقَضَاءِ لِظُهُوْرِ الْعُذْرِ.

(۱۱۹۴) وَمَنِ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِّیُسَافِرَ عَلَیْهِ ثُمَّ بَدَالَهُ مِنَ السَّفَرِ فَهُوَ عُذْرٌ ۱؎ لِاَنَّهُ لَوْ مَضیٰ عَلیٰ مُوْجَبِ الْعَقْدِ یَلْزَمُهُ ضَرَرٌ زَائِدٌ لِاَنَّهُ رُبَمَا یَذْهَبُ لِلْحَجِّ فَذَهَبَ وَقْتُهُ اَوْ لِطَلَبِ غَرِیْمِهٖ فَحَضَرَ اَوْ لِلتِّجَارَةِ فَافْتَقَرَ

(۱۱۹۵) وَاِنْ بَدَا لِلْمُکَارِی فَلَیْسَ ذَالِکَ بِعُذْرٍ ۱؎ لِاَنَّهُ یُمْکِنُهُ اَنْ یَّقْعُدَ وَیَبْعَثُ الدَّوَابَّ عَلیٰ یَدِ تِلْمِیْذِهٖ اَوْ اَجِیْرِهٖ

تشریح: یہ مسئلہ اجتہادی ہے اس لئے قاضی کے فیصلے کی ضرورت پڑے گی

ترجمہ: ۵ کچھ حضرات نے یہ تطبیق دی ہے کہ اگر ظاہر عذر ہو تو قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں پڑے گی، اور ظاہر عذر نہ ہو تو جیسے قرض ہے عذر کو ظاہر کرنے کے لئے قاضی کے فیصلے کی ضرورت پڑے گی

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۱۹۴) کسی نے اجرت پر چوپایہ لیا تاکہ اس پر سفر کرے پھر ارادہ ملتوی ہو گیا تو یہ عذر ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اگر عقد پر گزرتے رہے تو، بہت زیادہ نقصان ہوگا، کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ حج کے لئے جانا تھا (اور جانور سواری کے لئے لیا تھا) اور حج کا وقت ختم ہو گیا، یا قرض لینے والے کو کھوجنے کے لئے جانور کرایہ پر لیا اور مقروض حاضر ہو گیا، یا تجارت کے لئے جانور لیا اور مقروض ہو گیا۔

تشریح: سفر پر جانے کے لئے اجرت پر چوپایہ لیا پھر بعد میں خیال ہوا کہ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور سفر پر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تو یہ بھی عذر ہے جسکی وجہ سے اجارہ فسخ کر سکتا ہے۔

وجہ: کیونکہ اب کرایہ کے جانور باقی رکھنے میں بہت زیادہ نقصان ہے، اس جانور کو اب کیا کرے گا

لغت: بدا: ظاہر ہوا، ارادہ ملتوی ہو گیا۔

ترجمہ: (۱۱۹۵) اور اگر کرایہ پر دینے والے کا ارادہ ملتوی ہو گیا سفر سے تو یہ عذر نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ ممکن ہے خود گھر میں بیٹھے اور شاگرد یا مزدور کے ہاتھ میں جانور بھیج دے

تشریح: مثلا زید نے کہا تھا کہ میں عمر کو اپنے چوپائے پر بٹھا کر سفر پر لے جاؤں گا اور اتنی اجرت لوں گا۔ بعد میں زید کا ارادہ ملتوی ہو گیا یا کوئی عذر پیش آ گیا تو یہ عذر نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے اجارہ فسخ نہیں کر سکتا۔

وجہ: خود نہ جا سکے تو کسی شاگرد کو یا کسی مزدور کو چوپایہ دے کر زید کے ساتھ بھیج سکتا ہے۔ اس لئے زید کے ارادہ کا ملتوی ہونا کوئی عذر نہیں ہے

نوٹ: یہ اس صورت میں ہے کہ زید بہت مجبور نہ ہو۔ دوسرا مزدور ملتا ہو اور دوسرے کے ہاتھ میں دینے سے جانور خراب نہ

(١١٩٦) وَلَوْ مَرِضَ الْمُوَاجِرُ فَقَعَدَ فَكَذَا الْجَوَابُ ١ عَلٰى رِوَايَةِ الْاَصْلِ وَذَكَرَ الْكَرْخِي اَنَّهُ عُذْرٌ لِاَنَّهُ لَا يَعْرىٰ عَنْ ضَرَرٍ فَيُدْفَعُ عَنْهُ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ دُوْنَ الْاِخْتِيَارِ.

(١١٩٧) وَمَنْ آجَرَ عَبْدَهُ ثُمَّ بَاعَهُ فَلَيْسَ بِعُذْرٍ ١ لِاَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ الضَّرَرُ بِالْمُضِيِّ عَلٰى مُوْجَبِ الْعَقْدِ وَاِنَّمَا يَفُوْتُهُ الْاِسْتِرْبَاحُ وَاَنَّهُ اَمْرٌ زَائِدٌ

(١١٩٨) قَالَ وَاِذَا اسْتَأْجَرَ الْخَيَّاطُ غُلَاماً فَاَفْلَسَ وَتَرَكَ الْعَمَلَ فَهُوَ عُذْرٌ ١ لِاَنَّهُ يَلْزَمُهُ الضَّرَرُ

ہو جائے۔ پس اگر زید جانے سے مجبور ہو مثلا بیمار ہو گیا اور مزدور بھی جانے کے لئے نہ ملتا ہو یا مزدور کے ہاتھ میں دینے سے گاڑی یا چوپایہ خراب ہونے کا خطرہ ہو یہ عذر ہے جس کی وجہ سے زید مکری اجارہ فسخ کر سکتا ہے۔

لغت: المکاری: کرایہ پر دینے والا آدمی۔

ترجمہ: (١١٩٦) اجرت پر جانور دینے والا بیمار ہو گیا تو یہی جواب ہے (کہ یہ عذر نہیں ہے)

ترجمہ: ١ مبسوط کی روایت پر، اور کرخیؒ نے فرمایا کہ یہ عذر ہے اس لئے کہ یہ نقصان سے خالی نہیں ہے اس لئے اختیار کے وقت تو نہیں لیکن ضرورت کے وقت اس کو دفع کیا جائے گا

تشریح: جانور کا جو مالک ہے جس کو جانور لیکر سفر میں جانا تھا وہ بیمار ہو گیا تو مبسوط کی روایت میں ہے کہ یہ کوئی عذر نہیں ہے، اس سے اجارہ نہیں ٹوٹے گا، دوسرے آدمی کو جانور لیکر بھیج سکتا ہے، لیکن امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے کو جانور لیکر بھیجنے میں بہت حرج ہے، پتہ نہیں وہ جانور کو کس طرح ہانکے گا، اس لئے یہ جہاں مجبوری ہے وہاں یہ عذر ہے اور اس کی وجہ سے اجارہ فسخ کر سکتا ہے، لیکن جہاں اختیار ہے، مجبوری نہیں ہے وہاں یہ عذر نہیں ہوگا

ترجمہ: (١١٩٧) کسی نے غلام کو اجرت پر دیا تھا پھر اس غلام کو بیچ دیا تو بیچنے میں یہ عذر نہیں ہے

ترجمہ: ١ اس لئے کہ بیچنے پر گزرنے میں مشتری کا کوئی نقصان نہیں ہے، صرف مشتری ابھی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا، کیونکہ یہ زائد امر ہے

تشریح: بائع نے اپنے غلام کو اجرت پر رکھا تھا اب اس کو بیچنا چاہتا ہے تو اجرت پر رکھنا بیچنے کے لئے عذر نہیں ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اجرت پر ہونے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا مشتری ابھی غلام سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا، لیکن یہ زائد امر ہے اس لئے اجرت پر رکھنے کے باوجود غلام کو بیچنا جائز ہے

لغت: مضیٰ علی موجب العقد: عقد یعنی جو بیچا ہے اس کو نافذ کرنے میں نقصان نہیں ہے۔ الاسترباح: ربح سے مشتق ہے، فائدہ اٹھانا

ترجمہ: (١١٩٨) درزی نے ایک لڑکے کو اجرت پر لیا پھر درزی مفلس ہو گیا تو یہ عذر ہے (یعنی لڑکے کا اجارہ توڑ سکتا ہے)

ترجمہ: ١ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجارہ کے موجب پر گزرتے رہنے سے درزی کو نقصان ہوگا اس لئے کہ مقصد فوت ہو گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ درزی کا رأس المال فوت ہو چکا ہے

بِالْمُضِيِّ عَلىٰ مُوْجَبِ الْعَقْدِ لِفَوَاتِ مَقْصُوْدَةٍ وَهُوَ رَأْسُ مَالِهِ ۲؎ وَتَأْوِيلُ الْمَسْأَلَةِ خَيَّاطٌ يَعْمَلُ لِنَفْسِهِ اَمَّا الَّذِى يُخِيطُ بِاَجْرٍ فَرَأْسُ مَالِهِ الْخَيطُ وَالْمَخِيطُ وَالْمِقْرَاضُ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْاِفْلَاسُ فِيهِ (۱۱۹۹) وَاِنْ اَرَادَ تَرْكَ الْخَيَّاطَةِ وَاَنْ يَّعْمَلَ فِي الصَّرْفِ فَهُوَ لَيْسَ بِعُذْرٍ ۱؎ لِاَنَّهُ يُمْكِنُهُ اَنْ يُقْعِدَ الْغُلَامَ لِلْخَيَّاطَةِ فِى نَاحِيَةٍ وَهُوَ يَعْمَلُ فِى الصَّرْفِ فِى نَاحِيَةٍ ۲؎ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا اسْتَاجَرَ دُكَّاناً لِلْخَيَّاطَةِ فَاَرَادَ اَنْ يَتْرُكَهَا وَيَشْتَغِلُ بِعَمَلٍ آخَرَ حَيْثُ جَعَلَهُ عُذْراً ذَكَرَهُ فِى الْاَصْلِ لِاَنَّ الْوَاحِدَ لَا

تشریح: درزی نے ایک لڑکے کو کپڑا سینے کے لئے اجرت پر لیا، پھر درزی مفلس ہو گیا تو یہ عذر ہے اس کی وجہ سے لڑکے کا اجارہ فسخ ہو جائے گا

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ مفلس ہونے کے بعد درزی لڑکے کو اجرت پر رکھے گا تو وہ اب کیا کرائے گا، اس سے تو درزی کو بہت نقصان ہوگا، اس لئے یہ عذر ہے

ترجمہ: ۲؎ اس کی تاویل یہ ہے کہ درزی یہ کام اپنے لئے کرتا ہو، اور اگر اجرت لیکر سیتا ہو تو اس کا راس المال دھاگا ہے، اور سوئی ہے اور قینچی ہے اور اس کے ضائع ہونے سے درزی مفلس نہیں ہوتا

تشریح : درزی دو طرح سے سیتا ہے، ایک یہ ہے کہ اپنی دکان ہے اور اس پر لوگوں کا کپڑا سیتا ہے، اوپر کا مسئلہ کہ یہ عذر ہے اسی صورت میں ہے، کیونکہ دکان کرایہ پر لیا ہے تو اس میں بڑی قیمت لگتی ہے، اس لئے اس کے ہلاک ہونے سے مفلس ہوتا ہے ۔لیکن اگر خود دوسرے کا مزدور ہے اور اجرت پر کام کرتا ہے، تو اس کے مفلس ہونے کا سوال نہیں ہوتا ہے، کیونکہ اس وقت درزی کا سرمایہ صرف دھاگا، سوئی، اور قینچی ہوتی ہے اور یہ کوئی بڑی قیمتی چیز نہیں ہے اور اس کے ختم ہونے سے آدمی مفلس نہیں ہوتا، اس لئے اگر یہ چیزیں ختم ہو گئیں تو یہ درزی کا عذر نہیں ہے

لغت: خیط : دھاگا۔ مخیط : سوئی۔ مقراض: قینچی۔

ترجمہ: (۱۱۹۹) اور اگر درزی نے سینا چھوڑ دیا اور صرافی کا کام کرنے لگا تو یہ صرافی کا کام کرنا عذر نہیں ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ لڑکے کو ایک کونے میں سینے کے لئے بٹھادے اور خود درزی دوسرے کونے میں صرافی کا کام کرے

تشریح: درزی نے ایک لڑکے کو سینے کے لئے اجرت پر لیا، اس کے بعد اس نے سینے کا کام چھوڑ دیا اور صرافی کا کام کرنے لگا تو یہ صرافی کا کام کرنا اس بات کے لئے عذر نہیں ہے کہ لڑکے کا اجارہ توڑ دے

وجہ : چونکہ یہ دوسرے کے کام کے لئے لڑکے کو اجرت پر لیا ہے، تو یہ ہوسکتا ہے کہ لڑکے کو سینے کے لئے ایک کونے پر لگا دے، اور خود صرافی کا کام کرنے لگے، اس لئے یہ کوئی عذر نہیں ہے

لغت: ناحیۃ: کونہ

ترجمہ: ۲؎ بخلاف اگر درزی نے سینے کے لئے دکان خریدی ہے، اور اس کو چھوڑ کر دوسرے کام میں مشغول ہونا چاہتا ہے تو

يُمْكِنُهُ بَيْنَ الْعَمَلَيْنِ اَمَّا هٰهُنَا الْعَامِلُ شَخْصَان فَاَمْكَنَهُمَا.

(۱۲۰۰) وَمَنِ اسْتَاجَرَ غُلَاماً لِيَخْدِمَهُ فِي الْمِصْرِ ثُمَّ سَافَرَ فَهُوَ عُذْرٌ ۱؎ لِاَنَّهُ لَا يَعْرىٰ عَنْ اِلْزَامِ ضَرَرٍ زَائِدٍ لِاَنَّ خِدْمَةَ السَّفَرِ اَشَقُّ وَفِي الْمَنْعِ مِنَ السَّفَرِ ضَرَرٌ وَكُلُّ ذَالِكَ لَمْ يَسْتَحِقَّ بِالْعَقْدِ فَيَكُوْنُ عُذْراً (۱۲۰۱) وَكَذَا اِذَا اَطْلَقَ ۱؎ لِمَا مَرَّ اَنَّهُ يَتَقَيَّدُ بِالْحَضَرِ ۲؎ بِخِلَافِ مَااِذَا آجَرَ عِقَاراً ثُمَّ سَافَرَ لِاَنَّهُ لَا ضَرَرَ اِذِالْمُسْتَاجِرُ يُمْكِنُهُ اِسْتِيْفَاءُ الْمَنْفَعَةِ مِنَ الْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ بَعْدَ غَيْبَتِهِ حَتّٰى لَوْ اَرَادَ الْمُسْتَاجِرُ السَّفَرَ فَهُوَ عُذْرٌ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمَنْعِ مِنَ السَّفَرِ اَوْ اِلْزَامِ الْاَجْرِ بِدُوْنِ السُّكْنىٰ وَذَالِكَ ضَرَرٌ.

یہ عذر ہے اس کو کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے اس لئے کہ ایک ہی آدمی دو کاموں کو جمع نہیں کر سکتا ہے، اور یہاں اوپر کا مسئلہ یہ ہے کہ کام کرنے والے دو آدمی ہیں تو دونوں کا کر سکتے ہیں

تشریح : درزی نے سینے کے لئے اپنی دکان لی ہے تو اب ایک ہی آدمی دو کام نہیں کر سکتا ہے اس لئے اگر سینے کو چھوڑ کر دوسرا کام شروع کر دیا ہے تو یہ عذر ہے، اس سے لڑکے کے اجارہ کو توڑ سکتا ہے

ترجمہ: (۱۲۰۰) کسی نے شہر میں خدمت کرنے کے لئے غلام کو اجرت پر لیا پھر مستاجر سفر پر جانے لگا تو یہ عذر ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے بہت نقصان سے خالی نہیں ہے اس لئے سفر کی خدمت مشقت والی ہے، اور غلام کو سفر سے روک دیں تو اس میں نقصان ہے اور عقد کی وجہ سے اس کا مستحق نہیں تھا اس لئے یہ عذر ہوگا، (اور اس کی وجہ سے غلام کا اجارہ توڑ سکتا ہے)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۲۰۱) ایسے ہی اجارہ مطلق رکھا (تب بھی عذر ہے)

ترجمہ: ۱؎ اس دلیل کی بنا پر جو گزر گئی (کہ مشقت ہے) اور حضر کی قید نہیں لگائی

تشریح : اجارہ کرتے وقت یوں کہا کہ غلام سے خدمت لوں گا، اور شہر کی قید نہیں لگائی تب بھی اس سے حضر میں ہی خدمت مراد ہوتی ہے، اس لئے سفر میں لیجانا عذر ہے اس سے اجارہ توڑ سکتا ہے

ترجمہ :۲؎ بخلاف اگر گھر کو یا زمین کو اجرت پر دیا پھر مالک سفر پر چلا گیا تو یہ عذر نہیں ہے اس لئے اس میں کوئی نقصان نہیں ہے، کیونکہ اجرت پر لینے والا اجرت پر دینے والے کے غائب ہونے کے بعد بھی گھر سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، ہاں خود اجرت پر لینے والا سفر پر چلا جائے تو یہ عذر ہے اس لئے کہ اس کو سفر سے روکے اور بغیر رہے اس پر کرایہ بھی ڈالے یہ نقصان ہے

تشریح : زید نے گھر کو عمر کو اجرت پر دیا، اور زید مالک سفر پر چلا گیا تو اجرت توڑنے کے لئے یہ کوئی عذر نہیں ہے، کیونکہ زید کی حاضری کے بغیر بھی عمر گھر سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ہاں خود عمر سفر پر چلا جائے تو یہ عذر ہے

وجہ : عمر سفر میں چلا گیا ہے تو وہ گھر سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا، اب بغیر فائدہ اٹھائے اس پر کرایہ ڈالنا یہ نقصان ہے، اس لئے اس عذر کی وجہ سے اجارہ توڑ سکتا ہے

مَسَائِلُ مَنْثُورَةٌ

(١٢٠٢) قَالَ وَمَنِ اسْتَأْجَرَ اَرْضاً اَوْ اِسْتَعَارَهَا فَاَحْرَقَ الْحَصَائِدَ فَاحْتَرَقَ شَيْءٌ فِي اَرْضٍ اُخْرىٰ فَلَا ضِمَانَ عَلَيْهِ ۱؎ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِي التَّسْبِيْبِ فَاَشْبَهَ حَافِرَ الْبِئْرِ فِي دَارِ نَفْسِهٖ ۲؎ وَقِيْلَ هٰذَا اِذَا كَانَتِ الرِّيَاحُ هَادِئَةً ثُمَّ تَغَيَّرَتْ اَمَّا اِذَا كَانَتْ مُضْطَرِبَةً يَضْمَنُ لِاَنَّ مُوْقِدَ النَّارِ يَعْلَمُ اَنَّهَا لَاتَسْتَقِرُّ فِي اَرْضِهٖ

(١٢٠٣) قَالَ وَاِذَا قَعَدَ الْخَيَّاطُ اَوِ الصَّبَّاغُ فِي حَانُوْتِهٖ مَنْ يَّطْرَحُ عَلَيْهِ الْعَمَلَ بِالنِّصْفِ فَهُوَ جَائِزٌ

مسائل منثورة

ترجمه:(١٢٠٢) کسی کی زمین اجرت پر لی، یا عاریت پر لی اور ٹھوٹیاں جلائی جس کی وجہ سے دوسرے کی زمین کی بھی کچھ چیزیں جل گئی تو اس پر ضمان نہیں ہے

ترجمه: ۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سبب میں مستاجر تعدی کرنے والا نہیں ہے، تو ایسا ہو گیا کہ اپنے گھر میں کنواں کھودا (اور اس میں کوئی اجنبی آدمی گر کر مر گیا تو اس کا ضمان نہیں ہوتا، ایسا ہی یہاں ہوگا)

اصول: اگر اپنی کھیت میں کوئی کام کیا اور اس سے دوسرے کا نقصان ہو گیا تو، اس میں تعدی نہیں ہے اس لئے ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: واضح ہے

لغت: ٹھوٹیاں: گیہوں کا درخت، چاول کا درخت کو ٹھٹیاں، کہتے ہیں

ترجمه ۲؎ علما نے فرمایا کہ ضمان لازم نہیں ہوگا، اس وقت ہے جب ہوا رکی ہوئی ہو، پھر بعد میں بدل کر تیز ہو گئی ہو، اور اگر ہوا بہت تیز ہو (اور آگ جلا دی) تو آگ کا جلانے والا ضامن ہوگا، اس لئے کہ وہ جانتا ہے یہ آگ اس کی زمین میں نہیں رہے گی

اصول تعدی ہو تو ضمان لازم ہوگا

تشریح: ہوا رکی ہوئی اور ٹھوٹیوں میں آگ لگائی تو اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ آگ دوسرے کی کھیت میں چلی جائے گی اس لئے یہ تعدی نہیں ہے اس لئے ضمان نہیں ہوگا، لیکن اگر ہوا تیز چل رہی تھی اور اندازہ تھا کہ یہ آگ دوسرے کی کھیت میں چلی جائے گی، اور پھر بھی جلائی تو یہ تعدی ہے اس لئے اب ضمان لازم ہوگا

لغت: مضطربۃ: اضطرب سے مشتق ہے، ہوا تیز ہو۔ موقد: وقد سے مشتق ہے، آگ جلانا

ترجمه:(١٢٠٣) اگر درزی نے، یا رنگریز نے اپنی دکان میں ایسے آدمی کو بیٹھایا جو اس کے لئے آدھے پر کام کر کے دے تو یہ جائز ہے

۱ۓ لِاَنَّ هٰذِهِ شِرْكَةُ الْوُجُوْهِ فِي الْحَقِيْقَةِ فَهٰذَا بِوَجَاهَتِهِ يُقْبَلُ وَهٰذَا بِحِذَاقَتِهِ يَعْمَلُ فَيَنْتَظِمُ بِذَالِكَ الْمَصْلِحَةِ فَلَا تَضُرُّهُ الْجِهَالَةُ فِيْمَا يَحْصُلُ.

(۱۲۰۴) قَالَ وَمَنِ اسْتَأْجَرَ جَمَلاً يَحْمِلُ عَلَيْهِ مَحْمِلاً وَرَاكِبَيْنِ اِلٰى مَكَّةَ جَازَ وَلَهُ الْمَحْمِلُ الْمُعْتَادُ ۱ۓ وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوْزُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِلْجِهَالَةِ وَقَدْ يُفْضِي ذَالِكَ اِلَى الْمُنَازَعَةِ ۲ۓ وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ هُوَ الرَّاكِبُ وَهُوَ مَعْلُوْمٌ وَالْمَحْمَلُ تَابِعٌ وَمَا فِيْهِ مِنَ الْجِهَالَةِ يَرْتَفِعُ

ترجمہ :۱ۓ کیونکہ یہ حقیقت میں شرکت وجوہ ہے،تو یہ اپنے تعلقات سے لوگوں کا کام قبول کرے گا،اور دوسرا اپنی مہارت سے کام انجام دے گا،تو اس مصلحت سے کام انجام پائے گا،اور یہاں جو کچھ بھی آمدنی ہوگی اس میں اجرت کی جہالت نقصان نہیں دے گی

تشریح: یہاں اجیر کی اجرت کتنی ہوگی یہ طے نہیں ہے،اور کتنا کام آئے گا،اور اس کی کتنی اجرت دینی ہوگی یہ بھی طے نہیں ہے، اس لئے اس جہالت کی وجہ سے جس لڑکے کو دکان میں بٹھایا ہے اس کا اجارہ جائز نہیں ہونا چاہئے ۔لیکن صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ یہ اجارہ کی صورت نہیں ہے، بلکہ شرکت وجوہ کی صورت ہے، کہ ایک آدمی اپنے تعلقات سے کام لیتا ہے،اور دوسرا آدمی اپنی مہارت سے کام کر کے دیتا ہے،اور جو نفع آئے گا اس میں دونوں آدھے آدھے لیں گے،اور شرکت وجوہ میں استحسانا جائز ہے

ترجمہ :(۱۲۰۴) کسی نے اونٹ کرایہ پر لیا کہ اس پر دو سوار اور ایک ہودج رکھ کر مکہ مکرمہ جائے گا تو یہ جائز ہے،اور اس کو معتاد ہودج رکھنے کی اجازت ہوگی

ترجمہ:۱ۓ اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ جائز نہ ہو اور یہی امام شافعیؒ کا قول ہے،ایسی جہالت کی وجہ سے جو جھگڑے تک پہنچائے گی

تشریح :ہودج کا وزن مختلف ہوتا ہے،اور کس وزن کا ہودج اونٹ پر ڈالے گا یہ متعین نہیں ہے،اس لئے یہ اجارہ فاسد ہونا چاہئے،جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے،لیکن یہاں عام عرف میں جتنے وزن کا ہودج رکھنے کا رواج ہو اس ہودج کی اجازت ہو گی اور اس سے جہالت ختم ہو جائے گی

لغت:محمل:ہودج۔

ترجمہ :۲ۓ اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اصل مقصد تو سوار ہیں اور وہ معلوم ہیں،اور ہودج یہ تابع ہے،اور ہودج کے وزن میں جو جہالت ہے وہ متعارف کی طرف پھیرنے سے ختم ہو جائے گی،اس لئے جھگڑا نہیں ہوگا،

تشریح : یہاں اصل مقصود ہودج نہیں ہے بلکہ سوار ہونے والا ہے اور وہ معلوم ہے کہ دو ہیں،اس لئے اس میں جہالت نہیں ہے، باقی رہا کہ ہودج کا وزن کتنا ہے تو یہ تابع ہے،اور متعارف وزن کے ہودج رکھنے کی اجازت سے جھگڑا ختم ہو جائے گا، اس لئے یہ اجارہ جائز ہو جائے گا

ترجمہ :۳ۓ اور یہی حال ہے اگر بچھانے کا کپڑا نہ دیکھا ہو، یا اوڑھنے کا کپڑا نہ دیکھا ہو(تو ان میں بھی متعارف کپڑا رکھنے کی اجازت ہوگی،اور اس سے جہالت ختم ہو جائے گی

بِالصَّرْفِ اِلَی الْمُتَعَارَفِ فَلَا تُفْضِی اِلَی الْمُنَازَعَۃِ ۳؎ وَکَذَا اِذَالَمْ یَرَ الْوِطَاءَ وَالدُّثُرَ

(۱۲۰۵) قَالَ وَاِنْ شَاهَدَ الْجَمَّالُ الْمَحْمَلَ فَهُوَ اَجْوَدُ ۱؎ لِاَنَّہٗ اَنْفیٰ لِلْجَهَالَۃِ وَاَقْرَبُ اِلیٰ تَحْقِیْقِ الرِّضَاءِ

(۱۲۰۶) قَالَ وَاِنِ اسْتَاجَرَ بَعِیْراً لِیَحْمِلَ عَلَیْهِ مِقْدَاراً مِنَ الزَّادِ فَاَکَلَ مِنْہُ فِی الطَّرِیْقِ جَازَ لَہٗ اَنْ یَرُدَّ عِوَضَ مَا اَکَلَ ۱؎ لِاَنَّہٗ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِ حَمَلاً مُسَمّٰی فِی جَمِیْعِ الطَّرِیْقِ فَلَہٗ اَنْ یَّسْتَوْفِیْهِ

(۱۲۰۷) وَکَذَا غَیْرُ الزَّادِ مِنَ الْمَکِیْلِ وَالْمَوْزُوْنِ وَرَدُّ الزَّادِ مُعْتَادٌ عِنْدَ الْبَعْضِ کَرَدِّ الْمَاءِ فَلَا مَانِعَ مِنَ الْعَمَلِ بِالْاِطْلَاقِ.

تشریح: اونٹ پرسوار تو دو آدمی ہوں گے، لیکن انکے بچھانے کے اور اوڑھنے کے جو کپڑے ہیں ان کا وزن کیا ہوگا یہ متعین نہیں کیا، لیکن اس میں ہودج کی طرح متعارف وزن کتنا ہے اتنا رکھنے کی اجازت ہوگی

لغت: وطاء: فرش پر بچھانے کا کپڑا۔ الدثر: وہ کپڑا جو اوڑھ کر لیٹتے ہیں۔ دھوسہ

ترجمہ: (۱۲۰۵) اور اگر اونٹ والا ہودج کو دیکھ لے تو زیادہ بہتر ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس سے جہالت ختم ہو جائے گی اور رضا مندی کے قریب ہو جائے گا

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۱۲۰۶) اگر اونٹ کرایہ پر لیا تا کہ اس پر توشہ لادا جائے، لیکن راستے میں اس میں سے کھاتا رہا تو اس کے لئے جائز ہے کہ جتنا کھایا ہے اس کے بدلے میں اضافہ کر لے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے وزن متعین کرنے کی وجہ سے پورے راستے میں اتنا لادنے کا حق دار ہے جتنا کھایا ہے، تو اس کو حق ہے کہ اپنا حق وصول کرے

تشریح: مثلا ایک سو کلو توشہ لادنے کے لئے اونٹ کرایہ پر لیا، پھر راستے میں بیس کلو کھا لیا تو کرایہ پر لینے والے کو حق ہے کہ دوسرا بیس کلو اس پر لاد دے، کیونکہ پورے راستے میں ایک سو کلو لادنے کے حق ہونے کی وجہ سے یہ بیس کلو لاد سکتا ہے

ترجمہ: (۱۲۰۷) ایسے ہی توشے کے علاوہ کیلی یا وزنی چیز (اونٹ پر لادنے کے لئے کرایہ پر لیا ہو تو جتنا کم ہوتا گیا اتنا لاد سکتا ہے)

ترجمہ: ۱؎ اور معتاد توشے کو واپس لادنا بعض حضرات کے نزدیک ایسا ہے کہ پانی کو واپس لاد رہا ہے، اس لئے مطلق ہونے کی وجہ سے واپس لادنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے

تشریح: مثلا ایک سو کلو گیہوں جو کیلی چیز ہے، لادنے کے لئے اونٹ کرایہ پر لیا، اس میں سے بیس کلو گیہوں راستے میں بیچ دیا تو یہ بیس کلو گیہوں دوبارہ اونٹ پر لاد سکتا ہے

وجہ: (۱) پورے راستے میں ایک سو کلو لادنے کا حقدار تھا اس لئے بیس کلو بیچا تو دوبارہ بیس کلو لاد سکتا ہے (۲) اس کی مثال یہ ہے کہ اونٹ پر پانی لادا ہو تو درمیان میں اس کو پیتا جاتا ہے، اور جہاں کنواں نظر آئے تو دوبارہ اتنا پانی اونٹ پر لاد لیتا ہے، اسی پر قیاس کر کے جتنا گیہوں بیچا دوبارہ اتنا گیہوں لاد سکتا ہے

كِتابُ المكاتَبِ

(۱۲۰۸) قَالَ وَاِذَا كَاتَبَ لِمَوْلٰى عَبْدَهُ اَوْ اَمَتَهُ عَلٰى مَالٍ شَرَطَهُ عَلَيْهِ وَقَبِلَ الْعَبْدُ ذَالِكَ صَارَ مُكَاتَباً. لِ اَمَّاالْجَوَازُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالٰى﴿فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْراً﴾وَهٰذَا لَيْسَ اَمْرٌ اِيْجَابٌ بِاِجْمَاعٍ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ وَاِنَّمَا هُوَ اَمْرٌ نُدُبٌ هُوَ الصَّحِيْحُ فَفِي الْحَمَلِ عَلَى الْاِبَاحَةِ اِلْغَاءَ الشَّرْطِ اِذْهُوَ

﴿ كتاب المكاتب ﴾

ضروری نوٹ آقا غلام کو کہے کہ اتنی رقم مجھے کما کر دو اور تم آزاد ہو جاؤ تو وہ مکاتب بن گیا۔

وجه ::(۱) اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا و اتوھم من مال اللہ الذی اتاکم (آیت ۳۳، سورۃ النور ۲۴)(۲) اور حدیث میں یہ ہے۔ قالت عائشة ان بریرۃ دخلت علیھا تستعینھا فی کتابتھا وعلیھا خمس اواقی نجمت علیھا فی خمس سنین فقالت لھا عائشة ونفست فیھا ارأیت ان عددت لھم عدۃ واحدۃ ایبیعک اھلک فاعتقک فیکون ولاء ک لی؟ (بخاری شریف، باب المکاتب ونجومہ فی کل سنۃ نجم، ص ۳۴۷، نمبر ۲۵۶۰) اس آیت اور حدیث سے مکاتب بنانا ثابت ہوا۔

ترجمه : (۱۲۰۸) اگر آقا نے اپنے غلام یا باندی کو اس کے مال کی شرط پر مکاتب بنایا اور غلام نے اس عقد کو قبول کر لیا تو مکاتب ہو جائے گا۔

تشریح : آقا نے غلام کو یا باندی کو اس شرط پر مکاتب بنایا کہ اتنی رقم ادا کر دو تو آزاد ہو جاؤ گے اور غلام یا باندی نے اس عقد کو قبول کر لیا تو وہ مکاتب بن جائیں گے۔

وجہ اوپر حدیث گزر چکی کہ حضرت بریرہ نے اس عقد کو قبول کر لیا تو وہ مکاتبہ بن گئی۔

ترجمه : ۱؎ مکاتب بنانا جائز ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا و اتوھم من مال اللہ الذی اتاکم (آیت ۳۳، سورۃ النور ۲۴)، اور اس آیت میں کاتبوہم، جو امر کا صیغہ ہے وہ فقہاء کی اجماع سے وجوب کے لئے نہیں ہے، صرف استحباب کے لئے ہے صحیح یہی ہے، اور مباح کے طور پر مکاتب بنانے میں نیک ہونے کی شرط لغو ہو گی، اس لئے نیک ہونے کے بغیر بھی مکاتب بنانا مباح ہے، ہاں نیک ہونے پر مکاتب بنانے کو معلق کرنا مندوب ہے

تشریح : اس عبارت میں چار باتیں ہیں۔ ۱۔ مکاتب بنانا جائز ہے، اس کی دلیل یہ آیت ہے، کاتبوھم ۔۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ آیت میں ہے کہ مکاتب غلام میں نیکی دیکھو تو اس کو مکاتب بناو، اس میں امر کا صیغہ، کاتبوھم، ہے، تو کیا مکاتب بنانا واجب ہے، تو اس بارے میں مصنف کہہ رہے ہیں کہ واجب نہیں ہے، مستحب ہے۔ ۔۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ نیک غلام ہو تو مکاتب بنانا مندوب ہے۔ ۴۔ اور چوتھی بات یہ ہے کہ اگر غلام نیک نہ بھی ہو اور مکاتب بنا دیا تو غلام مکاتب ہو جائے گا، اس

مُبَاحٌ بِدُوْنِهِ اَمَّا النُّدبِيَّةُ فَمُعَلَّقَةٌ بِهِ ۲؎ وَالْمُرَادُ بِالْخَيْرِ الْمَذْكُوْرِ عَلٰى مَا قِيْلَ اَنْ لَا يَضُرُّ بِالْمُسْلِمِيْنَ بَعْدَ الْعِتْقِ فَاِنْ كَانَ يَضُرُّ بِهِمْ فَالْاَفْضَلُ اَنْ لَا يُكَاتِبَهُ وَاِنْ كَانَ يَصِحُّ لَوْ فَعَلَهُ ۳؎ وَاَمَّا اِشْتِرَاطُ قَبُوْلِ الْعَبْدِ فَلِاَنَّهُ مَالٌ يَلْزَمُهُ فَلَابُدَّ مِنْ اِلْتِزَامِهِ. ۴؎ وَلَايَعْتِقُ اِلَّا بِاَدَاءِ كُلِّ الْبَدَلِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيُّمَا عَبْدٍ كُوْتِبَ عَلٰى مِائَةِ دِيْنَارٍ فَاَدَّاهَا اِلَّا عَشَرَةَ دَنَانِيْرَ فَهُوَ عَبْدٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْمُكَاتِبُ عَبْدٌ مَا

لئے۔ ان علمتم خيرا، کی شرط لغو ہے، اور ندب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے

وجــــه :اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ حضرات کی رائے ہے کہ آیت میں کاتبوھم امر کا صیغہ ہے اس لئے مکاتب نیک ہو تو اس کو مکاتب بنانا واجب ہے۔ان کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔قلت لعطاء أواجب علی اذا علمت له مالا ان أكاتبه ؟ قال ما اراه الا واجبا ..ان موسی ابن سيرين اخبره ان سيرين سأل انسا المكاتبة و كان كثير المال . فابى فانطلق الى عمر فقال كاتبه فابى فضربه بالدرة ، ويتلو عمر (فكاتبوهم ان علمتم فيهم خيرا واتوهم من مال الله الذى اتاكم (آیت ۳۳،سورۃ النور ۲۴)اس قول تابعی، اور قول صحابی میں ہے کہ اگر خیر دیکھے تو مکاتب بنانا واجب ہے۔(۲)اور دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ مکاتب بنانا واجب نہیں مستحب ہے، ان کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔عن الشعبی قال ان شاء كاتب عبده و ان شاء لم يكاتبه(مصنف عبد الرزاق ، باب وجوب الکتاب والمکاتب یسأل ، ج ۸،ص ۳۷۱،نمبر ۱۵۵۷۹)اس قول تابعی میں ہے کہ مکاتب بنانا واجب نہیں ہے، مستحب ہے

ترجمه :۲؎ اور آیت میں خیر سے مراد یہ ہے کہ آزاد ہونے کے بعد مسلمانوں کو نقصان نہ دیتا ہو، اور اگر نقصان دیتا ہو تو افضل یہ ہے کہ اس کو مکاتب نہ بنائے، اس کے باوجود مکاتب بنا دیا تو مکاتب بنانا صحیح ہے

تشریح :غلام میں خیر ہو اس کی کئی تفسیر ہے، ایک تفسیر یہ ہے کہ غلام خود نیک ہو، دوسری یہ ہے کہ وہ مال کتابت کے دینے کا وعدہ کرے تو اس کو دے دیدے ایسا ہو تو اس کو مکاتب بنائے ، اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ مالک یہ دیکھے کہ آزاد ہونے کے بعد مسلمانوں کو نقصان نہیں دیگا تو مکاتب بنادے، صاحب کتاب نے یہی تفسیر لی ہے

ترجمه: ۳؎ اور غلام کے قبول کی شرط اس لئے ہے کہ اس پر مال لازم ہو رہا ہے اس لئے اپنے اوپر لازم کرنا ضروری ہے

تشریح: متن میں تھا کہ غلام مال کتابت کو قبول کرے تب لازم ہوگا اس کی وجہ یہ بتارہے ہیں کہ خود مالک آزاد کردے تو اس میں غلام پر مال لازم نہیں ہوتا ہے، اس لئے غلام آزادگی کو قبول نہ بھی کرے تب بھی آزاد ہو جائے گا، اور یہاں غلام پر مال دینا واجب ہو رہا ہے، اس لئے یہ بیع کی طرح ہو گیا، اس لئے غلام ادا کرنا قبول کرے گا تب آزاد ہوگا، اور قبول نہ کرے تو مکاتب ہی نہیں بنے گا

ترجمه :۴؎ پوری مال کتابت ادا کرے گا تب غلام آزاد ہوگا (اس سے پہلے وہ غلام ہی رہے گا، اور غلامیت ہی کے احکام جاری ہوں گے) حضور ؐ کے قول کی وجہ سے کوئی غلام سو دینار پر مکاتب بنایا، اور سب دینار ادا کر دئے سوائے دس دینار کے تب بھی وہ غلام ہے، اور دوسری حدیث میں ہے۔جب تک مکاتب پر ایک درہم بھی باقی ہے تب بھی وہ غلام ہی ہے۔اور اس

بَقِيَ عَلَيْه دِرْهَمٌ وَفِيْهِ اِخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمَا اخْتَرْنَاهُ قَوْلَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

(۱۲۰۹) وَيَعْتِقُ بِاَدَائِهِ وَاِنْ لَمْ يَقُلِ الْمَوْلٰى اِذَا اَدَّيْتَهَا فَاَنْتَ حُرٌّ ۱؎ لِاَنَّ مُوْجَبَ الْعَقْدِ يَثْبُتُ مِنْ غَيْرِ التَّصْرِيْحِ بِهٖ كَمَا فِي الْبَيْعِ وَلَا يَجِبُ حَطُّ شَيْءٍ مِّنَ الْبَدَلِ اِعْتِبَاراً بِالْبَيْعِ.

(۱۲۱۰) قَالَ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمَالَ حَالًّا وَيَجُوْزُ مُؤَجَّلاً وَمُنَجَّمًا

آزاد ہونے کے بارے میں صحابہ کا اختلاف ہے، اور ہم نے جو مسلک اختیار کیا وہ زید ابن ثابت کا مسلک ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال ایما عبد کاتب علی مائة اوقیة فاداها الا عشرة اواق فهو عبد وایما عبد کاتب علی مائة دینار فاداها الا عشرة دنانیر فهو عبد** (ابوداؤد شریف، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابتہ فیعجز او یموت، ص ۱۹۱، نمبر ۳۹۲۷)۔ (۲) صاحب ہدایہ کی دوسری حدیث یہ ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده عن النبی ﷺ قال المکاتب عبد ما بقی علیه من مکاتبته درهم** (ابوداؤد شریف، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابتہ فیعجز او یموت، ص ۱۹۱، نمبر ۳۹۲۶) ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جب تک کتابت کی پوری رقم ادا نہیں کر دیتا وہ آقا کا غلام ہے

ترجمہ: (۱۲۰۹) آقا نے یہ نہیں کہا کہ جب مال کتابت ادا کر دو گے تب آزاد ہو جاؤ گے تب بھی اگر پورا مال کتابت ادا کر دیا تو مکاتب آزاد ہو جائے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے عقد مکاتبت کا موجب ہی ہے کہ بغیر تصریح کئے آزادگی ثابت ہو جائے، جیسے بیع میں ہوتا ہے

تشریح: مکاتب بناتے وقت آقا نے یہ نہیں کہا کہ جب مال ادا کر دو گے تو آزاد ہو جاؤ گے، تب بھی جیسے ہی پورا مال ادا کیا تو مکاتب آزاد ہو جائے گا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ عقد کا موجب پورا کر دو تو آزادگی کا حکم خود بخود آجائے گا، جیسے بیع میں قبول کر لیا مالک بننے کے لئے اتنا ہی کافی ہے، وہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں ثمن دوں تو تم مالک بنو گے، اسی طرح یہاں قبول کر لینا اور پورا مال ادا کر دینا ہی آزاد ہونے کے لئے کافی ہے، الگ سے یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ جب پورا مال دو گے تو آزاد ہو جاؤ گے

ترجمہ: (۱۲۱۰) اور جائز ہے کہ مال کی شرط لگائے فی الفور دینے کی یا قسط وار دینے کی۔

تشریح: یہ بھی کر سکتا ہے کہ فی الفور مال کتابت ادا کرو اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ قسط وار ادا کرو۔ مثلا مکاتب کی جانب سے کسی نے پورے مال کا انتظام کر دیا تو فوراً بھی دے سکتا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ قسط وار ہی دینے کی شرط ہو

وجہ: (۱) مال کتابت تھوڑا تھوڑا کر کے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **قالت عائشة ان بریرة دخلت علیها تستعینها فی کتابتها وعلیها خمس اواقی نجمت علیها فی خمس سنین فقالت لها عائشة ونفست فیها ارأیت**

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لا يَجُوزُ حَالًّا وَلَا بُدَّ مِنْ تَنْجِيمٍ لِاَنَّهُ عَاجِزٌ عَنِ التَّسْلِيمِ فِي زَمَانٍ قَلِيلٍ لِعَدَمِ الْاَهْلِيَّةِ قَبْلَهُ لِلرِّقِّ بِخِلَافِ السَّلَمِ عَلَىٰ اَصْلِهِ لِاَنَّهُ اَهْلٌ لِلْمِلْكِ فَكَانَ اِحْتِمَالُ الْقُدْرَةِ ثَابِتاً وَقَدْ دَلَّ الْاِقْدَامُ عَلَى الْعَقْدِ عَلَيْهَا فَتَثْبُتُ بِهِ ۲؎ وَلَنَا ظَاهِرُ مَّاتَلَوْنَا مِنْ غَيْرِ شَرْطِ التَّنْجِيمِ ۳؎ وَلِاَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ وَالْبَدَلُ مَعْقُودٌ بِهِ فَاَشْبَهَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ فِي عَدَمِ اشْتِرَاطِ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ

ان عددت لهم عدة واحدة ايبيعك اهلك فاعتقك فيكون ولائک لی؟ (بخاری شریف، باب المکاتب ونجومہ فی کل سنۃ نجم، ص ۳۴۷، نمبر ۲۵۶۰)، اس حدیث میں ہے کہ حضرت بریرہؓ نے مال کتابت ٹکڑا ٹکڑا کر کے دیا تھا

لغت: منجما: قسط وار۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ فوری کتابت جائز نہیں ہے، ضروری ہے کہ قسط وار ہی ہو، اس لئے کہ مکاتب تھوڑے زمانے میں مال کتابت دینے سے عاجز ہے کیونکہ غلامیت کی وجہ سے اس سے پہلے دینے سے عاجز ہے، بخلاف بیع سلم میں مبیع کے (وہاں قسط وار بھی دے سکتا ہے، اور ایک ساتھ بھی دے سکتا ہے) حضرت امام شافعیؒ کے قاعدے پر، اس لئے کہ بیع سلم کا مالک مالک بننے کا اہل ہے اس لئے قدرت کا احتمال ثابت ہے، اور عقد سلم پر اقدام کرنا اس قدرت پر دلالت کرتا اس لئے اس سے قدرت ثابت ہوگی

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ مال کتابت قسط وار ہی ہو، ایک ساتھ جائز نہیں ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ مکاتب بننے سے پہلے آدمی غلام تھا اور مال کے مالک بننے کا اہل ہی نہیں تھا، اس لئے اس کے پاس فوری طور مال ہو ہی نہیں سکتا ہے، اس لئے فوری مال دینے کی شرط غلط ہوگی

آگے امام شافعی پر ایک اشکال تھا اس کا جواب دیا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ بیع سلم میں مبیع بعد میں دی جاتی ہے، اسی کو بیع سلم کہتے ہیں، لیکن مبیع فوری دینے کی شرط ہو تو جائز ہے، اسی طرح مال کتابت بعد میں دی جاتی ہے، لیکن فوری دینے کی شرط ہو تو جائز ہونی چاہئے ، تو اس کا جواب دیا ہے کہ، بیع سلم میں جو مبیع کا مالک ہے، وہ خود مختار ہے، اور پہلے سے مبیع کے مالک بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور بیع پر اقدام کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مبیع کا مالک ہے، اس لئے بیع سلم میں فوری دینے کی شرط لگا دیں تو جائز ہوگی۔ لیکن مکاتب میں پہلے سے مالک بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، اس لئے اس میں فوری مال دینے کی شرط غلط ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل اس آیت کی ظاہری ہے جس کو ہم نے تلاوت کی جس میں قسط وار کی شرط نہیں ہے

تشریح: ہم نے جو آیت پیش کی ہے، فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا (آیت ۳۳، سورۃ النور ۲۴) اس میں مطلق ہے کہ مکاتب بناو، اس میں یہ بھی نہیں ہے کہ قسط وار ہو اور یہ بھی نہیں ہے کہ فوری دو اس لئے دونوں صورتیں جائز ہوں گی

ترجمہ: ۳؎ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عقد معاوضہ ہے اور جو بدل ہے وہ معقود بہ ہے اس لئے مال کتابت بیع میں ثمن کی طرح ہے جس میں اس پر قدرت کی شرط نہیں ہے

تشریح: مال کتابت میں تاخیر کی شرط ہو اس کی نہ ہونے کی دوسری دلیل عقلی یہ ہے کہ مال کتابت بیع میں ثمن کی طرح ہے اور

٤ بِخِلَافِ السَّلَمِ عَلیٰ اَصْلِنَا لِاَنَّ الْمُسْلَمَ فِيهِ مَعْقُودٌ عَلَيْهِ فَلا بُدَّ مِنَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ ٥ وَلِاَنَّ مَبْنَى الْكِتَابَةِ عَلَى الْمُسَاهَلَةِ فَيُمْهِلُهُ الْمَوْلىٰ ظَاهِراً بِخِلَافِ السَّلَمِ لِاَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْمُضَايَقَةِ ٦ وَفِى الْحَالِ كَمَا اِمْتَنَعَ مِنَ الْاَدَاءِ يُرَدُّ اِلَى الرِّقِّ.

(١٢١١) قَالَ وَتَجُوزُ كِتَابَةُ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ اِذَا كَانَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ ١ لِتَحَقُّقِ الْاِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ اِذِا الْعَاقِلُ مِنْ اَهْلِ الْقَبُوْلِ وَالتَّصَرُّفِ نَافِعٌ فِى حَقِّهٖ ٢ وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيْهِ وَهُوَ بِنَاءٌ

اس میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ تاخیر کے ساتھ ہو یا فوری طور پر، اسی طرح مال کتابت میں بھی فوری یا تاخیر کی شرط نہیں ہونی چاہئے

ترجمہ: ٤ بخلاف سلم کے ہمارے اصول پر اس لئے کہ مسلم فیہ (مبیع) معقود علیہ ہے اس لئے اس پر قدرت ہونا ضروری ہے

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ بیع سلم میں مبیع پر قدرت ہونا ضروری ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ہم حنفیہ کے یہاں بیع سلم میں جو مبیع ہے وہ معقود علیہ ہے، یعنی اس پر عقد ہوا ہے، اس لئے اس کے حاصل ہونے پر قدرت ہونا ضروری ہے، چاہے ابھی ہاتھ میں نہ ہو

ترجمہ: ٥ تیسری وجہ یہ ہے کہ مکاتب بنانے کا مدار سہولت دینے پر ہے اس لئے ظاہری طور پر یہ لگتا ہے کہ آقا مکاتب کو سہولت دے گا، بخلاف بیع سلم کے کیونکہ اس کا مدار تنگی پر ہے

تشریح: یہ چوتھی دلیل ہے کہ بیع سلم میں دونوں فریق یہ چاہتے ہیں کہ مجھے اپنی چیز جلدی ملے تا کہ اس کو استعمال کر سکوں، اس لئے بیع سلم سے ہی مبیع پر قدرت ہونا ضروری ہے، اور مکاتب بنانے میں آقا کی جانب سے سہولت ہے، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ آقا مکاتب کو مال کتابت ادا کرنے میں سہولت دے گا۔

ترجمہ: ٦ اور اگر کتابت میں فی الحال کی شرط لگائیں تو فورا نہ ادا کرنے پر مکاتب دوبارہ غلام بن جائے گا

تشریح: یہ جملہ اوپر متن میں ہے۔ یجوز ان یشترط المال حالا، کی تفسیر ہے، فرماتے ہیں کہ اگر آقا نے یہ شرط لگا دی کہ مال کتابت فوری ادا کرو، تو اگر مکاتب نے فوری ادا نہیں کیا تو شرط کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکاتب دوبارہ غلامیت کی طرف لوٹ جائے گا

ترجمہ: (١٢١١) چھوٹے غلام کی کتابت بھی جائز ہے اگر وہ بیع اور شراء سمجھتا ہو۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اس چھوٹے سے ایجاب اور قبول متحقق ہے، اس لئے کہ عقلمند آدمی قبول کرنے والوں میں سے، اور یہ تصرف اس کے حق میں نافع ہے (کہ آزاد ہو جائے گا)

تشریح: اگر نابالغ غلام یا باندی جو خرید و فروخت سمجھتے ہوں ان کو مکاتب بنانا جائز ہے۔

وجہ: جب بیع و شراء سمجھتا ہے تو خرید و فروخت کر کے مال کتابت کما سکتا ہے اور اس کا عقد کتابت بھی صحیح ہے۔ اس لئے وہ مکاتب ہو جائے گا جس طرح اس کی تجارت صحیح ہے۔

ترجمہ: ٢ امام شافعیؒ اس بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، اور اس کی بنیاد تجارت میں بچے کو اجازت کا مسئلہ ہے

عَلٰى مَسْأَلَةِ اِذْنِ الصَّبِيِّ فِي التِّجَارَةِ ۳؎ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ لَا يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ لِاَنَّ الْقَبُوْلَ لَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُ فَلَا يَنْعَقِدُ الْعَقْدُ حَتّٰى لَوْ اَدّٰى عَنْهُ غَيْرُهُ لَا يَعْتِقُ وَيَسْتَرِدُّ مَا دَفَعَ

(۱۲۱۲) قَالَ وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ جَعَلْتُ عَلَيْكَ اَلْفاً تُؤَدِّيْهَا اِلَيَّ نُجُوْمًا اَوَّلُ النَّجْمِ كَذَا وَآخِرُهُ كَذَا فَاِذَا اَدَّيْتَهَا فَاَنْتَ حُرٌّ وَاِنْ عَجِزْتَ فَاَنْتَ رَقِيْقٌ فَاِنَّ هٰذِهِ مُكَاتَبَةٌ ۱؎ لِاَنَّهُ اَتٰى بِتَفْسِيْرِ الْكِتَابَةِ

تشریح :امام شافعیؒ کے یہاں یہ ہے کہ بچے کوتجارت کی اجازت دی جائے تو اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ وہ نابالغ ہے،اور جب تجارت کی اجازت صحیح نہیں ہے تو بغیر تجارت کے کیسے مال کتابت ادا کرے گا،اس لئے بچہ چاہے سمجھدار ہو اس کو مکاتب بنانا امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے

وجہ :حدیث میں ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے جس میں سے بچہ بھی ہے۔اس لئے بچے کو مکاتب بنانا صحیح نہیں ہے۔**عن علی عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل** (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق اویصیب حد،ص ۲۵۶،نمبر ۴۴۰۲)

ترجمہ :۳؎ یہ اس کے خلاف ہے کہ اگر بچہ بیع اور شراء نہ سمجھتا ہو تو اس سے مکاتب ہونا متحقق نہیں ہوگا،اس لئے عقد منعقد نہیں ہوگا،چنانچہ اگر اس کی جانب سے کوئی مال کتابت ادا کرے تو بھی آزاد نہیں ہوگا،اور دوسرے کا دیا ہوا مال واپس ہو جائے گا۔

تشریح :اگر ایسا بچہ ہو جو خرید وفروخت سمجھتا نہ ہو اور اس نے کتابت کی ہو تو کتابت درست نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا قبول کرنا ہی صحیح نہیں ہوگا،اور بچہ آزاد نہیں ہوگا،اور اگر اس کی جانب سے کسی نے مال کتابت ادا بھی کر دیا تو چونکہ کتابت ہی درست نہیں ہوئی اس لئے وہ مکاتب ہی نہیں بنا،اور اگر کسی نے اس کی جانب سے مال دے دیا تو وہ مال واپس ہو جائے گا

ترجمہ :(۱۲۱۲) کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ تمہارے اوپر ہزار لازم کر دیا تو اس کو مجھے قسط وار ادا کرے گا،پہلی قسط اس مہینے میں اور آخری قسط اس مہینے میں، پس جب اس کو ادا کر دیگا تو تم آزاد ہو،اور اگر اس سے عاجز ہو گئے تو تم واپس غلام ہو،تو یہ جملہ مکاتبت کے لئے ہے

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ آقا نے کتابت کی پوری تفسیر کی ہے

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ لفظ ،نجم، لایا تو مکاتبت ہوگی،اور لفظ ،نجم، نہیں لایا تو مکاتبت نہیں ہوگی تعلیق ہو جائے گی

تشریح :مصنف یہاں دو ایسی عبارت لا رہے ہیں جن میں کتابت کے بھی جملے ہیں،اور تعلیق کے بھی جملے ہیں،اگر اس کو کتابت قرار دیا جائے تو غلام میں ابھی سے آزادگی کا شائبہ آ جائے گا،اور اگر اس جملے کو رقم ادا کرنے پر معلق قرار دیا جائے تو غلام میں ابھی سے آزادگی کا شائبہ نہیں ہوگا، بلکہ پوری رقم ادا کرنے کے بعد آزاد ہوگا،ابھی وہ مکمل غلام ہے مالک اس کو بیچ سکتا ہے

اب مسئلے کی صورت یہ ہے کہ آقا نے، **تؤدیها الی نجوما**، کہا ہے، یہ نجوما کا لفظ کتابت کے لئے ہے اس لئے اس جملے سے کتابت ثابت ہوگی،اور آگے جو جملہ ہے،**فاذا ادیتها فانت حر**،تو اذا جو شرط کے لئے ہے اور اس سے تعلیق کا پتہ چلتا ہے،تو اس

۲ وَلَوْ قَالَ اِذَا اَدَّيْتَ اِلَيَّ اَلْفاً كُلُّ شَهْرٍ مِائَةٍ فَاَنْتَ حُرٌّ فَهٰذِهٖ مُكَاتَبَةٌ فِي رِوَايَةِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ لِاَنَّ التَّنْجِيْمَ يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوْبِ وَذَالِكَ بِالْكِتَابَةِ وَفِي نُسَخِ اَبِيْ حَفْصٍ لاَ تَكُوْنُ مُكَاتَبَةً اِعْتِبَاراً بِالتَّعْلِيْقِ بِالْاَدَاءِ مَرَّةً.

(١٢١٣) قَالَ وَاِذَا صَحَّتِ الْكِتَابَةُ خَرَجَ الْمُكَاتَبُ عَنْ يَدِ الْمَوْلٰى وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْ مِلْكِه

جملے کوکتابت کی تفسیر قرار دی جائے گی،اور پورے جملے سے مکاتبت ثابت کی جائے گی،اور ابھی سے غلام کو بیچنا جائز نہیں ہوگا۔

لغت: نجوما: قسط وار

ترجمہ: ۲ اور اگر آقا نے یوں کہا اگر تم مجھے ایک ہزار ادا کرو، ہر مہینے ایک سوتو تم آزاد ہو تو حضرت ابی سلیمان کی روایت میں یہ مکاتبت ہے، اس لئے کہ تنجیم کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ غلام پر رقم واجب ہے، اور اس سے مکاتبت ثابت ہوگی۔ اور حضرت ابو حفص کے نسخے میں یہ ہے کہ مکاتبت نہیں ہوگی، ایک مرتبہ ادا کرنے پر قیاس کرتے ہوئے

تشریح: یہ دوسری صورت ہے، اس میں، نجم، کا لفظ نہیں ہے جس سے مکاتبت کا پتہ چلے، البتہ ٹکڑا ٹکڑا رقم دینے کا اشارہ ہے، لیکن اس میں، اذا ادیت الی، کے لفظ سے تعلیق ہے

اس لئے امام ابو سلیمان نے فرمایا کہ، اس میں نجم، کا لفظ تو نہیں ہے، لیکن، کل شهر مأة، کا لفظ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ رقم ہر مہینے میں ٹکڑا ٹکڑا کر کے دے، جو نجم کے معنی میں ہے اس لئے مکاتبت ہو جائے گی، اور غلام میں ابھی سے آزادگی کا شائبہ آجائے گا۔ اور امام ابو حفصؒ فرماتے ہیں کہ اس میں نجم کا لفظ نہیں ہے، اور، اذا ادیت الی، تعلیق کا لفظ ہے اس لئے اس سے مکاتبت نہیں ہوگی، تعلیق ہو جائے گی، اور غلام ابھی سے آزاد نہیں ہوگا، ہاں جب رقم ادا کرے گا تب آزاد ہوگا۔ جیسے یوں کہتا، اذا ادیت الی الفا، کہ ایک بار جب رقم ادا کروگے تو تم آزاد ہو جاوگے، تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے، کئی بار میں رقم ادا کرنے پر بھی تعلیق ہی رہے گی، مکاتبت نہیں ہوگی

ترجمہ: (۱۲۱۳) جب کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب آقا کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن اس کی ملکیت سے نہیں نکلا۔

تشریح: کتابت صحیح ہونے کے بعد مکاتب تجارت کرنے سفر کرنے وغیرہ میں آزاد ہو جاتا ہے۔ اب وہ آقا کی اجازت کا محتاج نہیں ہوتا۔ اسی کو کہا ہے کہ وہ آقا کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن ابھی بھی مکاتب آقا کا مملوک ہے۔

وجہ: :وہ تجارت وغیرہ میں آزاد ہے اس کی دلیل حضرت بریرہ کی وہ حدیث ہے جس میں حضرت بریرہ حضرت عائشہ کے پاس امداد مانگنے آئی تھی۔ ان بريرة دخلت عليها تستعينها في كتابتها وعليها خمس اواقی (بخاری شریف، نمبر ۲۵۶۰) حضرت بریرہ کا مدد کے لئے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مال جمع کرنے میں اور تجارت کرنے میں آزاد ہے۔ (۲) اور مکاتب آخری درہم ادا کرنے تک آقا کا مملوک ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال ايما عبد كاتب على مائة او قية فاداها الا عشرة اواق فهو عبد وايما عبد كاتب على مائة دينار

۱؎ اَمَّـا الْخُرُوْ جُ مِنْ يَّدِهٖ فَلِتَحْقِيْقِ مَعْنَى الْكِتَابَةِ وَهُوَ الضَّمُّ فَيَضُمُّ مَالِكِيَّةَ يَدِهٖ اِلٰى مَالِكِيَّةِ نَفْسِهٖ اَوْ لِتَحْقِيْقِ مَقْصُوْدِ الْكِتَابَةِ وَهُوَ اَدَاءُ الْبَدَلِ فَيَمْلِكُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَالْخُرُوْجَ اِلَى السَّفَرِ وَاِنْ نَهَاهُ الْمَوْلٰى ۲؎ وَاَمَّا عَدَمُ الْخُرُوْجِ عَنْ مِلْكِهٖ فَلِمَا رَوَيْنَا ۳؎ وَلانه عَقْدُ مُعَاوَضَةٌ وَمَبْنَاهُ عَلَى الْمُسَاوَاةِ وَيَنْعَدِمُ ذَالِكَ بِتَنَجُّزِ الْعِتْقِ وَيَتَحَقَّقُ بِتَاخِيْرِهٖ لِاَنَّهٗ يَثْبُتُ لَهُ نَوْعُ مَالِكِيةٍ وَيَثْبُتُ لَهُ فِى الذِّمَّةِ حَقٌّ مِنْ وَجْهٍ

فاداها الا عشرة دنانير فهو عبد (ابوداؤدشریف، باب فی المکاتب یؤ دی بعض کتابتہ فیعجز او یموت، ص۱۹۱، نمبر ۳۹۲۷)
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب تک کتابت کی پوری رقم ادانہیں کر دیتا وہ آقا کا غلام ہے۔

ترجمہ: ۱؎ بہر حال مکاتب قبضے سے نکل گیا تو یہ اس لئے ہے کہ، لفظ، کتابت کا معنی متحقق ہو جائے، کیونکہ کتابت کا معنی ہے ملانا، اس لئے اپنے قبضے کی مالکیت غلام اپنی طرف ملا لیگا، یا اس لئے مالک کا قبضہ ختم ہو جائے گا مکاتبت کے مقصد کو ثابت کرنے کے لئے اور وہ ہے بدلے کی ادائیگی، اس لئے مکاتب خرید فروخت کا مالک ہوگا چاہے آقا منع کرتا ہو وہ سفر میں جاسکے گا

تشریح: مکاتب مالک کے قبضے سے نکل گیا، لیکن اس کی ملکیت میں باقی رہا

وجہ (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابت کا ترجمہ ہے ملانا، اس لئے اب مالک کے قبضے سے مکاتب نے اپنے قبضے کی طرف ملا لیا۔ تا کہ کتابت کا مفہوم متعین ہو جائے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اب اس مکاتب پر مال کتابت ادا کرنا ہے، اس لئے خرید و فروخت کر سکتا ہے، سفر میں جا سکتا ہے، تا کہ مال کتابت جمع کر سکے اور ادا کر سکے

ترجمہ: ۲؎ اور مالک کی ملکیت سے اس لئے نہیں نکلا اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے پہلے روایت کی ہے

تشریح: وہ حدیث یہ ہے۔ عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده عن النبی ﷺ قال المكاتب عبد ما بقی علیه من مكاتبته درهم (ابوداؤدشریف، باب فی المکاتب یؤ دی بعض کتابتہ فیعجز او یموت، ص۱۹۱، نمبر ۳۹۲۶)

ترجمہ: ۳؎ دوسری وجہ یہ ہے کہ کتابت عقد معاوضہ ہے، اور اس کا مدار برابری پر ہے، اس لئے اگر فوری آزاد کر دے تو برابری نہیں رہے گی، اور تاخیر سے آزاد کرنے میں برابری متحقق ہوتی ہے، اس لئے مکاتب کو ایک قسم کی ملکیت ثابت ہو چکی ہے (خرید و فروخت کی اجازت) اور ایک طرح سے آقا کے لئے مکاتب کے ذمے حق بھی ثابت ہوا

تشریح: مکاتب آزاد نہیں ہوا، لیکن اس کو خرید و فروخت کی اجازت ملی اس کی یہ دلیل عقلی ہے۔ کہ پیسے کے بدلے مکاتب بنانا معاوضہ ہے، اس لئے جب تک مکاتب معاوضہ ادا نہیں کرے گا اس کو آزادگی نہیں ملنی چاہئے، ورنہ برابری نہیں رہے گی۔ اس لئے مکاتب کو اس کا قبضہ دے دیا گیا، اور اس پر رقم برقرار رہی، اور مالک کا حق بھی باقی رہا اس طرح برابری ہوگئی

لغت: تنجیز العتق: نجز سے مشتق ہے، فوراً آزاد ہو جائے

(۱۲۱۴) فَاِنْ اَعْتَقَهُ عُتِقَ بِاِعْتَاقِهٖ لِاَنَّهُ مَالِکٌ لِرَقَبَتِهٖ وَسَقَطَ عَنْهُ بَدَلُ الْكِتَابَةِ ۱؎ لِاَنَّهُ مَا الْتَزَمَهُ اِلَّامُقَابِلاً بِحُصُوْلِ الْعِتْقِ بِهٖ وَقَدْ حَصَلَ دُوْنَهُ

(۱۲۱۵) قَالَ وَاِذَا وَطِیَ الْمَوْلٰی مُكَاتَبَتَهٗ لَزِمَهُ الْعُقْرُ ۱؎ لِاَنَّهَا صَارَتْ اَخَصَّ بِاَجْزَائِهَا تَوَسُّلاً اِلَى الْمَقْصُوْدِ بِالْكِتَابَةِ وَهُوَ الْوُصُوْلُ اِلَى الْبَدَلِ مِنْ جَانِبِهٖ وَاِلَى الْحُرِّيَّةِ مِنْ جَانِبِهَا عَلَيْهِ وَمَنَافِعُ الْبُضْعِ

ترجمہ:(۱۲۱۴) اگراس درمیان آقانے مکاتب کوآزاد کردیا تواس کے آزاد کرنے سے مکاتب آزاد ہوجائے گا(اس لئے آقامکاتب کا مالک ہے)اوراس سے مال کتابت ساقط ہوجائے گا

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ مکاتب نے آزادگی حاصل کرنے کے لئے مال لازم کیا تھااوراب بغیر مال کے ہی آزادگی حاصل ہوگئی

تشریح :مکاتب آزادگی حاصل کرنے کے لئے رقم جمع کرر ہاتھااس درمیان آقانے اس کوآزاد کردیا تو مکاتب آزاد ہو جائے گا،اوراس سے مال کتابت ساقط ہوجائے گی

وجہ: آزادتواس لئے ہوگا کہ ابھی بھی مکاتب آقا کی ملکیت میں تھا،اس لئے اس کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا،اور مال کتابت اس لئے ساقط ہوگا کہ مال کے بدلے آزادگی لینی تھی اوراب بغیر دئے ہی آزادگی مل گئی اس لئے مال ساقط ہوجائے گا

ترجمہ:(۱۲۱۵)اوراگروطی کی مولی نے اپنی مکاتبہ باندی سےتواس کوعقر لازم ہوگا۔

تشریح : آقانے اپنی مکاتبہ باندی سے وطی کرلی تواس وطی کا مہرلازم ہوگا۔اوراگرآقانے مکاتب کی جان کا نقصان کیایا اس کے بچے کی جان کا نقصان کیایاباندی کا مال تلف کیا توان تمام کا تاوان آقا پرلازم ہوگا۔

اصول:مکاتب بننے کے بعد باندی اپنے مال اور جان کے بارے میں اجنبی بن چکی ہے،اس لئے آقاباندی کی کوئی چیز استعمال کرے گاتواس کا ضمان دیناہوگا،یاکوئی جانی نقصان کرے گاتواس کا تاوان دیناہوگا

وجہ :(۱)اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ باندی کومکاتبہ بنانے کے بعد وہ مال اور جان کے بارے میں آقا سے اجنبی بن گئی ہے۔ اس لئے آقامکاتبہ کا کوئی بھی نقصان کرے گاتو آقا پراس کا تاوان لازم ہوجائے گا(۲)مکاتبہ کمانے کے لئے مکاتبہ بنی ہے اور یہ سب کمائی کے طریقے ہیں تاکہ مال جمع کرکے آقا کوادا کرسکے۔اس لئے آقا سے بھی تاوان وصول کرے گی(۳)قول تابعی میں ہے۔عن الثوری فی الذی یغشی مکاتبته قال لها الصداق ویدرأ عنها الحد (مصنف عبدالرزاق، باب لا یباع المکاتب الا بالعروض والرجل یطأ مکاتبته ج ثامن ص ۴۲۸ نمبر ۱۵۸۰۸)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ آقااپنی مکاتبہ سے وطی کرےتواس کواس کا مہر دیناہوگا۔اس سے یہ قاعدہ بھی نکلا کہ مکاتبہ مال اور جان میں اجنبیہ کی طرح ہے(۴) جان یامال کا تاوان مکاتبہ کوملے گااس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔عن عطاء قلت له فاصیب المکاتب بشیء قال هو للمکاتب؟ وقال عمرو بن دینار قلت لعطاء من اجل انه کان من ماله یحرزه کما احرز ماله؟ قال نعم (مصنف عبدالرزاق، باب جریرۃ المکاتب وجنایۃ ام الولد ج عاشر ص ۳۹۹ نمبر ۱۵۶۹۲)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ

مُلْحِقَةٌ بِالْاَجْزَاءِ وَالْاَعْيَانِ

(١٢١٦) وَاِنْ جَنٰى عَلَيْهَا اَوْعَلٰى وَلَدِهَا لَزِمَتْهُ الْجِنَايَةُ لِمَا بَيَّنَّا وَاِنْ اَتْلَفَ مَالاً لَهَا غَرِمَ ۱؎ لِاَنَّ الْمَوْلٰى كَالْاَجْنَبِيِّ فِي حَقِّ اِكْسَابِهَا وَنَفْسِهَا اِذْ لَوْ لَمْ يَجْعَلْ كَذٰلِكَ لَاَتْلَفَهُ الْمَوْلٰى فَيَمْتَنِعُ حُصُوْلِ الْغَرَضِ الْمُبْتَغِيْ بِالْعَقْدِ.

مکاتب کا تاوان مکاتب کو ملے گا۔ کیونکہ وہ مال اور جان کے بارے میں آقا سے اجنبی بن گیا ہے۔

لغت:العقر :وطی کرنے کا مہر، جنیٰ علیھا :اس پر جنایت کی ،اتلف: نقصان کیا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ باندی اپنے عوض کی مالک بن چکی ہے،اور کتابت سے جو مقصود ہے مال کمانا یہ اس کا وسیلہ ہے،اور وہ ہے کہ آقا کو بدل یعنی رقم مل جائے،اور باندی کو پیسے پر بنا کرتے ہوئے آزادگی مل جائے،اور بضع کا نفع اجزاء اور اعیان کے ساتھ مل گیا ہے

تشریح:اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مکاتبہ بننے کے بعد بضع کا مالک آقا نہیں رہا، بلکہ باندی اس کی مالک بن گئی،اور بضع کے بدلے سے رقم کمالے گی،اور یہ رقم دیکر آزادگی حاصل کرلے گی،اور آقا کو اس کا پیسہ مل جائے گا

لغت::بضعۃ،شرمگاہ کو بضعۃ، کہتے ہیں،منافع البضع :بضع کا نفع یعنی وطی کی قیمت۔**ملحقۃ بالاجزاء و الاعیان** :اجزاء کا ترجمہ ہے، باندی کا عوض۔اور اعیان کا ترجمہ ہے باندی کا مال، یعنی باندی کا مال آقا ہلاک کرے تو اس کا ضمان لازم آتا ہے۔ اسی طرح باندی کا عوض کاٹے تو آقا پر تاوان لازم آتا ہے،اسی طرح باندی کا بضعہ استعمال کرے تو آقا پر اس کی قیمت لازم ہوتی ہے تاکہ یہ سب پیسہ جمع کر کے مال کتابت ادا کر سکے

ترجمہ :(۱۲۱۶)اور اگر مکاتبہ پر جنایت کی یا اس کی اولاد پر تو آقا پر اس کا تاوان لازم ہوگا۔اور اگر اس کا مال تلف کیا تو تاوان لازم ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ آقا باندی کی کمائی کے حق میں،اور اس کی جان کے حق میں اجنبی کی طرح ہے، کیونکہ یہ بات نہ ہو تو آقا باندی کے مال کو ختم کردے گا،اور عقد کتابت سے جو غرض چاہی جاتی ہے اس کا حاصل کرنا ممتنع ہو جائے گا

تشریح : آقا نے مکاتبہ پر جنایت کی، مثلا اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا، یا اس کی اولاد پر جنایت کی مثلا اولاد کا ہاتھ کاٹ ڈالا، یا باندی کے مال کو ضائع کردیا تو آقا کو اس سب کا تاوان دینا ہوگا

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ باندی،اور اس کی اولاد آقا سے اجنبی ہو چکی ہے،اس لئے آقا جو کچھ ضائع کرے گا اس کا تاوان دینا ہوگا،تاکہ باندی یہ تاوان لیکر مال کتابت ادا کر سکے،اور مکاتب بننے کا جو مقصد ہے،آزاد ہونا وہ حاصل کر سکے

﴿فصلٌ﴾ فِی الْکِتَابَةِ الْفَاسِدَةِ

(۱۲۱۷) قَالَ وَاِذَا کَاتَبَ الْمُسْلِمُ عَبْدَهُ عَلیٰ خَمْرٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ اَوْ عَلیٰ قِیْمَتِهِ فَالْکِتَابَةُ فَاسِدَةٌ ۱؎ اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّ الْخَمْرَ وَالْخِنْزِیْرَ لَا یَسْتَحِقُّهُ الْمُسْلِمُ لِاَنَّهُ لَیْسَ بِمَالٍ فِی حَقِّهِ فَلَا یَصْلُحُ بَدَلاً فَیَفْسُدُ الْعَقْدُ ۲؎ وَاَمَّا الثَّانِی فَلِاَنَّ قِیْمَتَهُ مَجْهُوْلَةٌ قَدْراً وَجِنْساً وَوَصْفاً فَتَفَاحَشَتِ الْجِهَالَةُ وَصَارَ کَمَا اِذَا کَاتَبَ عَلیٰ ثَوْبٍ اَوْ دَابَّةٍ ۳؎ وَلِاَنَّهُ تَنْصِیْصٌ عَلیٰ مَاهُوَ مُوْجِبُ الْعَقْدِ الْفَاسِدِ لِاَنَّهُ مُوْجِبٌ لِلْقِیْمَةِ.

(۱۲۱۸) قَالَ فَاِنْ اَدّٰی الْخَمْرَ عَتَقَ

فصل فی الکتابۃ الفاسدۃ

ترجمہ:(۱۲۱۷) اگر مسلمان نے اپنے غلام کو شراب پر یا سور پر یا خود غلام کی قیمت پر مکاتب بنایا تو کتابت فاسد ہے۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ سور اور شراب کا مسلمان مستحق نہیں ہوتا اس لئے کہ مسلمان کے حق میں یہ مال نہیں ہے اس لئے یہ بدل کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے عقد فاسد ہو جائے گا۔ اور

تشریح: مسلمان آدمی نے اپنے غلام کو شراب پر یا سور پر مکاتب بنایا تو یہ کتابت فاسد ہے۔

وجہ: سور یا شراب مسلمان کے حق مال ہی نہیں ہے، اس لئے اس پر کتابت کی تو کتابت فاسد ہو جائے گی

ترجمہ:۲؎ بہر حال دوسرا، (یعنی اپنی قیمت پر کتابت کی تو کتابت فاسد ہے) اس لئے کہ غلام کی قیمت مقدار کے اعتبار سے مجہول ہے (کہ کتنی قیمت ہے) جنس کے اعتبار سے مجہول ہے کہ (درہم ہے یا دینار ہے) وصف کے اعتبار سے مجہول ہے کہ کھوٹا درہم ہے، یا جید درہم ہے) اس لئے جہالت فاحش ہو گئی تو ایسا ہو گیا جیسے کپڑے، یا جانور پر کتابت کی (اس لئے کتابت فاسد ہو گی)

تشریح: مکاتب نے اپنی قیمت پر کتابت کی تو یہ قیمت بالکل مجہول ہے اس لئے کتابت فاسد ہو گی، مثلا قدر مجہول ہے، یعنی غلام کی قیمت کتنی ہے یہ نہیں بتائی، قیمت کی جنس کیا ہے، درہم، یا دینار یہ بھی معلوم نہیں ہے، قیمت کی صفت کیا ہے ردی، یا جید یہ بھی معلوم نہیں ہے، تو ایسا ہو گیا کہ کپڑے پر کتابت کی، تو کون سا کپڑا ہے یہ معلوم نہیں ہے، پھر کپڑا کتنا گز ہے یہ بھی معلوم نہیں ہے، یا جانور پر کتابت کی، تو کون سا جانور ہے، اس کی قیمت کیا ہے، یہ سب مجہول ہے اس لئے ان صورتوں میں کتابت فاسد ہو گی

ترجمہ:۳؎ اور اس لئے کہ عقد فاسد کے موجب کی تصریح سے کتابت فاسد ہو جائے گی، اس لئے یہ وہ قیمت کا موجب ہے

تشریح: یہ جملہ ایک قاعدے پر ہے، قاعدہ یہ ہے کہ کتابت مال پر ہوتی ہے، خود مکاتب کی ذات کے بدلے میں کتابت نہیں ہوتی، یہ قاعدہ ہے، یہاں مکاتب کی قیمت پر کتابت ہو رہی ہے، تو گویا کہ مکاتب کی ذات پر کتابت ہوئی، کیونکہ مکاتب کی قیمت ایک اعتبار سے اس کی ذات ہی ہے، اس لئے بھی یہ کتابت فاسد ہو گی

ترجمہ:(۱۲۱۸) پھر بھی اگر شراب ادا کر دی تو مکاتب آزاد ہو جائے گا

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ شریعت میں آزادگی اتنی محبوب چیز ہے کہ کتابت فاسد ہونے کے باوجود شراب ادا کرنے سے

ل وَقَالَ زُفَرُؒ لَایَعْتِقُ اِلَّا بِاَدَاءِ قِیْمَةِ الْخَمَرِ لِاَنَّ الْبَدَلَ هُوَ الْقِیْمَةُ ۲ وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّهٗ یَعْتِقُ بِاَدَاءِ الْخَمَرِ لِاَنَّهٗ بَدَّلَ صُوْرَةً وَیَعْتِقُ بِاَدَاءِ الْقِیْمَةِ اَیْضاً لِاَنَّهٗ هُوَ الْبَدَلُ مَعْنیً ۳ وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَؒ اَنَّهٗ اِنَّمَا یَعْتِقُ بِاَدَاءِ عَیْنِ الْخَمَرِ اِذَا قَالَ اِنْ اَدَّیْتَهُمَا فَاَنْتَ حُرٌّ لِاَنَّهٗ حِیْنَئِذٍ یَکُوْنُ الْعِتْقُ بِالشَّرْطِ لَا بِعَقْدِ الْکِتَابَةِ ۴ وَصَارَ کَمَا اِذَاکَاتَبَ عَلیٰ مَیْتَةٍ اَوْدَمٍ وَلَا فَصْلَ فِیْ ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ

یااس کی قیمت ادا کرنے سے آزدگی آجائے گی

تشریح : شراب پر مکاتب بنایا تھا جو فاسد تھا، لیکن اگر مکاتب نے شراب ادا کر ہی دی تو مکاتب آزاد ہو جائے گا، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ فاسد چیز پر گزر جائے تو وہ ہو جاتی ہے۔ باقی تفصیل آگے آرہی ہے

ترجمہ: ل امام زفرؒ نے فرمایا کہ شراب کی قیمت ادا کرنے سے مکاتب آزاد ہوگا، اس لئے کتابت فاسدہ میں قیمت دی جاتی ہے

تشریح : امام زفرؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ کتابت فاسد ہوئی ہے تو اس شراب کا بدل اس کی قیمت ہے، اس لئے شراب کی قیمت ادا کرنے سے مکاتب آزاد ہو جائے گا

ترجمہ : ۲ امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ شراب کو ادا کرنے سے بھی مکاتب آزاد ہوگا، کیونکہ یہ صورۃ بدل ہے، اور اپنی قیمت کے ادا کرنے سے بھی آزاد ہوگا، کیونکہ یہ معنی بدل ہے۔

تشریح : چاہے کتابت فاسد ہوئی ہو، لیکن چونکہ مکاتب کو آزاد کرنا ضروری ہے، اس لئے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ شراب ادا کرے گا تب بھی آزادگی آئے گی، کیونکہ اسی پر کتابت ہوئی تھی، اور خود مکاتب اپنی ذات کی قیمت ادا کرے گا تب بھی آزادگی آئے گی کیونکہ یہ معنی بدل ہے، کیونکہ عقد فاسد ہو جائے اس میں چیز کی قیمت لازم ہوتی ہے

باداء القیمۃ، کا دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ شراب کی قیمت ادا کرنے سے بھی مکاتب آزاد ہو جائے گا، کیونکہ یہ شراب کا معنی بدل ہے

ترجمہ : ۳ امام ابو حنیفہؒ سے روایت یہ ہے کہ اگر مالک نے مکاتب سے یوں کہا، کہ تم اگر شراب ادا کر دو تو تم آزاد ہو تو اس وقت شرط پائے جانے کی وجہ سے آزادگی ہوگی، کتابت کا عقد ہونے کی وجہ سے نہیں، (کیونکہ کتابت تو فاسد ہو چکی ہے)

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ شراب کے بدلے میں کتابت کی تو فاسد ہو گئی ہے، لیکن اگر مالک نے یوں کہا کہ اگر شراب ادا کرو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے تو چاہے شراب حرام ہے لیکن ادا کر دیا تو شرط پائی گئی، اس لئے اس شرط پائے جانے کی وجہ سے غلام آزاد ہو جائے گا

ترجمہ : ۴ اور ایسا ہو گیا کہ مردار، اور خون کے بارے میں کہا کہ اگر تم نے مردار، یا خون ادا کیا تو تم آزاد ہو، اور ظاہر روایت میں (شراب، اور مرادار میں) کوئی فرق نہیں کیا

تشریح : مالک نے غلام سے یوں کہا کہ اگر تم نے مردار، یا خود ادا کیا تو تم آزاد ہو، اور غلام نے مردار، یا خون ادا کر دیا تو شرط پائے جانے کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا، اسی طرح مالک نے غلام سے کہا کہ اگر شراب ادا کرو تو تم آزاد ہو، اور شراب ادا

۵؎ وَوَجْهُ الْفَرقِ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْمَيْتَةِ اَنَّ الْخَمرَ وَالْخِنْزِيرَ مَالٌ فِی الْجُمْلَةِ فَاَمْكَنَ اِعْتِبَارُ مَعْنَی الْعَقْدِ فِيهِمَا وَمُوْجَبُهُ الْعِتقُ عِنْدَ اَدَاءِ الْعِوَضِ الْمَشْرُوْطِ وَاَمَّا الْمَيْتَةُ فَلَيْسَتْ بِمَالٍ اَصْلًا فَلَا يُمْكِنُ اِعْتِبَار مَعْنَی الْعَقْدِ فِيهِ فَاعْتُبِرَ فِيهِ مَعْنَی الشَّرْطِ وَذَالِکَ بِالتَّنْصِيصِ عَلَيْهِ.

(۱۲۱۹) وَاِذَا عَتِقَ بِاَدَاءِ عَيْنِ الْخَمرِ لَزِمَهُ اَنْ يَسْعٰی فِی قِيمَتِهِ ۱؎ لِاَنَّهُ وَجَبَ عَلَيْهِ رَدُّ رَقَبَتَهُ لِفَسَادِ الْعَقْدِ وَقَدْ تَعَذَّرَ بِالْعِتْقِ فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهِ كَمَا فِی الْبَيْعِ الْفَاسِدِ اِذَا اَتْلَفَ الْمَبِيْعُ

کر دیا تو شرط پائے جانے کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا۔ اور اس روایت میں شراب اور مردار کو ایک درجے میں رکھا ہے

ترجمہ: ۵؎ اور متن کی روایت اور اس روایت میں مردار، اور شراب اور سور میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ شراب اور سور کسی نہ کسی درجے میں کافر کے یہاں مال ہے، اس لئے ان دونوں میں عقد کے معنی کا اعتبار کرنا ممکن ہوا، اور اس کا موجب یہ ہے کہ شرط کی ہوئی عوض کی ادائیگی کے وقت آزاد ہو جائے گا، اور مردار کا حال یہ ہے کہ یہ بالکل مال نہیں ہے اس لئے اس میں عقد کے معنی کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے، اس لئے اس میں شرط کے معنی کا اعتبار کیا گیا، اور یہ شرط کی صورت اس وقت ہوگی جبکہ شرط کی تصریح کی گئی ہو

تشریح: متن میں یہ تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شراب پر کتابت ہوئی ہو پھر اس کی قیمت دے دے تو غلام آزاد ہو جائے گا، چاہے، ان اديت الخمر فانت حر ، نہیں کہا ہو، لیکن بعد میں ایک روایت میں آیا کہ، ان اديت الخمر فانت حر ، کہا تو شرط کی بنیاد پر آزاد ہوگا کتابت کی بنیاد پر آزاد نہیں ہوگا جس طرح، ان اديت الميتة فانت حر ، کہا ہو تو شرط کی بنیاد پر آزاد ہوگا، اس لئے یہاں سے مصنفؒ متن کی عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے مردار، اور شراب میں فرق بیان کر رہے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ مردار غیر مسلم، اور مسلم کسی کے یہاں بھی مال نہیں ہے، اور شراب اور سور غیر مسلم کے یہاں مال ہے، اس لئے شریعت میں کسی نہ کسی درجے میں مال ہے، اس کی رعایت کرتے ہوئے متن میں یہ کہا کہ شراب، یا سور پر کتابت ہوئی ہو، پھر شراب یا سور کی قیمت دے دی تو معنوی اعتبار سے مال کتابت دے دی اس لئے غلام آزاد ہو جائے گا، اور مراد چونکہ کسی حال میں مال نہیں ہے اس لئے،، ان اديت الميتة فانت حر ، کہے گا تب شرط کی بنیاد پر آزاد ہوگا

ترجمہ: (۱۲۱۹) شراب کی ادائیگی سے غلام آزاد ہو گیا تو اپنی قیمت کی سعی کرنی ہوگی

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ عقد کتابت کے فاسد ہونے کی وجہ سے گردن واپس کرنا واجب تھا، لیکن مکاتب میں آزدگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے اپنی قمت واپس کرنا واجب ہوا، جیسے بیع فاسد میں مشتری سے مبیع ہلاک ہو جائے تو مبیع کی قیمت واپس کرنا واجب ہوتا ہے

اصول، یہاں دو اصول ہیں، ایک یہ کہ کسی نہ کسی طرح سے آزدگی دینی ہے، اور دوسرا اصول یہ ہے کہ بیع فاسد ہو جائے اور مبیع ہلاک ہو جائے تو مبیع کی قیمت واپس کرنی پڑتی ہے، اسی طرح یہاں غلام کو اس کی قیمت واپس کرنی ہوگی۔

تشریح: مکاتب نے مالک کو شراب دے دی تو مکاتب آزاد ہو جائے گا، لیکن مسلمان مالک کے لئے شراب کسی کام کی نہیں ہے، اس لئے جس طرح بیع فاسد میں مشتری سے مبیع ہلاک ہو جائے تو مبیع کی قیمت واپس کرنی پڑتی ہے اسی طرح یہاں مکاتب کو اپنی قیمت کما کر مالک کو دینی ہوگی

(١٢٢٠) قَالَ وَلَا یَنقُصُ عَنِ الْمُسَمّٰی وَیُزَادُ عَلَیْهِ ۱ لِاَنَّهٗ عَقْدٌ فَاسِدٌ فَتَجِبُ الْقِیْمَةُ عِنْدَ هَلَاکِ الْمُبْدَلِ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ کَمَا فِی الْبَیْعِ الْفَاسِدِ وَهٰذَا لِاَنَّ الْمَوْلٰی مَا رَضِیَ بِالنُّقْصَانِ وَالْعَبْدُ رَضِیَ بِالزِّیَادَةِ کَیْلَا یَبْطُلَ حَقُّهٗ فِی الْعِتْقِ اَصْلًا فَتَجِبُ الْقِیْمَةُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ ۲ وَفِیْمَا اِذَا کَاتَبَهٗ عَلٰی قِیْمَتِهٖ یَعْتِقُ بِاَدَاءِ الْقِیْمَةِ لِاَنَّهٗ هُوَ الْبَدَلُ وَاَمْکَنَ اِعْتِبَارُ مَعْنَی الْعَقْدِ فِیْهِ وَاَثَرُ الْجِهَالَةِ فِی الْفَسَادِ ۳ بِخِلَافِ مَا اِذَا کَاتَبَهٗ عَلٰی ثَوْبٍ حَیْثُ لَا یَعْتِقُ بِاَدَاءِ ثَوْبٍ لِاَنَّهٗ لَا یُوْقَفُ فِیْهِ عَلٰی مُرَادِ الْعَاقِدِ لِاِخْتِلَافِ

لغت: یسعی: کا ترجمہ ہے کوشش کرنا، یہاں اس کا ترجمہ ہے کما کر اپنی قیمت آقا کو دینا۔

ترجمہ: (١٢٢٠) اور جو متعین تھا اس سے کم نہ ہو ہاں اس سے زیادہ ہو سکتا ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ عقد کتابت فاسد ہے مبدل کے ہلاک ہوتے وقت قیمت واجب ہوگی جتنی بھی قیمت ہو جائے، جیسا کہ بیع فاسد میں ہوتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا اس سے کم پر راضی نہیں ہے، اور غلام زیادہ دینے کے لئے راضی ہے تا کہ پورے طور پر آزدگی کا حق باطل نہ ہو جائے، اس لئے جہاں تک قیمت پہنچے واجب ہوگی

تشریح: یہاں مسمی کے دو مطلب ہیں۔ ۱۔ شراب کی قیمت۔ ۲۔ دوسرا ہے، خود غلام کی قیمت۔ اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شراب کی وجہ سے کتابت تو فاسد ہوگئی ہے، اب غلام کی جتنی قیمت ہو وہ کما کر دیگا، چاہے شراب سے زیادہ ہو، البتہ شراب کی قیمت سے کم نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ آقا اس سے کم لینے پر راضی نہیں ہوگا۔ اور غلام تو اپنی آزادگی حاصل کرنے کے لئے زیادہ قیمت دے گا ہی

ترجمہ: ۲ اور متن میں تھا کہ غلام کی قیمت کتابت کی تو اس صورت میں اپنی قیمت ادا کرنے سے آزاد ہو جائے گا، اس لئے کہ وہی اس کا بدل ہے اور اس میں عقد کے معنی کا اعتبار کرنا ممکن ہے، باقی غلام کی قیمت مجہول ہے جس کا اثر فساد میں ہوگا

تشریح: اوپر متن میں تھا، اوعلی قیمتہ، کہ غلام کی قیمت پر کتابت کی تو اس صورت میں غلام اپنی وہ قیمت ادا کردے جو بازار میں ہو سکتی ہے تو آزاد ہو جائیگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اسی پر کتابت ہوئی تھی، اب اتنی بات ہے کہ کتابت کے وقت غلام کی قیمت تو معلوم نہیں تھی، مجہول تھی، تو اس کی وجہ سے کتابت باطل نہیں ہوگی، بلکہ فاسد ہوگی۔ اور عقد فاسد کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ کام کر ہی دیا، اور دونوں اس پر راضی ہو گئے تو، ینقلب جائزا، ہوتا ہے، یہاں بھی آقا اور غلام ایک قیمت پر راضی ہو جائیں تو کتابت درست ہو جائے گی، اثر الجهالة فی الفساد، کا یہی مطلب ہے، کہ فاسد تو ہوگی، لیکن دونوں کی رضامندی کے بعد جائز ہو جائے گی

ترجمہ: ۳ بخلاف اگر بغیر متعین کپڑے پر مکاتب بنایا تو (کتابت باطل ہوگی) اور کپڑا ادا کرنے سے آزادگی نہیں ہوگی اس لئے کہ عاقد (مالک) کی مراد پر واقف نہیں ہے اس لئے کہ کپڑے کی جنس مختلف ہے اس لئے آقا کے ارادے کے بغیر آزدگی ثابت نہیں ہوگی

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ کپڑے کی جنس بہت ہوتی ہے، اس لئے صرف کپڑا بولا تو کتابت باطل ہوگئی، اس لئے کسی

اَجْنَاسِ الثَّوْبِ فَلاَ یَثْبُتُ الْعِتقُ بِدُوْنِ اِرَادَتِهٖ.
(١٢٢١) قَالَ وَکَذَالِکَ اِنْ کَاتَبَهٗ عَلٰی شَیْءٍ بِعَیْنِهٖ لِغَیْرِهٖ لَمْ یَجُزْ ١ لِاَنَّهٗ لا یَقْدِرُ عَلٰی تَسْلِیْمِهٖ وَمُرَادُهٗ شَیْءٌ یَتَعَیَّنُ بِالتَّعَیُّنِ حَتّٰی لَوْقَالَ کَاتَبْتُکَ عَلٰی هٰذِهِ الْاَلْفِ الدِّرْهَمِ وَهِیَ لِغَیْرِهٖ جَازَ لِاَنَّهَا لَاتَتَعَیَّنُ فِی الْمُعَاوَضَاتِ فَیَتَعَلَّقُ بِدَرَاهِمَ دَیْنٌ فِی الذِّمَّةِ فَیَجُوْزُ ٢ وَعَنْ اَبِی حَنِیْفَةؒ رَوَاهُ الْحَسَنُ اَنَّهٗ یَجُوْزُ حَتّٰی اِذَا مَلَّکَهٗ وَسَلَّمَهٗ یَعْتِقُ فَاِنْ عَجِزَ یَرُدُّ فِی الرِّقِّ لِاَنَّ الْمُسَمّٰی مَالٌ وَالْقُدْرَةُ عَلَی التَّسْلِیْمِ مَوْهُوْمَةٌ فَاَشْبَهَ الصَّدَاقَ.

کپڑے کی قیمت ادا کی تو باطل ہونے کی وجہ سے، لا ینقلب جائزا، کہ یہ عقد لوٹ کر جائز نہیں ہوگا

تشریح: کپڑے کی قسم متعین نہیں بلکہ صرف کپڑے پر کتابت کی تو چونکہ اس کی جنس بہت ہوتی ہے اس لئے کتابت فاسد نہیں باطل ہوگئی ہے، اس لئے کپڑے کی قیمت دے گا تب بھی دوبارہ کتابت جائز نہیں ہوگی، اور غلام آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ آقا کی مراد جان ہی نہیں پائے گا۔ اور اس کے ارادے کے بغیر آزادگی نہیں آئے گی۔

ترجمہ: (١٢٢١) ایسے ہی اگر دوسرے کی چیز پر مکاتب بنایا تو جائز نہیں ہے

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اس کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے، اور اس کی مراد یہ ہے کہ دوسرے کی ایسی چیز پر مکاتب بنایا جو متعین کرنے سے متعین ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کہا کہ میں نے تم کو فلاں کے ہزار درہم پر مکاتب بنایا تو مکاتب بنانا جائز ہے اس لئے کہ معاوضے میں متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ یہ درہم خود مکاتب کے ذمے میں ہو جائے گا اس لئے جائز ہوگا

نوٹ: یہاں کی لمبی عبارت میں، ٩ قسم کے مسئلے ہیں، ان سب کو غور سے سمجھیں

تشریح: پہلی صورت۔ اور دوسری صورت۔ دوسرے کی چیز پر مکاتب بنایا اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ وہ چیز صرف اسی کی ہے، جیسے زید کے گھوڑے پر مکاتب بنایا تو یہ کتابت فاسد ہے کیونکہ زید کا گھوڑا وہ نہیں دے سکتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ زید کا ایک ہزار درہم ہے جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، یہ ایک ہزار درہم مکاتب اپنی جانب سے بھی دے سکتا ہے، اس لئے یہ کتابت درست ہو جائے گی

ترجمہ: ٢ امام ابو حنیفہؒ کی حضرت حسنؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ متعین ہونے والی چیز پر مکاتب بنایا تب بھی جائز ہے یہی وجہ ہے کہ اگر مکاتب اس چیز کا مالک بن گیا اور مالک کو سپرد کر دیا تو مکاتب آزاد ہو جائے گا، اور اگر مکاتب نہ دے سکا تو غلامیت کی طرف لوٹ جائے گا اس لئے مسمی مال ہے اور سپرد کرنے کی قدرت موہوم ہے (اس لئے مالک بن کر سپرد کر سکا تو آزاد ہوگا، اور سپرد نہ کر سکا غلامیت کی طرف لوٹ جائے گا) جیسے دوسرے کے مال پر مہر باندھا تو دے سکا تو مہر لازم ہوگا، اور نہ دے سکا تو مہر مثل لازم ہوگا)

تشریح: یہ تیسری صورت ہے، اس کا حاصل یہ کہ دوسرے کا گھوڑا ہے، اور وہ مال ہے اس لئے اس پر مکاتب تو بن جائے گا، لیکن اگر مکاتب اس گھوڑے کو خرید کر مالک بن گیا اور مالک کو دے دیا تو مکاتب آزاد ہو جائے گا، اور نہ دے سکا تو غلامیت کی

۳؎ قُلْنَا اِنَّ الْعَیْنَ فِی الْمُعَاوَضَةِ مَعْقُوْدٌ عَلَیْهِ وَالْقُدْرَةُ علی الْمَعْقُوْدِ عَلٰی شَرْطٍ لِلصِّحَّةِ اِذَا کَانَ الْعَقْدُ یَحْتَمِلُ الْفَسْخُ کَمَا فِی الْبَیْعِ بِخِلَافِ الصَّدَاقِ فِی النِّکَاحِ لِاَنَّ الْقَدْرَةَ عَلٰی مَاهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّکَاحِ لَیْسَ بِشَرْطٍ فَعَلٰی مَاهُوَ تَابِعٌ فِیْهِ اَوْلٰی. ۴؎ فَلَوْ اَجَازَ صَاحِبُ الْعَیْنِ ذَالِکَ فَعَنْ مُحَمَّدٍؒ اَنَّهُ یَجُوْزُ لِاَنَّهُ یَجُوْزُ الْبَیْعُ عِنْدَ الْاِجَارَةِ فَالْکِتَابَةُ اَوْلٰی ۵؎ وَعَنْ اَبِی حَنِیْفَةَؒ اَنَّهُ لَایَجُوْزُ اِعْتِبَاراً بِحَالِ عَدَمِ الْاِجَازَةِ عَلٰی مَا قَالَ فِی الْکِتَابِ وَالْجَامِعُ بَیْنَهُمَا اَنَّهُ لَا یُفِیْدُ مِلْکَ الْمُکَاسَبِ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ لِاَنَّهَا تَثْبُتُ

طرف لوٹ جائے گا۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ زید نے مہر میں عمر کا گھوڑا باندھا، پس اگر زید اس گھوڑے کا مالک بن گیا اور بیوی کے دے دیا تو ٹھیک ہے،اور نہ دے سکا تو مہر مثل لازم ہوگا،اسی طرح یہاں بھی ہوگا

ترجمہ : ۳؎ ہم یہ کہتے ہیں کہ معاوضے میں عین چیز معقود علیہ ہے،اور معاوضہ کے صحیح ہونے کے لئے اس کو دینے کی قدرت ہونا شرط ہے، جب کہ عقد فسخ ہونے کا احتمال رکھتا ہو جیسے بیع میں ہوتا ہے، بخلاف نکاح میں مہر کے،(اس میں غیر کے گھوڑے پر مہر باندھنا جائز ہے) اس لئے نکاح کا مقصد بچہ پیدا کرنا ہے اس پر قدرت رکھنا ضروری نہیں ہے،تو جو اس کے تابع ہے،یعنی مہر تو اس پر بھی قدرت رکھنا ضروری نہیں ہوگا

تشریح: یہاں قلنا،کہہ کر متن کی عبارت اور حضرت حسن کی عبارت میں فرق بیان کر رہے ہیں

نکاح میں مہر نہ بھی ہو تب بھی نکاح ہو جاتا ہے، البتہ مہر مثل لازم ہوتا ہے،اس لئے مہر میں گھوڑا سپرد کرنے کی قدرت ہونا ضروری نہیں ہے۔اور بیع، ہو یا کتابت ہو اس میں چیز کے سپرد کرنے کی قدرت عقد کے وقت ہونی چاہئے،اگر قدرت نہیں ہے تو کتابت فاسد ہو جائے گی،یہی بات متن میں کہی ہے

ترجمہ : ۴؎ اگر گھوڑے والے نے اجازت دے دی (کہ میرا گھوڑا کتابت میں دے دیں) تو امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ کتابت جائز ہو جائے گی کیونکہ بیع بھی اجازت کے وقت ہو جاتی ہے،اس لئے کہ کتابت تو بدرجہ اولی جائز ہوگی (کیونکہ کتابت کا معاملہ تو تسہیل پر ہے)

تشریح: یہ چوتھی صورت ہے۔۔کہ دوسرے کے جس گھوڑے پر کتابت ہوئی تھی گھوڑے کے مالک نے اس گھوڑے کو کتابت میں دینے کی اجازت دے دی،تو امام محمدؒ کی روایت یہ ہے کہ کتابت ہو جائے گی

وجہ:اگر دوسرے کے گھوڑے پر مبیع خریدی،اور گھوڑے کے مالک نے گھوڑا دینے کی اجازت دے دی تو بیع جائز ہو جاتی ہے،حال آنکہ بیع کا معاملہ تنگی پر ہے تو کتابت بدرجہ اولی جائز ہوگی، کیونکہ کتابت کا معاملہ سہولت اور آسانی پر ہے

ترجمہ : ۵؎ امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اجازت دینے کے باوجود کتابت صحیح نہیں ہوگی۔اور وہ قیاس کرتے ہیں کہ اجازت نہ دیتے تو کتابت درست نہیں ہوتی (تو اجازت دینے سے بھی کتابت درست نہیں ہوگی) جیسا کہ متن میں کہا گیا ہے،اور جامع وجہ یہ ہے کہ مکاتب کی ملکیت کا فائدہ نہیں دیگا، حال آنکہ یہی مقصد ہے اس لئے ادائیگی کی ضرورت کے لئے کتابت ثابت ہوتی ہے،اور جب متعین چیز بدل میں مل گئی ادائیگی کی ضرورت نہیں رہی،اور جیسا کہ اوپر بیان کیا مسئلہ اسی

لِلْحَاجَةِ اِلَی الْاَدَاءِ مِنْهَا وَلَا حَاجَةَ فِيْمَا اِذَا كَانَ الْبَدَلَ عَيْناً مُعِيْناً وَالْمَسْأَلَةُ فِيْهِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا ٦ وَعَنْ اَبِیْ يُوْسُفَ اَنَّهُ يَجُوْزُ اَجَازَ ذَالِکَ اَوْلَمْ يَجُزْ غَيْرُ اَنَّهُ عِنْدَ الْاِجَازَةِ يَجِبُ تَسْلِيْمُ عَيْنِهٖ وَعِنْدَ عَدَمِهَا يَجِبُ تَسْلِيْمُ قِيْمَتِهٖ كَمَا فِی النِّكَاحِ وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا صِحَّةُ التَّسْمِيَةِ لِكَوْنِهٖ مَالًا ٧ وَلَوْمَلَّکَ الْمُكَاتَبَ ذَالِکَ الْعَيْنَ فَعَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَوَاهُ اَبُوْ يُوْسُفَ اَنَّهُ اِذَا اَدَّاهُ لَايَعْتِقُ وَعَلٰى هٰذِهِ الرِّوَايَةِ لَمْ يَنْعَقِدِ الْعَقْدُ اِلَّا اِذَا قَالَ لَهٗ اِذَا اَدَّيْتَ اِلَیَّ فَاَنْتَ حُرٌّ فَحِيْنَئِذٍ يَعْتِقُ بِحُكْمِ الشَّرْطِ وَهٰكَذَا عَنْ اَبِیْ

صورت میں فرض کیا گیا تھا

تشریح: یہ پانچویں صورت ہے۔ گھوڑے کے مالک نے گھوڑا دینے کی اجازت دے دی تب بھی امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہی ہے کہ کتابت جائز نہیں ہوگی، جیسے اجازت نہ دیتا تو جائز نہیں ہوتی،

وجہ: اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں (یہ وجہ کوئی مضبوط نہیں ہے) کہ مکاتب بنانے کا مقصد یہ ہے کہ مکاتب ادا کرنے کے لئے ہاتھ سے کمائے، اور یہاں جب دوسرے کا گھوڑا مفت مل گیا تو کمانے کی ضرورت ہی نہیں رہی، اور کتابت کا مقصد حاصل نہیں ہوا اس لئے کتابت ہی جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ٦ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ گھوڑے کا مالک اجازت دے یا نہ دے کتابت درست ہو جائے گی۔ البتہ اگر اجازت دے دی تو عین گھوڑا کو سپرد کرنا واجب ہوگا، اور اجازت نہ ہوتے وقت میں گھوڑے کی قیمت سپرد کرنا واجب ہے، جیسے نکاح کے مہر میں ہوتا ہے، اور دونوں کی جامع وجہ یہ ہے کہ دوسرے کا گھوڑا ہے پھر بھی وہ مال ہے اس لئے کتابت میں متعین کرنا صحیح ہے

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ دوسرے کا مال بھی مال ہے، اس لئے اس کو کتابت میں رکھنا جائز ہے، کتابت فاسد نہیں ہوگی

تشریح: یہ چھٹی صورت ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر زید نے دوسرے کے گھوڑے پر مکاتب بنایا تو مکاتب بنانا درست ہے، کیونکہ وہ بھی مال ہے، البتہ اگر اس گھوڑے کو دینے کی اجازت دے دی تو وہی گھوڑا سپرد کرنا واجب ہوگا، اور اگر اجازت نہیں دی تو اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہوگا، جیسے دوسرے کے گھوڑے پر مہر باندھا تو اگر اس گھوڑے کو دینے کی اجازت دی تو وہی گھوڑا ادا کرے گا۔ اور اگر اجازت نہیں دی تو اس کی قیمت ادا کرے گا

لغت: الجامع صحة التسمية: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تسمیہ یعنی گھوڑے کو متعین کرنا درست ہے، کیونکہ وہ بھی مال ہے، اگرچہ دوسرے کا مال ہے

ترجمہ: ٧ اور اگر مکاتب اس عین (گھوڑے کا) مالک بن گیا تو امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر وہ گھوڑا ادا کرے گا تب بھی آزاد نہیں ہوگا، اس روایت کی وجہ یہ ہے کہ عقد کتابت منعقد نہیں ہوئی تھی، ہاں یوں کہتا کہ اگر تم اس گھوڑے کو ادا کرو گے تو آزاد ہو گے، تو اس وقت شرط پائے جانے کی وجہ سے آزاد ہوگا (کتابت کی وجہ سے نہیں) اسی طرح امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے

یُوْسُفَ ؒ ٨؎ وَعَنْہُ اَنَّہٗ یَعْتِقُ قَالَ ذَالِکَ اَوْلَمْ یَقُلْ لِاَنَّ الْعَقْدَ یَنْعَقِدُ مَعَ الْفَسَادِ لِکَوْنِ الْمُسَمّٰی مَالًا فَیَعْتِقُ بِاَدَاءِ الْمَشْرُوْطِ ٩؎ وَلَوْ کَاتَبَہٗ عَلٰی عَیْنٍ فِی یَدِالْمُکَاتَبِ فَفِیْہِ رِوَایَتَانِ وَھِیَ مَسْأَلَۃُ الْکِتَابَۃِ عَلَی الْاَعْیَانِ وَقَدْ عُرِفَ ذَالِکَ فِی الْاَصْلِ وَقَدْ ذَکَرْنَا وَجْہُ الرِّوَایَتَیْنِ فِی کِفَایَۃِ الْمُنْتَھٰی.

تشریح: یہ ساتویں صورت ہے۔ پہلے تھا کہ گھوڑے کے مالک نے کتابت میں گھوڑا دینے کی اجازت دے دی ہے، اب یہ صورت ہے کہ مالک نے گھوڑا دینے کی اجازت نہیں دی، لیکن مکاتب نے وہ گھوڑا خرید لیا اور مالک بن گیا، تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ سے امام ابو یوسفؒ کی روایت یہ ہے کہ ادا کرے گا تب بھی آزادگی نہیں ہوگی، گویا کہ دوسرے کے گھوڑے پر کتابت کرنے سے کتابت ہوئی ہی نہیں ہے، اس لئے آزادگی نہیں ہوگی، ہاں اگر مالک نے یوں کہا کہ، **اذا ادیت الی الفرس فانت حر**، تو اس صورت میں کتابت سے تو نہیں، لیکن شرط پائے جانے کی وجہ سے غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ٨؎ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ، **اذا ادیت الی الفرس فانت حر**، کہا ہو یا نہ کہا ہو گھوڑا دینے پر آزاد ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسمی مال ہے اس لئے عقد کتابت فساد کے ساتھ منعقد ہوا ہے، اس لئے مشروط کے ادا کرنے سے آزاد ہو جائے گا

تشریح: یہ آٹھویں صورت ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت بھی ہے کہ یہاں دوسرے کا غلام ہے، تاہم وہ مال ہے، اس لئے کتابت ہوگئی ہے، لیکن وہ فاسد ہوئی ہے، اور فاسد کا قاعدہ یہ ہے کہ کر گزرے تو الٹ کر جائز ہو جاتا ہے، اس لئے یہاں گھوڑا دے دیا تو شرط کے پائے جانے کی وجہ سے مکاتب آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٩؎ اور اگر مکاتب کے قبضے میں جو کچھ تھا اس پر کتابت کی (تو کتابت جائز ہوئی یا نہیں اس بارے میں) دو روایتیں ہیں۔ اس کو کہتے ہیں، الکتابۃ علی الاعیان،، کتاب الاصل میں یہ ہے، اور دونوں روایتوں کی وجہ میں نے کفایۃ المنتہی میں ذکر کر دی ہے

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ مکاتب بنانے سے پہلے کی جو کمائی وہ آقا کا مال ہے، کیا اس پر مکاتب بنایا جا سکتا ہے، تو ایک اصول ہے کہ نہیں اس پر مکاتب نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ کتابت کے لئے کمایا ہوا مال نہیں ہے، اور دوسرا اصول یہ ہے کہ چاہے وہ آقا ہی کا مال ہو اس پر بھی مکاتب بنایا جا سکتا ہے

تشریح: یہ نویں صورت ہے۔۔ غلام کو تجارت کی اجازت تھی اس کی وجہ سے اس کے قبضے میں مال تھا، یہ مال حقیقت میں آقا ہی کا ہے۔ اب اس مال پر مکاتب بنایا تو ایک روایت یہ ہے کہ مکاتب بنانا درست نہیں ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابت کا مطلب ہے کہ مکاتب بننے کے بعد غلام الگ سے مال کتابت کمائے، پھر اس کو دے، یہاں الگ سے مال کتابت کمایا نہیں ہے اس لئے مکاتب بنانا باطل ہے، اس لئے یہ مال ادا کرنے سے بھی مکاتب آزاد نہیں ہوگا

دوسری روایت یہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو جائے گا

وجہ: یہ مال ہے، اور غلام کا اس پر قبضہ ہے اس لئے اس کو سپرد کرنے پر قادر بھی ہے، اس لئے مکاتب بھی بنے گا، اور ادا

(۱۲۲۲) قَالَ وَاِنْ کَاتَبَهُ عَلٰی مِائَةِ دِیْنَارٍ عَلٰی اَنْ یَّرُدَّ الْمَوْلٰی اِلَیْهِ عَبْداً بِغَیْرِ عَیْنِهٖ فَالْکِتَابَةُ فَاسِدَةٌ ١ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَؒ وَمُحَمَّدٍؒ ٢ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَؒ هِیَ جَائِزَةٌ وَیُقَسَّمُ الْمِائَةَ الدِّیْنَارَ عَلٰی قِیْمَةِ الْمُکَاتَبِ وَعَلٰی قِیْمَةِ عَبْدٍ وَسْطٍ فَیَبْطُلُ مِنْهَا حِصَّةَ الْعَبْدِ فَیَکُوْنُ مَکَاتَباً بِمَا بَقِیَ لِاَنَّ الْعَبْدَ الْمُطْلَقَ یَصْلُحُ بَدْلَ الْکِتَابَةِ وَیَنْصَرِفُ اِلَی الْوَسْطِ فَکَذَا یَصْلُحُ مُسْتَثْنیٰ مِنْهُ وَهُوَ الْاَصْلُ فِی اَبْدَالِ الْعُقُوْدِ ٣ وَلَهُمَا اَنَّهُ لَا

کرنے سے آزاد بھی ہوگا

ترجمہ :(۱۲۲۲) اگر سو دینار پر مکاتب بنایا، اور آقا نے یوں کہا کہ ایک غیر متعین غلام کی قیمت اس سو دینار میں سے واپس کروں گا تو کتابت فاسد ہے

ترجمہ:١ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ مال کتابت مبہم ہوگیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کتابت فاسد ہوجائے گی

اصول: مال کتابت مبہم ہوگیا تب بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کتابت درست ہے، کیونکہ بہر حال غلام کو آزاد کرنا

تشریح :ایک سو دینار میں غلام کو مکاتب بنایا، لیکن ساتھ ہی آقا نے کہا کہ ایک غلام کی قیمت اس میں سے واپس کروں گا تو یہ کتابت فاسد ہے

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام بھی متعین نہیں، اور اس کی قیمت بھی متعین نہیں ہے تو سو دینار میں سے کتنا واپس کرے گا، یہ متعین نہیں ہے، حال آنکہ کتابت کے وقت یہ متعین ہونا چاہئے تا کہ سو دینار میں اتنا کم کیا جا سکے، اس لئے مال کتابت میں جہالت کی وجہ سے کتابت فاسد ہوگی

ترجمہ :٢ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ کتابت جائز ہے، اور سو دینار سے درمیانی غلام کی قیمت کو کم کر دیا جائے گا، اس لئے اوسط غلام کی قیمت کا حصہ کم ہو جائے گا، اور جو باقی رہے گا اس پر مکاتب ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مطلق غلام ہو تو وہ بدل کتابت بن سکتا ہے (حال آنکہ اس وقت اس کی قیمت مجہول ہے) اور وسط غلام کی طرف پھیرا جائے گا اسی طرح یہاں وسط غلام کی قیمت کم کی جائے گی (مستثنی ہوگا) اور عقد کے بدلے میں یہی قاعدہ کلیہ ہے (کہ وسط چیز واجب ہوتی ہے)

تشریح : حضرت امام ابو یوسفؒ کے یہاں یہ کتابت جائز ہوگی، اور سو دینار میں سے وسط غلام کی قیمت کم کردی جائے گی۔ مثلا وسط غلام کی قیمت بازار میں چالیس دینار ہے تو سو میں سے چالیس دینار کم کر کے ساٹھ دینار میں مکاتب بنے گا

وجہ:(۱) عام عقد میں یہی ہے کہ مبہم ہو تو وسط لازم ہوتا ہے، اس لئے یہاں غیر متعین غلام ہے اس لئے اوسط غلام کی قیمت کم ہو جائے گی، اور بعد میں ساٹھ کا پتہ چل جائے گا، اور چونکہ یہ بھی مال ہے اس لئے تھوڑی سی جہالت کے باوجود کتابت درست ہوجائے گی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مبہم غلام کے بدلے میں مکاتب بن سکتا ہے، تو مبہم غلام کی قیمت کم بھی ہوسکتی ہے اور مستثنی ہوسکتی ہے

ترجمہ :٣ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ، دینار سے غلام کا استثناء تو ہوگا نہیں، بلکہ غلام کی قیمت کا استثناء ہوگا

يَسْتَثْنٰی الْعَبْدُ مِنَ الدَّنَانِيْرِ وَاِنَّمَا تَسْتَثْنٰی قِيْمَتَهُ وَالْقِيْمَةُ لا تَصْلُحُ بَدَلاً فَكَذَالِکَ مُسْتَثْنٰی.

(۱۲۲۳) قَالَ وَاِذَا كَاتَبَهُ عَلٰی حَيَوَانٍ غَيْرَ مَوْصُوْفٍ فَالْكِتَابَةُ جَائِزَةٌ ۱؎ اِسْتِحْسَاناً وَمَعْنَاهُ اَنْ يُبَيِّنَ الْجِنْسَ وَلا يُبَيِّنُ النَّوْعَ وَالصِفَةَ

(۱۲۲۴) وَيَنْصَرِفُ اِلَی الْوَسْطِ وَيُجْبَرُ عَلٰی قَبُوْلِ الْقِيْمَةِ ۱؎ وَقَدْ مَرَّ فِی النِّكَاحِ ۲؎ اَمَّا اِذَا لَمْ يُبَيِّنِ الْجِنْسَ مِثْلُ اَنْ يَقُوْلَ دَابَّةً لا يَجُوْزُ لِاَنَّهُ يَشْمَلُ اَجْنَاساً مُخْتَلِفَةً فَتَتَفَاحَشُ الْجِهَالَةُ وَاِذَا بَيَّنَ

،اور قیمت میں جہالت اتنی ہے کہ استثناء بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی ہے (اس لئے مال کتابت بالکل مجہول ہو گیا، اس لئے کتابت فاسد ہو جائے گی

تشریح :امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ کتابت کرتے وقت مال کتابت واضح ہونی چاہئے ،ورنہ جہالت کی وجہ سے فاسد ہو جائے گی ،اور یہاں حال یہ ہے کہ غلام کی قیمت کتنی ہے یہ مجہول ،جنس ،یعنی درہم ہے ، یا دینار یہ مجہول ،صفت یعنی کھوٹا ہے یا کھرا یہ مجہول ہے ،تو گویا کہ جہالت کاملہ ہے اس لئے سو دینار سے استثناء نہیں ہوسکتا ،اور نہ یہ پتہ چل سکتا ہے کہ کتنے دینار میں کتابت ہوئی ،اس لئے مال کتابت کی جہالت کی وجہ سے کتابت فاسد ہو جائے گی ۔

ترجمہ:(۱۲۲۳) اگر ایسے حیوان پر مکاتب بنایا جس کی صفت متعین نہ کی ہو تو کتابت جائز ہے۔

ترجمہ :۱؎ استحسانا جائز ہے ،اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ،جانور کی جنس بیان کردے (کہ گائے ہے ، یا گھوڑا) لیکن نوع ، اور صفت بیان نہ کرے تب بھی کتابت درست ہو جائے گی

تشریح : حیوان کی جنس متعین کی مثلا گھوڑے پر مکاتب بناتا ہوں لیکن صفت متعین نہیں کی کہ کس قسم کا گھوڑا ہے اعلی یا ادنی ۔اسی طرح نوع متعین نہیں کی کہ فارسی گھوڑا ہے یا عربی گھوڑا ۔تب بھی کتابت صحیح ہے۔

وجہ: حیوان کی جنس متعین کردی اور صفت متعین نہیں کی تب بھی کچھ نہ کچھ تعین ہو گیا ہے اس لئے جہالت کم ہونے کی وجہ سے مکاتب بنانا صحیح ہو جائے گا

ترجمہ:(۱۲۲۴) اور وسط حیوان کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ:۱؎ نکاح میں یہ بات گزر چکی ہے

تشریح : کتاب النکاح میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مہر میں حیوان کی جنس بیان کردی ہو اور صفت بیان نہیں کی ہو تب بھی نکاح ہو جائے گا ،اور اوسط جانور لازم ہوگا ، یہاں مکاتب میں بھی ایسا ہی ہوگا کتابت صحیح ہو جائے گی اور اوسط جانور کی قیمت لازم ہوگی ،اور اس کے قبول کرنے پر مالک کو مجبور کیا جائے گا

ترجمہ:۲؎ اور اگر جانور کی جنس بیان نہیں کی ،مثلا کہا جانور پر کتابت کی ہے تو جائز نہیں ہوگی ،اس لئے مختلف جنسوں پر شامل ہوگی اس لئے جہالت بہت ہو جائے گی ،اور اگر جنس بیان کردی جیسے غلام بولا ، یا خادم بولا تو جہالت کم ہوگئی (اور کتابت

الْـجِنْسَ كَالْعَبْدِ وَالْوَصْفِ فَالْجِهَالَةُ يَسِيْرَةٌ وَمِثْلُهَا يَتَحَمَّلُ فِى الْكِتَابَةِ فَتَعْتَبِرُ جِهَالَةُ الْبَدَلِ بِجِهَالَةِ الْاَجَلِ فِيْهِ ٣؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَجُوْزُ وَهُوَ الْقِيَاسُ لِاَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ فَاَشْبَهَ الْبَيْعَ ٤؎ وَلَنَا اَنَّهُ مُعَاوَضَةُ مَالٌ بِغَيْرِ مَالٍ اَوْ مَالٌ لٰكِنْ عَلٰى وَجْهٍ يَّسْقُطُ الْمِلْكُ فِيْهِ فَاَشْبَهَ النِّكَاحَ وَالْجَامِعُ اَنَّهُ يَبْتَنِى عَلَى الْمُسَامَحَةِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْمُمَاكَسَةِ.

(١٢٢٥) قَالَ وَاِذَا كَاتَبَ النَّصْرَانِىُّ عَبْدَهُ عَلٰى خَمْرٍ فَهُوَ جَائِزٌ

درست ہوجائے گی)اوراتنی جہالت کتابت میں برداشت ہے،اس لئے بدل کی جہالت کومدت کی جہالت پر قیاس کیا جائے گا

اصول : کتابت کا معاملہ من وجہ بیع کی طرح ہے،اس لئے جہالت فاحشہ قبول نہیں کی جائے گی،اور من وجہ نکاح کے مشابہ ہےاس لئے جہالت یسیرہ قبول کی جائے گی،اور کتابت درست ہوجائے گی

تشریح: جنس بیان کردی،مثلا کہا کہ غلام پر کتابت کرتا ہوں تو جہالت کم ہوگئی اور کتابت جائز ہوجائے گی،پھراس کی مثال دیتے ہیں کہ کتابت میں مدت مجہول ہوتب بھی کتابت ہوجائے گی،جیسے مہر میں مدت مجہول ہوتب بھی نکاح ہوجاتا ہے،کیونکہ کتابت کا معاملہ سہولت پر ہے،

ترجمہ : ٣؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے،قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہےاس لئے کہ یہ معاوضہ ہےاس لئے بیع کے مشابہ ہوگیا

تشریح:امام شافعیؒ کے نزدیک جانور کی جنس بیان کی تب بھی جائز نہیں ہے جب تک کہ صفت بیان نہ کرے۔اس لئے کہ یہ مال کے بدلے رقبہ آزاد کرنا ہےاس لئے یہ عوض ہےاس لئے یہ بیع کے مشابہ ہےاس لئے کتابت جائز نہیں ہوگی

ترجمہ :٤؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ کتابت ایک اعتبار سے مال بغیر مال کے بدلے میں ہے،اور دوسرے اعتبار سے مال مال کے بدلے میں ہے،لیکن اس طرح کہ اس میں ملکیت ساقط ہوتی ہےاس لئے یہ نکاح کے مشابہ ہوگیا،اور نکاح اور کتابت دونوں کی جامع وجہ یہ ہے کہ دونوں کا مدار سہولت اور چشم پوشی پر ہے،بخلاف بیع کے اس کا مدار تنگی پر ہے

لغت:: کتابت مبادلة المال بغیر المال،اور مبادلة المال بالمال کیسے ہےاس کی تفصیل یہ ہے۔۔مال بغیر مال:ایک طرف کتابت کا مال ہے،اور دوسری طرف گردن کی آزادگی ہے جو مال نہیں ہے،بلکہ صرف حق کو ساقط کرنا ہے،اس لئے یہ مبادلة المال بغیر المال ہوا۔مال بمال: کتابت میں ایک طرف مال کتابت ہے،اور دوسری طرف آقا کی ملکیت ہے جو ساقط ہوتی ہے،اور گویا کہ یہ بھی مال ہے،اس لئے کتابت میں اخیر میں مبادلة المال بالمال ہوجاتا ہے

تشریح:ہماری دلیل یہ ہے کہ کتابت ایک اعتبار سے مبادلة المال بالمال ہے،اور ایک اعتبار سے مبادلة المال بغیر المال ہے،اس لئے یہ نکاح کے مشابہ ہوگیا،اور ان دونوں میں مماثلت یہ ہے کہ دونوں کا مدار چشم پوشی پر ہےاس لئے تھوڑی سی جہالت کے باوجود کتابت جائز ہوجائے گی۔اور بیع کا مدار تنگی پر ہےاس لئے کتابت بیع کے مشابہ زیادہ نہیں ہے۔

لے مَعْنَاهُ اِذَا کَانَ مِقْدَاراً مَعْلُوماً وَالْعَبْدُ کَافِراً لِاَنَّهَا مَالٌ فِی حَقِّهِمْ بِمَنْزِلَةِ الْخَلِّ فِی حَقِّنَا ٢ے وَاَيُّهُمَا اَسْلَمَ فَلِلْمَوْلٰی قِيْمَةُ الْخَمْرِ لِاَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوْعٌ عَنْ تَمْلِيْکِ الْخَمْرِ وَتَمَلُّکِهَا وَفِی التَّسْلِيْمِ ذَالِکَ اِذِالْخَمْرُ غَيْرُ مُعَيَّنٍ فَيَعْجِزُ عَنْ تَسْلِيْمِ الْبَدَلِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ قِيْمَتُهَا ٣ے وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا تَبَايَعَ الذِّمِّيَانِ خَمْراً ثُمَّ اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا حَيْثُ يُفْسِدُالْبَيْعَ عَلٰی مَاقَالَهُ الْبَعْضُ لِاَنَّ الْقِيْمَةَ تَصْلُحُ بَدَلاً فِی الْکِتَابَةِ فِی الْجُمْلَةِ فَاِنَّهُ لَوْ کَاتَبَ عَلٰی وَصْفٍ وَاَتٰی بِالْقِيْمَةِ يُجْبَرُ عَلَی الْقَبُوْلِ فَجَازَ اَنْ يَّبْقَی الْعَقْدُ عَلَی الْقِيْمَةِ اَمَّا الْبَيْعُ لَا يَنْعَقِدُ صَحِيْحاً عَلَی الْقِيْمَةِ فَافْتَرَقَا.

ترجمہ: (١٢٢٥) اور اگر نصرانی نے اپنے غلام کو شراب پر مکاتب بنایا تو جائز ہے

ترجمہ: لے اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شراب کی مقدار معلوم ہو اور غلام کافر ہو (تو کتابت جائز ہوگی) اس لئے ان دونوں کے حق میں مال ہے، جیسے سرکہ ہمارے حق میں مال ہے،

تشریح: غلام اور آقا دونوں نصرانی تھے، آقا نے غلام کو متعین مقدار شراب پر مکاتب بنایا تو جائز ہے، کیونکہ شراب ان دونوں کے حق میں مال ہے

ترجمہ: ٢ے اور کوئی بھی مسلمان ہو گیا تو آقا کے لئے شراب کی قیمت ہوگی، اس لئے کہ مسلمان کو مالک بننے سے اور مالک بنانے سے منع کیا گیا ہے، اور سپرد کرنے میں، یا مالک بننا ہوگا، یا مالک بنانا ہوگا (اس لئے شراب کی قیمت ہی ملے گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شراب متعین نہیں ہے اس بدل کتابت ادا کرنے سے غلام عاجز ہے اس لئے اس کی قیمت لازم ہوگی

اصول: کتابت کا معاملہ سہولت پر ہے اس لئے تھوڑی جہالت، یا تھوڑی کراہیت سے بھی کتابت ہو جائے گی

وجہ: مطلق شراب ہے، کوئی متعین شراب نہیں ہے، اس لئے عین شراب ممنوع ہوئی تو اس کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: ٣ے یہ بخلاف اگر دو ذمی نے شراب کی بیع کی۔ پھر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بیع فاسد ہو جائے گی، جیسا کہ بعض حضرات نے کہا، اس لئے کہ کتابت میں تو کسی نہ کسی طرح قیمت بدل بن سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ خادمہ پر کتابت کی اور اس کی قیمت پیش کر دی تو قیمت لینے پر آقا کو مجبور کیا جائے گا، اس لئے جائز ہے کہ عقد کتابت باقی رہے، اور بیع کا معاملہ یہ ہے کہ قیمت پر صحیح نہیں ہے، اصل چیز ہی دینی ہوگی، اس لئے کتابت اور بیع میں فرق ہو گیا

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ مجبوری کے وقت کتابت میں چیز کی قیمت بھی چل جائے گی، لیکن بیع میں اصل چیز دینی ہوگی، قیمت نہیں چلے گی، بلکہ بیع ہی فاسد ہو جائے گی، کتابت اور بیع میں یہ فرق ہے۔

تشریح: دو غیر مسلم نے شراب بیچی، یا خریدی، پھر ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بیع فاسد ہو جائے گی، لیکن شراب پر مکاتب بنایا تو کتابت کی قیمت دینے سے کام چل جائے گا

وجہ کتابت میں قیمت چلے گی، اور بیع میں اصل شراب ہی دینی ہوگی، اور وہ مسلمان ہونے کے بعد دے نہیں سکتا ہے، اس

(۱۲۲۶) قَالَ وَاِذَا قَبَضَهَا عَتِقَ لِ لِاَنَّ فِی الْکِتَابَةِ مَعْنَی الْمُعَاوَضَةِ وَاِذَا وَصَلَ اَحَدُالْعِوَضَيْنِ اِلٰی الْمَوْلٰی سَلِمَ الْعِوَضُ الآخَرُ لِلْعَبْدِ وَذَالِکَ بِالْعِتْقِ بِخِلَافِ مَا اِذَا کَانَ الْعَبْدُ مُسْلِماً حَيْثُ لَمْ تَجُزِ الْکِتَابَةُ لِاَنَّ الْمُسْلِمَ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ اِلْتِزَامِ الْخَمرِ وَلَوْ اَدَّاهَا عَتِقَ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

بَابُ مَا يَجُوْزُ لِلْمُكَاتَبِ اَنْ يَّفْعَلَهُ

(۱۲۲۷) قَالَ وَيَجُوْزُ لِلْمُكَاتَبِ الْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ وَالسَّفَرُ لِ لِاَنَّ مُوْجَبَ الْکِتَابَةِ اَنْ يَصِيْرَ حُرًّا يَدًا

لئے بیع ہی فاسد ہوجائے گی

ترجمہ:(۱۲۲۶)اوراگرآقانے شراب پر قبضہ کرلیا تو غلام آزاد ہوجائے گا

ترجمہ: لِ اس لئے کتابت کا معنی ہے بدلہ، پس جب دو بدلے میں سے ایک آقا کو پہنچ گیا تو غالم کا جو بدلہ ہے آزادگی وہ سالم رہ گیا، (یعنی مکاتب بھی آزاد ہوجائے گا)

تشریح: شراب کا لینا اور دینا حرام تو تھا، لیکن پھر بھی آقانے شراب، یا اس کی قیمت پر قبضہ کرلیا تو مکاتب آزاد ہوجائے گا

وجہ: کتابت کا ترجمہ ہے دونوں طرف سے بدلہ، اس لئے جب آقا کو بدلہ مل گیا، یعنی شراب، تو اس کے بدلے میں غلام کو بھی بدلہ مل جائے گا، یعنی آزادگی، تب ہی ادلہ بدلہ ہوگا

ترجمہ: ۲ے اس کے برخلاف اگر پہلے ہی سے غلام مسلمان ہوتا تو (شراب پر) کتابت ہی جائز نہیں ہوتی، اس لئے کہ مسلمان اپنے اوپر شراب لازم نہیں کرتا ہے، لیکن پھر بھی شراب آقا کو ادا کردیا تو غلام آزاد ہوجائے گا، اس کی تفصیل پہلے بیان کردی ہے

تشریح: پہلے یہ مسئلہ تھا کہ دونوں غیر مسلم تھے اور شراب پر کتابت ہوئی تھی، بعد میں ایک مسلمان ہوا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ شروع سے غلام مسلمان ہے، اور آقانے شراب پر مکاتب بنایا تو مکاتب بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ مسلمان ہے، اور شراب دینا حرام ہے، لیکن پھر بھی آقانے مکاتب بنایا اور غلام نے شراب دے دی تو مکاتب آزاد ہوجائے گا

وجہ: پہلے گزر چکا ہے کہ (فان ادی الخمر عتق) پھر بھی شراب دے دی تو غلام آزاد ہوجائے گا، کیونکہ غیر مسلم کے یہاں پھر بھی مال ہے، یا شرط پائی گئی تو مشروط یعنی آزادگی آجائے گی

بَابُ مَا يَجُوْزُ لِلْمُكَاتَبِ اَنْ يَّفْعَلَهُ

ترجمہ:(۱۲۲۷) پس مکاتب کے لئے جائز ہے بیچنا، خریدنا، سفر کرنا

ترجمہ: لِ اس لئے کہ کتابت کا موجب یہ ہے کہ قبضے کے اعتبار سے آزاد ہو، اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ تصرف کرنے کا مالک ہو اور ایسے تصرف میں خود مختار ہو جو اس کو مقصود تک پہنچائے، اور وہ ہے بدلہ ادا کرکے آزادگی حاصل کرنا، اور خرید و فروخت اسی قبیل سے ہے، ایسے ہی سفر کرنا بھی خرید و فروخت کی قبیل سے ہے،، اس لئے کہ بعض مرتبہ شہر میں تجارت کا اتفاق

وَذَالِکَ بِمَالِکِيَّةِ التَّصَرُّفِ مُسْتَبِداً بِهِ تَصَرُّفاً يُوْصِلُهُ اِلٰى مَقْصُوْدِهٖ وَهُوَ نَيْلُ الْحُرِّيَّةِ بِاَدَاءِ الْبَدَلِ وَالْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ وَكَذَا السَّفَرُ لِاَنَّ التِّجَارَةَ رُبَمَا لَا تَتَّفِقُ فِى الْحَضَرِ فَتَحْتَاجُ اِلَى الْمُسَافَرَةِ ۲؎ وَيُمْلِکُ الْبَيْعَ بِالْمُحَابَاةِ لِاَنَّهٗ مِنْ صَنِيْعِ التُّجَّارِ فَاِنَّ التَّاجِرَ قَدْ يُحَابىٰ فِى صَفْقَةٍ لِيَرْبَحَ فِى اُخْرىٰ.

(۱۲۲۸) قَالَ فَاِنْ شَرَطَ عَلَيْهِ اَنْ لَا يَخْرُجَ مِنَ الْكُوْفَةِ فَلَهٗ اَنْ يَخْرُجَ اِسْتِحْسَاناً ۱؎ لِاَنَّ هٰذَا الشَّرْطَ مُخَالِفٌ لِمُقْتَضَى الْعَقْدِ وَهُوَ مَالِكِيَّةُ الْيَدِ عَلىٰ جِهَةِ الْاِسْتِبْدَادِ وَثُبُوْتُ الْاِخْتِصَاصِ فَبَطَلَ الشَّرْطُ

نہیں ہوتا تو اس کو سفر کی ضرورت پڑتی ہے

اصول : یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ جن جن کاموں سے تجارت میں فائدہ ہوتا ہے وہ کام مکاتب کر سکتا ہے اور جن جن کاموں سے بلا وجہ رقم خرچ ہوتی ہے وہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کو تو رقم جمع کر کے آقا کو دینا ہے۔ پھر یہ کہ یہ مال تو ابھی بھی آقا ہی کا ہے، اس لئے اتنا ہی خرچ کر سکتا ہے جتنے کی اس کو اجازت ہے

تشریح : اوپر کی تمام چیزوں کا مکاتب مالک ہوگا، کیونکہ اس کو مال کتابت ادا کر کے آزادگی حاصل کرنی ہے، اور خرید و فروخت، اور سفر سے پیسے حاصل ہوں گے اور ادا کر کے آزادگی حاصل کر سکے گا

وجہ : (۱) کیونکہ ان سے مال کمائے گا اور مال جلدی سے جمع کر کے آقا کو دے گا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن یحیی بن ابی کثیر قال قال رسول الله ﷺ آية فكاتبوهم ان علمتم فيهم خيرا، قال ان علمتم منهم حرفة ولا ترسلوهم كلابا على الناس** (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی تفسیر قولہ عزوجل ان علمتم فیھم خیرا ج عاشر ص ۵۳۵ نمبر ۲۱۶۰۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کام کر سکتا ہے جس سے مال کی بڑھوتری ہو اور وہ کام نہیں کر سکتا جس سے بلا وجہ مال خرچ ہو (۳) اسی آیت کے دوسرے حصے میں فرمایا۔ **و اتوهم من مال الله الذی اتاكم** (آیت ۳۳ سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں بھی فرمایا کہ مکاتب کو مال دو جو مال اللہ نے تم کو دیا ہے۔ اس سے بھی اشارہ ہوتا ہے کہ مکاتب کو مال جمع کرنا چاہئے۔

ترجمہ : ۲؎ گھاٹا کھا کر بھی چیز کو بیچنے کا مالک ہوگا اس لئے کہ تاجروں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسی عقد میں اس لئے گھاٹا کھاتا ہے، تاکہ دوسرے عقد میں نفع کمائے (، اس لئے گھاٹا کھا کر بھی بیچنے کا مالک ہوگا)

تشریح : واضح ہے۔

لغت : المحاباۃ: سہولت برتنا، گھاٹا کھا کر بیچنا

ترجمہ : (۱۲۲۸) اگر مکاتب پر شرط لگائی کہ تجارت کے لئے کوفہ سے باہر نہیں جائے گا، تو استحسانا اس کو نکلنے کی گنجائش ہوگی

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ یہ شرط عقد کے مقتضی کے مخالف ہے، اور وہ ہے کہ مکاتب کو ہر طرح کی تجارت کرنے کا پورا حق ہے اس لئے یہ شرط باطل ہو جائے گی اور عقد صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ شرط صلب عقد میں نہیں ہے، اور اس قسم کی شرطوں سے

وَصَحَّ الْعَقْدُ لِاَنَّهُ شَرْطٌ لَمْ يَتَمَكَّنْ فِي صَلْبِ الْعَقْدِ وَبِمِثْلِهِ لَا تَفْسُدُ الْكِتَابَةُ ٢ وَهٰذَالِاَنَّ الْكِتَابَةَ تَشَبَّهَ الْبَيْعَ وَتَشَبَّهَ النِّكَاحَ فَاَلْحَقْنَاهَا بِالْبَيْعِ فِي شَرْطٍ تَمَكَّنَ فِي صَلْبِ الْعَقْدِ كَمَا اِذَا شَرَطَ خِدْمَةً مَجْهُوْلَةً لِاَنَّهُ فِي الْبَذْلِ وَبِالنِّكَاحِ فِي شَرْطٍ لَمْ يَتَمَكَّنْ فِي صُلْبِهِ هٰذَا هُوَ الْاَصْلُ ٣ اَوْ نَقُوْلُ اِنَّ الْكِتَابَةَ فِي جَانِبِ الْعَبْدِ اِعْتَاقٌ لِاَنَّهُ اِسْقَاطُ الْمِلْكِ وَهٰذَا الشَّرْطُ يَخُصُّ الْعَبْدُ فَاعْتُبِرَ اِعْتَاقاً فِي حَقِّ هٰذَا الشَّرْطِ وَالْاِعْتَاقِ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوْطِ الْفَاسِدَةِ.

(۱۲۲۹) قَالَ وَلَايَتَزَوَّجُ اِلَّا بِاِذْنِ الْمَوْلٰى

کتابت فاسد نہیں ہوتی

تشریح: مکاتب کو ہر طرح کی تجارت کرنے کا پورا حق حاصل ہے، اس لئے کوفہ سے باہر نہ جانے کی شرط عقد کتابت کے خلاف ہے اس لئے شرط ختم ہو جائے گی، اور کتابت باقی رہے گی

وجہ: قول تابعی میں ہے۔ عن الشعبی قال ان شرط علی المکاتب ان لا یخرج خرج ان شاء وان شرط علیہ ان لا یتزوج لم یتزوج الا ان یأذن لہ مولاہ (مصنف عبد الرزاق، باب الشرط علی المکاتب ج ثامن ص ۳۷۸ نمبر ۱۵۶۰۱) اس قول تابعی میں ہے کہ سفر کرنے سے منع کیا تب بھی سفر کرے گا اور شادی کرنے سے منع کیا تو شادی نہیں کرے گا۔

لغت: مالکیۃ الید: قبضے کا مالک ہو۔ جہۃ الاستبداد: مستقل جہت ہو، اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مکاتب تجارت میں خود مختار ہے۔ صلب: ریڑھ کی ہڈی، صلب العقد: عقد کا بنیادی حصہ

ترجمہ: ٢ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کتابت بیع کے بھی مشابہ ہے اور نکاح کے بھی مشابہ ہے، اس لئے کوئی شرط صلب عقد میں ہو تو میں نے اس کو بیع کے ساتھ ملحق کر دیا ہے، جیسے کوئی مجہول خدمت کی شرط لگائی ہو، اس لئے کہ یہ بدل کے اندر شرط ہے، اور ایسی شرط جو صلب عقد میں نہ ہو تو اس میں ہم نے نکاح کے ساتھ ملحق کیا ہے، یہی اصول ہے،

تشریح: یہاں سے دو اصول بیان کر رہے ہیں، کہ ایسی شرط ہو جو بنیادی عقد میں ہو تو اس کو بیع کے ساتھ ملحق کیا ہے، اور اگر ایسی شرط ہو جو بنیادی عقد میں داخل نہ ہو تو اس کو نکاح کے ساتھ ملحق کیا ہے۔ اور کوفہ سے باہر نہ جانے کی شرط صلب عقد اور بنیادی نہیں ہے، اس لئے اس کو نکاح کے ساتھ ملحق کر کے کتابت فاسد نہیں کی ہے۔

ترجمہ: ٣ یا ہم یوں کہیں کہ کتابت غلام کی جانب میں آزاد کرنا ہے، اس لئے کہ اس میں ملک کو ساقط کرنا ہے، اور نہ نکلنے کی شرط خاص غلام کے لئے ہے اس شرط کے حق میں میں نے آزاد ہونے کا اعتبار کیا، اور آزاد ہونا شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ، مکاتب بنانا غلام کے حق میں آزاد کرنا ہے، کیونکہ ملک کو ساقط کرنا ہے، اور آزادگی شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتی، اس لئے آقا نے باہر نہ نکلنے کی جو شرط لگائی ہے اس سے آزادگی ختم نہیں ہوگی، بلکہ وہ شرط ہی بیکار جائیگی، اور مکاتب کو باہر جانے کا حق ملے گا

ل لِاَنَّ الْكِتَابَةَ فَكُّ الْحَجْرِ مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ ضَرُوْرَةَ التَّوَسُّلِ اِلَى الْمَقْصُوْدِ وَالتَّزَوُّجِ لَيْسَ وَسِيْلَةً اِلَيْهِ وَيَجُوْزُ بِاِذْنِ الْمَوْلٰى لِاَنَّ الْمِلْكَ لَه'

(١٢٣٠) وَلَا يَهَبُ وَلَا يَتَصَدَّقُ اِلَّا بِالشَّيْءِ الْيَسِيْرِ ل لِاَنَّ الْهِبَةَ وَالصَّدَقَةَ تَبَرُّعٌ وَهُوَ غَيْرُ مَالِكٍ لِيُمَلِّكَهُ اِلَّا اَنَّ الشَّيْءَ الْيَسِيْرَ مِنْ ضَرُوْرَاتِ التِّجَارَةِ لِاَنَّهُ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنْ ضِيَافَةٍ وَاِعَارَةٍ لِيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ الْمُجَاهِزُوْنَ وَمَنْ مَلَكَ شَيْئًا يَمْلِكُ مَاهُوَ مِنْ ضَرُوْرَاتِهِ وَتَوَابِعِهِ

(١٢٣١) وَلَا يَتَكَفَّلُ ل لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ فَلَيْسَ مِنْ ضَرُوْرَاتِ التِّجَارَةِ وَالْاِكْتِسَابِ فَلَا يُمَلِّكُهُ بِنَوْعَيْهِ نَفْساً وَمَالًا لِاَنَّ كُلَّ ذَالِكَ تَبَرُّعٌ

ترجمہ:(۱۲۲۹) اورآقا کی اجازت کے بغیر اپنی شادی نہیں کرسکتا

ترجمہ:ل اس لئے کہ کتابت کا مطلب یہ ہے کہ آقا کی ملکیت قائم ہے صرف تجارت کی کچھ بندش کم ہوئی ہے، تاکہ آزادگی کا مقصد حاصل کر سکے، اور نکاح کرنا مقصد کا وسیلہ نہیں ہے، ہاں آقا کی اجازت سے نکاح کرنا جائز ہے، اس لئے کہ ابھی بھی اس کی ملکیت قائم ہے

وجہ:۔(۱) قول تابعی میں ہے۔ عن الشعبی قال ان شرط علی المکاتب ان لا یخرج خرج ان شاء وان شرط علیہ ان لا یتزوج لم یتزوج الا ان یأذن له مولاہ (مصنف عبدالرزاق، باب الشرط علی المکاتب ج ثامن ص ۳۷۸ نمبر ۱۵۶۰۱)(۲) وقال سفیان لا یتزوج الا باذن مولاہ (مصنف عبدالرزاق، باب الشرط علی المکاتب ج ثامن ص ۳۷۸ نمبر ۱۵۶۰۱) ان دو قول تابعی میں ہے کہ شادی کرنے سے منع کیا تو شادی نہیں کرے گا، ہاں مالک کی اجازت سے نکاح کرسکتا ہے۔

ترجمہ:(۱۲۳۰) اور نہ ہبہ کرے نہ صدقہ کرے مگر تھوڑی سی چیز

ترجمہ:ل اس لئے کہ ہبہ اور صدقہ احسان کرنا ہے اس لئے مکاتب اس کے مالک بنانے کا مالک نہیں ہے، مگر تھوڑی سی چیز جو تجارت کی ضرورت ہے، یا عاریت دینے کی ضرورت ہے، تاکہ اس کے پاس مالدار تاجر جمع ہوں، اور قاعدہ یہ ہے کہ کوئی کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو اس کی ضرورت کی چیز کا بھی مالک بنتا ہے

تشریح :ہبہ، یا صدقہ خالص احسان کرنا ہے اس لئے مکاتب یہ کرنے کا حقدار نہیں ہے، ہاں تجارت کو فروغ دینے کے لئے جو تھوڑا سا ہبہ، یا صدقہ کرسکتا ہے، یا مفت بھی دے سکتا ہے تاکہ جو تاجروں کا مالدار قافلہ آئے اور تجارت کو فروغ ہو، اتنے کا مالک ہے

لغت:: مجاھزون: جھز سے مشتق ہے، جہیز تیار کرنا، سامان سفر تیار کرنا، یہاں مراد ہے مالدار قسم کے تاجروں کے قافلے

ترجمہ:(۱۲۳۱) اور کفیل نہیں بن سکتا۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ جان کا کفیل اور مال کا کفیل بننا دونوں احسان ہے، اور تجارت کی ضرورت میں نہیں ہیں اس لئے دونوں قسم کے کفیل بننے کا مالک نہیں بنے گا، اس لئے کہ یہ دونوں تبرع ہیں

(١٢٣٢) وَلَا يُقْرِضُ لِ لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ لَيْسَ مِنْ تَوَابِعِهِ الْاِكْتِسَابُ فَاِنْ وَهَبَ عَلٰى عِوَضٍ لَمْ يَصِحَّ لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ اِبْتِدَاءٌ.

(١٢٣٣) فَاِنْ زَوَّجَ اَمَتَهُ جَازَ لِ لِاَنَّهُ اِكْتِسَابٌ لِلْمَالِ فَاِنَّهُ يَتَمَلَّكُ بِهِ الْمَهْرُ فَدَخَلَ تَحْتَ الْعَقْدِ

(١٢٣٤) قَالَ وَكَذَالِكَ اِنْ كَاتَبَ عَبْدَهُ لِ وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَجُوْزَ وَهُوَ قَوْلُ زُفَر وَالشَّافِعِيِّ لِاَنَّ

تشریح:واضح ہے

ترجمہ:(١٢٣٢) کسی کوقرض نہیں دے سکتا

ترجمہ: لِ اس لئے کہ یہ احسان ہے،اور کمائی کے تابع نہیں ہے،اس لئے کہ اگر کسی کو بدلے میں کوئی چیز ہبہ کی تب بھی صحیح نہیں ہے اس لئے یہ ابتداء میں تبرع ہے (اگر چہ بعد میں پیسے ملیں گے)

تشریح: مکاتب کسی کوقرض نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ تبرع ہے،اسی طرح کسی چیز کو بدلہ لیکر ہبہ کیا تو بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ ہبہ تبرع ہے، چاہے بعد میں پیسہ مل جائیں

وجہ::قول تابعی میں ہے۔ عن الحسن قال المکاتب لا یعتق و لا یھب الا باذن مولاہ (سنن للبیہقی ،باب لا تجوز ھبۃ المکاتب حتی یبتدئھا باذن السید ج عاشر،ص ٥٦٣ نمبر ٢١٧١٨) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مکاتب نہ غلام کو ہبہ کرسکتا ہے اور نہ آزاد کرسکتا ہے چاہے مال کے بدلے میں ہو۔

ترجمہ:(١٢٣٣) پس اگر مکاتب نے اپنی باندی کا نکاح کرایا تو جائز ہے

ترجمہ: لِ اس لئے کہ (مہر) مال کے کمانے کا ذریعہ ہے اس لئے کہ اس سے مہر کا مالک بنے گا،اس لئے یہ کتابت کے عقد میں داخل ہوگا

تشریح: مکاتب اپنی باندی کا نکاح کراسکتا ہے، کیونکہ اس سے مہر آئے گا،اس لئے یہ کتابت کے حقوق میں داخل ہے

ترجمہ:(١٢٣٤) ایسے ہی اگر اپنے غلام کو مکاتب بنایا تو جائز ہے

وجہ:(١) مکاتب بنا کر رقم وصول کرنا تجارت کی ایک قسم ہے اس لئے مکاتب غلام اپنے غلام کو مکاتب بنا سکتا ہے (٢) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔قلت لعطاء کان للمکاتب عبد فکاتبہ ثم مات لمن میراثۃ؟ قال کان من قبلکم یقولون ھو للذی کاتبہ یستعین بہ فی کتابتہ (سنن للبیہقی ،باب کتابۃ المکاتب واعتاقہ ج عاشر،ص ٥٦٣ نمبر ٢١٧١٩،مصنف عبدالرزاق ،باب المکاتب یکاتب عبدہ وعرض المکاتب ج ثامن ص ٤٠٣ نمبر ١٥٧٠٧) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مکاتب اپنے غلام کو مکاتب بنا سکتا ہے۔کیونکہ یہ تجارت کی قسم میں سے ہے۔

ترجمہ: لِ لیکن قیاس کا تقاضہ ہے کہ مکاتب کے لئے مکاتب بنانا جائز نہ ہو چنانچہ امام زفر اور امام شافعیؒ کا مسلک یہی ہے

مَـآلُـهُ الْـعِتْقُ وَالْمُكَاتَبُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِهِ كَالْاِعْتَاقِ عَلٰى مَالٍ ۲ وَجْـهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّهُ عَقْدُ اِكْتِسَابٍ لِلْمَالِ فَيَمْلِكُهُ كَتَزْوِيْجِ الْاَمَةِ وَكَالْبَيْعِ وَقَدْ يَكُوْنُ هُوَ اَنْفَعُ لَهُ مِنَ الْبَيْعِ لِاَنَّهُ لَا يُزِيْلُ الْمِلْكَ اِلَّا بَعْدَ وُصُوْلِ الْبَدَلِ اِلَيْهِ وَالْبَيْعُ يُزِيْلُهُ قَبْلَهُ وَلِهٰذَا يَمْلِكُهُ الْاَبُ وَالْوَصِيُّ ۳ ثُمَّ هُوَ يُوْجِبُ لِلْمَمْلُوْكِ مِثْلَ مَاهُوَ ثَابِتٌ لَهُ ۴ بِخِلَافِ الْاِعْتَاقِ عَلٰى مَالٍ لِاَنَّهُ يُوْجِبُ فَوْقَ مَا هُوَ ثَابِتٌ لَهُ.

،اس لئے کہ اس کا انجام آزاد ہونا ہے،اور مکاتب آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے، جیسے مال پر آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے،

تشریح: قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ مکاتب اپنے غلام کو مکاتب نہیں بنا سکتا، کیونکہ اس سے غلام آزاد ہو جائے گا،اور مکاتب اپنے غلام کو آزاد کرنے کا حقدار نہیں ہے،اسی طرح مکاتب بنانے کا بھی حقدار نہیں ہونا چاہئے، جیسے وہ مال کے بدلے اپنے غلام کو آزاد کرنے کا حقدار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی مال کے کمانے کا عقد ہے اس لئے اس کا مالک ہوگا، جیسے باندی کا نکاح کرانے کا حقدار ہے،اوراس کو بیچنے کا حقدار ہے،

تشریح: استحسان کی وجہ یہ ہے کہ مکاتب بنانے سے بھی مال آتا ہے،اس لئے مکاتب اپنے غلام کو مکاتب بنانے کا مالک ہوگا، جیسے اس کو بیچنے کا مالک ہے، کیونکہ اس سے بھی پیسہ آتا ہے

ترجمہ: ۳ بلکہ کبھی مکاتب بنانا بیچنے سے بھی زیادہ نفع بخش ہوتا ہے،اس لئے کہ مکاتب میں بدل وصول ہونے کے بعد ملکیت ختم ہوتی ہے،اور بیچنے میں ثمن آنے سے پہلے ملکیت زائل ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ باپ اور وصی اپنے چھوٹے کے غلام کو مکاتب بنا سکتے ہیں

تشریح: اس عبارت میں یہ بتا رہیں کہ مکاتب اپنے غلام کو بیچنے کا مالک ہے تو مکاتب بنانے کا زیادہ حقدار ہے،

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں، کہ غلام کو جیسے ہی بیچے گا تو اس کی قیمت آنے سے پہلے مالک کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے،اور مشتری کی ملکیت میں چلی جاتی ہے، یہ بیع کی کمزوری ہے،اور مکاتب میں ایسا ہوتا ہے کہ جب تک ایک ایک درہم مالک کے پاس نہیں آجائے مکاتب سے ملکیت ختم نہیں ہوتی،اس اعتبار سے کتابت مال کمانے میں بیچنے سے زیادہ بہتر ہے، اور مکاتب اپنے غلام کو بیچ سکتا ہے،تو مکاتب بھی بنا سکتا ہے، (۲) یہی وجہ ہے کہ چھوٹے بچے کے پاس غلام ہو تو اس کا وصی، یا اس کا باپ اس کو مکاتب بنا سکتا ہے،اور بچے کے لئے مال کما سکتا ہے

ترجمہ: ۳ پھر دوسرے مکاتب کے لئے بھی وہی حقوق ہوں گے جو پہلے مکاتب کے لئے ثابت ہیں،

تشریح: مثلا زید مالک نے عمر کا مکاتب بنایا، پھر عمر نے اپنے غلام خالد کو مکاتب بنایا، مکاتب بننے کی وجہ سے خرید و فروخت کے جتنے حقوق عمر کو ملے تھے اتنے ہی حقوق خالد کو ملیں گے، کیونکہ اب خالد بھی مکاتب ہے

لغت: للمملوک: سے مراد دوسرا مکاتب ہے جو پہلے مکاتب نے بنایا تھا۔ ثابت لہ: سے مراد پہلا مکاتب ہے

(١٢٣٥) قَالَ فَاِنْ اَدّٰى الثَّانِى قَبْلَ اَنْ يَعْتِقَ الْاَوَّلَ فَوَلَاءُهُ لِلْمَوْلٰى ١ لِاَنَّ لَهُ فِيْهِ نَوْعُ مِلْكٍ وَتَصِحُّ اِضَافَةُ الْاِعْتَاقِ اِلَيْهِ فِى الْجُمْلَةِ فَاِذَا تَعَذَّرَ اِضَافَتُهُ اِلٰى مُبَاشِرِ الْعَقْدِ لِعَدَمِ الْاَهْلِيَةِ اُضِيْفَ اِلَيْهِ كَمَا فِى الْعَبْدِ اِذَا اشْتَرٰى شَيْئاً يَثْبُتُ الْمِلْكُ لِلْمَوْلٰى.

(١٢٣٦) قَالَ فَلَوْ اَدّٰى الْاَوَّلَ بَعْدَ ذَالِكَ وَعَتِقَ لَا يَنْتَقِلُ الْوَلَاءُ اِلَيْهِ ١ لِاَنَّ الْمَوْلٰى جُعِلَ مُعْتَقاً

ترجمه: ٤ بخاف اگر مال پرآزاد کیا تو اس کو مکاتب سے زیادہ حق ملے گا

تشریح: مکاتب اس وقت آزاد ہوگا جب پورا مال کتابت ادا کرے گا، اور مال پر آزاد کیا تو ابھی فوراوہ آزاد ہو جائے گا، اور بعد میں مالک کو مال ادا کرے گا، اس لئے مال پر آزدگی کا حق زیادہ ہے اور مکاتب کا حق اس سے کم ہے، اس عبارت میں یہی بتانا چاہتے ہیں

ترجمه: (١٢٣٥) پس اگر دوسرے نے پہلے کے آزاد ہونے سے پہلے ادا کیا تو اس کی ولاء پہلے آقا کے لئے ہوگی۔

تشریح: مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا۔ پس دوسرے مکاتب نے پہلے مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے مال کتابت ادا کیا اور آزاد ہو گیا تو اس دوسرے مکاتب کی ولاء پہلے آقا کے لئے ہوگی۔

وجه: جس وقت دوسرا مکاتب آزاد ہوا اس وقت پہلا مکاتب آزاد نہیں تھا بلکہ غلام تھا اور پہلا آقا آزاد تھا اور ولاء آزاد کے لئے ہوتی ہے غلام کے لئے نہیں ہوتی۔ اس لئے ولاء کی نسبت پہلے آقا کے لئے کر دی گئی اور اس کو ولاء ملے گی۔

اصول: ولاء آزاد کے لئے ہوتی ہے غلام کے لئے نہیں ہوتی۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ دوسرے مکاتب میں بھی پہلے آقا کی ایک طرح کی ملکیت ہے، اور کسی نہ کسی اعتبار سے پہلے آقا کی طرف آزادگی کی نسبت کر سکتے ہیں، اس لئے جب آزاد نہ ہونے کی وجہ سے پہلے مکاتب کی طرف ولاء کی نسبت کرنا متعذر رہو گیا تو پہلے آقا کی طرف نسبت کر دی جائے گی، جیسے عبد ماذون کوئی چیز خریدے تو آقا کی ملکیت ہوتی ہے

تشریح: پہلا مکاتب ابھی آزاد نہیں ہوا ہے اس لئے ولاء کی نسبت اس کی طرف نہیں کر سکتے، کیونکہ ولاء آزاد کے لئے ہوتی ہے، اور پہلا آقا کسی نہ کسی درجے میں دوسرے مکاتب کا مالک ہے، اور وہ آزاد بھی ہے اس لئے ولاء اسی کو ملے گی۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ عبد ماذن بالتجارت نے کوئی چیز خریدی تو اس میں مالک کی ملکیت ہوتی ہے، اسی طرح یہاں پہلے مکاتب نے غلام خریدا تو اس میں کچھ نہ کچھ ملکیت آقا کی ہوگی، اس لئے اس کو ولاء ملے گی

ترجمه: (١٢٣٦) پس اگر پہلے مکاتب نے دوسرے مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد مال کتابت ادا کی اور آزاد ہوا تو بھی ولاء اس کی طرف منتقل نہیں ہوگی

ترجمه: ١ اس کی وجہ یہ ہے پہلا آقا گویا کہ آزاد کرنے والا ہوا، اس لئے اب ولاء اس سے دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوگی

وَالْوَلَاءُ لا يَنْتَقِلُ مِنَ الْمُعْتَقِ

(١٢٣٧) وَاِنْ اَدّٰى الثَّانِي بَعْدَ عِتْقِ الْاَوَّلِ فَوَلَاؤُهُ لَهُ لِ لِاَنَّ الْعَاقِدَ مِنْ اَهْلِ ثُبُوْتَ الْوَلَاءُ وَهُوَ الْاَصْلُ فَيَثْبُتُ لَهُ.

(١٢٣٨) قَالَ وَاِنْ اَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلٰى مَالٍ اَوْ بَاعَهُ مِنْ نَفْسِهِ اَوْزَوَّجَ عَبْدَهُ لَمْ يَجُزْ لِ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءُ لَيْسَتْ مِنَ الْكَسَبِ وَلَا مِنْ تَوَابِعِهِ اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّهُ اِسْقَاطُ الْمِلْكِ عَنْ رَقَبَتِهِ وَاِثْبَاتُ الدَّيْنِ فِي ذِمَّةِ

تشریح: پہلے مکاتب نے دوسرے مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد اپنی مال کتابت ادا کی اور آزاد ہوا تو اب جو ولاء آقا کی طرف گئی تھی وہ واپس اس پہلے مکاتب کی طرف نہیں جائے گی، کیونکہ یہ ولاء پہلے ہی آقا کی طرف چلی گئی ہے، اب اس سے منتقل ہو کر پہلے مکاتب کی طرف نہیں آئے گی۔

وجه: کیونکہ اب آقا ہی گویا کہ آزاد کرنے والا ہوا، اس لئے اس سے منتقل نہیں ہوگی

ترجمه: (١٢٣٧) اور اگر دوسرے مکاتب نے پہلے مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد مال کتابت ادا کی تو دوسرے مکاتب کی ولاء پہلے مکاتب کو ملے گی

ترجمه: لے اس لئے یہ پہلا مکاتب ولاء حاصل کرنے کا اہل ہو گیا، اور وہی اصل ہے اس لئے اس کے لئے ولاء ثابت ہوگی

تشریح: پہلے مکاتب نے مال دیکر آزادگی حاصل کر لی، اس کے بعد دوسرے مکاتب نے رقم ادا کی تو اب دوسرے مکاتب کی ولاء پہلے مکاتب کو ملے گی

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلا مکاتب آزاد ہو چکا ہے، اور ولاء لینے کا اہل بن چکا ہے، اور اسی نے دوسرے مکاتب کو مکاتب بنایا ہے اس لئے اسی کو ولاء ملے گی

ترجمه: (١٢٣٨) اور اگر مکاتب نے اپنے غلام کو مال پر آزاد کیا، یا غلام کو خود اسی سے بیچا، یا اپنے غلام کی شادی کرائی تو یہ سب جائز نہیں ہیں

ترجمه: لے اس لئے یہ چیزیں کمانے کی چیز نہیں ہیں، اور نہ کمانے کے تابع ہیں، پہلی قسم (غلام کو مال پر آزاد کیا) کی وجہ یہ ہے کہ غلام کی گردن سے ملکیت کو ساقط کرنی ہے، اور ایک مفلس کے ذمے قرض ثابت کرنا ہے تو ایسا ہو گیا بغیر عوض کے ملکیت زائل کی

اصول: یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ جو کام کمانے کے لئے نہیں ہیں، اور نہ کمانے کے تابع ہیں، مکاتب وہ کام نہیں کر سکتا

تشریح: مکاتب نے اپنے غلام کو مال پر آزاد کیا، تو یہاں مال تو ہے، لیکن وہ تابع ہے، آزادگی پہلے آئے گی، تو گویا کہ مفت میں آزاد کیا ہے اس لئے مکاتب اس کا حقدار نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ تو غلام ہے، اس کی ساری کمائی آقا کی ہے، تو اس کے پاس کوئی مال ہے ہی نہیں، تو گویا کہ ایک مفلس کے ذمے قرض چڑھایا، تو ایسا ہو گیا کہ بغیر بدلے کے آزاد کیا، جو

الْمُفْلِسِ فَاَشْبَهَ الزَّوَالَ بِغَيْرِ عِوَضٍ ٢ وَكَذَا الثَّانِي لِاَنَّهُ اِعْتَاقٌ عَلٰى مَالٍ فِي الْحَقِيْقَةِ ٣ وَاَمَّا الثَّالِثُ فَلِاَنَّهُ تَنْقِيْصٌ لِلْعَبْدِ وَتَعْيِيْبٌ لَهُ وَشَغْلُ رَقَبَتِهٖ بِالْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ بِخِلَافِ تَزْوِيْجِ الْاَمَةِ لِاَنَّهُ اِكْتِسَابٌ لِاِسْتِفَادَتِهِ الْمَهْرُ عَلٰى مَامَرَّ

(١٢٣٩) قَالَ وَكَذٰلِكَ الْاَبُ وَالْوَصِيُّ فِي رَقِيْقِ الصَّغِيْرِ بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبِ ١ لِاَنَّهُمَا يَمْلِكَانِ الْاِكْتِسَابَ كَالْمُكَاتَبِ وَلِاَنَّ فِي تَزْوِيْجِ الْاَمَةِ وَالْكِتَابَةِ نَظْراً لَهُ وَلَا نَظْرَ فِيْمَا سِوَاهُمَا وَالْوِلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ.

مکاتب کا حق نہیں ہے، اس لئے یہ جائز نہیں ہوگا

ترجمہ: ٢ یہی حال ہے دوسرے (غلام کو اسی سے بیچ دے) کا بھی کہ حقیقت میں مال پر آزاد کرنا ہے

تشریح: غلام کو خود غلام ہی سے بیچ دے، یہ بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس غلام کے پاس مال ہے ہی نہیں، تو مفلس سے غلام بیچنا ہوا، اور مفلس کے ذمے قرض ڈالنا ہوا، تو ایسا ہو گیا کہ بغیر پیسے کے آزاد کرنا ہے، اور مکاتب اس کا اہل نہیں ہے، اس لئے یہ بھی جائز نہیں ہے

ترجمہ: ٣ اور تیسری صورت (غلام کی شادی کرا دے) جائز نہیں ہے، اس لئے نکاح کر کے غلام کی تنقیص کرنا ہے، اور عیب دار کرنا ہے (اس نکاح والے غلام کی قیمت کم ہو جائے گی) اور اس کی گردن کو مہر، اور نفقہ میں مشغول کرنا ہے، بخلاف باندی کے نکاح کے، (وہ جائز ہے) کیونکہ مہر حاصل کر کے کمائی کرنی ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے

تشریح: غلام کے نکاح کرانے سے فائدہ نہیں ہوتا، کمائی نہیں ہوتی، بلکہ غلام کی قیمت کم ہو جاتی ہے، اور غلام پر مہر، نان نفقہ وغیرہ لازم ہو جاتا ہے، اس لئے مکاتب اپنے غلام کا نکاح نہیں کر سکتا، اور باندی کا نکاح اس لئے کر سکتا ہے کہ اس سے مہر آئے گا جو کمائی کا ذریعہ ہے، اور بچہ پیدا ہوا تو اس کو بیچ کر رقم حاصل کرے گا، اس لئے باندی کا نکاح مکاتب کرا سکتا ہے، غلام کا نہیں۔

ترجمہ: (١٢٣٩) اور یہی حال ہے باپ کا اور وصی کا چھوٹے بچے کے غلام کے بارے میں، کہ یہ دونوں مکاتب کے درجے میں ہیں

ترجمہ: ١ اس لئے کہ یہ دونوں مکاتب کی طرح کمائی کرانے کے مالک ہیں، اور باندی کی شادی کرانے میں، اور مکاتب بنانے میں بچے کا فائدہ ہے، اور اس کے علاوہ میں فائدہ نہیں ہے، اور باپ اور وصی کی ولایت مصلحت کے لئے ہے

تشریح: جس طرح مکاتب کے لئے یہ جائز نہیں کہ غلام کی شادی کرائے، اسی طرح چھوٹے بچے کے باپ اور وصی کے لئے بھی جائز نہیں ہے، چھوٹے بچے غلام کا نکاح کرائیں

وجہ: ان دونوں کی ولایت بھی مکاتب کی طرح مصلحت کے لئے ہے، کہ جن چیزوں میں بچے کی کمائی ہوگی وہ کرا پائیں گے،

(۱۲۴۰) قَالَ فَاَمَّا الْمَاذُوْنُ لَهُ فَلَا يَجُوْزُ لَهُ شَيْءٌ مِنْ ذَالِكَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ لَهُ اَنْ يُزَوِّجَ اَمَتَهُ لے وَعَلَىٰ هٰذَا الْخِلَافِ الْمُضَارِبِ وَالْمُفَاوِضِ وَالشَّرِيْكُ شِرْكَةُ عِنَانٍ

اور جن چیزوں میں کمائی نہیں ہوگی وہ نہیں کرا پائیں گے

ترجمہ: (۱۲۴۰) بہرحال ماذون لہ التجارت کے لئے ان میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک، اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ماذون کے لئے جائز ہے کہ اپنی باندی کا نکاح کرائے

ترجمہ: لے اور اسی اختلاف پر ہے شرکت مفاوضہ کا شریک اور شرکت عنان کا شریک، وہ مکاتب پر قیاس کرتے ہیں، اور اجرت پر قیاس کرتے ہیں

تشریح: ماذون لہ التجارت والے غلام کو مکاتب کی طرح ان چار چیزوں کا اختیار ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے۔ (۱۔ غلام کو مال پر آزاد کرنا، ۲۔ خود غلام سے اس کی ذات کو بیچنا، ۳۔ اور اپنے غلام کا نکاح کرانا۔ ۴۔ اور اپنی باندی کا نکاح کرانا) تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کو اس کی اجازت نہیں ہے، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ماذون کو اپنی باندی کی شادی کرانے کا اختیار ہے

وجہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ماذون کو صرف تجارت کرنے کی اجازت ہے، اور باندی کا نکاح کرانا تجارت نہیں ہے اکتساب ہے، یعنی مبادلۃ المال بالمال نہیں ہے، بلکہ عضو دیکر مال کمانا ہے، مہر لینا ہے، اس لئے مکاتب کو اکتساب کا حق ہے اس لئے وہ کرے گا، اور ماذون کو اکتساب کا حق نہیں ہے اس لئے وہ نہیں کر پائے گا

اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مکاتب کی طرح، ماذون بالتجارت کا غلام، مضارب، شرکت مفاوضہ کا شریک، اور شرکت عنان کا شریک باندی کا نکاح کرا سکے گا

وجہ: (۱) ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ چاروں حضرات مکاتب کی طرح ہیں اور وہ باندی کا نکاح کرا سکتا ہے اس لئے یہ حضرات بھی نکاح کرا سکتے ہیں۔ (۲) یہ چاروں حضرات باندی کو اجرت پر رکھ سکتے ہیں اور پیسہ کما سکتے ہیں، اس لئے باندی کا نکاح کرا کر بھی مہر وصول کر سکتے ہیں، اور پیسہ کما سکتے ہیں۔

لغت: الماذون لہ: وہ غلام جس کو تجارت کرنے کی اجازت دی ہو، اس کو ماذون لہ غلام کہتے ہیں، اس کا تصرف بہت محدود ہوتا ہے، صرف تجارت کر سکتا ہے، یا باندی کو اجرت پر دے سکتا ہے، باندی کی شادی کروا کر مہر وصول نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ یہ تجارت نہیں، کسب ہے، اور ماذون لہ کو کسب کی اجازت نہیں ہے، صرف تجارت کی اجازت ہے، اور مکاتب کو کسب کی اجازت ہے، اس لئے وہ باندی کا نکاح بھی کروا سکتا ہے۔ التجارۃ: مال کے بدلے میں مال بیچے اس کو تجارت، کہتے ہیں، جیسے روپیہ

هُوَ قَاسَهُ عَلَى الْمُكَاتَبِ وَاعْتُبِرَهُ بِالْإِجَارَةِ ۲ وَلَهُمَا اَنَّ الْمَاذُوْنَ لَهُ يَمْلِكُ التِّجَارَةَ وَهٰذَا لَيْسَ بِتِجَارَةٍ فَاَمَّا الْمُكَاتَبُ يَمْلِكُ الْاِكْتِسَابَ وَهٰذَا اِكْتِسَابٌ ۳ وَلِاَنَّهُ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ فَيُعْتَبَرُ بِالْكِتَابَةِ دُوْنَ الْاِجَارَةِ اِذْ هِيَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ هٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ تَزْوِيْجَ الْعَبْدِ.

دیکر گائے خریدے۔ **الاجارۃ**: مال دیکر نفع وصول کرے، اس کو اجرت کہتے ہیں، جیسے روپیہ دیکر کھیت میں کام کروائے۔ **الکسب**: کسی بھی طریقے سے مال کمائی اس کو کسب کہتے ہیں، جیسے باندی کا نکاح کروا کر مہر وصول کرے، اس میں بضع کے بدلے میں مہر لینا ہوتا ہے، جو مبادلۃ المال بالمال نہیں ہے، بلکہ مبادلۃ المال بالعضو ہے، اس لئے کسب تجارت سے عام ہے۔ **المضارب**: زید کا پیسہ ہے، اور عمر اس سے تجارت کرتا ہے، اور نفع میں دونوں شریک ہیں، اس کو مضاربت کی تجارت کہتے ہیں۔ **الاجارۃ**: غلام کو اجرت پر رکھ کر اس سے پیسے کمانا۔ **شرکۃ مفاوضہ**: دو آدمی شرکت میں تجارت کریں، اور دونوں ایک دوسرے کے کفیل بھی ہوں اور وکیل بھی ہوں، یعنی ایک آدمی جو کچھ خریدے گا دوسرا آدمی اس کے پیسے دینے کا ذمہ دار ہوگا، یہ کفیل ہونا ہوا۔ اور ایک آدمی نے جو کام لیا، دوسرا آدمی اس کام کرنے کا بھی ذمہ دار ہوگا، یہ وکیل بننا ہوا۔ **شرکۃ عنان**: دو آدمی شرکت میں تجارت کریں، اور دونوں ایک دوسرے کے وکیل تو ہوں، لیکن کفیل نہ ہو بھی ہو، یعنی ایک آدمی نے جو کام لیا، دوسرا آدمی اس کام کرنے کا ذمہ دار ہوگا، یہ وکیل بننا ہوا لیکن پیسے دینے کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ ماذون غلام تجارت کا مالک ہے اور باندی کا نکاح کرانا تجارت نہیں ہے، اور مکاتب اکتساب کا مالک ہے اور یہ اکتساب ہے (اس لئے مکاتب اس اکتساب کا مالک ہوگا)

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ ماذون کو صرف تجارت کی اجازت ہے، جو مبادلۃ المال بالمال ہے، اور باندی کا نکاح کرانا تجارت نہیں ہے، کیونکہ اس میں مہر کے بدلے عوض کو بیچنا ہے، اس لئے اس کا حق نہیں ہوگا، اور یہ اکتساب، یعنی مال کمانا ہے، اس لئے مکاتب اس کا حقدار ہوگا۔

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ باندی کا نکاح کرانا مال کو بغیر مال کے (عوض) کے بدلے بدلنا ہے اس لئے مکاتب پر قیاس کیا جائے گا اجارہ پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اجرت مال کو مال کے بدکے میں بدلنا ہے، یہی وجہ ہے کہ اوپر کے یہ سب غلام کے نکاح کے مالک نہیں ہیں

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دوسری دلیل ہے کہ، اس کا حاصل یہ ہے کہ باندی کا نکاح کرانا مال کا مال کے ساتھ بدلنا نہیں ہے، بلکہ مال کا عضو کے ساتھ بدلنا ہے اس لئے مکاتب اس کا مالک ہوگا، ماذون اس کا مالک نہیں ہوگا۔ اور اس کو اجرت پر اس لئے قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ اجرت میں مال کو نفع کے ساتھ بدلنا ہوتا ہے، اور نفع ایک قسم کا مال ہے، اس لئے

﴿فصلٌ﴾ (١٢٤١) قَالَ وَاِذَا اشْتَرىٰ الْمُكَاتَبُ اَبَاهُ اَوْ اِبْنَهُ دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ ١ لِاَنَّهُ مِنْ اَهْلِ اَنْ يُّكَاتِبَ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِ الْاِعْتَاقِ فَيَجْعَلُ مَكَاتَباً تَحْقِيْقاً لِلصِّلَةِ بِقَدْرِ الْاِمْكَانِ اَلَا تَرىٰ اَنَّ الْحُرَّ مَتىٰ كَانَ يَمْلِكُ الْاِعْتَاقَ يَعْتِقُ عَلَيْهِ. ٢ وَاِنِ اشْتَرىٰ ذَا رَحْمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَاوْلَادَ لَهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي كِتَابَتِهِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ٣ وَقَالَا يَدْخُلُ اِعْتِبَاراً بِقَرَابَةِ الْاَوْلَادِ اِذْ وُجُوْبِ الصِّلَةِ يَنْتَظِمُهُمَا وَلِهٰذَا لَا

ماذون اس کا حقدار ہوگا ،لیکن باندی کے نکاح کرانے کا حقدار نہیں ہوگا

ترجمہ:(١٢٤١)اگر مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو وہ اس کی کتابت میں داخل ہو جائیں گے

ترجمہ:١ اس لئے کہ مکاتب اس بات کا اہل ہے کہ مکاتب بنائے چاہے وہ آزاد نہیں کر سکتا ہے، اس لئے صلہ رحمی کو ثابت کرنے کے لئے مکاتب کر دئے جائیں گے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ آزاد آدمی آزاد کرنے کا مالک ہوتا ہے تو خریدتے ہی آزاد ہو جاتا ہے۔

تشریح:مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو مکاتب کی طرح اس کا باپ اور بیٹا بھی کتابت میں داخل ہو جائیں گے

وجہ:(١)عن علیؓ قال ولدها بمنزلتها یعنی المکاتبة (سنن للبیہقی ، باب ولد المکاتب من جاریۃ وولد المکاتبۃ من زوجھا ج عاشر ،ص ٥٦٠ نمبر ٢١٦٩٩)(٢)عن شریح انه سئل عن ولد المکاتبة فقال ولدها مثلها ، ان عتقت عتقوا، وان رقت رقوا (مصنف عبد الرزاق ، باب المکاتب لایشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن ص ٣٦٨ نمبر ١٥٦٣٥)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مکاتب کی اولاد خریدنے کے بعد کتابت میں داخل ہوگی۔اور اسی طرح باپ بھی کتابت میں داخل ہوگا۔(٣) شریعت نے یہ رشتہ داری کی ہمدردی رکھی ہے کہ مکاتب اپنے اصول یا فروع کا مالک بنا تو وہ بھی مکاتب بن جائیں گے، جیسے آزاد آدمی نے اپنے اصول، یا فروع کو، یعنی باپ، یا بیٹے کو خریدا تو وہ بھی آزاد ہو جائیں گے، ویسے یہاں بھی ہوگا

ترجمہ:٢ اور اگر مکاتب نے ذی رحم محرم کو خریدا، جس میں پیدائشی رشتہ نہیں تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کتابت میں داخل نہیں ہوگا

تشریح :مکاتب نے ایسے رشتہ دار کو نہیں خریدا جس سے یہ پیدا ہوا ہے، یا اس سے وہ پیدا ہوا ہے، یعنی باپ، یا بیٹے کو، لیکن وہ ذی رحم محرم ہیں، مثلا بھائی، یا بہن کو خریدا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ مکاتب نہیں بنیں گے

وجہ:(١) مکاتب کو آزاد کرنے کا حق نہیں ہے، اس کا حق محدود ہے، اس لئے اصول اور فروع کو تو مکاتب بنا سکے گا، اس سے آگے بڑھ کر بھائی بہن کو مکاتب نہیں بنا سکے گا۔(٢) اوپر کے قول تابعی میں تھا کہ اولاد مکاتب بنیں گے، بھائی کے بارے میں نہیں تھا، اس لئے بھائی مکاتب نہیں بن پائے گا

ترجمہ :٣ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ پیدائشی قرابت پر قیاس کرتے ہوئے (بھائی، بہن وغیرہ) بھی کتابت میں داخل ہوں گے، اس لئے کہ صلہ رحمی کا وجوب ان کو بھی شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ آزاد ہونے میں دونوں میں فرق نہیں ہے

يَفْتَرِقَانِ فِي الْحُرِّ فِي حَقِّ الْحُرِّيَّةِ ؎ وَلَهُ اَنَّ لِلْمُكَاتَبِ كَسباً لَا مِلْكاً غَيْرَ اَنَّ الْكَسبَ يَكْفِي لِلصِّلَةِ فِي الْوِلَادِ حَتّٰى اَنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْكَسْبِ يُخَاطِبُ بِنَفَقَةِ الْوَلَدِ وَلَا يَكْفِي فِي غَيْرِهِمَا حَتّٰى لَاتَجِبُ نَفْقَةُ الْاَخِ اِلَّا عَلَى الْمُوْسِرِ ؎ وَلِاَنَّ هٰذِهٖ قَرَابَةٌ تَوَسَّطَتْ بَيْنَ بَنِى الْاَعْمَامِ وَقَرَابَةِ الْوِلَادِ فَاَلْحَقْنَاهَا بِالثَّانِى فِي الْعِتْقِ وَبِالْاَوَّلِ فِي الْكِتَابَةِ ؎ وَهٰذَا اَوْلٰى لِاَنَّ الْعِتْقَ اَسْرَعُ نُفُوْذاً مِنَ الْكِتَابَةِ حَتّٰى اَنَّ اَحَدُ الشَّرِيْكَيْنِ اِذَا كَاتَبَ كَانَ لِلْآخَرِ فَسْخَهُ وَاِذَا اَعْتَقَ لَايَكُوْنُ لَهُ فَسْخَهُ.

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مکاتب نے بھائی اور بہن وغیرہ کو خریدا تو وہ بھی کتابت میں داخل ہوں گے، جس طرح اصول اور فروع داخل ہوتے ہیں

وجہ:(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بھی رشتہ دار ہیں، تو جس طرح آزاد آدمی بھائی، بہن کو خریدتا تو وہ آزاد ہو جاتے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے مکاتب بھی ان کو خریدے گا تو یہ لوگ اس کے تابع ہو کر مکاتب بن جائیں گے۔

ترجمہ: ؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب کو صرف کسب (کمانے) کا حق ہے مالک بننے کا حق نہیں ہے، یہ اور بات ہے کہ پیدائشی رشتے میں کسب کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ جو کمانے پر قادر ہو وہ والدین اور بچے کے نفقے کا مخاطب ہے، اس کے علاوہ میں کافی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مالدار کے علاوہ بھائی پر نفقہ واجب نہیں ہے

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے یہاں بھائی مکاتب نہیں بنے گا اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ مکاتب کو کسب یعنی کمانے کا حق دیا گیا ہے، غلام کے مالک بننے کا حق نہیں دیا گیا ہے، اس لئے پیدائشی رشتہ دار (والدین، اور اولاد) کو مکاتب بنا سکے گا، بھائی اور بہن کو نہیں ہے، پھر کسب پر ایک مثال دے رہے ہیں کہ آدمی کسب کرتا ہو تو ماں، باپ، اور اولاد کا نفقہ لازم ہوتا ہے، بھائی کا نہیں، اسی طرح مکاتب کو کسب کا حق ہے اس لئے والدین اور اولاد کو مکاتب بنا سکے گا بھائی کو نہیں

ترجمہ: ؎ امام ابوحنیفہؒ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ قرابت چچا کی اولاد، اور پیدائشی رشتہ داری میں مشترک ہے اس لئے ہم نے چچا کی اولاد کو آزادگی میں شامل کیا، اور پیدائشی رشتہ داروں کو کتابت میں شامل کیا

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مکاتب صرف اولاد اور والدین کو مکاتب بنا سکے گا، اس کی دوسری وجہ بیان کر رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ رشتہ دار کا سلسلہ لمبا ہے، اس میں چچا زاد بھائی وغیرہ بھی شامل ہیں، اس لئے جہاں مالک بنتے ہی آزاد ہونے کا تھا وہاں چچا زاد بھائیوں کو شامل کر لیا، اور جہاں صرف مکاتب بنانے کا تھا وہاں صرف اولاد اور والدین کو شامل کیا ہے

ترجمہ: ؎ اور اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ کتابت سے زیادہ آزادگی نافذ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ دو شریک میں سے ایک نے اگر مکاتب بنایا تو دوسرا شریک اس کو فسخ کروا سکتا ہے، اور اگر آزاد کر دیا تو دوسرا شریک اس کو فسخ نہیں کروا سکتا ہے

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی تیسری دلیل ہے، کہ اگر ایک غلام میں دو آدمی شریک ہیں، اور ایک نے اپنے حصے کو آزاد کیا تو دوسرا شریک اس کو توڑ وا نہیں سکتا، کیونکہ وہ حصہ تو آزاد ہو چکا ہے، یہ آزادگی اتنی تیز ہے، اس لئے اس کا دائرہ وسیع ہے، لیکن اگر ایک شریک نے اپنے حصے کو مکاتب بنا دیا تو دوسرا شریک اس کو توڑوا سکتا ہے، اور اس کا حصہ مکاتب سے دوبارہ غلام بن

(۱۲۴۲) قَالَ وَإِذَا اشْتَرَىٰ أُمَّ وَلَدِهِ دَخَلَ وَلَدُهَا فِي الْكِتَابَةِ وَلَمْ يَجُزْ بَيْعُهَا ۱؎ وَمَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مَعَهَا وَلَدُهَا أَمَّا دُخُولُ الْوَلَدِ فِي الْكِتَابَةِ فَلِمَا ذَكَرْنَاهُ وَأَمَّا امْتِنَاعُ بَيْعِهَا فَلِأَنَّهَا تَبَعٌ لِلْوَلَدِ فِي هٰذَا الْحُكْمِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا ۲؎ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا وَلَدٌ فَكَذَالِكَ الْجَوَابُ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَؒ وَمُحَمَّدٍؒ لِأَنَّهَا أُمُّ وَلَدٍ ۳؎ خِلَافاً لِأَبِي حَنِيْفَةَ وَلَهُ أَنَّ الْقِيَاسَ أَنْ يَجُوزُ بَيْعُهَا وَإِنْ كَانَ مَعَهَا وَلَدٌ لِأَنَّ

جائے گا، چونکہ مکاتب کا دائرہ کم ہے اس لئے مکاتب اپنے چچازاد بھائیوں اور بہنوں کا مالک بنے گا تو وہ لوگ مکاتب کے تابع ہوکر مکاتب نہیں بنیں گے

ترجمہ:(۱۲۴۲) اور اگر اپنی ام ولد کو خریدا تو اس کی اولاد کتابت میں داخل ہو جائے گی، اور اب ام ولد کو بیچنا جائز نہیں ہے

ترجمہ:۱؎ اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ ام ولد کے ساتھ اس کا بچہ بھی ہو تو ام ولد کو بیچنا جائز نہیں ہوگا، بچہ کتابت میں داخل ہو گا اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا (کہ بچہ باپ کے ساتھ ہوگا)، اور ماں کو بیچنا اس لئے ممتنع ہے کہ وہ حکم میں بچے کے تابع ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بچے نے ماں کو آزاد کر دیا

تشریح: یہاں دو احکام ہیں، ایک یہ کہ ایسی باندی دوسرے کی تھی، اس مکاتب نے اس سے نکاح کیا تھا، اس سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے، اب اس باندی کو خریدا تو چونکہ پہلے سے اس کا بچہ موجود ہے، تو اس باندی کو خریدتے ہی مکاتب کی ام ولد بن گئی، اور اس کا بیچنا جائز نہیں رہا، اور دوسرا حکم یہ ہے کہ یہ بچہ باپ کے ساتھ آقا کی کتابت میں داخل ہو گیا، اور اس بچے میں بھی آزادگی کا شائبہ آجائے گا

وجہ:۔(۱) ام ولد کو تو اس لئے بیچ نہیں سکتا کہ اس میں بچے کی وجہ سے آزادگی کا شائبہ آچکا ہے، حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال ذكرت ام ابراهيم عند رسول الله ﷺ فقال اعتقها ولدها ۔(ابن ماجۃ شریف، باب امھات الاولاد ص، نمبر ۲۵۱۶) اس حدیث میں ہے کہ بچے کی وجہ سے ام ولد آزاد ہو گئی۔(۲) اور بچہ باپ کے ساتھ مکاتب میں اس لئے داخل ہو گیا کہ قول صحابی میں ہے کہ بچہ باپ کے ساتھ مکاتب میں داخل ہوگا۔ عن علیؓ قال ولدها بمنزلتها يعنى المكاتبة (سنن للبیہقی، باب ولد المکاتب من جاریۃ وولد المکاتبۃ من زوجھا ج عاشر ص ۵۶۰ نمبر ۲۱۶۹۹)(۳) عن شريح انه سئل عن ولد المكاتبة فقال ولدها مثلها، ان عتقت عتقوا، وان رقت رقوا (مصنف عبد الرزاق، باب المکاتب لا یشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن ص ۳۶۸ نمبر ۱۵۶۳۵) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مکاتب کی اولاد خریدنے کے بعد کتابت میں داخل ہوگی۔

ترجمہ:۲؎ اور اگر ام ولد کے ساتھ بچہ نہیں ہے تو بھی یہی جواب ہے کہ (اس ام ولد کا بیچنا جائز نہیں ہے) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے قول میں، اس لئے کہ وہ ام ولد ہے

تشریح: صاحبینؒ کی رائے یہ ہے کہ ام ولد کے ساتھ بچہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں ام ولد کو بیچنا جائز نہیں ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مکاتب کی ام ولد ہے چاہے اس کے ساتھ بچہ نہ ہو، اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہوگا

كَسْبَ الْمُكَاتَبِ مَوْقُوْفٌ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ مَالَايَحْتَمِلُ الْفَسْخَ اِلَّا اَنَّهٗ يَثْبُتُ هٰذَا الْحَقُّ فِيْمَا اِذَا كَانَ مَعَهَا وَلَدٌ تَبَعاً لِثُبُوْتِهٖ فِي الْوَلَدِ بِنَاءً عَلَيْهِ وَبِدُوْنِ الْوَلَدِ لَوْ ثَبَتَ يَثْبُتُ اِبْتِدَاءً وَالْقِيَاسُ يَنْفِيْهِ
(۱۲۴۳) وَاِنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ مِّنْ اَمَةٍ لَهٗ دَخَلَ فِيْ كِتَابَتِهٖ ا لِمَا بَيَّنَّا فِي الْمُشْتَرِيْ فَكَانَ حُكْمُهٗ كَحُكْمِهٖ
(۱۲۴۴) وَكَسْبُهٗ لَهٗ ا لِاَنَّ كَسْبَ الْوَلَدِ كَسْبُ كَسْبِهٖ

ترجمه : ۳ امام ابوحنیفہؒ اس کے خلاف ہیں (یعنی ام ولد کے ساتھ بچہ نہ ہوتو اس کو بیچنا جائز ہے)، ان کی دلیل یہ ہے کہ، قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ام ولد کو بیچنا جائز ہے چاہے اس کے ساتھ بچہ ہو، اس لئے کہ مکاتب کا کسب موقوف ہے، اس لئے اس کے ساتھ ایسی چیز متعلق نہیں ہوگی جو فسخ کا احتمال نہیں رکھتی ہو، لیکن اگر اس ام ولد کے ساتھ بچہ ہوتو بچے کے تابع ہوکر یہ آزادگی کا حق ملے گا، اور بغیر بچے کے آزادگی کا حق ثابت کریں تو ابتداء ثابت کرنا پڑے گا جو ہے نہیں

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ ام ولد کے ساتھ بچہ نہ ہوتو بیچ سکتا ہے

وجه: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ مکاتب کے یہاں رہتے ہوئے بچہ ہوتب بھی باندی کو بیچ سکتا ہے، کیونکہ خود مکاتب کی آزادگی خطرے میں ہے، کیونکہ مکاتب سب مال کتابت ادا کرے گا تب آزاد ہوگا، اور نہ کر سکا تو پھر لوٹ کر غلام ہوجائے گا، توجب مکاتب دوبارہ غلام بن سکتا ہے، تو اس کی ام ولد کو کیسے مکمل آزادگی مل جائے گی؟ اس لئے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ بچہ ہو پھر بھی ام ولد کو بھی مکاتب کی طرح بیچی جا سکتی ہے، لیکن اس کے ساتھ بچہ ہوتو حدیث کی بنیاد پر آزدگی کا شائبہ آئے گا، اور نہیں بیچی جائے گی، لیکن اگر اس کے ساتھ بچہ نہ ہوتو بیچی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے

لغت: لان کسب المکاتب موقوف: اس کا مطلب یہ ہے کہ مکاتب پوری کتابت ادا کرے گا تب آزاد ہوگا، اور پوری کتابت ادا نہیں کر سکا تو واپس غلام بن جائے گا، اس لئے مکاتب کی آزادگی موقوف ہے، اور اس کا کسب بھی موقوف ہے۔ اس لئے اس موقوف پر ام ولد کی پوری آزادگی نہیں دی جا سکتی ہے

ترجمه: (۱۲۴۳) مکاتب کی باندی سے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ باپ کی کتابت میں داخل ہوجائے گا

ترجمه : ا اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیا (کہ ام ولد کو خریدا تو بچہ مکاتب بن جائے گا) اسی طرح یہاں بھی وہی حکم ہوگا (کہ بچہ باپ کی کتابت میں داخل ہوجائے گا)

تشریح : زید مکاتب تھا، اس کے پاس باندی تھی اس سے قانوناً وطی تو نہیں کر سکتا تھا، لیکن وطی کر لی، اور بچہ پیدا ہوگیا، اور اس کے نسب کا بھی زید نے دعوی کر دیا تو یہ بچہ بھی باپ کی طرح اصل آقا کا مکاتب بن جائے گا، اور اس میں بھی آزادگی کا شائبہ آجائے گا

وجه: پہلے گزر چکا ہے کہ اپنی ام ولد کو خریدا تو بچہ آقا کا مکاتب بن جائے گا، یہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔ (۲) قول صحابی گزر چکا ہے کہ ماں مکاتبہ ہے تو بچہ کا بھی وہی حال ہوگا، وہ بھی مکاتب ہوجائے گا

ترجمه (۱۲۴۴) اور اس بچے کی کمائی باپ کے لئے ہوگی

٢ وَيَكُوْنُ كَذَالِکَ قَبْلَ الدَّعْوَةِ فَلا يَنْقَطِعُ بِالدَّعْوَةِ اِخْتِصَاصُهُ
(١٢٤٥) وَكَذَالِکَ اِنْ وَلَدَتِ الْمُكَاتَبَةُ وَلَداً ١ لِاَنَّ حَقَّ اِمْتِنَاعِ الْبَيْعِ ثَابِتٌ فِيْهَا مُؤَكَّداً فَيَسْرىٰ اِلَى الْوَلَدِ كَالتَّدْبِيْرِ وَالْاِسْتِيْلَادِ.

ترجمہ ١ اس لئے کہ بیٹے کی کمائی باپ کے لئے ہوتی ہے

وجہ: اس حدیث میں ہے۔قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال ان ابی اجتاح مالی فقال انت ومالک لابیک، و قال رسول اللہ ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من اموالھم۔(ابن ماجۃ شریف، باب ما للرجل من مال ولدہ،ص،نمبر ۲۲۹۲)اس حدیث میں ہے کہ اولاد کا مال باپ کی کمائی ہے

ترجمہ: ٢ نسب کے دعوی سے پہلے اس غلام کی کمائی باپ کے لئے تھی تو نسب کے دعوی کے بعد یہ حق منقطع نہیں ہوگا

تشریح: اگر مکاتب نسب کا دعوی نہیں کرتا تو یہ بچہ مکاتب کا غلام ہوتا، اور اس غلام کی کمائی مکاتب کے لئے ہوتی، اس لئے نسب کے دعوی کے بعد بھی جب یہ بچہ مکاتب بن گیا تب بھی اس بچے کی کمائی باپ کے لئے ہوگی، کیونکہ حقیقت میں یہ مکاتب کا ہی غلام ہے

لغت: فلا ینقطع بالدعوی اختصاصہ: والد کے دعوی کے بعد جو پہلے خصوصیت تھی کہ اس بچے کی کمائی اسی مکاتب کے لئے تھی، کیونکہ یہ اس کا غلام تھا، تو نسب کے دعوی کے بعد بھی یہ خصوصیت ختم نہیں ہوگی، اور کمائی باپ کے لئے ہی ہوگی۔

ترجمہ: (١٢٤٥) ایسے ہی مکاتبہ عورت نے بچہ دیا تو ایسے ہی اس کا بچہ بھی مکاتب ہو جائے گا

ترجمہ: ١ اس لئے بیع کے منع ہونے کا حق اس مکاتبہ میں زیادثابت ہے تو یہ حق بچے میں بھی سرایت کرے گا، جیسے مدبر کا بچہ مدبر ہوتا ہے، اور ام ولد کا بچہ آزاد ہوتا ہے

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ ماں، یا باپ میں جو صفت ہوگی اولاد میں بھی وہی صفت آجائے گی۔

تشریح: مکاتبہ عورت تھی اس کا بچہ ہوا، چاہے حلال طریقے سے ہوا ہو یا حرام طریقے سے، تو یہ بچہ بھی ماں کے تابع ہو کر آقا کا مکاتب بن جائے گا، کیونکہ اس مکاتبہ میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے، اس لئے بچے میں بھی آزادگی کا شائبہ آئے گا، دوسری وجہ یہ ہے کہ ماں مدبر ہو تو اولاد بھی مدبر ہوتی ہے، اور ماں ام ولد ہو تو بچہ آزاد ہو جاتا ہے، اسی طرح مکاتبہ ہو تو بچہ بھی مکاتب بن جائے گا،

وجہ: (١) اس قول صحابی میں ہے۔عن علیؓ قال ولدھا بمنزلتھا یعنی المکاتبۃ (سنن للبیہقی، باب ولد المکاتب من جاریۃ وولد المکاتبۃ من زوجھا ج عاشر ص ٥٦٠ نمبر ٢١٦٩٩) (٢) عن شریح انہ سئل عن ولد المکاتبۃ فقال ولدھا مثلھا، ان عتقت عتقوا، وان رقت رقوا (مصنف عبد الرزاق، باب المکاتب لا یشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن ص ٣٦٨ نمبر ١٥٦٣٥) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ماں مکاتبہ ہو تو اس کا بچہ بھی مکاتب ہی ہوگا۔

(١٢٤٦) قَالَ وَمَنْ زَوَّجَ اَمَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ ثُمَّ كَاتَبَهُمَا فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَلَداً دَخَلَ فِي كِتَابَتِهَا وَكَانَ كَسْبُهُ لَهَا لِ لِاَنَّ تَبْعِيَّةَ الْاُمِّ اَرْجَحُ وَلِهٰذَا يَتْبَعُهَا فِي الرِّقِّ وَالْحُرِّيَّةِ

(١٢٤٧) قَالَ وَاِنْ تَزَوَّجَ الْمُكَاتَبُ بِاِذْنِ مَوْلَاهُ اِمْرَأَةً زَعَمَتْ اَنَّهَا حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَلَداً ثُمَّ اسْتَحَقَّتْ فَاَوْلَادُهَا عَبِيْدٌ وَلَا يَأْخُذُهُمْ بِالْقِيْمَةِ وَكَذَالِكَ الْعَبْدُ يَأْذَنُ لَهُ الْمَوْلٰى بِالتَّزْوِيْجِ وَهٰذَا

لغت: موکدا: صاحب ہدایہ نے موکدا، اس لئے کہا کہ قول صحابی میں ہے مکاتبہ کی اولا دمکاتب ہوتی ہے

ترجمہ: (١٢٤٦) اگر آقا نے اپنے غلام کی اپنی باندی سے شادی کرائی پھر دونوں کو مکاتب بنایا اور ان سے بچہ پیدا ہوا تو بچہ ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور اس کی کمائی ماں کے لئے ہوگی۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ ماں کا تابع بننا زیادہ راجح ہے، غلام بننے میں بھی اور آزاد ہونے میں بھی

تشریح: اس مسئلہ میں ماں باپ دونوں ایک ہی آقا کے غلام باندی ہیں اور دونوں مکاتب ہیں اس لئے سوال پیدا ہوا کہ بچہ کس کی کتابت میں داخل کریں تو مصنف نے فرمایا کہ ماں کی کتابت میں داخل ہوگا۔

وجہ: (١) پہلے گزر چکا ہے کہ غلام اور آزاد ہونے میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی مکاتب ہونے میں بچہ ماں کے تابع ہوگا (٢) اس قول تابعی میں بھی بچہ مکاتبہ ہی کے تابع قرار دیا تھا۔ عن شريح انه سئل عن ولدالمكاتبة فقال ولدها مثلها ان عتقت عتقوا و ان رقت رقوا (مصنف عبدالرزاق، باب المکاتب لایشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن ص ٣٨٦ نمبر ١٥٦٣٥) اس قول تابعی میں بچے کو مکاتبہ ماں کے تابع کیا۔

ترجمہ: (١٢٤٧) اور اگر آقا کی اجازت سے مکاتب نے ایک ایسی عورت سے نکاح جو یہ کہتی ہے کہ میں آزاد ہوں، پھر اس عورت سے بچہ پیدا ہوا، پھر وہ عورت کسی اور کی باندی نکل گئی، تو اس کی اولاد غلام ہوں گی، اور ان اولاد کو قیمت سے بھی مکاتب نہیں لے سکے گا، یہی حال ہے غلام کو آقا نے نکاح کی اجازت دی (اور اس کی بیوی باندی نکل گئی تو اپنی اولاد کو قیمت سے نہیں خرید پائے گا) ، یہ بات امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس مکاتب کی اولاد قیمت دے کر آزاد ہوگی

تشریح: یہ مسئلہ ایک اصول پر ہے، وہ یہ ہے کہ۔ اگر آزاد آدمی نے عورت سے نکاح کیا جس نے یہ کہا تھا کہ میں آزاد ہوں، لیکن بعد میں وہ باندی نکلی، اس اعتبار سے اس کی اولاد غلام ہونی چاہئے، کیونکہ عورت باندی ہو تو اولاد اس کی تابع ہو کر غلام، باندی ہوتی ہے، لیکن یہاں قول صحابی میں ہے کہ آزاد باپ کو یہ حق ہوگا بچے کی قیمت دیکر اس کو آزاد کرا لے، اور جس نے دھوکا دیا ہے اس سے بچے کی قیمت وصول کرے۔ اس کے لئے (١) قول صحابی یہ ہے۔ عن علی فی رجل اشتری جارية فولدت منه اولادا ثم اقام الرجل البينة انها له قال ترد عليه ويقوم عليه ولدها فيغرم الذى باعه بما عز وهان (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یشتری الجاریۃ فتلد منہ ثم یقیم الرجل البینۃ انھا لہ، ج ۴، ص ٣١٤، نمبر ٢٠٥٤٠) (٢) قول تابعی یہ ہے۔ عن سليمان بن يسار ان امة اتت قوما فغرتهم وزعمت انها حرة فتزوجها رجل

عِنْدَ اَبِى حَنِيْفَةَ وَاَبِى يُوْسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ اَوْلَادُهَا اَحْرَاراً بِالْقِيْمَةِ ۱؎ لِاَنَّهُ شَارَكَ الْحُرَّ فِى سَبَبِ ثُبُوْتِ هٰذَا الْحَقِّ وَهُوَ الْغُرُوْرُ وَهٰذَا لِاَنَّهُ مَارَغِبَ فِى نِكَاحِهَا اِلَّا لِيَنَالَ حُرِّيَّةَ الْاَوْلَادِ ۲؎ وَلَهُمَا اَنَّهُ مَوْلُوْدٌ بَيْنَ رَقِيْقَيْنِ فَيَكُوْنُ رَقِيْقاً وَهٰذَا لِاَنَّ الْاَصْلَ اَنَّ الْوَلَدَ يَتْبَعُ الْاُمَّ فِى الرِّقِّ وَالْحُرِّيَّةِ وَخَالَفْنَا هٰذَا الْاَصْلِ فِى الْحُرِّ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَهٰذَا لَيْسَ فِى مَعْنَاهُ لِاَنَّ حَقَّ الْمَوْلٰى هُنَاكَ مَجْبُوْرٌ بِقِيْمَةٍ نَاجِزَةٍ وَهٰهُنَا بِقِيْمَةٍ مُتَاَخِّرَةٍ اِلٰى مَابَعْدَ الْعِتَاقِ فَيَبْقىٰ عَلَى الْاَصْلِ فَلَايَلْحَقُ بِهٖ.

فولد منه اولاد فوجدوها امة فقضى عمر بقيمة اولادها فى كل مغرور غرة (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الامۃ تزعم انھا حرۃ، ج ۴، ص ۳۶۱، نمبر ۲۱۰۶۰) ان قول صحابی میں ہے کہ باندی نے آزاد آدمی کو دھوکا دیکر نکاح کیا تو آزاد آدمی لڑکے کی قیمت دیکر آزاد شمار کیا جائے گا، اور یہ قیمت دھوکا دینے والے سے باپ وصول کرے گا

لیکن یہاں تو نکاح کرنے والا مکاتب ہے جس کے پاس پیسہ تو ہے، لیکن یہ پیسہ اولاد خریدنے کے لئے نہیں ہے آقا کے لئے کمائی کے لئے ہے، یا اگر غلام ہے تو سارا پیسہ آقا کا ہے اس لئے اگر ان کو اولاد خریدنے کی اجازت دی جائے تو آزاد ہونے کے بعد پیسہ دے گا، ابھی نہیں دے پائے گا

اس لئے اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی رائے ہے کہ اولاد کو خریدنے کا حق نہیں دیا جائے، کیونکہ ان کے پاس پیسہ ہی نہیں ہے۔ اور امام محمدؒ کی رائے ہے کہ ان کو آزاد باپ کی طرح اولاد خریدنے کا حق دیا جائے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ مکاتب باپ آزادگی کے حق کو ثابت کرنے میں آزاد کے ساتھ شریک ہو گیا ہے، اور وہ دھوکا ہونا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کو آزاد پانے کے لئے عورت کے نکاح میں رغبت کی ہے

تشریح: امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب کو دھوکا ہوا ہے، اس کو عورت کے کہنے پر یہ امید تھی کہ اس کا بیٹا آزاد ہوگا، تو جس طرح آزاد باپ کو دھوکا ہوا ہو تو اس کو بیٹا خرید کر آزاد کرنے کا حق ہوتا ہے، اسی طرح اس مکاتب باپ، اور غلام باپ کو بھی بیٹے کی قیمت ادا کر کے آزاد کرانے کا حق ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ دو غلام اور باندی کے درمیان بچہ پیدا ہوا ہے اس لئے بچہ غلام ہی ہوگا، اور اس کی اصل یہ ہے کہ بچہ آزاد ہونے اور غلام ہونے میں ماں کے تابع ہوتا ہے، لیکن باپ آزاد ہو تو ہم نے اجماع صحابہ کی وجہ سے اس کی مخالفت کی ہے، اور باپ مکاتب ہو تو یہ آزاد باپ کے درجے میں نہیں ہے، اس لئے باپ آزاد ہو تو آقا کا حق فوری رقم دیکر پورا کیا جا سکتا ہے، اور وہاں، یعنی باپ مکاتب ہو تو اس کے آزاد ہونے کے بعد قیمت ادا کرے گا، اس لئے اصل قاعدے پر رہے گا (یعنی بچہ ماں کے تابع ہو کر غلام ہی رہے گا، اور مکاتب کو آزاد کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائے گا

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی دلیل ہے۔ لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے، کہ بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، یہاں ماں باندی ہے اس لئے بچہ ماں کے تابع ہو کر اس کے آقا کا غلام ہوگا، لیکن باپ آزاد ہوتا تو فورا آقا کو قیمت ادا کر کے بھرپائی کر دی جاتی اور بچہ آزاد ہو جاتا، لیکن باپ مکاتب ہے تو ابھی اس بچے کی قیمت ادا نہیں کر پائے گا، وہ جب زمانے کے بعد

(۱۲۴۸) قَالَ وَاِنْ وَطِيءَ الْمُكَاتَبُ اَمَةً عَلىٰ وَجْهِ الْمِلْكِ بِغَيْرِ اِذْنِ الْمَوْلىٰ ثُمَّ اسْتَحَقَّهَا رَجُلٌ فَعَلَيْهِ الْعُقْرُ يُؤْخَذُ بِهٖ فِي الْكِتَابَةِ وَاِنْ وَطِيَهَا عَلىٰ وَجْهِ النِّكَاحِ لَمْ يُؤْخَذْ بِهٖ حَتّٰى يَعْتِقَ وَكَذَالِكَ الْمَاذُوْنُ لَهٗ ١ وَوَجْهُ الْفَرقِ اَنَّ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ ظَهَرَ الدَّيْنُ فِي حَقِّ الْمَوْلىٰ لِاَنَّ التِّجَارَةَ وَتَوَابِعَهَا دَاخِلَةٌ تَحْتَ الْكِتَابَةِ وَهٰذَا الْعُقْرُ مِنْ تَوَابِعِهَا لِاَنَّهٗ لَوْلاَ الشِّرَاءُ لَمَاسَقَطَ الْحَدُّ وَمَالَمْ يَسْقُطِ الْحَدُّ

آزاد ہوگا تب قیمت ادا کرے گا، اس لئے اس مکاتب کو آزاد باپ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس لئے یہ بچہ غلام ہی رہے گا

ترجمه :(۱۲۴۸) اگر مکاتب نے بغیر آقا کی اجازت کے اپنی مملوکہ سے وطی کی، پھر یہ باندی کسی دوسرے کی مستحق نکل گئی (کسی اور کی باندی نکل گئی) تو مکاتب پر عقر لازم ہوگا، اور مکاتب رہتے ہوئے یہ عقر لیا جائے گا۔اور اگر یہ مکاتب نکاح کر کے وطی کرتا تو آزاد ہونے کے بعد اس مکاتب سے مہر لیا جائے گا۔یہی حال ماذون غلام کا ہوگا

لغت : عقر: باندی سمجھ کر وطی کر لی، بعد میں پتہ چلا کہ اس کی باندی نہیں ہے اب اس پر وطی کی قیمت لازم ہوئی، اس کو، عقر، کہتے ہیں۔نکاح کی وجہ سے وطی کی اس وطی کی قیمت کو، مہر، کہتے ہیں۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مکاتب، یا ماذون غلام کا عقر، تجارت میں سے ہے، اس لئے مکاتب رہتے ہوئے مال کتابت سے ادا کرے گا۔اور مہر تجارت میں سے نہیں ہے، اس لئے آزاد ہونے کے بعد مہر ادا کرے گا، عقر، اور مہر میں یہ فرق ہے

تشریح: مکاتب نے باندی خریدی تھی، اور آقا کی اجازت کے بغیر اس سے وطی کر لی، بعد میں کسی نے اس پر دعوی کیا، اور یہ باندی اس کی ہوگئی، جس کی بنا پر اس پر وطی کی قیمت عقر لازم ہوگیا تو یہ عقر مکاتب رہتے ہوئے ادا کرے گا، اسی طرح ماذون غلام نے باندی خریدی، اور اس سے وطی کی، بعد میں وہ باندی کسی کی نکل گئی، اور اس پر عقر لازم ہوگیا تو یہ عقر ماذون رہتے ہوئے ادا کرے گا

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ عقر تجارت کے تابع ہے، اس لئے جب آقا نے کتابت کرنے، یا تجارت کرنے کی اجازت دی تو گویا کہ عقر دینے کی بھی اجازت دی ہے، اس لئے ماذون کے وقت میں اور مکاتب کے وقت میں ادا کریں گے

اور اگر مکاتب یا ماذون آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر کے وطی کی تو اس کا مہر تجارت میں سے نہیں ہے اور آقا کی اجازت بھی نہیں ہے، اس لئے مہر آزاد ہونے کے بعد ادا کرے گا، ابھی ادا نہیں کرے گا۔عقر، اور مہر میں یہ فرق ہے، جو یہاں بیان کر رہے ہیں

ترجمه :١ عقر اور مہر میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ، پہلا (یعنی عقر) کے حق میں آقا کے حق میں دین ظاہر ہوا، اس لئے کہ تجارت ہو یا اس کے تابع ہو کتابت میں داخل ہے، اور عقر کتابت کے توابع میں سے ہے، اس لئے کہ عقر لازم نہ کرتے تو حد ساقط نہیں ہوتی، اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تک عقر واجب نہ ہو حد ساقط نہیں ہوتی ہے۔لیکن دوسری فصل (یعنی مہر آقا کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا، اس لئے کہ نکاح کرنا کمانا نہیں ہے اس لئے کتابت مہر کو شامل نہیں ہے، جیسے کفالہ کتابت کو شامل نہیں ہوتی ہے، (اور جب مہر کتابت کو شامل نہیں ہے اس لئے مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد مہر ادا کرے گا، پہلے نہیں)

تشریح: اس لمبی عبارت کی کچھ تشریح پہلے آچکی ہے، کہ عقر تجارت میں سے ہے اس لئے آقا نے جب کتابت کی، یا تجارت

لَا يَجِبُ الْعَقْرُ اَمَّا لَمْ يَظْهَرْ فِي الْفَصْلِ الثَّانِي لِاَنَّ النِّكَاحَ لَيْسَ مِنَ الْاِكْتِسَابِ فِي شَيْءٍ فَلَا يَنْتَظِمُهُ الْكِتَابَةُ كَالْكَفَالَةِ.

(١٢٤٩) قَالَ وَاِذَا اشْتَرىٰ الْمُكَاتَبُ جَارِيَةً شِرَاءً فَاسِداً ثُمَّ وَطِيَهَا فَرَدَّهَا اُخِذَ بِالْعَقْرِ فِي الْمُكَاتَبَةِ وَكَذَالِكَ الْعَبْدُ الْمَأْذُوْنُ لَهُ لِ لِاَنَّهُ مِنْ بَابِ التِّجَارَةِ فَاِنَّ التَّصَرُّفَ تَارَةً يَقَعُ صَحِيْحاً وَمَرَّةً يَقَعُ فَاسِداً وَالْكِتَابَةُ وَالْاِذْنُ يَنْتَظِمَانِهِ بِنَوْعَيْهِ كَالتَّوْكِيْلِ فَكَانَ ظَاهِراً فِيْ حَقِّ الْمَوْلىٰ.

کی اجازت دی تو گویا کہ عقر کی قیمت ادا کرنے کی بھی اجازت دی، کیونکہ عقر تجارت کے توابع میں سے ہے، اس لئے مکاتب رہتے ہوئے اس کو ادا کرے گا۔ اور نکاح کا مہر تجارت میں سے نہیں ہے، اس لئے مکاتب پر یا ماذون پر مہر لازم ہوا تو آزاد ہونے کے بعد ادا کرے گا، پہلے نہیں، ہاں آقا کی اجازت سے نکاح کرتا تو پہلے ادا کرسکتا تھا۔ جیسے مکاتب آقا کی اجازت کے بغیر کسی کے مال کا کفیل بن جائے تو مکاتب اس مال کو آزاد ہونے کے بعد ادا کرے گا، کیونکہ یہ تجارت کے تابع میں سے نہیں ہے، ایسے ہی مہر کا معاملہ بھی ہوگا

ترجمہ: (١٢٤٩) مکاتب نے تجارت فاسدہ کے ذریعہ سے باندی خریدی، پھر اس سے وطی کی، پھر اس باندی کو واپس کر دیا، تو مکاتبت کی حالت ہی میں اس کا عقر ادا کیا جائے گا، ایسے ہی ماذون غلام نے (بیع فاسد میں باندی خریدی، اور وطی کی تو اس کا عقر بھی غلام رہتے ہوئے ادا کرے گا)

ترجمہ: لے اس کی وجہ یہ ہے کہ عقر بھی تجارت کے باب میں سے ہے، اس لئے کہ تجارت کا تصرف کبھی صحیح ہوتا ہے، اور کبھی فاسد ہوتا ہے، اور کتابت، اور تجارت کی اجازت دینا ان دونوں تصرفوں کو شامل ہیں،

اصول: یہ ہے کہ کتابت میں صحیح تجارت اور فاسد تجارت دونوں کی اجازت ہوتی ہے، اس لئے تجارت فاسدہ سے کوئی نقصان ہوا ہو تو اس کو بھی مکاتب ہونے کی حالت ہی میں ادا کرے گا، بعد میں نہیں

تشریح: مکاتب نے، یا ماذون غلام نے شراء فاسد سے باندی خریدی، پھر اس سے وطی کی، پھر چونکہ شراء فاسد تھی اس لئے باندی کو بائع کے پاس واپس کردی، اب مکاتب پر، یا ماذون پر عقر لازم ہوا تو یہ عقر بھی مکاتبت کے زمانے میں ادا کرے گا

وجہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا نے جب مکاتب بنایا تو دونوں قسم کی تجارت کی اجازت ہوئی، صحیح کی بھی اور فاسد کی بھی، اس لئے فاسد تجارت کی وجہ سے عقر لازم ہوا تو چونکہ پہلے سے اس کی اجازت ہے اس لئے اس عقر کو زمانہ کتابت میں ادا کرے گا، آزادگی کے بعد تک جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: ٢ے جیسے کسی کو خریدنے کا وکیل بنایا تو شراء فاسد کا بھی اختیار ہوتا ہے، اور شراء صحیح کا بھی وکیل ہوتا ہے (ایسے مکاتب میں بھی شراء صحیح، اور شراء فاسد دونوں کے اختیار ہوں گے) اس لئے آقا کے حق میں عقر ظاہر ہوگا

فصلٌ: (١٢٥٠) قَالَ وَاِذَا وَلَدَتِ الْمُكَاتَبَةُ مِنَ الْمَوْلٰى فَهِيَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ تْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ وَاِنْ شَاءَ تْ اَعْجَزَتْ نَفْسَهَا وَصَارَتْ اُمُّ وَلَدٍ لَهُ لِ لِاَنَّهَا تَلَقَّتْهَا جِهَتَا حُرِّيَّةً عَاجِلَةً بِبَدْلٍ وَآجِلَةٌ بِغَيْرِ بَدَلٍ فَتَخَيَّرُ بَيْنَهُمَا

(١٢٥١) وَنَسَبَ وَلَدَهَا ثَابِتٌ مِنَ الْمَوْلٰى وَهُوَ حُرٌّ لِ لِاَنَّ الْمَوْلٰى يَمْلُكُ الْاِعْتَاقَ فِي وَلَدِهَا

تشریح:واضح ہے

ترجمہ :(۱۲۵۰)اگر مکاتبہ نے آقا سے بچہ دیا تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو کتابت پر برقرار رہے اور چاہے تو اپنے آپ کو عاجز کرے اور آقا کی ام ولد بن جائے۔

ترجمہ :لِ اس لئے کہ اس باندی نے آزادگی کے دو جہت حاصل کئے، ایک بدل دیکر جلدی سے، اور دوسرا بغیر بدل کے تاخیر سے، تو دونوں کا اختیار دیا جائے گا

تشریح :باندی مکاتبہ تھی اس سے آقا نے جماع کیا اور بچہ پیدا ہوا تو یہ ام ولد بن گئی۔اب اس کے لئے دو اختیار ہیں۔یا تو کتابت پر برقرار رہے اور مال کتابت ادا کر کے مولی کی زندگی میں جلدی آزاد ہو جائے۔اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ اپنے آپ کو مال کتابت سے عاجز کرے اور خالص ام ولد بن جائے تا کہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے۔

وجہ:یہ باندی مکاتب بھی ہے اور ام ولد بھی اس لئے اس کو دونوں اختیار ہیں۔

ترجمہ:(۱۲۵۱) اور اس کے بچے کا نسب آقا سے ثابت ہوگا، اور بچہ آزاد ہوگا

ترجمہ :لِ اس لئے کہ آقا اپنے مکاتبہ کے بچے کو آزاد کرنے کا مالک ہے، اور مکاتبہ میں جو آقا کی ملکیت ہے وہ ام ولد کے دعوی کرنے کے لئے کافی ہے

تشریح :یہاں دو باتیں یاد رکھیں، ۱۔ایک تو یہ ہے کہ مکاتبہ پر آقا کی ملکیت ابھی بھی ہے، اس بنیاد پر مکاتبہ سے جو بچہ پیدا ہوگا، اس کو آزاد کر سکتا ہے، کیونکہ مکاتبہ، اور اس کی اولاد پر آقا کی ملکیت ابھی بھی ہے۔۲۔دوسری بات یہ ہے کہ مکاتبہ بننے کے بعد اس کی جو شرم گاہ ہے اس پر آقا کا تصرف اتنا نہیں رہا، یہ تصرف ناقص ہو گیا، بلکہ وہ مکاتبہ کے قبضے میں آچکی ہے، اب اگر اس کو استعمال کریگا تو آقا کو وطی کی قیمت دینی ہوگی، تا کہ اس کو جمع کر کے مکاتبہ مال کتابت ادا کر سکے، اس تصرف کے نقص کی وجہ سے شبہ تھا کہ مکاتبہ کی اولاد کو آقا آزاد کر سکتا ہے یا نہیں، تو اس بارے میں مصنف نے فرمایا کہ آقا کی ملکیت مکاتبہ پر ہے، اور اس کی اولاد پر بھی ہے اس لئے وہ مکاتبہ کی اولاد کو آزاد کر سکتا ہے

وجہ :(۱) یہ پہلے گزر چکا ہے کہ مکاتبہ پر مال کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہے تب بھی وہ آقا کی ملکیت میں ہے۔ حدیث یہ ہے۔**عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده عن النبی ﷺ قال المکاتب عبد ما بقی علیه من مکاتبته درهم** (ابوداؤد شریف، باب فی المکاتب یؤ دی بعض کتابته فیعجز او یموت، ص ۱۹۱، نمبر ۳۹۲۶) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

وَمَالَهُ مِنَ الْمِلْكِ يَكْفِىْ لِصِحَّةِ الْاِسْتِيْلَادِ بِالدَّعْوَةِ ٢ وَاِذَا مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ اَخَذَتِ الْعَقْرُ مِنْ مَوْلَاهَا لِاخْتِصَاصِهَا بِنَفْسِهَا وَبِمَنَافِعِهَا عَلٰى مَا قَدَّمْنَاهُ ٣ ثُمَّ اِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى عَتِقَتْ بِالْاِسْتِيْلَادِ وَسَقَطَ عَنْهَا بَدْلُ الْكِتَابَةِ ٤ وَاِنْ مَاتَتْ هِىَ وَتَرَكَتْ مَالًا تُؤَدِّى مِنْهُ مُكَاتَبَتُهَا وَمَا بَقِىَ مِيْرَاثٌ لِاِبْنِهَا جَرْيًا عَلٰى مُوْجَبِ الْكِتَابَةِ ٥ فَاِنْ لَمْ تَتْرُكْ مَالًا فَلَا سِعَايَةَ عَلَى الْوَلَدِ لِاَنَّهُ حُرٌّ

جب تک کتابت کی پوری رقم ادا نہیں کر دیتا وہ آقا کا غلام ہے (۲) اور قول تابعی میں ہے کہ وطی کرے گا تو مکاتبہ کو اس کا مہر دینا ہوگا۔ عن الثوری فی الذی یغشی مکاتبته قال لها الصداق ویدرأ عنها الحد (مصنف عبد الرزاق، باب لا یباع المکاتب الا بالعروض والرجل یطأ مکاتبته ج ثامن ص ۴۲۸ نمبر ۱۵۸۰۸) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ آقا اپنی مکاتبہ سے وطی کرے تو اس کو اس کا مہر دینا ہوگا۔ اس سے یہ قاعدہ بھی نکلا کہ مکاتبہ مال اور جان میں اجنبیہ کی طرح ہے

ترجمہ :۲ اگر مکاتبہ ام ولد نہیں بنی بلکہ کتابت پر ہی رہی تو آقا کی وطی کرنے پر اس سے عقر وصول کرے گی، اس لئے کہ مکاتبہ کی جان اس کی اپنی ہوگئی اور اس کا نفع بھی اپنا ہوگیا، جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے

وجہ: اس قول تابعی میں ہے کہ وطی کرے گا تو مکاتبہ کو اس کا عقر دینا ہوگا۔ عَنِ الثَّوْرِيِّ فِي الَّذِي يَغْشَى مُكَاتَبَتَهُ قَالَ: لَهَا الصَّدَاقُ، وَيُدْرَأُ عَنْهَا الْحَدُّ اسْتَكْرَهَهَا أَوْ طَاوَعَتْهُ، وَتُخَيَّرُ الْمُكَاتَبَةُ إِذَا وَلَدَتْ، فَإِنْ شَائَتْ كَانَتْ أُمَّ وَلَدٍ، وَخَرَجَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا، وَإِنْ شَائَتْ أَدَّتْ كِتَابَتَهَا وَلَمْ تَكُنْ أُمَّ وَلَدٍ، فَإِنِ اخْتَارَتْ أَنْ تَكُونَ مُكَاتَبَةً، ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تُؤَدِّيَ كِتَابَتِهَا عُتِقَت (مصنف عبد الرزاق، باب لا یباع المکاتب الا بالعروض والرجل یطأ مکاتبته ج ثامن ص ۴۲۸ نمبر ۱۵۸۰۸) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ آقا اپنی مکاتبہ سے وطی کرے تو اس کو اس کا مہر دینا ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آقا کا پہلے انتقال ہو جائے تو ام ولد ہونے کی وجہ سے آزاد ہو جائے گی، اور چونکہ اب آزاد ہو چکی ہے اس لئے مال کتابت دینے کی ضرورت نہیں رہی، یہاں کے سارے مسئلے اسی قول تابعی پر متفرع ہیں

ترجمہ:۳ پھر اگر آقا کا انتقال ہو گیا تو ام ولد ہونے کی وجہ سے آزاد ہو جائے گی، اور اس سے بدل کتابت ساقط ہو جائے گی

تشریح :اس باندی میں دو حیثیتیں ہیں، مکاتبہ بننے کی بھی اور ام ولد بننے کی بھی، اس لئے دونوں حیثیتوں سے اس کو حقوق ملیں گے، چنانچہ اگر مال کتابت ادا کرنے سے پہلے آقا کا انتقال ہو گیا تو ام ولد ہونے کی وجہ سے یہ آزاد ہو جائے گی، اور آزاد ہونے کی وجہ سے مال کتابت ساقط ہو جائے گا

ترجمہ :۴ اور اگر ام ولد مری اور اتنا مال چھوڑی کہ مال کتابت ادا کر سکے تو کتابت ادا کر دی جائے گی، اور اس سے کچھ باقی رہ گیا تو وہ اس کے بیٹے کے لئے میراث ہوگی، کتابت کے احکام پر جاری کرتے ہوئے،

تشریح: واضح ہے

ترجمہ:۵ اور اگر ام ولد نے مال نہیں چھوڑا تو لڑکے پر سعی نہیں ہے، اس لئے کہ وہ تو پہلے ہی سے آزاد ہو چکا ہے

ﮯ وَلَوْ وَلَدَتْ وَلَداً آخرَ لَمْ يَلْزِمِ الْمَوْلٰى اِلَّا اَنْ يَّدَّعِيْ لِحُرْمَةِ وَطْيِهَا عَلَيْهِ فَلَوْ لَمْ يَدَّعِ وَمَاتَتْ مِنْ غَيْرِ وَفَاءٍ سَعىٰ هٰذَا الْوَلَدِ لِاَنَّهُ مُكَاتَبٌ تبعاً لَهَا ےِ فَلَوْمَاتَ الْمَوْلٰى بَعْدُ ذَالِكَ عَتِقَ وَبَطَلَ عَنْهُ السِّعَايَةُ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ اُمِّ الْوَلَدِ اِذْ هُوَ وَلَدُهَا فَيَتْبَعُهَا.

(١٢٥٢) قَالَ وَاِذَا كَاتَبَ الْمَوْلٰى اُمَّ وَلَدِهٖ جَازَ لِ لِحَاجَتِهَا اِلىٰ اِسْتِفَادَةِ الْحُرِّيَّةِ قَبْلَ مَوْتِ الْمَوْلٰى وَذَالِكَ بِالْكِتَابَةِ وَلَا تَنَافِيْ بَيْنَهُمَا لِاَنَّهُ تَلَقَّتْهَا جِهَتَا حُرِّيَّةٍ

(١٢٥٣) فَاِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى عَتِقَتْ بِالْاِسْتِيْلَادِ (لِتَعَلُّقِ عِتْقِهَا بِمَوْتِ السَّيِّدِ) وَسَقَطَ عَنْهَابَدَلُ الْكِتَابَةِ لِ لِاَنَّ الْغَرْضَ مِنْ اِيْجَابِ الْبَدَلِ الْعِتْقِ عِنْدَالْاَدَاءِ فَاِذَا عَتِقَتْ قَبْلَهُ لَايُمْكِنُ تَوْفِيْرَ الْغَرْضِ

تشریح:واضح ہے

ترجمہ: ۶ اور اگراس ام ولد نے دوسرا بچہ جنا تو آقا پر اس کا نسب لازم نہیں ہوگا مگر یہ کہ آقا اس کے نسب کا دعوی کرے، اس لئے کہ اس مکاتبہ سے آقا کی وطی حرام ہے، پس اگر آقا نے اس دوسرے بچے کے نسب کا دعوی نہیں کیا اور مکاتبہ بغیر مال کتابت پورا کئے مرگئی تو یہ دوسرا بچہ سعی کرے گا، اس لئے یہ ماں کے تابع ہوکر مکاتب ہے

تشریح: یہاں یہ یاد رکھیں، کہ یہ باندی مکاتبہ ہے اس لئے اس سے آقا کی وطی کی گنجائش اتنی نہیں ہے، اس لئے دوسرا بچہ پیدا ہوا تو جب تک آقا یہ دعوی نہ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے، اس وقت تک اس دوسرے بچے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا، اور بچہ آزاد بھی نہیں ہوگا، اب اگر ماں مکاتبہ مال کتابت پورا کئے بغیر مرگئی تو یہ بچہ چونکہ ماں کے تابع ہوکر مکاتب ہے اس لئے اپنی قیمت کی سعی کر کے آقا کو دے گا، اور آزاد ہوگا

ترجمہ: ۷ اور اگر مکاتبہ کے مرنے کے بعد آقا مر گیا تو یہ دوسرا بچہ آزاد ہوجائے گا، اور اس سے سعایہ ختم ہوجائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بچہ ام ولد کے درجے میں ہے، کیونکہ یہ ام ولد کا بچہ ہے، اس لئے اسی کے تابع ہوگا (اور آقا کے مرنے سے ام ولد آزاد ہوجاتی ہے، اسی طرح یہ دوسرا بچہ بھی آزاد ہوجائے گا)

تشریح:واضح ہے

ترجمہ:(١٢٥٢) اگر آقا نے اپنے ام ولد کو مکاتب بنایا تو جائز ہے

ترجمہ: ۱ کیونکہ ام ولد کو اس کی ضرورت ہے کہ آقا کے مرنے سے پہلے آزادگی حاصل کرلے، اور یہ مکاتب بنانے سے ہوگا، اور ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، اس لئے کہ باندی نے آزادگی کے جہت حاصل کئے ہیں

تشریح: ام ولد آقا کی باندی ہے اس لئے اس کو مکاتب بنا سکتا ہے تا کہ مال کتابت ادا کر کے آقا کی زندگی میں آزاد ہوجائے۔ کیونکہ ام ولد آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوگی۔

ترجمہ: (١٢٥٣) پس اگر آقا کا انتقال ہوگیا تو مکاتبہ ام ولد ہونے کی وجہ سے آزاد ہوجائے گی (اس لئے کہ آقا کے انتقال پر مکاتبہ کی آزادگی معلق تھی) اور اس ام ولد سے بدل کتابت ساقط ہوجائے گی

عَلَيْهِ فَسَقَطَ وَبَطَلَتِ الْكِتَابَةُ لِاِمْتِنَاعِ اَبْقَائِهَا مِنْ غَيْرِ فَائِدَةٍ ۲؎ غَيْرُ اَنَّهُ تَسَلَّمَ لَهَا الْاِكْسَابُ وَالْاَوْلَادُ لِاَنَّ الْكِتَابَةَ اِنْفَسَخَتْ فِي حَقِّ الْبَدَلِ وَبَقِيَتْ فِي حَقِّ الْاَوْلَادِ وَالْاِكْسَابِ لِاَنَّ الْفَسْخَ لِنَظَرِهَا وَالنَّظْرُ فِيمَا ذَكَرْنَا

(۱۲۵۴) وَلَوْ اَدَّتِ الْمُكَاتَبَةُ قَبْلَ مَوْتِ الْمَوْلٰى عَتَقَتْ بِالْكِتَابَةِ ۱؎ لِاَنَّهَا بَاقِيَةٌ.

(۱۲۵۵) قَالَ وَاِنْ كَاتَبَ مُدَبَّرَتَهُ جَازَ ۱؎ لِمَا ذَكَرْنَا مِنَ الْحَاجَةِ وَلَا تُنَافِي اِذِ الْحُرِّيَّةُ غَيْرُ ثَابِتَةٍ

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ بدل کتابت واجب کرنے کی غرض اس کی ادائیگی کے وقت آزاد ہونا تھا، پس جب اس کے پہلے ہی آزاد ہوگئی تو مال کتابت کی ادائیگی کی غرض رکھنا ممکن نہیں رہا اس لئے مال کتابت ساقط ہو جائے گا، اور کتابت بھی باطل ہو جائے گی، کیونکہ اب بغیر فائدہ کتابت باقی رکھنا ہے

تشریح: یہ عورت مکاتب بھی تھی اور ام ولد بھی تھی، اس لئے آقا کا انتقال ہو گیا تو اب ام ولد ہونے کی وجہ سے آزاد ہوگئی، اس لئے اب مال کتابت ادا کرنے کی ضرورت نہیں رہی ہے، کیونکہ مال کتابت ادا کرنے کی ضرورت آزاد ہونے کے لئے تھی، اب یہ آزاد ہوگئی ہے، اس لئے مال کتابت ادا کرنے کی ضرورت ہی کیا رہی۔

ترجمہ: ۲؎ یہ اور بات ہے کہ اس ام ولد کو اس کا کمایا ہوا مال دے دیا جائے گا، اور اس کی تمام اولاد بھی دے دی جائے گی، اس لئے کہ بدل کے حق میں کتابت فسخ کی گئی ہے، اور مال اور اولاد کے حق میں باقی رہی ہے، اس لئے کہ کتابت کا فسخ مکاتبہ کی مصلحت کے لئے ہے، اور مصلحت اسی میں ہے جو ہم نے بیان کی ہے

تشریح: کتابت تو ختم ہوگئی اور ام ولد آزاد بھی ہوگئی، اب اس دوران جو کچھ کمائی ہے وہ سب اس ام ولد کو ملے گی، کیونکہ یہ اس کا مال ہے، اور جو بچے ہیں چاہے اس آقا سے ہوں یا دوسرے سے وہ سب آزاد ہو جائیں گے، کیوکہ یہ تمام بچے ام ولد کے بچے ہیں، اس لئے جب ام ولد آزاد ہوئی تو اس کے تابع ہو کر اس کی اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔

وجہ: اس ام ولد کی کتابت اس لئے توڑی اور ام ولد کی حیثیت سے آزاد کیا تا کہ اس کی مصلحت کا سوچا جائے، اور اس کی مصلحت اسی میں ہے کہ اس کی کمائی ہوئی چیز میں اس کو مکاتب مانا جائے، اور اس کو دے دیا جائے، اس لئے مال اولاد کے حق اس ام ولد کو مکاتب مانا جائے گا

ترجمہ: (۱۲۵۴) اور اگر آقا کے مرنے سے پہلے اس مکاتبہ نے مال کتابت ادا کر دیا تو یہ عورت کتابت کی وجہ سے (آقا کی زندگی میں) آزاد ہو جائے گی

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ام ولد ہونے کے باوجود یہ مکاتبہ تو تھی ہی (اس لئے جلدی آزادگی دے دی جائے گی

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۲۵۵) اگر اپنے مدبرہ کو مکاتبہ بنایا تو جائز ہے۔

وَاِنَّمَا الثَّابِتُ مُجَرَّدُ الْاِسْتِحْقَاقِ

(۱۲۵۶) وَاِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهَا فَهِيَ بِالْخِيَارِ بَيْنَ اَنْ تَسْعٰى فِي ثُلُثَى قِيْمَتِهَا اَوْ جَمِيْعَ مَالِ الْكِتَابَةِ ١ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ ٢ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ تَسْعٰى فِي الْاَقَلِّ مِنْهُمَا

ترجمہ: ۱ پہلے میں نے ذکر کیا ہے کہ مدبرہ کو مکاتبہ بنانے کی ضرورت ہے، اور یہ آزادگی کے خلاف نہیں ہے، اس لئے کہ مدبرہ کی ابھی آزادگی ثابت نہیں ہے، یہ صرف آزاد ہونے کا حق ملا ہے (اور وہ بھی آقا کے مرنے کے بعد)

تشریح: ایسی باندی جس کو کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو اس لئے وہ مدبرہ ہوئی۔ اس کو اب مکاتبہ بھی بنا دیا تو آقا کے مرنے کے بعد اس کو دو اختیار ہیں۔ اگر آقا کے پاس مدبرہ کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو وصیت کی طرح مدبرہ کی ایک تہائی آزاد ہوگی اور دو تہائی وراثت میں تقسیم ہوگی اس لئے وہ دو تہائی سعایت کر کے ورثہ کو دے گی اور آزاد ہو جائے گی۔ اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ جتنا مال کتابت ہے وہ سب ادا کرے اور آزاد ہو جائے۔ مدبرہ کے لئے جس میں سہولت ہو وہ کر سکتی ہے۔

وجہ: عَنِ الثَّوْرِيِّ قَالَ: »إِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ أُمَّ وَلَدِهِ أَوْ مُدَبَّرَتَهِ فَمَا وَلَدَتَا مِنْ وَلَدٍ فَهُوَ بِمَنْزِلَتِهَا لَا يُبَاعُونَ، وَلَا يُوهَبُونَ، وَلَا يُورَثُونَ، فَإِنْ مَاتَ الَّذِي دَبَّرَ عَتَقَتْ وَعَتَقَ كُلُّ شَيْءٍ وَلَدَتْ بَعْدَمَا دُبِّرَتْ وَكَانَتِ الْمُدَبَّرَةُ وَوَلَدُهَا مِنَ الثُّلُثِ (مصنف عبد الرزاق، باب اولاد المدبرة، ج ۹، ص ۱۴۶، نمبر ۱۶۶۹۴) اس قول تابعی میں ہے کہ مدبرہ کی ایک تہائی آزاد ہوگی۔ (۲) آقا کا یہ کہنا کہ میرے مرنے کے بعد یہ آزاد ہے یہ وصیت ہے، اور وصیت کا قاعدہ یہ ہے کہ کوئی مال نہ ہو تو اس باندی کی ایک تہائی آزاد ہوگی

ترجمہ: (۱۲۵۶) پس اگر آقا مر جائے اور اس مدبرہ کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو مدبرہ کو اختیار ہے اس بات کا کہ اپنی قیمت کی دو تہائی کی سعایت کرے یا پورے مال کتابت کو ادا کرے۔

ترجمہ: ۱ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے

تشریح: پہلے یہ مدبرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی تہائی آزاد ہونی تھی، اب اس کو آقا نے مکاتب بھی بنایا، اور آقا کا انتقال ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں یہ ہے کہ یا تو مدبرہ ہونے کی وجہ سے اپنی تہائی قیمت سعی کر کے ورثہ کو دے، یا پھر یہ جو کتابت کا مال ہے، یہ بھی مدبرہ کی دو تہائی ہی کے بدلے میں ہے اس لئے اپنی پوری مال کتابت ادا کرے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں میں سے ایک کا اختیار ہے

وجہ: دو تہائی کی سعی اس لئے کہ وہ مدبرہ بھی ہے جس کی وجہ سے اس کی ایک تہائی آزاد ہو چکی ہے۔ اور پوری مال کتابت اس لئے کہ یہ پوری مال کتابت گویا کہ دو تہائی ہی کے بدلے میں طے ہوئی ہے، اس لئے دونوں کا اختیار ہے

لغت: دبر: مدبر بنایا، سعت: سعایت کی، قیمت کما کر دے۔

ترجمہ: ۲ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں میں (مال کتابت، یا دو تہائی قیمت میں سے) جو کم ہو وہ ادا کرے گی،

٣؎ وَقَالَ مُحَمَّدٌ تَسْعىٰ فِي الْاَقَلِّ مِنْ ثُلُثَىْ قِيْمَتِهَا وَثُلُثَىْ بَدْلَ الْكِتَابَةِ ٤؎ فَالْخِلَافُ فِي الْخِيَارِ وَالْمِقْدَارِ فَابُوْيُوْسُفَ مَعَ اَبِى حَنِيْفَةَ فِي الْمِقْدَارِ وَمَعَ مُحَمَّدٍ فِى نَفْيِ الْخِيَارِ ٥؎ اَمَّا الْخِيَارُ فَفرَّعُ

تشریح: مثلا مال کتابت آٹھ سو درہم ہے، اور باندی کی دوتہائی کی قیمت چھ سو درہم ہے تو چھ سو درہم جو کم ہے وہی ادا کرے گی

اصول یہاں ایک اصول یہ ہے کہ ایک اگر ایک تہائی آزاد ہوئی ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزادگی میں ٹکڑا ہوتا ہے، اس لئے ایک تہائی آزاد ہوگی، باقی دو تہائی باندی باقی رہے گی

اصول :اور صاحبینؒ کے نزدیک قاعدہ ہے کہ ایک تہائی آزاد ہوئی تو آزادگی میں ٹکڑا نہیں ہے، اس لئے پوری ہی آزاد ہو جائے گی، اب باندی باقی نہیں رہے گی، البتہ دو تہائی کی سعی کر کے ادا کرے گی۔ دونوں حضرات کے اصول میں یہ فرق ہے

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ تجزی نہ ہونے کی وجہ سے پوری باندی آزاد ہو چکی ہے، اس لئے جو کم ہوگا وہ ادا کرے گی، دونوں میں سے ایک کا اختیار نہیں ہوگا

ترجمہ :٣؎ امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ باندی کی قیمت کی دوتہائی کم ہو تو وہ سعی کرے، اور بدل کتابت جتنی تھی اس کی دو تہائی کم ہو تو وہ سعی کرے گی

تشریح :امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے قول کے درمیان فرق یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے یہاں دو تہائی، یا پوری بدل کتابت میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگا۔ اور امام محمدؒ کے یہاں باندی کی قیمت کی دو تہائی، یا پوری بدل کتابت کی دو تہائی میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی

وجہ :امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ مدبرہ ہونے کی وجہ سے باندی کی ایک تہائی آزاد ہو چکی ہے، اس لئے جب اس کے بعد بدل کتابت طے ہوئی تو پوری باندی کی بدل کتابت تھی، اور اس میں سے ایک تہائی آزاد ہو چکی ہے، اس لئے بدل کتابت میں سے بھی ایک تہائی کم ہو جائے گی، مثلا بدل کتابت چھ سو طے ہوئی تو اب چار سو ہی بدل کتابت ادا کرنی ہے، پوری بدل کتابت ادا نہیں کرنی ہے۔ یہ پیچیدہ حساب ہے اس کو یاد کرنے کی ضرورت ہے

ترجمہ: ٤؎ پس اختلاف اختیار میں ہے، اور مقدار میں ہے، حضرت امام ابو یوسف مقدار میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں (کہ دو تہائی لازم ہوگی، یا پوری بدل کتابت لازم ہوگی) اور اختیار نہیں ہے بلکہ کم والا لازم ہے، اس بارے میں امام محمدؒ کے ساتھ ہیں

تشریح: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا تھا کہ دو تہائی لازم ہوگی، یا پوری بدل کتابت لازم ہوگی، تو اس بارے میں امام ابو یوسفؒ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں، لیکن امام ابوحنیفہؒ نے یہ بھی فرمایا کہ دونوں میں سے ایک کو اختیار کر سکتی ہے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ دونوں میں سے ایک اختیار نہیں کر سکتی، بلکہ کم والا ہے لازم ہے،

امام محمد نے فرمایا تھا کہ مدبرہ کی قیمت کی دو تہائی دے، یا بدل کتابت کی دو تہائی دے، پوری بدل کتابت لازم نہیں ہوگی، اس بارے میں امام ابو یوسف پوری بدل کتابت لازم کرتے ہیں، البتہ جو کم ہو وہی لازم ہوگی

تُجزِ ی الْاِعْتَاقَ عِنْدَهُ لَمَّا تَجَزّٰی بَقِیَ الثُّلُثَانِ رَقِیْقاً وَقَدْ تَلَقَّتْهَا جِهَتَا حُرِّیَّةٍ بِبَدَلَیْنِ مُعَجَّلَةً بِالتَّدْبِیْرِ وَمُؤَجَّلَةً بِالْکِتَابَةِ فَتَخَیَّرُ. ۶؎ وَعِنْدَهُمَا لَمَّا عَتَقَ کُلُّهَا بِعِتْقِ بَعْضِهَا فَهِیَ حُرَّةٌ وَوَجَبَ عَلَیْهَا اَحَدُ الْمَالَیْنِ فَتَخْتَارُ الْاَقَلَّ لَا مُحَالَةَ فَلَا مَعْنًی لِلتَّخْیِیْرِ ۷؎ وَاَمَّا الْمِقْدَارُ فَلِمُحَمَّدٍ اَنَّهٗ قَابَلَ الْبَدَلَ بِالْکُلِّ وَقَدْ سَلِمَ لَهَا الثُّلُثُ بِالتَّدْبِیْرِ فَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ یَجِبَ الْبَدَلُ بِمُقَابَلَتِهٖ اَلَا تَرٰی اَنَّهٗ لَوْ سَلَّمَ لَهَا الْکُلُّ

ترجمہ :۵؎ بہرحال دونوں باتوں میں اختیار دینا یہ آزادگی کے ٹکڑے ہونے کی فرع ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزادگی ٹکڑا ہوسکتی ہے، اس لئے ایک تہائی آزاد ہوئی اور دو تہائی باندی باقی رہی، اور اس مدبرہ نے آزادگی کے دو جہتیں پائی، ایک مدبرہ رہے اور تاخیر سے (آقا کے مرنے کے بعد) آزاد ہو، اور دوسری بدل کتابت دے اور جلدی آزاد ہو جائے، اس لئے دونوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حق ہوگا

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کا قاعدہ گزر چکا ہے کہ انکے یہاں آزادگی کا ٹکڑا ہوسکتا ہے، اس لئے مدبرہ ہونے کی وجہ سے ایک تہائی آزاد ہوئی تو دو تہائی باندی باقی رہی، اب اس کو دو اختیار ملے، ایک یہ کہ بدل کتابت ادا کرے اور جلدی آزاد ہو جائے، اور دوسرا یہ کہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو، تو چونکہ دونوں اختیار ہیں، اس لئے اس کو حق ہوگا کہ جسکو چاہے اختیار کرے

ترجمہ :۶؎ اور صاحبینؒ کے یہاں بعض کے آزاد کرنے سے پورا ہی آزاد ہوگا، اور اس پر دو مال میں سے ایک لازم ہوگا، اس لئے لامحالہ کم مال کا اختیار دیا جائے گا، اس لئے اختیار کا کوئی معنی نہیں ہے

تشریح :صاحبین کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر مدبرہ ہونے کی وجہ سے ایک حصہ آزاد ہوئی تو پوری باندی آزاد ہو جائے گی، البتہ باقی دو تہائی کی قیمت ادا کر کے دے گی، اس لئے اس کو اختیار نہیں ہوگا بلکہ جو کم مال ہے وہی لازم ہوگا۔

ترجمہ :۷؎ بہرحال مقدار کے بارے میں امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ بدل کتابت کو کل کے مقابلے پر کیا ہے اور مدبرہ ہونے کی وجہ سے ایک تہائی تو آزاد ہو چکی ہے، اس لئے بدل کتابت کو پورے کے مقابلے پر کرنا محال ہے (اس لئے بدل کتابت کی دو تہائی ہی لازم ہوگی) اس کی ایک مثال یہ ہے کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر مدبرہ پوری محفوظ رہتی، مثلا تہائی مال میں سے وہ نکل جاتی تو کل بدل کتابت ساقط ہو جاتی، تو یہاں بھی بدل کتابت میں سے ایک تہائی ساقط ہو جائے گی، اور ایسا ہو جائے گا مکاتب بنانے کے بعد مدبر بنایا

تشریح :امام محمدؒ کی رائے تھی کہ بدل کتابت بھی پوری لازم نہیں ہوگی، بلکہ مدبرہ ہونے کی وجہ سے بدل کتابت میں بھی ایک تہائی ساقط ہو جائے گی، اور دو تہائی ہی لازم ہوگی

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ عورت پہلے سے مدبرہ ہے، اس لئے اس کی ایک تہائی آزاد ہے، اور بدل کتابت پوری باندی کے بدلے میں تھی، اور اس میں سے ایک تہائی آزاد ہے، تو بدل کتابت بھی ایک تہائی ساقط ہو جائے گی، اور دو تہائی ہی لازم ہوگی (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر آقا نے زیادہ وراثت چھوڑی ہو تو پوری مدبرہ آزاد ہوگی، مثلا مدبرہ کی قیمت

بِـاَنْ خَرَجَتْ مِنَ الثُّلُثِ يَسْقُطُ كُلَّ بَدَلِ الْكِتَابَةِ فَهُنَا يَسْقُطُ الثُّلُثُ فَصَارَ كَمَا اِذَا تَاَخَّرَ التَّدْبِيْرَ عَنِ الْكِتَابَةِ ٨ وَلَهُـمَـا اَنَّ جَـمِيْـعَ الْبَدْلِ مُقَابِلٌ بِثُلُثَىْ رَقْبَتِهَا فَلَا يَسْقُطُ مِنْهُ شَىْءٌ وَهٰذَا لِاَنَّ الْبَدْلَ وَاِنْ قُوْبِلَ بِالْكُلِّ صُوْرَةً وَصِيْـغَةً لٰكِنَّهٗ مُقَيِّدٌ بِمَاذَكَرْنَا مَعْنىً وَاِرَادَةٍ لِاَنَّهَا اسْتَحَقَّتْ حُرِّيَّةَ الثُّلُثِ ظَاهِراً وَالـظَّـاهِـرُ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَا يَلْتَزِمُ الْمَالَ بِمُقَابَلَةِ مَايَسْتَحِقُّ حُرِّيَّتَهٗ ٩ وَصَـارَ هٰذَا كَمَا اِذَا طَلَّقَ اِمْرَأَتَهٗ ثِـنْتَيْنِ ثُمَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثاً عَلٰى اَلْفٍ كَانَ جَمِيْعَ الْاَلْفِ بِمُقَابَلَةِ الْوَاحِدَةِ الْبَاقِيَّةِ لِدَلَالَةِ الْاِرَادَةِ كَذَا هٰهُنَا

ایک ہزار ہے، اور آقا نے تین ہزار وراثت میں چھوڑے ہیں تو پوری مدبرہ آزاد ہو جائے گی، اور کچھ بھی کمانا نہیں پڑے گا، اور یہ مکاتبہ ہے تو مال کتابت بھی کمانا نہیں پڑے گا، کیونکہ یہ آزاد ہو چکی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہی باندی چھوڑی ہے تو اس کی بھی مال کتابت میں ایک تہائی کم ہو جائے گی۔ (۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ پہلے مکاتبہ ہو پھر اس کو مدبرہ بنایا تو مال کتابت میں سے سب کے نزدیک ایک تہائی کم ہو جائے گی، تو یہاں بھی جب پہلے مدبرہ ہے، اور بعد میں مکاتبہ بنایا تو بھی مال کتابت میں سے ایک تہائی کم ہو جائے گی، مال کتابت میں سے ایک تہائی کم ہونے کی یہ تین دلیلیں ہیں

ترجمہ: ٨ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ پوری بدل کتابت مدبرہ کی دو تہائی ہی کے مقابلے میں ہے، اس لئے بدل کتابت میں سے کچھ ساقط نہیں ہوگا، بلکہ پورا بدل کتابت ہی دینا ہوگا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بدل کتابت اگر چہ صورت کے اعتبار سے اور صیغے کے اعتبار سے کل مدبرہ کے مقابلے میں ہے، لیکن یہ معنوی اعتبار سے، اور ارادہ کے اعتبار سے مقید ہے اس کے ساتھ (یعنی تہائی مدبرہ ہی کے مقابلے میں ہے) جو ہم نے ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مدبرہ ظاہری طور پر ایک تہائی آزادگی کی مستحق ہو چکی ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ جس چیز کی آزادگی حاصل ہو چکی اس کے لئے مال لازم نہیں کرتا (اس لئے مدبرہ نے پوری مال کتابت دو تہائی کے لئے ہی لازم کی ہے)

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اس مدبرہ کی ایک تہائی آزاد ہو چکی ہے، اس لئے پوری بدل کتابت اسی دو تہائی کے بدلے میں ہی ہے اس لئے پوری بدلے کتابت ہی ادا کرنی ہوگی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے اعتبار سے تو بدل کتابت پوری باندی کے بدلے میں ہے لیکن معنی اور ارادہ کے اعتبار سے دو تہائی ہی کے بدلے ہے، کیونکہ اس کی ایک تہائی تو آزاد ہو چکی ہے، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ مدبرہ نے جو مال کتابت اپنے اوپر لازم کی ہے وہ اسی دو تہائی کے بدلے میں ہے، اس لئے پوری مال کتابت لازم ہوگی

ترجمہ: ٩ اور ایسا ہو گیا کہ کسی نے اپنی بیوی کو دو طلاق دی، پھر ایک ہزار کے بدلے میں تیسری طلاق دی تو پورا ایک ہزار اس تیسری طلاق کے مقابلے پر ہے، ارادے کی دلالت کی وجہ سے، ایسے ہی یہاں ہوگا (کہ پورا مال کتابت باقی دو تہائی کے بدلے میں ہوگی، اس لئے پورا مال کتابت ادا کرنا ہوگا)

۱۰ بِخِلَافِ مَا اِذَا تَقَدَّمَتُ الْكِتَابَةُ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الَّتِي تَلِيْهِ لِاَنَّ الْبَدْلَ مُقَابِلٌ بِالْكُلِّ اِذْ لَا اِسْتِحْقَاقَ عِنْدَهُ فِي شَيْءٍ فَافْتَرَقَا.

(۱۲۵۷) قَالَ وَاِنْ دَبَّرَ مُكَاتَبَتِهِ صَحَّ التَّدْبِيْرُ لِمَا بَيَّنَّا وَلَهَا الْخِيَارُ اِنْ شَاءَ تْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ وَاِنْ شَاءَ تْ اَعْجَزَتْ نَفْسَهَا وَصَارَتْ مُدَبَّرَةً ۱ لِاَنّ الْكِتَابَةَ لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ فِي جَانِبِ الْمَمْلُوْكِ ۲ فَاِنْ مَضَتْ عَلٰى كِتَابَتِهَا فَمَاتَ الْمَوْلٰى وَلَامَالَ لَهُ غَيْرُهَا فَهِيَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ تْ سَعَتْ فِي ثُلُثَىْ مَالِ الْكِتَابَةِ اَوْ ثُلُثَىْ قِيْمَتِهَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَؒ ۳ وَقَالَا تَسْعٰى فِي الْاَقَلِّ مِنْهُمَا فَالْخِلَافُ فِي هٰذَا

تشریح:واضح ہے

ترجمہ :۱۰ بخلاف اگر پہلے مکاتب بنایا تھا پھر بعد میں مدبر بنایا تو بعد میں مدبر بنانے کی وجہ سے بدل کتابت میں سے ایک تہائی کم ہو جائے گی، یہ مسئلہ ابھی آرہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بدل کتابت پوری باندی کے مقابلے میں تھی، اس لئے کہ کتابت کی وجہ سے ابھی آزادگی کا استحقاق نہیں ہوا ہے (اس لئے اب مدبر بنانے کی وجہ سے ایک تہائی کتابت کم ہو جائے گی) اس لئے دونوں مسئلوں میں فرق ہو گیا

تشریح:یہ شیخین کی جانب سے امام محمدؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ مکاتب پہلے ہو پھر مدبر بنایا تو مال کتابت کی ایک تہائی کم ہو جائے گی، ایسے ہی مدبر پہلے ہو پھر مکاتب بنایا تو مال کتابت میں سے ایک تہائی کم ہونی چاہیے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ۔ پہلے مکاتب بنایا تو پوری مال کتابت پوری باندی کے بدلے میں ہے، اب بعد میں مدبرہ بنایا تو مدبر بنانے کی وجہ سے ایک تہائی مال کتابت کم ہو جائے گی، دونوں مسئلوں میں یہ فرق ہے

ترجمہ :(۱۲۵۷) اور اگر مکاتبہ کو مدبر بنایا تو مدبر بنانا صحیح ہے اور مدبرہ کو اختیار ہے چاہے کتابت پر بحال رہے اور چاہے تو اپنے آپ کو عاجز کرے اور مکمل مدبرہ بن جائے

ترجمہ:۱ اس لئے کہ مملوک کی جانب کتابت لازم نہیں ہے (اس لئے مکاتبہ کو آقا مدبرہ بنا سکتا ہے)

تشریح :پہلے سے مکاتبہ تھی اب آقا نے اس کو مدبرہ بنا دیا تو آقا ایسا کر سکتا ہے کیونکہ ابھی بھی آقا کی ملکیت میں ہے، اس لئے مکاتبہ کے بعد مدبرہ بنا سکتا ہے، اور آزادگی کے دونوں اختیار دے سکتا ہے

ترجمہ :۲ پس اگر کتابت پر برقرار رہی، اور آقا کا انتقال ہوا اور آقا کے پاس کوئی مال نہیں ہے تو مدبرہ کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو مال کتابت کی دو تہائی کی سعایت کرے یا اپنی قیمت کی دو تہائی کی سعایت کرے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

وجہ:مکاتبہ کو مدبرہ بنایا اور آقا کے پاس کوئی اور مال نہیں ہے تو مکاتبہ کی ایک تہائی آزاد ہوگی۔ کیونکہ وہ مدبرہ بھی تھی اس لئے اب وہ مال کتابت کی دو تہائی کے لیے سعایت کر کے ورثہ کو ادا کرے گی۔ یا مدبرہ ہونے کی حیثیت سے اس کی ایک تہائی آزاد ہوئی ہے اس لئے اپنی قیمت کی دو تہائی سعایت کر کے ورثہ کو ادا کرے گی۔

الْفَصْلِ فِي الْخِيَارِ بِنَاءٌ عَلىٰ مَا ذَكَرْنَا اَمَّا الْمِقْدَارُ فَمُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا.

(۱۲۵۸) قَالَ وَاِذَا عَتِقَ الْمَوْلىٰ مُكَاتَبَةً عَتِقَ بِاِعْتَاقِهٖ لِقِيَامِ مِلْكِهٖ فِيْهِ وَسَقَطَ بَدَلُ الْكِتَابَةِ ؎۱ لِاَنَّهُ مَا الْتَزَمَهُ اِلَّا مُقَابلاً بِالْعِتْقِ وَقَدْ حَصَلَ لَهُ دُوْنَهُ فَلاَ يَلْزَمُهُ ؎۲ وَالْكِتَابَةُ وَاِنْ كَانَتْ لَازِمَةٌ فِي جَانِبِ الْمَوْلىٰ وَلٰكِنَّهَا تَفُسُخُ بِرَضَاءِ الْعَبْدِ وَالظَّاهِرُ رَضَاهُ تَوَسُّلاً اِلٰى عِتْقِهٖ بِغَيْرِ بَدَلٍ مَعَ سَلاَمَةِ

ترجمہ :؎۳ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ دونوں میں سے جوکم ہواس کی سعی کرے گی، اس لئے اس مسئلے میں اختیار ہے اس بنیاد پر جوہم نے ذکر کیا، بہر حال مقدار کے بارے میں کہ (مال کتابت کی بھی دو تہائی ہی سعی کرے گی اس بارے میں اختلاف نہیں ہے) متفق ہیں اور اس کی وجہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

تشریح :صاحبین فرماتے ہیں کہ مدبرہ کی قیمت کی دو تہائی اور مال کتابت کی دو تہائی میں سے جو کم ہو وہ سعایت کر کے ورثہ کو ادا کرے گی۔

وجہ: چونکہ اس مدبرہ، مکاتبہ کو دونوں اختیار ہیں اس لئے دونوں میں سے جو کم ہو اسی کو ادا کرے گی۔

ترجمہ :(۱۲۵۸) اگر آقا اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو اس کے آزاد کرنے سے مکاتب آزاد ہو جائے گا (اس لئے کہ آقا کی ملکیت قائم ہے)۔ اور اس سے مال کتابت ساقط ہو جائیگا۔

ترجمہ :؎۱ اس لئے کہ مال کتابت آزاد ہونے کے لئے لازم کیا ہے، اور وہ ادا کئے بغیر حاصل ہو گیا اس لئے مال کتابت لازم نہیں ہوگا

وجہ :(۱) مکاتب ابھی بھی آقا کا غلام ہے اس لئے آقا اس کو ابھی بھی آزاد کر سکتا ہے۔ اس لئے اس کے آزاد کرنے سے مکاتب آزاد ہو جائے گا۔ اور مال کتابت اس لئے ادا کر رہا تھا کہ وہ آزاد ہو جائے۔ پس اب آزاد ہو گیا اس لئے مال کتابت ادا کرنے کی ضرورت نہیں رہی اس لئے مال کتابت ساقط ہو جائے گا (۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ مکاتبہ کو آزاد کر سکتا ہے۔ **فذكر ذلك لعائشة فذكرت عائشة ماقالت لها فقال اشتريها فاعتقيها ودعيهم يشترطوا ما شاء وا فاشترتها فاعتقتها واشترط اهلها الولاء** (بخاری شریف، باب اذا قال المکاتب اشترنی واعتقنی فاشتراہ لذلک ص ۳۴۹ نمبر ۲۵۶۵) اس حدیث میں حضرت بریرہ مکاتبہ کو خرید کر آزاد کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مکاتب کو آزاد کر سکتا ہے۔

ترجمہ :؎۲ وعدے کے مطابق کتابت اگر چہ آقا پر لازم ہے لیکن مکاتب کی رضامندی سے ٹوٹ سکتا ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ مکاتب کتابت توڑنے پر راضی ہے، کیونکہ اس کو بغیر بدل کتابت کے آزادگی مل رہی ہے، اور اس درمیان جو کچھ کمایا ہے وہ بھی مکاتب ہی کو ملے گا، کیونکہ کمائی لینے کے حق میں اس کی کتابت باقی رکھی ہے

تشریح : یہ ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ جب آقا نے مکاتب بنا دیا تو اس کے وعدہ کے مطابق اس کو مکاتب رکھنا ضروری ہے تو پھر آزاد کیسے کر سکتا ہے؟ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ آقا کی جانب تو وعدہ ہے لیکن مکاتب اپنی مرضی سے

اَلْاِکْسَابِ لَهُ لِاَنَّا نُبْقِی الْکِتَابَةَ فِیْ حَقِّهِ.

(۱۲۵۹) قَالَ وَاِنْ کَاتَبَهُ عَلٰی اَلْفِ دِرْهَمٍ اِلٰی سَنَةٍ فَصَالَحَهُ عَلٰی خَمْسِ مِائَةٍ مُعَجَّلَةٍ فَهُوَ جَائِزٌ اِسْتِحْسَاناً ۲؎ وَفِی الْقِیَاسِ لَا یَجُوْزُ لِاَنَّهُ اِعْتِیَاضٌ عَنِ الْاَجَلِ وَهُوَ لَیْسَ بِمَالٍ وَالدَّیْنُ مَالٌ فَکَانَ

کتابت توڑ سکتا ہے اور آزادگی لے سکتا ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ مکاتب اس پر راضی ہوگا، ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس کو بغیر کمائے مفت فوری آزادگی مل رہی ہے، اس پر کون راضی نہیں ہوگا، دوسری وجہ یہ ہے کہ مکاتب کے زمانے میں جو کچھ کمایا ہے وہ سب بھی مکاتب ہی کو ملے گا، تو اس کو لینے میں کیوں راضی نہیں ہوگا، اس لئے یہ طے ہے کہ مکاتب کی رضامندی سے کتابت ٹوٹی اور آزاد ہو گیا۔

لغت: لانا نبقی الکتابۃ فی حقہ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آزاد ہونے کے بعد بھی ہم مکاتب کو اس کی کمائی کے حق میں مکاتب مانتے ہیں، اور اس کی کمائی اس کو دیتے ہیں

ترجمہ: (۱۲۵۹) ایک سال کے لئے ایک ہزار پر مکاتب بنایا، پھر جلدی دینے کے وعدے پر پانچ سو پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے

ترجمہ: ۱؎ استحسانا

تشریح: یہاں صورت حال یہ ہے کہ پانچ سو درہم کے بدلے میں چھ مہینے کی مدت ہے، کیونکہ پہلے ایک ہزار ادھار تھا، اب اس کے بدلے پانچ سو نقد ہیں، اس لئے یہاں درہم کے بدلے درہم نہیں ہے، بلکہ درہم کے بدلے میں مدت ہے، اس لئے قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جائز نہ ہو، لیکن استحسانا اس کو جائز قرار دیا گیا ہے

وجہ: (۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ مکاتب کے پاس جو مال ہے وہ آقا ہی کا ہے اس لئے اپنے ہی پیسے میں کم بیش میں کوئی سود نہیں ہوا، اس لئے جائز قرار دے دیا ہے، اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ **کان ابن عباس یبیع عبدا له الثمرة قبل ان یبدو صلاحها وکان یقول لیس بین العبد وسیده ربا** (مصنف عبد الرزاق، باب لیس بین عبد وسیدہ والمکاتب وسیدہ ربا، ج ثامن، ص ۷۶ نمبر ۱۴۳۷۸/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۸ من قال لیس بین العبد وسیدہ ربا، ج رابع، ص ۲۷۸، نمبر ۲۰۰۳۴) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مولی اور اس کے غلام کے درمیان سود نہیں ہوتا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مکاتب کے حق میں مدت ایک قسم کا مال ہے، کیونکہ وہ ایک سال کی مدت ہی میں کما سکے گا، اس لئے گویا کہ یہاں مال کے بدلے میں پانچ سو کم کرایا، اس لئے سود نہیں ہوا، اور معاملہ جائز ہو گیا۔ (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ کتابت کا معاملہ بیع کی طرح نہیں ہے، بلکہ یہاں آقا کی جانب سے احسان ہے کہ کچھ رقم لیکر آزاد کر دیا، اس لئے ہزار کے بدلے میں پانچ سو لیا یہ بھی آقا کی جانب سے احسان ہی سمجھو، اس لئے اس کو جائز قرار دے دیا ہے۔ (۴) چوتھی وجہ یہ کہ شریعت یہ چاہتی ہے کہ غلام جلدی آزاد ہو جائے، اور کم سے کم رقم میں آزاد ہو، یہاں جلدی بھی ہے اور کم سے کم رقم بھی ہے اس لئے بھی سود کا شبہ ہونے کی وجہ سے جائز قرار دے دیا گیا، اور شریعت نے آزادگی دے دی۔

ترجمہ: ۲؎ اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ جائز نہ ہو اس لئے کہ درہم مدت کے بدلے میں کم کیا ہے، اور مدت مال نہیں ہے،

رِبوا وَهٰذالَايَجُوْزُ مِثْلُهُ فِى الْحُرِّ وَكَاتَبَ الْغَيْرَ ٣؎ وَجهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ الْاَجَلَ فِى حَقِّ الْمُكَاتَبِ مَالٌ مِنْ وَجْهٍ لِاَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْاَدَاءِ اِلَّا بِهٖ فَاَعْطىٰ لَهُ حُكْمَ الْمَالِ وَبَدْلُ الْكِتَابَةِ مَالٌ مِنْ وَجْهٍ حَتّٰى لَاتَصِحَّ الْكَفَالَةُ بِهٖ فَاعْتَدَلَا فَلَايَكُوْنُ رِبوا ٤؎ وَلَاَنَّ عَقْدَ الْكِتَابَةِ عَقْدٌ مِّنْ وَجْهٍ دُوْنَ وَجْهٍ وَالْاَجَلُ رِبوا مِنْ وَجْهٍ فَيَكُوْنُ شِبْهَةُ الشُّبْهِ ٥؎ بِخِلَافِ الْعَقْدِ بَيْنَ الْحُرَّيْنِ لِاَنَّهُ عَقْدٌ مِّنْ كُلِّ وَجْهٍ فَكَانَ رِبوا وَالْاَجَلُ فِيْهِ شُبْهَةٌ.

(١٢٦٠) قَالَ وَاِذَا كَاتَبَ الْمَرِيْضُ عَبْدَهُ عَلىٰ اَلْفَىْ دِرْهَمٍ اِلىٰ سَنَةٍ وَقِيْمَتُهُ اَلْفٌ ثُمَّ مَاتَ وَلَامَالَ لَهُ

اور ایک ہزار جو قرض ہے وہ مال ہے اس لئے سود ہو گیا، اور یہ جائز نہیں ہے، چنانچہ آزاد میں جائز نہیں ہے، یا غیر کے مکاتب سے جائز نہیں ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ٣؎ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ مدت مکاتب کے حق میں من وجہ مال ہے، اس لئے کہ مدت ہی سے ادا کرنے پر قدرت ہوتی ہے اس لئے مدت کو اس کے حق میں مال کا حکم دے دیا گیا ہے، اور بدل کتابت بھی ایک اعتبار سے مال ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا کفیل بننا صحیح نہیں ہے اس لئے دونوں برابر ہو گئے اس لئے سود نہیں ہوگا

تشریح: استحسان کی اصل وجہ تو وہی قول صحابی ہے کہ مالک اور مملوک کے درمیان سود ہے ہی نہیں۔ لیکن صاحب ہدایہ یہ فرما رہے ہیں کہ مکاتب مدت دراز ہی میں مال کتابت کما سکے گا، اس لئے مکاتب کے حق میں مدت ایک طرح کا مال ہے، اور مال کتابت کا حال یہ ہے کہ من وجہ مال ہے، لیکن من وجہ مال نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی دوسرا آدمی اس مال کتابت کا کفیل بننا چاہے تو نہیں بن سکتا ہے، اور جب یہ مال نہیں ہے تو یہ مدت کے مقابلے میں آسکتا ہے، اس لئے سود نہیں ہوگا

ترجمہ: ٤؎ اور اس لئے کہ کتابت من وجہ عقد معاوضہ ہے، اور مدت من وجہ سود ہے اس لئے شبہۃ الشبہۃ ہو گیا

تشریح: عقد کتابت پورے طور پر عقد معاوضہ نہیں ہے، کیونکہ مکاتب کے پاس جو بھی مال ہے وہ حقیقت میں ابھی بھی مالک ہے، اس لئے یہ عقد معاوضہ ہے ہی نہیں، صرف عقد معاوضہ کا نام ہے، اور من وجہ عقد ہے، اور پانچ سو کے بدلے میں چھ مہینے کی مدت کم کرنا، تو درہم کے مقابلے میں مدت یہ سود کا شبہ نہیں ہے، بلکہ شبہ کا شبہ ہے اس لئے اتنا چل جائے گا اور جائز ہو جائے گا

ترجمہ: ٥؎ بخلاف دو آزاد آدمیوں کے درمیان عقد ہوا ہو تو وہ ہر اعتبار سے عقد ہے اس لئے وہاں (ایک طرف درہم ہو اور دوسری طرف مدت ہو تو سود ہو جائے گا) اس لیے وہاں مدت کو مقابلے میں رکھنا سود کا شبہ ہوگا شبہۃ الشبہۃ نہیں،

تشریح: دو آزاد آدمیوں کے درمیان عقد ہو تو کلی طور پر عقد معاوضہ ہوتا ہے اس لئے وہاں مدت درہم کے مقابلے پر ہو تو وہاں سود کا شبہۃ الشبہۃ نہیں بلکہ شبہ ہوگا اس لئے وہ ناجائز ہوگا

اصول: شریعت، میں سود کا شبہ ہو تو حرام ہے، شبہۃ الشبہۃ ہو تو حرام نہیں ہے۔

غَیْرُہٗ وَلَمْ تَجُزِ الْوَرَثَۃُ فَاِنَّہٗ یُؤَدِّیْ ثُلُثَیِ الْفَیْنِ حَالًّا وَالْبَاقِیِ اِلٰی اَجَلِہٖ اَوْ یَرُدُّ رَقِیْقًا ۱؎ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ یُؤَدِّیْ ثُلُثَیِ الْاَلْفِ حَالًّا وَالْبَاقِیِ اِلٰی اَجَلِہٖ ۲؎ لِاَنَّ لَہٗ اَنْ یَّتْرُکَ الزِّیَادَۃَ بِاَنْ یُّکَاتِبَہٗ عَلٰی قِیْمَتِہٖ فَلَہٗ اَنْ یُّؤَخِّرَھَا فَصَارَ کَمَا اِذَا خَالَعَ الْمَرِیْضُ اِمْرَاَتَہٗ عَلٰی اَلْفٍ اِلٰی سَنَۃٍ جَازَ

ترجمہ :(۱۲۶۰) بیمار نے اپنے غلام کو ایک سال کی مدت پر دو ہزار پر مکاتب بنایا، حال آنکہ اس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی پھر بیمار مر گیا، اور اس بیمار کے پاس کوئی اور مال نہیں تھا، اور ورثہ نے بھی اجازت نہیں دی تو یہ مکاتب فوری طور پر دو ہزار کی تہائی ادا کرے گا، اور باقی ایک تہائی اپنی مدت ایک سال تک ادا کرے گا، یا پھر دوبارہ غلامیت میں لوٹ جائے

ترجمہ :۱؎ یہ امام ابو حنیفہ، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک ہزار کی دو تہائی ابھی ادا کرے گا، اور باقی ایک تہائی اپنی ایک سال کی مدت پر ادا کرے گا

اصول : یہ مسئلہ تین اصولوں پر ہے۔ ایک اصول یہ ہے کہ بیمار کا کوئی بھی کام وصیت ہے، اور مرنے والوں کی وصیت ایک تہائی میں قبول ہوتی ہے، باقی دو تہائی میں نہیں

شیخین کا اصول :اب شیخین کا اصول یہ ہے کہ بیمار نے جتنے میں مکاتب بنایا ہے اس کی ایک تہائی میں وصیت مانی جائے گی، باقی دو تہائی میں نہیں

امام محمد کا اصول :اور امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ غلام کی جتنی اصلی قیمت ہے اس میں ایک تہائی میں وصیت قبول ہوگی، باقی میں نہیں، کتنے میں مکاتب بنایا ہے، اس کا اعتبار نہیں ہے

تشریح :زید مرض الموت میں تھا، اس نے اپنے غلام کو دو ہزار میں مکاتب بنایا، اور کہا کہ ایک سال میں اس ایک ہزار کو ادا کرو، حال آنکہ اس کی قیمت ایک ہزار کی ہی تھی

تو شیخینؒ کے نزدیک دو ہزار میں مکاتب بنایا ہے تو اس کی ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی، یعنی دو ہزار کی ایک تہائی (666.66) مکاتب کی وجہ سے ایک سال میں ادا کرے گا، باقی دو تہائی (1333.33) وصیت جاری نہیں ہوگی، اور اس کو فوری طور پر ادا کرنا ہوگا

اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک ہزار جو غلام کی اصل قیمت ہے اس میں وصیت جاری ہوگی اور اس کی ایک تہائی (333.33) مکاتبت کی وجہ سے ایک سال میں ادا کرے گا، اور دو تہائی (666.66) میں وصیت جاری نہیں ہوگی، اس کو ابھی ادا کرنا ہوگا

وجہ :شیخین کی دلیل یہ ہے کہ وارث کو اصل غلام میں حق ہے، اس لئے جب مکاتبت کی وجہ سے اس کا بدل دو ہزار ہے تو اس میں بھی حق ہوگا، اور اس کی ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی، اور اس بدل کی دو تہائی وارث کا حق ہو جائے گا

اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ وارث کا اصل حق غلام کی ذات میں ہے، اس کا جو بدل دو ہزار درہم ہے، اس میں حق نہیں ہے، اور اس کی ذات کی قیمت ایک ہزار ہے اس لئے ایک ہزار کی تہائی میں وصیت جاری ہوگی، اور دو تہائی ابھی فوری طور پر ورثہ کا حق ہوگا

ترجمہ :۲؎ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ مریض کو یہ بھی حق ہے کہ زیادتی چھوڑ دے اور غلام کی اصلی قیمت پر مکاتب بنائے،

لِاَنَّ لَهُ اَنْ يُطَلِّقَهَا بِغَيْرِ بَدَلٍ ٣ لَهُمَا اَنَّ جَمِيعَ الْمُسَمّٰى بَدْلُ الرَّقْبَةِ حَتّٰى اُجْرِىَ عَلَيْهَا اِحْكَامُ الْاَبْدَالِ وَحَقُّ الْوَرَثَةِ مُتَعَلِّقٌ بِالْمُبَدَّلِ فَكَذَا بِالْبَدَلِ وَالتَّاجِيْلُ اِسْقَاطٌ مَعْنًى فَيُعْتَبَرُ مِنْ ثُلُثِ الْجَمِيْعِ ۴ فَخِلَافُ الْخُلَعِ لِاَنَّ الْبَدَلَ فِيْهِ لَا يُقَابِلُ الْمَالَ فَلَمْ يَتَعَلَّقْ حَقُّ الْوَرَثَةِ بِالْمُبَدَّلِ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِالْبَدَلِ ۵ وَنَظِيْرُ هٰذَا اِذَا بَاعَ الْمَرِيْضُ دَارَهُ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ اِلٰى سَنَةٍ وَقِيْمَتُهَا اَلْفٌ ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ تَجُزِ الْوَرَثَةُ

اوراس کو یہ بھی حق ہے کہ رقم کو موخر کردے تو ایسا ہو گیا کہ مریض نے اپنی بیوی سے ایک ہزار پر ایک سال کی مدت پر خلع کیا تو جائز ہے، اس لئے اس کو یہ بھی حق ہے کہ بغیر بدل لئے طلاق دے دے

تشریح: امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام کی اصل قیمت ایک ہزار ہی ہے، وارث کا حق اسی ایک ہزار پر ہے، اب دو ہزار پر مکاتب بنانا یہ مریض کا ذاتی حق ہے اس لئے وارث کو اس کے لینے کا حق نہیں ہے، اس کی مثال دی کہ مریض اپنی بیوی سے ایک ہزار پر ایک سال کی مدت پر خلع کرے تو یہ کر سکتا ہے، یہ اس کا ذاتی حق ہے، کیونکہ اس کو یہ بھی حق ہے کہ بغیر رقم لئے ہوئے بھی بیوی کو طلاق دے دے، اسی طرح یہاں بھی دو ہزار پر خلع کرنا مریض کا ذاتی حق ہے، اس لئے وارث کو ایک ہزار کی تہائی پر وصیت نافذ ہوگی، اور دو تہائی (666.66) فوری طور پر کما کر دے گا

ترجمہ: ٣ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ پورا دو ہزار گردن کی قیمت ہے، اس لئے اس پر بدل کے احکام جاری ہوں گے، اور وارث کا حق اصل غلام پر ہے اسی طرح اس کے بدل (دو ہزار) پر بھی ہوگا، اور ایک سال کی تاخیر کرنا معنوی اعتبار سے ساقط کرنا ہے اس لئے پورے دو ہزار کی تہائی سے اعتبار کیا جائے گا

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ وارث کا حق اصل غلام پر، اس لئے اس کا جو بدل ہوا دو ہزار پر بھی حق ہوگا، اور جب مریض نے اس کو موخر کیا تو اسی دو ہزار سے موخر ہوگا، اس لئے اسی کی ایک تہائی موخر ہوگی، اور دو تہائی (1333.33) ابھی ادا کرنا ہوگا

ترجمہ: ۴ بخلاف خلع کے اس لئے کہ بدل (بضع) مال کے مقابلے میں نہیں ہے اس لئے ورثہ کا حق مبدل (بضع) کے ساتھ ہے ہی نہیں، اس لئے خلع کا جو بدل مال ہے اس کے ساتھ بھی نہیں ہوگا

تشریح: یہ شیخینؒ کی جانب سے امام محمدؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ مریض خلع کرے تو ورثہ کا حق خلع کے ساتھ نہیں ہوتا ہے، اسی طرح مریض دو ہزار میں مکاتب بنائے تو دو ہزار کے ساتھ ورثہ کا حق نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ خلع میں عورت کی جانب سے مال ہے، اور شوہر کی جانب سے بضع کا حق چھوڑنا ہے، اور بضع مال نہیں ہے اس لئے خلع میں مال کے مقابلے میں عضو ہے جس کی اس وقت قیمت نہیں ہے، اس لئے اس میں ورثہ کا حق نہیں ہوگا، اور اس کے بدلے میں جو مال ہوگا اس میں بھی وارث کا حق نہیں ہے۔ اور مکاتب کا معاملہ یہ ہے کہ گردن کے مقابلے میں مال ہے، اس لئے یہاں گردن میں بھی ورثہ کا حق ہے اور اس کے مقابلے میں جو بدل کتابت دو ہزار آ رہی ہے اس میں بھی ورثہ کا حق ہوگا۔ خلع اور مکاتب میں یہ فرق ہے

ترجمہ: ۵ اس کی مثال یہ ہے کہ مریض نے ایک گھر تین ہزار میں ایک سال کی مدت پر بیچا، حال آنکہ اس کی قیمت ایک

فَعِنْدَهُمَا يُقَالَ لِلْمُشْتَرِى اَدِّ ثُلُثَىْ جَمِيعَ الثَّمَنِ حَالًّا وَالثُّلُثُ اِلىٰ اَجَلِهِ وَاِلَّا فَانْقَضَ الْبَيْعُ وَعِنْدَهُ يُعْتَبَرُ الثُّلُثُ بِقَدْرِ الْقِيمَةِ لَا فِيمَا زَادَ عَلَيْهِ لِمَا بَيَّنَّا مِنَ الْمَعْنىٰ.

(۱۲۶۱) قَالَ وَاِنْ كَاتَبَهُ عَلىٰ اَلْفِ اِلىٰ سَنَةٍ وَقِيمَتُهُ اَلْفَانِ وَلَمْ يَجُزِ الْوَرَثَةُ يُقَالُ لَهُ اَدِّ ثُلُثَىِ الْقِيمَةِ حَالًّا اَوْ تَرُدَّ رَقِيقاً فِى قَوْلِهِمْ جَمِيعاً لِ لِاَنَّ الْمُحَابَاةَ هٰهُنَا فِى الْقَدْرِ وَالتَّاخِيرِ فَاعْتُبِرَ الثُّلُثُ فِيهِمَا.

ہزار تھی پھر مر گیا، اور ورثہ نے اس کی اجازت نہیں دی تو شیخین کے نزدیک مشتری سے کہا جائے گا کہ پوری قیمت کی دو تہائی فوری طور پر ادا کریں اور ایک تہائی اس کی مدت پر ادا کیجئے گا، ورنہ پھر بیع توڑ دو۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک گھر کی اصلی قیمت کی ایک تہائی کا اعتبار ہوگا، اس سے زیادہ (تین ہزار) کا نہیں، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا (کہ شیخین کے نزدیک میت کے طے کردہ معاملے کا اعتبار ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک چیز کی اصلی قیمت کا اعتبار ہے)

تشریح: اصل اختلاف اس مسئلے میں ہے اسی سے مکاتب کے مسئلے میں شیخین اور امام محمدؒ کے یہاں اختلاف ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ میت نے ایک گھر کو تین ہزار میں ایک سال کی مدت پر بیچا، حال آنکہ اس گھر کی قیمت ایک ہزار ہی تھی، پھر مریض کا انتقال ہو گیا، تو شیخین کے نزدیک خریدنے والے سے کہا جائے گا کہ جس تین ہزار پر خریدا ہے اس کا اعتبار ہوگا، کیونکہ طے شدہ معاملے کا اعتبار ہے، اصل قیمت کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے دو ہزار ابھی دو اور ایک ہزار ایک سال کی مدت میں دینا۔ اور امام محمدؒ کے یہاں اصل قیمت کا اعتبار ہوگا، کتنے میں بات ہوئی تھی اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اور گھر کی اصل قیمت ایک ہزار ہے اس لئے اس کی دو تہائی (666.66) ابھی دو، اور اس کی ایک تہائی (333.33) بعد میں دینا، اسی مسئلے پر مکاتب کے مسئلے میں بھی شیخین اور امام محمدؒ کے یہاں اختلاف ہو گیا۔

ترجمہ: (۱۲۶۱) اور اگر ایک سال کی مدت پر ایک ہزار پر مکاتب بنایا، حال آنکہ غلام کی قیمت دو ہزار تھی، اور ورثہ نے اس کی اجازت نہیں دی تو غلام سے کہا جائے گا کہ اصلی قیمت کی دو تہائی فوری طور پر ادا کریں، یا پھر غلامیت میں آجائیں،

ترجمہ: لے یہ سب کے نزدیک ہے، اس لئے کہ یہاں مقدار میں اور تاخیر دونوں میں کمی کی ہے، اس لئے دونوں میں ایک تہائی کا اعتبار کیا جائے گا

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ مریض کسی چیز کو بیچ تو سکتا ہے، لیکن مکمل خیرات میں نہیں دے سکتا ہے، اور دیا تو صرف ایک تہائی میں اس کی وصیت قبول کی جائے گی

تشریح: یہاں مریض نے دونوں چیزوں میں کمی کی ہے، اس غلام کی قیمت دو ہزار تھی، اس سے کم کر کے ایک ہزار کی ہے، اس غلام پر فوری قیمت ادا کرنی تھی، اس کو کم کر کے ایک سال کی تاخیر لے لی، جس کو مدت کے بدلے بیچنا نہیں کہہ سکتے، صرف معاف کرنا کہہ سکتے ہیں اس لئے ورثہ اس وصیت کو جائز قرار نہ دیں، تو صرف ایک تہائی میں یہ وصیت قبول کی جائے گی، اور غلام سے یہ کہا جائے گا کہ دو ہزار کی جو دو تہائی ہے (1333.33) اس کو ابھی ادا کریں، اور باقی ایک تہائی (666.66)

باب من یکاتب عن العبد

(۱۲۶۲) قَالَ وَاِذَا کَاتَبَ الْحُرُّ عَنْ عَبْدٍ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ فَاِنْ اَدّٰی عَنْهُ عَتِقَ وَاِنْ بَلَغَ الْعَبْدَ فَقَبِلَ فَهُوَ مُکَاتَبٌ ۱؎ وَصُوْرَةُ الْمَسْأَلَةِ اَنْ یَّقُوْلَ الْحُرُّ لِمَوْلَی الْعَبْدِ کَاتِبْ عَبْدَکَ عَلٰی اَلْفِ دِرْهَمٍ عَلٰی اَنِّی اِنْ اَدَّیْتُ اِلَیْکَ اَلْفًا فَهُوَ حُرٌّ فَکَاتَبَهُ الْمَوْلٰی عَلٰی هٰذَا فَیَعْتِقُ بِاَدَائِهٖ بِحُکْمِ الشَّرْطِ وَاِذَا قَبِلَ الْعَبْدُ صَارَ

بعد میں ادا کریں گے

باب من یکاتب عن العبد

ترجمہ :(۱۲۶۲) کسی آزاد آدمی نے کسی دوسرے کے غلام کو ہزار کے بدلے میں مکاتب بنایا، پس اگر اس آزاد آدمی نے ہزار ادا کردیا تو غلام آزاد ہو جائے گا، اور جب مکاتب ہونے کی بات غلام کو پہنچی اور اس نے کتابت کو قبول کر لیا تو وہ مکاتب بن جائے گا

ترجمہ :۱؎ صورت مسئلہ یہ ہے کہ، آزاد آدمی غلام کے آقا سے یوں کہے کہ، اپنے غلام کو ہزار کے بدلے میں مکاتب بنا دے، اس شرط پر کہ اگر میں اس کو ادا کر دوں تو وہ آزاد ہو جائے گا، اس پر آقا نے اس غلام کو مکاتب بنا دیا تو اس ہزار کی ادائیگی پر شرط کے مطابق آزاد ہو جائے گا، اور جب غلام نے بھی اس کو قبول کر لیا تو وہ مکاتب ہو جائے گا، اس لئے اس کا مکاتب بننا اس کی اجازت پر موقوف ہے، اور غلام کا قبول کر لینا اس کی اجازت ہے

اصول: یہاں تین اصول ہیں۔ا۔ پہلا اصول یہ ہے کہ دوسرے آدمی کی ذمہ داری لینے سے غلام مکاتب بن جائے گا۔ ہاں شرط یہ ہے کہ آقا اس پر راضی ہو جائے

اصول :دوسرا اصول یہ ہے کہ غلام اس کی اجازت دے تو وہ مکاتب بن جائے گا

اصول :تیسرا اصول یہ ہے کہ اگر غلام کے حکم کے بغیر کسی نے مال کتابت ادا کر دیا تو چونکہ اس کے ادا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اس لئے رقم دینے والے کا احسان ہوگا، اور قاضی کے ذریعہ سے غلام سے مال کتابت وصول نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ اس نے حکم ہی نہیں دیا تھا، ہاں غلام اس رقم کو ادا کر دے تو بہتر ہے

تشریح :یہاں مکاتب بننے کی دو صورتیں بیان کر رہے ہیں۔ پہلی صورت۔ آزاد آدمی مثلا زید نے عمر آقا کو کہا کہ اپنے غلام خالد کو ایک ہزار درہم کے بدلے میں مکاتب بنا دیں، اور آقا نے اس کو قبول کر لیا تو چاہے غلام نے اس کی اجازت نہیں دی تب بھی غلام مکاتب بن جائے گا، اور زید نے ہزار ادا کر دیا تو غلام آزاد ہو جائے گا، لیکن یہ رقم غلام سے وصول نہیں کر سکے گا، کیونکہ اس نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، ہاں غلام دے دے تو بہتر ہے

یہاں ایک بات ضروری ہے کہ یہ آزاد یہ کہے کہ ہزار کے بدلے میں مکاتب بناو تب مکاتب بنے گا، اور اگر مکاتب کا لفظ نہیں بولا تو مکاتب نہیں بنے گا بلکہ ہزار کے بدلے میں آزاد کرنا ہو جائے گا

مکاتب بننے کی دوسری صورت یہ ہے کہ۔ غلام خالد کو اس مکاتب ہونے کی اطلاع ملی، اس پر اس نے قبول کر لیا تو اس سے بھی

مُكَاتَباً لِاَنَّ الْكِتَابَةَ كَانَتْ مَوْقُوفَةً عَلٰى اِجَازَتِهٖ وَقَبُوْلُهٗ اِجَازَةٌ ۲؎ وَلَوْ لَمْ يَقُلْ عَلٰى اَنِّي اِنْ اَدَّيْتُ اِلَيْكَ اَلْفاً فَهُوَ حُرٌّ فَاَدّٰى لَايَعْتِقُ قِيَاساً لِاَنَّهٗ لَا شَرْطَ وَالْعَقْدُ مَوْقُوْفٌ وَفِي الْاِسْتِحْسَانِ يَعْتِقُ لِاَنَّهٗ لَا ضَرَرَ لِلْعَبْدِ الْغَائِبِ فِي تَعْلِيْقِ الْعِتْقِ بِاَدَاءِ الْقَائِلِ فَيَصِحُّ فِيْ حَقِّ هٰذَا الْحُكْمِ ۳؎ وَيَتَوَقَّفُ فِيْ حَقِّ لُزُوْمِ الْاَلْفِ عَلَى الْعَبْدِ ۴؎ وَقِيْلَ هٰذِهٖ هِيَ صُوْرَةُ مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ

(۱۲۶۳) وَلَوْ اَدَّى الْحُرُّ الْبَدَلَ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْعَبْدِ ۱؎ لِاَنَّهٗ مُتَبَرِّعٌ.

وہ مکاتب بن جائے گا، کیونکہ قبول کرنا اس کی جانب سے مکاتب بننے کی اجازت دینا ہے، اس صورت میں یہ ہوگا کہ اس غلام کے کہنے سے مکاتب تو بن جائے گا، لیکن اس پر مال کتابت لازم نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کہنے والے نے رقم ادا نہیں کی تب یہ مال کتابت ادا کرکے آزاد ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ اپنے کہنے سے مکاتب بن چکا ہے۔

ترجمہ:۲؎ اگر آزاد آدمی نے (ان ادیت الیک الفا فھو حر) نہیں کہا پھر بھی ہزار ادا کر دیا تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ آزاد نہ ہو اس لئے ادا کرنے پر آزاد ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے، اور آزاد ہونے کا عقد شرط پر موقوف ہے، لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ آزاد ہو جائے گا، اس لئے کہ اس میں کہنے والے کا آزادگی کو معلق کرنے میں غائب غلام کا کوئی نقصان نہیں ہے اس لئے اس حکم میں صحیح ہو جائے گا

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ شریعت کو کسی نہ طرح غلام کو آزاد کرنا ہے، اس لئے شرط نہ بھی لگائے تب بھی آقا راضی ہو جائے اور بولنے والا رقم ادا کر دے تو غلام آزاد ہو جائے گا

تشریح: عبارت پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے، آزاد آدمی یوں کہتا کہ رقم ادا کروں گا تو وہ آزاد ہو جائے گا (ان ادیت الیک الفا فھو حر) تب آزاد ہونا چاہئے، لیکن اگر نہیں کہا تب بھی آزاد ہو جائے گا

وجہ: (۱) شریعت غلام کو ہر حال میں آزاد کرنا چاہتی ہے۔ (۲) آقا کو رقم مل گئی ہے۔ (۳) غائب غلام کو کوئی نقصان نہیں ہے، بلکہ اس کا فائدہ ہی ہے، اس لیے آزادگی کی شرط نہیں بھی لگائی تب بھی آزاد ہو جائے گا

ترجمہ:۳؎ لیکن غلام پر یہ رقم لازم ہو اس کے لئے اس کی اجازت پر موقوف ہے

تشریح: یہ بات بھی ہے کہ غلام پر یہ ہزار لازم ہونے کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے، اگر وہ اجازت دے گا تو اس پر ہزار لازم ہوگا، اور اس نے قبول نہیں کیا تو یہ ہزار غلام پر لازم نہیں ہوگا، اس آزاد آدمی پر لازم ہوگا جس نے مکاتب بنوایا ہے۔

ترجمہ:۴؎ اور کہا گیا ہے کہ متن میں مسئلے کی صورت یہی ہے

تشریح: متن میں مسئلے کی صورت یہی ہے کہ، اگر آزاد نے رقم دی تب بھی مکاتب آزاد ہو جائے گا۔ اور مکاتب نے قبول کر لیا تب بھی وہ مکاتب بنے گا، اور اس کے ادا کرنے سے بھی مکاتب آزاد ہو جائے گا، متن میں مسئلے کی صورت یہی ہے

ترجمہ: (۱۲۶۳) اور اگر آزاد نے بدل کتابت ادا کر دیا تو غلام سے وصول نہیں کرے گا

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ یہ تبرع کرنے والا ہے (یعنی غلام کے حکم کے بغیر دیا ہے، اس لئے غلام سے وصول نہیں کرے گا)

(١٢٦٤) قَالَ وَإِذَا كَاتَبَ الْعَبْدُ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ عَبْدٍ آخَرَ لِمَوْلَاهُ وَهُوَ غَائِبٌ فَإِنْ أَدّٰى الشَّاهِدَ أَوِ الْغَائِبَ عَتَقَا ١ وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَّقُوْلَ الْعَبْدُ كَاتِبْنِي بِأَلْفِ دِرْهَمٍ عَلٰى نَفْسِيْ وَعَلٰى فُلَانِ الْغَائِبِ وَهٰذِهِ الْكِتَابَةُ جَائِزَةٌ اِسْتِحْسَاناً وَفِي الْقِيَاسِ يَصِحُّ عَلٰى نَفْسِهِ لِوِلَايَتِهِ عَلَيْهَا وَيَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ الْغَائِبِ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ عَلَيْهِ وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ أَنَّ الْحَاضِرَ بِإِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلٰى نَفْسِهِ اِبْتِدَاءً جَعَلَ نَفْسَهُ فِيْهِ أَصْلاً وَالْغَائِبُ تَبَعاً وَالْكِتَابَةُ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ مَشْرُوْعَةٌ ٢ كَالْأُمَّةِ إِذَا كُوْتِبَتْ دَخَلَ أَوْلَادُهَا فِي

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (١٢٦٤) (ایک آقا کی ملکیت میں دوغلام تھے) ایک غلام نے اپنی ذات کومکاتب بنایا، اور آقا کا جو غائب غلام تھا اس کو بھی مکاتب بنایا، پس حاضر نے مال کتابت ادا کر دیا، یا غائب نے کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے۔

ترجمہ: ١ مسئلے کی صورت یہ ہے کہ غلام کہے کہ مجھے میری ذات پر ایک ہزار کے بدلے مکاتب بنائیں، اور میرے تابع کر کے فلاں غائب کو بھی مکاتب بنائیں تو یہ کتابت استحسانا جائز ہے، قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ حاضر کی ذات پر تو جائز ہو، کیونکہ حاضر کو اس کی ذات پر ملکیت ہے، اور غائب کے حق میں اس کی اجازت پر موقوف رہے، کیونکہ اس کی ذات پر ولایت نہیں ہے، لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ حاضر نے اپنی ذات کی ابتداء طرف نسبت کی ہے، اس لئے اسکی ذات کے بارے میں اصیل ہے، اور غائب اس کے تابع ہے اور اس طرح کی کتابت مشروع ہے

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ کوئی اصیل بن کر مکاتب بنے، اور دوسرا اس کے تابع بن کر مکاتب بنے تو یہ جائز ہے

اصول: مال کتابت اصیل پر ہوگا۔ کیونکہ وہی ذمہ دار بنا ہے۔ لیکن اگر تابع نے ادا کر دیا تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ اس نے قبول کر کے اپنے اوپر کتابت لے لی ہے

تشریح: زید کے دو غلام تھے عمر، اور خالد، عمر نے زید آقا سے کہا کہ مجھے ایک ہزار پر مکاتب بنائیں اور میرے تابع بنا کر خالد کو بھی مکاتب بنائیں، جو ابھی یہاں نہیں ہے، تو یہ جائز ہے

قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ غائب مکاتب نہ بنے کیونکہ وہ حاضر نہیں ہے، اور اس نے اس کو قبول نہیں کیا ہے، لیکن استحسان کے طور پر یہ جائز ہے

وجہ: (١) کیونکہ عمر اصیل کے طور پر مکاتب بنے گا، اور خالد اس کا تابع بن کر مکاتب بنے گا، اور چونکہ اس میں اس کا فائدہ ہے اس لئے اس کی اجازت کے بغیر بھی مکاتب بن جائے گا، (٢) دوسری وجہ یہ ہے کہ شریعت کسی نہ کسی طرح غلام کو آزاد کروانا چاہتی ہے، اس لئے تابع بنا کر بھی مکاتبت جائز ہوگی۔

ترجمہ: ٢ جیسے باندی مکاتب بنے تو اس کی اولاد تابع بن کر اس کی مکاتبت میں داخل ہوگی، اور ماں کے ادا کرنے سے اولاد آزاد ہو جائے گی، اور اولاد پر کوئی بدل لازم نہیں ہوگا، اور جب اس طرح تصحیح ممکن ہے تو تنہا حاضر کے کہنے پر مکاتب بنے گا

كِتَابَتِهَا تَبْعاً حَتّٰى عَتَقُوْا بِاَدَائِهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَدَلِ شَیْءٌ وَاِذَا اَمْكَنَ تَصْحِيْحُهُ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ يَنْفَرِدُ بِهِ الْحَاضِرُ ٣ فَلَهُ اَنْ يَّاْخُذَهُ بِكُلِّ الْبَدَلِ لِاَنَّهُ الْبَدَلَ عَلَيْهِ لِكَوْنِهِ اَصِيْلاً فِيْهِ وَلَا يَكُوْنُ عَلَى الْغَائِبِ مِنَ الْبَدَلِ شَیْءٌ لِاَنَّهُ تَبْعٌ فِيْهِ.

(١٢٦٥) قَالَ وَاَيُّهُمَا اَدّٰى عَتِقَا وَيُجْبَرُ الْمَوْلٰى عَلَى الْقَبُوْلِ ١ اَمَّا الْحَاضِرُ فَلِاَنَّ الْبَدَلَ عَلَيْهِ وَاَمَّا الْغَائِبُ فَلِاَنَّهُ يَنَالُ بِهِ شَرْفَ الْحُرِّيَّةِ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْبَدَلُ عَلَيْهِ ٢ وَصَارَ كَمُعِيْرِ الرَّهْنِ اِذَا اَدّٰى الدَّيْنَ

تشریح: حاضر کے کہنے پر غائب غلام بھی مکاتب بن جائے گا، اس کی ایک مثال دے رہے ہیں، کہ ماں نے مکاتبت لی تو اس کی اولاد بھی اس کے تابع بن کر مکاتب بن جائے گی، اور ماں کے مال کتابت ادا کرنے سے اولاد بھی آزاد ہو جائے گی، اسی طرح یہاں حاضر کے کہنے پر غائب غلام بھی مکاتب بن جائے گا، اور حاضر کے مال کتابت ادا کرنے سے غائب آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٣ آقا کو یہ حق ہے کہ پورا مال کتابت حاضر سے وصول کر لے، اس لئے کہ بدل اسی کے ذمے ہے، اس لئے کہ وہ اصیل ہے، اور غائب پر کوئی بدل نہ ہو، اس لئے کہ وہ تابع ہے

تشریح: چونکہ حاضر غلام اصیل ہے، اور اس نے پوری مال کتابت ادا کرنے کی ذمہ داری لی ہے اس لئے آقا اسی سے پورا مال کتابت وصول کرے گا

ترجمہ: (١٢٦٥) حاضر اور غائب دونوں میں سے کسی ایک نے بھی مال کتابت ادا کیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے، اور آقا کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا

ترجمہ: ١ حاضر غلام سے آقا کو لینے پر اس لئے مجبور کیا جائے گا کہ اس پر یہ بدل کتابت ہے،، اور غائب سے اس لئے کہ اس نے بھی آزادگی کا شرف حاصل کیا ہے، اگر چہ اس پر بدل کتابت نہیں ہے

تشریح: یہاں تین باتیں ہیں۔ ١ ایک یہ ہے کہ حاضر بدل کتابت ادا کرے، یا غائب غلام بدل کتابت ادا کرے آقا کو دونوں سے لینے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ اس نے ہاں کہا ہے۔ ٢۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حاضر بدل کتابت ادا کرے، یا غائب بدل کتابت ادا کرے، دونوں کے لئے گنجائش ہے، کیونکہ حاضر بدل کتابت اصل میں اسی پر، اور غائب بھی ادا کر سکتا ہے، کیونکہ اس کو بھی آزادگی ملے گی۔ اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی بدل کتابت کرے گا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے، کیونکہ آقا نے دونوں کو مکاتب بنایا ہے۔

ترجمہ: ٢ اور ایسا ہو گیا کہ رہن کی چیز کو عاریت پر لایا تھا اور جس سے مانگ کر لایا تھا اس نے قرض ادا کر دیا تو مرتہن کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ اپنی عین چیز کو چھڑانے کی ضرورت ہے، حال آنکہ اس پر قرض نہیں ہے

تشریح: غائب غلام بدل کتابت ادا کر دے تو آقا کو لینے پر مجبور کیا جائے گا، اس کی ایک مثال ہے، کہ زید پر ایک ہزار قرض تھا، اس نے عمر سے رہن کی چیز زیور لیا اور قرض والے کے پاس زیور گروی رکھ دیا، اب عمر زیور والے نے ایک ہزار درہم قرض

يُجْبَرُ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الْقَبُوْلِ لِحَاجَتِهِ اَلیٰ اِسْتِخْلَاصِ عَيْنِهِ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الدَّيْنُ عَلَيْهِ.

(١٢٦٦) قَالَ وَاَيُّهُمَا اَدّٰى لَا يَرْجِعُ عَلٰى صَاحِبِهِ ۱؎ لِاَنَّ الْحَاضِرَ قَضٰى دَيْناً عَلَيْهِ وَالْغَائِبُ مُتَبَرِّعٌ بِهِ غَيْرُ مُضْطَرٍّ اِلَيْهِ

(١٢٦٧) قَالَ وَلَيْسَ لِلْمَوْلٰى اَنْ يَّأْخُذَ الْعَبْدَ الْغَائِبَ بِشَيْءٍ ۱؎ لِمَا بَيَّنَّا ۲؎ فَاِنْ قَبِلَ الْعَبْدُ الْغَائِبُ اَوْ لَمْ يَقْبَلْ فَلَيْسَ ذَالِکَ مِنْهُ بِشَيْءٍ وَالْكِتَابَةُ لَازِمَةٌ لِلشَّاهِدِ لِاَنَّ الْكِتَابَةَ نَافِذَةٌ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ قَبُوْلِ الْغَائِبِ فَلَا يَتَغَيَّرُ بِقُبُوْلِهِ

ادا کر دیا تا کہ اس کے زیور چھوٹ جائیں، تو قرض والے کو لینے پر مجبور کیا جائے گا تا کہ زیور والے کے زیور چھوٹ جائیں حال آنکہ اس نے قرض نہیں لیا تھا، اسی طرح غائب غلام پر مال کتابت نہیں ہے، لیکن اپنی آزادگی حاصل کرنے کے لئے یہ ایک ہزار ادا کرنا چاہے تو آقا کو اس کے لینے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ غائب کو آزاد ہونے کی ضرورت ہے

لغت:معیر الرہن: جس سے رہن کی چیز مانگ کر لایا ہے۔المرتہن: جس کے پاس رہن رکھا ہے، جس نے قرض دیا تھا۔

ترجمہ:(١٢٦٦)اورکوئی ایک بھی مال کتابت ادا کر دے تو دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ حاضر نے تو اپنا قرض ادا کیا ہے، اور غائب نے تو احسان کرتے ہوئے ادا کیا ہے حاضر نے تو اس کو حکم نہیں دیا تھا

اصول یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ۔ادا کرنے کا حکم دیا تو اس سے رقم وصول کر سکتا ہے، اور حکم نہیں دیا ہو تو اس سے رقم وصول نہیں کر سکتا ہے

تشریح: حاضر نے رقم دیا تو اس نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے، اور غائب کے حکم کے بغیر کیا ہے اس لئے غائب سے نہیں لے سکتا، اور غائب نے ادا کیا ہے تو حاضر کے حکم کے بغیر ادا کیا ہے اس لئے حاضر سے نہیں لے سکتا ہے، کیونکہ حاضر ادا کرنے کا حکم دیتا تب ہی اس سے لے سکتا ہے، یہی قاعدہ ہے

ترجمہ:(١٢٦٧) اورآقا کو حق نہیں ہے کہ غائب غلام سے کچھ مطالبہ کرے

ترجمہ:۱؎ اس دلیل کی بنا پر جو بیان کیا (یعنی غائب غلام تو تابع ہے)

تشریح :حاضر غلام نے پورا مال کتابت ادا کرنے کی ذمہ داری لی ہے، اس لئے آقا غائب غلام سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا ہے

ترجمہ :۲؎ حاضر غلام نے مکاتبت کی بات طے کر لی اب غائب غلام نے قبول کیا یا نہیں کیا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، اور مال کتابت حاضر غلام پر لازم رہے گا، اس لئے کہ غائب غلام کے قبول کئے بھی حاضر پر لازم ہے، اس لئے اب غائب کے قبول کرنے سے حکم نہیں بدلے گا

٣ۖ كَمَنْ كَفَلَ مِنْ غَيْرِهٖ بِغَيْرِ اَمْرِهٖ فَبَلَغَهٗ فَاَجَازَهٗ لَا يَتَغَيَّرُ حُكْمُهٗ حَتّٰى لَوْ اَدّٰى لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ كَذَا هٰذَا.

(۱۲۶۸) قَالَ وَاِذَا كَاتَبَتِ الْاَمَةُ عَنْ نَفْسِهَا وَعَنْ ابْنَيْنِ لَهَا صَغِيْرَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ وَاَيُّهُمْ اَدّٰى لَمْ يَرْجِعْ عَلٰى صَاحِبِهٖ وَيُجْبَرُ الْمَوْلٰى عَلَى الْقَبُوْلِ وَيَعْتِقُوْنَ ١ؕ لِاَنَّهَا جُعِلَتْ نَفْسُهَا اَصِيْلاً فِي الْكِتَابَةِ وَاَوْلَادِهَا تَبْعاً عَلٰى مَا بَيَّنَّا فِي الْمَسْأَلَةِ الْاُوْلٰى ٢ؕ وَهِيَ اَوْلٰى بِذَالِكَ مِنَ الْاَجْنَبِيِّ.

تشریح:واضح ہے

ترجمہ:٣ؕ جیسے کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کا اس کے حکم کے بغیر کفیل بن گیا، اب دوسرے آدمی کو اس کی اطلاع پہنچی، اب اس نے اجازت دے دی تو حکم نہیں بدلے گا، یہی وجہ ہے کہ اگر کفیل نے رقم ادا کر دی تو یہ کفیل مکفول عنہ سے رقم وصول نہیں کرے گا، ایسے ہی یہ مسئلہ ہے

تشریح: مثلا زید پر عمر کا ایک ہزار درہم قرض تھا، زید کے حکم کے بغیر خالد اس کے ادا کرنے کا کفیل بن گیا، اب زید کو معلوم ہوا تو زید نے خالد کو کفیل بننے کی اجازت دے دی، پھر بھی حکم ویسے ہی رہے گا، یعنی خالد ہی کفیل رہے گا، اور خالد نے یہ رقم ادا کر دی پھر بھی وہ قاضی کے ذریعہ زید سے یہ رقم نہیں لے سکے گا، کیونکہ شروع میں زید کے حکم کے بغیر خالد کفیل بنا تھا۔ ہاں زید خود یہ رقم خالد کو دے دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں حاضر غلام غائب غلام کے حکم کے بغیر مال کتابت کا ذمہ دار بنا ہے اس لئے بعد میں غائب غلام قبول بھی کر لے تب بھی حاضر غلام ہی اس کا ذمہ دار رہے گا، اور حاضر نے رقم دے دی تو یہ رقم غائب غلام سے قاضی کے ذریعہ وصول نہیں کر سکے گا، کیونکہ شروع میں اس کے حکم کے بغیر ذمہ دار بنا ہے

ترجمہ:(۱۲۶۸) ماں نے اپنی بھی کتابت لی اور اپنے دو چھوٹے بچے کی بھی کتابت لی تو یہ جائز ہے، اور کوئی بھی رقم ادا کرے تو دوسرے سے وصول نہیں کر سکتے ہیں، اور آقا کو اس کو لینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، اور اس ادا کرنے سے سب آزاد ہو جائیں گے

ترجمہ:١ؕ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں نے کتابت میں اپنی ذات کو اصیل قرار دیا ہے، اور اولاد اس کے تابع ہے، جیسا کہ پہلے مسئلے میں بیان کیا ہے،

اصول : یہاں اصول یہ ہے کہ ایسے آدمی کی جانب سے بھی کتابت لے سکتا ہے جو نابالغ ہو اور ابھی خود سے مکاتب بننے کے قابل نہ ہو۔

تشریح :ماں نے اپنی کتابت لی اور ایسے اپنے چھوٹے بچے کی جانب سے کتابت لی جو وہ نابالغ ہیں، اور وہ اپنے سے کتابت نہیں لے سکتے ہیں، کیونکہ وہ بول بھی نہیں سکتے ہیں، لیکن پھر بھی ان کی جانب سے کتابت لی تو ان کی جانب سے بھی کتابت ہو جائے گی۔ اور بعد میں بڑا ہو کر اگر ان بچوں میں سے کسی ایک نے بھی مال کتابت ادا کیا تو سب آزاد ہو جائیں گے، اور آقا کو ان کی جانب سے مال کتابت لینے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ اس نے سب کو کتابت دی تھی، البتہ چونکہ کسی نے دوسرے کو رقم ادا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، اس لئے ادا کرنے کے بعد یہ رقم قاضی کے ذریعہ وصول نہیں کر سکے گا، البتہ خود دے دے تو دے سکتا ہے

ترجمہ:٢ؕ یہ مسئلہ اجنبی کی کتابت لینے سے زیادہ بہتر ہے

تشریح :اس عبارت میں اشارہ ہے کہ اجنبی آدمی دو چھوٹے بچے کی جانب سے کتابت لے تو بھی لے سکتا ہے، اور یہ بچے مکاتب بن جائیں گے، اور ان میں سے کوئی بھی مال کتابت ادا کرے گا، تو آقا کو اس کے لینے پر مجبور کیا جائے گا، اور تینوں آزاد ہو جائیں گے، اور جو بھی ادا کرے گا تو دوسرے سے یہ رقم قاضی کے ذریعہ وصول نہیں کر سکے گا، کیونکہ اس کے حکم کے بغیر رقم ادا کی ہے۔ چونکہ اجنبی بھی کتابت لے سکتا ہے، اس اعتبار سے ماں نے کتابت لی تو یہ اجنبی کے کتابت لینے سے بہتر ہے۔

بَابُ كِتَابَةِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرِکِ

(۱۲۶۹) قَالَ وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اَذِنَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اَنْ يُكَاتِبَ نَصِيْبَهُ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ وَيَقْبِضَ بَدْلُ الْكِتَابَةِ فَكَاتَبَ وَقَبَضَ بَعْضَ الْاَلْفِ ثُمَّ عَجِزَ فَالْمَالُ لِلَّذِیْ قَبَضَ ۱؎ عِنْدَ اَبِی حَنِيْفَةَ وَقَالَا وَهُوَ مُكَاتَبٌ بَيْنَهُمَا وَمَا اَدّٰى فَهُوَ بَيْنَهُمَا وَاَصْلُهُ اَنَّ الْكِتَابَةَ تَتَجَزّٰى عِنْدَهُ خِلَافاً لَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْعِتْقِ لِاَنَّهَا

باب کتابۃ العبد المشترک

ترجمہ :(۱۲۶۹) غلام دوآدمیوں کے درمیان مشترک ہے، اب ایک شریک نے دوسرے کو اجازت دی کہ تم اپنا حصہ ہزار درہم کے بدلے میں مکاتب بنالو، اور بدل کتاب پر بھی تم ہی قبضہ کرلو، اب اس نے اپنا حصہ مکاتب بنایا، اور کچھ بدل کتابت پر قبضہ بھی کیا، اس کے بعد مکاتب عاجز ہوگیا، تو جو قبضہ کیا تھا وہ قبضہ کرنے والے کا مال ہوگیا (اجازت دینے والے کا وہ مال نہیں ہے،)

ترجمہ :۱؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ یہ دونوں کا مکاتب بن گیا، اور جتنا بھی ادا کیا وہ دونوں کا آدھا آدھا ہوگا، اور اصل قاعدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کتابت کا ٹکڑا ہوتا ہے، جیسے آزادگی کا ٹکڑا ہوتا ہے، اس لئے کہ کتابت بھی آزادگی کا فائدہ دیتی ہے، اس لئے ٹکڑا ہونے کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف اسی کا حصہ مکاتب بنے گا جس نے اپنے حصے کو مکاتب بنایا ہے۔

اصول ۔اس باب میں بہت سارے مسئلے اس اصول پر ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکاتبت کا ٹکڑا ہوتا ہے، یعنی جس نے اپنا حصہ مکاتب بنایا صرف اسی کا حصہ مکاتب بنے گا، دوسرے کا نہیں

اصول :صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ ایک نے اپنا حصہ مکاتب بنایا تو پورا غلام، یعنی دونوں کے حصے مکاتب بن جائیں گے۔ جس طرح انکے یہاں ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو پورا غلام ہی آزاد ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) امام ابوحنیفہ مکاتبت کو آزادگی پر قیاس کرتے ہیں اور ان کے یہاں آزادگی کا ٹکڑا ہوتا ہے اس لئے مکاتبت کا بھی ٹکڑا ہوگا (۲) اس حدیث میں ہے کہ جتنا حصہ آزاد کرے گا اتنا ہی آزاد ہوگا۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال من اعتق شركا له فی عبد فكان له مال يبلغ ثمن العبد قوم العبد عليه قيمة عدل فاعطی شركاء ه حصصهم وعتق عليه العبد و الا فقد عتق منه ما عتق** (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامۃ بین الشرکاء ص ۳۴۲ نمبر ۲۵۲۲ مسلم شریف، باب من اعتق شرکا لہ فی عبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۱) اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تو اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا آزاد ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلام کی آزادگی میں حصہ اور تجزی ہوسکتا ہے۔ اس لئے آقا نے جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔ اور اپنا باقی حصہ غلام سعی کر کے آقا کو ادا کرے گا (۳) حدیث میں ہے۔ **حدثنی اسمعيل بن اميه عن ابيه عن جده قال كان لهم غلام يقال له طهمان او ذكوان قال فاعتق جده نصفه فجاء العبد الی النبی ﷺ فاخبره فقال النبی ﷺ تعتق فی عتقک وترق فی رقک قال فكان يخدم سيده**

تُفِيدُ الْحُرِّيَّةَ مِنْ وَجْهٍ فَتَقْصُرُ عَلٰى نَصِيبٍ عِنْدَهُ لِلتَّجَزِّى ٢ وَفَائِدَةُ الْإِذْنِ اَنْ لَايَكُوْنَ لَهُ حَقُّ الْفَسْخِ

حتى مات (سنن للبیہقی، باب من اعتق من مملوکہ شقصاج عاشر ص۴۶۳ نمبر ۲۱۳۱۹، مصنف عبدالرزاق، باب من اعتق بعض عبدہ ج تاسع ص۱۴۹ نمبر ۱۶۷۰۵) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

وجہ: صاحبینؒ کے نزدیک پورا غلام آزاد ہوگا۔(۱) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال من اعتق نصيبا او شقصا فی مملوک فخلاصة عليه فی ماله ان کان له مال والا قوم عليه فاستسعی به غير مشفوق عليه (بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس لہ مال استسعی العبد غیر مشقوق علیہ ص۳۴۳ نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، باب ذکر سعایة العبد ص۴۹۱ نمبر ۱۵۰۳) اس حدیث میں ہے کہ اگر آزاد کرنے والے شریک کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تب بھی پورا غلام آزاد ہوگا اور غلام کو اپنی قیمت سعی کر کے ادا کرنا ہوگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آدھا آزاد کرنے سے پورا غلام آزاد ہوگا۔ آزادگی میں تجزی نہیں ہوگی (۲) عن ابی المليح ان رجلا من قومه اعتق ثلث غلامه فرفع ذلک الی النبی ﷺ فقال هو حر كله ليس لله شريک (سنن للبیہقی، باب من اعتق من مملوکہ شقصاج عاشر ص۴۷۴ نمبر ۲۱۳۱۷، مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یعتق مملوکہ، ج ۴، ص ۳۲۹، نمبر ۲۰۷۰۲) اس حدیث سے معلوم ہوا پورا غلام آزاد ہوگا۔

تشریح: زید اور عمر دونوں کا ایک غلام تھا خالد، زید نے عمر سے کہا کہ تم اپنا حصہ مکاتب بنا سکتے ہو، اور اپنے حصے کے مال کتابت پر قبضہ بھی کر سکتے ہو، اب عمر نے اپنا حصہ مکاتب بنایا، اور کچھ رقم پر قبضہ بھی کیا، اس کے بعد غلام مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو اب مکاتب دوبارہ غلام بن جائے گا، اور جتنا مال عمر نے قبضہ کیا تھا وہ اسی کا ہوگا زید کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا

وجہ: (۱) زید کی اجازت سے مکاتب بنایا ہے، اس لئے زید اس کتابت کو توڑ نہیں سکتا ہے۔ (۲) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکاتبت کا ٹکڑا ہوتا ہے، اس لئے صرف عمر کا حصہ مکاتب بنا، زید کا حصہ مکاتب بنا ہی نہیں۔ اس لئے اس کو کوئی پیسہ نہیں ملے گا۔ (۳) زید نے عمر سے کہا تھا کہ تم اپنے حصے کے مال پر قبضہ کر لو، جب اس کی اجازت سے عمر نے قبضہ کیا ہے تو زید کو کیسے کچھ ملے گا۔

وجہ: (۱) صاحبینؒ کے نزدیک مکاتبت کا ٹکڑا نہیں ہوتا ہے، اس لئے عمر نے جب اپنا حصہ مکاتب بنایا تو پورا غلام ہی مکاتب بن گیا، اور زید کا حصہ بھی مکاتب بن گیا۔ اس لئے جو مال بھی عمر کے پاس آیا اس میں سے آدھا حصہ زید کا ہے، اس لئے آدھا مال زید کو ملے گا (۲) جب پورا غلام مکاتب بن گیا تو عمر اپنے حصے پر قبضہ کرنے کا اصیل ہے، اور زید کے حصے پر قبضہ کرنے کا وکیل ہے، اس لئے جو کچھ مال پر قبضہ کیا اس میں سے آدھے حصے پر زید کی جانب سے وکیل کے طور پر قبضہ کیا ہے، اس لئے اس میں آدھا مال زید کو دینا ہوگا، اور اس کے بعد غلام کے عاجز ہونے کی وجہ سے دونوں کے حصے غلام بن جائیں گے۔

ترجمہ: ٢ اجازت کا فائدہ یہ ہوگا کہ شریک کو مکاتبت کو توڑنے کا حق نہیں ہوگا، جیسے اگر وہ مکاتب بنانے کی اجازت نہ دیتا تو اس کو توڑنے کا حق ہوتا

تشریح: اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر زید عمر کو مکاتب بنانے کی اجازت نہ دیتا تو اب اس کو حق تھا کہ مکاتبت کو توڑ دے، لیکن اس نے مکاتب بنانے کی اجازت دی ہے اس لئے اب وہ مکاتبت کو توڑ نہیں سکے گا، اجازت کا یہ فائدہ ہوگا

كَمَا يَكُوْنُ لَهُ اِذَا لَمْ يَأْذَنْ ٣ وَاِذْنُهُ لَهُ بِقَبْضِ الْبَلَدِ اِذْ لِلْعَبْدِ بِالْاَدَاءِ فَيَكُوْنُ مُتَبَرِّعاً بِنَصِيْبِهِ عَلَيْهِ فَلِهٰذَا كَانَ كُلُّ الْمَقْبُوْضِ لَهُ ٤ وَعِنْدَهُمَا الْاِذْنُ بِكِتَابَةِ نَصِيْبِهِ اِذْنٌ بِكِتَابَةِ الْكُلِّ لِعَدَمِ التَّجَزِّى فَهُوَ اَصِيْلٌ فِى النِّصْفِ وَكِيْلٌ فِيْ النِّصْفِ فَهُوَ بَيْنَهُمَا وَالْمَقْبُوْضُ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا فَيَبْقىٰ كَذَالِكَ بَعْدَ الْعِجْزِ.

(١٢٧٠) قَالَ وَاِذَا كَانَتْ جَارِيَةٌ بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاتَبَاهَا فَوَطِيَهَا اَحَدُهُمَا فَجَاءَ تْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ ثُمَّ وَطِيَهَا الْآخَرُ فَجَاءَ تْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ ثُمَّ عَجَزَتْ فَهِىَ اُمُّ وَلَدِ الْاَوَّلِ ١ لِاَنَّهُ لَمَّا ادَّعىٰ اَحَدُهُمَا الْوَلَدُ

ترجمہ :٣ اور شریک نے جب بدل کتابت کے قبضے کی اجازت دی تو غلام کو ادا کرنے کی اجازت دی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے حصے کو تبرعا دے دیا، اس لئے شریک کا قبضہ کیا ہوا اسی کا ہوگا۔

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے۔ زید شریک نے جب عمر سے یہ کہا کہ آپ مال کتابت پر قبضہ کر لیں تو اس نے احسانا اس کا حصہ لینے کی اجازت دے دی ہے اس لئے قبضہ کیا ہوا مال اسی کا ہوگا

ترجمہ :٤ صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے کہ شریک کو اپنے حصے کے مکاتب بنانے کی اجازت کا مطلب یہ ہوا کہ کل غلام مکاتب ہو گیا، اس لئے کہ اس میں ٹکڑا نہیں ہے، اس لئے وہ آدھے پر قبضہ کرنے میں اصیل ہے، اور دوسرے آدھے پر قبضہ کرنے میں وکیل ہے اس لئے بدل کتابت دونوں کے درمیان ہوگا، اور جتنا سا قبضہ کیا ہے وہ مشترک ہوگا، اس لئے غلام کے عاجز ہونے کے بعد دونوں کا ہوگا

تشریح : صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب اپنے حصے کی کتابت کی اجازت دی تو چونکہ مکاتبت میں ٹکڑا نہیں ہے، اس لئے پورا غلام مکاتب بن گیا، اور مال کے قبضہ کرنے میں آدھے میں اصیل ہے، اور آدھے میں وکیل ہے، اس لئے جتنا سا قبضہ کیا ہے اس میں سے آدھا شریک کا ہے، اور جب مکاتب ادا کرنے سے عاجز ہو گیا، تو جو کچھ قبضہ کیا ہے اس کو آدھا آدھا تقسیم کر لے، اور پھر پورا مکاتب دونوں کا غلام بن جائے گا۔

ترجمہ :(١٢٧٠) دو آدمیوں کی باندی ہے، دونوں نے اس کو مکاتب بنایا، پھر ایک شریک نے وطی کی اور بچہ پیدا کر لیا اور اپنا بیٹا ہونے کا دعوی بھی کر دیا۔ پھر دوسرے شریک نے وطی کی، اور بچہ پیدا کیا اور دعوی کر دیا کہ یہ میرا بچہ ہے، اس کے بعد باندی مال کتابت دینے سے عاجز ہو گئی تو یہ باندی پہلے شریک کی ام ولد بنے گی

ترجمہ :١ اس لئے کہ جب ایک شریک نے بچہ ہونے کا دعوی کیا تو اس کی ملکیت ہونے کی وجہ سے اس کا دعوی صحیح ہے، اور اس کا حصہ اس کی ام ولد بن گئی، اس لئے مکاتب ہونے کی وجہ سے شریک کا حصہ اس پہلے شریک کی طرف منتقل نہیں ہوگا اس لئے اس کے اپنے حصے میں باندی ام ولد بنے گی

اصول : یہاں امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ جس نے پہلے ام ولد ہونے کا دعوی کیا یہ باندی اسی کی ام ولد بنے گی، اور دوسرے کے حصے میں وطی کی ہے اس کا عقر دینا ہوگا

صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ الْمِلْكِ لَهُ فِيهَا وَصَارَ نَصِيبُهُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ لِأَنَّ الْمُكَاتَبَةَ لَا تَقْبَلُ النَّقْلَ مِنْ مِلْكٍ إِلَىٰ مِلْكٍ فَتَقْتَصِرُ أُمُومِيَّةُ الْوَلَدِ عَلَىٰ نَصِيبِهِ ۲؎ كَمَا فِي الْمُدَبَّرَةِ الْمُشْتَرَكَةِ ۳؎ وَإِذَا ادَّعَى الثَّانِي وَلَدَهَا الْأَخِيرُ صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ مِلْكِهِ ظَاهِراً ۴؎ ثُمَّ إِذَا عَجِزَتْ بَعْدَ ذَالِكَ جُعِلَتِ الْكِتَابَةُ كَانَ

اصول: صاحبین کا اصول یہ ہے کہ جس نے پہلے ام ولد ہونے کا دعوی کیا یہ اسی کی ام ولد ہو جائے گی، اور اسی وقت پوری باندی اس کی ہوگئی، اور دوسرا شریک نے جو وطی کی وہ دوسرے کی ملکیت میں وطی کی اس لئے اس پر پورا عقر لازم ہوگا

نوٹ: یہاں ایک ساتھ چار قسم کے مسئلے ہیں، ۱۔ ایک تو یہ ہے یہ دونوں کی باندی ہے، ۲۔ دوسرا یہ کہ دونوں نے مکاتب بنایا ہے۔ ۳۔ تیسرا یہ ہے کہ دونوں نے وطی کر کے ام ولد بنایا ہے۔ ۔ اور ۴۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ باندی مال کتابت دینے سے عاجز ہوگئی ہے تو اس کی کمائی ہوئی مال کتابت کس شریک کو ملے گا، پہلے کو یا دوسرے کو، یہ چار مسئلے ایک ساتھ ہیں، اور چاروں اصول پر متفرع ہیں، اس لئے اس کو غور سے سمجھنا ہوگا

تشریح: دو آدمیوں مثلا زید اور عمر کی باندی ہے، دونوں نے پہلے اس کو مکاتب بنایا، پھر اسی مکاتبت کے زمانے میں زید نے باندی سے وطی کی اور بچہ پیدا کرلیا، اور دعوی بھی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے۔ پھر عمر نے اس باندی سے وطی کی اور اس نے دوسرا بچہ پیدا کرلیا اور یہ دعوی بھی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے۔ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکاتبت کا ٹکڑا ہو سکتا ہے، اس لئے یہ کہا جائے گا کہ زید نے اپنے حصے میں وطی کی ہے، اس لئے اسی کے حصے کی باندی اس کی ام ولد بنی ہے، لیکن قاعدہ یہ ہے کہ پوری باندی ایک ہی کی ام ولد بنتی ہے، اس لئے زید پر باندی کی آدھی قیمت لازم ہوگی جو عمر کو ادا کرے گا، اور آدھا عقر بھی لازم ہوگا، کیونکہ آدھی باندی عمر کی تھی اس میں وطی کی ہے، اس کے بعد یہ باندی پورے طور پر زید کی ام ولد بن جائے گی۔ اور بیٹا زید کا ہو جائے گا

اور عمر نے جو وطی کی وہ دوسرے کی ام ولد سے وطی کی ہے، کیونکہ زید کی قیمت دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ زید کی ام ولد ہے، اس لئے عمر پر وطی کی قیمت لازم ہوگی، لیکن وطی کرتے وقت عمر کی ظاہری ملکیت تھی، اس لئے اس پر حد لازم نہیں ہوگی، اور بچہ بھی عمر کا ہوگا، البتہ زید کی ام ولد ہونے کے بعد اس سے بچہ پیدا کیا ہے، اس لئے عمر پر بچے کی قیمت لازم ہوگی، اور یہ قیمت زید کو ادا کرے گا

ترجمہ: ۲؎ جیسے مشترک مدبرہ میں ہوتا ہے

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مشترک مدبرہ ہے، اب ایک شریک نے اس سے وطی کرلی اور بچہ پیدا کرلیا تو یہ مدبرہ صرف اسی شریک کے حصے میں اس کی ام ولد بنے گی، دوسرے کے حصے کی نہیں۔ اسی طرح یہاں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف زید کا حصہ ہی اس کا ام ولد بنے گا، دوسرے کا نہیں۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر دوسرے شریک نے بھی دوسرے بچے کا دعوی کیا تو اس کا دعوی بھی صحیح ہے، اس لئے کہ ظاہرا اس کی ملکیت قائم ہے

تشریح: دوسرے شریک نے بچہ پیدا کیا تو یہ اس کا بچہ ہوگا، کیونکہ ظاہری طور پر اس کی ملکیت قائم ہے

ترجمہ: ۴؎ پھر جب باندی مال کتابت دینے سے عاجز ہوگئی تو ایسا سمجھا جائے گا کہ کتابت ہوئی ہی نہیں، اور یہ بات ظاہر

لَمْ تَكُنْ وَتبَيَّنُ اَنَّ الْجَارِيَةَ كُلَّهَا اُمَّ وَلَدٍ لِلْاَوَّلِ لِاَنَّهُ زَالَ الْمَانِعُ مِنَ الْاِنْتِقَالِ وَوَطْئُهُ سَابِقٌ.

(١٢٧١) وَيَضْمَنُ لِشَرِيكِهِ نِصْفَ قِيمَتِهَا (لِاَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَهُ لِمَا اسْتَكْمَلَ الْاِسْتِيلَادَ) وَنِصْفَ عَقْرِهَا ١ لِوَطْئِهِ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً

(١٢٧٢) وَيَضْمَنُ شَرِيكُهُ كَمَالَ الْعَقْرِ وَقِيمَةَ الْوَلَدِ وَيَكُوْنُ ابْنُهُ ١ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَغْرُوْرِ لِاَنَّهُ حِيْنَ

ہوگئی باندی پوری کی پوری پہلے شریک کی ام ولد ہے، اس لئے انتقال سے مانع زائل ہو گیا ہے، اور پہلے شریک کے پہلی وطی سے (پہلے کی ام ولد بن چکی ہے)

تشریح: اب بعد میں باندی مال کتابت دینے سے عاجز ہو گئی تو یوں سمجھا جائے گا کتابت ہوئی ہی نہیں ہے، اور پہلے شریک نے بچہ پیدا کر لیا ہے، اس لئے اب اسی کی ام ولد ہوگی، کیونکہ ایک کی ام ولد بننے کے بعد یہ دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی ہے، اور مکاتب ہونے کے درمیان جو کچھ کمائی ہے وہ شریک اول کا ہوگا، کیونکہ بعد میں ظاہر ہوا کہ یہ صرف اسی کی باندی تھی

ترجمہ: (١٢٧١) اور شریک اول دوسرے شریک کو باندی کی نصف قیمت دیگا (اس لئے کہ ام ولد بنا کر اس کے حصے کا مالک بنا ہے) اور نصف عقر کا بھی ضامن بنے گا

ترجمہ: ١ کیونکہ اس نے مشترک باندی سے وطی کی ہے

تشریح: شریک اول زید نے شریک ثانی عمر کی آدھی باندی پر ام ولد بنا کر قبضہ کیا ہے، اس لئے زید پر آدھی باندی کی قیمت لازم ہوگی۔ اور عمر کی آدھی باندی تھی اس سے وطی کی ہے، اس لئے اس پر آدھا عقر بھی لازم ہوگا

ترجمہ: (١٢٧٢) اور دوسرا شریک کو پورا عقر دیگا، اور بچے کی قیمت بھی دیگا، اور یہ دوسرا بچہ اس کا ہوگا

اصول: دوسرے کی ام ولد سے وطی ہو تو پورا عقر لازم ہوتا ہے،

اصول: ملکیت کا شبہ ہو تو بچہ تو وطی کرنے والے کا ہوگا، لیکن چونکہ دوسرے کی باندی سے بچہ پیدا کیا ہے، اس لئے بچے کی قیمت ادا کرنی ہوگی

تشریح: شریک اول نے باندی کی آدھی قیمت عمر کو دے دی تو یہ پوری باندی شریک اول کی ہوگئی ہے، اور شریک ثانی کی کوئی ملکیت نہیں رہی، صرف ملکیت کا شبہ باقی تھا، اس لئے شریک ثانی نے جب اس باندی سے وطی کی تو گویا کہ شریک اول کی باندی سے وطی کی ہے، اس لئے اس کو پورا عقر دینا ہوگا۔ اور شریک ثانی کی باندی سے بچہ پیدا کیا اس لئے بچے کی قیمت بھی دینی ہوگی، اور بچے کی قیمت دینے کے بعد یہ بچہ شریک ثانی کا ہوگا۔ البتہ اس پر حد اس لئے نہیں لگے گی، کہ جب وطی کر رہا تھا تو اس کا شبہ تھا کہ اس میں سے آدھی باندی میری ہے، اس لئے ملکیت کی شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ شریک ثانی کا وطی کرنا دھوکے کے درجے میں ہے، اس لئے کہ جس وقت اس باندی سے وطی کی ہے تو اس وقت شریک ثانی کی ملکیت ظاہرا قائم تھی، اور مغرور کا بچہ ثابت النسب ہوتا ہے، اور قیمت دیکر آزاد ہوتا ہے، جیسا کہ اس

وَطِيهَا كَانَ مِلْكُهُ قَائِماً ظَاهِراً وَوَلَدُالْمَغْرُوْرِ ثَابِتُ النَّسَبِ مِنْهُ حُرٌّ بِالْقِيْمَةِ عَلىٰ مَاعُرِفَ لٰكِنَّهُ وَطِيَ اُمُّ وَلَدِ الْغَيْرِ حَقِيْقَةً فَيَلْزَمُهُ كَمَالُ الْعُقْرِ ۲؎ وَاَيُّهُمَا دَفَعَ الْعُقْرَ اِلَى الْمُكَاتَبَةِ جَازَ لِاَنَّ الْكِتَابَةَ مَادَامَتْ بَاقِيَةً فَحَقُّ الْقَبْضِ لَهَا لِاخْتِصَاصِهَا بِمَنَافِعِهَا وَاِبْدَالِهَا وَاِذَا عَجِزَتْ تَرُدُّ الْمَوْلىٰ لِظُهُوْرِ اخْتِصَاصِهٖ وَهٰذَا الَّذِىْ ذَكَرْنَا كُلُّهُ قَوْلُ اَبِى حَنِيْفَةَؒ. ۳؎ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ هِىَ اُمُّ وَلَدٍ لِلْاَوَّلِ وَلَا يَجُوْزُ وَطْئُ الْآخَرِ لِاَنَّهُ لَمَّا ادَّعىٰ الْاَوَّلَ صَارَتْ كُلُّهَا اُمَّ وَلَدٍ لَهٗ لِاَنَّ اُمُوْمِيَّةَ الْوَلَدِ يَجِبُ تَكْمِيْلُهَا بِالْاِجْمَاعِ مَا اَمْكَنَ وَقَدْ اَمْكَنَ بِفَسْخِ الْكِتَابَةِ لِاَنَّهَا قَابِلَةٌ لِلْفَسْخِ فَتَنْفَسِخُ فِيْمَا لَا تَتَضَرَّرُ بِهٖ

کے مسئلے میں اس کی وضاحت ہے، لیکن حقیقت میں غیر کی ام ولد سے وطی کی ہے، اس لئے اس کو پورا عقر لازم ہوگا

لغت :مغرور: یہ غرر سے مشتق ہے، جس کو دھوکا لگا ہو، یعنی وہ سمجھتا ہو کہ یہ میری مملوکہ ہے لیکن حقیقت میں وہ اس کی مملوکہ نہیں ہے۔عقر: وطی کی قیمت کو عقر، کہتے ہیں

تشریح :شریک ثانی جب وطی کر رہا تھا تو یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ باندی میری آدھی باندی ہے، اس دھوکے کی وجہ سے اس کو حد نہیں لگے گی، اور بچے کی قیمت دینے کے بعد یہ بچہ شریک ثانی کا شمار کیا جائے گا۔لیکن حقیقت میں یہ باندی پہلے ہی شریک اول کی ام ولد بن چکی تھی، اس لئے اس کو پورا عقر دینا ہوگا، اور بچے کی قیمت بھی دینی ہوگی، اور بچہ آزاد ہوگا

ترجمہ :۲؎ اور کوئی بھی مکاتبہ کو عقر دے تو جائز ہے اس لئے کہ جب تک کتابت باقی ہے تو اس کو عقر پر قبضہ کرنے کا حق ہے، اور جب کتابت سے عاجز ہو جائے گی تو یہ عقر آقا کا ہو جائے گا، کیونکہ یہ اسی کے ساتھ خاص ہے، یہ جو کچھ ذکر کیا ہے، امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے

تشریح :جس زمانے میں وہ مکاتبہ تھی اس زمانے میں جو بھی کمائی ہوگی وہ اس مکاتبہ کی ہوگی، اب عقر بھی ایک کمائی ہے، اس لئے یہ مکاتبہ کی ہوگی، اور جب وہ کتابت سے عاجز ہو گئی تو جو عقر جمع ہے وہ بھی اس آقا کا ہوگا جس کی وہ ام ولد بنی ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مکاتب عاجز ہو جائے تو اس کا جمع کیا ہوا مال آقا کا ہوتا ہے۔

ترجمہ :۳؎ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ باندی پہلے شریک کی ام ولد ہے، اس لئے دوسرے شریک کے لئے وطی کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جب پہلے شریک نے اپنا بچہ ہونے کا دعوی کیا تو باندی اس کی ام ولد بن گئی، اس لئے جتنا ہو سکے ام ولد کا مکمل کرنا بالاجماع واجب ہے، اور کتابت کو توڑنا ممکن ہے اس لئے کہ وہ ٹوٹنے کے قابل ہے، جس میں مکاتبہ کا نقصان نہ ہو، اور اس کے علاوہ میں کتابت باقی رہے گی

تشریح :صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب شریک اول نے ام ولد ہونے کا دعوی کیا تو کتابت ٹوٹ جائے گی، اور پوری باندی اس کی ام ولد ہو گئی، کیونکہ کہ صاحبینؒ کے یہاں کتابت کا ٹکڑا نہیں ہوتا، اور جب پوری باندی شریک اول کی ام ولد بن گئی تو شریک ثانی کے لئے اس سے وطی کرنا جائز نہیں رہا، اور اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بھی شریک ثانی کا نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی باندی ہے ہی نہیں۔

الْمُكَاتَبَةُ وَتَبْقَى الْكِتَابَةُ فِيْمَا وَرَاءَ هُ ۴ بِخِلَافِ التَّدْبِيْرِ لِاَنَّهُ لَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ ۵ وَبِخِلَافِ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ لِاَنَّ فِي تَجْوِيْزِهٖ اِبْطَالُ الْكِتَابَةِ اِذِالْمُشْتَرِيْ لَا يَرْضٰى بِبَقَائِهٖ مُكَاتَباً ٦ وَاِذَا صَارَتْ كُلُّهَا اُمُّ وَلَدٍ لَهُ فَالثَّانِي وَطِيءَ اُمِّ وَلَدِ الْغَيْرِ فَلَا يَثْبُتُ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْهُ وَلَا يَكُوْنُ حُرًّا عَلَيْهِ بِالْقِيْمَةِ غَيْرَ اَنَّهُ لَا يَجِبُ الْحَدُّ عَلَيْهِ لِلشُّبْهَةِ وَيَلْزَمُهُ جَمِيْعُ الْعَقْرِ لِاَنَّ الْوَطْيءَ لَا يَعْرىٰ عَنْ اَحَدِ الْغَرَامَتَيْنِ

لغت:فتفسخ فيما لا يتضرر به المكاتبة :اس عبارت میں یہ بتا رہے ہیں کہ مکاتبت صرف وہاں ٹوٹے گی جہاں اس کا نقصان نہ ہو، جہاں اس کا نقصان ہو وہاں مکاتبت نہیں ٹوٹے گی چنانچہ، اس کے بچے کی کمائی، اور اپنی کمائی کے بارے میں مکاتبت نہیں ٹوٹے گی، یہ کمائی مکاتبہ کی رہے گی، کیونکہ اس میں مکاتبہ کا نقصان ہے

ترجمہ:۴ بخلاف مدبر بنانے کے اس لئے کہ وہ فسخ کو قبول نہیں کرتا ہے،

تشریح :یہ جملہ امام ابوحنیفہؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ دو آدمیوں نے مدبر بنایا ہو پھر ایک نے ام ولد بنالیا تو اس کے حصے کا ہی ام ولد بنے گی، صاحبینؒ کی جانب سے اس کا جواب دیا جا رہا ہے کتابت تو فسخ ہوتی ہے، اس لئے کتابت فسخ کر کے پوری باندی پہلے کی ام ولد بن جائے گی، لیکن مدبر بنانا فسخ نہیں ہوگا اس لئے وہاں اپنے حصے کا ہی ام ولد بنے گی

ترجمہ:۵ اور بخلاف مکاتب کے بیع کے اس لئے کہ اس بیع کے جائز کرنے میں کتابت کو باطل کرنا ہے اس لئے کہ مشتری مکاتب کے باقی رکھنے میں راضی نہیں ہوگا

ترجمہ:۵ برخلاف مکاتب کی بیع کے اس کو جائز قرار دیں تو کتابت ختم ہو جائے گی، کیونکہ مشتری اس کے مکاتب باقی رکھنے پر راضی نہیں ہوگا

تشریح :مکاتب کو اس لئے نہیں بیچ سکتے کہ اگر اس کو بیچیں گے تو مکاتب کا حق مارا جائے گا، کیونکہ مشتری مکاتب رکھنا پسند نہیں کرے گا، اس لئے کتابت توڑنا پڑے گا، حال آنکہ اس کو یہ حق ملا تھا، اس لئے مکاتب کو بیچنا جائز نہیں ہے

ترجمہ :٦ اور جب پوری باندی پہلی کی ام ولد بن گئی تو دوسرا شریک کی ام ولد کو وطی کرنے والا بنا اس لئے بچے کا نسب دوسرے شریک سے ثابت نہیں ہوگا، اور بچے کی قیمت دینے کے باوجود اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا، اور آزاد بھی نہیں ہوگا (بلکہ پہلے شریک کا غلام رہے گا)، یہ اور بات ہے کہ ملکیت کے شبہ کی وجہ سے اس پر حد لازم نہیں ہوگی، اور اس پر پورا عقر لازم ہوگا، اس لئے دو ضمان میں سے ایک ضرور لازم ہوتا ہے (یا حد، یا پورا عقر)

تشریح :جب پوری باندی پہلے شریک کی ام ولد بن گئی تو اب دوسرے شریک نے گویا کہ دوسرے کی باندی سے وطی کی ہے، اس لئے پورا عقر دینا ہوگا، بچے کی قیمت دینے کے باوجود بچہ آزاد نہیں ہوگا، اور نہ اس دوسرے شریک سے بچے کا نسب ثابت ہوگا، لیکن وطی کرتے وقت شریک ثانی سمجھ رہا تھا کہ اس باندی میں آدھی ملکیت میری ہے، اس شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جائے گی، کیونکہ شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے

ے وَإِذَا بَقِيَتِ الْكِتَابَةُ وَصَارَتْ كُلُّهَا مُكَاتَبَةٌ لَهُ قِيْلَ يَجِبُ عَلَيْهِ نِصْفُ بَدَلِ الْكِتَابَةِ لِاَنَّ الْكِتَابَةَ انْفَسَخَتْ فِيْمَا لَا تَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُكَاتَبَةَ وَلَا تَتَضَرَّرُ بِسُقُوْطِ نِصْفِ الْبَدَلِ، وَقِيْلَ يَجِبُ كُلُّ الْبَدَلِ، لِاَنَّ الْكِتَابَةَ لَمْ تَنْفَسِخْ اِلَّا فِيْ حَقِّ التَّمَلُّكِ ضَرُوْرَةً، فَلَا يَظْهَرُ فِيْ حَقِّ سُقُوْطِ نِصْفِ الْبَدَلِ، وَفِي اِبْقَائِهِ فِي حَقِّهِ نَظَرٌ لِلْمَوْلٰى وَاِنْ كَانَ لَا تَتَضَرَّرُ الْمُكَاتَبَةُ بِسُقُوْطِهِ ٨ وَالْمُكَاتَبَةُ هِيَ الَّتِي تُعْطِى الْعَقْرَ لِاخْتِصَاصِهَا بِاَبْدَالِ مَنَافِعِهَا ٩ وَلَوْ عَجَزَتْ وَرُدَّتْ فِي الرِّقِّ تُرَدُّ اِلَى الْمَوْلٰى لِظُهُوْرِ

ترجمه :ے اور جب مکاتب باقی رہی تو پوری باندی شریک اول کی مکاتب ہوگئی ،اب بعض حضرات نے کہا کہ مکاتبہ پر آدھا بدل کتابت لازم ہوگا ،آدھا بدل کتابت ہوگا ،شریک ثانی بدل کتابت ساقط ہوگئی ،اس لئے جس میں مکاتبہ کا نقصان نہ ہواس میں کتابت ختم ہوتی ہے ،اورآدھا بدل کتابت ساقط ہونے میں مکاتبہ کا نقصان نہیں ہے ،اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ پورا بدل کتابت واجب ہوگا ،اس لئے دوسرا شریک مالک نہ بنے اس میں کتابت ختم ہوئی ہے ،اس لئے آدھے بدل کتابت کے ساقط ہونے کے حق میں فسخ ظاہر نہیں ہوگا ،اور باندی پر پورا بدل کتابت واجب ہواس میں آقا کا نفع ہے ،اوراس کے ساقط ہونے میں مکاتبہ کا نقصان نہیں ہے

تشریح :فتفسخ فيما لا يتضرر به المكاتبة، وتبقى الكتابة فيما ورائه، پہلے یہ عبارت گزری ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ مکاتبہ اب شریک اول کی ام ولد بن گئی ہے ،اس لئے جن چیزوں میں اس کا نقصان ہوگا وہاں کی کتابت ساقط ہو جائے گی ،مثلا دوسرا شریک اس کا مالک بنے اس میں مکاتبہ کا نقصان ہے ،اس لئے اس میں کتابت ساقط ہو جائے گی ،اس مکاتبہ کو بیچ دے اس میں مکاتبہ کا نقصان ہے ،اس لئے بیچ نہیں سکے گا ،لیکن اس پر مال کتابت باقی رہے اس میں اس کا فائدہ ہے کہ مال کتابت ادا کر کے آقا کی زندگی میں آزاد ہو جائے ،اب آگے یہ اختلاف ہے کہ پورا مال کتابت واجب ہوگا ،یا آدھا مال کتابت ،تو اس سلسلے میں ابو منصور ماتریدی نے فرمایا کہ آدھا بدل کتابت ساقط ہو جائے گا ،کیونکہ اب یہ شریک ثانی کی مکاتبہ باقی نہیں رہی ،اس لئے صرف شریک اول کی آدھی کتابت ادا کر کے یہ آزاد ہو سکتی ہے ،اس میں مکاتبہ کا فائدہ ہے ۔اور عام مشائخ نے فرمایا کہ پورا مال کتابت ادا کرنا ہوگا

وجه :اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس بارے میں اس کی کتابت ختم ہوئی ہے کہ شریک ثانی اب اس باندی کا مالک نہیں بن پائے گا ،لیکن مال کتابت آدھا ہو جائے اس بارے میں اس کی کتابت ختم نہیں ہوئی ہے ،اور پورا مال کتابت دے پھر مکاتبہ آزاد ہو اس میں آقا کا فائدہ ہے

ترجمه:٨ اور مکاتبہ ہی کو عقر دیا جائے گا اس لئے کہ اس کے نفع کا بدل اس کا ہے

تشریح: مکاتبہ ہونے کے درمیان جو عقر ملے گا وہ اسی مکاتبہ کا ہوگا ،کیونکہ یہ اس کے بضع کی قیمت ہے

ترجمه:٩ اور اگر یہ مکاتبہ جو شریک اول کی ام ولد بن گئی ہے مال کتابت دینے سے عاجز ہوگئی اور غلامیت کی طرف لوٹ

اِخْتِصَاصِہٖ عَلیٰ مَابَیَّنَّا.

(۱۲۷۳) قَالَ وَيَضْمَنُ الْاَوَّلُ لِشَرِيْكِہٖ فِي قِيَاسِ قَوْلِ اَبِيْ يُوْسُفَ نِصْفُ قِيْمَتِهَا مُكَاتَبَةً لِ لِاَنَّہٗ تَمَلُّکَ نَصِيْبَ شَرِيْكِہٖ فَهِيَ مُكَاتَبَةٌ فَيَضْمَنُہٗ مُوْسِراً كَانَ اَوْمُعْسِراً لِاَنَّہٗ ضِمَانُ التَّمَلُّكِ

(۱۲۷۴) وَفِي قَوْلِ مُحَمَّدٍ يَضْمَنُ الْاَقَلَّ مِنْ نِصْفِ قِيْمَتِهَا وَمِنْ نِصْفِ مَا بَقِيَ مِنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ لِ لِاَنَّ حَقَّ شَرِيْكِہٖ فِي نِصْفِ الرَّقَبَةِ عَلیٰ اِعْتِبَارِ الْعِجْزِ وَفِي نِصْفِ الْبَدَلِ عَلیٰ اِعْتِبَارِ الْاَدَاءِ

آئی تو یہ شریک اول کی باندی ہوجائے گی، کیونکہ یہ اسی کی ام ولد بن چکی ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا

وجہ :(۱) شریک اول نے شریک ثانی کو اس کے حصے کی قیمت دے چکا ہے، اس لئے اب پوری باندی شریک اول کی ہوچکی ہے، اس لئے کتابت ختم ہوئی تو یہ پوری باندی شریک اول ہی کی باندی ہوگی، اور اس مکاتبہ کے پاس جو مال ہے وہ شریک اول کا مال ہوگا

ترجمہ :(۱۲۷۳) اور امام ابو یوسفؒ کے قیاس میں یہ ہے کہ شریک اول شریک ثانی کے مکاتبت کی حال میں باندی کی جو قیمت ہوسکتی ہے اس کے آدھے کا ضامن بنے گا

ترجمہ :لِ اس کی وجہ یہ ہے کہ مکاتبہ ہونے کی حالت میں شریک کے حصے کا مالک بنا ہے، اس لئے مکاتبہ کی آدھی قیمت کا ضامن بنے گا، چاہے شریک اول مالدار ہو یا غریب، اس لئے کہ یہ مالک بننے کا ضمان ہے

تشریح : یہاں باندی کی تین حیثیتیں ہیں۔۱۔ یہ خالص باندی ہے۔۱۔ یہ مکاتبہ ہے۔۳۔ یہ شریک اول کی ام ولد ہے۔ اب امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ باندی مکاتبہ ہوچکی ہے اس حال میں شریک اول شریک ثانی کے حصے کا مالک بن رہا ہے، اس لئے مکاتبت کی حالت میں آدھے باندی کی جو قیمت ہوگی شریک اول وہ ادا کرے گا، اور چونکہ حصے کے مالک ہونے کی وجہ سے قیمت لازم ہورہی ہے، اس لئے شریک اول مالدار ہو، یا غریب ہر حال میں اس پر قیمت لازم ہوگی

وجہ : یہ باندی شریک اول کی ام ولد تو ہے، لیکن شریک ثانی کا جو حصہ ہے وہ مکاتبت کی حالت میں ہے اس لئے مکاتبت کی حالت کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ :(۱۲۷۴) اور امام محمدؒ کے قول میں باندی کی جو آدھی قیمت ہے، اور جو اس کی آدھی بدل کتابت ہے اس میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی

ترجمہ :لِ اس لئے کہ باندی مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوجائے تو شریک کا حق آدھی باندی میں ہے، اور اگر بدل کتابت ادا کرے تو شریک کا حق آدھی بدل کتابت میں ہے، تو اس تردد کی وجہ سے جو ان میں سے کم ہو وہ لازم ہوگی

تشریح : مثلا باندی کی آدھی قیمت دو ہزار درہم ہے، اور اس کی آدھی بدل کتابت تین ہزار ہے، تو دونوں میں سے جو کم ہے، یعنی دو ہزار، شریک اول پر لازم ہے کہ یہ دو ہزار ادا کرے

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر باندی مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوتی ہے تو واپس باندی بنے گی، اس لئے شریک ثانی کا حق آدھی باندی میں ہے، اس لئے وہ لازم ہوگی۔ اور اگر وہ بدل کتابت ادا کرتی ہے تو شریک ثانی کا حق اس بدل کتابت میں ہے اس

فَلِلتَّرَدُّدِ بَيْنَهُمَا يَجِبُ اَقَلُّهُمَا.

(١٢٧٥) قَالَ وَاِنْ كَانَ الثَّانِيْ لَمْ يَطَأْهَا وَلٰكِنْ دَبَّرَهَا ثُمَّ عَجَزَتْ بَطَلَ التَّدْبِيْرُ ١؎ لِاَنَّهُ لَمْ يُصَادِفِ الْمِلْکَ ٢؎ اَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ لِاَنَّ الْمُسْتَوْلِدَ تَمَلَّكَهَا قَبْلَ الْعَجْزِ ٣؎ وَاَمَّا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَلِاَنَّهُ بِالْعِجْزِ تَبَيَّنَ اَنَّهُ تَمَلَّکَ نَصِيْبَهُ مِنْ وَقْتِ الْوَطْيِ فَتَبَيَّنَ اَنَّهُ مُصَادِفُ مِلْکِ غَيْرِهِ وَالتَّدْبِيْرُ يَعْتَمِدُ

لئے یہ بھی لازم ہوسکتی ہے، تو یہ تردد ہے، کہ کیا ادا کریں، اس لئے اس میں جو یقینی قیمت ہے، یعنی کم قیمت وہ لازم ہوگی۔

ترجمه :(١٢٧٥) اور اگر دوسرے شریک نے وطی نہیں کی، لیکن باندی کو مدبر بنا دیا، پھر باندی مال کتابت سے عاجز ہوگئی تو دوسرے شریک کا مدبر بنانا باطل ہو جائے گا

ترجمه: ١؎ اس لئے کہ دوسرے شریک کی ملکیت حقیقت میں نہیں رہی ہے

تشریح :دو آدمیوں کی باندی تھی، دونوں نے مکاتب بنایا تھا، پھر ایک شریک نے اس کو ام ولد بنالیا، اس کے بعد دوسرے نے کہا کہ یہ باندی میرے مرنے کے بعد آزاد ہے، یعنی مدبر بنالیا، تو اس دوسرے شریک کا مدبر بنانا صحیح نہیں ہے

وجه :(۱) یہ باندی پہلے ہی شریک اول کی ام ولد بن چکی ہے، اور اس نے شریک کو قیمت بھی دے دی ہے اس لئے پوری باندی اسی کی ہوگئی ہے، اب شریک ثانی کی حقیقت میں باندی ہے ہی نہیں اس لئے وہ مدبر بھی نہیں بنا سکے گا

ترجمه :٢؎ صاحبینؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے کہ (پوری باندی پہلے ہی شریک اول کی ہوگئی ہے) اس لئے مکاتبہ کے عاجز ہونے سے پہلے ام ولد شریک اول کی مملوک بن گئی ہے

تشریح :صاحبینؒ کے نزدیک یہ قاعدہ تھا کہ ام ولد بنانے میں باندی کا ٹکڑا نہیں ہوتا ہے، اس لئے جیسے ہی وہ شریک اول کی ام ولد بنی اسی وقت کتابت سے عاجز ہونے سے پہلے ہی وہ پوری باندی شریک اول کی مملوکہ بن گئی ہے، اس لئے شریک ثانی کی وہ مملوک رہی ہی نہیں اس لئے شریک ثانی اس کو اپنا حصہ مدبر نہیں بنا سکے گا

ترجمه :٣؎ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شریک ثانی اس لئے مدبر نہیں بنا سکے گا کہ مکاتبہ کے عاجز ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو گیا کہ شریک اول شریک ثانی کے حصے کا مالک وطی کے وقت سے ہوگیا ہے، اس سے ظاہر ہوگیا کہ شریک ثانی دوسرے کی ملک کو استعمال کر رہا ہے، حال آنکہ مدبر بنانے کے لئے ملکیت چاہئے،

تشریح :امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آزادگی میں ٹکڑا ہوسکتا ہے، لیکن یہاں صورت یہ ہے کہ جب باندی مال کتابت دینے سے عاجز ہوئی تو پتہ چلا کہ شریک اول نے ام ولد بنانے کے لئے جب وطی کی تھی اسی وقت سے شریک ثانی کے حصے کا مالک بن چکا تھا، اور اس باندی میں شریک ثانی کی ملکیت رہی ہی نہیں تھی، اس لئے شریک ثانی اب اپنے حصے کو مدبر نہیں بنا سکے گا۔

ترجمه: ٤؎ بخلاف نسب کے کیونکہ وہ دھوکے پر بھی اعتماد کرتا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ پہلے شریک نے وطی کرکے ام ولد بنالی ہو، پھر دوسرے شریک نے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا تو نسب کا دعوی کیا تو وہاں شریک ثانی سے نسب ثابت کر دیتے ہیں ایسا کیوں؟ تو اس کا جواب دیا جا رہا

الْمِلْکَ ۳ بِخِلَافِ النَّسَبِ لِاَنَّهُ یَعْتَمِدُ الْغُرُوْرَ عَلیٰ مَامَرَّ.
(۱۲۷۶) قَالَ وَهِیَ اُمُّ وَلَدٍ لِلْاَوَّلِ ۱ لِاَنَّهُ تَمَلَّکَ نَصِیْبَ شَرِیْکِهٖ وَکَمَّلَ الْاِسْتِیْلَادَ عَلیٰ مَا بَیَّنَّا
(۱۲۷۷) وَیَضْمَنُ لِشَرِیْکِهٖ نِصْفَ عَقْرِهَا لِوَطْیِهٖ جَارِیَةً مُشْتَرَکَةً وَنِصْفَ قِیْمَتِهَا ۱ لِاَنَّهُ تَمَلَّکَ نِصْفَهَا بِالْاِسْتِیْلَادِ وَهُوَ تَمَلُّکٌ بِالْقِیْمَةِ
(۱۲۷۸) وَالْوَلَدُ وَلَدُ الْاَوَّلِ ۱ لِاَنَّه صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِیَامِ الْمُصَحَّحِ وَهٰذَا قَوْلُهُمْ جَمِیْعاً وَوَجْهُهُ مَا بَیَّنَا.
(۱۲۷۹) قَالَ وَاِنْ کَانَا کَاتَبَاهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا اَحَدُهُمَا وَهُوَ مُوْسِرٌ ثُمَّ عَجَزَتْ یَضْمَنُ الْمُعْتِقُ لِشَرِیْکِهٖ

ہے کہ یہاں بھی پوری باندی شریک اول کی وطی وقت سے ہی ہو چکی ہے، لیکن شریک ثانی کے وطی کرتے وقت اس کا گمان تھا کہ یہ میری بھی باندی ہے، اس دھوکے کی وجہ سے نسب ثابت کر دیا جائے گا، کیونکہ نسب شریعت دھوکے کی وطی میں ثابت کر دیتی ہے، لیکن مدبر دھوکے میں ثابت نہیں ہوتا، اس کے لئے ملکیت چاہئے اور وہ یہاں نہیں ہے، اس لئے امام ابو حنیفہؒ کے یہاں بھی شریک ثانی مدبر نہیں بنا سکے گا

ترجمہ:(۱۲۷۶) یہ باندی شریک اول کی ام ولد ہوگی

ترجمہ :۱ اس لئے کہ (آدھی قیمت دیکر) شریک کے حصے کا مالک بن چکا ہے اور وہ شریک اول کی مکمل ام ولد بن چکی ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے

تشریح : شریک ثانی نے اپنے حصے کو مدبر بنایا تھا، لیکن وہ مدبر نہیں بن سکی، کیونکہ شریک اول نے آدھی قیمت ادا کر دی ہے، اور پوری باندی کا مالک بن چکا ہے، اور پورے طور پر ام ولد بھی بنا چکا ہے

ترجمہ :(۱۲۷۷) شریک اول شریک ثانی کے لئے آدھے عقر کا ضامن ہوگا (اس لئے اس نے مشترک باندی سے وطی کی تھی) اور باندی کی آدھی قیمت کا بھی ضامن ہوگا

ترجمہ:۱ اس لئے کہ ام ولد بنا کر آدھی باندی کا مالک بنا ہے، اور قیمت دیکر مالک بننا ہے

تشریح: شریک اول پر آدھا عقر بھی لازم ہوگا، اور آدھی قیمت کا بھی ضامن ہوگا، کیونکہ شریک ثانی کی باندی سے بھی وطی کی ہے

ترجمہ:(۱۲۷۸) اور بچہ شریک اول کا ہوگا

ترجمہ :۱ اس لئے کہ صحت کے قائم ہونے کی وجہ سے دعوی صحیح ہے، اور یہ سب کی رائے ہے، اور اس کی وجہ ہم نے پہلے بیان کی ہے

تشریح : چونکہ قیمت ادا کرنے کی وجہ سے پوری باندی شریک اول کی ہو چکی ہے اس لئے بچہ شریک اول کا ہوگا، اور اس کا دعوی بھی صحیح ہے، اور یہ تینوں ائمہ کی رائے ہے

ترجمہ :(۱۲۷۹) اگر دو شریکوں نے اپنی باندی کو مکاتب بنایا، پھر ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، اور وہ مالدار بھی ہے، پھر باندی مال کتابت دینے سے عاجز ہوگئی تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کے لئے آدھی قیمت کا ضامن ہوگا، پھر یہ

نِصْفَ قِيْمَتِهَا وَيَرْجِعُ بِذَالِكَ عَلَيْهَا عِنْدَ اَبِى حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَا يَرْجِعُ عَلَيْهَا ل لِاَنَّهَا لَمَّا عَجَزَتْ وَرَدَّتْ فِى الرِّقِّ تَصِيْرُ كَاَنَّهَا لَمْ تَزَلْ قِنَّةً

آدھی قیمت باندی سے وصول کرے گا، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ باندی سے کچھ نہیں لے گا

ترجمہ: ل اس لئے کہ جب عاجز ہوگئی تو وہ باندی کی طرف لوٹ گئی، اور گویا کہ ہمیشہ باندی ہی رہی ہے (درمیان میں مکاتب نہیں بنی ہے، اس لئے آدھی باندی آزاد کرنے کا حکم چلے گا، اس کا ذکر کتاب العتاق میں ہے)

نوٹ: یہ مسئلہ آزاد کرنے کے چار اصولوں پر ہے پہلے اس کو سمجھیں

اصول: امام ابوحنیفہ کا ایک اصول یہ گزرا کہ آزاد کرنے پر حصے کا ٹکڑا ہوتا ہے، اس لئے ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کا حصہ ہی آزاد ہوا ہے دوسرے کا نہیں

اصول: اب آزاد کرنے والا شریک مالدار ہے تو دوسرے شریک کو تین اختیار ہیں۔ ا۔ پہلا اپنا حصہ بھی آزاد کر دے۔ ۲۔ دوسرا یہ کہ مالدار شریک سے غلام کی آدھی قیمت لے لے، کیونکہ اس نے غلام کو آدھا آزاد کر کے نقص پیدا کیا ہے۔ ۳۔ اور تیسرا اختیار یہ ہے کہ غلام سے سعی کروا کر اپنے حصے کی قیمت وصول کرے

اور اگر آزاد کرنے والا شریک تنگ دست ہے، تو پھر دو اختیار ہیں، یا اپنا حصہ آزاد کرے، یا غلام سے اپنے حصے کی قیمت سعی کروا کر وصول کرے

وجہ: (ا) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عمر قال قال رسول الله من اعتق شركا له فى مملوك فعليه عتقه كله ان كان له مال يبلغ ثمنه فان لم يكن له مال يقوم عليه قيمة عدل على المعتق فاعتق منه ما اعتق** (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامة بین الشرکاء ص ۴۲۲ نمبر ۲۵۲۳، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا له فی عبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس سے اپنے حصے کا ضمان لے سکتا ہے۔

(ا) آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو اس سے اپنا حصہ نہیں لے گا، حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی هريرةؓ ان النبى ﷺ قال من اعتق نصيبا او شقصا فى مملوك فخلاصه عليه فى ماله ان كان له مال والا قوم عليه فاستسعى به غير مشقوق عليه** (بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس له مال استسعی العبد غیر مشقوق علیہ ص ۴۲۳ نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، باب ذکر سعایۃ العبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے والا مالدار نہ ہو تو غلام اپنی قیمت کی سعایت کرے گا۔ یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔

اصول: صاحبین ان کا اصول یہ گزرا کہ آزاد کرنے میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے جیسے ہی شریک نے آزاد کیا تو پورا غلام آزاد ہو گیا، اور گویا کہ دوسرے کے حصے کو بھی آزاد کر دیا ہے، اس لئے اگر آزاد کرنے والا شریک مالدار ہے تو اپنے حصے کی قیمت اس سے وصول کرے گا اور اگر تنگ دست ہے تو پھر غلام سے اپنے حصے کی قیمت سعی کروا کر وصول کرے گا

وجہ: ان کی دلیل یہ حدیث ہے (ا) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ من اعتق شركا له**

۲؎ وَالْجَوَابُ فِيهِ عَلَى الْخِلَافِ فِي الرُّجُوعِ وَفِي الْخِيَارَاتِ وَغَيْرِهَا كَمَا هُوَ مَسْأَلَةُ تَجَزُّئِ الْإِعْتَاقِ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِي الْإِعْتَاقِ ۳؎ فَأَمَّا قَبْلَ الْعَجْزِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ

فی مملوک فعلیه عتقه کله ان کان له مال یبلغ ثمنه فان لم یکن له مال یقوم علیه قیمة عدل علی المعتق فاعتق منه ما اعتق (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامة بین الشرکاء ص ۳۴۳ نمبر ۲۵۲۳، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا له فی عبد ص ۴۹۱ نمبر ۱۵۰۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال ہو تو اس سے اپنے حصے کا تاوان وصول کر لے گا۔

اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو غلام سے سعایت کرائے گا۔ اس کی دلیل یہ حدیث والا قوم علیه فاستسعی به غیر مشقوق علیه (بخاری شریف، نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، نمبر ۱۵۰۳) اس حدیث میں ہے کہ آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو غلام سے سعایت کرا لے۔

تشریح: ایک باندی دو آدمیوں کی باندی تھی، دونوں نے اس کو مکاتب بنایا، پھر ایک شریک نے اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا، پھر وہ باندی مال کتابت دینے سے عاجز ہو گئی تو اگر آزاد کرنے والا شریک مالدار ہے تو یہ دوسرے شریک کو مکاتب باندی کی آدھی قیمت ادا کرے گا، لیکن یہ آدھی قیمت پھر باندی سے وصول کرے گا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں آزادگی کا ٹکڑا ہوتا ہے، اس لئے اس نے صرف اپنا حصہ آزاد کیا شریک کا نہیں، یہ تو صرف حدیث کی بنیاد پر باندی کی جانب سے آدھی قیمت دی ہے اس لئے اس آدھی قیمت کو باندی سے وصول کرے گا

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر مالدار ہے تو یہ باندی کی آدھی قیمت ادا کرے گا، اور اس قیمت کو باندی سے نہیں لے گا

وجہ: صاحبین کے یہاں آزاد کرنے میں ٹکڑا نہیں ہے، اس لئے جب اپنا حصہ آزاد کیا تو گویا کہ شریک کا حصہ بھی آزاد کر دیا، چونکہ اس نے شریک کا حصہ بھی آزاد کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کو ضمان دینا پڑا ہے، اس لئے یہ آدھی قیمت باندی سے وصول نہیں کرے گا۔ اس پوری تفصیل کو یاد رکھیں

ترجمہ: ۲؎ باندی سے آدھی قیمت وصول کرے گا یا نہیں کرے گا، اور کیا کیا اختیارات ملیں گے، اس کے علاوہ آزادگی کا ٹکڑا ہوگا یا نہیں، اس سب کی تفصیل کتاب العتاق میں ذکر کر دی ہے

تشریح: یہ تفصیل وہی ہیں جو ہم نے اوپر تفصیل سے بیان کی ہے

ترجمہ: ۳؎ بہر حال باندی مال کتابت دینے سے عاجز نہ ہوئی ہو اس سے پہلے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آزاد کرنے والے کو ضامن نہیں بنایا جائے گا، اس لئے کہ جب انکے نزدیک آزادگی کا ٹکڑا ہو سکتا ہے تو اس کا اثر یہ ہے کہ آزاد نہ کرنے والے کا حصہ مکاتب کی طرح ہوا، اس لئے آزاد نہ کرنے والے کا حصہ بدلے گا نہیں، اس لئے کہ وہ آزاد کرنے سے پہلے مکاتبہ تھی (اس لئے آزاد کرنے والا ضامن نہیں ہوگا)

تشریح: اوپر شریک کا ضامن اس وقت بنا تھا جبکہ باندی مال کتابت دینے سے عاجز ہو گئی تھی، یہاں صورت حال یہ ہے کہ

الْاِعْتَاقَ لَمَّا كَانَ يَتَجَزّٰی عِنْدَهٗ كَانَ اَثَرُهٗ اَنْ يَّجْعَلَ نَصِيْبُ غَيْرِ الْمُعْتَقِ كَالْمُكَاتَبِ فَلاَ يَتَغَيَّرُ بِهٖ نَصِيْبُ صَاحِبِهٖ لِاَنَّهَا مُكَاتَبَةٌ قَبْلَ ذَالِكَ ٤ وَعِنْدَهُمَا لَمَّا كَانَ لاَ يَتَجَزّٰی يَعْتَقُ الْكُلُّ فَلَهٗ اَنْ يَّضْمَنَهٗ قِيْمَةَ نَصِيْبِهٖ مُكَاتَباً اِنْ كَانَ مُوْسِراً وَيَسْتَسْعَى الْعَبْدُ اِنْ كَانَ مُعْسِراً لِاَنَّهٗ ضِمَانُ اِعْتَاقٍ فَيَخْتَلِفُ بِالْيَسَارِ وَالْاِعْسَارِ.

(۱۲۸۰) قَالَ وَاِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ دَبَّرَهٗ اَحَدُهُمَا ثُمَّ اَعْتَقَهُ الْآخَرُ وَهُوَ مُوْسِرٌ فَاِنْ شَاءَ الَّذِیْ دَبَّرَهٗ ضَمِنَ الْمُعْتَقَ نِصْفَ قِيْمَتِهٖ مُدَبَّراً وَاِنْ شَاءَ اِسْتَسْعَى الْعَبْدَ وَاِنْ اَعْتَقَهٗ اَحَدُهُمَا ثُمَّ دَبَّرَهُ الْآخَرُ لَمْ يَكُنْ لَهٗ اَنْ يَّضْمَنَ الْمُعْتِقَ وَيَسْتَسْعَى الْعَبْدُ اَوْ يَعْتِقُ ١ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَؒ

باندی کا آدھا حصہ آزادتو کیا ہے،لیکن وہ مال کتابت دینے سے عاجز نہیں ہوئی ہے،تو اس صورت میں آزاد کرنے والا شریک دوسرے کا ضامن نہیں بنے گا

وجہ : کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزاد کرنے کا ٹکڑا ہوتا ہے،اس لئے جب اس نے اپنا حصہ آزاد کیا تو اپنا حصہ ہی آزاد ہوا،اور شریک کا حصہ مکاتب باقی رہا،اس لئے شریک کچھ نہیں لے سکے گا،اب وہ مکاتبہ سے اپنا مال کتابت وصول کرے

ترجمہ:٤ اور صاحبینؒ کے نزدیک جب آزادگی کا ٹکڑا نہیں ہوتا تو آزاد کرنے والے شریک نے پوری باندی آزاد کردی اس لئے اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو شریک ثانی کو اختیار ہوگا کہ مکاتب کی حالت میں اپنے حصے کا ضامن بنائے۔اور اگر مالدار نہیں ہے تو غلام سے سعی کروا کر وصول کرے،اس لئے کہ آزاد کرنے کی وجہ سے ضمان لازم آیا ہے،اس لئے مالدار ہونے اور غریب ہونے سے مسئلے میں فرق پڑے گا

تشریح:صاحبین کے یہاں آزادگی کا ٹکڑا نہیں ہوتا،اس لئے جوں ہی اپنے حصے کو آزاد کیا تو پوری باندی آزاد ہوگئی اور گویا کہ شریک کے حصے کو بھی آزاد کردیا،اس لئے اگر مالدار ہے تو شریک کے حصے کا ضامن بنے گا،اور اگر مالدار نہیں ہے تو غلام سے وصول کرے گا

ترجمہ :(۱۲۸۰) اگر غلام دو آدمیوں کے درمیان ہو پہلے ایک نے مدبر بنایا،پھر دوسرے نے آزاد کیا،اور آزاد کرنے والا مالدار ہے،تو جس نے مدبر بنایا تھا وہ چاہے تو آزاد کرنے والے کو مدبر غلام کی آدھی قیمت کا ضامن بنائے،اور چاہے تو غلام سے سعی کروالے،اور چاہے تو اپنا حصہ آزاد کردے۔اور اگر صورت اس کی الٹی ہو،یعنی پہلے ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا پھر دوسرے نے اپنا حصہ مدبر بنایا،تو آزاد کرنے والے کو ضامن نہیں بنا سکتا ہے،اب دو ہی صورتیں ہیں۔یا تو غلام سے سعی کروائے،یا اپنا حصہ آزاد کرے

ترجمہ:١ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے

اصول :،امام ابوحنیفہ آزاد کرنے والا شریک مالدار ہے تو دوسرے شریک کو تین اختیار ہیں۔ا۔پہلا اپنا حصہ بھی آزاد کردے ۔۲۔دوسرا یہ کہ مالدار شریک سے غلام کی آدھی قیمت لے لے،کیونکہ اس نے غلام کو آدھا آزاد کرکے نقص پیدا کیا ہے۔۳۔اور تیسرا اختیار یہ ہے کہ غلام سے سعی کروا کر اپنے حصے کی قیمت وصول کرے۔یہ مسئلہ اسی اصول پر متفرع ہے

۲؎ وَوَجْهُهُ اَنَّ التَّدْبِيْرَ يَتَجَزّٰى عِنْدَهُ فَتَدْبِيْرُ اَحَدِهِمَا يَقْتَصِرُ عَلٰى نَصِيْبِهٖ لٰكِنْ يَّفْسُدُ بِهٖ نَصِيْبُ الْآخَرِ فَيَثْبُتُ لَهُ خِيَرَةُ الْاِعْتَاقِ وَالتَّضْمِيْنُ وَالْاِسْتِسْعَاءُ كَمَا هُوَ مَذْهَبُهٗ فَاِذَا اَعْتَقَ لَمْ يَبْقَ لَهُ خِيَارُ التَّضْمِيْنِ وَالْاِسْتِسْعَاءِ ۳؎ وَاِعْتَاقُهُ يَقْتَصِرُ عَلٰى نَصِيْبِهٖ لِاَنَّهُ يَتَجَزّٰى عِنْدَهُ وَلٰكِنْ يَّفْسُدُ بِهٖ نَصِيْبُ شَرِيْكِهٖ فَلَهُ اَنْ يُّضَمِّنَهُ قِيْمَةَ نَصِيْبِهٖ وَلَهُ خِيَارُ الْعِتْقِ وَالْاِسْتِسْعَاءِ اَيْضاً كَمَا هُوَ مَذْهَبُهٗ ۴؎ وَيُضَمِّنُهُ قِيْمَةَ نَصِيْبِهٖ مُدَبَّراً لِاَنَّ الْاِعْتَاقَ صَادَفَ الْمُدَبَّرَ.

تشریح اس عبارت میں دوطرح کے مسئلے ہیں۔ پہلے مسئلے میں پہلے ایک شریک نے اپنا حصہ مدبر بنایا، بعد میں دوسرے شریک نے اپنا آدھا آزاد کیا ہے۔اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پہلے ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے پھر دوسرے شریک نے اپنا آدھا حصہ مدبر بنایا ہے

اب پہلے مدبر بنایا پھر دوسرے نے آزاد کیا ہو، تو مدبر بنانے والے کو تین قسم کے اختیار ہیں، پہلا آزاد کرنے والے سے آدھی قیمت لے لے، دوسرا غلام سے سعی کروالے، اور تیسرا یہ کہ اپنا حصہ بھی آزاد کردے

وجہ :امام ابوحنیفہؒ کا اصول گزرا کہ آزادگی میں ٹکڑا ہوتا ہے، اس لئے جب اس نے اپنا حصہ آزاد کیا تو اسی کا حصہ آزاد ہوا، دوسرے کا نہیں، البتہ اس کے آزاد کرنے سے غلام میں نقص آ گیا ہے، اس لئے اس کو تین اختیار ہیں، شریک کو ضامن بنانا، سعی کروانا، اور اپنا حصہ آزاد کرنا، دونوں صورتوں میں یہی قاعدہ چلے گا

ترجمہ :۲؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدبر بنانے میں بھی ٹکڑا ہوتا ہے، پس اگر ایک شریک نے مدبر بنایا تو اسی کا حصہ مدبر بنا، لیکن دوسرے کا حصہ خراب ہوا، اس لئے اس کو تین اختیار ہیں۔ا۔ اپنا حصہ آزاد کردے۔۲۔ مدبر بنانے والے کو ضامن بنادے۔۳۔ یا غلام سے سعی کروالے، جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے، لیکن دوسرے نے جب اپنا حصہ آزاد کردیا تو اب اس کو مدبر بنانے والے کو نہ ضامن بنا سکتا ہے، اور نہ غلام سے سعی کرواسکتا ہے

تشریح: واضح ہے۔

وجہ: پہلے شریک کے مدبر بنانے کے بعد جب دوسرے شریک کو تین اختیار رتھے، اور اس نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو اب اس کو نہ شریک کو ضامن بنانے کا حق رہا، اور نہ غلام سے سعی کرانے کا حق رہا، کیونکہ اپنا حصہ آزاد کر چکا ہے

ترجمہ :۳؎ اور اگر پہلے شریک نے آزاد کیا تھا تو اس کا آزاد کرنا بھی اس کے حصے پر ہی منحصر رہے گا، اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا ٹکڑا ہوتا ہے، لیکن اس آزاد کرنے سے شریک کا حصہ خراب ہوگا، تو دوسرے شریک کو بھی تین اختیار ہوں گے، ا۔ اپنے حصے کی قیمت کا ضامن بنائے۔۲۔ اپنا حصہ آزاد کردے۔۳۔ یا غلام سے سعی کروالے، جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے

ترجمہ:۴؎ اور مدبر بنانے والا آزاد کرنے والے کو مدبر غلام کی قیمت میں اپنے حصے کا ضامن بنائے گا

وجہ :چونکہ دوسرے شریک نے اپنے حصے کو مدبر بنالیا ہے، اور آزاد کرنے والے نے گویا کہ اس کے مدبر غلام کو آزاد کیا ہے مدبر غلام کی قیمت کے آدھے حصے کا ضامن بنائے گا

۵ ثُمَّ قِيلَ قِيمَةُ الْمُدَبَّرِ تُعْرَفُ بِتَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ وَقِيلَ يَجِبُ ثُلُثَا قِيمَتِهِ وَهُوَ قِنٌّ لِاَنَّ الْمَنَافِعَ اَنْوَاعٌ ثَلَاثَةٌ الْبَيْعُ وَاَشْبَاهُهُ وَالِاسْتِخْدَامُ وَاَمْثَالُهُ وَالْإِعْتَاقُ وَتَوَابِعُهُ وَالْفَائِتُ الْبَيْعُ فَيَسْقُطُ الثُّلُثُ ٦ وَاِذَا ضَمَّنَهُ لَا يَتَمَلَّكُهُ بِالضَّمَانِ لِاَنَّهُ لَا يَقْبَلُ الْاِنْتِقَالُ مِنْ مِلْكٍ اِلَىٰ مِلْكٍ كَمَا اِذَا غَصَبَ مُدَبَّراً فَاَبَقَ

ترجمہ :۵ پھر کہا گیا ہے کہ دو قیمت لگانے والے کی قیمت لگانے سے مدبر کی قیمت کا پتہ چلے گا، اور دوسرے حضرات نے کہا کہ خالص باندی کی دو تہائی اس کی قیمت ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع کی تین قسمیں ہیں۔ا۔ باندی کو بیچنا، اور اس کے مشابہ۲۔ خدمت لینا اور اس کے مشابہ۔۳۔ اور آزاد کرنا اور اس کے تابع، اور یہاں بیچنا فوت ہو چکا ہے، اس لئے مدبر کی ایک تہائی کم ہو جائے گی

تشریح : مدبر کی قیمت کتنی ہوگی اس میں دو رائیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دو ماہر قیمت لگانے والے جتنی قیمت لگائیں وہ اس کی قیمت ہوگی، اور اس کی آدھی قیمت آزاد کرنے والے پر لازم ہوگی۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ خالص باندی کی جتنی قیمت ہوتی ہے، اس میں ایک تہائی کم ہو کر اس قسم کے مدبر کی قیمت ہوگی

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ باندی سے تین قسم کے فائدے ہیں۔ بیچنا، خدمت لینا اور آزاد کرنا، مدبر بنانے کے بعد اس باندی کو اب بیچ نہیں سکتا ہے، کیونکہ اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے، صرف آزاد کر سکتا ہے، یا اس سے خدمت لے سکتا ہے، تو چونکہ بیچ نہیں سکتا ہے تو ایک تہائی نفع کم ہو گئی اس لئے اس کی ایک تہائی قیمت بھی کم لگے گی، اور آزاد کرنے والے پر یہی ایک تہائی کم والی قیمت لگے گی۔

ترجمہ :٦ اگر مدبر بنانے والے نے آزاد کرنے والے سے ضمان لے لیا تو آزاد کرنے والا ضمان دینے کی وجہ سے مدبر کا مالک نہیں بنے گا، اس لئے مدبر غلام ایک کی ملکیت سے دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، جیسے مدبر کو کوئی غصب کر لے پھر مدبر بھاگ جائے (اور غاصب کو مدبر کا ضمان دینا پڑے تو اس ضمان دینے سے غاصب اس مدبر کا مالک نہیں بنے گا)

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ضمان ادا کرنے سے بھی مدبر دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل نہیں ہوگا

تشریح : جس نے آزاد کیا تھا اس نے مدبر غلام کی آدھی قیمت ادا کر دی تو اس قیمت دینے سے مدبر کے آدھے حصے کا مالک نہیں بنے گا

وجہ : (ا) اس حدیث میں ہے۔ عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال المدبر لا یباع و لا یوھب وھو حر من الثلث (دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۸۷ نمبر ۴۲۲۰، سنن للبیہقی، باب من قال لا یباع المدبر ج عاشر ص ۵۲۹ نمبر ۲۱۵۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ آزاد ہے اس کو نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے (۲) اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے اس کو دوسرے کی طرف منتقل کر کے ختم نہیں کیا جا سکتا ہے

اس کی ایک مثال دی ہے کہ مدبر غلام کو کسی نے غصب کیا، پھر وہ غاصب کے ہاتھ سے بھاگ گیا، اب اس نے مدبر کا ضمان ادا کیا، پھر بھی اس ضمان ادا کرنے سے غاصب اس مدبر کا مالک نہیں بنے گا، اسی طرح یہاں آزاد کرنے والا ضمان ادا کرے گا پھر بھی وہ مالک نہیں بنے گا

۷ وَاِنْ اَعْتَقَهٗ اَحَدُهُمَا اَوَّلاً كَانَ لِلْآخَرِ الْخَيَّارَاتُ الثَّلاثُ عِنْدَهٗ فَاِذَا دَبَّرَهٗ لَمْ يَبْقَ لَهٗ خِيَارُ التَّضْمِيْنِ وَبَقِيَ خِيَارُ الْاِعْتَاقِ وَالْاِسْتِسْعَاءِ لِاَنَّ الْمُدَبَّرَ يُعْتَقُ وَيَسْتَسْعِي ۸ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَؒ وَمُحَمَّدٌؒ اِذَا دَبَّرَهٗ اَحَدُهُمَا فَعِتْقُ الْآخَرِ بَاطِلٌ لِاَنَّهٗ لَا يَتَجَزّٰى عِنْدَهُمَا فَيَتَمَلَّكُ نَصِيْبُ صَاحِبِهٖ بِالتَّدْبِيْرِ وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيْمَتِهٖ مُوْسِراً كَانَ اَوْمُعْسِراً لِاَنَّهٗ ضِمَانُ تَمَلُّكٍ فَلَا يَخْتَلِفُ بِالْيَسَارِ وَالْاِعْسَارِ وَيَضْمَنُ

ترجمہ :۷ اگر شریک نے پہلے آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسرے کو تین اختیار ہیں (آزاد کرے، ضمان لے، غلام سے سعی کرالے) لیکن اگر دوسرے شریک نے اس کے بعد مدبر بنا دیا تو اب ضامن بنانے کا اختیار نہیں رہے گا، صرف دو ہی اختیار ہیں، ا۔ اپنا حصہ آزاد کرے ۲۔ یا غلام سے سعی کرالے

تشریح :متن میں یہ دوسرا مسئلہ تھا، جس کی تشریح یہ ہے کہ پہلے شریک نے اپنے حصے کو آزاد کیا تو دوسرے شریک کو تین اختیار تھے، لیکن دوسرے شریک نے اپنے حصے کو مدبر بنا دیا تو اس کے ہاتھ میں اب آزاد کرنے والے شریک سے ضمان لینے کا اختیار نہیں رہا، صرف آزاد کر سکتا ہے، یا غلام سے سعی کرا سکتا ہے

وجہ :ضمان لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنا حصہ آزاد کرنے والے کے ہاتھ میں بیچنا چاہتا ہے، اور اس کی طرف منتقل کرنا چاہتا ہے، اور مدبر بنانے کے بعد اپنا حصہ منتقل نہیں کر سکتا ہے، اس لئے وہ شریک سے ضمان بھی نہیں لے سکتا ہے۔

ترجمہ :۸ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شریک نے مدبر بنا دیا تو اس کے بعد دوسرے کا آزاد کرنا باطل ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک مدبر ہونے کا ٹکڑا نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے مدبر بنا کر گویا کہ دوسرے شریک کے حصے کا بھی مالک بن گیا، اور اس کی نصف قیمت کا ضامن بنے گا، چاہے مدبر بنانے والا مالدار ہو یا تنگ دست، اس لئے کہ مالک بننے کا ضمان ہے، اس لئے مالداری، اور تنگ دستی سے فرق نہیں پڑے گا، اور خالص باندی کی نصف قیمت کا ضامن بنے گا، اس لئے کہ خالص باندی کی حالت میں اس کو مدبر بنایا تھا

اصول: یہاں صاحبین کے دو اصول ہیں، ایک تو یہ کہ مدبر بنانے کا ٹکڑا نہیں ہوتا، اپنا حصہ مدبر بنایا تو گویا کہ پوری باندی کو مدبر بنا دیا

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ آزاد کرنے میں تو غریب اور مالدار کا فرق ہے، مدبر بنایا تو چاہے مدبر بنانے والا غریب ہو یا مالدار ہر حال میں ضمان لازم ہوگا

تشریح:ایک شریک نے اپنے حصے کو مدبر بنایا تو پورا غلام مدبر بن گیا اس لئے شریک کو ضمان دینا ہوگا، اور چونکہ مدبر بنانے کی وجہ سے ضمان ہے اس لئے مدبر بنانے والا مالدار ہو یا تنگ دست ہر حال میں ضمان دینا ہوگا، ہاں یہ آزاد کرتا تو آزاد کرنے میں حدیث میں تصریح ہے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہے تو ضمان دیگا، اور تنگ دست ہے تو غلام سعی کرے گا، مدبر بنانے اور آزاد کرنے میں یہ فرق ہے

دوسری بات یہ ہے کہ مدبر بناتے وقت باندی خالص باندی تھی اس لئے خالص باندی ہی کی قیمت دینی ہوگی

نِصْفَ قِيْمَتِهٖ قِناً لِاَنَّهٗ صَادَفَهُ التَّدْبِيْرِ وَهُوَ قِنٌّ ۹ وَاِنَّ اَعْتَقَهٗ اَحَدُهُمَافَتَدْبِيْرِ الْآخَرَ بَاطِلٌ لِاَنَّ الْاَعْتَاقِ لَا يَتَجَزَّئُ فَعُتِقَ كُلُّهٗ فَلَمْ يُصَادِفُ التَدْبِيْرِ الْمِلْكَ وَهُوَ يَعْتَمِدَهٗ وَيَضْمِنَ نِصْفِ قِيْمَتِهٖ اِنَّ كَانَ مُوْسِراً وَيَسْعِيْ الْعَبْدَ فِيْ ذَالِكَ اِنَّ كَانَ مُعْسِراً لِاَنَّ هٰذَا ضِمَانُ الْاَعْتَاقِ فَيَخْتَلِفُ ذَالِكَ بِالْيَسَارِ وَالْاِعْسَارِ عِنْدَهُمَا.

بَابُ مَوْتِ الْمُكَاتَبِ وَعَجِزَهٗ وَمَوْتِ الْمَوْلٰى

(۱۲۸۱) قَالَ وَاِذَا عَجِزَ الْمُكَاتَبِ عَنْ نَجْمِ نَظَرُ الْحَاكِمُ فِي حَالِهٖ فَاِنَّ كَانَ لَه دَيْنٌ يَقْبِضَهٗ اَوْ مَالِ يُقْدَمُ عَلَيْهِ لَمْ يَعْجَلُ بَتَعْجِيْزِهٖ وَانْتَظَرَ عَلَيْهِ الْيَوْمَيْنِ اَوْ الثَّلَاثَةُ ۱ نَظْرًا لِلْجَانِبَيْنِ وَالثُّلَاثِ هِيَ الْمُدَّةُ

ترجمہ:۹ اور اگر ایک شریک نے آزاد کیا تو اب دوسرے کا مدبر بنانا باطل ہے، اس لئے کہ صاحبینؒ کے نزدیک آزادگی کا ٹکڑا نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے پورا غلام آزاد ہو گیا ہے، اور ملکیت ہو تو مدبر بنا سکتا ہے، اور یہاں ملکیت پائی ہی نہیں گئی (اس لئے اب مدبر نہیں بنا سکتا ہے) اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو آدھی قیمت کا ضامن بنے گا، اور تنگ دست ہے تو غلام سے سعی کرائے گا، اس کو آزاد کرنے کا ضمان کہتے ہیں، اس لئے مالدار، اور تنگ دست سے فرق پڑے گا

تشریح :اس عبارت میں مدبر بنانے اور آزاد کرنے میں کیا فرق ہے اس کو واضح کیا ہے۔شریک نے اپنا حصہ آزاد کیا ہو تو حدیث کے مطابق، اگر مالدار ہے تو ضمان دیگا، اور غریب ہے تو غلام سے سعی کرائے گا۔اور اپنا حصہ مدبر بنایا ہو تو صرف ضمان دیگا، غلام سے سعی نہیں کرائے گا۔آزاد کرنے اور مدبر بنانے میں یہ فرق ہے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت المولی

ترجمہ :(۱۲۸۱)اور اگر مکاتب قسط ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو حاکم اس کی حالت پر غور کرے گا۔پس اگر اس کا قرض ہو جس کو قبضہ کر سکتا ہے یا مال اس کے پاس آسکتا ہو تو اس کو عاجز کرنے میں جلدی نہ کرے اور اس کو دو دن یا تین دن تک مہلت دے۔

ترجمہ :۱ مکاتب اور آقا دونوں کے فائدے کے پیش نظر، اور یہ مدت عذر کو ظاہر کرنے کے لئے متعین کی گئی ہے، جیسے مدعی علیہ کے دفعیہ کے لئے، اور قرض کے ادا کرنے کے لئے مہلت دیتے ہیں، اس لئے اس سے زیادہ مہلت نہیں دی جائے گی

تشریح : مکاتب قسط ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو حاکم اس کی حالت پر غور کرے گا۔اگر اس کے پاس کہیں سے قرض آسکتا ہو یا کوئی مال آسکتا ہو جس سے اس کی قسط ادا ہو سکتی ہو تو حاکم اس کو عاجز کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ دو چار دنوں کی مہلت دے تا کہ وہ قسط ادا کر سکے۔اور اگر مال آنے کا کوئی راستہ نہ ہو اور آقا عاجز قرار دینے کا مطالبہ کرے تو حاکم اس کو عاجز قرار دے گا اور کتابت فسخ کر دے گا

وجہ :(۱)امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی ﷺ قال المکاتب عبد مابقی علیہ من کتابتہ درھم (ابو داؤد شریف، باب فی المکاتب یودی بعض کتابتہ فیعجز او یموت ج ثانی

اَلَّتِي ضُرِبَتْ لِابْلَاءِ الْاَعْذَارِ كَامْهَالِ الْخَصْمِ لِلدَّفْعِ وَالْمَدْيُوْنَ لِلْقَضَاءِ فَلَا يُزَادُ عَلَيْهِ.

(١٢٨٢) فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَجْهٌ وَطَلَبَ الْمَوْلٰى تَعْجِيْزَهُ عَجَّزَهُ وَفَسَخَ الْكِتَابَةَ ١ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ ٢ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ لَا يُعْجِزُهُ حَتّٰى يَتَوَالٰى عَلَيْهِ نَجْمَانِ لِقَوْلِ عَلِيٍّ اِذَا تَوَالٰى عَلَى الْمُكَاتَبِ نَجْمَانِ رُدَّ فِى الرِّقِّ عَلَّقَهُ بِهٰذَا الشَّرْطِ ٣ وَلِاَنَّهُ عَقْدُ اِرْفَاقٍ حَتّٰى كَانَ اَحْسَنُهُ مُؤَجَّلَهُ

ص١٩١نمبر٣٩٢٦) اس حدیث میں ہے کہ ایک درہم بھی باقی ہوتو مکاتب غلام ہے۔اس لئے قسط ادا نہ کر سکے تو غلامیت کی طرف واپس لوٹ آئے گا (٢) اس قول صحابی میں ہے۔ سمع جابر بن عبد الله يقول فی المكاتب يودى صدرا من كتابته ثم يعجز قال يرد عبدا (مصنف عبد الرزاق، باب عجز المکاتب وغیر ذلک ج ثامن ص٤٠٦ نمبر١٥٧١٩، سنن للبیہقی، باب عجز المکاتب ج عاشر ص٥٤٢ نمبر٢١٧٥٢) اس قول صحابی میں ہے کہ مکاتب عاجز ہو جائے تو مکاتب دوبارہ غلام بن جائے گا۔ (٣) تیسری وجہ یہ ہے کہ کسی پر قرض ہوتو اس کو ادا کرنے کے لئے تین دن کی مہلت دیتے ہیں، اس لئے مکاتب کو بھی تین دن کی مہلت ملے گی۔ (٤) کوئی مدعی علیہ ہوتو اس کو اپنا دفعیہ پیش کرنے کے لئے تین دن کی مہلت دیتے ہیں اس لئے تین دن کی مہلت دی جائے گی۔

لغت: نجم: قسط۔

ترجمہ: (١٢٨٢) اور اگر اس کے پاس کوئی راستہ نہ ہو اور آقا اس کو عاجز قرار دینے کا مطالبہ کرے تو حاکم اس کو عاجز قرار دے اور کتابت فسخ کر دے

ترجمہ: ١ یہ امام ابو حنیفہؒ، اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ جیسے قسط دینے سے عاجز ہوا تو کتابت توڑ دینے کا مستحق ہو گیا ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ٢ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا دو قسطیں چڑھ جائیں تب عاجز قرار دے گا۔ حضرت علیؓ کے قول کی وجہ سے کہ مکاتب پر دو قسطیں ہو جائیں تو غلامیت کی طرف لوٹا دو، انہوں نے غلامت کی طرف لوٹانے کے لئے اس شرط پر معلق کیا (کہ دو قسطیں ادا نہ کی ہوں)

وجہ: حضرت علی کا قول یہ ہے۔ عن علي قال اذا تتابع على المكاتب نجمان فدخل فى السنة فلم يود نجومه رد فى الرق (مصنف ابن ابی شیبۃ ٤٧ من رد المکاتب اذا عجز ج رابع، ص٣٩٩ نمبر٢١٤٠٦) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ دو قسطیں چڑھ جائیں تب غلامیت کی طرف واپس کرے گا۔

ترجمہ: ٣ اور ایک وجہ کتابت کا عقد مہلت دینے کا عقد ہے، یہی وجہ ہے کہ اچھی کتابت یہ ہے کہ قسط وار دینے کا وعدہ ہو، اور ایک قسط کا وقت آجائے تو یہ واجب ہونے کی حالت ہے اس لئے آسانی کے لئے ایک مدت کی مہلت دی جائے

تشریح: یہ امام ابو یوسفؒ کی جانب سے دو قسطوں تک مہلت دینے کی دلیل ہے۔ ا۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ عقد کتابت آسانی

وَحَالَةُ الْوُجُوْبِ بَعْدَ حُلُوْلِ نَجْمٍ فَلَابُدَّ مِنْ اِمْهَالِ مُدَّةٍ اِسْتِيْسَاراً ۴؎ وَاَوْلٰى الْمَدَدِ مَاتَوَافَقَ عَلَيْهِ الْعَاقِدَانِ ۵؎ وَلَهُمَا اَنَّ سَبَبَ الْفَسْخِ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ الْعِجْزُ لِاَنَّ مِنْ عِجْزٍ عَنْ اَدَاءِ نَجْمٍ وَاحِدٍ يَكُوْنُ اَعْجَزَهُ عَنْ اَدَاءِ نَجْمَيْنِ ۶؎ وَهٰذَا لِاَنَّ مَقْصُوْدَ الْمَوْلٰى اَلْوُصُوْلَ اِلَى الْمَالِ عِنْدَ حَوْلِ نَجْمٍ وَقَدْ فَاتَ فَيَفْسُخُ اِذَالَمْ يَكُنْ رَاضِياًبِهٖ دُوْنَهُ ۷؎ بِخِلَافِ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ لِاَنَّهُ لَابُدَّ مِنْهَا لِاِمْكَانِ الْاَدَاءِ فَلَمْ يَكُنْ تَاخِيْراً ۸؎ وَالْآثَارُ مُتَعَارِضَةٌ فَاِنَّ الْمَرْوِيَّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ مُكَاتَبَةً لَهُ عَجِزَتْ عَنْ نَجْمٍ فَرَدَّهَا

کے لئے ہےاس لئے دوقسطوں کی آسانی ہونی چاہئے۔دوسری دلیل یہ ہے کہ کتابت وہی اچھی ہے جس میں یوں طے ہوکہ قسط وار مال کتابت ادا کریں،اس سے بھی پتہ چلتا ہے دوقسطوں کی مہلت ہو۔تیسری دلیل یہ ہے کہ ایک قسط کی تاخیرتو ادائیگی کے وجوب کے لئے ہے،اس سے عاجز ہونا ثابت نہیں ہوگا، بلکہ دوسری قسط ادانہیں کرسکا اب ثابت ہوگا کہ یہ قسط ادا کرنے سے عاجز ہے،اوراب اس کو عاجز قرار دیکر کتابت توڑ دی جائے گی

ترجمہ:۴؎ اور بہتر مدت وہ ہے جس پر دونوں کا اتفاق کیا ہو

تشریح: پہلی قسط نہ ادا کرنے پر عاجز قرار دیں اس پرآقا تو راضی ہوگا،لیکن مکاتب راضی نہیں ہوگا،لیکن دوقسط تک ادا نہ کرنے پر عاجز قرار دیں اس پرآقا بھی راضی ہوگا،اور مکاتب بھی راضی ہوگا،اس لئے بہتر یہی ہے کہ ایسی مدت متعین کریں جس پر دونوں راضی ہوں،اور وہ دوقسط ادا کرنے پر عاجز قرار دینا ہے

ترجمہ:۵؎ امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ(قسط نہ دینے کی وجہ سے) ٹوٹنے کا سبب متحقق ہو چکا ہے،اس لئے کہ جو ایک قسط ادانہیں کرسکتا وہ دوقسطوں کے ادا کرنے سے بدرجہ اولی عاجز ہوگا

اصول:طرفین کا اصول یہ ہے کہ ایک قسط بھی ادانہیں کی تو قاعدے کے اعتبار سے کتابت توڑ دینے کا حق ہوگیا ہے، کیونکہ وعدہ کی خلافی ہوچکی ہے

تشریح:واضح ہے

ترجمہ:۶؎ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا کا مقصد یہ ہے کہ پہلی قسط کی مدت آتے وقت رقم وصول ہوجائے،اور یہ فوت ہوگیا ہے اس لئے اگر آقا اس پر راضی نہ ہوتو کتابت توڑ دی جائے گی

تشریح:یہ طرفین کی دلیل ہے کہ مکاتب بنانے کا مقصد یہ ہے کہ وقت پر رقم آجائے گی،لیکن وقت پرنہیں آئی اور آقا اس پر راضی نہیں ہے تو توڑنے کا حق ہوگیا ہے

ترجمہ ۷؎ بخلاف ایک دن اور دو دن کے کیونکہ آدائیگی کا امکان ضروری ہے،اس لئے یہ تاخیر نہیں ہوئی

تشریح:دودن اور تین کی تاخیر یہ کوئی تاخیر نہیں ہے،اس لئے ادائیگی کے لئے اتنی تاخیر دینی ضروری ہے

ترجمہ:۸؎ اور اس بارے میں آثار متعارض ہیں،اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو مکاتبہ بنایا پھر وہ قسط ادا کرنے سے عاجز ہوگئی تو اس کو دوبارہ باندی بنادیا،اس لئے حضرت علیؓ کے قول سے حجت پکڑنا ساقط ہوگیا

فَسَقَطَ الْإِحْتِجَاجُ بِهَا.

(١٢٨٣) قال فَإِنْ اَخَلَّ بِنَجْمٍ عِنْدَ غَيْرِ السُّلْطَانِ فَعَجِزَ فَرَدَّهُ مَوْلَاهُ بِرِضَاهُ فَهُوَ جَائِزٌ ١ لِاَنَّ الْكِتَابَةَ تَفْسُخُ بِالتَّرَاضِي مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَبِالْعُذْرِ اَوْلٰى

(١٢٨٤) وَلَوْ لَمْ يَرْضَ بِهِ الْعَبْدُ لَابُدَّ مِنَ الْقَضَاءِ بِالْفَسْخِ ١ لِاَنَّهُ عَقْدٌ لَازِمٌ تَامٌّ فَلَابُدَّ مِنَ الْقَضَاءِ اَوِ الرِّضَاءِ كَالرَّدِّ بِالْعَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ.

(١٢٨٥) قَالَ وَإِذَا عَجِزَ الْمُكَاتَبُ عَادَ إِلٰى اَحْكَامِ الرِّقِّ لِإِنْفِسَاخِ الْكِتَابَةِ وَمَا كَانَ فِي يَدِهِ مِنَ الْاَكْسَابِ فَهُوَ لِمَوْلَاهُ ١ لِاَنَّهُ ظَهَرَ اَنَّهُ كَسَبَ عَبْدُهُ وَهٰذَا

تشریح :اوپر کا عمل صحابی یہ ہے۔ان ابن عمر کاتب غلاما له على الف دينار فاداها الا مأة فرده فى الرق۔(مصنف ابن ابی شیبة ۴۷ من ردالمکاتب اذا عجز ج رابع ،ص ۳۹۴ نمبر ۲۱۴۱۵)

ترجمہ :(۱۲۸۳) بادشاہ کے علاوہ کسی اور جگہ مقدمہ پیش کیا کہ قسط نہیں دے سکا ہے اور آقا نے مکاتب کی رضامندی سے کتابت ختم کردی تو جائز ہے

ترجمہ :۱ اس لئے کہ عذر نہ ہو پھر بھی دونوں کی رضامندی سے کتابت ٹوٹ جاتی ہے، تو عذر سے بدرجہ اولی کتابت ٹوٹ جائے گی

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آقا اور غلام دونوں کی رضامندی ہو تو بغیر قاضی کے بھی عاجز ثابت ہو جائے گی، اور کتابت فسخ ہو جائے گی

ترجمہ:(۱۲۸۴) اور اگر غلام کتابت توڑنے پر راضی نہ ہو تو توڑنے کے لئے قاضی کا فیصلہ ضروری ہے

ترجمہ :۱ اس لئے کہ عقد تام ہے اس لئے فیصلہ ضروری ہے، یا پھر دونوں کی رضامندی ضروری ہے، جیسے قبضے کے بعد عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کرنا ہو (تو قاضی کا فیصلہ چاہئے)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلام توڑنے پر راضی نہ ہو تو قاضی کا فیصلہ چاہئے تب کتابت ٹوٹے گی

تشریح : غلام عاجز ہو چکا ہے، لیکن کتابت توڑنے کے لئے راضی نہیں ہے تو قاضی کے فیصلے سے توڑ سکتا ہے، اس سے پہلے نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقد تام ہے، اس لئے توڑنے کے لئے قضاء قاضی چاہئے، اس کی ایک مثال ہے کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کیا ہو اس کے بعد اس میں عیب ہوئی تو قضاء قاضی کے بغیر مشتری واپس نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ یہ عقد تام ہے، اسی طرح یہاں قضاء قاضی کے بغیر کتابت نہیں توڑ سکتا ہے

ترجمہ :(۱۲۸۵) اگر مکاتب عاجز ہو جائے تو غلامیت کے احکام کی طرف لوٹ آئے گا (کیونکہ اس کی کتابت ختم ہوگئی ہے) اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں کمائی ہے وہ آقا کے لئے ہو جائے گی

ترجمہ:۱ اس لئے کہ ظاہر ہو گیا کہ اس کے غلام کی کمائی ہے

٢؎ لِاَنَّهٗ كَانَ مَوْقُوْفاً عَلَيْهِ اَوْ عَلٰى مَوْلَاهُ وَقَدْ زَالَ التَّوَقُّفُ.

(١٢٨٦) قَالَ فَاِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَلَهٗ مَالٌ لَمْ تَنْفَسِخِ الْكِتَابَةُ وَقَضٰى مَاعَلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ وَحُكِمَ بِعِتْقِهٖ فِي آخَرِ جُزْءٍ مِّنْ اَجْزَاءِ حَيَاتِهٖ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ مِيْرَاثٌ لِوَرَثَتِهٖ وَيَعْتَقُ اَوْلَادُهٗ ١؎ وَهٰذا قَوْلُ عَلِيٍّؓ وَابْنِ

وجه: (١) جب مکاتب غلام بن گیا تو پتہ چلا کہ یہ کمائی اس کے غلام کی کمائی ہے، اور غلام کی کمائی آقا کی ہوتی ہے، اس لئے مکاتب کے پاس جتنا مال ہے وہ سب آقا کا ہو جائے گا (٢) اس قول صحابی میں ہے۔ **عن جابر قال لهم ما اخذوا منه يعني اذا لم يكمل فرد في الرق فما اخذ فله** (سنن للبیہقی، باب عجز المکاتب ج عاشر ص ۵۷۳ نمبر ۲۱۷۵۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ غلامیت کی طرف واپس لوٹنے کے بعد جو مال مکاتب کے پاس تھا وہ آقا کا ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٢؎ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مال آقا کا ہو جائے اس بارے میں مکاتب پر موقوف تھا، یا اس کے آقا پر موقوف تھا، اور یہ موقوف ہونا ختم ہو گیا ہے، (اس لئے اب یہ مال آقا کا ہو گیا)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (١٢٨٦) اگر مکاتب مر گیا اور اس کے پاس مال ہو تو کتابت نہیں لوٹے گی اور جو اس پر ہے اس کو ادا کیا جائے گا اس کی کمائی سے اور اس کی آزادگی کا حکم دیا جائے گا آقا کی زندگی کے آخری جز میں۔ اور جو باقی رہ جائے وہ اس کے ورثاء کی میراث ہوگی۔ اور اس کی اولاد آزاد ہو جائیگی۔

ترجمہ: ١؎ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود کا یہی قول ہے، اور ہمارے علماء نے اسی کو لیا ہے

تشریح: اگر مکاتب مر گیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ پورا مال کتابت ادا کیا جا سکتا ہو تو کتابت فسخ نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے مال سے کتابت ادا کی جائے گی اور موت سے کچھ دیر پہلے آزادگی کا حکم لگایا جائے گا اور یوں سمجھا جائے گا کہ موت سے کچھ دیر پہلے مال کتابت ادا کر کے مکاتب آزاد ہوا اس کے بعد انتقال ہوا۔ چونکہ مکاتب آزاد ہو کر مرا ہے اس لئے اس کی اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ باپ آزاد ہو کر مرا ہے۔ مال کتابت ادا کرنے کے بعد جو کچھ مال بچے گا وہ مکاتب کے ورثاء میں تقسیم ہو جائے گا۔

وجه: (١) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ أَنَّ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَقُولُ: " إِذَا مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَتَرَكَ وَفَاءً يُعْطَى مَوَالِيهِ مَالَهُمْ، وَمَا بَقِيَ كَانَ لِوَرَثَتِهِ (بیہقی، باب موت المکاتب، ج ١٠ ص ۵۵۷، نمبر ٢١٦٨٦) (٢)۔ **قلت لعطاء المكاتب يموت وله ولد احرار ويدع اكثر مما بقي عليه من كتابته قال يقضى عنه ما بقي من كتابته وما كان من فضل فلبنيه قلت ابلغك هذا عن احد؟ قال زعموا ان عليا كان يقضى بذلك** (مصنف ابن ابی شیبة ١٨٧ فی مکاتب مات وترک ولدا احرار، ج رابع، ص ٤٠٧ نمبر ٢١٥٠٤) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مال کتابت ادا کیا جائے گا اور اس کو آزاد قرار دیا جائے گا۔ اور مال کتابت ادا کرنے کے بعد جو بچے وہ اس کے بچوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ (٣) اور تیسری بات یہ ہے کہ مکاتب اور اس کی اولاد کو کسی نہ کسی طرح سے شریعت آزادگی دینا چاہتی ہے، اس لئے اگر اس کے پاس مال کتابت ادا کرنے کی رقم ہو تو چاہے وہ ادا کر کے نہیں گیا ہے پھر بھی موت کے بعد ادا کر کے اس کو اور

مَسْعُوْدٍؓ وَبِهِ اَخذَ عُلَمَائُنَا. ٢ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ تبْطُلُ الْكِتَابَةُ وَيَمُوْتُ عَبْداً وَمَاتَرَكَ لِمَوْلَاهُ وَاِمَامِهِ فِي ذَالِكَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍؓ ٣ وَلِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْكِتَابَةِ عِتقَهُ وَقَدْ تعَذَّرَا ثْبَاتُهُ فَتبْطُلُ ٤ وَهٰذَا لِاَنَّهُ لا يَخْلُوْامَا اَنْ يَثْبُتَ بَعَدَ الْمَمَاتِ مَقْصُوْراً اَوْ يَثْبُتُ قَبْلَهُ اَوْ بَعْدَهُ مُسْتَنَداً لا وَجْهَ اِلَى الْاَوَّلِ

اس کی اولا دکوآ زادشمار کریں گے

ترجمه :٢ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کتابت باطل ہو جائے گی، اور مکاتب غلام ہو کر مرے گا، اور جو کچھ چھوڑے وہ اس کے آقا کا ہوگا، اور اس مسئلے کے آگے حضرت زید بن ثابتؓ ہیں

اصول :امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ مکاتب مال کتابت ادا کر کے نہیں مرا ہے اس لئے یہ غلام ہی رہے گا، اور غلام ہی کے سارے احکام جاری ہوں گے

تشریح :امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چونکہ مکاتب نے مال کتابت ادانہیں کیا ہے، اس لئے رقم چھوڑی ہے تب بھی وہ آزاد نہیں ہوگا، بلکہ وہ غلامیت کی طرف لوٹ جائے گا، اور آقا کا غلام ہو کر مرا تو جو مال بھی چھوڑا ہے وہ آقا کا ہے، اور اس مکاتب غلام کی جو اولاد ہوگی وہ بھی غلام ہی رہے گی، کیونکہ غلام کی اولاد غلام رہتی ہے

وجه:زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: " الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ، لَا يَرِثُ وَلَا يُورَثُ (بیہقی، باب موت المکاتب، ج ١٠، ص ٥٥٧، نمبر ٢١٦٨٣)

(٢)۔عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَقُولُ: »مَنْ كَاتَبَ عَبْدَهُ عَلَى مِائَةِ أُوقِيَّةٍ فَأَدَّاهُ إِلَّا عَشْرَ أَوَاقٍ « أَوْ قَالَ: »عَشَرَةَ دَرَاهِمَ ثُمَّ عَجزَ فَهُوَ رَقِيقٌ« (ترمذی شریف، باب ماءجاءفی المکاتب اذا کان عنده مایودی، نمبر ١٢٦٠)(٣)۔عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: " إِذَا مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَقَدْ أَدَّى طَائِفَةً مِنْ كِتَابَتِهِ وَتَرَكَ مَالًا هُوَ أَفْضَلَ مِنْ مُكَاتَبَتِهِ، قَالَ: " مَالُهُ وَمَا تَرَكَ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ لِسَيِّدِهِ، لَيْسَ لِوَرَثَتِهِ مِنْ مَالِهِ شَيْءٌ (بیہقی، باب موت المکاتب، ج ١٠، ص ٥٥٧، نمبر ٢١٦٨٦) ان اقوال صحابی سے معلوم ہوا کہ مکاتب نے مال کتابت ادانہیں کیا اور مر گیا تو وہ غلام رہے گا، اور اس کا چھوڑا ہوا مال آقا کا ہوگا، کیونکہ یہ واپس آقا کا غلام ہو کر مرا ہے

ترجمه :٣ اور اس لئے بھی مکاتب آزاد نہیں ہوگا کہ کتابت کا مقصد آزاد کرنا ہے، اور مکاتب کی موت کی وجہ سے اس کو آزاد کرنا متعذر ہے اس لئے کتابت ختم ہو جائے گی (اور وہ واپس غلام بن جائے گا)

تشریح : کتابت اس لئے کی تھی کہ مکاتب اپنی زندگی میں آزاد ہو جائے، لیکن اب وہ مر چکا ہے، اور مرنے کے بعد آزاد نہیں ہوتا، اس لئے مکاتب بننے کا مقصد پورا نہیں ہوا، اس لئے مکاتب کے مرتے ہی کتابت ختم ہو جائے گی

ترجمه :٤ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آزادگی تین حال سے خالی نہیں ہے، یا تو صرف مرنے کے بعد آزادگی ثابت کریں۔ یا مرنے سے پہلے ثابت کریں۔ یا کریں تو مرنے کے بعد لیکن اس کی نسبت کریں زندگی کی طرف۔ پہلے شکل (صرف مرنے

لِعَدَمِ الْمَحَلِّيَةِ وَلَا اِلَى الثَّانِي لِفَقْدِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْاَدَاءُ وَلَا اِلَى الثَّالِثِ لِتَعَذُّرِ الثُّبُوْتِ فِي الْحَالِ وَالشَّيْءُ يَثْبُتُ ثُمَّ يَسْتَنِدُ ۵ وَلَنَا اَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٌ وَلَا يَبْطُلُ بِمَوْتِ اَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَهُوَ الْمَوْلٰى فَكَذَا بِمَوْتِ الْآخَرِ وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا الْحَاجَةَ اِلٰى اِبْقَاءِ الْعَقْدِ لِاِحْيَاءِ الْحَقِّ بَلْ اَوْلٰى ٦ لِاَنَّ حَقَّهُ آكِدٌ مِّنْ حَقِّ الْمَوْلٰى حَتّٰى لَزِمَ الْعَقْدُ فِي جَانِبِهِ ۷ وَالْمَوْتُ اَنْفٰى لِلْمَالِكِيَّةِ مِنْهُ لِلْمَمْلُوْكِيَّةِ

کے بعد آزادگی ثابت کریں) یہ اس لئے ممکن نہیں ہے کہ مرنے کے بعد مردہ آزاد ہونے کا محل باقی نہیں رہتا ہے۔اور دوسری صورت (یا مرنے سے پہلے ثابت کریں) اس لئے ممکن نہیں کہ ادا کرنے کی شرط مفقود ہے۔اور تیسری صورت (کریں تو مرنے کے بعد لیکن اس کی نسبت کریں زندگی کی طرف) یہ ممکن نہیں ہے اس لئے کہ زندگی میں آزاد نہیں ہوا ہے، تو مرنے کے بعد اس کی طرف منسوب کیسے کریں گے

تشریح : یہ امام شافعیؒ کی دلیل عقلی ہے کہ یہاں تین صورتیں ہیں، اور تینوں نہیں ہوسکتی ہیں، اس لئے مکاتب کو آزادگی نہیں ملے گی۔پہلی صورت مرنے کے بعد اس لئے آزادگی ثابت نہیں کرسکتے کہ آدمی مرنے کے بعد آزاد نہیں ہوتا، بلکہ مرنے سے پہلے آزاد ہوتا ہے، اس لئے مرنے کے بعد تو آزاد نہیں ہوگا۔دوسری صورت یہ ہے کہ مرنے سے پہلے آزاد ہو، یہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ مرنے سے پہلے مال کتابت ادا نہیں کیا ہے، اس لئے وہ مرنے سے پہلے آزاد نہیں ہوگا۔اور تیسری صورت یہ ہے کہ آزاد شمار کریں مرنے کے بعد، لیکن اس کی نسبت کریں مرنے سے پہلے، یہ بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ مرنے سے پہلے آزاد ہوا ہی نہیں تو اس کی طرف نسبت کریں، اس لئے یہ مکاتب جس نے مرنے سے پہلے مال کتابت ادا نہیں کیا ہے وہ اخیر عمر میں آزاد نہیں ہوگا

ترجمہ: ۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ کتابت عقد معاوضہ ہے عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے مرنے، یعنی آقا کے مرنے سے باطل نہیں ہوتا ہے، تو ایسے ہی دوسرے یعنی مکاتب کے مرنے سے بھی باطل نہیں ہوگا، اور دونوں کی ضرورت پوری کرنا حق کو زندہ کرنے کے لئے، بلکہ زیادہ بہتر ہے

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ آقا کے مرنے سے کتابت ختم نہیں ہوتی ہے، تو مکاتب کے مرنے سے بدرجہ اولی کتابت کا عقد ختم نہیں ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حق کو زندہ رکھنے کے لئے ضرورت پوری کرنی ہے اس لئے مکاتب کے مرنے کے باوجود کتابت باقی رہے گی

ترجمہ: ٦ اس لئے کہ مکاتب کا حق آقا کے حق سے زیادہ موکد ہے، یہی وجہ ہے کہ مکاتب کی جانب میں عقد لازم رہتا ہے

تشریح : عقد کتابت ہونے کے بعد آقا اس کو توڑنا چاہے تو نہیں توڑ سکتا ہے، کیونکہ ان کی جانب سے موکد ہے، لیکن مکاتب توڑنا چاہے، اور عاجز ہونا چاہے تو ہوسکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مکاتب کا حق زیادہ مضبوط ہے، اس کے باوجود آقا کے مرنے سے کتابت نہیں ٹوٹتی ہے تو مکاتب کے مرنے سے بدرجہ اولی کتابت نہیں ٹوٹے گی

ترجمہ : ۷ اور موت مالکیت کو نفی کرتی ہے (اس کے باوجود آقا کے مرنے سے کتابت نہیں ٹوٹتی ہے تو) مکاتب جو مملوک

۸؎ فَيَـنْـزِلُ حَيّاً تَقْدِيْراً أَوْيَسْتَنِدُ الْحُرِّيَّةُ بِاِسْتِنَادِ سَبَبِ الْاَدَاءِ اِلٰی مَا قَبْلَ الْمَوْتِ وَيَكُوْنُ اَدَاءُ خَلْفِهٖ كَاَدَائِهٖ وَكُلُّ ذَالِكَ مُمْكِنٌ عَلٰی مَا عُرِفَ تَمَامُهُ فِی الْخِلَافِيَّاتِ.

(۱۲۸۷) قَالَ وَاِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً وَتَرَكَ وَلَداً مَوْلُوْداً فِی الْكِتَابَةِ سَعٰی فِی كِتَابَةِ اَبِيْهِ عَلٰی نُجُوْمِهٖ فَاِذَا اَدّٰی حَكَّمْنَا بِعِتْقِ اَبِيْهِ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَعَتَقَ الْوَلَدُ ۱؎ لِاَنَّ الْوَلَدَ دَاخِلٌ فِیْ كِتَابَتِهٖ وَكَسْبُهٗ

ہےاس کے مرنے سے کتابت کیسے ٹوٹے گی

تشریح : یہ منطقی جملہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آقا مالک ہے، اور موت سے مالکیت ختم ہوتی ہے، جب اس کے مرنے سے کتابت ختم نہیں ہوتی ہے، تو مکاتب جو مملوک ہے اس کے مرنے سے کتابت کیسے ختم ہوگی

ترجمہ :۸؎ اس لئے تقدیرا مکاتب کو زندہ شمار کیا جائے گا، اور مال کی ادائیگی کی وجہ سے موت سے پہلے کی طرف آزادگی کو منسوب کیا جائے گا، اور موت کے بعد کی ادائیگی کو زندگی میں ادائیگی کا خلیفہ بنایا جائے گا، اور یہ ممکن ہے، جیسا کہ مسائل خلافیات میں معلوم ہوا

تشریح : چونکہ مال کتابت ادا کرنے کی مقدار رقم موجود ہے اس لئے مردہ مکاتب کو زندہ شمار کیا جائے گا، اور بعد میں مال ادا کرنے کو زندگی میں ادا کرنے کی طرف منسوب کیا جائے گا، اور یہ ممکن ہے۔ جیسا کہ مسائل خلافیات میں اس کی تفصیل موجود ہے

لغت: الخلافیات: یہ ایک قسم کا علم ہے، جس میں اختلاف کرنے والے کے دلائل موجود ہوتے ہیں

ترجمہ :(۱۲۸۷) اور اگر مال کتابت پورا کرنے کے لئے مال نہیں چھوڑا اور ایسی اولاد چھوڑی جو کتابت کے زمانے میں پیدا ہوئی تھی تو وہ کوشش کرے گی باپ کی کتابت میں قسط وار۔ پس جب ادا کردے تو ہم اس کے باپ کی آزادگی کا فیصلہ کریں گے اس کی موت سے پہلے اور بچہ آزاد ہوگا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ بچہ باپ کی کتابت میں داخل ہے، اور بچے کی کمائی باپ ہی کی کمائی ہے، اس لئے ادا کرنے میں باپ کا خلیفہ شمار کیا جائے گا، اور ایسا مانا جائے گا کہ باپ نے پورا کرنے والا مال چھوڑا تھا

اصول: مکاتب کے بچے کی کمائی گویا کہ باپ ہی کی کمائی ہے، اس اصول پر یہ مسئلہ ہے

تشریح : مکاتب کا انتقال ہوا اس حال میں کہ مال کتابت پورا کرنے کا مال نہیں تھا۔ البتہ لڑکا تھا جو کتابت کے زمانے میں پیدا ہوا تھا اس لئے وہ بھی باپ کے تحت میں مکاتب بنا اس لئے وہ اپنے باپ کی کتابت قسط وار ادا کرے گا۔ اور جب سب مال ادا کر دیا تو باپ کو مرنے سے پہلے آزاد شمار کیا جائے گا اور اس پر آزادگی کے احکام نافذ کریں گے۔ اور اس کی وجہ سے یہ بچہ بھی آزاد شمار کیا جائے گا۔

وجہ:(۱)قَالَ : كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَقُولُ فِي الْمُكَاتَبِ : " إِذَا مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا : أُدِّيَ عَنْهُ بَقِيَّةُ مُكَاتَبَتِهِ، وَمَا فَضَلَ رُدَّ عَلَى وَلَدِهِ، إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ أَحْرَارٌ" (مصنف عبد الرزاق، باب الکتابۃ ولا ولد لہ، ومیراث، ج ۸، ص ۳۹۰، نمبر ۱۵۶۵۵) اس قول صحابی میں ہے کہ بچے کے پاس مال ہو تو اس سے مال کتابت ادا کیا جائے گا، پھر مکاتب کو آزاد شمار کیا جائے

كَكَسَبِهِ فَيَخْلُفُهُ فِي الْاَدَاءِ وَصَارَ كَمَا اِذَا تَرَكَ وَفَاءً.

(۱۲۸۸) وَاِنْ تَرَكَ وَلَداً مُشْتَرىً فِي الْكِتَابَةِ قِيْلَ لَهُ اَمَّا اَنْ تُؤَدِّيَ بَدَلَ الْكِتَابَةِ حَالَةً اَوْ تَرُدُّ رَقِيْقاً ۱؎ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ ؒ ۲؎ وَاَمَّا عِنْدَهُمَا يُؤَدِّيْهِ اِلىٰ اَجَلِهِ اِعْتِبَاراً بِالْوَلَدِ الْمَوْلُوْدِ فِي الْكِتَابَةِ وَالْجَامِعُ

گا۔(۲) بچہ مکاتب ہوگا اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔عن علی قال ولد ھا بمنزلتھا یعنی المکاتبة (سنن للبیہقی، باب ولد المکاتب من جاریتہ وولد المکاتبۃ من زوجھا ج عاشر ص ۵۶۰ نمبر ۲۱۶۹۹، مصنف عبد الرزاق، باب المکاتب لایشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن ص ۳۸۶ نمبر ۱۵۶۳۵)(۳) اور باپ کی آزادگی سے بچہ آزاد ہوگا اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔عَنِ الثَّوْرِيِّ قَالَ: »الْمُكَاتَبَةُ إِذَا أُعْتِقَتْ عُتِقَ وَلَدُهَا، إِذَا وَلَدُوا فِي كِتَابَتِهَا (مصنف عبد الرزاق، باب کتابتہ وولدہ فمات منھم احد او اعتق ج ثامن ص ۳۹۰ نمبر ۱۵۶۵۱) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مکاتب جب آزاد ہوگا تو اس کی اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۱۲۸۸) اور اگر مکاتب نے ایسی اولاد چھوڑی جو کتابت کی حالت میں خریدی تھی، تو اس اولاد سے کہا جائے گا یا فوری طور پر مال کتابت ادا کرو، یا پھر غلامیت کی طرف لوٹ جاو

ترجمہ:۱؎ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے

اصول :امام ابوحنیفہؒ، اگر مکاتبت کی حالت میں بچہ پیدا ہوا تو بھی مکاتب ہوتا ہے، اور اس کی ساری شرطیں اس کے لئے ہوتی ہیں۔اور اگر مکاتبت کی حالت میں اولاد کو خریدا تو وہ باپ کے تابع ہو کر مکاتب تو بن جائے گا، لیکن تاخیر کی شرط کے ساتھ جو مال ادا کرنا ہوتا ہے وہ سہولت اس کو نہیں ملے گی

تشریح :اوپر یہ مسئلہ تھا کہ کتابت کی حالت میں بچہ پیدا ہوا تھا اس لئے تمام شرطوں کے ساتھ وہ مکاتب بنا تھا، یہاں یہ ہے کہ مکاتبت کی حالت میں بچے کو باپ نے خریدا تھا اس لئے وہ باپ کے تابع ہو کر مکاتب تو بنے گا لیکن مال کتابت کو قسط وار ادا کرنے کی سہولت نہیں ملے گی، بلکہ فورا ادا کرنا ہوگا، یا پھر لوٹ کر غلام بن جائے

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مکاتبت کی حالت کا پیدا شدہ بچہ نہیں ہے، بلکہ مکاتبت کی حالت میں خریدا ہوا ہے اس لئے اس کی طرف مکاتبت کے سارے شرائط سرایت نہیں کئے خاص طور پر یہ جو شرط تھی کہ تاخیر کے ساتھ مال کتابت دینا ہے یہ شرط اس کی طرف نہیں آئی اس لئے یا تو ابھی پورا مال کتابت دے، یا پھر دوبارہ غلام بن جائے

ترجمہ:۲؎ بہر حال صاحبینؒ کے نزدیک تو خریدا ہوا بچہ مدت تک میں ادا کرے گا، کتابت کی حالت میں جو بچہ پیدا ہوا ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے۔اور دونوں میں مشترک بات یہ ہے کہ باپ کے تابع ہو کر یہ بھی مکاتب ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا اس کو آزاد کرنے کا مالک ہے،

اصول :صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ یہ اولاد جس کو باپ نے خریدا ہے، یہ باپ کا تابع ہو کر تمام شرائط کے ساتھ مکاتب بن گیا ہے، اس لئے تاخیر کے ساتھ قسط وار مال کتابت ادا کرے گا، فوری نہیں

اَنَّهُ يُكَاتَبُ عَلَيْهِ تَبَعًا لَهُ وَلِهٰذَا يَمْلِكُ الْمَوْلٰى اِعْتَاقَهُ ۳؎ بِخِلَافِ سَائِرِ اِكْسَابِهٖ ۴؎ وَلِاَبِى حَنِيْفَةَ وَهُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْفَصْلَيْنِ اَنَّ الْاَجَلَ يَثْبُتُ شَرْطاً فِى الْعَقْدِ فَيَثْبُتُ فِى حَقِّ مَنْ دَخَلَ تَحْتَ الْعَقْدِ وَالْمُشْتَرِى لَمْ يَدْخُلْ لِاَنَّهُ لَمْ يُضَفْ اِلَيْهِ الْعَقْدُ وَلَا يَسْرِىْ حُكْمُهُ اِلَيْهِ لِاِنْفِصَالِهٖ بِخِلَافِ الْمَوْلُوْدِ فِى الْكِتَابَةِ لِاَنَّهُ مُتَّصِلٌ وَقْتَ الْكِتَابَةِ فَيَسْرِىْ الْحُكْمُ اِلَيْهِ وَحَيْثُ دَخَلَ فِى حُكْمِهٖ سَعٰى فِى نُجُوْمِهٖ

(۱۲۸۹) فَاِنِ اشْتَرٰى اِبْنَهُ ثُمَّ مَاتَ وَتَرَكَ وَفَاءً وَوَرِثَهُ ابْنُهُ ۱؎ لِاَنَّهُ لَمَّا حَكَمَ بِحُرِّيَّتِهٖ فِى آخِرِ جُزْءٍ

تشریح :صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے کہ یہ بیٹا جس کو مکاتبت کی حالت میں باپ نے خریدا ہے، یہ بھی باپ کی طرح قسط وار مال کتابت ادا کرے گا

وجہ :(۱)صاحبینؒ کے نزدیک باپ کے تابع ہوکر تمام شرطوں کے ساتھ مکاتب بنا ہے،(۲) آقا جس طرح اس کے باپ کو آزاد کرسکتا تھا اسی طرح اس بیٹے کو بھی آزاد کرسکتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ پورے شرائط کے ساتھ مکاتب بنا ہے

ترجمہ:۳؎ بخلاف اس مکاتب کے دوسری کمائی کے(کہ اس کو آقا استعمال نہیں کرسکتا ہے)

تشریح:یہ جملہ اس اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ جب آقا مکاتب کے خریدے ہوئے بیٹے کو آزاد کرسکتا ہے تو کیا اس کی کمائی کو بھی استعمال کرسکتا ہے تو بخلاف کر کے اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ آقا اس کی کمائی استعمال نہیں کرسکتا، اور اگر اس غلام نے کوئی غلام خریدا ہے تو اس کو بھی آزاد نہیں کرسکتا ، کیونکہ یہ سب مال کتابت کو ادا کرنے کے لئے جمع کیا ہے، اور خود مکاتب کو اس لئے آزاد کرسکتا ہے کہ اس سے اس کی جان چھوٹ جائے گی، اور آزادگی مل جائے گی جو اس کا مطلوب ہے

ترجمہ :۴؎ اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے، بچہ پیدا ہوا ہو اور بچے کو مکاتبت کی حالت میں خریدا ہو ان دونوں میں یہی فرق ہے، کہ عقد میں شرط کی وجہ سے مدت ثابت ہوتی ہے، اس لئے عقد کے تحت میں جو داخل ہوگا اس کے حق میں مدت ثابت ہوگی ،اور جو خریدا ہوا بیٹا ہے وہ عقد میں داخل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ عقد کی نسبت اس کی طرف نہیں کی جاتی ہے، اور اس کی طرف حکم سرایت بھی نہیں کی کیونکہ وہ الگ ہے، بخلاف کتابت کی حالت میں جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ کتابت کے وقت متصل ہے اس لئے اس کی طرف حکم سرایت کرے گا، اور باپ کے حکم میں داخل ہوگا، اس لئے بچہ سعی کر کے قسط وار دے گا

تشریح :امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ کتابت کی حالت میں جو بچہ پیدا ہوا ہے باپ کے تابع ہوکر اس کی طرف کتابت کے سارے احکام سرایت کر گئے ہیں، اور تاخیر کے ساتھ قسط وار جو مال کتابت ادا کرنا ہے وہ بھی سرایت کر گیا ہے، اس لئے یہ بچہ قسط وار ادا کرے گا۔ اور کتابت کی حالت میں جس اولاد کو خریدا ہے وہ عقد کتابت میں داخل نہیں ہوا، اور نہ اس کی طرف حکم سرایت کیا ہے، اس لئے تاخیر کی سہولت اس کو نہیں ملے گی، دونوں کے درمیان یہ فرق ہے

ترجمہ :(۱۲۸۹) مکاتب نے اپنے بیٹے کو خریدا، پھر اس کا انتقال ہوا، اور اتنا مال چھوڑا کہ پورا مال کتابت ادا کرسکتا ہو (تو مکاتب آخری وقت میں آزاد ہوگا، اور اس کے تابع ہوکر اس کا بیٹا بھی آزاد شمار کیا جائے گا) اور بیٹا باپ کا وارث بنے گا

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ جب زندگی کے آخری وقت میں باپ کو آزاد شمار کیا گیا تو اس کے تابع ہوکر اس کے بیٹے کی آزادگی کا

مِّنْ اَجْزَاءِ حَيَاتِهٖ يَحْكُمُ بِحُرِّيَّةِ ابْنِهٖ فِي ذَالِكَ الْوَقْت لِاَنَّهٗ تَبعَ لِاَبِيْهِ فِي الْكِتَابَةِ فَيَكُوْنُ هٰذَا حُرّاً يَرِثُ عَنْ حُرٍّ

(۱۲۹۰) وَكَذَالِكَ اِنْ كَانَ هُوَ وَابْنُهٗ مُكَاتَبَيْنِ كِتَابَةً وَاحِدَةً ۱؎ لِاَنَّ الْوَلَدَ اِنْ كَانَ صَغِيْراً فَهُوَ تَبعٌ لِاَبِيْهِ وَاِنْ كَانَ كَبِيْراً جُعِلاً كَشَخْصٍ وَاحِدٍ فَاِذَا حَكَمَ بِحُرِّيَّةِ الْاَبِ يَحْكُمُ بِحُرِّيَّتِهٖ فِي تِلْكَ

حکم لگایا جائے گا، اس لئے کہ وہ کتابت میں باپ کے تابع ہے، تو ایسا ہو جائے گا کہ آزاد بیٹا آزاد باپ کا وارث بنا

تشریح: باپ نے مکاتبت کی حالت میں اپنے بیٹے کو خریدا، پھر باپ نے مرتے وقت اتنا مال چھوڑا کہ پورا مال کتابت ادا ہو سکتا ہو، اس لئے یہ مال ادا کر دیا جائے گا، اور باپ کو زندگی کے آخری وقت میں آزاد شمار کیا جائے گا، اور اس کے تابع ہو کر بیٹا بھی آزاد ہو جائے گا، پھر باپ کا کوئی مال بچا ہو تو بیٹا اس کا وارث بنے گا، کیونکہ باپ آزاد مرا ہے، اور اسی وقت بیٹا بھی آزاد ہو چکا ہے

وجہ: (۱) اس قول صحابی میں ہے کہ مکاتب آزاد مرا ہو تو بیٹا اس کا وارث بنے گا۔ قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَقُولُ فِي الْمُكَاتَبِ: " إِذَا مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا: أُدِّيَ عَنْهُ بَقِيَّةُ مُكَاتَبَتِهِ، وَمَا فَضَلَ رُدَّ عَلَى وَلَدِهِ، إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ أَحْرَارٌ (مصنف عبد الرزاق، باب الکتابۃ ولا ولدلہ، ومیراث، ج ۸، ص ۳۹۰، نمبر ۱۵۶۵۵) اس قول صحابی میں ہے کہ باپ کے پاس مال ہو تو اس سے مال کتابت ادا کیا جائے گا، پھر مکاتب کو آزاد شمار کیا جائے گا۔ (۲) بچہ مکاتب ہوگا اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔ عن علی قال ولد ھا بمنزلتھا یعنی المکاتبۃ (سنن للبیہقی، باب ولد المکاتب من جاریۃ وولد المکاتبۃ من زوجھا ج عاشر، ص ۵۶۰ نمبر ۲۱۶۹۹، مصنف عبد الرزاق، باب المکاتب لا یشترط ولدہ فی کتابتہ ج ثامن ص ۳۸۶ نمبر ۱۵۶۳۵) (۳) اور باپ کی آزادگی سے بچہ آزاد ہوگا اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عَنِ الثَّوْرِيِّ قَالَ: »الْمُكَاتَبَةُ إِذَا أُعْتِقَتْ عُتِقَ وَلَدُهَا، إِذَا وَلَدُوا فِي كِتَابَتِهَا (مصنف عبد الرزاق، باب کتابتہ وولدہ فمات منھم احد اواعتق ج ثامن ص ۳۹۰ نمبر ۱۵۶۵۱) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مکاتب جب آزاد ہوگا تو اس کی اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۱۲۹۰) ایسے ہی باپ اور اس کا بیٹا ایک ہی کتابت میں مکاتب بنائے گئے (تو باپ کے آزاد ہوتے ہی بیٹا آزاد ہو جائے گا)

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اگر بیٹا چھوٹا ہے تو وہ باپ کا تابع ہے (اس لئے باپ کے آزاد ہوتے ہی بیٹا آزاد ہو جائے گا)، اور اگر بڑا ہے تو ایک ہی شخص کی طرح ہوا (اور پورا مال کتابت ادا کرنے کے بعد جب باپ آزاد ہوا تو بیٹے کا بھی مال کتابت ادا ہو گیا) اس لئے جب باپ کی آزادگی کا حکم ہوا تو بیٹے کی آزادگی کا بھی حکم ہو جائے گا، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے

تشریح: ایک ہی کتابت میں باپ اور بیٹے دونوں کو مکاتب بنایا تھا، اب باپ کے مرنے کے بعد اتنا مال چھوڑا کہ مال کتابت ادا ہو جائے، جس کی وجہ سے باپ آزاد ہوا۔ اب اگر بیٹا چھوٹا ہے تو باپ کے تابع ہو کر یہ چھوٹا بیٹا بھی آزاد ہو جائے گا، اور اگر بیٹا بڑا ہے، تو چوں کہ ایک ہی کتابت ہے، اس لئے یہاں بڑا بیٹا بھی باپ کے ساتھ ہوگا، اور باپ کی آزادگی کے حکم کے ساتھ بیٹے کی آزادگی کا حکم ہو جائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ایک ہی مال کتابت تھا، جس کے ادا کرنے سے دونوں کا

الْحَالَةِ عَلىٰ مَامَرَّ.

(١٢٩١) قَالَ وَاِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَلَهُ وَلَدٌ مِّنْ حُرَّةٍ وَتَرَكَ دَيْناً وَفَاءً بِمُكَاتَبَتِهٖ فَجَنَى الْوَلَدُ فَقَضٰى بِهٖ عَلىٰ عَاقِلَةِ الْاُمِّ لَمْ يَكُنْ ذَالِكَ قَضَاءً بِعَجْزِ الْمُكَاتَبِ لِ لِاَنَّ هٰذَا الْقَضَاءِ يَقَرُّرُ حُكْمِ الْكِتَابَةِ لِاَنَّ مِنْ قَضِيَّتِهَا اِلْحَاقُ الْوَلَدِ بِمَوَالِي الْاُمُّ وَاِيْجَابُ الْعَقْلِ عَلَيْهِمْ لٰكِنَّ عَلىٰ وَجْه يَحْتَمِلُ اَنْ يَعْتَقَ فَنُجَرُّ الْوَلَاءُ اِلىٰ مَوَالِي الْاَبِ وَالْقَضَاءِ بِمَا يُقَرِّرُ حُكْمَهُ لَايَكُوْنُ تَعْجِيْزاً

(١٢٩٢) وَاِنِ اخْتَصَمَ مَوَالِي الْاُمِّ وَمَوَالِي الْاَبِ فِي وِلَائِهٖ فَقَضٰى بِهٖ لِمَوَالِي الْاُمِّ فَهُوَ قَضَاءٌ بِالْعِجْزِ

مال کتابت ادا ہو گیا، تو جب باپ کا ادا ہوا تو بیٹے کا بھی مال کتابت ادا ہو گیا، اس لئے دونوں ایک ساتھ ادا ہو جائیں گے

ترجمہ :(١٢٩١) مکاتب کا انتقال ہوا، اس کے پاس آزاد عورت سے ایک بچہ تھا، اس مکاتب نے لوگوں کے پاس اتنا قرض چھوڑا کہ اس کا مال کتابت ادا ہو سکتا تھا، اس کے بعد لڑکے نے جنایت کی جس کی وجہ سے ماں کے عاقلہ پر جنایت کی رقم کا فیصلہ کیا گیا، تو یہ فیصلہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ قاضی نے مکاتب کو عاجز قرار دیا (اور کتابت ٹوٹ گئی)

ترجمہ : لِ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فیصلے سے تو مکاتب ہونا اور مضبوط ہو گیا، اس لئے کتابت کے حکم میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو ماں کے والیوں کے ساتھ ملحق قرار دیا جائے، اور انہیں لوگوں پر دیت واجب کی جائے، لیکن اس طریقے پر کہ باپ کے آزاد ہونے کا احتمال رہے، اور بچے کی ولاء باپ کے والیوں کی طرف چلی جائے، اور ماں کے والیوں پر دیت کے فیصلے سے کتابت کا حکم اور مضبوط ہو گیا، اس لئے یہ فیصلہ مکاتب کو عاجز ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قاضی نے ایسا فیصلہ کیا جس سے مکاتب ہونا اور مضبوط ہو جائے، تو اس فیصلے سے مکاتب عاجز کرنا نہیں ہے بلکہ اس کو اور مضبوط کرنا ہے

اصول : دوسرا اصول یہ ہے کہ ماں آزاد ہو تو بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، اور بچہ کوئی جرم کرے تو اس کا تاوان ماں کے عاقلہ، ماں کے خاندان پر لازم کیا جاتا ہے، کیونکہ باپ غلام ہے، آزاد نہیں ہے۔ ان دو قاعدوں پر یہ مسئلہ متفرع ہے

تشریح : مکاتب کا انتقال ہوا، اس نے اپنے پاس مال کتابت کا مال نہیں چھوڑا ہے کہ فوراً اس کو ادا کر کے اس کو آزاد قرار دے دیا جائے، لیکن دوسروں پر اس کا اتنا قرض ہے کہ اس کو وصول کیا جائے تو اس کا مال کتابت ادا ہو جائے گا، اس مکاتب کا ایک بچہ تھا جو عورت سے نکاح کی وجہ سے پیدا ہوا تھا، اور اس کی وجہ سے بچہ ماں کے تابع تھا، اب بچے نے کسی کا ہاتھ کاٹا، جس کی وجہ سے اس کی دیت لازم ہوئی، اور یہ دیت ماں کے خاندان والوں پر تقسیم ہوا، اور قاضی نے اسی کا فیصلہ کیا،
یہ فیصلہ اس بات پر دال ہے کہ مکاتب کو آخری زندگی تک مکاتب رکھا اس کو عاجز قرار دیکر کتابت نہیں توڑی، یہ مانا جائے گا۔

ترجمہ :(١٢٩٢) اور اگر ماں کے ولی اور باپ کے ولی بچے کی ولاء کے بارے میں لڑیں، اور قاضی نے باپ کے ولی کے لئے ولاء کا فیصلہ کیا تو یہ مکاتب کی عاجزی کا بھی فیصلہ ہوگا

ل لِاَنَّ هٰذَا اِخْتِلَافٌ فِي الْوَلَاءِ مَقْصُوْدًا، وَذٰلِكَ يَبْتَنِيْ عَلٰى بَقَاءِ الْكِتَابَةِ وَانْتِقَاضِهَا فَاِنَّهَا اِذَا فَسَخَتْ مَاتَ عَبْدًا وَاسْتَقَرَّ الْوَلَاءُ عَلٰى مَوَالِي الْاُمِّ وَاِذَا بَقِيَتْ وَاتَّصَلَ بِهَا الْاَدَاءُ مَاتَ حُرّاً وَانْتَقَلَ الْوَلَاءُ اِلٰى مَوَالِي الْاَبِ وَهٰذَا فَصْلٌ مُجْتَهِدٌ فِيْهِ فَيَنْفُذُ مَا يُلَاقِيْهِ مِنَ الْقَضَاءِ فَلِهٰذَا كَانَ تَعْجِيْزاً.

(۱۲۹۳) قَالَ وَمَا اَدَّى الْمُكَاتَبُ مِنَ الصَّدَقَاتِ اِلٰى مَوْلَاهُ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ طَيِّبٌ لِلْمَوْلٰى ل لِتَبَدُّلِ الْمِلْكِ فَاِنَّ الْعَبْدَ يَتَمَلَّكُهُ صَدَقَةً وَالْمَوْلٰى عِوَضاً عَنِ الْعِتْقِ وَاِلَيْهِ وَقَعَتِ الْاِشَارَةُ النَّبَوِيَّةُ فِي

ترجمه: ل اس لئے کہ یہاں ولاء کے بارے میں مقصود بالذات اختلاف ہے، اور اس کا مدار کتابت کے باقی رکھنے اور اس کے ٹوٹنے پر ہے، اس لئے کہ کتابت جب ٹوٹ گئی تو مکاتب غلام بن کر مرا اور ولاء ماں کے والیوں کے لئے ہوئی، اور اگر کتابت باقی رہے، اور ادائیگی بھی ہو جائے تو گویا کہ مکاتب آزاد ہو کر مرا، اور ولاء باپ کے والیوں کی طرف منتقل ہوئی، اور یہ ولاء کا معاملہ مجتہد فیہ ہے تو جس طرح کا فیصلہ ہوگا وہی نافذ ہوگا، اس لئے یہ (ماں کی والیوں کے لئے ولاء ہونا) گویا کہ مکاتب کو عاجز کرنا ہوا

تشریح: یہ دوسرا مسئلہ ہے جس میں ہے کہ اگر قاضی نے ولاء کا فیصلہ ماں کے والیوں کے لئے کیا تو گویا کہ قاضی نے یہ فیصلہ کیا مکاتب آخیر عمر میں کتابت سے عاجز ہو گیا تھا، اور وہ غلام بن کر مرا ہے، اس لئے ولاء مکاتب کے والیوں کو نہیں ملی، بلکہ ماں کے والیوں کو دے دی گئی

ترجمه: (۱۲۹۳) مکاتب نے صدقات کے مال میں سے آقا کو ادا کیا پھر عاجز ہو گیا تو وہ صدقات کا مال آقا کے لئے طیب ہے

ترجمه: ل کیونکہ ملک بدل گئی ہے، اور آقا نے آزادگی کے بدلے میں یہ مال لیا ہے، اور حضرت بریرہؓ کی حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے، ھی لھا صدقة و لنا ھدیة ، کہ بریرہ یہ تمہارے لئے تو صدقہ ہے، لیکن میرے لئے ہدیہ ہے

اصول: یہاں دو اصول ہیں۔ ایک تو یہ غریب صدقے کا مالک بنکر کسی مالدار کو ہدیہ کرے، یا قیمت دے تو مالدار کے لئے جائز ہے، کیونکہ اب یہ صدقہ نہیں رہا

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ غریب کے پاس مال صدقہ صدقے کی حالت میں ہے، اس کو مالدار کو مباح کرے تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ صدقہ صدقے کی حالت میں رہتے ہوئے مالدار اور سید کے لئے جائز نہیں ہے

تشریح: مکاتب کو لوگوں نے زکوۃ، صدقات واجبہ کی رقم دی، اب وہ اس کا مالک بن گیا، اس کے بعد اس مال کو آقا کو دیا، پھر وہ مکاتب مال دینے سے عاجز ہو گیا، تو آقا کو دیا ہوا مال آقا کے لئے حلال ہے،

وجه: (۱) کیونکہ مکاتب کے مالک بننے کے بعد اس مال کی حیثیت بدل گئی ہے، اب یہ عام مال بن گیا ہے جو مالدار آقا کے لئے بھی حلال ہو گیا ہے۔ (۲) اس بارے میں حضرت بریرہؓ کی یہ مشہور حدیث ہے۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: »هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ ۔ (بخاری

حَدِيْثِ بُرَيْرَةَؓ هِیَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ ؏ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا اَبَاحَ لِلْغَنِيِّ وَالْهَاشِمِيِّ لِاَنَّ الْمُبَاحَ لَهُ يَتَنَاوَلُهُ عَلٰى مِلْكِ الْمُبِيْحِ فَلَمْ يَتَبَدَّلُ الْمِلْكُ فَلَا تُطِيْبُهُ ؏ وَنَظِيْرُهُ الْمُشْتَرِىْ شِرَاءً فَاسِدًا اِذَا اَبَاحَ لِغَيْرِهِ لَا يَطِيْبُ لَهُ وَلَوْ مَلَّكَهُ يَطِيْبُ ؏ وَلَوْ عَجَزَ قَبْلَ الْاَدَاءِ اِلَى الْمَوْلٰى فَكَذَالِكَ الْجَوَابُ وَهٰذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍؒ ظَاهِرٌ لِاَنَّ بِالْعِجْزِ يَتَبَدَّلُ الْمِلْكُ عِنْدَهُ ؏ وَكَذَا عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَؒ وَاِنْ كَاتَبَ

شریف، باب اذا تحولت الصدقۃ، نمبر ۱۴۹۵؍مسلم شریف، باب انما الولاء لمن اعتق، نمبر ۱۵۰۴) اس حدیث میں ہے کہ ملکیت بدل جائے تو غریب کے لئے صدقہ ہے، اور مالدار کے لئے ہدیہ ہے

ترجمہ :۲؎ یہ بخلاف جبکہ مکاتب مالدار اور ہاشمی کے لئے مباح کرے (تو جائز نہیں ہے) کیونکہ جس کے لئے مباح کیا ہے وہ مباح کرنے والے کی ملکیت پر ہی لے رہا ہے اس لئے ملکیت نہیں بدلی اس لئے مالدار کے لئے طیب نہیں ہے

تشریح : یہاں دو مسئلوں میں فرق بیان کر رہے ہیں ایک پہلے گزرا جس میں مکاتب کی ملکیت میں تبدیل ہو کر کسی مالدار آقا کے پاس گیا وہ حلال ہے، اب دوسرا ہے کہ مکاتب کی ملکیت میں ابھی صدقہ ہی ہے، اور اس کو مالدار کے لئے یا ہاشمی کے لئے مباح کرے تو یہ جائز نہیں ہے

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ مکاتب کی ملکیت میں ابھی تک صدقہ ہی ہے تبدیل ہو کر عام مال نہیں بنا ہے اس لئے مالدار، اور ہاشمی کے لئے جائز نہیں ہے

ترجمہ :۳؎ اس کی مثال یہ ہے کہ مشتری نے شراء فاسد کے ماتحت کوئی چیز خریدی، پھر اس کو دوسرے کے لئے مباح کر دیا تو اس کے لئے بھی اچھی نہیں ہے، اور اگر مشتری اس چیز کا مالک بن جاتا پھر دوسرے کو دیتا تو وہ دوسرے کے لئے بھی طیب ہو جاتی

تشریح: واضح ہے

ترجمہ :۴؎ اور اگر آقا کو ابھی صدقے کا مال دیا نہیں تھا، اس سے پہلے ہی عاجز ہو گیا (اور عاجز ہونے کی وجہ سے یہ صدقے کا مال آقا کے پاس چلا گیا) تب بھی یہی جواب ہے، یعنی آقا کے لئے حلال ہے، امام محمدؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے، کیونکہ انکے یہاں عاجز ہونے سے ملکیت بدل جاتی ہے

تشریح : مکاتب کے پاس صدقہ کا مال جمع تھا اس نے آقا کو حوالہ نہیں کیا تھا اس سے پہلے وہ کتابت سے عاجز ہو گیا، جس کی وجہ سے وہ واپس آقا کا غلام بن گیا، اور غلام کا مال آقا کا مال ہوتا ہے اس اعتبار سے صدقے کا مال آقا کا ہو گیا، تب بھی آقا کے لئے حلال ہو گیا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مکاتب مالک بن چکا ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک گویا کہ تبدیل ماہیت ہو گئی ہے اس لئے آقا کے لئے یہ مال حلال، اور طیب ہے

ترجمہ:۵؎ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے، کہ آقا کے لئے حلال ہے، اس لئے کہ مکاتب کے عاجز ہونے سے آقا کی ملکیت مضبوط ہو جاتی ہے

بِالْعِجزِ يَتقَرَّرُ مِلْکَ الْمَوْلٰی عِنْدَهٗ ۶؎ لِاَنَّـهٗ لَاخُبْثَ فِي نَفْسِ الصَّدَقَةِ وَاِنَّمَا الْخُبْثُ فِی فِعْلِ الْاٰخِذِ لِكَوْنِهٖ اِذْلَالًا بِهٖ فَلا يَجُوْزُ ذَالِکَ لِلْغنِي مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ وَلِلْهَاشِمِیِّ لِزِيَادَةِ حُرْمَتِهٖ وَالْاَخْذُ لَمْ يُوْجَدُ مِنَ الْمَوْلٰی ۷؎ فَصَارَ كَابْنِ السَّبِيْلِ اِذَا وَصَلَ اِلٰی وَطَنِهٖ وَالْفَقِيْرِ اِذَا اسْتَغْنٰی وَقَدْ بَقِیَ فِی اَيْدِيْهِمَا مَااَخَذَ مِنَ الصَّدَقَةِ حَيْثُ يَطِيْبُ لَهُمَا ۸؎ وَعَلٰی هٰذَا اِذَا اَعْتَقَ الْمُكَاتَبُ وَاسْتُغْنِیَ يَطِيْبُ لَهٗ مَا بَقِیَ مِنَ الصَّدَقَةِ فِی يَدِهٖ.

(۱۲۹۴) قَالَ وَاِذَا جَنٰی الْعَبْدُ فَكَاتَبَهٗ مَوْلَاهُ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْجِنَايَةِ ثُمَّ عَجَزَ فَاِنَّهٗ يَدْفَعُ اَوْ يَفْدِیْ

اصول: اصول یہ ہے کہ مکاتب کی ملکیت سے کسی کی ملکیت کی طرف منتقل ہو جائے، چاہے وہ منتقل کرے، یا خود بخود منتقل ہو جائے تو تبدیل ماہیت ہو جاتی ہے، اور صدقہ کا مال اس کے لئے حلال ہو جاتا ہے

تشریح: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہوگا، کہ مکاتب کے عاجز ہونے سے خود بخود صدقے کے مال پر آقا کی ملکیت مضبوط ہو جائے گی، اور مکاتب کی ملکیت سے کسی کی ملکیت میں جانے سے تبدیل ماہیت ہو جاتی ہے اس لئے آقا کے لئے حلال ہو جائے گا

ترجمہ: ۶؎ اس لئے خباثت نفس صدقہ میں نہیں ہے، بلکہ خباثت لینے والے کے فعل میں ہے، اس لئے کہ صدقہ کا مال لینے سے ذلت ہوتی ہے، اس لئے بغیر ضرورت کے مالدار کے لئے جائز نہیں ہے، اور سید کے لئے اس کے زیادہ احترام کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اور یہاں آقا کی جانب سے لینا نہیں پایا گیا (بلکہ صدقہ کا مال خود بخود اس کے پاس آ گیا ہے)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۷؎ تو ایسا ہو گیا کہ مسافر (نے زکوۃ کا مال لیا) پھر وہ گھر پہنچ گیا، یا فقیر (نے زکوۃ کا مال لیا) پھر وہ مالدار ہو گیا، اور زکوۃ کا مال اس کے ہاتھ میں بچا رہا تو اب دونوں کے لئے طیب ہے

تشریح: مالدار آدمی سفر میں فقیر میں ہو گیا، جس کی وجہ سے اس کو لوگوں نے زکوۃ کا مال دیا، پھر گھر پہنچنے کے بعد بھی زکوۃ کا کچھ مال بچا رہا تو بچا ہوا مال اس کے لئے حلال ہے، کیونکہ اس نے گھر پہنچنے کے بعد نہیں لیا بلکہ بچا رہ گیا ہے، اور سفر کی حالت میں اس کی ملکیت میں آ گیا تھا، اسی طرح فقیر آدمی نے زکوۃ کا مال لیا، بعد میں مالدار بن گیا، اور اس کے ہاتھ میں زکوۃ کا کچھ مال بچا رہا تو اب یہ بچا ہوا مال حلال ہے، کیونکہ اس نے مالدار ہونے کے بعد زکوۃ نہیں لی ہے، پہلے سے اس کی ملکیت میں باقی رہ گیا ہے

ترجمہ: ۸؎ اسی طرح اگر مکاتب آزاد کر دیا گیا ہو، اور اس زکوۃ کی رقم کی ضرورت نہ رہی ہو تو اس کے ہاتھ میں جو زکوۃ بچی ہوئی ہے وہ اس کے لئے طیب ہے

تشریح: مکاتب نے مال کتابت ادا کرنے کے لئے زکوۃ کی رقم لی تھی، اب آقا نے اس کو آزاد کر دیا، اور وہ مالدار بھی ہوا، اور مکاتبت کے وقت لی ہوئی زکوۃ اس کے پاس ہے تو یہ زکوۃ اس کے لئے طیب ہے، کیونکہ پہلے غربت ہی اس کی ملکیت میں آ گئی ہے

ترجمہ: (۱۲۹۴) اگر غلام نے جنایت کی، اس وقت آقا کو جنایت کا پتہ نہیں تھا، اور اس نے غلام کو مکاتب بنا دیا، پھر مکاتب عاجز ہو گیا تو آقا کے لئے دو اختیار ہیں یا غلام ہی حوالہ کر دے، یا غلام کی جانب سے جنایت کا فدیہ ادا کرے

ل لِاَنَّ هٰذَا مُوْجِبُ جِنَايَةِ الْعَبْدِ فِي الْاَصْلِ وَلَمْ يَكُنْ عَالِماً بِالْجِنَايَةِ عِنْدَ الْكِتَابَةِ حَتّٰى يَصِيْرَ مُخْتَاراً لِلْفِدَاءِ اِلَّا اَنَّ الْكِتَابَةَ مَانِعَةٌ مِّنَ الدَّفْعِ فَاِذَا زَالَ عَادَ الْحُكْمُ الْاَصْلِيُّ
(١٢٩٥) وَكَذَالِكَ اِذَا جَنَى الْمُكَاتَبُ وَلَمْ يُقْضَ بِهٖ حَتّٰى عَجَزَ ل لِمَا بَيَّنَّا مِنْ زَوَالِ الْمَانِعِ

ترجمه: ل اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصل میں غلام کی جنایت کا موجب ہے، اور آقا کو مکاتب بناتے وقت جنایت کا پتہ نہیں تھا، تاکہ صرف فدیہ ہی دینا پڑے، لیکن مکاتب ہونا حوالہ کرنے سے مانع تھا، لیکن عاجز ہونے کی وجہ سے وہ مانع زائل ہو گیا، اس لئے اصلی حکم کی طرف لوٹ آیا

نوٹ: یہاں دو باتیں یاد رکھیں، پہلی بات یہ ہے کہ خالص غلام رہتے ہوئے جنایت کرے تو آقا کو دو اختیار ہیں، یا تو جنایت ادا کرے، اور غلام اپنے پاس رکھ لے، یا خود غلام کو جنایت والے کے حوالے کر دے، کیونکہ وہ غلام ہے آقا کسی کے بھی حوالہ کر سکتا ہے،

لیکن اگر مکاتب ہے تو اس کو اپنی ملکیت سے منتقل کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے، اس لئے مکاتب کو حوالہ نہیں کرے گا، بلکہ آقا صرف فدیہ دے گا

اور تیسری شکل یہ ہے کہ مکاتب کی مکاتبت توڑ دی جائے، اور واپس غلامیت کی طرف منتقل ہو جائے پھر یہ غلام بیچا جائے اور اس قیمت سے جنایت ادا کی جائے

تشریح: خالص غلام تھا اس نے جنایت کی مثلا کسی کا ہاتھ کاٹ دیا تو آقا کو دو اختیار تھے یا تو ہاتھ کاٹنے کی ارش دے اور غلام کو اپنے پاس رکھ لے، یا پھر غلام کو ارش میں مظلوم کے حوالے کر دے، کیونکہ یہ خالص غلام ہے اس کو دوسروں کے حوالے آقا کر سکتا ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ آقا کو ہاتھ کاٹنے کا علم نہیں تھا اس دوران غلام کو مکاتب بنا دیا، اور مکاتب میں مکاتبت کی بنا پر آزدگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے اس کو دوسرے کی طرف منتقل نہیں کر سکتا ہے، صرف اس کا فدیہ دیکر اپنے پاس رکھ سکتا ہے، لیکن اس درمیان مکاتب عاجز مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا، اور دوبارہ غلام بن گیا، تو چونکہ آقا کو جرم کا علم نہیں تھا، اور اب جب علم ہوا تو مکاتب غلام بن چکا تھا۔ اس لئے خالص غلام کا حکم جاری ہوگا، کہ چاہے فدیہ دے کر غلام اپنے پاس رکھ لے، اور چاہے، تو اس کو مظلوم کے حوالے کر دے، کیونکہ خالص غلام کو دوسرے کے حوالے کر سکتا ہے

ترجمه: (١٢٩٥) ایسے ہی مکاتب نے جنایت کی اور ابھی اس پر دیت کا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ وہ عاجز ہو گیا (تو اس کو بھی فدیہ دے کر اپنے پاس رکھ سکتا ہے، اور مظلوم کو بھی حوالہ کر سکتا ہے، کیونکہ وہ ابھی خالص غلام ہے)

ترجمه: ل اس لئے کہ ایک ملک سے دوسرے کی ملک کی طرف منتقل ہونے کا مانع زائل ہو چکا ہے

اصول: قاضی کے جنایت کا فیصلہ کرتے وقت خالص غلام ہو تو خالص غلام کا حکم نافذ ہوگا، چاہے جنایت کرتے وقت وہ مکاتب تھا

تشریح: اس مسئلے میں صورت یہ ہے کہ جنایت کرتے وقت مکاتب تھا اور آقا کو مکاتب کی جنایت کا علم تھا، لیکن قاضی کے

(١٢٩٦) وَاِنْ قُضِيَ بِهٖ عَلَيْهِ فِي كِتَابَتِهٖ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ دَيْنٌ يُبَاعُ فِيْهِ ١؎ لِانْتِقَالِ الْحَقِّ مِنَ الرَّقْبَةِ اِلٰى قِيْمَتِهٖ بِالْقَضَاءِ وَهٰذَا قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَدْ رَجَعَ اَبُوْيُوْسُفَ اِلَيْهِ ٢؎ وَكَانَ يَقُوْلُ اَوَّلاً يُبَاعُ فِيْهِ وَاِنْ عَجَزَ قَبْلَ الْقَضَاءِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِاَنَّ الْمَانِعَ مِنَ الدَّفْعِ وَهُوَ الْكِتَابَةُ قَائِمٌ وَقْتَ الْجِنَايَةِ فَكَمَا وَقَعَتْ اِنْعَقَدَتْ مُوْجِبَةً لِلْقِيْمَةِ ٣؎ كَمَا فِي جِنَايَةِ الْمُدَبَّرِ وَاُمِّ الْوَلَدِ

فیصلے کے وقت مکاتب عاجز ہوکر خالص غلام بن چکا تھا، اس لئے اس پر خالص غلام کا حکم نافذ ہوگا، کہ یا تو آقا فدیہ دیکر رکھ لے، یا غلام کو مظلوم کے حوالے کردے

ترجمہ: (١٢٩٦) اور اگر مکاتب ہونے کی حالت میں قاضی نے ارش کا فیصلہ کیا پھر مکاتب عاجز ہوگیا تو ارش کے قرض میں بیچا جائے گا

ترجمہ: ١؎ کیونکہ فیصلے کی وجہ سے گردن سے قیمت کی طرف منتقل ہوگئی، اور یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے، اور امام ابو یوسفؒ بھی اسی کی طرف رجوع کر گئے ہیں

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ مکاتب ہونے کی حالت میں قاضی کا فیصلہ ہوا، اس لئے قضاء کی وجہ سے مکاتب کی مکاتبت ٹوٹ گئی، اور اب مکاتب کو اس ارش میں بیچا جا سکتا ہے

تشریح: مکاتبت کی حالت میں جنایت کی، آقا کو اس کا علم بھی تھا، اور مکاتبت کی حالت میں قاضی کا فیصلہ ہوا کہ جنایت کی دیت دو، اب اس فیصلے کی وجہ سے مکاتب کی مکاتبت ٹوٹ گئی، اور اب غلام ارش ادا کرنے میں بیچا جا سکتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ مکاتب خود عاجز ہوکر اپنی رضا مندی سے غلامیت کی طرف لوٹ آیا، اس لئے اب یہ ارش میں بیچا جا سکتا ہے، یہ امام ابو حنیفہ، اور امام محمدؒ کی رائے ہے، تاہم ان حضرات نے ارش میں بکنے کی وجہ عاجز ہونے کو نہیں بنایا بلکہ قاضی کے فیصلے کو بنایا ہے، اور حضرت ابو یوسفؒ بھی اسی کی طرف رجوع کر گئے ہیں

ترجمہ: ٢؎ اور پہلے یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر فیصلے سے پہلے بھی مکاتب عاجز ہوگیا تو ارش میں بیچا جائے گا، امام زفرؒ کی رائے بھی یہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جرم کرتے وقت مظلوم کو نہ دینے کی وجہ کتابت قائم ہے، لیکن جیسے ہی جرم کیا (ٹوٹ گئی) اور قیمت میں دینے کا سبب بن گیا،

تشریح: امام ابو یوسفؒ پہلے یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی مکاتب عاجز ہوگیا تو چونکہ کتابت ٹوٹ چکی ہے اس لئے اس مکاتب کو ارش میں بیچا جا سکتا ہے، بیچنے میں قاضی کے فیصلے پر مدار نہیں رکھا جائے گا

ترجمہ: ٣؎ جیسے مدبر اور ام ولد کی جنایت میں ہوتا ہے

تشریح: مدبر اور ام ولد جنایت کرلیں تو اگر چہ ان دونوں میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے لیکن جنایت کرلیں تو ایک روایت کے مطابق ان کی گردن پر ارش ادا کرنا واجب ہے، لیکن آزاد ہونے کے بعد ادا کریں گے، اور دوسری روایت یہ ہے کہ آقا ادا کریں گے، اور تیسری روایت یہ ہے کہ جرم کی وجہ سے یہ بکنے کے قابل بن گئے ہیں، شاید یہاں اسی پر قیاس کیا گیا ہے

۴؎ وَلَنَا اَنَّ الْمَانِعَ قَابِلٌ لِلزَّوَالِ لِلتَّرَدُّدِ وَلَمْ يَثْبُتِ الْاِنْتِقَالُ فِي الْحَالِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَضَاءِ اَوِ الرِّضَاءِ ۵؎ وَصَارَ كَالْعَبْدِ الْمَبِيْعِ اِذَا اَبَقَ قَبْلَ الْقَبْضِ يَتَوَقَّفُ الْفَسْخُ عَلَى الْقَضَاءِ لِتَرَدُّدِهٖ وَاحْتِمَالُ عُوْدِهٖ كَذَا ۶؎ هٰذَا بِخِلَافِ التَّدْبِيْرِ وَالْاِسْتِيْلَادِ لِاَنَّهُمَا لَا يَقْبَلَانِ الزَّوَالَ بِحَالٍ.

(۱۲۹۷) قَالَ وَاِذَا مَاتَ مَوْلَى الْمُكَاتَبِ لَمْ تَنْفَسِخِ الْكِتَابَةُ (كَيْلَا يُؤَدِّيْ اِلٰى اِبْطَالِ حَقِّ الْمُكَاتَبِ اِذِ الْكِتَابَةُ سَبَبُ الْحُرِّيَّةِ وَسَبَبُ حَقِّ الْمَرْءِ حَقُّهٗ) وَقِيْلَ لَهٗ اَدِّ الْمَالَ اِلٰى وَرَثَةِ الْمَوْلٰى عَلٰى نُجُوْمِهٖ ۱؎ لِاَنَّهُ اسْتَحَقَّ الْحُرِّيَّةَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ وَالسَّبَبُ انْعَقَدَ كَذَالِكَ فَيَبْقٰى بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَلَا يَتَغَيَّرُ اِلَّا اَنَّ

ترجمہ :۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ کتابت جو منتقل ہونے سے مانع ہے، وہ زائل ہونے کے قابل، لیکن اس میں تردد ہے، اور فیصلے سے پہلے منتقل ہونا ثابت نہیں ہے اس لئے قضاء قاضی پر موقوف ہوگا، یا کتابت توڑنے پر راضی ہو تب ہوگا

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ جنایت کے بعد مکاتب کو بیچا جائے یا نہیں، اور کتابت توڑی جائے یا نہیں اس بارے میں تردد ہے، اس لئے کتابت توڑنے کی بنیاد قضاء کو بنائی جائے، کہ اگر وہ جنایت کی ارش کا فیصلہ کر دے تو کہیں گے اب کتابت ٹوٹ گئی ہے، اور خالص غلام میں بدل گیا ہے اس لئے اب اس کو بیچا جا سکتا ہے، صرف مال کتابت ادا ہونے کو کتابت توڑنے کی بنیاد نہ بنائی جائے

ترجمہ :۵؎ جیسے بیچا ہوا غلام مشتری کے قبضے سے پہلے بھاگ جائے تو قضا پر بیع کا توڑنا موقوف ہوگا، کیونکہ یہ احتمال ہے کہ غلام واپس ہو جائے

تشریح: قضا پر کتابت ٹوٹنے کا مدار ہے اس کی یہ ایک مثال ہے۔ ایک غلام کو بیچا، لیکن اس پر مشتری نے قبضہ نہیں کیا تھا کہ غلام بھاگ گیا، تو اب اس کے واپس آنے کی امید ہے اس لئے ابھی بیع نہیں ٹوٹے گی، لیکن قاضی بیع توڑنے کا فیصلہ کر دے تو اس کو بنیاد بنا کر بیع ٹوٹنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اسی طرح جنایت کرنے کے بعد کتابت ٹوٹی یا نہیں اس میں تردد ہے اس لئے قاضی کے فیصلے کو بنیاد بنا کر کتابت توڑنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور مکاتب بیچا جائے گا

ترجمہ :۶؎ بخلاف مدبر اور ام ولد کے اس لئے کہ وہ کسی حال میں زائل نہیں ہوتے، (اس لئے وہ جنایت کریں تو اس پر شروع سے جنایت کی قیمت ہی واجب ہوگی)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۲۹۷) اور اگر مکاتب کا آقا مر گیا تو کتابت فسخ نہیں ہوگی (تاکہ مکاتب کا حق باطل نہ ہو، کیونکہ کتابت ہی آزادگی کا سبب ہے، اور انسان کے حق کا جو سبب ہوتا ہے وہ انسانی کا ذاتی حق ہوتا ہے) اور کہا جائے گا کہ مال ادا کرو آقا کے ورثاء کی طرف اس کی قسطوں کے مطابق۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ اسی ادا کرنے کی وجہ سے مکاتب آزادگی کا مستحق ہوا ہے، اور آزادگی کا سبب اسی طرح مال ادا کر کے منعقد ہوا ہے اس لئے یہ صفت باقی رہے گی، اور بدلے گی نہیں، صرف اتنا فرق ہوگا کہ مال وصول کرنے میں اب وارث آقا کا

الْوَرَثَةَ يَخْلُفُوْنَهُ فِي الْإِسْتِيْفَاءِ ۲؎ فَإِنْ اَعْتَقَهُ اَحَدُ الْوَرَثَةِ لَمْ يَنْفُذْ عِتْقُهُ لِاَنَّهُ لَمْ يُمَلِّكْهُ ۳؎ وَهٰذَا لِاَنَّ الْمُكَاتَبَ لَايُمَلِّكُ بِسَائِرِ اَسْبَابِ الْمِلْكِ فَكَذَا بِسَبَبِ الْوِرَاثَةِ ۴؎ فَإِنْ اَعْتَقُوْهُ جَمِيْعاً عَتِقَ وَسَقَطَ عَنْهُ بَدْلُ الْكِتَابَةِ لِاَنَّهُ يَصِيْرُ اِبْرَاءً عَنْ بَدْلِ الْكِتَابَةِ فَإِنَّهُ حَقُّهُمْ وَقَدْ جَرىٰ فِيْهِ الْاِرْثُ فَإِذَا بَرِءَ

خلیفہ ہے

تشریح : آقا کے مرنے سے کتابت ساقط نہیں ہوئی بلکہ کتابت موجود ہے اور وارث اب مال کتابت کا حقدار ہے۔اس لئے جن شرطوں کے ساتھ آقا کو قسط وار مال کتابت ادا کرتا انہیں شرطوں کے ساتھ وارث کو قسط وار ادا کرے گا۔

وجه: کیونکہ شرطیں وہی باقی ہیں جو آقا کے ساتھ طے ہوئی تھیں۔

ترجمه :۲؎ پس اگر ورثاء میں کسی ایک نے اس کو آزاد کیا تو اس کی آزادگی نافذ نہیں ہوگی، اس لئے کہ ایک وارث مکاتب کو آزاد کرنے کا مالک نہیں ہے،

اصول : یہاں اصول یہ ہے کہ تھوڑا بہت مال کتابت ادا نے سے مکاتب آزاد نہیں ہوتا جب تک کہ پورا مال ادا نہیں کر دیتا، اسی طرح ایک وارث کے آزاد کرنے سے گویا کہ تھوڑا مال ادا کرنا ہوا اس لئے مکاتب آزاد نہیں ہوگا

اصول : دوسرا اصول یہ ہے کہ سبھی وارث آزاد کر دے تو پورا مال ادا کرنا ہوا تو اب مکاتب آزاد ہو جائے گا، جیسے آقا کے پورے آزاد کرنے سے مکاتب آزاد ہو جاتا ہے

تشریح :ایک وارث کے آزاد کرنے سے مکاتب کا تھوڑا حصہ بھی اس لئے آزاد نہیں ہوگا کہ اتنا آزد ہونے سے باقی ورثاء کو نقصان ہوگا کہ اس کو بھی آزاد کرنا پڑے گا، یا سعی کروانا ہوگا، اس لئے باقی ورثاء کے فائدے کے لئے ایک وارث کے آزاد کرنے سے اس کا حصہ آزاد نہیں ہوگا

ترجمه :۳؎ یہ اس لئے کہ مکاتب ملک کے کسی اسباب کا مالک نہیں ہے، اسی طرح ایک وارث کی جانب سے دی گئی آزدگی کا بھی مالک نہیں ہوگا

تشریح : یہ عبارت پیچیدہ ہے، فرماتے ہیں کہ مکاتب ملک کے اسباب کا مالک نہیں ہے، اس لئے ایک وارث نے آزادگی کا مالک بنایا تو اس کا بھی مالک نہیں ہوگا، اور ایک وارث کے آزاد کرنے سے مکاتب میں نہ کل آزادگی آئے گی، اور نہ جز آزادگی آئے گی

ترجمه :۴؎ اور اگر سب نے آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا۔اور اس سے مال کتابت ساقط ہو جائے گا۔اس لئے کہ مال کتابت سے بری کرنا ہوا اور یہ ان سب کا حق ہے، اور اس بارے میں وراثت جاری ہوئی ہے، پس جب مکاتب بدل کتابت سے بری ہو گیا تو آزاد ہو جائے گا، جیسے آقا بری کر دیتا تو مکاتب بدل کتابت سے بری ہو جاتا

تشریح :اگر سبھی وارثوں نے مل کر آزاد کیا تو چونکہ اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے اس لئے یہ آزادگی نافذ ہوگی۔اور مکاتب مکمل آزاد ہو جائے گا۔اور جب مکاتب آزاد ہو گیا تو اب بدل کتابت کی ضرورت نہیں رہی۔اس لئے بدل کتابت ساقط ہو جائے گی۔

الْمُكَاتَبُ عَنْ بَدْلِ الْكِتَابَةِ يُعْتَقُ كَمَا إِذَا اَبْرَأَهُ الْمَوْلٰى ۵ إِلَّا اَنَّهُ إِذَا اَعْتَقَهُ اَحَدُ الْوَرَثَةِ لَا يَصِيْرُ اِبْرَاءٌ عَنْ نَصِيْبِهِ لِاَنَّا نَجْعَلُهُ اِبْرَاءً اِقْتِضَاءً تَصْحِيْحاً لَعِتقِهٖ وَالْإِعْتَاقُ لَا يَثْبُتُ بِإِبْرَاءِ الْبَعْضِ اَوْ اَدَائِهٖ فِي الْمُكَاتَبِ لَا فِي بَعْضِهٖ وَلَا فِي كُلِّهٖ وَلَا وَجْهَ إِلٰى اِبْرَاءِ الْكُلِّ لِحَقِّ بَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمه :۵ لیکن اگر ایک وارث نے آزاد کیا تو اپنے حصے سے بری کرنا نہیں ہوگا، اس لئے کہ آزادگی کو صحیح قرار دینے کے لئے ہم نے بری قرار دیا ہے اور بعض کے بری کرنے سے آزادگی ثابت نہیں ہوگی، یا مکاتب کو ادا کرے تو نہ بعض کی آزادگی ہو گی اور نہ کل کی آزادگی ہوگی، باقی ورثاء کے حق کی وجہ سے۔

تشریح : یہ پیچیدہ عبارت ہے، فرماتے ہیں کہ آزدگی کو صحیح قرار دینے کے لئے اقتضاء بری کیا ہے، اور بعض وارث کے بری کرنے سے نہ کل میں آزادگی آئے گی، اور نہ جزو میں آزادگی آئے گی

وجه :(۱) اصل وجہ یہ ہے کہ اگر کچھ حصہ آزاد کر دیں تو باقی ورثاء کو نقصان ہوگا، ان کو یا آزاد کرنا ہوگا، یا سعی کروانا پڑے گا، اس لئے اس نقصان سے بچنے کے لئے کچھ بھی آزادگی نہیں آئے گی (۲) اور کل غلام کو اس لئے آزاد نہیں کر سکتا کہ یہ ایک وارث سب کی جانب سے وکیل نہیں ہے، اور جن لوگوں کا حق تھا انہوں نے آزاد نہیں کیا ہے اس لئے مکاتب نہ بعض آزاد ہوگا اور نہ کل آزاد ہوگا۔

كتاب الولاء

۱؎ قَالَ الْوَلَاءُ نَوْعَانِ وَلَاءُ عِتَاقَةٍ وَيُسَمّٰى وَلَاءَ نِعْمَةٍ وَسَبَبُهُ الْعِتْقُ عَلٰى مِلْكِهٖ فِي الصَّحِيْحِ ۲؎ حَتّٰى لَوْ عَتِقَهُ قَرِيْبُهٗ عَلَيْهِ بِالْوِرَاثَةِ كَانَ الْوَلَاءُ لَهٗ وَوَلَاءُ مَوَالَاةٍ ۳؎ وَسَبَبُهُ الْعَقْدُ وَلِهٰذَا يُقَالُ وَلَاءُ الْعِتَاقَةِ وَوَلَاءُ الْمَوَالَاةِ وَالْحُكْمُ يُضَافُ اِلٰى سَبَبِهٖ وَالْمَعْنٰى فِيْهِمَا التَّنَاصُرُ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَتَنَاصَرُ بِاَشْيَاءٍ

﴿كتاب الولاء﴾

ترجمہ: ۱؎ ولاء کی دو قسمیں ہیں، ایک ہے ولاء عتاقہ، اس کو ولاء نعمہ بھی کہتے ہیں، اس کا سبب صحیح میں ملکیت ہو اس پر آزادگی ہے

تشریح : کوئی آدمی غلام کو آزاد کرے پھر غلام کا انتقال ہوا اور وراثت آزاد کرنے والے آقا کو ملے اس وراثت کو ولاء کہتے ہیں۔ اسی کو ولاء عتاقہ کہتے ہیں

وجہ: (۱) ولاء کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ قالت عائشة ان بريرة دخلت عليها ..... فقال لها رسول الله ﷺ اشتريها فاعتقيها فانما الولاء لمن اعتق (بخاری شریف، باب المکاتب ونجومہ فی کل سنۃ نجم ص ۳۴۷ نمبر ۲۵۶۰، مسلم شریف، باب بیان الولاء عن اعتق ص ۴۹۳ نمبر ۱۵۰۴) (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ سمعت ابن عمرؓ يقول نهى النبي ﷺ عن بيع الولاء وعن هبته (بخاری شریف، باب بیع الولاء وھبتہ ص ۳۴۴ نمبر ۲۵۳۵) ان دونوں حدیثوں میں ولاء کا ثبوت ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی۔

ترجمہ: ۲؎ یہی وجہ ہے کہ وراثت کی وجہ سے آزاد ہوا ہو تو اس کی ولاء اس کو ملے گی

تشریح : مثلا باپ کی دوسری بیوی تھی اس بیوی کا بیٹا دوسرے شوہر سے تھا، اور یہ باپ اس بیٹے کا مالک ہوا، اب اس کا انتقال ہوا، اور اب بیٹا اس لڑکے کا مالک ہوا، جو اس بیٹے کے لئے ماں شریک بھائی بنتا ہے، اب اس رشتہ داری کی وجہ یہ ماں شریک بھائی آزاد ہوا تو چونکہ مالک بننے کی وجہ سے آزاد ہوا ہے اس لئے اس ماں شریک بھائی کی ولاء اس بیٹے کو ملے گی

ترجمہ : ۳؎ دوسرا ہے ولاء موالات، اس کا سبب عہد کرنا، چنانچہ کہا جاتا ہے ولاء عتاقہ، اور ولاء موالات، اور حکم سبب کی طرف نسبت کی جاتی ہے، اور دونوں میں مدد کرنے کا معنی ہے، چنانچہ عرب بہت ساری چیزوں سے مدد کیا کرتے تھے، اور حضورؐ نے دونوں قسموں سے اس کی مدد کو برقرار رکھا، چنانچہ ارشاد فرمایا، قوم کا مولی انہیں میں سے ہے، اور قوم کا حلیف انہیں میں سے ہے، اور قوم کے مولی سے مراد، مولی موالات، ہے، کیونکہ اہل عرب موالات کو قسم کھا کر موکد کیا کرتے تھے

تشریح : ولاء کی دوسری قسم مولی موالات ہے، اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کوئی آدمی کسی دوسری قوم میں جا بسے تو اس قوم سے قسم کھا کر معاہدہ کرتا تھا کہ میں تمہاری قوم کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہوں گا، اس عہد کے بعد اگر یہ آدمی مر جائے اور اس کا اپنا کوئی وارث نہ ہو، تو جس قوم، یا جس آدمی سے معاہدہ کیا ہے اس آدمی کو اس مرنے والے کی وراثت ملتی تھی۔

وَقَرَّرَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَنَاصُرَهُمْ بِالْوَلَاءِ بِنَوْعَيْهِ فَقَالَ إِنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَالْمُرَادُ بِالْحَلِيْفِ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ لِأَنَّهُمْ كَانُوْا يُؤَكِّدُوْنَ الْمُوَالَاةَ بِالْحَلِيْفِ.

(١٢٩٨) قَالَ وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى مَمْلُوْكَه فَوَلَاؤُهُ لَهُ لِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ ٢ وَلِأَنَّ التَّنَاصُرَ بِهِ فَيَعْقِلُهُ وَقَدْ أَحْيَاهُ مَعْنًى بِإِزَالَةِ الرِّقِّ عَنْهُ فَيَرِثُهُ وَيَصِيْرُ الْوَلَاءُ كَالْوِلَادِ وَلِأَنَّ الْغُنْمَ بِالْغُرْمِ

اور یوں سمجھا جاتا تھا کہ یہ آدمی اسی قوم کا فرد ہے۔حضورؐ نے اس عہد کو برقرار رکھا،اور یوں ارشاد فرمایا کہ،مولی القوم منھم

وجه:(۱)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۔(بخاری شریف،باب مولی القوم من انفسھم،نمبر ۶۷۶۱) (۲)فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »حَلِيفُ الْقَوْمِ مِنْهُمْ، وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ ،(طبرانی کبیر،باب عمر بن عوف بن ملحہ،ج۱۷، ص۲،نمبر۲)(۳)اور ولاء موالات کا ثبوت اس قول صحابی میں ہے۔ویذکر عن تمیم الداری رفعه قال هو اولی الناس بمحیاه ومماته (بخاری شریف،باب اذا اسلم علی یدیہ ص۱۰۰۰ نمبر ۶۷۵۷،مسلم شریف،باب النھی عن بیع الولاء وھبتہ ص۴۹۵ نمبر ۱۵۰۶)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ولاء موالات کا ثبوت ہے۔

ترجمه:(۱۲۹۸)اگر آدمی اپنے مملوک کو آزاد کرے تو اس کی ولاء اس کے لئے ہے

ترجمه:۱؎ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ ولاء اس کو ملے گی جس نے آزاد کیا

تشریح:آدمی اپنے غلام کو آزاد کرے تو اس غلام کی ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی۔

وجه:(۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔قالت عائشة ان بريرة دخلت عليها ..... فقال لها رسول الله ﷺ اشتريها فاعتقيها فانما الولاء لمن اعتق (بخاری شریف،باب المکاتب ونجومہ فی کل سنۃ نجم،ص۳۴۷ نمبر ۲۵۶۰،مسلم شریف،باب بیان الولاء لمن اعتق ص۴۹۳،نمبر ۱۵۰۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آزاد کرے گا اس کو ولاء ملے گی۔

ترجمه:۲؎ اس لئے کہ آزاد کرنے والے نے مدد کی ہے،اور آقا تاوان بھی بھرے گا،اور آقا نے غلام سے غلامیت زائل کر کے معنوی طور پر زندہ کیا ہے اس لئے آقا غلام کا وارث بنے گا،اور ولادت کی طرح اس کے لئے ولاء ہوگی،اور یہ بھی وجہ ہے کہ نفع تاوان کے مقابلے میں ہوتا ہے

تشریح:آقا کو آزاد شدہ غلام کی ولاء ملے گی اس کی یہ چار دلیلیں عقلی ہیں۔۱۔آقا نے آزاد کر کے غلام کی مدد کی ہے۔۲۔آقا نے غلامیت زائل کر کے غلام کو گویا کہ زندہ کیا ہے۔۳۔تو جس طرح اپنی اولاد کو پیدا کر کے زندہ کرتے ہیں تو باپ اپنی اولاد کا وارث ہوتا ہے،اسی طرح غلام کو زندہ کیا تو اس کا بھی وارث ہوگا۔۴۔نفع نقصان کے مقابلے پر ہوتا ہے تو آقا نے غلام کو آزاد کر کے نقصان اٹھایا ہے تو اب ولاء لیکر نفع بھی اٹھائے گا

لغت:الغنم:غنیمت،فائدہ اٹھانا۔الغرم:غرامت،تاوان دینا۔الغنم بالغرم:یہ محاورہ ہے،کہ فائدہ نقصان کے بدلے میں ہوتا ہے۔

٣ وَكَذٰلِكَ الْمَرْأَةُ تُعْتَقُ لِمَا رَوَيْنَا وَاَنَّهُ مَاتَ مُعْتَقٌ لِابْنَةِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ بِنْتٍ فَجَعَلَ النَّبِيُّ عَلَيه السلام اَلْمَالُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ ٤ وَيَسْتَوِىْ فِيْهِ الْاِعْتَاقُ بِمَالٍ وَبِغَيْرِهٖ لِاِطْلَاقِ مَا ذَكَرْنَاهُ.
(١٢٩٩) قَالَ فَاِنْ شَرَطَ اَنَّهُ سَائِبَةٌ فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَالْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ١ لِاَنَّ الشَّرْطَ مُخَالِفٌ لِلنَّصِّ

ترجمہ :٣ ایسے ہی اگر عورت نے غلام کو آزاد کیا تو اس کو بھی آزاد شدہ کی ولاء ملے گی، اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی (الولاء لمن اعتق) اور دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت حمزہ کی بیٹی کی آزاد شدہ باندی کا انتقال ہوا، اور اس نے ایک بیٹی چھوڑی تھی تو حضورؐ نے مال کو دو حصوں میں تقسیم کیا

تشریح: جس طرح مرد آزاد کرے تو اس کو ولاء ملتی ہے، اسی طرح عورت آزاد کرے تو اس کو بھی آزاد شدہ کی ولاء ملے گی

وجہ :(۱) مرد اور عورت دونوں انسان ہیں اس لئے مرد کو ولاء ملتی ہے تو عورت کو بھی ولاء ملے گی۔ (۲) یہ حدیث مطلق ہے کی ولاء ملے گی اس لئے عورت کو بھی ولاء ملے گی۔ فقال لها رسول الله ﷺ اشتريها فاعتقيها فانما الولاء لمن اعتق (بخاری شریف، باب المکاتب ونجومہ فی کل سنة نجم، ص ۳۴۷ نمبر ۲۵۶۰ مسلم شریف، باب بیان الولاء عن اعتق ص ۴۹۳، نمبر ۱۵۰۴) (۳) صاحب ہدایہ کی اس حدیث میں عورت کو ولاء ملی ہے۔ عَنْ بِنْتِ حَمْزَةَ – قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي لَيْلَى، وَهِيَ أُخْتُ ابْنِ شَدَّادٍ لِأُمِّهِ – قَالَتْ: »مَاتَ مَوْلَايَ وَتَرَكَ ابْنَةً فَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنَتِهِ، فَجَعَلَ لِي النِّصْفَ، وَلَهَا النِّصْفَ ۔ (ابن ماجہ شریف، باب میراث الولاء، نمبر ۲۷۳۴) اس حدیث میں آزاد شدہ کی بیٹی کو بھی آدھی وراثت دی، اور جو آدھا مال بچ گیا اس کو ولاء کے طور آزاد کرنے والی آقا کو دی گئی ہے

ترجمہ :٤ مال لیکر آزاد کیا ہو یا بغیر مال کے آزاد کیا ہو دونوں کو ولاء ملے گی، کیونکہ وہ حدیث (الولاء لمن اعتق) مطلق ہے جس کو میں نے ذکر کیا ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۲۹۹) پس اگر شرط کی کہ وہ بغیر ولاء کے ہے تو شرط باطل ہوگی اور ولاء اس کے لئے ہوگی جس نے آزاد کیا۔

ترجمہ: ١ اس لئے یہ شرط حدیث کے مخالف ہے اس لئے صحیح نہیں ہوگی

وجہ: (۱)۔قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: إِنَّ بَرِيرَةَ دَخَلَتْ عَلَيْهَا تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَعَلَيْهَا خَمْسَةُ أَوَاقٍ نُجِّمَتْ عَلَيْهَا فِي خَمْسِ سِنِينَ، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ وَنَفِسَتْ فِيهَا: أَرَأَيْتِ إِنْ عَدَدْتُ لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً أَيَبِيعُكِ أَهْلُكِ، فَأُعْتِقَكِ، فَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي، فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَعَرَضَتْ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوا: لَا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَنَا الوَلَاءُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »اشْتَرِيهَا، فَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّمَا الوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ«، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: »مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَهُوَ بَاطِلٌ شَرْطُ اللَّهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ ۔ (بخاری شریف، باب

فَلا يَصِحُّ

(١٣٠٠) قَالَ وَإذَا اَدَّى الْمُكَاتَبُ عَتِقَ وَالْوَلاءُ لِلْمَوْلىٰ وَإنْ عَتِقَ بَعْدَ مَوْتِ الْمَوْلىٰ ١؎ لِاَنَّهُ عَتِقَ عَلَيْهِ بِمَا بَاشَرَ مِنَ السَّبَبِ وَهُوَ الْكِتَابَةُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِيْ الْمُكَاتَبِ

(١٣٠١) وَكَذَا الْمُوْصىٰ بِعِتْقِهِ اَوْ بِشِرَائِهِ وَعِتْقِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ ١؎ لِاَنَّ فِعْلَ الْوَصِيِّ بَعْدَ مَوْتِهٖ كَفِعْلِهٖ

المکاتب ونجومہ فی کل سنۃ نجم،ص ٣٤٧ نمبر ٢٥٦٠ ،مسلم شریف، باب بیان الولاء عن اعتق ص ٤٩٣ ،نمبر ١٥٠٤)اس لمبی حدیث میں ہے کہ یہ شرط کی تھی کہ آزاد کرنے والی کو ولاء نہ ملے تو آپ نے فرمایا کہ ولاء ملے گی (٢) اس قول صحابی میں ہے۔عن عبد اللہ قال ان اھل الاسلام لا یسیبون وان اھل الجاھلیۃ کانوا یسیبون (بخاری شریف، باب میراث السائبۃ ص ٩٩٩ نمبر ٦٧٥٣) (٣) سئل عامر عن المملوک یعتق سائبۃ لمن ولاء ہ؟ قال للذی اعتقہ (سنن دارمی، باب میراث السائبۃ ج ثانی ص ٤٨٤ نمبر ٣١٢٠) ان دونوں قول صحابی سے معلوم ہوا کہ بغیر ولاء کے بھی آزاد کیا تو ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہوگی۔

ترجمہ: (١٣٠٠) اگر مکاتب نے مال کتابت ادا کیا تو وہ آزاد ہوگا اگر چہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوا ہو تو بھی اس کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ آقا نے آزاد کرنے کا جو سبب اختیار کیا وہ کتابت ہے اس کی وجہ سے مکاتب آزاد ہوا ہے (اس لئے آقا کو ولاء ملے گی)،اور اس کی تفصیل کتاب المکاتب میں گزر چکی ہے

اصول: آزادگی کسی طرح بھی ہو آقا کو اس کی ولاء ملے گی۔

مثلا ١۔بغیر مال کے آزادگی ٢۔مال لیکر آزادگی ،یعنی مکاتب بنا کر آزادگی ٣۔ذی رحم محرم ہونے کی وجہ سے آزادگی ٤۔وصیت کرنے کی وجہ سے آزادگی۔چار طرح کی آزادگی ہیں ان سب میں آقا کو اس کی ولاء ملے گی ،آگے سب کی تفصیل آرہی ہے

تشریح: آقا نے مکاتب بنایا تھا تاہم اس کی زندگی میں مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد نہ ہو سکا اس کے مرنے کے بعد ادا کیا اور آزاد ہوا تو اس کی ولاء آقا کے ورثاء کے لئے ہوگی۔کیونکہ گویا کہ آقا کی جانب سے آزاد ہوا۔

وجہ: (١) مکاتب نے اگر چہ مال کتابت ادا کر کے آزادگی حاصل کی ہے تاہم وہ آقا سے آزاد ہوا ہے اس لئے اس کی ولاء آقا کے لئے ہوگی (٢) حضرت عائشہ کی حدیث گزری کہ حضرت بریرہ مکاتبہ تھی اس کو خرید کر آزاد کیا تو اس کی ولاء حضرت عائشہ کو ملی۔جس سے معلوم ہوا کہ مکاتبہ ہو تب بھی اس کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔

ترجمہ: (١٣٠١) ایسے ہی وہ غلام جس کو آزاد کرنے کی وصیت کی ہو، یا خرید کر آزاد کرنے کی وصیت کی اور آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوا (تو اس کی ولاء بھی آقا کو ملے گی اور اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگی)

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ مرنے کے بعد وصی کا فعل ایسا ہی ہے جیسے زندگی میں وہ کام کیا ہو۔اور اس کے ملک کے حکم پر ترکہ تقسیم کیا جائے گا

وَالتَّرِکَۃُ عَلیٰ حُکْمِ مِلْکِہٖ

(۱۳۰۲) وَاِنْ مَاتَ الْمَوْلیٰ عَتِقَ مُدَبَّرُہٗ وَاُمَّھَاتُ اَوْلَادِہٖ (لِمَابَیَّنَّا فِی الْعِتَاقِ) وَوَلَائُھُمْ لَہٗ لِاَنَّہٗ اَعْتَقَھُمْ بِالتَّدْبِیْرِ وَالْاِسْتِیْلَادِ

(۱۳۰۳) وَمَنْ مَلَکَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِّنْہُ عَتِقَ عَلَیْہِ (لـمـا بینـا فی العتاق) وَوَلَاؤُہٗ لَہٗ لِوُجُوْدِ السَّبَبِ وَھُوَ الْعِتْقُ عَلَیْہِ.

تشریح: آقا نے وصیت کی تھی کہ میرے اس غلام کو آزاد کرنا، اب آقا کے مرنے کے بعد غلام آزاد ہوا تو اس غلام کی ولاء بھی آقا کو ملے گی، اور یہ ولاء اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگی، دوسری صورت ہے کہ آقا نے یہ وصیت کی کہ میرے پیسے سے غلام خریدیں، اور اس کو آزاد کریں، اب مرنے کے بعد غلام خریدا اور آزاد کیا تو اس کی ولاء بھی آقا کو ملے گی اور یہ ولاء ورثہ میں تقسیم ہوگی

وجہ: یہ سب اگر چہ آقا کے مرنے کے بعد ہو رہے ہیں، لیکن اس کا سبب آقا ہی ہے اس لئے ایسا سمجھا جائے گا کہ آقا ہی نے یہ سب کام کئے ہیں

لغت: والترکۃ علی حکم ملکہ: وراثت ملک کے حکم کے مطابق ہوگی۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ولاء کی قیمت سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا، پھر کفن دفن کیا جائے گا، پھر جو بچے گا اس کو شریعت کے مطابق ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۱۳۰۲) اگر آقا کا انتقال ہوا اور اس کی مدبرہ باندی اور ام ولد آزاد ہوئی (اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی) تو ان کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ آقا نے ان لوگوں مدبر بنا کر اور ام ولد بنا کر آزاد کیا ہے (اس لئے آقا کو ولاء ملے گی، اور یہ ولاء اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگی

تشریح: واضح ہے

وجہ: (۱) مدبرہ باندی اور ام ولد اگر چہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوں گی لیکن چونکہ حقیقت میں آزاد کرنے والا آقا ہی ہے اس لئے ان دونوں کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔ اور آقا کے ورثہ میں تقسیم ہوگی (۲) دلیل وہی حدیث ہے۔ **فقال النبی ﷺ الولاء لمن اعتق وان اشترطوا مائۃ شرط** (بخاری شریف، باب اذا قال المکاتب اشترنی واعتقنی فاشتراہ لذلک ص ۴۲۹ نمبر ۲۵۶۵) اس حدیث میں ہے کہ جس نے آزاد کیا ولاء اسی کو ملے گی۔ اور مدبرہ اور ام ولد کو آقا نے آزاد کیا ہے اس لئے ولاء اسی کو ملے گی (۳) قول تابعی میں ہے۔ **عن ابراھیم انھما قالا ولاءہ لمن بدأ بالعتق اول مرۃ** (دارمی، باب میراث الولاء ج ثانی ص ۴۸۷ نمبر ۳۱۳۷) اس قول تابعی میں سے بھی معلوم ہوا کہ جو آزادگی کی ابتدا کرے گا ولا اسی کو ملے گی۔

ترجمہ: (۱۳۰۳) جو ذی رحم محرم کا مالک بنے تو وہ اس پر آزاد ہوگا (اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی) اور اس کی ولاء آقا کے لئے ہوگی۔

ترجمہ: ۱ کیونکہ سبب پایا گیا کہ یہ لوگ آقا پر آزاد ہوئے ہیں

(۱۳۰۴) وَاِذَا تَزَوَّجَ عَبْدُ رَجُلٍ اَمَةً لِآخَرَ فَاَعْتَقَ مَوْلَى الْاَمَةِ وَهِيَ حَامِلٌ مِنَ الْعَبْدِ عَتَقَتْ وَعَتَقَ حَمْلُهَا وَوَلَاءُ الْحَمَلِ لِمَوْلَى الْاُمِّ لَا يَنْتَقِلُ عَنْهُ اَبَداً ١ لِاَنَّهُ عَتِقَ عَلَى مُعْتَقِ الْاُمِّ مَقْصُوْدٌ اِذْ هُوَ جُزْءٌ مِنْهَا يَقْبَلُ الْاِعْتَاقَ مَقْصُوْداً فَلَا يَنْتَقِلُ وَلَاؤُهُ عَنْهُ عَمَلاً بِمَا رَوَيْنَا

(۱۳۰۵) وَكَذَالِكَ اِذَاوَلَدَتْ وَلَداً لِاَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ ١ لِلتَّيَقُّنِ بِقِيَامِ الْحَمَلِ وَقْتَ الْاِعْتَاقِ

وجه :(۱) یہاں اگر چہ ذی رحم محرم ہونے کی وجہ سے آزاد ہوا ہے۔آقا نے خود آزاد نہیں کیا ہے لیکن چونکہ آزادگی آقا بھی کی جانب سے ہوئی ہے اس لئے اس کی ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی۔(۲) ذی رحم محرم کے مالک بننے کی وجہ سے آزاد ہوگا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عَنْ سَمُرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُر (ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ملک ذا رحم محرم، نمبر ۱۳۶۵/ ابوداود شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم، نمبر ۳۹۴۹) اس حدیث میں ہے کہ ذی رحم محرم کا مالک بنا تو وہ آزاد ہو جائے گا

ترجمہ :(۱۳۰۴) غلام نے دوسرے آدمی کی باندی سے شادی کی۔پس باندی کے آقا نے باندی کو آزاد کیا اس حال میں کہ وہ غلام سے حاملہ تھی۔پس وہ آزاد ہوئی اور اس کا حمل بھی آزاد ہوا۔اس لئے حمل کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی۔اس سے کبھی منتقل نہیں ہوگی۔

اصول: آقا نے پیٹ کے بچے کو مقصودا آزاد کیا ہو تو اس بچے کی ولاء اسی آقا کو ملے گی

تشریح :غلام نے دوسرے کی باندی سے شادی کی پھر وہ اس غلام سے حاملہ ہوئی۔اسی حمل کی حالت میں باندی کے آقا نے آزاد کر دیا۔جس کی وجہ سے حمل بھی ماں کے تحت میں ہو کر آزاد ہو گیا۔چونکہ حمل کا آزاد کرنے والا ماں کا آقا ہے اس لئے حمل کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی۔دوسری وجہ یہ ہے کہ حمل کے آزاد ہوتے وقت باپ غلام ہے اس لئے بھی نہ باپ کے لئے ولاء ہوگی اور نہ باپ کے آقا کے لئے ولاء ہوگی۔

ترجمہ :۱ کیونکہ یہ غلام ماں کے آزاد کرنے والا کا آزاد شدہ ہے، مقصود کے طور پر اس لئے کہ یہ بچہ ماں کا جز ہے، جس کی وجہ مقصود ہو کر آزاد ہوگا، اس لئے اس کی ولاء عملی طور پر اس حدیث کی بنا پر منتقل نہیں ہوگی

تشریح :آقا نے ماں کو آزاد کیا تو مقصود طور پر بچہ بھی آزاد ہو گیا، کیونکہ یہ بچہ ماں کا جز ہے، اس لئے جس آقا نے اس بچے کو مقصود بنا کر آزاد کیا ہے، اس بچے کی ولاء اسی آقا کو ملے گی، بعد میں باپ آزاد بھی ہو جائے تو باپ کے آقا کو ولاء نہیں ملے گی

لغت :مقصودا: آقا نے مقصد بنا کر بچے کو آزاد کیا ہے، یہ جملہ اہم ہے، آگے آرہا ہے کہ بچے کو آقا نے مقصود بنا کر آزاد نہیں کیا، بلکہ ماں کے تابع بن کر آزاد ہوا تو اس صورت میں جب باپ آزاد ہوگا تو بچے کی ولاء باپ کے آقا کو ملے گی

ترجمہ:(۱۳۰۵) ایسے ہی اگر بچہ دیا ماں کی آزادگی کے چھ ماہ بعد تو اس کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی۔

ترجمہ:۱ کیونکہ یہ یقین ہے کہ آزادگی کے وقت حمل قائم ہے

تشریح باندی کو آزاد کرتے وقت یہ پتہ نہیں تھا کہ پیٹ میں حمل ہے، لیکن آزاد کرنے کے چھ مہینے کے اندر باندی نے بچہ

(١٣٠٦) اَوْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ اَحَدُهُمَالِاَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ ۱؎ لِاَنَّهُمَا تَوْأَمَانِ يَتَعَلَّقَانِ مَعاً وَهٰذَا ۲؎ بِخِلَافِ مَااِذَا وَالَتْ رَجُلاً وَهِيَ حُبْلٰى وَالزَّوْجُ وَلِيٰ غَيْرَهُ حَيْثُ يَكُوْنُ وَلَاءُ الْوَلَدِ لِمَوْلَى الْاَبِ لِاَنَّ الْجَنِيْنَ غَيْرُ قَابِلٍ لِهٰذَا الْوَلَاءُ مَقْصُوْداً لِاَنَّ تَمَامَهُ بِالْاِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لَهُ

دیا تو یہ یقین ہو گیا کہ آزاد کرتے وقت پیٹ میں بچہ تھا اور آزاد کرتے وقت یہ بچہ باندی کا جزو تھا، اور گویا کہ آقا نے اس بچے کو بھی مقصودا آزاد کیا ہے، اس لئے اس کی ولاء آقا کو ملے گی،

ترجمہ:(١٣٠٦) یا دو بچے پیدا ہوئے، اور ان میں سے ایک چھ مہینے کے اندر پیدا ہوا ہے (تو اس کی ولاء آقا کو ملے گی)

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ دونوں جوڑواں ہیں اور دونوں کا حمل ایک ساتھ ہی ٹھہرا ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دو جوڑویں بچے کا حمل ایک ساتھ ہی ٹھہرتا ہے

نوٹ : یہ طے ہے کہ بچہ کم سے کم چھ ماہ حمل میں رہتا ہے، اور زیادہ سے زیادہ دو سال پیٹ میں رہتا ہے، یہ مسائل انہیں اصولوں پر متفرع ہیں

تشریح : مثلا ماں کو آقا نے آزاد کیا، اس وقت حمل کا پتہ نہیں تھا، لیکن ایک بچہ چھ مہینے کے اندر پیدا ہوا، اور دوسرا بچہ اس کے بعد چھ مہینے کے اندر پیدا ہوا، تو اس سے پتہ چلا کہ پہلا بچہ آزادگی کے وقت حمل میں تھا، اور دوسرا بچہ بھی اس کے بعد چھ مہینے میں پیدا ہوا تو یہ بھی پتہ چلا کہ دوسرا بچہ بھی ایک ہی حمل سے ہے، کیونکہ دو حمل کے درمیان چھ مہینے کا فاصلہ ہونا ضروری ہے، یہاں دو بچوں کی پیدائش میں چھ مہینے کا فاصلہ نہیں ہے، اس لئے یہ دونوں بچے ایک ہی حمل سے ہیں، اور گویا کہ ماں کے آزاد ہوتے وقت دونوں بچے پیٹ میں تھے اس لئے دونوں کی ولاء ماں کے آقا کو ملے گی

لغت: تو امان: جوڑواں۔ یتعلق: یہ علق سے مشتق ہے، معلق ہونا، حمل ٹھہرنا۔

ترجمہ : ۲؎ یہ مسئلہ پہلے کے خلاف ہے کہ کسی عورت نے کسی مرد سے عہد موالات کی، اور وہ حاملہ تھی، اور اس کے شوہر نے کسی دوسرے آدمی سے عہد موالات کی تو بچے کی ولاء باپ کے عہد موالات کرنے والے کو ملے گی، اس لئے کہ پیٹ کا بچہ مقصود کے طور پر اس ولاء کے قابل نہیں ہے، اس لئے کہ عہد موالات ایجاب اور قبول سے ہوتی ہے، اور پیٹ کا بچہ ایجاب و قبول نہیں کر سکتا ہے، (اس لئے پیٹ کے بچے کی ولاء ماں کے موالات کو نہیں ملے گی)

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اگر آقا نے مقصود کے طور پر بچے کو آزاد نہیں کیا ہے، بلکہ بچہ ماں کے تابع بن کر آزاد ہوا ہے تو جب باپ آزاد ہوگا، تو اس کے نسب کا اعتبار کیا جائے گا، اور بچے کی ولاء ماں سے منتقل ہو کر باپ کی طرف جائے گی

تشریح : اس عبارت میں دو مسئلوں میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ پہلے مسئلہ گزرا کہ۔ ماں کے پیٹ میں بچہ تھا اور آقا نے ماں کو آزاد کیا تو پیٹ کے بچے کو بھی آقا ہی نے مقصودا آزاد کیا ہے، اس لئے باپ آزاد ہوا تب بھی اس بچے کی ولاء باپ کے آقا کو نہیں ملے گی، کیونکہ بچے کو بھی ماں کے آقا ہی نے آزاد کیا تھا، لیکن اگر ماں نے کسی سے عہد موالات کیا، جس کی وجہ سے اس ماں کی ولاء اس کے موالی کو ملنے والی تھی، اور باپ نے کسے دوسرے سے عہد موالات کیا تو اس صورت میں بچہ باپ کے تابع

(۱۳۰۷) قَالَ فَإِنْ وَلَدَتْ بَعْدَ عِتْقِهَا لِأَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَلَداً فَوَلَاؤُهُ لِمَوَالِي الْأُمِّ لِ لِأَنَّهُ عَتَقَ تَبَعاً لِلْأُمِّ لِاتِّصَالِهِ بِهَا بَعْدَ عِتْقِهَا فَيَتْبَعُهَا فِي الْوَلَاءِ وَلَمْ يَتَيَقَّنْ بِقِيَامِهِ وَقْتَ الْإِعْتَاقِ حَتّٰى يَعْتِقَ مَقْصُوداً.
(۱۳۰۸) فَإِنْ أُعْتِقَ الْأَبُ جَرَّ الْأَبُ وَلَاءَ ابْنِهِ وَانْتَقَلَ عَنْ مَوَالِي الْأُمِّ إِلَى مَوَالِي الْأَبِ لِ لِأَنَّ الْعِتْقَ هٰهُنَا فِي الْوَلَدِ يَثْبُتُ تَبَعاً لِلْأُمِّ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ وَهٰذَا لِأَنَّ الْوَلَاءَ بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ قَالَ عَلَيْهِ

ہوگا، اور بچے کی ولاء باپ کے موالی کو ملے گی، کیونکہ یہاں بچہ نسل میں باپ کے تابع ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ موالات ایجاب اور قبول سے ہوتی ہے، اور پیٹ کا بچہ ایجاب اور قبول نہیں کر سکتا، اس لئے بچہ ماں کے موالات کے تحت داخل نہیں ہوا، اس لئے نسب کے اعتبار سے باپ کے تحت میں ہوکر باپ کے موالی کو اس کی ولاء ملے گی

ترجمہ: (۱۳۰۷) اور اگر ماں کے آزاد ہونے چھ مہینے بعد بچہ ہوا تو اس کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی

ترجمہ: لِ اس لئے کہ ماں کے آزاد ہونے کے بعد بچہ ماں کے تابع ہوکر آزاد ہوا ہے، اس لئے ولاء میں ماں کے تابع ہوگی، لیکن یہ یقین نہیں ہے کہ ماں کے آزاد ہوتے وقت بچے کا حمل پیٹ میں تھا، تا کہ مقصود بنا کر بچے کو آقا کی جانب سے آزاد کیا جائے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا ہے تو یہ یقین نہیں ہے کہ ماں کے آزاد ہوتے وقت بچہ پیٹ میں تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ آقا ہی نے اس بچے کو آزاد کیا تھا، اس لئے بچے کو ماں کے تابع مان کر آزاد کریں گے

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ چونکہ آقا نے بچے کو آزاد نہیں کیا ہے، اس لئے جب بھی باپ آزاد ہوگا تو یہ ولاء ماں سے باپ کی طرف منتقل ہو جائے گی، کیونکہ بچے کا نسب باپ سے ثابت ہے

اصول: اور تیسرا اصول یہ ہے کہ یہاں نکاح قائم ہے اس لئے یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ماں کے آزاد ہونے کے بعد شوہر نے وطی کی ہے اور یہ بچہ آزاد ہونے کے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوا ہے

تشریح: ماں آزاد ہوئی، اس کے چھ مہینے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو یہ یقین نہیں ہے کہ ماں کے آزاد ہوتے وقت بچہ ماں کے پیٹ میں تھا،، بلکہ یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ آزاد ہونے کے بعد شوہر نے وطی کی ہے اور یہ بچہ بعد کی وطی سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ آقا ہی نے بچے کو بھی آزاد کیا ہے، اس لئے بچے کو ماں کے تابع کر کے آزاد کریں گے، اور ابھی اس کا باپ غلام ہے، اس لئے بچے کی ولاء ماں کے آقا کو ملے گی، لیکن اگر باپ آزاد ہو گیا تو نسب کی بنیاد پر یہ ولاء ماں سے منتقل ہوکر باپ کے آقا کی طرف چلی جائے گی

ترجمہ: (۱۳۰۸) پھر اگر باپ آزاد ہوا تو بیٹے کی ولاء ماں سے منتقل ہوکر باپ کی طرف چلی آئے گی، اور ماں کے والیوں سے باپ کے والیوں کی طرف منتقل ہو جائے گی

ترجمہ: لِ اس لئے کہ یہاں بچے کی آزادگی ماں کے تابع ہوکر ثابت ہوئی ہے، بخلاف پہلے مسئلے کے، اور اب ولاء نسب کے درجے میں ہے، چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ نسب کی طرح رشتہ داری ہے، نہ بیچی جائے گی اور نہ ہبہ کی جائے گی، اور نہ اس کی وراثت ہوگی، اور نسب باپ کی طرف جاتا ہے تو اسی طرح ولاء بھی باپ کی طرف جائے گی

السَّلامُ اَلْوَلاءُ لُحمَۃٌ کَلُحمَۃِ النَّسَبِ لا یُبَاعُ وَلا یُوْھَبُ وَلا یُوْرَثُ ثُمَّ النَّسَبُ اِلیٰ الْآبَاءِ فَکَذٰلِکَ الْوَلاءُ ۲؎ والنَّسبَۃُ اِلیٰ مَوَالِی الْاُمِّ کَانَتْ لِعَدَمِ اَھْلِیَۃِ الِاَب ضَرُوْرَۃً فَاِذَا صَارَ اَھْلاً عَادَ الْوَلاءُ اِلَیْہِ ۳؎ کَوَلَدِ الْمُلاعَنَۃِ یُنْسَبُ اِلَی قَوْمِ الْاُمِّ ضَرُوْرَۃً فَاِذَا اَکْذَبَ الْمُلاعَنُ نَفْسَہٗ یُنْسَبُ اِلَیْہِ.

تشریح : بچہ ماں کی آزادگی کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا تھا اس لئے ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ماں کی آزادگی کے وقت بچہ حمل میں نہ ہو، اور بعد میں حمل ٹھہرا ہو۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ماں کے آقا نے حمل کو آزاد کیا ہو۔ لیکن چونکہ باپ غلام تھا اس لئے ماں کے آقا کی طرف ولاء دے دی گئی۔ لیکن جب باپ آزاد ہو گیا تو جس طرح نسب باپ کے ساتھ ثابت ہے اسی طرح ولاء بھی باپ کے آقا کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

وجہ: اس قول صحابی میں ہے۔ قال عمرؓ اذا کانت الحرۃ تحت المملوک فولدت له ولدا فانه یعتق بعتق امه وولاؤہ لموالی امه فاذا اعتق الاب جر الولاء الی موالی ابیه (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی جر الولاء ج عاشر ص ۵۱۵ نمبر ۲۱۵۱۶، سنن للدارمی، باب حق جر الولاء ج ثانی ص ۴۹۲ نمبر ۳۱۶۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ باپ کے آقا کی طرف ولاء منتقل ہو جائے گی (۲) اس قول صحابی میں ہے۔ سمعت علیا یقول الولاء شعبة من النسب فمن احرز المیراث فقد احرز الولاء (سنن للبیہقی، باب من قال من احرز المیراث احرز الولاء ج عاشر ص ۵۰۴ نمبر ۲۱۵۰۳) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ولاء نسب کے حصے میں سے ہے (۳) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " الْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ، لَا یُبَاعُ وَلَا یُوهَبُ۔ (سنن بیہقی، باب من اعتق مملوکا له، ج ۱۰، ص ۴۹۴، نمبر ۲۱۴۳۳) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں ہے کہ ولاء نسب کی طرح ہے، یعنی نسب کی بنیاد پر ولاء ہوگی

لغت: جر: کھینچ لیا۔ لحمۃ: لحم سے مشتق ہے، رشتہ داری

ترجمہ : ۲؎ اور ولاء کی نسبت ماں کے ولیوں کی طرف ضرورت کی بنا پر اس لئے گئی تھی کہ باپ میں ولاء کی اہلیت نہیں تھی (کیونکہ وہ اس وقت آزاد نہیں تھے)، پھر جب وہ آزاد ہو کر اہل ہو گئے تو ولاء اس کی طرف لوٹ آئی

تشریح واضح ہے

ترجمہ : ۳؎ جیسے کہ لعان کرنے والی کے بچے کی نسبت مجبوری کی وجہ سے ماں کی قوم کی طرف کی جاتی ہے، لیکن اگر لعان کرنے والے باپ نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو بچے کا نسب باپ کی طرف کر دیا جاتا ہے

تشریح : باپ نے بیوی پر یہ دعوی کیا کہ یہ بچہ زنا سے ہے میرا نہیں ہے، اس پر عورت نے لعان کیا تو چونکہ اپنا بچہ ہونے سے انکار کر دیا ہے اس لئے اس مجبوری کی وجہ سے بچے کا نسب ماں کے خاندان سے ثابت کیا جائے گا۔ لیکن اگر بعد میں باپ نے اپنے آپ کو جھٹلا دے اور کہے کہ یہ بچہ میرا ہے تو اب بچے کا نسب باپ سے ثابت کر دیا جائے گا۔ اسی طرح غلامیت کی مجبوری کی وجہ ماں کی طرف ولاء گئی تو باپ کے آزاد ہونے کے بعد یہ مجبوری ختم ہو گئی تو دوبارہ باپ کی طرف ولاء چلی جائے گی

۴ بِخِلافِ مَا اِذَا اَعْتَقَتِ الْمُعْتَدَّةُ عَنْ مَوْتٍ اَوْ طَلَاقٍ فَجَاءَ تْ بِوَلَدٍ لِاَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الْمَوْتِ اَوِ الطَّلَاقِ حَيْثُ يَكُوْنُ الْوَلَدُ مَوْلَىً لِمَوَالِي الْاُمِّ وَاِنْ اُعْتِقَ الْاَبُ لِتَعَذُّرِ اِضَافَةِ الْعُلُوْقِ اِلٰى مَابَعْدَ الْمَوْتِ وَالطَّلَاقُ البَائِنُ لِحُرْمَةِ الْوَطْيِ ۵ وَبَعْدَ الطَّلَاقِ الرَّجْعِيِّ لِمَا اَنَّهُ يَصِيْرُ مُرَاجِعاً بِالشَّكِّ فَاسْتَنَدَ اِلٰى حَالَةِ النِّكَاحِ فَكَانَ الْوَلَدُ مَوْجُوْداً عِنْدَ الْاِطْلَاقِ فَعَتِقَ مَقْصُوْداً.

ترجمہ :۴ بخلاف جب باندی موت کی وجہ سے عدت گزار رہی ہو یا طلاق کی وجہ سے عدت گزار رہی ہو اور اس حال میں آزاد کی گئی ہو، اور اسی دوران موت یا طلاق کے بعد دو سال کے اندر بچہ دیا تو بچہ ماں کے والیوں کا آزاد کردہ شمار کیا جائے گا، چاہے باپ بھی آزاد کیا گیا ہو، اس لئے کہ موت کے بعد یا طلاق بائن کے بعد حمل ٹھہرا ہو یہ ناممکن ہے، کیونکہ طلاق بائن کے بعد وطی حرام ہے

اصول :موت یا طلاق بائن کے بعد یہ ناممکن ہے کہ عدت میں عورت سے وطی کی ہو، اس لئے یہی یقین ہے نکاح کے وقت آقا کے آزاد کرنے سے پہلے وطی کی تھی اور آزاد کرتے وقت بچہ پیٹ میں تھا اور آقا نے ماں کے ساتھ بچے کو بھی مقصودا آزاد کیا تھا، اس لئے یہ بچے کی ولاء ماں کے آقا کو ہی ملے گی۔ چاہے باپ آزاد ہوا ہو

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں۔ا۔باندی کو شوہر نے طلاق بائنہ دی تھی وہ اس کی عدت گزار رہی تھی کہ آقا نے اس کو آزاد کیا، پھر طلاق کے بعد دو سال کے اندر بچہ دیا تو اس بچے کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی، چاہے باپ آزاد ہو جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ جب دو سال کے اندر ہوا تو یہ نہیں کہا جا سکتا ہے باپ نے عدت کے دوران وطی کی ہے، اور یہ بچہ وطی سے ہے، کیونکہ یہاں طلاق بائنہ ہے جس میں وطی کرنا حرام ہے، اس لئے یہی کہنا ہوگا کہ طلاق سے پہلے اور ماں کے آزاد ہونے سے پہلے کی وطی سے یہ بچہ ہے، اور آقا کے آزاد کرتے وقت بچہ پیٹ میں تھا اس لئے بچے کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہوگی، چاہے باپ بعد میں آزاد ہوا

دوسرا مسئلہ: یہاں بھی پہلے مسئلے کی طرح ہے کہ، ماں باپ کے فوت ہونے کی عدت گزار رہی تھی اور آقا نے آزاد کیا تو یہی کہا جائے گا آزاد کرنے سے پہلے بچہ پیٹ میں تھا، اور آقا نے ماں کے ساتھ مقصودا بچے کو بھی آزاد کیا ہے، اور ولاء آقا ہی کو ملے گی ، کیونکہ باپ کا پہلے انتقال ہو چکا ہے، اس لئے عدت میں وطی کرنے کا سوال نہیں ہوتا ہے

ترجمہ :۵ اور طلاق رجعی کے بعد بھی یہی کہا جائے گا کہ طلاق، اور آزادگی سے پہلے حمل ٹھہرا تھا، اس لئے کہ عدت میں وطی کرنا ثابت کریں تو شک کے ساتھ رجعت کرنے والا ہوگا، اس لئے بچہ آزادگی کے وقت پیٹ میں موجود تھا، اس لئے آقا نے مقصود بنا کر بچے کو آزاد کیا ہے (اس لئے بچے کی ولاء ماں کے آقا کو ملے گی)

اصول:،یقینی طور پر رجعت کی ہو تب ہی رجعت ہوگی وہم سے نہیں

تشریح : یہ تیسرا مسئلہ ہے۔ طلاق رجعی ہوئی ہو اور اس کی عدت گزر رہی ہو پھر بھی یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ باپ نے اس کی عدت میں وطی کی ہے، اور یہ بچہ آزادگی کے بعد کا ہے، کیونکہ رجعت کا معاملہ اہم ہے، اس لئے یقینی رجعت ہو تب ہی رجعت ہوگی ، یہاں تو صرف وہم ہے کہ بعد میں وطی کی ہے اور رجعت ہوئی ہے، اس لئے یہی کہا جائے گا کہ یہ بچہ طلاق سے پہلے اور ماں کی آزادگی سے پہلے پیٹ میں تھا اور آقا ہی نے اس کو بھی آزاد کیا ہے اس لئے اس بچے کی ولاء بھی ماں کے آقا ہی کو ملے گی

۶ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ فَإِذَا تَزَوَّجَتْ مُعْتَقَةٌ بِعَبْدٍ فَوَلَدَتْ اَوْلَاداً فَجَنىٰ الْاَوْلَادُ فَعَقْلُهُمْ عَلىٰ مَوَالِي الْاُمِّ لِاَنَّهُمْ عَتَقُوْا تَبَعاً لِاُمِّهِمْ وَلَاعَاقِلَةَ لِاَبِيْهِمْ وَلَا مَوَالىٰ فَاُلْحِقُوْا بِمَوَالِي الْاُمِّ ضَرُوْرَةً كَمَا فِي وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ عَلىٰ مَاذَكَرْنَا فَاِنْ اُعْتِقَ الْاَبُ جَرَّ وَلَاءُ الْاَوْلَادِ اِلىٰ نَفْسِهٖ لِمَا بَيَّنَّا وَلَا يَرْجِعُوْنَ عَلىٰ عَاقِلَةِ الْاَبِ بِمَاعَقَلُوْا لِاَنَّهُمْ حِيْنَ عَقَلُوْهُ كَانَ الْوَلَاءُ ثَابِتاً لَهُمْ وَاِنَّمَا يَثْبُتُ لِلْاَبِ مَقْصُوْراً لِاَنَّ سَبَبَهٗ مَقْصُوْرٌ وَهُوَ الْعِتْقُ ۷ بِخِلَافِ وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ اِذَا عَقَلَ عَنْهُ قَوْمُ الْاُمِّ ثُمَّ

ترجمہ :۶ جامع صغیر میں ہے۔اگر آزاد شدہ باندی سے کسی غلام نے نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی، پھر اولاد نے جنایت کی تو اس کی دیت ماں کے والیوں پر ہے، اس لئے کہ یہ اولاد ماں کے تابع ہو کر آزاد ہوئی ہے، اور اس وقت باپ کے نہ عاقلہ تھے نہ والی تھے، اس لئے مجبوراً ماں کے والیوں کے ساتھ لاحق کر دیا، جیسے لعان والی کی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، بعد میں باپ آزاد کیا تو ان اولاد کی ولاء اپنے پاس لیجائے گا، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا (کہ ماں کے آقا نے بچوں کو آزاد نہ کیا ہو تو نسب کی ولاء سے ولاء باپ کی طرف جاتی ہے)، لیکن ماں کے والی باپ کے والیوں سے یہ دیت وصول نہیں کریں گے، اس لئے جس وقت ماں کے والے دیت دے رہے تھے اس وقت انہیں والیوں کے لئے ولاء ثابت تھی، اور باپ کی طرف جو ولاء آئی ہے وہ دیت دینے کے بعد باپ کی آزادگی کے وقت آئی ہے (اس لئے اب ماں کے والی باپ کے والیوں سے دی ہوئی دیت وصول نہیں کریں گے)

اصول : یہاں اصول یہ ہے کہ باپ دیت دینے کے بعد آزاد ہوا تو جو دیت ماں کے عاقلہ نے باپ کی آزادگی سے پہلے دی ہے وہ دیت باپ کے عاقلہ سے وصول نہیں کی جائے گی

لغت :عاقلۃ : کسی قتل عمد کے علاوہ جرم کیا ہو تو اس میں دیت لازم ہوتی ہے، اور یہ دیت تھوڑا تھوڑا کر کے قاتل کے جو رشتہ دار ہوتے ہیں، جس کو عاقلہ، کہتے وہ ادا کرتے ہیں، یا آزاد ہونے والی عورت، یا آزاد ہونے والے غلام کے جو آقا اور اس کے رشتہ دار ہوتے ہیں وہ ادا کرتے ہیں، ان کو عاقلہ، کہتے ہیں۔عقل: جرم کا تاوان، دیت، اور ارش، کو عقل، کہتے ہیں

تشریح : آزاد شدہ باندی تھی اس نے کسی غلام سے نکاح کر لیا، اس سے بچے ہوئے، اس بچوں میں سے کسی نے جنایت کی اور اس کی دیت کا فیصلہ ماں کے والیوں پر ہوا، کیونکہ اس وقت وہی والی تھے، باپ تو ابھی تک آزاد بھی نہیں ہوا تھا، بعد میں باپ آزاد ہوا جس کی وجہ سے بچے کی ولاء باپ کی طرف گئی، اور اس کے عاقلہ کی طرف گئی، لیکن یہ لوگ چاہے ولاء کا مالک بن گئے ہوں لیکن ماں کے عاقلہ نے جو دیت ادا کی تھی وہ باپ کے عاقلہ سے وصول نہیں کر پائیں گے

وجہ : یہ لوگ باپ کے آزاد ہونے کے بعد عاقلہ بنے ہیں، اور ماں کے عاقلہ نے اس سے پہلے دیت ادا کی ہے جو اس پر واجب تھی، اس لئے ماں کے عاقلہ باپ کے عاقلہ سے دیت نہیں لے سکیں گے۔

ترجمہ :۷ برخلاف جس عورت نے لعان کیا اس کے بچے کی دیت ماں کی قوم نے دی ہو، پھر باپ نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو ماں کی قوم باپ کی قوم سے دیت وصول کرے گی، اس لئے کہ یہاں حمل کے وقت سے باپ سے بچے کا نسب ثابت ہے،

اَکْذَبَ الْمُلَاعِنُ نَفْسَہٗ حَیْثُ یَرْجِعُوْنَ عَلَیْہِ لِاَنَّ النَّسَبَ ھُنَالِکَ یَثْبُتُ مُسْتَنَداً اِلیٰ وَقْتِ الْعُلُوْقِ وَکَانُوا مَجْبُوْرِیْنَ عَلیٰ ذَالِکَ فَیَرْجِعُوْنَ.

(۱۳۰۹) قَالَ وَمَنْ تَزَوَّجَ مِنَ الْعَجَمِ بِمُعْتَقَةٍ مِّنَ الْعَرَبِ فَوَلَدَتْ لَہٗ اَوْلَاداً فَوَلَاءُ اَوْلَادِھَا لِمَوَالِیْھَا ۱؎ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَھُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ حُکْمُہٗ حُکْمُ اَبِیْہِ لِاَنَّ النَّسَبَ اِلیَ

یہ تو ماں کی قوم سے وصول کرنے کی مجبوری تھی (کہ باپ کی قوم نہیں تھی) اس لئے ماں کی قوم باپ کی قوم سے وصول کرے گی

تشریح: ماں سے باپ نے لعان کیا جس کی وجہ سے بچے کا نسب ماں کی قوم سے ثابت کر دیا گیا، اور ماں کی قوم ہی نے بچے کی دیت ادا کی تھی، بعد میں باپ نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا، اور بچے کا نسب باپ سے ثابت کر دیا گیا، تو یہ نسب حمل کے وقت سے ثابت ہوگا، اور ماں کی قوم نے جو دیت دی تھی اس سے بھی بہت پہلے سے نسب ثابت ہوا اس لئے اس مسئلے میں ماں کی قوم باپ کی قوم سے دی ہوئی دیت وصول کرے گی

ترجمہ: (۱۳۰۹) عجمی آدمی نے عرب کے آزاد کئے ہوئے سے شادی کی۔ پس اس سے کئی اولاد ہوئی تو اس کی اولاد کی ولاء ماں کے آقا کے لئے ہے

ترجمہ: ۱؎ ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک۔ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اس کی اولاد کی ولاء ان کے باپ دادا کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ نسب باپ دادا کے لئے ہے۔ جیسے اس کا باپ عربی ہوتا

اصول: امام ابو حنیفہ، اور امام محمدؒ کے نزدیک عربی ہونا بڑی چیز ہے اس لئے عرب نے آزاد کیا ہے تو ولاء اسی کی طرف جائے گی

اصول: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باپ کا نسب بڑی چیز ہے، اس لئے ولاء باپ کے والیوں کو ملے گی

تشریح: عرب لوگوں نے باندی آزاد کی تھی اس سے عجم کے آدمی نے شادی کی اور اس سے اولاد ہوئی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اولاد کی ولاء عورت کے آقا کے لئے ہوگی۔

وجہ (۱) چونکہ عورت کا آقا آزاد کرنے والا ہے اس لئے حدیث **فانما الولاء لمن اعتق** کے تحت عورت کے آقا کے لئے ہوگی۔ (۲) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عرب ہونا بڑی چیز ہے اس لئے ماں عرب کی آزاد کی ہوئی ہے اس لئے ولاء ماں کے آزاد کرنے والے کو ملے گی

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ولاء باپ کے خاندان کو ملے گی۔ اور باپ زندہ ہو تو باپ کو ملے گی۔

وجہ: (۱) وہ فرماتے ہیں کہ ولاء نسب کی طرح ہے اس لئے جس سے نسب ثابت ہوا اس کو ولاء بھی ملے گی (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال الولاء لحمة کلحمة النسب لا یباع ولا یوھب** (سنن للبیہقی، باب من اعتق مملوکا لہ ج عاشر، ص ۴۹۴ نمبر ۲۱۴۳۳) اس سے معلوم ہوا کہ ولاء نسب کی طرح ہے۔ اس لئے جس سے نسب ثابت ہوگا ولاء بھی اسی کو ملے گی (۳) پہلے اثر گزرا۔ **قال عمر ..... فاذا اعتق الاب جر الولاء الی موالی ابیہ** (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی جر الولاء ج عاشر، ص ۵۱۵ نمبر ۲۱۵۱۶) اس سے بھی معلوم ہوا کہ باپ کی طرف ولاء منتقل ہوگی۔ (۴) امام ابو

الْاَبِ كَمَا اِذَا كَانَ الْاَبُ عَرَبِياً ۲؎ بِخِلَافِ مَااِذَا كَانَ الْاَبُ عَبْداً لِاَنَّهُ هَالِكٌ مَعْنىً ۳؎ وَلَهُمَا اَنَّ وَلَاءَ الْعِتَاقَةِ قَوِيٌّ مُعْتَبَرٌ فِيْ حَقِّ الْاِحْكَامِ حَتّٰى اعْتُبِرَتْ الْكَفَاءَ ةُ فِيْهِ وَالنَّسَبُ فِي حَقِّ الْعَجَمِ ضَعِيْفٌ فَاِنَّهُمْ ضَيَّعُوْا اَنْسَابَهُمْ وَلِهٰذا لَمْ تُعْتَبَرِ الْكَفَاءَ ةُ فِيْمَا بَيْنَهُمْ بِالنَّسَبِ وَالْقَوِيُّ لَا يُعَارِضُهُ الضَّعِيْفَ ۴؎ بِخِلَافِ مَااذَا كَانَ الْاَبُ عَرَبِيّاً لِاَنَّ اَنْسَابَ الْعَرَبِ قَوِيَّةٌ مُعْتَبَرَةٌ فِي حُكْمِ الْكَفَاءَ ةِ وَالْعَقْلُ لِمَا اَنَّ تَنَاصُرَهُمْ بِهَا فَاَغْنَتْ عَنِ الْوَلَاءِ ۵؎ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلْخِلَافُ فِي مُطْلَقِ الْمُعْتَقَةِ وَالْوَضْعُ فِي مُعْتَقَةِ الْعَرَبِ وَقَعَ اِتِّفَاقاً

یوسفؒ کے نزدیک نسب بڑی چیز ہے،اورنسب باپ سے ثابت ہوتی ہے اس لئے ولاء باپ کو ملے گی

ترجمہ :۲؎ بخلاف باپ غلام ہوتو (اب باپ کو ولاء نہیں ملے گی) کیونکہ غلام ہونا حقیقت میں مردہ ہونا ہے،اس لئے اس کو ولاء نہیں ملے گی

ترجمہ: ۳؎ امام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ عرب کی آزاد شدہ ہے اس کی ولاء قوی ہے،احکام کے حق میں معتبر ہے، یہی وجہ ہے اس میں کفو کا اعتبار کیا گیا ہے،اور عجمی لوگوں نے تو اپنا نسب ضائع کر دیا ہے،اسی لئے نسب کی وجہ سے اس کے آپس میں کفو کا اعتبار نہیں ہے،اورقوی کمزور کے برابر نہیں ہوسکتا ہے

تشریح :امام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ولاء قوی چیز ہے،اسی لئے احکام کے حق میں اس کا اعتبار ہے،اوراس عورت کو عرب نے آزاد کیا ہے یہ بڑی چیز ہے،اور عجمی لوگوں نے اپنا نسب ضائع کر دیا ہے،اسی عجمی لوگوں میں کفو کا اعتبار نہیں ہے اور وہ عرب کا کفو بھی نہیں ہے،اس لئے عرب کا آزاد کرنا قوی ہوااور عجمی کمزور ہوااس لئے ماں کے عاقلہ کو ہی اس بچے کی ولاء ملے گی

ترجمہ:۴؎ بخلاف جبکہ باپ عربی ہو(تو باپ کو ولاء ملے گی)اس لئے کہ عرب کا نسب قوی ہے،اورکفو کے حکم میں،اور دیت میں برابر ہے،اس لئے کہ وہ لوگ آپس میں مدد کرتے ہیں اس لئے ولاء کی ضرورت نہیں رہی

تشریح: یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے،انہوں نے فرمایا تھا کہ باپ عربی ہوتو وہاں نسب کا اعتبار کر کے باپ کو ولاء ملتی ہے ،تو اس کا جواب ہے کہ باپ عربی ہوتو اس کا نسب قوی ہوگیا،اس لئے اب ماں کی طرف آنے کی ضرورت نہیں ہے،اس لئے نسب کا اعتبار کر کے باپ کو ولاء ملے گی

ترجمہ :۵؎ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ جامع صغیر میں جو اختلاف ذکر کیا ہے وہ مطلق آزاد شدہ باندی کے بارے میں ہے،اورصاحب قدوری نے عرب کی آزاد کردہ کا مسئلہ اتفاقا بنا دیا ہے

تشریح :صاحب ہدایہ نے اس عبارت میں یہ ذکر کیا ہے کہ قدوریؒ نے جو اوپر مسئلہ لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی عرب نے باندی کو آزاد کیا ہو اوراس نے عجمی مرد سے نکاح کیا اور بچہ پیدا ہوا ہوتو ولاء کس کو ملے گی اس بارے میں طرفین اور امام ابو یوسفؒ کے درمیان اختلاف ہے۔لیکن امام محمدؒ نے جامع صغیر میں جو مسئلہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ کسی نے بھی باندی کو آزاد کیا ہو چاہے وہ عرب ہو یا عجم،اوراس نے عجمی سے نکاح کیا اوراس سے بچہ پیدا ہوا تو اس کی ولاء کس کو ملے گی ، باب کے والیوں کو یا

۶ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ نَبْطِيٌّ كَافِرٌ تَزَوَّجَ بِمُعْتَقَةِ قَوْمٍ ثُمَّ اَسْلَمَ نَبْطِيٌّ وَوَالَا رَجُلاً ثُمَّ وَلَدَتْ اَوْلَاداً قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٌ مَوَالِيْهِمْ مَوَالِىْ اُمِّهِمْ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُف مَوَالِيْهِمْ مَوَالِىْ اَبِيْهِمْ لِاَنَّ الْوَلَاءَ وَاِنْ كَانَ اَضْعَفُ فَهُوَ مِنْ جَانِبِ الْاَبِ فَصَارَ كَالْمَوْلُوْدِ بَيْنَ وَاحِدٍ مِنَ الْمَوَالِي وَبَيْنَ الْعَرَبِيَّةِ ۷ وَلَهُمَا اَنَّ وَلَاءَ الْمَوَالَاةِ اَضْعَفُ حَتّٰى يَقْبَلَ الْفَسْخَ وَوَلَاءُ الْعِتَاقَةِ لَا يَقْبَلُهُ وَالضَّعِيْفُ لَا يَظْهَرُ فِي مُقَابَلَةِ الْقَوِيِّ ۸ وَلَوْ كَانَ الْاَبَوَانِ مُعْتَقَيْنِ فَالنِّسْبَةُ اِلٰى قَوْمِ الْاَبِ لِاَنَّهُمَا اسْتَوَيَا

ماں کے والیوں کو، اس بارے میں طرفین اور امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے، تو قدوری، اور جامع صغیر کی عبارت میں یہ فرق ہے۔ آگے صاحب ہدایہ نے جامع صغیر کی عبارت پیش کی ہے، اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: ۶ جامع صغیر میں ہے کسی کافر نبطی نے کسی کی آزاد کردہ عورت سے نکاح کیا، پھر نبطی مسلمان ہو گیا اور کسی آدمی سے عہد موالات کر لیا، پھر کچھ بچے پیدا ہوئے تو امام ابو حنیفہؒ، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان بچوں کے والی ماں کے والی ہوں گے، اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ان بچوں کے والی باپ کے والی ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موالات اگر چہ کمزور ہے لیکن وہ باپ کی جانب ہے تو ایسا ہو گیا کہ عجمی آزاد باپ اور عربی آزاد ماں سے پیدا ہوا ہے، (اور اس میں باپ کے والی بچوں کے والی ہوتے ہیں)

تشریح: صاحب ہدایہ قدوری کی تشریح کے بعد اب اس بارے میں جامع صغیر کی عبارت کیا ہے اس کو پیش کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جامع صغیر میں ہے کہ ایک نبطی (عرب میں یہ قوم ہے جو عربی نسل کے نہیں ہیں) نے ایک ایسی نصرانیہ سے شادی کی جس کو کسی غیر عرب نے آزاد کیا تھا، بعد میں نبطی نے مسلمان ہو گیا، اور کسی سے عقد موالات کر لیا، پھر کچھ بچے ہوئے ہوئے، ان بچوں کے والی کے بارے میں امام ابو حنیفہ، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان کا والی ماں کے والے ہوں گے، باپ کے نہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ان بچوں کے والی باپ کے والی ہوں گے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آزاد کرنے کی وجہ سے ولی نہیں ہے، بلکہ صرف عہد موالات کی وجہ سے ولی ہے جو آزاد کرنے سے کمزور ہوتا ہے، لیکن باپ کی طرف ہے جس سے نسب ثابت ہوتا ہے، اس لئے باپ کے والی ہی بچوں کے والی ہوں گے۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر باپ آزاد عجمی ہوتا، اور ماں آزاد عربی ہوتی تب بھی باپ کی ولایت ہوتی، اسی طرح یہاں باپ کی ولایت ہوگی

ترجمہ: ۷ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ موالات والی ولاء کمزور ہے یہی وجہ ہے کہ ٹوٹ سکتی ہے، اور آزاد والی ولایت ٹوٹتی نہیں ہے، اور کمزور قوی کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے

تشریح: طرفین کے نزدیک یہاں بھی ماں کی طرف کے ولی بچے کے ولی بنیں گے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ کے طرف جو ولی ہیں وہ عہد موالات کی وجہ سے ہیں، اور عہد موالات ٹوٹ سکتی ہے، اس لئے وہ کمزور ہے، اور ماں کی طرف کے جو ولی ہیں وہ ماں کو آزاد کرنے کی وجہ سے ہے جو کبھی نہیں ٹوٹتی، اس لئے وہ ولایت مضبوط ہے اس لئے ماں کے ولی ہی بچے کے ولی بنیں گے۔

ترجمہ: ۸ اور اگر ماں باپ دونوں آزاد کئے ہوئے ہوں تو باپ کی قوم کی طرف بچے منسوب ہوں گے، اس لئے کہ ماں باپ

وَالتَّرْجِيْحُ لِجَانِبِهِ لِشَبْهِهِ بِالنَّسَبِ اَوْ لِاَنَّ النُّصْرَةَ بِهِ اَكْثَرُ.
(۱۳۱۰) قَالَ وَوَلَاءُ الْعِتَاقَةِ تَعْصِيْبٌ وَهُوَ اَحَقُّ بِالْمِيْرَاثِ مِنَ الْعَمَةِ وَالْخَالَةِ ا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلَّذِي اشْتَرىٰ عَبْداً فَاعْتَقَهُ هُوَ اَخُوْكَ وَمَوْلَاكَ اِنْ شَكَرَكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَشَرٌّ لَكَ وَاِنْ كَفَرَكَ

دونوں درجے میں برابر ہیں، اس لئے باپ کی جانب ترجیح ہوگی، نسب کے شبہ سے، یا اس لئے کہ باپ کی قوم زیادہ مدد کرتی ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۳۱۰) آزاد شدہ کی ولاء عصبہ کے اعتبار سے ہے۔ اور آزاد کرنے والا پھوپھی اور خالہ سے پہلے حقدار ہوگا

ترجمہ : ا کیونکہ جس نے غلام خریدا تھا اور آزاد کیا تھا اس سے حضورؐ نے فرمایا کہ آزاد شدہ تمہارا بھائی ہے، اور تمہارا آزاد کیا ہوا ہے، اگر اس نے تمہارا شکریہ ادا کیا تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، اور تمہارے لئے برا ہے، اور اگر تیرا انکار کیا تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اس کے لئے برا ہے، اور اگر وہ مر گیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو تم اس کا وارث بنو گے

اصول : جس غلام کو آزاد کیا اس کا اصول یہ ہے کہ اس کی وراثت غلام کے وارثین کو ملے گی، اور اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والے کو اس کی وراثت ملے گی، چاہے وہ آزاد کرنے والا مرد ہو یا عورت، لیکن جو آزاد کرنے والا ہے وہ نہیں ہے تو اس کے بعد کے جو وارث ہیں ان میں سے مرد کو عصبہ کے طور ملے گی عورت کو نہیں

اصول : دوسرا اصول یہ ہے کہ آزاد کرنے والے ذوی الفروض نہیں ہیں، اب عورت میں پھوپھی، یا خالہ ہیں تو ان سے مقدم آزاد کرنے والا ہے اس کو وراثت ملے گی

تشریح : جو غلام یا باندی آزاد ہو گئے ہوں وہ مر جائیں تو ان کی میراث اور ولاء پہلے غلام اور باندی کے اصحاب فرض اور حصے والوں کو ملے گی۔ حصے والوں کے لینے کے بعد ان کے عصبات کو ملے گی۔ عصبات کی ترتیب یہ ہے پہلے بیٹا پھر باپ پھر پوتا پھر دادا پھر چچا پھر چچازاد بھائی۔ ان عصبات میں سے کوئی آدمی نہ ہوں تو اب غلام اور باندی کو آزاد کرنے والے آقا کو ملے گی، چاہے وہ آزاد کرنے والے مرد ہوں یا عورت۔ اور آقا بھی زندہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو ملے گی۔ البتہ اس کے وارثوں میں یہ ہے کہ مرد کو ملے گی جو مقدم ہے مثلا بیٹا زندہ ہے تو پوتے کو نہیں ملے گی۔ اور اس کے وارثوں میں عورتوں کو ولاء نہیں ملے گی۔ ہاں خود عورت نے آزاد کیا ہو تو اپنے آزاد شدہ غلام باندی کی ولاء ملے گی۔ یا عورت کی باندی یا مکاتبہ نے آزاد کیا ہو تو پھر اس عورت کو اس کی ولاء ملے گی ورنہ نہیں۔ اور آزاد کرنے والے یا ان کے خاندان کے لوگ نہ ہوں تب ولاء آزاد شدہ غلام باندی کے ذوی الارحام کو ملے گی۔ ذوی الارحام خالہ، پھوپھی، ماموں، نانا، نانی ہیں۔ اور یہ لوگ بھی نہ ہوں تو ان کی ولاء بیت المال میں داخل کر دی جائیگی۔

نوٹ: مصنفؒ کی عبارت **ولاء العتاقة تعصیب** کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب فروض کا حق مقدم ہے۔ ان کے لینے کے بعد جو بچے وہ عصبات کے لوگ لیں گے۔

وجہ: (۱) آیت میں اصحاب فروض کے حصے پہلے دیئے گئے ہیں۔ آیت ہے۔ **یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل**

فَهُوَ خَيْرٌ لَکَ وَشَرٌّ لَهُ وَلَوْ مَاتَ وَلَمْ يَتْرُکْ وَارِثاً كُنْتَ اَنْتَ عَصَبَتَهُ ۲؎ وَوَرَّثَ اِبْنَةَ حَمْزَةَ عَلٰی سَبِيْلِ الْعَصُوْبَةِ مَعْ قِيَامِ وَارِثٍ ۳؎ وَاِذَا كَانَ عَصَبَةٌ يُقَدَّمُ عَلٰی ذَوِی الْاَرْحَامِ وَهُوَ الْمَرْوِیُّ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ

حظ الانثیین فان کن نساء هن فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک (آیت ۱۱ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں اصحاب فروض کو حصہ پہلے دیا گیا ہے (۲) اس کے بعد عصبات کو ملے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الحقوا الفرائض باهلها فما بقی فهو لا ولی رجل ذکر (بخاری شریف، باب میراث الولد من ابیہ وامہ ص ۱۹۹۷ نمبر ۶۷۳۲، مسلم شریف، باب الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فلا ولی رجل ذکر ج ثانی ص ۳۴ نمبر ۱۶۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصحاب فرائض کے لینے کے بعد مذکر عصبات میں مال تقسیم ہوگا۔ (۳) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَرَأَى رَجُلًا يُبَاعُ، فَسَاوَمَ بِهِ ثُمَّ تَرَكَهُ، فَاشْتَرَاهُ رَجُلٌ فَأَعْتَقَهُ، ثُمَّ أَتَى بِهِ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّی اشْتَرَيْتُ هَذَا فَأَعْتَقْتُهُ، فَمَا تَرَى فِيهِ؟ قَالَ: " أَخُوکَ وَمَوْلَاکَ "، قَالَ: مَا تَرَى فِی صُحْبَتِهِ؟ قَالَ: " إِنْ شَكَرَکَ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَشَرٌّ لَکَ، وَإِنْ كَفَرَکَ فَهُوَ خَيْرٌ لَکَ وَشَرٌّ لَهُ "، قَالَ: مَا تَرَى فِی مَالِهِ؟ قَالَ: " إِنْ مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا فَلَکَ مَالُهُ " هَكَذَا جَاءَ مُرْسَلًا۔ (بیہقی کبری، باب المیراث بالولاء، ج ۶ ص ۳۹۴، نمبر ۱۲۳۸۲ / دارمی، باب الولاء، نمبر ۳۰۵۵) اس حدیث میں ہے کہ اگر آزاد شدہ مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی ولاء آقا کو ملے گی۔ اس حدیث میں ہے کہ اگر آزاد شدہ نے شکر کیا تو اس کے لئے بہتر ہے اور تمہارے لئے شر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر کا کام کر کے تم کو کچھ بدلہ دنیا میں دے اور آخرت میں اتنا ثواب کم ہو گیا، اس لئے یہ تمہارے لئے شر ہے۔ دوسرا جملہ ہے کہ اور اگر تمہاری نافرمانی کی تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور غلام کے لیے برا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری نافرمانی کی تو آخرت میں اس ثواب پورا پورا ملے گا، اس لئے یہ بہتر ہے، لیکن غلام کو نافرمانی کا گناہ ہوگا جو اس کے لئے شر ہے۔ حدیث کا یہ مطلب یاد رکھیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور حضور ﷺ نے حضرت حمزہؓ کی بیٹی کو وارث بنایا حالانکہ عصبہ موجود تھا

تشریح: حضرت حمزہؓ کی بیٹی نے ایک غلام کو آزاد کیا تھا، اس غلام نے اپنی بیٹی چھوڑی تھی تب بھی آدھی وراثت حضرت حمزہؓ کی بیٹی کو وراثت کے طور پر دی، یعنی ایک بیٹی تھی اس لئے اس کو آدھی جائداد دی اور جو باقی بچی اس کو آزاد کرنے والی حضرت حمزہ کی بیٹی کو دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ وراثت میں تقسیم ہونے کے بعد جو بچے گی وہ آزاد کرنے والے کو ملے گی

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنْ بِنْتِ حَمْزَةَ – قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِی ابْنَ أَبِی لَيْلَى، وَهِیَ أُخْتُ ابْنِ شَدَّادٍ لِأُمِّهِ – قَالَتْ: »مَاتَ مَوْلَایَ وَتَرَکَ ابْنَةً فَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ بَيْنِی وَبَيْنَ ابْنَتِهِ، فَجَعَلَ لِی النِّصْفَ، وَلَهَا النصف۔ (ابن ماجہ شریف، باب میراث الولاء، نمبر ۲۷۳۴) اس حدیث میں آزاد شدہ کی بیٹی کو بھی آدھی وراثت دی، اور جو آدھا مال بچ گیا اس کو ولاء کے طور آزاد کرنے والی آقا کو دی گئی ہے

ترجمہ: ۳؎ اگر آزاد کردہ غلام کا عصبہ ہو تو ذوی الارحام سے اس کو پہلے دیا جائے گا، حضرت علیؓ سے یہی مروی ہے

۴ فَـاِنْ كَـانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَبَةٌ مِّنَ النَّسَبِ فَهُوَ اَوْلىٰ مِنَ الْمُعْتَقِ لِاَنَّ الْمُعْتَقَ آخِرُ الْعَصَبَاتِ وَهٰذَا لِاَنَّ قَـوْلَـهُ عَـلَيْهِ السَّلَامُ وَلَمْ يَتْرُكْ وَارِثاً قَالُوْا الْمُرَادُ مِنْهُ وَارِثٌ هُوَ عَصَبَةٌ ۵ بِـدَلِيْلِ الْحَدِيْثِ الثَّانِىْ فَتَاَخَّرَ عَنِ الْعَصَبَةِ دُوْنَ ذَوِى الْاَرْحَامِ

تشریح : جس غلام کوآزاد کیا ہے اس کے عصبہ موجود ہوں، مثلا بیٹا موجود ہے تو پھر اس کے ذوی الارحام کومثلا خالہ، یاماموں کو نہیں دیا جائے گا۔ یہ مسئلہ تمام کی وراثت میں ہے، اس بارے میں حضرت علیؓ کا تو نہیں حضرت زید بن ثابت کا یہ قول ہے

وجه :عَـنْ قَتَـادَـةَ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَ يُوَرِّثُ الْمَالَ دُونَ ذَوِي الْأَرْحَامِ (مصنف عبدالرزاق، باب میراث ذوی القرابۃ، ج۹ص۱۲، نمبر ۱۶۲۰۷) اس قول صحابی میں ہے کہ مال کوذوی الارحام سے پہلے یعنی عصبات پر تقسیم کردیا جائے

ترجمه :۴ پس اگر آزاد کئے غلام کانسبی عصبہ ہوتو وہ آزاد کرنے والے سے زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ آزاد کرنے والا نسبی عصبے سے بعد کا ہے، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ؐ نے پہلی حدیث میں فرمایا کہ آزاد کرنے والا وارث نہ چھوڑا ہوتب آزاد کرنے والے کو ملے گی، اس حدیث کا مطلب ہے کہ نسبی عصبہ وارث نہ ہو،

تشریح : جوآزاد کردہ غلام مرا ہے، اس کانسبی عصبہ موجود ہوآزاد کرنے والے آقا کو ورثت نہیں ملے گا، کیونکہ حدیث میں آقا کو جو عصبہ بنایا ہے وہ نسبی عصبہ کے بعد بنایا ہے

وجه : یہ حدیث پہلے گزری ہے اس میں دیکھیں کہ وارث نہ ہو یعنی نسبی عصبہ نہ ہوتب آزاد کرنے والے کو وراثت ملے گی۔ عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْبَقِيعِ..... قَالَ: مَا تَرَى فِي مَالِهِ؟ قَالَ: " إِنْ مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا فَلَكَ مَالُهُ " هَكَذَا جَاءَ مُرْسَلًا ۔(بیہقی کبری، باب المیراث بالولاء، ج۶ص۳۹۴، نمبر ۱۲۳۸۲؍دارمی، باب الولاء، نمبر ۳۰۵۵) (۲) اس دوسری حدیث میں دیکھیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ نسبی عصبہ نہ ہوتو تم آزاد کرنے والے کو ملے گی۔ عن الحسن قال اراد رجل ان یشتری عبدا فلم یقض بینه و بین صاحبه بیع، فحلف رجل من المسلمین بعتقه فاشتراه فاعتقه فذکره للنبی ﷺ قال کیف بصحبته فقال النبی ﷺ هو لک الا ان یکون له عصبة. فان لم یکن له عصبة فهو لک (مصنف عبدالرزاق، باب میراث ذی القربۃ ج تاسع ص ۲۳ نمبر ۱۶۲۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصبہ موجود ہوتو آزاد کرنے والے کو میراث نہیں ملے گی۔

ترجمه :۵ دوسری حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے اس لئے آزاد کرنے والا نسبی عصبہ سے موخر ہوگا اور ذوی الارحام سے پہلے ہوگا

تشریح : یہ دوسری حدیث حضرت حمزہؓ کی بیٹی والی ہے جو پہلے گزر چکی ہے جس میں پہلے آزادشدہ کی بیٹی کو آدھا دیا، اور جو باقی بچا وہ آزاد کرنے والی حضرت حمزہ کی بیٹی کو دیا ہے حدیث یہ ہے۔ عَنْ بِـنْـتِ حَـمْـزَةَ – قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي لَيْلَى، وَهِيَ أُخْتُ ابْنِ شَدَّادٍ لِأُمِّهِ – قَالَتْ: »مَـاتَ مَـوْلَايَ وَتَـرَكَ ابْنَةً فَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ مَالَهُ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنَتِهِ، فَجَعَلَ لِي النِّصْفَ، وَلَهَا النصف ۔(ابن ماجہ شریف، باب میراث الولاء، نمبر ۲۷۳۴)

(۱۳۱۱) قَالَ فَـاِنْ كَـانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَبَةٌ مِّنَ النَّسَبِ فَهُوَ اَوْلىٰ مِنهُ لِمَاذَكَرْنَا وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَصَبَةٌ مِّـنَ الـنَّسَبِ فَمِيْرَاثُهُ لِلْمُعْتَقِ ١ تَـاوِيْـلُـهُ اِذَا لَـمْ يَكُنْ هُنَاكَ صَاحِبُ فَرْضٍ ذُوْحَالٍ اَمَّا اِذَا كَانَ فَلَهُ الْبَـاقِي بَعْدَ فَرْضِهِ لِاَنَّهُ عَصَبَةٌ عَلىٰ مَا رَوَيْنَا ٢ وَهٰذا لِاَنَّ الْعَصَبَةَ مَنْ يَكُوْنُ التَّنَاصُرُ بِهِ لِبَيْتِ النِّسَبَةِ وَبِا لْمَوَالِي الْاِنْتِصَارُ عَلىٰ مَا مَرَّ وَالْعَصَبَةُ يَأخُذُ مَا بَقِيَ.

اس حدیث میں آزاد شدہ کی بیٹی کو بھی آدھی وراثت دی، اور جو آدھا مال بچ گیا اس کو ولاء کے طور آزاد کرنے والی آقا حضرت حمزہ کی بیٹی کو آدھا دیا گیا ہے

ترجمہ: (۱۳۱۱) پس اگر آزاد کئے غلام کے نسبی عصبہ ہوں تو وہ زیادہ حقدار ہیں آقا سے (اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے ذکر کی ہے)۔ پس اگر نہ ہو تو اس کا نسبی عصبہ تو اس کی میراث آزاد کرنے والے آقا کے لئے ہوگی۔

تشریح: آزاد شدہ غلام کی میراث پہلے اس کے نسب کے اصحاب فروض کو ملے گی۔ اس کے بعد اس کے نسب کے عصبات کو ملے گی۔ وہ موجود نہ ہوں تب آزاد کرنے والے آقا کے لئے میراث ہوگی۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے کہ عصبات کو پہلے وراثت ملے گی وہ نہ ہوں تو آزاد کرنے والے کو ملے گی۔ عن الزهری قال قال النبی ﷺ المولی اخ فی الدین و لاء نعمة و احق الناس بمیراثه اقربهم من المعتق (دارمی، باب الولاء ج ثانی ص ۴۶۷ نمبر ۳۰۰۶) (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ عن الحسن قال اراد رجل ان یشتری عبدا فلم یقض بینه و بین صاحبه بیع، فحلف رجل من المسلمین بعتقه فاشتراه فاعتقه فذکره للنبی ﷺ قال کیف بصحبته فقال النبی ﷺ هو لک الا ان یکون له عصبة. فان لم یکن له عصبة فهو لک (مصنف عبد الرزاق، باب میراث ذی القربة ج تاسع ص ۲۳ نمبر ۱۶۲۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصبہ موجود ہو تو آزاد کرنے والے کو میراث نہیں ملے گی۔

ترجمہ: ١ اس کی تاویل یہ ہے کہ ایک فرض والا کوئی نہ ہو تو آزاد کرنے والے کو ملے گی، اور اگر ذوی الفروض ہو تو اس کے لینے کے بعد باقی آزاد کرنے والے کو ملے گی، اس لئے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا

تشریح: متن میں یہ کہا کہ عصبہ نہ ہو تو آزاد کرنے والے کو وراثت ملے گی، اس کا مطلب بتا رہے ہیں کہ ذوی الفروض نہ ہو ملے گی، یعنی اگر ذوی الفروض ہو تو اس کو ملنے کے بعد جو باقی بچے گی وہ آزاد کرنے والے کو ملے گی، کیونکہ یہ بھی عصبہ عتق ہے، اور عصبہ کو ذوی الفروض کے بعد ملتی ہے، اس لئے آزاد کرنے والے کو بھی ذوی الفروض کے لینے کے بعد ملے گی

ترجمہ: ٢ اس کی وجہ یہ ہے کہ عصبہ اس کو کہتے ہیں جو مدد کرتا ہو، یعنی جس قبیلے کی طرف منسوب ہے اس کی مدد کرتا ہو، اور آقا سے بھی مدد ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گزر گیا، اس لئے ذوی الفروض کے لینے کے بعد جو باقی بچے گی وہ آزاد کرنے والے کو ملے گی

تشریح: یہاں عصبہ کا مطلب بتا رہے ہیں، عصبہ اس کو کہتے ہیں جو مدد کرے، اور آقا بھی آزاد شدہ غلام کی مدد کرتا ہے اس لئے ذوی الفروض کے لینے کے بعد اس کو ملے گی۔

(١٣١٢) فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى ثُمَّ مَاتَ الْمُعْتَقُ فَمِيرَاثُهُ لِبَنِي الْمَوْلٰى دُوْنَ بَنَاتِهِ ١ وَلَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ أَوْ أَعْتَقَ مَنْ أَعْتَقْنَ أَوْ كَاتَبْنَ أَوْ كَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَرَدَ الْحَدِيْثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ اٰخِرِهِ أَوْ جَرَّ وَلَاءَ مُعْتَقِهِنَّ ٢ وَصُوْرَةُ الْجَرِّ قَدَّمْنَاهُ

ترجمہ:(١٣١٢) اگر آقا کا انتقال ہوا پھر آزاد شدہ غلام مرا تو اس کی میراث آقا کے بیٹوں کے لئے ہوگی نہ کہ اس کی بیٹیوں کے لئے۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ ولاء میں عورتوں کا حق نہیں ہے، ہاں اس عورت نے خود آزاد کیا ہو تو اس معتق کی ولاء ملے گی یا آزاد کرنے والے کو آزاد کی ہو، یا مکاتب بنائی ہو، یا مکاتب بنانے والے کو مکاتب بنائی ہو تو ولاء ملے گی، حدیث میں انہیں الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے، اور اس حدیث کے اخیر میں ہے آزاد کردہ کی ولاء کو کھینچ لائی ہو

تشریح : آزاد کردہ غلام کا وارث آقا بنے پھر اس کی اولاد میں تقسیم ہو تو بیٹے اور بیٹیوں دونوں کو ملے گی۔ لیکن آقا کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے براہ راست ان کی اولاد کو آزاد کردہ غلام کی وراثت ملی تو صرف مذکر اولاد کو ملے گی، مؤنث اولاد کو نہیں ملے گی۔

وجہ :(١) حدیث میں ہے کہ مذکر کو ولاء ملے گی مؤنث کو نہیں الا یہ کہ اس نے آزاد کیا ہو یا اس کی باندی یا غلام نے آزاد کئے ہوں۔عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فهو لا ولى رجل ذكر (بخاری شریف، باب میراث الولد من ابیہ وامہ ص ١١٩٧ نمبر ٦٧٣٢، مسلم شریف، باب الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فلا ولی رجل ذکر ص ٣٤ نمبر ١٦١٥)(٢) دوسرے قول صحابی میں ہے۔عن علی وعبد وزید بن ثابتؓ انهم كانوا يجعلون الولاء لكبر من العصبة ولا يورثون النساء الا ما اعتقهن وا اعتق من اعتقن (سنن للبیہقی ، باب لا ترث النساء الولاء الا من اعتقن او اعتق من اعتقن ج عاشر ص ٥١٥، نمبر ٢١٥١١ / دارمی ، باب ما للنساء من الولاء ج ثانی ص ٤٨٨ نمبر ٣١٤٥) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیٹیوں کو ولاء نہیں ملے گی مگر یہ کہ خود آزاد کی ہو یا اس کی باندی یا غلام نے آزاد کیا ہو۔(٣) صاحب ہدایہ کا قول تابعی یہ ہے ۔عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: "لا تَرِثُ النِّسَاءُ مِنَ الْوَلَاءِ شَيْئًا إِلَّا مَا كَاتَبَتْهُ أَوْ أَعْتَقَتْهُ، قَالَ يَزِيدُ: وَسَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُولُ: "لا تَرِثُ النِّسَاءُ مِنَ الْوَلَاءِ شَيْئًا إِلَّا مَا كَاتَبْنَ، أَوْ أَعْتَقْنَ، أَوْ أَعْتَقَ مَنْ أَعْتَقْنَ، أَوْ جَرَّ وَلَاءَهُ مَنْ أَعْتَقْنَ (سنن للبیہقی ، باب لا ترث النساء الولاء الا من اعتقن او اعتق من اعتقن ، ج عاشر ص ٥١٥، نمبر ٢١٥١٤ / مصنف ابن ابی شیبۃ ، میراث اموال المراۃ ، نمبر ١٦٢٦١) اس قول تابعی میں تین قسم کی عورتوں کو ولاء ملنے کا ذکر ہے، ١۔ آزاد کیا ہو۔ ٢۔ جس نے آزاد کیا ہو اس کو اس عورت نے آزاد کیا ہو۔ ٣۔ جس نے آزاد کیا ہو اس کی ولاء کو کھینچا ہو تو ان کو ولاء ملے گی، اس کے علاوہ کی عورت کو ولاء نہیں ملے گی، صرف مردوں کو ولاء ملے گی

ترجمہ:٢ ولاء کس طرح اپنی طرف کھینچے گی اس کا ذکر پہلے گزر چکی ہے

تشریح: اوپر ولاء اپنی طرف کھینچ لینے کی صورت بیان کی گئی ہیں، وہاں دیکھیں

۳؎ وَلِاَنَّ ثُبُوْتَ الْمَالِكِيَّةِ وَالْقُوَّةَ فِي الْمُعْتَقِ مِنْ جِهَتِهَا فَيُنْسَبُ بِالْوَلَاءِ اِلَيْهَا وَيُنْسَبُ اِلَيْهَا مَنْ يُنْسَبُ اِلٰى مَوْلَاهَا ۴؎ بِخِلَافِ النَّسَبِ لِاَنَّ سَبَبَ النِّسْبَةِ فِيْهِ الْفِرَاشُ وَصَاحِبُ الْفِرَاشِ اِنَّمَا هُوَ الزَّوْجُ وَالْمَرْأَةُ مَمْلُوْكَةٌ لَا مَالِكَةٌ. ۵؎ وَلَيْسَ حُكْمُ مِيْرَاثِ الْمُعْتَقِ مَقْصُوْراً عَلٰى بَنِي الْمَوْلٰى بَلْ هُوَ لِعَصَبَتِهِ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ لِاَنَّ الْوَلَاءَ لَايُوْرِثُ وَيَخْلُفُهُ فِيْهِ مَنْ يَكُوْنُ النُّصْرَةُ بِهِ حَتّٰى لَوْ تَرَكَ الْمَوْلٰى اَباً وَابْناً فَالْوَلَاءُ لِلِابْنِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَؒ وَمُحَمَّدٍ لِاَنَّهُ اَقْرَبُهُمَا عُصُوْبَةً وَكَذٰلِكَ الْوَلَاءُ لِلْجَدِّ دُوْنَ الْاَخِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَؒ لِاَنَّهُ اَقْرَبُ فِي الْعُصُوْبَةِ عِنْدَهُ

ترجمہ : ۳؎ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جس غلام کو آزاد کیا اس میں مالک ہونے کی صفت اور قوت جو دی ہے وہ آزاد کرنے والی عورت ہی نے دی ہے (جس کی وجہ سے یہ غلام مال کا مالک بن سکا) اس لئے ولاء اس آزاد کرنے والی عورت کی طرف منسوب ہوگی

تشریح : آزاد کرنے والی عورت کو ولاء کیوں ملے گی اس کی یہ دلیل عقلی ہے۔ کہ یہ غلام جو مال کما سکا، اس کی وجہ آزاد کرنے والی عورت ہے، اس لئے اب آزاد شدہ نے جو مال چھوڑا وہ اس آزاد کرنے والی عورت کو ملے گی

ترجمہ : ۴؎ بخلاف نسب کے اس لئے کہ اس میں نسبت کا سبب فراش ہے اور فراش شوہر کی طرف ہے عورت تو اس میں مملوک ہے، مالکہ نہیں ہے

تشریح : اس عبارت میں آزاد کرنے اور نکاح کے سبب جو وراثت ملتی ہے اس میں فرق بیان کر رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ آقا کو جو ولاء ملتی ہے، اس کا سبب غلام کو آزاد کر کے غلام میں مالک بننے کی صلاحیت دینی ہے اس لئے اس کو ولاء ملتی ہے، اور اس میں مرد اور عورت برابر ہیں اس لئے دونوں کو برابر درجے میں ولاء ملے گی۔ اور نسب میں جو وراثت ملتی ہے وہ فراش کی وجہ سے ملتی ہے، اور فراش میں شوہر وہ صاحب فراش ہے اس لئے اسی کی طرف نسب ثابت ہوتا ہے، بیوی مملوکہ ہے اس لئے نسب بیوی کی طرف نہیں ہوتا، اسی لئے عورت کو مرد کی آدھی وراثت ملتی ہے، دونوں میں یہ فرق ہے

ترجمہ : ۵؎ صرف آزاد کرنے والے کے بیٹوں کے لئے ہی میراث کا حکم منحصر نہیں ہے، بلکہ یہ میراث عصبہ کے طور پر ہے، اس لئے اقرب فالاقرب، یعنی جو زیادہ قریب ہے پہلے اس کو ملے گی، پھر جو اس کے قریب ہے اس کو ملے گی، اس لئے کہ ولاء کی وراثت نہیں ہوتی ہے بلکہ بطور خلافت ہوتی ہے، جس سے مدد ہوتی ہو، یہی وجہ ہے کہ آقا نے باپ چھوڑا اور بیٹا چھوڑا تو امام ابو حنیفہؒ، اور امام محمدؒ کے نزدیک ولاء بیٹے کے لئے ہوگی، اس لئے کہ عصبہ کے اعتبار سے بیٹا زیادہ قریب ہے، اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دادا کے لئے ولاء ہوگی بھائی کے لئے نہیں، اس لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عصبہ کے اعتبار سے دادا زیادہ قریب ہے

تشریح : یہاں یہ فرماتے ہیں کہ ولاء صرف آقا کے بیٹوں کو ہی نہیں ملے گی، بلکہ خلیفہ کے طور پر ملتی ہے، اور یہ دیکھا جائے گا کہ کون زیادہ کر سکتا ہے اس کو ملتی ہے اس لئے عصبہ کے طور پر جو زیادہ قریب ہے اس کو دی جائے گی، اور وہ نہ ہو تب اس کے بعد والے کو دی جائے گی۔ آگے اس کی تین مثالیں دے رہے ہیں۔ ا۔ آقا کا انتقال ہوا اور اس نے بیٹا چھوڑا اور باپ چھوڑا تو ولاء کا یہ مال بیٹے کو ملے گا، کیونکہ اس سے باپ کی بنسبت مدد زیادہ ہے، اور وہ قریب کا عصبہ ہے۔ ۲۔ دوسری مثال دی کہ دادا چھوڑا اور بھائی چھوڑا تو ولاء کا مال دادا کو ملے گا، کیونکہ بھائی کی بنسبت دادا میت کے زیادہ قریب ہے۔

٦ وَكَذَا الْوَلَاءُ لِابْنِ الْمُعْتَقَةِ حَتّٰى يَرِثَهُ دُوْنَ اَخِيْهَا لِمَا ذَكَرْنَا ٧ اِلَّا اَنَّ عَقْلَ جِنَايَةِ الْمُعْتَقِ عَلٰى اَخِيْهَا لِاَنَّهُ مِنْ قَوْمِ اَبِيْهَا وَجِنَايَتُهُ كَجِنَايَتِهَا ٨ وَلَوْ تَرَكَ الْمَوْلٰى اِبْناً وَاَوْلَادَ ابْنٍ آخَرَ مَعْنَاهُ بَنِي ابْنٍ آخَرَ فَمِيْرَاثُ الْمُعْتَقِ لِلِابْنِ دُوْنَ بَنِي الِابْنِ لِاَنَّ الْوَلَاءَ لِلْكِبَرِ هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ عِدَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِّنْهُمْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَغَيْرُهُمْ اَجْمَعِيْنَ وَمَعْنَاهُ الْقُرْبُ عَلٰى مَا قَالُوْا وَالصَّلَبِيُّ اَقْرَبُ.

ترجمہ :٦ اس لئے آزاد کی ہوئی عورت کے بیٹے کو ولاء ملے گی، اس کے بھائی کو نہیں، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کی (کہ عصبہ میں جو زیادہ قریب ہو اس کو پہلے ولاء ملتی ہے)

تشریح : یہ تیسری مثال ہے، کہ آزاد کی ہوئی عورت کا بیٹا ہے اور بھائی ہے تو اس کے بیٹے کو ولاء ملے گی، کیونکہ وہ معتقہ کی زیادہ قریب ہے، اس کے بھائی کو نہیں ملے گی، کیونکہ وہ بیٹے کی بنسبت دور ہے

ترجمہ :٧ لیکن آزاد شدہ غلام کی جنایت کی دیت بھائی پر ہوگی، اس لئے کہ بھائی آزاد شدہ کی قوم میں سے ہے، اور آزاد شدہ کی جنایت خود بھائی کی جنایت ہے

تشریح : بیٹا ہوتے ہوئے بھائی کو ولاء تو نہیں ملے گی، لیکن اگر معتق نے جرم کیا اور اس پر دیت لازم ہوئی تو وہ دیت بھائی پر بھی لازم ہوگی

وجہ : کیونکہ یہ دیت قوم پر لازم ہوتی ہے، اور یہ بھائی قوم میں سے ہے اس لئے دیت بھائی پر بھی لازم ہوگی

ترجمہ :٨ اور اگر معتق نے بیٹا چھوڑا، اور دوسرے بیٹے سے پوتا چھوڑا تو ولاء بیٹے کو ملے گی، پوتے کو نہیں، اس لئے کہ بڑے کو ولاء ملتی ہے، بہت سارے صحابہ جن میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بڑے کو ولاء ملے گی، اور اس قول کا معنی یہ ہے کہ جو میت کے زیادہ قریب ہو اس کو ملے گی

وجہ :(۱) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ کان عمرو علی وزید بن ثابت رضی اللہ عنہم انہم کانوا یجعلون الولاء لکبر من العصبة ولا یورثون النساء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن (سنن للبیہقی، باب لاترث النساء الولاء الامن اعتقن او اعتق من اعتقن ج عاشر ص ۵۱۵، نمبر ۲۱۵۱۴، مصنف عبد الرزاق، باب میراث مولی المرأة ایضاج تاسع ص ۳۶ نمبر ۱۶۲۶۱)(۲) اس قول صحابی میں بھی ہے۔ کان عمرو علی وزید بن ثابت رضی اللہ عنہم انہم کانوا یجعلون الولاء لکبر من العصبة ولا یورثون النساء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن (سنن للبیہقی، باب لاترث النساء الولاء الامن اعتقن او اعتق من اعتقن ج عاشر ص ۵۱۵، نمبر ۲۱۵۱۴، مصنف عبد الرزاق، باب میراث مولی المرأة ایضاج تاسع ص ۳۶ نمبر ۱۶۲۶۱) اس قول صحابی میں ہے کہ عصبہ میں سے جو بڑا ہو اس کو ولاء ملے گی یہاں پوتے سے بیٹا بڑا ہے اس لئے میت کے بیٹے کو ولاء ملے گی

﴿فَصْلٌ﴾ فِي وَلَاءِ الْمُوَالَاةِ.

(۱۳۱۳) قَالَ وَإِذَا اَسْلَمَ رَجُلٌ عَلٰى يَدِ رَجُلٍ وَوَالَاهُ عَلٰى اَنْ يَرِثَهُ وَيَعْقِلُ عَنْهُ اَوْ اَسْلَمَ عَلٰى يَدِ غَيْرِهٖ وَوَالَاهُ فَالْوَلَاءُ صَحِيْحٌ وَعَقْلُهُ عَلٰى مَوْلَاهُ فَاِنْ مَاتَ وَلَاوَارِثَ لَهُ غَيْرُهُ فَمِيْرَاثُهُ لِلْمَوْلٰى

فصل فی ولاء الموالات

نوٹ : موالات کی ولاء۔ پہلے یہ تھا کہ آدمی نے غلام کو آزاد کیا یا مکاتب بنایا تو اس کی ولاء آقا کو یا اس کے وارث کو ملے گی۔ اب یہ ہے کہ آزاد نہیں کیا ہے، صرف کسی کے ساتھ رہنے کا عہد کیا تو وہ مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو، اس کی میراث اس کو ملے گی جس کے ساتھ رہنے کا عہد کیا ہے، اس کو موالات کی ولاء، کہتے ہیں

وجه (۱) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراهيم فی الرجل يوالی الرجل فيسلم علی يديه قال يعقل عنه ويرثه (مصنف عبدالرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۲) (۲) اس حدیث میں ہے ۔ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا السُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَيْ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی میراث الذی یسلم علی ید رجل، نمبر ۲۱۱۲) اس حدیث میں ہے کہ موالات زندگی میں دیت کریں گے، اور موت کے بعد وارث بنیں گے (۳) دوسری حدیث میں ہے۔ عن ابی امامة ان رسول الله ﷺ قال من اسلم علی يدی رجل فله ولائه (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی علة حدیث روی فیہ عن تمیم الداری مرفوعا ج عاشر ص ۵۰۲ نمبر ۲۱۴۶۴، مصنف عبدالرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۲) (۴) والذين عقدت ايمانكم فأتوهم نصيبهم (آیت ۳۳، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں بھی ہے کہ جس آدمی سے عہد کیا ہے اس کو اس کا حصہ دو یعنی وارث نہ ہو تو اس کو میراث دو

ترجمہ: (۱۳۱۳) اگر کوئی آدمی کسی آدمی کے ہاتھ پر اسلام لے آئے اور اس سے موالات کر لے اس بات پر کہ وہ وارث ہوں گے۔ اور اس کا تاوان دیں گے اگر اس نے جنایت کی۔ یا دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لائے اور اس سے موالات کرے تو ولاء صحیح ہے اور تاوان اس کے مولی پر ہوگا

تشریح: یہ صورت مولی عتاقہ کی نہیں ہے بلکہ مولی موالات کی ہے۔ اس موالات کی دو صورتیں ہیں۔ ا۔ کسی کے ہاتھ پر اسلام لائے اور دونوں میں عہد و پیمان ہو جائے دو باتوں کا عہد و پیمان کریں، پہلی بات یہ کہ اگر میں پہلے مرا تو آپ میرے وارث ہوں گے، اور آپ پہلے مرے تو میں آپ کا وارث ہوں گا۔ اور دوسرا اس بات پر عہد کریں، کہ اگر میں نے جرم کیا تو یہاں میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے اس لئے آپ اس کی دیت دیں گے، اور آپ نے جرم کیا تو میں اس کی دیت دوں گا تو ان دو عہدوں سے موالات ثابت ہوگی

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ اَلْمُوَالَاةُ لَيْسَ بِشَيْءٍ لِاَنَّ فِيْهِ اِبْطَالُ حَقِّ بَيْتِ الْمَالِ وَلِهٰذَا لَا يَصِحُّ فِي حَقِّ وَارِثٍ آخَرَ وَلِهٰذَا لَايَصِحُّ عِنْدَهُ الْوَصِيَّةُ بِجَمِيْعِ الْمَالِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُوْصىٰ وَارِثٌ لِحَقِّ بَيْتِ الْمَالِ

اور دوسری صورت یہ ہے کہ اسلام تو کسی اور کے ہاتھ پر لایا، لیکن عہد و پیمان کسی دوسرے سے کیا تو یہ بھی موالات کی صورت ہے۔ عرب میں اجنبی لوگ جس کے پاس رشتہ نہیں ہوتے تو وہ اس قسم کے موالات کرتے تھے، اور شریعت نے اس کو جائز قرار دیا، حنفیہ کے یہاں یہ جائز ہے

اب اگر موالات والے کا وارث ہے تب تو وارث ہی کو مال ملے گا، لیکن کوئی وارث نہیں ہے تو موالات والے کو اس کا چھوڑا ہوا مال ملے گا، جس کو موالات کی ولاء کہتے ہیں

وجہ:(۱) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ والذین عقدت ایمانکم فأتوهم نصیبهم (آیت ۳۳ سورۃ النساء ۴) کہ جس کے ساتھ عہد و پیمان کیا ان کو ان کا حق دو۔ دوسری آیت۔ واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله (آیت ۷۵ سورۃ الانفال ۸) سے پہلے آیت منسوخ ہے۔ اس لئے جب تک ذوی الارحام اور ورثاء موجود ہوں گے تو مولی موالات کو وراثت نہیں ملے گی۔ ہاں وہ موجود نہ ہوں تب مولی موالات کو وراثت ملے گی (۲) اس قول صحابی میں ہے۔ عن تمیم الداری رفعه قال هو اولی الناس بمحیاه ومماته (بخاری شریف، باب اذا اسلم علی یدیہ ص ۱۰۰۰ نمبر ۶۷۵۷) (۳) دوسری حدیث میں ہے۔ عن ابی امامة ان رسول الله ﷺ قال من اسلم علی یدی رجل فله ولائه (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی علة حدیث روی فیہ عن تمیم الداری مرفوعا ج عاشر، ص ۵۰۲ نمبر ۲۱۴۶۴، مصنف عبد الرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مولی موالات کو اخیر میں وراثت ملے گی اگر کوئی وارث نہ ہو۔

لغت: یعقل: عقل سے مشتق ہے اس کی دیت دیں گے، اسی سے عاقلہ، ہے، یعنی جو حضرات دیت ادا کرتے ہیں ان کو عاقلہ، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ موالات کوئی چیز نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا اعتبار کرنے سے بیت المال کا حق ضائع ہوگا، یہی وجہ ہے کہ دوسرے وارث کے حق میں موالات صحیح نہیں ہے، اور اسی وجہ سے وارث نہ بھی ہو تب بھی بیت المال کے حق کی وجہ سے تمام مال کی وصیت کرنا صحیح نہیں ہے، صرف تہائی مال کی وصیت صحیح ہے

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک موالات کوئی چیز نہیں ہے،

وجہ: (۱) اس کی تین وجہ بیان فرمارہے ہیں۔ ا۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر موالات والے کو دے دیں تو بیت المال والے کو کچھ نہیں ملے گا، اس کا حق مارا جائے گا، اس لئے موالات کا اعتبار نہیں ہے۔ (۲)۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر آدمی کا دوسرا وارث ہو تو موالات والے کو کچھ نہیں ملتا ہے، اسی طرح بیت المال کی وجہ سے موالات والے کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ وارث نہیں ہے تب بھی آدمی پورے مال کی وصیت نہیں کرسکتا ہے، صرف تہائی کی وصیت کرسکتا ہے، تاکہ باقی دو

وَاِنَّمَا يَصِحُّ فِي الثُّلُثِ ٢ وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالىٰ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ﴾ وَالْآيَةُ فِي الْمَوَالَاتِ. وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ اَسْلَمَ عَلىٰ يَدِ رَجُلٍ آخَرَ وَوَالَاهُ فَقَالَ هُوَ اَحَقُّ النَّاسِ بِهٖ مَحْيَاهُ وَمَمَاتُهُ وَهٰذَا بَشِيْرٌ اِلَى الْعَقْلِ وَالْاِرْثِ فِي حَالَتَيْنِ هَاتَيْنِ ٣ وَلِاَنَّ مَالَهُ حَقُّهُ فَيَصْرِفُهُ اِلىٰ حَيْثُ شَاءَ وَالصَّرْفُ اِلىٰ بَيْتِ الْمَالِ ضَرُوْرَةً عَدَمُ الْمُسْتَحِقِّ لَا اَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ.

تہائی بیت المال کو مل جائے، اسی طرح باقی دوتہائی مال کے لئے بھی موالات کا اعتبار ہوگا (۴) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے مولی موالات کا حق تھا۔ آیت واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله (آیت ۷۵ سورۃ الانفال ۸) کے ذریعہ مولی موالات کا حق منسوخ ہوگیا۔ اس لئے اب اس کو وراثت نہیں ملے گی بلکہ اس مال کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا (۵) اس قول تابعی اس کا ثبوت ہے۔ عن الحسن قالا میراثه للمسلمین (مصنف عبد الرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وہ مال عام مسلمانوں کا ہے مولی موالات کو نہیں ملے گا۔

ترجمه: ٢ ہماری دلیل اللہ تعالی کا قول ہے۔ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ (سورت النساء ۴، آیت ۳۳) یہ آیت موالات کے بارے ہی میں اتری ہے۔ کوئی آدمی کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے موالات کی تو اس کے بارے میں حضور ﷺ نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوسرے لوگوں سے موت اور حیات کا زیادہ حقدار ہے، اس حدیث میں دیت اور وراثت دونوں حالتوں کی طرف اشارہ ہے

وجه: صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے (۱) وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ (سورت النساء ۴، آیت ۳۳) اس آیت میں ہے کہ جس آدمی سے عہد کیا ہے اس کو اس کا حصہ دو یعنی وارث نہ ہو تو اس کو میراث دو (۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا السُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَىْ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: » هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی میراث الذی یسلم علی ید رجل، نمبر ۲۱۱۲) اس حدیث میں ہے کہ موالات زندگی میں دیت کریں گے، اور موت کے بعد وارث بنیں گے (۶) اور دیت دینے کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عن ابراهیم فی الرجل یوالی الرجل فیسلم علی یدیه قال یعقل عنه ویرثه (مصنف عبد الرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۲)

لغت: هذا یشیر الی العقل و الارث فی حالتین هاتین: حدیث میں محیاہ سے مراد زندگی میں موالات کی دیت دینا ہے۔ اور آیت میں، مماتہ، سے مراد مرنے کے بعد اس کی وراثت لینا ہے

ترجمه: ٣ اور اس لئے (موالات کر سکتا ہے کہ) یہ اس کا مال ہے جہاں چاہے خرچ کرے، اور بیت المال میں خرچ کرنا مستحق نہ ہونے کی وجہ سے ہے، یہ بات نہیں ہے کہ بیت المال مستحق ہے

تشریح: یہ حنفیہ کی جانب سے تین دلیل عقلی ہیں۔ ا۔ آدمی کے پاس اس کا اپنا مال ہے، اس لئے جہاں چاہے خرچ کرے،

(۱۳۱۴) قَالَ وَاِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ فَهُوَ اَوْلیٰ مِنْهُ وَاِنْ كَانَتْ عَمَّةً اَوْخَالَةً اَوْ غَيْرَهُمَا مِنْ ذَوِی الْاَرْحَامِ ١ لِاَنَّ الْمُوَالَاةَ عَقْدُهُمَا فَلَا يَلْزَمُ غَيْرَهُمَا وَذُوالرَّحِمِ وَارِثٌ ٢ وَلَا بُدَّ مِنْ شَرْطِ الْاِرْثِ وَالْعَقْلِ كَمَا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ لِاَنَّهُ بِالْاِلْتِزَامِ وَهُوَ بِالشَّرْطِ

اس لئے جب موالات کیا تو گویا کہ اپنا مال موالات میں خرچ کرنا چاہتا ہے اس لئے وہ کرسکتا ہے،۲۔اور دوسری بات یہ ہے کہ بیت المال کو اس وقت دیا جائے گا جب کوئی وارث نہ ہو، یہاں موالات والا وارث موجود ہے اس لئے بیت المال کو نہیں دیا جائے گا ۳۔اور تیسری بات یہ ہے کہ بیت المال مستحق نہیں ہے، بلکہ کوئی نہ ہو اس صورت میں مال بیت المال میں رکھ دیا جاتا ہے

ترجمه : (۱۳۱۴) کسی موالات والے کا وارث ہو تو وہ وارث موالات والے سے بہتر ہے (اسی وارث کو مال دیا جائے گا) چاہے وہ وارث پھوپھی اور خالہ یا ان کے علاوہ ہی ذوی الارحام کیوں نہ ہو

تشریح : موالات کرنے والے کا وارث ہو چاہے وہ ذوی الارحام ہی کیوں نہ تو ان کو وراثت ملے گی، موالات والے کو نہیں ملے گی

وجه: آیت میں ہے۔ **واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله** (آیت ۷۵ سورۃ الانفال ۸) اس آیت میں ذوی الارحام کو مولی موالات سے مقدم رکھا گیا ہے اس لئے مولی کا حق وارثین کے بعد ہوگا (۲) قول صحابی میں ہے۔ **عن عمر وعلی وابن مسعود ومسروق والنخعی والشعبی ان الرجل اذا مات وترک موالیه الذین اعتقوه ولم یدع ذا رحم الا اما او خالة دفعوا میراثه الیها ولم یورثوا موالیه معها وانهم لایورثون موالیه مع ذی رحم** (مصنف عبد الرزاق، باب میراث ذی القرابۃ ج تاسع نمبر ۱۶۲۰۳) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مولی عتاقہ کو ذی رحم کے ہوتے ہوئے نہیں ملے گی۔اسی طرح مولی موالات کو بھی ذی رحم کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں ملے گی۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ موالا کرنا ان دونوں کا اپنا عقد ہے اس لئے دوسرے وارث پر اس کا اثر نہیں پڑے گا، اور ذی رحم وارث ہیں (اس لئے موالات کے بعد بھی یہ وارث رہیں گے)

تشریح : وارث کا حق پہلے ہے اس کے لئے یہ دلیل عقلی ہے۔کہ وراثت کا حق اللہ نے دیا ہے، اور موالات کرنا ان دونوں کا اپنا معاہدہ ہے، اس لئے ان دونوں کے معاہدے سے ذوی الارحام کی وراثت کا حق ساقط نہیں ہوگا

ترجمه :۲ لیکن موالات میں وارث بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ عہد کرتے وقت وارث ہونے اور دیت دینے کی شرط لگائی ہو (تب موالات والے دیت بھی دیں گے، اور وارث بھی ہوں گے)، جیسا کہ متن میں (علی ان یرثہ ویعقل عنہ) کا لفظ موجود ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وارث ہونا اور دیت دینا لازم کرنے سے ہوتا ہے، اور وہ شرط لگانے سے ہوگا

تشریح : موالات میں دیت دینے اور وارث بننے کے لئے عہد و پیمان کرتے وقت یہ شرط لگانا ضروری ہے کہ دیت بھی دیگا، اور وارث بھی بنے گا تب وارث بنے گا اور اگر یہ شرط نہیں لگائی صرف موالات کا عہد و پیمان کرلیا تو نہ اس پر دیت لازم ہوگی، اور نہ وہ وارث ہوگا

۳ وَمَنْ شَرَطَهُ اَنْ لَا يَكُوْنَ الْمَوَالِي مِنَ الْعَرَبِ لِاَنَّ تَنَاصُرَهُمْ بِالْقَبَائِلِ فَأُغْنِيَ عَنِ الْمَوَالَاةِ
(۱۳۱۵) قَالَ وَلِلْمَوْلىٰ اَنْ يَنْتَقِلَ عَنْهُ بِوَلَائِهِ اِلىٰ غَيْرِهِ مَالَمْ يَعْقِلْ عَنْهُ ۱ لِاَنَّهُ عَقْدٌ غَيْرُ لَازِمٍ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيَّةِ ۲ وَكَذا لِلْاَعْلىٰ اَنْ يَتَبَرَّأَ عَنْ وَلَائِهِ لِعَدَمِ اللُّزُوْمِ اِلَّا اَنَّهُ يَشْتَرِطُ فِي هٰذا اَنْ يَكُوْنَ بِمُحْضَرٍ مِّنَ الْآخَرِ كَمَا فِي عَزْلِ الْوَكِيْلِ قَصْداً

وجه:اس کی وجہ یہ ہے یہ پہلے سے ہے نہیں یہ صرف لازم کرنے سے ہوتا ہے، اس لئے موالات کا عہد کرتے وقت شرط لگانی ہوگی

ترجمہ:۳ موالات میں وارث ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ موالات کرنے والا عرب میں سے نہ ہو اس لئے کہ اس کی مدد تو قبائل والے کریں گے اس لئے اس کو موالات کی ضرورت نہیں ہے

تشریح :موالات میں وارث بنے اور دیت دے یہ اس وقت ہوگا کہ جو اجنبی آدمی موالات کر رہا ہے وہ عرب کے قبیلے میں سے نہ، اس کے علاوہ میں سے ہو، کیونکہ عرب کا قبیلہ اپنے لوگوں کی مدد کرتا ہے اور دیت دیتا ہے، اس لئے عرب کے لوگوں کو وراثت والی موالات کی ضرورت نہیں ہے

ترجمہ:(۱۳۱۵) مولی منتقل کرسکتا ہے اپنی ولاء کو دوسرے کی طرف جب تک کہ اس کی طرف سے جرمانہ نہ بھرا ہو۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ یہ وصیت کی طرح لازم عقد نہیں ہے

لغت :مولی:اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں، جو اجنبی موالات کرتا ہے اس کو، مولی اسفل، کہتے ہیں۔اور قبیلے کے جس آدمی سے موالات کرتا ہے اس کو، مولی اعلی، کہتے ہیں، یہ محارہ یاد رکھیں

تشریح :جب مولی اعلی نے، مولی اسفل کے لئے دیت ادا کر دی تو اب مولی اسفل موالات نہیں توڑ سکتا ہے، کیونکہ اس نے اس لئے بھاری رقم خرچ کی ہے کہ، اس کے بعد مجھے وراثت میں رقم واپس ملے گی، اس لئے اب مولی اسفل موالات نہیں توڑ سکتا ہے لیکن اگر ابھی تک مولی اعلی نے دیت ادا نہیں کی ہے تو مولی اسفل موالات توڑ سکتا ہے، اور مولی اعلی بھی موالات توڑ سکتا ہے

وجہ :(۱) موالات کا عقد لازم نہیں ہے، جیسے وصیت لازم نہیں ہوتی ہے، اس لئے دیت ادا کرنے سے پہلے توڑ سکتا ہے
(۲) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراهيم مثل حديث معمر وزاد وله ان يحول ولاء ه حيث شاء ما لم يعقل عنه (مصنف عبد الرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص ۳۹ نمبر ۱۶۲۷۵) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ جرمانہ بھرا ہو تو ولاء منتقل نہیں کرسکتا ہے۔

ترجمہ :۲ اسی طرح مولی اعلی کے لئے گنجائش ہے کہ موالات سے برائت حاصل کر لے، اس لئے کہ یہ لازم نہیں ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ مولی اسفل کے سامنے توڑے، جیسا کہ وکیل کو قصدا معزول کرنے کے مسئلے میں ہے (وکیل کو اس کے سامنے توڑنا ضروری ہے)

تشریح :جس طرح مولی اسفل کو موالات توڑنے کا حق ہے، اسی طرح مولی اعلی کو بھی موالات توڑنے کا حق ہے، البتہ اتنی بات ضروری ہے کہ جب موالات توڑی تو مولی اسفل کو اس کی خبر دے دے، جیسے وکیل کی وکالت توڑتا ہے تو وکیل کو اس کی خبر

٣؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا عَقَدَ الْاَسْفَلُ مَعْ غَيْرِهِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْاَوَّلِ لِاَنَّهُ فَسْخٌ حُكْمِيٌّ بِمَنْزِلَةِ الْعَزْلِ الْحُكْمِيِّ فِي الْوَكَالَةِ

(١٣١٦) قَالَ وَإِذَا عَقَلَ عَنْهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ اَنْ يَتَحَوَّلَ بِوَلَائِهِ اِلٰى غَيْرِهِ ١؎ لِاَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغَيْرِ ٢؎ وَلِاَنَّهُ قَضٰى بِهِ الْقَاضِىْ ٣؎ وَلِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ عِوَضٍ نَالَهُ كَالْعِوَضِ فِي الْهِبَةِ

ہونی ضروری ہے تا کہ وکالت میں وہ کچھ کرنہ بیٹھے

ترجمہ: ٣؎ بخلاف مولی اسفل نے مولی اعلی کی غیر حاضری میں دوسرے کے ساتھ عقد موالات کر لی تو اس کی گنجائش ہے، اس لئے کہ یہ حکمی طور پر پہلی موالات کا فسخ ہے، جیسے وکالت میں حکمی طور پر وکیل کو معزول کرنا ہے

تشریح: عام طور پر تو یہی ہے کہ دوسرے فریق کے سامنے موالات توڑے، لیکن اگر مولی اسفل نے مولی اعلی کی غیر حاضری میں دوسرے سے موالات کر لی تو یہ دوسرے سے موالات ہو جائے گی، اور یوں سمجھا جائے گا کی پہلی موالات فسخ کر رہا ہے، اور اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمر کو وکیل بنایا تو عمر کے سامنے اس کو توڑنا چاہئے، لیکن اس نے عمر کی غیر حاضری میں کسی دوسرے کو وکیل بنایا تو اس کی گنجائش ہے، یہ حکمی معزول کرنا ہوگا، اسی طرح یہاں مولی اعلی کی غیر حاضری میں دوسرے سے موالات کر لی اس کی بھی گنجائش ہوگی، اور پہلی موالات کو حکمی فسخ کرنا شمار کیا جائے گا۔

ترجمہ: (١٣١٦) پس جب اس کی جانب سے جرمانہ بھر دیا تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی ولاء کو دوسرے کی طرف منتقل کرے۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ دیت ادا کرنے کے بعد دوسرے (مولی اعلی) کا حق متعلق ہو گیا ہے

وجہ: (١) جب مولی اعلی نے مولی اسفل کا جرمانہ بھر دیا تو اب اس موالات کے ساتھ حق متعلق ہو گیا کہ اس کے بدلے میں مجھے مولی اسفل کی وراثت ملے گی، اس لئے اب مولی اسفل اس کو توڑ نہیں سکتا ہے (٢) قول تابعی میں ہے جب تک دیت ادا نہ کی ہو تو موالات توڑ سکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دیت دے دیا ہو تو اب موالات نہیں توڑ سکتا ہے ۔ **عن ابراهيم مثل حديث معمر وزاد وله ان يحول ولاءه حيث شاء ما لم يعقل عنه** (مصنف عبد الرزاق، باب النصرانی یسلم علی ید رجل ج تاسع ص ٣٩ نمبر ١٦٢٧٥) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جرمانہ بھرا ہو تو ولاء منتقل نہیں کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ٢؎ دوسری وجہ یہ ہے کہ قاضی نے ولاء کا فیصلہ کر دیا ہے (اس لئے اب منتقل نہیں کر سکتا ہے)

تشریح: جب موالات اسفل نے جرم کیا ہوگا تو اس کے دیت کے لئے قاضی نے فیصلہ کیا ہوگا کہ اس کی دیت مولی اعلی پر ہے، اور قاضی کے اس فیصلے کے بعد مولی اعلی نے دیت ادا کی ہے تو گویا کہ یہ موالات قضاء قاضی سے موکد ہو گئی ہے، اس لئے اب قاضی کے فیصلے کے بغیر مولی اسفل اس کو توڑ نہیں سکے گا، موالات نہ توڑنے کی یہ دوسری وجہ ہے

ترجمہ: ٣؎ اور اس لئے بھی کہ دیت کا ادا کرنا وراثت کے عوض میں ہے تو ایسا ہوا کہ ہبہ میں بدلہ دے دیا ہو (تو ہبہ واپس نہیں لے سکتا ہے ایسے ہی یہاں ہوگا)

۴؎ وَكَذَا لَا يَتَحَوَّلُ وَلَدُهُ ۵؎ وَكَذَا إِذَا عَقَلَ عَنْ وَلَدِهِ لَمْ يَكُنْ لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَتَحَوَّلَ لِأَنَّهُمَا فِي حَقِّ الْوَلَاءِ كَشَخْصٍ وَاحِدٍ.

(۱۳۱۷) قَالَ وَلَيْسَ لِمَوْلَى الْعَتَاقَةِ أَنْ يُوَالِيَ أَحَداً ۱؎ لِأَنَّهُ لَازِمٌ وَمَعَ بَقَائِهِ لَا يَظْهَرُ الْأَدْنَى.

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ زید نے کسی چیز کو عمر کو ہبہ کیا تو اس چیز کو زید واپس لے سکتا ہے، لیکن اگر عمر نے اس کا بدلہ دے دیا ہو تو اب زید اس کو واپس نہیں لے سکتا ہے، کیونکہ یہ بدل ہو چکا ہے، اسی طرح مولی نے اعلی نے دیت ادا کر دی ہو تو اب بدل ادا کر چکا ہے اس لئے مولی اسفل اس کو توڑ نہیں سکتا ہے

ترجمہ: ۴؎ ایسے ہی مولی اسفل کی اولاد بھی موالات نہیں توڑ سکتی ہے

تشریح: مولی اعلی نے دیت ادا کر دی ہے تو اب مولی اسفل کی اولاد اس کو توڑنا چاہے تو نہیں توڑ سکتی ہے، کیونکہ مولی اعلی نے دونوں کی جانب سے دیت ادا کی ہے۔

ترجمہ: ۵؎ اور ایسے ہی مولی اعلی نے بچے کی دیت ادا کی ہو تو باپ اور بیٹے دونوں کے لئے گنجائش نہیں ہے کہ موالات کو توڑیں، اس لئے ولاء کے حق میں دونوں ایک ہی آدمی کی طرح ہیں

تشریح: باپ سے موالات ہوئی تھی، لیکن بیٹے کے جرم کرنے پر بیٹے کی دیت مولی اعلی نے ادا کی تو اب موالات کو نہ باپ توڑ سکتا ہے اور نہ بیٹا توڑ سکتا ہے، کیونکہ دونوں ایک ہی موالات میں منسلک ہیں

ترجمہ: (۱۳۱۷) اور آزاد شدہ غلام کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو والی بنائے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ موالات عتاقہ تو ہمیشہ کے لئے لازم ہوتی ہے، اور جب وہ باقی ہے تو اس سے ادنی کی گنجائش نہیں ہے

تشریح: جو غلام آزاد ہوا وہ چاہے کہ اپنے آزاد کرنے والے آقا کے علاوہ کسی اور کو اپنی ولاء کا مالک بنائے اور اس کو والی بنائے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

وجہ: (۱) آزاد کرنے کی وجہ سے غلام کا آقا کے ساتھ نسب کی طرح لزوم کا واسطہ ہو گیا۔ اس لئے وہ اب الگ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آزاد شدہ دوسرے کو ولاء نہیں دے سکتا (۲) حدیث میں ہے۔ **عن النبی ﷺ قال انما الولاء لمن اعتق** (بخاری شریف، باب الولاء لمن اعتق و میراث اللقیط ص ۹۹۹ نمبر ۶۷۵۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے والے کو ہی غلام کی ولاء ملے گی۔ اس لئے دوسرے کو نہیں دے سکتا (۳) دوسرے کی طرف ولاء منتقل کرنے پر یہ وعید ہے۔ **قال علیؓ .... ومن والی قوما بغیر اذن موالیه فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين** (بخاری شریف، باب اثم من تبرأ من موالیہ ص ۹۹۹ نمبر ۶۷۵۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسری طرف ولاء منتقل کرنے سے غلام پر اللہ کی لعنت ہو گی۔ اس لئے منتقل نہیں کر سکتا۔

﴿کتاب الاکراہ﴾

(۱۳۱۸) اَلْاِكْرَاهُ يَثْبُتُ حُكْمُهُ اِذَا حَصَلَ مِمَّنْ يَقْدِرُ عَلٰى اِيْقَاعِ مَاتَوَعَّدَ بِهٖ سُلْطَانًا كَانَ اَوْ لِصًّا لِ لِاَنَّ الْاِكْرَاهَ اِسْمٌ لِفِعْلٍ يَفْعَلُهُ الْمَرْءُ بِغَيْرِهٖ فَيَنْتَفِيْ بِهٖ رَضَاهُ اَوْ يَفْسُدُ بِهٖ اِخْتِيَارُهُ مَعَ بَقَاءِ اَهْلِيَتِهٖ.

﴿کتاب الاکراہ﴾

ضروری نوٹ: کسی آدمی پر زبردستی کر کے کسی کام کے کروانے کو اکراہ کہتے ہیں۔اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (آیت ۱۰۶،سورۃ النحل ۱۶) دوسری آیت میں ہے۔لا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم (آیت ۳۳،سورۃ النور ۲۴) ان دونوں آیتوں میں اکراہ کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ: (۱۳۱۸) اکراہ کا حکم ثابت ہوتا ہے جب حاصل ہوا ہو ایسے آدمی سے جو دھمکی کے واقع کرنے پر قدرت رکھتا ہو، بادشاہ ہو یا چور۔

تشریح: ایک بچہ مارنے کی دھمکی دے تو اس سے اکراہ نہیں ہوگا بلکہ ایسا آدمی دھمکی دے جو اس کے کرنے پر قادر ہو، جیسے بادشاہ دھمکی دے کہ مار ڈالوں گا یا چور دھمکی دے کہ بیوی کو طلاق نہیں دے گا تو ہاتھ کاٹ ڈالوں گا تو اس سے اکراہ ثابت ہوگا۔اور جس کو دھمکی دے رہا ہے اس کو بھی خوف ہو اور اس کا غالب گمان ہو کہ دھمکی دینے والا یہ بات کر گزرے گا تب اکراہ ثابت ہوگا اور اس کے احکام ثابت ہوں گے

وجہ: (۱) اوپر کی آیت میں ہے کہ آقا باندی کو زنا کرنے پر مجبور کرے تو وہ اکراہ ہوگا۔ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا (آیت ۳۳،سورۃ النور ۲۴) (۲) قول صحابی میں ہے۔قال عمرؓ لیس الرجل بامین علی نفسہ اذا جوعت او او ثقت او ضربت (۳) دوسری قول تابعی میں ہے۔عن شریح قال الحبس کرہ والضرب کرہ والقید کرہ والوعید کرہ (سنن للبیہقی، باب ما یکون اکراھا، ج سابع، ص ۵۸۸، نمبر ۱۵۱۰۷/۱۵۱۰۸ / مصنف عبد الرزاق، باب طلاق الکرہ، ج سادس، ص ۴۱۱، نمبر ۱۱۴۲۴/۱۱۴۲۳) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ قید کرنا، مارنا، حبس کرنا اور دھمکی دینا سب اکراہ کی صورتیں ہیں۔یا باندھ دے، یا بھوکا رکھے یا مارے یہ بھی اکراہ کی صورتیں ہیں۔

لغت: توعد: وعد سے مشتق ہے، دھمکی دے، لص: چور۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ اکراہ ایک ایسا فعل ہے کہ دوسرا آدمی وہ کام کرتا ہے جس سے مفعول کی رضامندی ختم ہو جاتی ہے، یا مفعول کی رضامندی خراب ہو جاتی ہے، حال آنکہ مفعول کی اہلیت باقی رہتی ہے

تشریح: یہ اکراہ کی لفظی تحقیق ہے۔اکراہ کا معنی ہے زبردستی کرنا۔اکراہ دوسرے آدمی کی جانب سے ہوتا ہے، جس کو مفعول ناپسند کرتا ہے اور جس پر زبردستی کی جا رہی ہے اس کا اختیار یا تو بالکل نہیں رہتا ہے، یا تھوڑا سا رہتا ہے، لیکن مکمل اختیار نہیں رہتا ہے،

۲؎ وَھٰذَا اِنَّمَا یَتَحَقَّقُ اذَا خَافَ الْمُکْرِہَ تَحْقِیْقَ مَا تَوَعَّدَ بِہٖ وَذَالِکَ اِنَّمَا یَکُوْنُ مِنَ الْقَادِرِ وَالسُّلْطَانِ وَغَیْرِہٖ سَیَانٌ عِنْدَ تَحْقِیْقِ الْقُدْرَۃِ ۳؎ وَالَّذِیْ قَالَہُ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اَنَّ الْاِکْرَاہَ لَا یَتَحَقَّقُ اِلَّا مِنَ السُّلْطَانِ لِمَا اَنَّ الْمَنَعَۃَ لَہُ وَالْقُدْرَۃُ لَا تَتَحَقَّقُ بِدُوْنِ الْمَنَعَۃِ فَقَدْ قَالُوْا ھٰذا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ لَا اِخْتِلَافُ حُجَّۃٌ وَبُرْھَانٌ وَلَمْ یَکُنِ الْقُدْرَۃُ فِیْ زَمَنِہٖ اِلَّا لِلسُّلْطَانِ ثُمَّ بَعْدُ ذَالِکَ تَغَیَّرَ الزَّمَانُ وَاَھْلُہٗ ۴؎ ثُمَّ کَمَا یُشْتَرَطُ قُدْرَۃُ الْمُکْرِہِ لِتَحَقُّقِ الْاِکْرَاہِ یُشْتَرَطُ خَوْفُ الْمُکْرِہِ وَقُوْعَ مَا یُھَدَّدَ بِہٖ

ترجمہ :۲؎ یہ فعل اکراہ اس وقت متحقق ہوگا جب زبردستی شدہ آدمی کہ یہ خوف ہو کہ دھمکی دینے والا یہ کام کر کے رہے گا، اور یہ بات اس سے ثابت ہوگی جس کو اس کام کرنے پر قدرت ہو، چاہے بادشاہ ہو یا کوئی اور ہو، قدرت کے ہوتے ہوئے دونوں برابر ہیں

تشریح: فعل اکراہ اس وقت ثابت ہوگا جب دھمکی دینے والا اس کام کے کرگزرنے پر قادر ہو چاہے وہ بادشاہ ہو یا کوئی اور ہو

ترجمہ :۳؎ اور یہ جو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اکراہ صرف بادشاہ سے ہوتا ہے، تو یہ اس لئے کہا کہ اس کو زبردستی کرنے کی قوت ہوتی ہے، کیونکہ بغیر قوت کے قدرت نہیں ہوتی، اور کچھ حضرات نے یہ فرمایا کہ یہ زمانے کے اعتبار سے اختلاف ہے، دلیل، اور حجت کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ ان کے زمانے میں بادشاہ کے علاوہ کسی کو اکراہ کی قدرت نہیں ہوتی تھی، پھر زمانہ بدل گیا، اور اس کے لوگ بھی بدل گئے (اس لئے ہمارے زمانے میں کسی کو بھی دھمکی کی قدرت ہو تو اس سے اکراہ ثابت ہو جائے گا)

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ اکراہ صرف بادشاہ سے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اسی کو قوت مانعہ ہے۔ البتہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے زمانے میں چوروں میں اتنی جرأت نہیں تھی اس لئے انہوں نے یہ فرمایا۔ بعد میں حالات کی وجہ سے یہ جرأت پیدا ہوگئی اس لئے چور بھی طاقتور ہو تو اکراہ کرسکتا ہے۔

وجہ: ان کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عن الشعبی فی الرجل یکرہ علی امر من امر العتاق او الطلاق قال : اذا اکرھہ السلطان جاز، واذا اکرھتہ اللصوص لم یجز (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۴۸ من کان یری طلاق المکرّہ جائزا، ج رابع، ص ۸۶، نمبر ۱۸۰۴۰ / مصنف عبد الرزاق، باب طلاق الاکراہ، ج سادس، ص ۴۱۰، نمبر ۱۱۴۲۲) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ صرف بادشاہ ہی کی جانب سے اکراہ ہوسکتا ہے۔

ترجمہ :۴؎ پھر جس طرح دھمکی دینے والے کی قدرت کی ضرورت ہے اسی طرح اکراہ کے متحقق ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے مظلوم کو اس کے واقع ہونے کا بھی خوف ہو، اور اس کا غالب گمان ہو کہ یہ کرگزرے گا، تاکہ اس کام کے کرنے پر مجبور سمجھا جائے

تشریح : ظالم کی قدرت ہو اس کے ساتھ مظلوم کو اس بات کا بھی غالب گمان ہو کہ ظالم اس بات کو کرگزرے گا، یہ اس لئے ہے کہ تاکہ شریعت یہ حکم لگائے کہ یہ آدمی یہ کام کرنے میں مجبور تھا، اور اس کی مجبوری کا حکم صادر کرے، لیکن اگر ظالم کو قدرت تو تھی، لیکن مظلوم کو اتنی طاقت تھی کہ غالب گمان تھا کہ ظالم مجبور نہیں کر پائے گا تو پھر مظلوم کے کرنے پر شریعت مجبوری کا حکم نہیں

وَذَالِکَ بِان یَّغْلِبَ عَلیٰ ظَنِّہٖ اَنَّہٗ یَفْعَلُہٗ لِیَصِیْرَ بِہٖ مَحْمُوْلاً عَلیٰ مَا دُعِیَ اِلَیْہِ مِنَ الْفِعْلِ.

(۱۳۱۹) قَالَ وَاِذَا کَرِہَ الرَّجُلُ عَلیٰ بَیْعِہٖ اَوْ عَلیٰ شِرَاءِ سَلْعَۃٍ اَوْ عَلیٰ اَنْ یُقِرَّ لِرَجُلٍ بِاَلْفٍ اَوْ یُوَاجِرَ دَارَہٗ وَاَکْرَہَ عَلیٰ ذَالِکَ بِالْقَتْلِ اَوْ بِالضَّرْبِ الشَّدِیْدِ اَوْ بِالْحَبْسِ فَبَاعَ اَوِ اشْتَریٰ فَھُوَ بِالْخِیَارِ اِنْ شَاءَ اَمْضیٰ الْبَیْعَ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَہٗ وَرَجَعَ بِالْمَبِیْعِ ۱؎ لِاَنَّ مِنْ شَرْطِ صِحَّۃِ ھٰذِہٖ الْعُقُوْدِ التَّرَاضِیَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

لگائے گی

ترجمہ:(۱۳۱۹)اگر کسی آدمی کو مجبور کیا گیا اپنے مال کے بیچنے پر یا سامان خریدنے پر یا کسی آدمی کے لئے ہزار درہم کے اقرار کرنے پر یا اپنے گھر کو اجرت پر رکھنے پر یا مجبور کیا اس کو اس پر قتل کی دھمکی دے کر یا سخت مار کی یا قید کرنے کی، پس بیچ دیا یا خریدا تو اس کو اختیار ہے چاہے بیع باقی رکھے اور چاہے اس کو فسخ کر دے اور مبیع واپس لے لے۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ بیع وشراء کے صحیح ہونے کی شرط ہے کہ رضامندی ہو، اللہ تعالی نے فرمایا۔ یَاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَأْکُلُوا أَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَکُونَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِنْکُمْ ۔(سورت النساء۴، آیت ۲۹)اور ان چیزوں کی دھمکی سے رضامندی ختم ہو جاتی ہے اس لئے فاسد ہو جائے گی

تشریح: کسی آدمی کو مجبور کیا کہ ۔۱۔ وہ اپنا مال بیچ دے ۔۲۔ یا کوئی سامان خریدے ۔۳۔ یا کسی آدمی کے لئے ہزار درہم کا اقرار کرے ۔۴۔ یا اپنے گھر کو اجرت پر رکھے ۔اور قتل کرنے کی دھمکی دے کر مجبور کیا، یا سخت مار کی دھمکی دے کر، یا قید کرنے کی دھمکی دے کر۔ اس نے ان مجبوریوں کی وجہ سے ۔۱۔ سامان بیچ دیا یا ۔۲۔ خرید لیا تو یہ خرید نا پکا نہیں ہے۔ بلکہ اس کو اختیار ہے چاہے تو بیع اور شراء اور اجرت برقرار رکھے یا چاہے توڑ دے اور مبیع واپس لے لے اور اجرت کی چیز واپس لے لے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو عقد رضامندی سے کرنے کا ہے اس میں زبردستی کرے تو عقد ہو جائے گا لیکن لازم نہیں ہوگا۔ عقد ہو اس لئے جائے گا کہ عاقل بالغ آدمی نے ایجاب اور قبول کیا ہے۔

وجہ: ان مسائل کا قاعدہ یہ ہے کہ جو عقد ایسا ہو کہ زبان سے نکلتے ہی جاری ہو جاتا ہو چاہے خوشی سے زبان سے نکالے یا مذاق سے نکالے یا کسی کے مجبور کرنے سے نکالے۔ ایسے عقود مجبور کرنے سے بھی کرے تو واقع ہو جائیں گے اور دوبارہ توڑ بھی نہیں سکتا۔ جیسے نکاح، طلاق، رجعت، آزاد کرنا۔ یہ سب کام کسی کے مجبور کرنے سے کیا تب بھی واقع ہو جائیں گے۔ مثلا کسی کے مجبور کرنے سے طلاق دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یا کسی کے مجبور کرنے سے نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا۔ یا کسی کے مجبور کرنے سے رجعت کی تو رجعت ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ مذاق سے بھی بولے تو رجعت ہو جاتی ہے، طلاق پڑ جاتی ہے اور نکاح ہو جاتا ہے اور آزادگی بھی واقع ہو جاتی ہے۔

وجہ: پہلے کتاب الطلاق میں دلائل گزر چکے ہیں۔

اور ایسے عقد جو زبان سے نکلتے ہی واقع نہیں ہوتے بلکہ راضی خوشی سے عقد کرے تب عقد ہوتا ہے اور بعد میں فسخ کرے تو فسخ بھی ہو جاتا ہے۔ ایسا عقد مجبور اور اکراہ کر کے کرائے تو عقد تو ہو جائے گا لیکن عقد کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو اس کو

﴿اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ وَالْاِكْرَاهُ بِهٰذِهِ الْاَشْيَاءِ يُعْدَمُ الرِّضَاءُ فَتَفْسُدُ ٢ بِخِلَافِ مَاإِذَا اُكْرِهَ بِضَرْبِ سَوْطٍ اَوْ حَبْسِ يَوْمٍ اَوْ قَيْدِ يَوْمٍ لِاَنَّهُ لَايُبَالِي بِهِ بِالنَّظْرِ اِلَى الْعَادَةِ فَلَا يَتَحَقَّقُ بِهِ الْاِكْرَاهُ ٣ اِلَّا اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَاحِبَ مَنْصَبٍ يُعْلَمُ اَنَّهُ يَسْتَضِرُّ بِهِ لِفَوَاتِ الرِّضَاءِ ٤ وَكَذَا الْاِقْرَارُ حُجَّةٌ لِتَرَجُّحِ جَنْبَةِ الصِّدْقِ فِيْهِ عَلٰى جَنْبَةِ الْكِذْبِ وَعِنْدَ الْاِكْرَاهِ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ يُكَذِّبُ لِدَفْعِ الْمُضَرَّةِ.

برقرار رکھے اور چاہے تو اس کو توڑ دے۔ متن کے چاروں عقد ایسے ہی ہیں۔ مثلا مجبور کر کے بیع کروایا تو بائع کو اختیار ہوگا چاہے بیع برقرار رکھے چاہے بیع توڑ کر مبیع واپس کرے۔ مجبور کر کے کوئی سامان خرید وا دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے بیع برقرار رکھے اور چاہے تو فسخ کر دے اور اپنا ثمن واپس لے لے۔ مجبور کر کے اقرار کروایا تو اس کو اختیار ہے چاہے اقرار پر برقرار رہے چاہے انکار کر دے۔ مجبور کر کے گھر کو اجرت پر دلوایا تو اس کو اختیار ہے کہ اجرت برقرار رکھے اور چاہے تو اجرت توڑ دے۔ کیونکہ یہ عقد رضامندی کے بغیر نہیں ہوئے (۲) آیت میں اس کا ثبوت ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم (آیت ۲۹، سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ تجارت رضامندی سے ہو تو واقع ہوگی اور رضامندی سے نہ ہو تو وہ مال باطل کے درجے میں ہے اس کا کھانا حرام ہے۔ اور زبردستی کر کے بیع وشراء کروایا تو رضامندی نہیں ہوئی اس لئے عقد تو ہو جائے گا لیکن اس کو برقرار رکھنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ : ٢ بخلاف اگر ایک دو کوڑا مار کر دھمکایا، یا ایک دن قید میں رکھا، یا ایک دن بیڑی باندھ کر دھمکایا تو عادت میں ایسا ہوتا ہے اس لئے اس سے اکراہ نہیں ہوگا

تشریح : کبھی تھوڑا بہت دھمکایا تو اس سے اکراہ ثابت نہیں ہوگا، جیسے ایک دو کوڑا مارا، یا ایک دن جیل میں رکھا، یا ایک دن بیڑی باندھ دی تو اس سے اکراہ کا حکم ثابت نہیں ہوگا

اصول: اکراہ کے احکام کو ثابت کرنے کے لئے شدت کے ساتھ دھمکانا ہونا چاہئے

ترجمہ : ٣ لیکن اگر آدمی منصب والا ہو جس کے حال سے یہ ظاہر ہو کہ اس سے بھی اس کو نقصان ہوگا (تو تھوڑے سے اکراہ سے بھی اکراہ ثابت ہو جائے گا) کیونکہ اس کی رضامندی ثابت نہیں ہوئی

وجہ: اس قول تابعی میں ہے۔ عن شریح قال الحبس کرہ، والضرب کرہ والقید کرہ والوعید کرہ (سنن للبیہقی، باب ما یکون اکراھا، ج سابع، ص ۵۸۸، نمبر ۱۵۱۰۸ رمصنف عبد الرزاق، باب طلاق الکرہ، ج سادس، ص ۴۱۱، نمبر ۱۱۴۲۳) اس قول تابعی میں ہے کہ قید اور تھوڑی بہت مار بھی اکراہ ہے

ترجمہ : ٤ اور ایسے ہی اقرار بھی حجت ہے، کیونکہ اقرار میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے، لیکن سچ زیادہ راجح ہے، اور اکراہ کے وقت اس کا احتمال ہے کہ ضرر کو دفع کرنے کے لئے جھوٹ بول گیا ہو

تشریح : اس عبارت میں یہ بتا رہے ہیں کہ اقرار کرنے سے بھی کوئی چیز لازم ہوتی ہے، لیکن اکراہ کے وقت اس بات کا قوی احتمال ہے کہ ضرر کے خوف سے اقرار کر رہا ہے اس لئے یہ اقرار بھی موقوف رہے گا

۵ ثُمَّ اِذَا بَاعَ مُکْرَهاً وَسَلَّمَ مُکْرَهاً يَثْبُتُ بِهِ الْمِلْکُ عِنْدَنَا ٦ وَعِنْدَ زُفَرَ لا يَثْبُتُ لِاَنَّهُ بَيْعٌ مَوْقُوفٌ عَلَى الْاِجَازَةِ اَلا تَرىٰ اَنَّهُ لَوْاَجَازَ جَازَ وَالْمَوْقُوفُ قَبْلَ الْاِجَازَةِ لا يُفِيدُ الْمِلْکَ ے وَلَنَا اَنَّ رُکْنَ الْبَيْعِ صَدَرَ مِنْ اَهْلِهِ مُضَافاً اِلىٰ مَحَلِّهِ وَالْفَسَادُ لِفَقْدِ شَرْطِهِ وَهُوَ التَّرَاضِى فَصَارَ كَسَائِرِ الشُّرُوطِ الْمُفْسِدَةِ فَيَثْبُتُ الْمِلْکُ عِنْدَالْقَبْضِ حَتّٰى لَوْ قَبَضَهُ وَاَعْتَقَهُ اَوْ تَصَرَّفَ فِيهِ تَصَرُّفاً لايُمْكِنُ نَقْضُهُ

لغت:جنبۃ الصدق:جنبۃ کا ترجمہ ہے جانب۔جنبۃ الصدق:سچائی کی جانب۔

ترجمہ:۵ پھر اگر بائع نے مجبور ہو کر بیچ دیا،اور مجبور ہو کر مشتری کے سپرد کر دیا تو ہمارے نزدیک اس سے مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے گی

تشریح:بائع کو مجبور کر کے چیز بیچوائی،اور مشتری کو سپرد کرنے پر بھی مجبور کیا جس کی وجہ سے بائع نے مبیع سپرد کر دی تو ہمارے نزدیک مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے گی،البتہ بائع کو واپس لینے کا حق ہوگا۔

وجہ:کیونکہ مجبوری ہی میں صحیح ایجاب اور قبول ہوا ہے،چیز بھی بکنے کے قابل ہے،اور سپردگی بھی ہوئی ہے،اس لئے ملکیت ثابت ہو جائے گی،البتہ رضامندی نہیں ہے اس لئے بائع کو واپس لینے کا حق ہوگا

ترجمہ:٦ امام زفرؒ کے نزدیک ملکیت ثابت نہیں ہوگی،اس لئے کہ یہ بیع اجازت پر موقوف ہے،کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر بائع اجازت دے گا تو جائز ہو جائے گی،اور بیع موقوف میں اجازت سے پہلے ملکیت نہیں ہوتی ہے (اس لئے یہاں بھی اجازت سے پہلے ملکیت نہیں ہوگی)

تشریح:امام زفرؒ کے نزدیک یہ بیع موقوف کی طرح ہے،اور بیع موقوف میں اجازت سے پہلے ملکیت نہیں ہوتی اس لئے یہاں بیع مکرہ میں اجازت سے پہلے مشتری کی ملکیت نہیں ہوگی،

ترجمہ:ے ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اہل سے محل میں صادر ہوا ہے،اور رضامندی نہ ہونے کی وجہ سے فساد آیا ہے اس لئے یہ باقی شرط فاسدہ کی طرح ہوگئی ہے،اس لئے قبضہ کے وقت ملکیت ثابت ہو جائے گی،یہی وجہ ہے کہ اگر مشتری نے قبضہ کر لیا اور اس کو آزاد کر دیا،یا ایسا تصرف کیا جس کو توڑنا ممکن نہ ہو تو آزاد کرنا جائز ہے اور دوسری بیع فاسد کی طرح قیمت لازم ہوگی،ثمن نہیں

لغت:صدر من اہلہ مضافا الی محلّہ:اس عبارت میں،اہل،کا مطلب ہے کہ بیچنے والا اہل تھا یعنی عاقل بالغ آدمی تھا۔محل:یہاں مال کو محل کہا ہے،اب عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ بائع نے مال بیچا ہے جو بیچنے کا اہل تھا،یعنی عاقل بالغ آدمی تھا

تشریح:یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے کہ بائع عاقل،بالغ ہے اہل ہے اور اس نے محل،یعنی مال بیچا ہے،اس لئے قبضے کے بعد مشتری کی ملکیت ہوگی،باقی رہا کہ رضامندی نہیں ہے،تو یہ بیع میں شرط فاسد کی طرح ہو گیا،اور شرط فاسد کا طریقہ یہ ہے کہ مشتری مبیع پر قبضہ کر لے تو ملکیت ثابت ہو جاتی ہے،اس لئے یہاں بھی قبضے کے بعد ملکیت ثابت ہو جائے گی،یہی وجہ ہے کہ مشتری،مثلا غلام پر قبضہ کر کے اس کو آزاد کر دے،تو غلام آزاد ہو جائے گا،یا ایسا کام کر لے جو بعد میں ٹوٹ نہیں سکتا تو وہ کام نافذ

جَازَ وَيَلْزَمُهُ الْقِيمَةُ فِي سَائِرِ الْبِيَاعَاتِ الْفَاسِدَةِ ۸؎ وَبِإِجَازَةِ الْمَالِكِ يَرْتَفِعُ الْمُفْسِدُ وَهُوَ الْإِكْرَاهُ وَعَدَمُ الرِّضَاءِ فَيَجُوْزُ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَنْقَطِعُ بِهِ حَقُّ اسْتِرْدَادِ الْبَائِعِ وَإِنْ تَدَاوَلَتْهُ الْأَيْدِي وَلَمْ يَرْضَ الْبَائِعُ بِذٰلِكَ ۹؎ بِخِلَافِ سَائِرِ الْبِيَاعَاتِ الْفَاسِدَةِ لِأَنَّ الْفَسَادَ فِيهَا لِحَقِّ الشَّرْعِ وَقَدْ تَعَلَّقَ بِالْبَيْعِ الثَّانِي حَقُّ الْعَبْدِ وَحَقُّهُ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ أَمَّا هٰهُنَا الرَّدُّ لِحَقِّ الْعَبْدِ وَهُمَا سَوَاءٌ فَلَا يَبْطُلُ حَقُّ الْأَوَّلِ لِحَقِّ الثَّانِي. ۱۰؎ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ جَعَلَ الْبَيْعَ الْجَائِزَ الْمُعْتَادَ بَيْعاً فَاسِداً يَجْعَلُهُ كَبَيْعِ الْمُكْرَهِ حَتّٰى

ہو جائے گا، اور مشتری پر ثمن تو لازم نہیں ہوگا، جو آپس میں طے ہوا ہے، لیکن بازار میں جو قیمت اس غلام کی ہے وہ لازم ہوگی

ترجمہ: ۸؎ اور مالک کی اجازت سے فساد ختم ہو جائے گا، اور وہ مجبور کرنا ہے اور راضی نہ ہونا اس لئے جائز ہو جائے گا، لیکن پھر بھی بائع کے واپس لینے کا حق ختم نہیں ہوگا، چاہے وہ مبیع کتنے ہی ہاتھوں میں منتقل ہو چکی ہو، اور بائع اس سے راضی نہ ہوا ہو

تشریح: اکراہ کے بعد بائع اجازت دے تو فساد ختم ہو جائے گا، اور جو عدم رضا مندی تھی وہ بھی ختم ہو جائے گی، اور بیع جائز ہو جائے گی، لیکن بنیادی طور پر اکراہ کی حالت میں بیع ہوئی تھی اس لئے یہ مبیع کئی ہاتھوں میں بک چکی ہو، یا منتقل ہو چکی ہو تب بھی بائع کے واپس لینے کا حق ختم نہیں ہوگا، کیونکہ یہ بندے کا حق ہے، اور بیچتے وقت وہ راضی نہیں تھا۔

لغت: تداولتہ: یہ تداول سے مشتق ہے، یکے بعد دیگرے دوسرے کے ہاتھوں میں جانا

ترجمہ: ۹؎ بخلاف فاسد بیوع کے (کہ اس میں منتقل ہونے کے بعد بیع جائز ہو جاتی ہے) اس لئے کہ ان میں فساد شریعت کے حق کی وجہ سے ہے، اور اس کے بعد دوسری بیع میں بندے کا حق متعلق ہو گیا ہے، اس کی انسانی ضرورت کی وجہ سے بندے کا حق مقدم ہے، اور یہاں اکراہ کی صورت میں واپس کرنا بندے کے حق کی وجہ سے ہے، اس لئے وہ دونوں برابر ہو گئے، اس لئے دوسرے کے حق کی وجہ سے پہلے کا حق باطل نہیں ہوگا

تشریح: یہاں بیع فاسد اور بیع اکراہ میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ بیع میں شریعت کی وجہ سے فساد آیا ہے اور بیع اکراہ میں بندے کی رضا مندی نہ ہونے کی وجہ سے فساد آیا ہے، اس لئے اگر بیع فاسد کی مبیع مشتری کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں چلی گئی، تو دوسرے کے ہاتھ میں جانے کے بعد اس کی ملکیت ہو جائے گی، کیونکہ بندے کا حق شریعت کے حق سے مقدم ہے، کیونکہ انسان کو ضرورت ہے، اور اللہ کو ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بیع اکراہ میں مشتری کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں چلی گئی تو دوسرا مشتری اس مبیع کا مالک نہیں بنے گا، کیونکہ یہاں پہلا بائع بھی انسان ہے اور دوسرا بائع بھی انسان ہے، اور دونوں کی ضرورت برابر درجے کی ہے، اس لئے دوسرے بائع کے حق کی وجہ سے پہلے بائع کا حق ختم نہیں ہوگا، اور دوسرا بائع مبیع کا مالک نہیں بنے گا۔۔ بیع فاسد، اور بیع اکراہ میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ: ۱۰؎ کسی نے ہمارے علاقے سمرقند میں مشہور بیع جائز کو بیع فاسد کہا، اور اس کو بیع مکرہ کی طرح قرار دیا، بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ مشتری دوسرے سے بیع کرے تو وہ ٹوٹ جائے گی، اس لئے کہ بائع کی رضا مندی نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہے

يَـنْـقَـضَ بَيْـعُ الْـمُشْتَـرِىْ مِنْ غَيْرِهٖ لِاَنَّ الْفَسَادَ لِفَوَاتِ الرِّضَاءِ ١١ وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهٗ رَهْنًا لِقَصْدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ ١٢ وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهٗ بَاطِلاً اِعْتِبَاراً بِالْهَازِلِ ١٣ وَمَشَايِخُ سَمَرْقَنْد جَعَلُوْهُ بَيْعاً جَائِزاً مُفِيْداً لِبَعْضِ الْاِحْكَامِ عَلٰى مَاهُوَ الْمُعْتَادُ لِلْحَاجَةِ اِلَيْهِ.

(١٣٢٠) قَالَ فَاِنْ كَانَ قَبَضَ الثَّمَنَ طَوْعاً فَقَدْ اَجَازَ الْبَيْعَ (لِاَنَّهٗ دَلِيْلُ الْاِجَازَةِ كَمَا فِى الْبَيْعِ

تشریح :حضرت صاحب ہدایہ کا مقام سمرقند ہے،ان کے یہاں عام طور پر یہ بیع رائج تھی،اس کو بیع الوفاء، کہتے ہیں،کہ مثلا بائع کے اوپر مشتری کا پانچ ہزار درہم قرض ہو،اس قرض کے بدلے مثلا کھیت بیچ دے اور یوں کہے کہ،اگر میں اس کھیت کی قیمت پانچ ہزار درہم واپس کر دوں تو مجھے یہ کھیت واپس کر دیں گے،اور مشتری اس پر راضی ہوگیا۔تو اس بارے میں سمرقند کے علماء کے چار اقوال ہیں۔ا۔ پہلا قول۔ یہ بیع فاسد ہے

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ بائع نے قرض کی مجبوری سے یہ چیز بیچی ہے،اندر سے اس کی رضامندی نہیں تھی،اس لئے یہ بیع مکرہ کی طرح ہوگئی،اس لئے یہ فاسد ہے،اور یہاں تک کہا کہ مشتری نے اس مبیع کو کسی سے بیچ دیا تو اس کی بیع بھی توڑی جائے گی۔

ترجمہ: ١١ کچھ حضرات نے فرمایا کہ اس بیع کو رہن قرار دیا جائے،کیونکہ دونوں عقد کرنے والوں کا ارادہ یہی ہے

تشریح :دوسری جماعت نے فرمایا کہ یہ بیع وفا،حقیقت میں رہن کی صورت ہے،کیونکہ بائع نے جو کھیت مشتری کو دی ہے وہ قرض کے بدلے میں رکھنے کے لئے دی ہے،اور یہ بھی کہا کہ پانچ ہزار دوں گا تو یہ کھیت آپ واپس کر دیں گے، یہ صورت حقیقت میں رہن کی ہے،اس لئے یہ بیع وفا، رہن ہے،

ترجمہ: ١٢ اور کچھ حضرات نے فرمایا کہ یہ بیع ہی باطل ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ ایک قسم کا مذاق ہے

تشریح :تیسری جماعت نے فرمایا،بیع میں یہ ہوتا ہے کہ مبیع پورے طور پر مشتری کے ہاتھ میں بیچ دیتا ہے اس کو واپس لینے کی شرط نہیں لگاتے ہیں،یہاں بائع نے واپس لینے کی شرط لگادی ہے جو شرط باطل ہے،اس لئے یہ بیع ہی باطل ہے،اور ایک قسم کا مذاق ہے

لغت:ہازل:مذاق،

ترجمہ : ١٣ اور سمرقند کے مشائخ نے اس کو جائز بیع قرار دی اور بعض احکام میں مفید قرار دیا،جیسا کہ ضرورت کی وجہ سے اس کی عام عادت ہے

تشریح : ۴۔چوتھی جماعت نے فرمایا۔سمرقند کے مشائخ نے فرمایا کہ اس بیع کی ضرورت پڑتی ہے،بعض مرتبہ آدمی کے پاس روپیہ نہیں ہوتا ہے،اور کوئی قرض بھی نہیں دیتا ہے تو قرض کے بدلے میں اپنی زمین بیچ دیتا ہے،اور ایک تمنا بھی رکھتا ہے کہ دو چار مہینے میں روپئے کا جگاڑ ہوجائے تو قیمتی زمین واپس لے لوں،اور اپنا کام چلالوں، چونکہ اس قسم کی ضرورت لوگوں کو پڑتی ہے،اس لئے یہ بیع جائز ہے اور ضرورت مندوں کے مفید ہے

ترجمہ: (١٣٢٠) پس اگر بائع نے ثمن پر بخوشی قبضہ کیا تو گویا کہ بیع کو جائز قرار دے دیا (اس لئے کہ یہ اجازت کی دلیل

الْمَوْقُوْفِ) وَكَذَا اِذَا سَلَّمَ طَائِعاً ۱؎ بِاَنْ كَانَ الْاِكْرَاهُ عَلَى الْبَيْعِ لَا عَلَى الدَّفْعِ لِاَنَّهُ دَلِيْلُ الْاِجَازَةِ ۲؎ بِخِلَافِ مَا اِذَا اُكْرِهَ عَلَى الْهِبَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الدَّفْعَ فَوَهَبَ وَدَفَعَ حَيْثُ يَكُوْنُ بَاطِلاً لِاَنَّ مَقْصُوْدَ الْمُكْرِهِ الْاِسْتِحْقَاقُ لَا مُجَرَّدُ اللَّفْظِ وَذَالِكَ فِيْ الْهِبَةِ بِالدَّفْعِ وَفِي الْبَيْعِ بِالْعَقْدِ عَلَى مَاهُوَ الْاَصْلُ

ہے، جیسا کہ بیع موقوف میں ہوتا ہے) اور ایسے ہی جبکہ خوشی سے مبیع سپرد کر دیا (تو گویا کہ بائع نے بیع کو جائز قرار دے دیا)

ترجمہ: ۱؎ مثلا بیع کرنے پر مجبور کیا تھا لیکن دینے پر بائع کو مجبور نہیں کیا تھا تو یہ اجازت کی دلیل ہے (اس سے اب بیع جائز ہو جائے گی)

اصول: بائع کی جانب سے بیع سے رضا مندی کی کوئی دلیل ہو تو بیع جائز ہو جائے گی

تشریح: بائع نے بیع مجبور کرنے کی وجہ سے کی۔ اب ثمن پر قبضہ کرنے کا مرحلہ آیا تو دیکھا جائے گا کہ خوشی سے ثمن پر قبضہ کرتا ہے یا مجبوری کے درجے میں، اگر مجبور کرنے کی وجہ سے کی تب تو بیع ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ بیع بھی اکراہ سے کیا اور ثمن پر قبضہ بھی اکراہ سے کیا۔ اس صورت میں اگر ثمن اس کے پاس موجود ہو تو واپس کر دے۔ اور اگر ثمن پر قبضہ خوشی سے کیا تو یہ اجازت سمجھی جائے گی اور بیع کرتے وقت اگر چہ مجبوری تھی لیکن ابھی اجازت ہو گئی اس لئے اب بیع درست ہو جائے گی۔ کیونکہ اب رضا مندی ہو گئی۔

اسی طرح بائع نے مبیع کو خوشی سے مشتری کو سپرد کر دیا تو یہ بھی رضا مندی کی دلیل ہے اس سے بھی اب بیع جائز ہو جائے گی

لغت: طوعا: خوشی سے۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف اگر ہبہ کرنے پر مجبور کیا، لیکن سپرد کرتے وقت مجبور کیا یا نہیں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، اب ہبہ کر دیا اور سپرد کر دیا تو ہبہ باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ جابر کا مقصد صرف ہبہ کا لفظ نہیں ہے بلکہ چیز کو قبضے میں لیکر مستحق بننا ہے، اور ہبہ میں سپرد کرنے سے یہ ہوتا ہے، اور بیع میں ایجاب و قبول کے عقد کرنے سے ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ قاعدہ ہے، اس لئے ہبہ میں سپرد کرتے وقت بھی اکراہ میں داخل ہے، بیع میں ایسا نہیں ہے

لغت: اکراہ میں جو زبردستی کرنے والا ہوتا ہے اس کو، جابر، مجبور کرنے والا، مکْرِہ کہتے ہیں۔ اور جس کو مجبور کیا گیا ہے اس کو، مجبور اور مکْرَہ کہتے ہیں۔

تشریح: اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے، یہ باتیں یاد رکھیں۔ بیع اور ہبہ میں فرق یہ ہے کہ، بیع میں ایجاب اور قبول سے مشتری مالک ہو جاتا ہے اور چیز کا مستحق بن جاتا ہے، مبیع کو سپرد کرنا، یہ الگ چیز ہے، اس لئے بیع کرتے وقت مجبور کیا، لیکن مبیع سپرد کرتے وقت بائع کو مجبور نہیں کیا تو سپرد کرتے وقت اجازت سمجھی جائے گی۔ اور بیع جائز ہو جائے گی

اور ہبہ میں ایجاب اور قبول کرنے سے موہوب لہ چیز کا مالک نہیں بنتا، بلکہ چیز کو سپرد کرنے سے مالک بنے گا، کیونکہ ہبہ میں سپرد کرنا ہی اصل ہے، اب ہبہ کا ایجاب اور قبول کرتے وقت مجبور کیا، لیکن سپرد کرتے وقت کا پتہ نہیں ہے کہ مجبور کیا یا نہیں، تو چونکہ اصل ہبہ سپرد کرتے وقت ہوتا ہے اس لئے ہبہ کا لفظ بولنے سے یہی گمان کیا جاتا ہے کہ سپرد کرتے وقت بھی مجبور کیا گیا

فَدَخَلَ الدَّفْعُ فِیْ الْاِکْرَاہِ عَلَی الْھِبَۃِ دُوْنَ الْبَیْعِ.
(۱۳۲۱) قَالَ وَاِنْ قَبَضَہٗ مُکْرِھاً فَلَیْسَ ذٰلِکَ بِاِجَازَۃٍ(وَعَلَیْہِ رَدُّہٗ)اِنْ کَانَ قَائِماً فِی یَدِہٖ لِفَسَادِ الْعَقْدِ.
(۱۳۲۲) قَالَ وَاِنْ ھَلَکَ الْمَبِیْعُ فِی یَدِ الْمُشْتَرِی وَھُوَ غَیْرُ مُکْرَہٍ ضَمَّنَ قِیْمَتَہٗ لِلْبَائِعِ مَعْنَاہُ وَالْبَائِعُ مُکْرَہٌ لِاَنَّہٗ مَضْمُوْنٌ عَلَیْہِ بِحُکْمِ عَقْدٍ فَاسِدٍ

ہےاس لئے یہ ہبہ جائز نہیں ہے، اس لئے ہبہ کرنے والا موہوب لہ سے چیز واپس لے سکتا ہے

ترجمہ: (۱۳۲۱) اوراگر بائع کو مجبور کر کے مشتری نے قبضہ کیا تو یہ بیع جائز نہیں ہے، (اور مشتری پر اس مبیع کا واپس کر دینا واجب ہے) اگر مشتری کے ہاتھ میں موجود ہے

ترجمہ: ۱ عقد بیع فاسد ہے

تشریح: بیع کرتے وقت بائع کو مجبور کیا، اور قبضہ کرتے وقت بھی بائع کو مجبور کیا تو، اس قبضے کے وقت بھی رضا مندی نہیں ہےاس لئے بیع فاسد ہےاس لئے اگر مشتری کے ہاتھ میں مبیع موجود ہے تو اس کو واپس کر دے

ترجمہ: (۱۳۲۲) اگر مبیع مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے اور اس وقت مشتری مجبور بھی نہیں تھا تو اس کی قیمت کا ضامن ہو جائے گا۔ اور مجبور کئے ہوئے کو حق ہے کہ وہ ضامن بنائے مجبور کرنے والے کو اگر چاہے۔

ترجمہ: ۱ اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ بائع تو مجبور تھا، لیکن مشتری کو ہلاک کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا، اس لئے مشتری پر عقد فاسد کی وجہ سے ضمان تھا

تشریح: بائع کو کسی نے مجبور کر کے بیع کرایا۔ البتہ مشتری کو مجبور نہیں کیا تھا بلکہ اس نے خوشی سے خریدا تھا۔ مشتری کو چاہئے کہ بیع توڑ دے اور مبیع بائع کی طرف واپس کر دے۔ لیکن ایسا نہیں کرنے پایا کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے ہلاک ہوگئی۔ اب بائع کو دو اختیار ہیں۔ یا مشتری کو مبیع کی قیمت کا ضامن بنائے کیونکہ اصل ہلاک تو اسی کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ جس نے مجبور کیا تھا اس کو ضامن بنائے۔ کیونکہ اس کے مجبور کرنے کی وجہ سے مبیع مشتری کے ہاتھ میں گئی ہے۔ اس لئے اس کو بھی ضامن بنا سکتا ہے۔

وجہ: ضائع کرنے والا ضامن ہو اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ ومن قتل مأمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اھله (آیت ۹۲، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں جس نے قتل کیا اس پر دیت لازم ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ ضائع کرنے والا ضامن ہوگا۔

اور جو ضائع ہونے کا سبب بنے اس پر بھی ضمان آسکتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال من اعتق شر کا له فی عبد فکان له مال یبلغ ثمن العبد قوم العبد علیه قیمة عدل فاعطی شر کائه حصصهم وعتق علیه العبد (بخاری شریف، اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامۃ بین الشرکاء، ص، نمبر ۲۵۲۲) اس حدیث میں شریک کے آزاد کرنے سے دوسرے شریک کو نقصان ہوا تو حضورؐ نے یوں فرمایا کہ دوسرے شریک کے حصے کی

۲ وَلِلْمُكْرَهِ اَنْ يَضْمَنَ الْمُكْرِهَ اِنْ شَاءَ لِاَنَّهُ اٰلَةٌ لَهُ فِيْمَا يَرْجِعُ اِلَى الْاِتْلَافِ فَكَاَنَّهُ دَفَعَ مَالَ الْبَائِعِ اِلَى الْمُشْتَرِىْ فَيُضَمِّنُهُ اَيُّهُمَا شَاءَ ۳ كَالْغَاصِبِ وَغَاصِبِ الْغَصْبِ ۴ فَلَوْ ضَمَّنَ الْمُكْرِهَ رَجَعَ

قیمت آزاد کرنے والا ادا کرے اور یہ حصہ بھی اسی کی جانب سے آزاد ہو جائے۔جس سے معلوم ہوا کہ جس کے سبب سے نقصان ہوا ہو اس پر ضمان لازم کیا جا سکتا ہے۔ یہاں مجبور کرنے والے کے سبب سے ضائع ہوا ہے اس لئے مجبور کرنے والے سے بھی بائع ضمان لے سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲ اور مجبور بائع کو یہ حق ہے کہ اگر چاہے تو مجبور کرنے والے کو ضامن بنائے، اس لئے کہ مجبور کرنے والا ہی ضائع ہونے میں مشتری کا آلہ بنا تھا، تو گویا کہ مجبور کرنے والا بائع کے مال کو مشتری کو دی تھی اس لئے بائع مجبور کرنے والے کو بھی ضامن بنا سکتا ہے، اور مشتری کو بھی ضامن بنا سکتا ہے

لغت: اکراہ میں جو زبردستی کرنے والا ہوتا ہے اس کو، جابر، مجبور کرنے والا، مکْرِہ کہتے ہیں۔اور جس کو مجبور کیا گیا ہے اس کو، مجبور اور مکْرَہ کہتے ہیں۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چیز ضائع کرنے والے کو بھی ضامن بنا سکتا ہے، اور جو آدمی ضائع کرنے کا سبب بنا ہے اس کو بھی ضامن بنا سکتا ہے

تشریح: کسی تیسرے آدمی نے بائع کو اپنی چیز بیچنے پر بھی مجبور کیا اور سپرد کرنے پر بھی مجبور کیا، پھر یہ چیز مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو گئی، اب بائع کے لئے دو اختیار ہیں، ایک یہ کہ مشتری سے چیز کا ضمان لے لے، اور دوسرا یہ کہ جس تیسرے آدمی نے بائع کو مجبور کیا تھا اس سے ضمان لے لے، کیونکہ تیسرا آدمی بھی مال کے ہلاک ہونے کا سبب ہے، اور گویا کہ تیسرے آدمی نے بائع سے مال لیکر مشتری کو ہلاک کرنے کے لئے دیا ہے۔اس لئے اس سے بھی ضمان لے سکتا ہے

ترجمہ: ۳ جیسے غاصب سے ہلاک ہوئی ہو یا غاصب الغاصب سے ہلاک ہوئی ہو (تو دونوں میں سے کسی ایک کو ضامن بنا سکتا ہے)

تشریح: زید کا مال عمر نے غصب کیا، پھر عمر سے خالد نے غصب کر لیا، اور اس کو ہلاک کر دیا تو زید کو اختیار ہے کہ عمر سے مال کی قیمت وصول کرے، کیونکہ اس نے ہی زید سے غصب کیا ہے، اور یہ بھی اختیار ہے کہ خالد سے قیمت وصول کرے کیونکہ ہلاک تو اس نے ہی کیا ہے، ٹھیک اسی طرح اکراہ میں بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے وصول کرے، اور یہ بھی اختیار ہے کہ جس نے دینے پر مجبور کیا تھا اس سے قیمت وصول کرے

ترجمہ: ۴ پس اگر مجبور کرنے والے کو ضمان وصول کیا تو وہ مشتری سے قیمت وصول کرے گا، کیونکہ مجبور کرنے والا اب بائع کے قائم مقام ہو گیا ہے

تشریح: بائع نے مجبور کرنے والے سے چیز کی قیمت وصول کر لی، تو چونکہ اس نے ہلاک نہیں کی ہے، مشتری نے کی ہے اس لئے دیا ہوا ضمان مشتری سے وصول کرے گا، کیونکہ اب مجبور کرنے والا بائع کے درجے میں ہو گیا ہے

عَلَى الْمُشْتَرِيْ بِالْقِيْمَةِ لِقِيَامِهٖ مَقَامَ الْبَيْعِ ۵ وَاِنْ ضَمَّنَ الْمُشْتَرِي نَفَذَ كُلُّ شِرَاءٍ كَانَ بَعْدَ شِرَائِهٖ لَوْ تَنَاسَخَتْهُ الْعُقُوْدُ لِاَنَّهٗ مَلَّكَهٗ بِالضِّمَانِ فَظَهَرَ اَنَّهٗ بَاعَ مِلْكَهٗ وَلَايَنْفُذُ مَاكَانَ قَبْلَهٗ لِاَنَّ الْاِسْتِنَادَ اِلٰى وَقْتِ قَبْضِهٖ ٦ بِخِلَافِ مَااِذَا اَجَازَ الْمَالِكُ الْمُكْرَهُ عَقْداً مِنْهَا حَيْثُ يَجُوْزُ مَاقَبْلَهٗ وَمَابَعْدَهٗ لِاَنَّهٗ اَسْقَطَ حَقَّهٗ وَهُوَالْمَانِعُ فَعَادَ الْكُلُّ اِلَى الْجَوَازِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۱۳۲۳) ﴿فَصْلٌ﴾ وَاِنْ اُكْرِهَ عَلٰى اَنْ يَاْكُلَ الْمَيْتَةَ اَوْيَشْرَبُ الْخَمْرَ فَاُكْرِهَ عَلٰى ذٰلِكَ بِحَبْسٍ اَوْ بِضَرْبٍ اَوْقَيْدٍ لَمْ يَحِلَّ لَهٗ اِلَّا اَنْ يُكْرَهَ بِمَا يَخَافُ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ اَوْ عَلٰى عُضْوٍ مِنْ اَعْضَائِهٖ فَاِذَا

ترجمه: ۵ اور اگر مشتری سے ضمان وصول کیا خریدنے کے بعد جتنی مرتبہ بیچی ہے سب بیع نافذ ہو جائے گی، چاہے اس کے بعد کتنے ہی عقد ہوئے ہوں، اس لئے کہ ضمان دینے کی وجہ سے مشتری چیز کا مالک بن گیا ہے، تو یہ ظاہر ہوا کہ اپنی ملکیت کی چیز بیچی ہے، اور مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے جو بیع کی ہے وہ نافذ نہیں ہوگی، اس لئے ملکیت قبضے کی طرف ہی منسوب ہوگی

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے۔ یہاں اوقات ہیں۔ا۔ایک ہے مجبور کر کے بیع کروائی۔۲۔دوسرا ہے مثلا دو دن کے بعد مبیع پر مجبور کر کے قبضہ کیا۔۳۔اور تیسرا ہے چار دن کے بعد مبیع کا ضمان دیا۔اب مصنف فرما رہے ہیں کہ جب بیع کی تھی مشتری اس وقت سے مالک نہیں بنے گا اور اس وقت کسی سے اس چیز کو بیچا ہے تو وہ نافذ نہیں ہوگی ۔لیکن دو روز کے بعد مبیع پر قبضہ کیا تھا، ضمان دینے کی وجہ سے قبضے کے وقت سے مشتری چیز کا مالک بنے گا، اور قبضے کے بعد جتنی بیع ہوئی وہ سب نافذ ہو گی، کیونکہ ضمان دینے کی وجہ سے وہ چیز قبضے کے وقت سے مشتری کی ہو چکی ہے۔

اصول: اکراہ میں ضمان دینے سے مشتری قبضے کے وقت سے مالک ہوتا ہے، بیع کے وقت سے نہیں

ترجمه: ٦ بخلاف اگر مالک نے مجبور کرنے والے کو کسی ایک عقد کو کرنے کی بھی اجازت دی تو قبضہ کرنے سے پہلے کی بیع بھی جائز ہو جائے گی اور قبضہ کرنے کے بعد بھی جائز ہو جائے گی، اس لئے کہ مالک نے اپنا حق ساقط کر دیا ہے، حالانکہ وہی مانع تھا اس لئے اب سب عقود جائز ہو جائیں گے

تشریح: اوپر یہ تھا کہ بائع نے ضمان لیکر مشتری کو مبیع کا مالک بنایا تھا، اس لئے قبضہ کے بعد کی بیع جائز ہوئی تھی، اب یہ ہے کہ بائع نے شروع ہی سے اپنا حق ساقط کر دیا، اور شروع ہی سے بیع کی اجازت دے دی اس لئے مشتری نے شروع سے جتنی بیع کی ہے سب نافذ ہو جائے گی، کیونکہ شروع سے مالک کی اجازت مل گئی یہ فرق ہے پہلے میں اور اس اجازت میں

فصل

ترجمه: (۱۳۲۳) اگر مردار کھانے، شراب پینے پر مجبور کیا گیا اور قید کرنے یا مارنے، یا بیڑی ڈالنے سے دھمکی دی گئی تو اس قسم کی دھمکی سے یہ چیزیں حلال نہیں ہوں گی، ہاں مجبور کرنے سے جان جانے کا خوف ہو، یا عضو کے ضائع ہونے کا خوف ہو (تو یہ چیزیں مباح ہو جائیں گی) پس اگر اس کا خوف ہو تو اس کے لئے یہ گنجائش ہے کہ جس چیز پر مجبور کیا جا رہا ہے وہ کر

خَافَ عَلٰی ذَالِکَ وُسْعَهُ اَنْ یُقَدِّمَ عَلٰی مَا اُکْرِهَ عَلَیْهِ وَکَذَا عَلٰی هٰذَا الدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِیْرِ ۱؎ لِاَنَّ تَنَاوُلَ هٰذِهِ الْمُحَرَّمَاتِ اِنَّمَا یُبَاحُ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ ۲؎ کَمَا فِی حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ لِقِیَامِ الْمُحَرَّمِ فِیْمَا وَرَائُهَا وَلَا ضَرُوْرَةَ اِلَّا اِذَا خَافَ عَلَی النَّفْسِ اَوْ عَلَی الْعُضْوِ حَتّٰی لَوْ خِیْفَ عَلٰی ذَالِکَ بِالضَّرْبِ

گزرے، اسی پر خون پینا، یا سور کا گوشت کھانا (کہ وہ بھی مباح ہو جائے گا)

ترجمہ: ۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرام چیزیں ضرورت کے وقت مباح ہوتی ہیں

تشریح: حرام چیزوں کے کھانے پر مجبور کیا گیا۔ مثلا یہ کہ مردار کھانے پر یا شراب پینے پر مجبور کیا گیا تو اگر قید کرنے یا تھوڑا بہت مارنے کی دھمکی دی گئی تو اس سے ان چیزوں کے کھانے کی گنجائش نہیں ہوگی۔ ہاں! قتل کرنے کی دھمکی ہو یا کسی عضو کو کاٹ لینے کی دھمکی ہو اور ظن غالب ہو کہ ایسا کر ہی ڈالے گا تب اس کے لئے گنجائش ہے کہ مردار کھالے یا شراب پی لے۔ اب اس کے لئے اپنی جان دینا یا عضو کٹوانا جائز نہیں ہے۔

وجہ: (۱) ان چیزوں کی حرمت شدیدہ ہے اس لئے شدید دھمکی ہو تب ہی حلال ہوگی ورنہ نہیں۔ آیت میں اس طرف اشارہ ہے۔ **انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه ان الله غفور رحیم** (آیت ۱۷۳، سورة البقرة ۲) اس آیت میں ہے کہ ضرورت سے زیادہ نہ کھائے۔ اور مجبوری کی تفسیر یہ ہے کہ کھانے کی کوئی چیز نہ ہو اور بھوک سے جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو تب کھانے کی گنجائش ہے (۲) دوسری آیت میں اس کی وضاحت ہے۔ **حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر ... فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان الله غفور رحیم** (آیت ۳، سورة المائدة ۵) اس آیت میں ہے کہ مخمصة میں ہو یعنی پیٹ اتنا خالی ہو کہ جان جانے کا خطرہ ہو تب جائز ہے۔ اس حال میں بھی یہ احتیاط ضروری ہے کہ ضرورت سے زیادہ کھا کر گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔ اس لئے جان جانے کا یا عضو جانے کا خطرہ ہو تب کھانے کی گنجائش ہے۔

لغت: یقدم: اقدام کرے، اس کام کو کرلے، توعد: وعد سے مشتق ہے، دھمکی دے۔

ترجمہ: ۲؎ اس لئے کہ ضرورت شدیدہ کے وقت ہی ان حرام چیزوں کو کھانا مباح ہوتا ہے، جیسے مخمصہ کی حالت میں ہوتا ہے، کیونکہ مخمصہ کے علاوہ میں حرمت قائم ہے، اور اس کو کھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے، لیکن جان جانے کا خطرہ ہو، یا عضو جانے کا خطرہ ہو تو جائز ہوگا، لیکن اگر سخت مار کا خوف ہو، اور غالب گمان ہو کہ یہ کر گزرے گا تو اس کے لئے یہ حرام چیز کا کھانا مباح ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۳؎ اور اس کے لئے گنجائش نہیں ہے کہ جس کی دھمکی دی جا رہی ہے اس پر صبر کرے، لیکن اگر صبر کیا یہاں تک کہ مجبور کرنے والے نہ کام کر ہی دیا اور مجبور نے نہیں کھایا تو تو وہ گناہ گار ہوگا، اس لئے کہ جب شریعت نے وہ چیز مباح کر دی تھی تو نہ کھانے سے اپنی ذات کو ہلاک کرنے میں مجبور کرنے والے کی گویا کہ مدد کی ہے اس لئے گناہ گار ہوگا، جیسا کہ مخمصہ کی حالت

الشَّدِيْدِ وَغَلَبَ عَلىٰ ظَنِّهٖ ذَالِکَ يُبَاحُ لَهٗ ذَالِکَ وَلَا يَسَعُهٗ اَنْ يَّصِيْرَعَلىٰ مَاتُوْعَدُ بِهٖ فَاِنْ صَبَرَ حَتّٰى اَوْقَعُوْا بِهٖ وَلَمْ يَأْكُلْ فَهُوَ آثِمٌ لِاَنَّهٗ لِمَا اُبِيْحَ كَانَ بِالْاِمْتِنَاعِ مُعَاوِنًا لِغَيْرِهٖ عَلىٰ اِهْلَاکِ نَفْسِهٖ فَيَأْثَمُ كَمَا فِيْ حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ ۳؎ وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهٗ لَايَأْثَمُ لِاَنَّهٗ رُخْصَةٌ اِذِالْحُرْمَةُ قَائِمَةٌ فَكَانَ آخِذًا بِالْعَزِيْمَةِ ۴؎ قُلْنَا حَالَةُ الْاِضْطِرَارِ مُسْتَثْنَاةٌ بِالنَّصِّ وَهُوَ تَكَلُّمٌ بِالْحَاصِلِ بَعْدَ الثُّنْيَا فَلَا مُحَرَّمٌ فَكَانَ

میں ہوتی ہے

تشریح: قتل کرنے کی یا عضو کاٹنے کی دھمکی دی پھر بھی اس نے نہ مردار کھایا نہ شراب پی۔ آخر مجبور کرنے والے نے قتل کر دیا یا عضو کاٹ دیا تو نہ کھانے والا گنہگار ہوگا۔

وجہ: (۱) جب شریعت نے مجبور کے لئے کھانا حلال کر دیا تھا، پھر بھی نہیں کھایا تو گویا کہ اس نے اپنی ذات کو ہلاک کرنے میں یا عضو کو کاٹنے میں مجبور کرنے والے کی مدد کی ہے اس لئے یہ گناہ گار ہوگا۔ (۲) اوپر کی آیت میں ہے کہ فلا اثم علیہ، کہ ایسی صورت میں مردار کھا لیا یا شراب پی لی تو اس پر گناہ نہیں ہے تو گویا کہ وہ چیز اس کے لئے حلال ہو گئی۔ اب حلال چیز نہ کھائے اور جان دیدے یا عضو کٹوا دے تو اس کے لئے اچھا نہیں ہے۔ بلا وجہ جان دینے یا عضو کٹوانے سے گنہگار ہوگا۔ اس لئے صبر کرنے کی گنجائش نہیں کھا لینا ضروری ہے۔ (۳) گناہ ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (آیت ۱۹۵، سورۃ البقرۃ) اس آیت میں ہے کہ جان کرا پنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ جس سے معلوم ہوا کہ حلال چیز کو نہ کھا کر اپنی جان دینا یا عضو کٹوانا گناہ کا کام ہے۔ اور قتل کی دھمکی کی وجہ سے یہ حرام چیزیں اس کے لئے حلال ہو گئی تھیں۔

لغت: اوقعوا: وقع سے مشتق ہے، اس میں واقع کر دیا، اس کام کو کر دیا جس کی دھمکی دیا کرتا تھا، آثم: گنہگار۔

ترجمہ: ۳؎ حضرت امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ حرام چیز نہ کھانے سے گناہ گار نہیں ہوگا اس لئے کہ مجبوری کی بنا پر رخصت ہوئی ہے، حرمت ابھی بھی قائم ہے، تو گویا کہ عزیمت کا اختیار کیا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ آیت کی وجہ سے اضطرار کی حالت بالکل مستثنیٰ ہے، اور استثنیٰ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ استثنیٰ کے بعد جو بات باقی رہی اس کا حکم ہے اس لئے مجبوری میں ان حرام چیزوں میں حرمت باقی نہیں رہی تو چیز مباح ہو گئی، صرف رخصت نہیں رہی

تشریح: ہمارا جواب یہ ہے کہ آیت میں پہلے ان حرام چیزوں کو کھانے سے منع کیا ہے، پھر استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا کہ لیکن اگر ان چیزوں کو کھانے کی مجبوری ہو جائے تو یہ مباح ہے، اس لئے اب صرف رخصت نہیں رہی بلکہ مباح ہو گئی اس لئے اس کو چھوڑنے سے گناہ گار ہوگا

وجہ: اس آیت کو غور سے دیکھیں۔ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر ... فمن اضطر فی مخمصۃ

اِبَاحَۃٌ لَا رُخْصَۃٌ ۵؎ اِلَّا اَنَّہٗ اِنَّمَا یَأْثَمُ اِذَا عَلِمَ بِالْاِبَاحَۃِ فِی ھٰذِہِ الْحَالَۃِ لِاَنَّ فِی اِنْکِشَافِ الْحُرْمَۃِ خَفَاءٌ فَیَعْذِرُ بِالْجَھْلِ فِیْہِ کَالْجَھْلِ بِالْخِطَابِ فِی اَوَّلِ الْاِسْلَامِ اَوْ فِی دَارِ الْحَرْبِ.

(۱۳۲۴) قَالَ وَاِنْ اُکْرِہَ عَلَی الْکُفْرِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ اَوْ بِسَبِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بِقَیْدٍ اَوْ بِحَبْسٍ اَوْ بِضَرْبٍ لَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ اِکْرَاھاً حَتّٰی یُکْرِہَ بِاَمْرٍ یُخَافُ مِنْہُ عَلٰی نَفْسِہٖ اَوْ عَلٰی عُضْوٍ مِنْ اَعْضَائِہٖ (لِاَنَّ الْاِکْرَاہَ بِھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ لَیْسَ بِاِکْرَاہٍ فِیْ شُرْبِ الْخَمْرِ لِمَا مَرَّ فَفِی الْکُفْرِ وَحُرْمَتُہٗ اَشَدُّ اَوْلٰی وَاَحْرٰی) قَالَ وَاِذَا خَافَ عَلٰی ذٰلِکَ وُسْعَۃً اَنْ یَظْھَرَ مَااَمَرُوْہُ بِہٖ وَیُؤَدِّی فَاِنْ اَظْھَرَ ذَالِکَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ ۱؎ لِحَدِیْثِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ حِیْنَ ابْتَلٰی بِہٖ وَقَدْ

غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور رحیم (آیت۳، سورۃ المائدۃ ۵) اس میں فمن اضطر، کہہ کر استثنا کیا ہے

لغت: رخصۃ: رخصت اس کو کہتے ہیں کہ چیز ابھی بھی حرام ہے، لیکن کھانے کی رخصت ہے، اور مباح اس کو کہتے ہیں کہ وہ چیز اس حال میں کھانے کے لئے حلال ہوگئی۔ تکل بالحاصل بعد الثنیا: یہ ایک منطقی محاورہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے منع کیا، اس کے بعد استثنا کر کے اس کی اجازت دی، تو اب اس کی اجازت ہوگئی، اس کو، تکلم بالحاصل، کہتے ہیں

ترجمہ: ۵؎ لیکن گناہ گار اس وقت ہوگا جبکہ اس کو معلوم ہو کہ اس مجبوری میں یہ حرام چیز میرے لئے حلال ہو چکی ہے، اس لئے حرمت کی حالت پوشیدہ ہے، اس لئے معلوم نہ ہونے سے معذور قرار دیا جائے گا، جیسے شروع شروع میں مسلمان ہوا ہو، یا دار الحرب میں ہو تو مسئلہ نہ جاننے سے معذور قرار دیا جائے گا

تشریح: پہلے سے یہ آرہا ہے کہ یہ حرام ہے، اور سب کو یہی معلوم ہے، اس لئے اس مجبوری میں یہ چیز حلال ہو چکی ہے، یہ مسئلہ سب کو معلوم نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس کو مسئلہ معلوم ہو پھر بھی نہ کھائے تب گناہ گار ہوگا، لیکن اگر یہ مسئلہ معلوم ہی نہیں ہے اس لئے نہیں کھایا تو گناہ گار نہیں ہوگا۔ جیسے ابھی ابھی مسلمان ہوا ہے، اور مسئلہ معلوم نہیں ہے، یا دار الحرب میں ہے اور مسئلہ معلوم نہیں ہے اور وہ کام کر لیا تو گناہ گار نہیں ہوگا، ایسا ہی یہاں بھی ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۲۴) اگر مجبور کیا گیا اللہ کے ساتھ کفر کرنے یا حضورؐ کو گالی دینے پر قید یا حبس یا مارنے سے تو یہ اکراہ نہیں ہے یہاں تک کہ مجبور کرے ایسی دھمکی سے کہ جس کو جان جانے کا خوف ہو یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خوف ہو (اس لئے تھوڑی بہت دھمکی سے تو شراب پینے میں بھی اکراہ نہیں ہے، جیسا کہ اوپر گزرا تو کفر جس کی حرمت بہت زیادہ ہے کیسے اس میں اکراہ ہو گا)۔ پس جب یہ اندیشہ ہو تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ وہ بات ظاہر کرے جس کا اس نے حکم دیا ہے اور توریہ کرے۔

ترجمہ: ۱؎ حضرت عمار بن یاسر کی حدیث کی وجہ سے کہ جس وقت مجبوری میں مبتلاء ہوئے، تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اپنے دل کو کیسے پایا؟ تو عمار بن یاسر نے فرمایا کہ دل ایمان پر مطمئن ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر دوبارہ وہ ایسا مجبور کرے تو دوبارہ تم ایسا کر لینا، اور اسی مجبوری کے بارے میں اللہ تعالی کا قول (الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان، آیت) نازل ہوئی ہے

تشریح: اس مسئلے کا مطالبہ پہلے مسئلے سے سنگین ہے۔ پہلے مسئلے میں حرام چیز کھانے کا مطالبہ تھا۔ اس میں تو ایمان سے ہی

قَالَ لَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْفَ وَجَدْتَ قَلْبَكَ قَالَ مُطْمَئِناً بِالْإِيْمَانِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنْ عَادُوْا فَعُدْ وَفِيْهِ نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ......الْآيَةَ﴾ ۲ وَلِأَنَّ بِهٰذَا الْإِظْهَارِ لَا يَفُوْتُ الْإِيْمَانُ حَقِيْقَةً لِقِيَامِ التَّصْدِيْقِ وَفِي الْإِمْتِنَاعِ فَوْتُ النَّفْسِ حَقِيْقَةً فَيَسَعُهُ الْمِيْلُ إِلَيْهِ (۱۳۲۵) قَالَ فَإِنْ صَبَرَ حَتّٰى قُتِلَ وَلَمْ يُظْهِرِ الْكُفْرَ كَانَ مَأْجُوْراً ۱ لِأَنَّ خَبِيْباً صَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ

ہاتھ دھونے کا مطالبہ ہے۔مجبور کرنے والا اللہ کے ساتھ کفر کرنے یا حضورؐ کو برا بھلا کہنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔اس لئے مارنے یا قید کرنے سے اکراہ شمار نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ قتل کی دھمکی ہو یا کسی عضو کے کاٹنے کی دھمکی ہو تو اکراہ ہوگا۔اور ایسی صورت میں اس کو گنجائش ہے کہ کلمۂ کفر زبان سے کہدے لیکن دل ایمان سے لبریز رہے تو کوئی حرج نہیں ہے یا حضورؐ کو برا بھلا کہہ دے لیکن دل حضورؐ کی عظمت سے لبریز رہے۔تو کوئی حرج نہیں ہے۔لیکن اگر دل سے کفر کر لیا یا حضورؐ کو برا بھلا کہہ دیا تو ایمان جاتا رہے گا۔

وجه:(۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے ۔من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم (آیت ۱۰۶،سورۃ النحل ۱۶)اس آیت میں ہے کہ جو مجبور کیا گیا اور وہ کلمۂ کفر بول دے بشرطیکہ دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔البتہ دل سے کفر کا یقین کر لے تو وہ کافر ہے اور اس کے لئے عذاب عظیم ہے(۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابی عبیدۃ بن محمد بن عمار بن یاسر عن ابیہ قال اخذ المشرکون عمار بن یاسر فلم یترکوہ حتی سب النبی ﷺ وذکر آلھتھم بخیر ثم ترکوہ فلما اتی رسول اللہ ﷺ قال ماورائک ؟قال یا رسول اللہ ماترکت حتی نلت منک وذکرت آلھتھم بخیر قال: کیف تجد قلبک ؟ قال مطمئن بالایمان قال عادوا فعد (مستدرک للحاکم،تفسیر سورۃ النحل ۱۶، ج ثانی،ص ۳۹۸،نمبر ۳۳۶۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت مجبور کر دیا جائے،دل ایمان سے لبریز ہو تو توریہ کے طور پر کفر بول سکتا ہے یا حضورؐ کو برا بھلا کہہ سکتا ہے۔

لغت:سب: گالی برا بھلا کہنا،وسعہ:اس کو گنجائش ہے،اس کے لئے جائز ہے،یوری: توریہ سے مشتق ہے،ایسا جملہ کہنا جس سے مخاطب اپنے مطلب کی بات سمجھے حالانکہ قائل نے اس کا مطلب کچھ اور لیا ہے۔

ترجمه : ۲ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ زبان سے اس طرح کے اظہار سے حقیقت میں ایمان فوت نہیں ہوگا،کیونکہ دل میں تصدیق موجود ہے،اور کلمہ کفر کے نہ بکنے میں حقیقت میں جان جائے گی،اس لئے اس کو گنجائش ہے اس طرف مائل ہو جائے

تشریح: واضح ہے

ترجمه: (۱۳۲۵)اور اگر اس نے صبر کیا یہاں تک کہ قتل کیا گیا اور کفر ظاہر نہیں کیا تو اس کو اجر ملے گا۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ حضرت خبیبؓ نے صبر کیا یہاں تک کہ سولی پر چڑھا دیا گیا تو حضورؐ نے ان کو سید الشہداء کہا،اور اس طرح کے شہیدوں کے لئے کہا رفیقی فی الجنۃ۔

اصول: مجبوری کے وقت حرام کھانا مباح ہو جاتا ہے،اس لئے نہیں کھائے گا تو گناہ گار رہوگا۔اور مجبوری کے وقت بھی کفر

حَتّٰی صُلِبَ وَسَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ وَقَالَ فِيْ مِثْلِهِ هُوَ رَفِيْقِيْ فِي الْجَنَّةِ ۲ وَلِاَنَّ الْحُرْمَةَ بَاقِيَةٌ وَالْاِمْتِنَاعُ لِإِعْزَازِ الدِّيْنِ عَزِيْمَةٌ بِخِلَافِ مَاتَقَدَّمَ لِلْاِسْتِثْنَاءِ.

حلال نہیں ہے، بلکہ توریہ کی گنجائش ہے، اس لئے جان دے دی تو ثواب ملے گا

تشریح: مجبور آدمی نے کلمہ کفر نہیں کہا اور شہید ہو گئے تو اس کو اجر ملے گا،

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر کی حرمت ابھی بھی قائم ہے، اگر چہ جان بچانے کے لئے اس کے لئے بولنے کی گنجائش ہو گئی ہے۔ (صاحب ہدایہ کا واقعہ یہ ہے۔ دَعْوَةَ خُبَيْبٍ . قَالُوا: فَلَمّا صَلّى الرّكْعَتَيْنِ حَمَلُوهُ إلَى الْخَشَبَةِ، ثُمّ وَجّهُوهُ إلَى الْمَدِينَةِ وَأَوْثَقُوهُ رِبَاطًا، ثُمّ قَالُوا: ارْجِعْ عَنْ الْإِسْلَامِ، نُخْلِ سَبِيلَك! قَالَ: لَا وَاَللّهِ مَا أُحِبّ أَنّي رَجَعْت عَنْ الْإِسْلَامِ وَأَنّ لِي مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا! قَالُوا: فَتُحِبّ أَنّ مُحَمّدًا فِي مَكَانِك وَأَنْتَ جَالِسٌ فِي بَيْتِك؟ قَالَ: وَاَللّهِ مَا أُحِبّ أَنْ يُشَاكَ مُحَمّدٌ بِشَوْكَةٍ وَأَنَا جَالِسٌ فِي بَيْتِي .فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: ارْجِعْ يَا خُبَيْبُ! قال: لا أرجع أبدا! قالوا: أما واللّات وَالْعُزّى، لَئِنْ لَمْ تَفْعَلْ لَنَقْتُلَنّك! فَقَالَ: إنّ قَتْلِي فِي اللّهِ لَقَلِيلٌ! فَلَمّا أَبَى عَلَيْهِمْ، وَقَدْ جَعَلُوا وَجْهَهُ مِنْ حَيْثُ جَاءَ، قَالَ: أَمّا صَرْفُكُمْ وَجْهِي عَنْ الْقِبْلَةِ، فَإِنّ اللهَ يَقُولُ: فَأَيْنَما تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ...] (1) [.ثُمّ قَالَ: اللّهُمّ إنّي لَا أَرَى إلّا وَجْهَ عَدُوّ، اللّهُمّ إنّهُ لَيْسَ هَاهُنَا أَحَدٌ يُبَلّغُ رَسُولَك السّلَامَ عَنّي، فَبَلّغْهُ أَنْتَ عَنّي السّلَامَ! (مغازی واقدی، باب غزوة الرجیع، فی صفر علی راس ستة وثلاثین شهرا، ج ۱، ص ۳۶۰) حضرت خبیبؓ کا واقعہ یہ ہے جس میں انہوں نے صبر کیا اور کلمہ کفر نہیں بولا اور شہید ہو گئے تھے (۳) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن خباب بن الارت قال شكونا الى رسول الله ﷺ وهو متوسد بردة له فى ظل الكعبة فقلنا الا تستنصر لنا ؟ الا تدعولنا؟ فقال قد كان من قبلكم يوخذ الرجل فيحفر له فى الارض فيجعل فيها فيجاء بالمنشار فيوضع على رأسه فيجعل نصفين ويمشط بامشاط الحديد من دون لحمه وعظمه فما يصده ذلك عن دينه (بخاری شریف، باب من اختار الضرب والقتل والهوان علی الكفر، ص ۱۰۲۶، نمبر ۶۹۴۳) اس حدیث میں ہے کہ سر پر آرا چلایا پھر بھی ایمان سے نہیں ہٹے۔ اور اس کی تعریف حضورؐ نے کی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کفر نہ بکے اور جان دیدے تو ثواب ہی ملے گا۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ حرمت باقی ہے، اور کفر بکنے سے رکنا ہے دین کو عزت دینے کے لئے رکنا یہ عزیمت ہے، بخلاف استثناء کے جو پہلے گزر چکا ہے، (وہ حرام کھانے کے بارے میں تھا، کفر کے بارے میں نہیں تھا)

تشریح: حرام کھانا یہ چھوٹی چیز ہے، مجبوری کے وقت اس کا کھانا مباح ہو جاتا ہے، لیکن کفر بکنے کی حرمت ہر وقت باقی رہتی ہے، اس لئے مجبوری کے وقت بھی اصل حرمت پر رہے گا، البتہ توریہ کی گنجائش ہو گی، لیکن اس کے باوجود ایمان پر جمار ہا اور جان دے دی تو ثواب ملے گا، کیونکہ دین کی عزمت کے لئے اس نے کفر نہیں بولا ہے

(١٣٢٦) قَالَ وَاِنْ اُكْرِهَ عَلىٰ اِتْلافِ مَالِ مُسْلِمٍ بِاَمْرٍ يَخَافُ مِنْهُ عَلىٰ نَفْسِهِ اَوْ عَلىٰ عُضْوٍ مِّنْ اَعْضَائِهِ وَسِعَهُ اَنْ يَفْعَلَ ذَالِكَ ١؎ لِاَنَّ مَالَ الْغَيْرِ يُسْتَبَاحُ لِضَرُوْرَةٍ كَمَا فِيْ حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ وَقَدْ تَحَقَّقَتْ

(١٣٢٧) وَلِصَاحِبِ الْمَالِ اَنْ يُّضَمِّنَ الْمُكْرِهَ ١؎ لِاَنَّ الْمُكْرَهَ آلَةٌ لِلْمُكْرِهِ فِيْمَا يَصْلُحُ آلَةً لَهُ وَالْاِتْلافُ مِنْ هٰذا الْقَبِيْلِ

(١٣٢٨) وَاِنْ اُكْرِهَ بِقَتْلٍ عَلىٰ قَتْلِ غَيْرِهِ لَمْ يَسَعْهُ اَنْ يُّقْدِمَ عَلَيْهِ وَيَصْبِرَ حَتّٰى يُقْتَلَ فَاِنْ قَتَلَهُ كَانَ

ترجمہ :(١٣٢٦)اگر مجبور کیا گیا مسلمان کے مال کو ضائع کرنے پر ایسی دھمکی سے جس سے جان جانے کا اندیشہ ہو، یا کسی عضو کے جانے کا اندیشہ ہو،اس کے لئے گنجائش ہے کہ یہ کر لے۔

ترجمہ : ١؎ اس لئے کہ ضرورت کے وقت غیر کا مال مباح ہو جاتا ہے، جیسے مخمصہ کے وقت ہوتا ہے،اور پہلے یہ بات ثابت ہو چکی ہے

تشریح: پہلے حرام کھانے کا مسئلہ تھا،دوسرے نمبر پر کفر بکنے کا مسئلہ تھا،اب تیسرے نمبر پر مجبور کرنے پر دوسرے کے مال کو کھا لینے کا مسئلہ ہے۔اس میں ہے کہ کسی نے مسلمان کے مال کو ضائع کرنے پر مجبور کیا اور مجبور بھی قتل کرنے کی دھمکی دی یا عضو کاٹنے کی دھمکی دے کر کی۔ایسی صورت میں اس کے لئے گنجائش ہے کہ اس کے مال کو ضائع کر دے اور اپنی جان یا عضو بچالے۔

وجہ:(١)مال ضائع کرنے کی اجازت تو اس لئے ہو جائے گی کہ مجبوری کے موقع پر دوسرے کا مال کھانا حلال ہو جاتا ہے۔اسی طرح حرام چیزوں کا کھانا حلال ہو جاتا ہے۔اس لئے اس کا ضائع کرنا بھی حلال ہو جائے گا(٢) آیت میں ہے۔انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل به لغیر الله فمن اضطر غیر با غ ولا عاد فلا اثم علیه ان الله غفور رحیم (آیت ١٧٣،سورة البقرة ٢)اس آیت میں ہے کہ آدمی مجبور ہو جائے تو حرام چیز بھی حلال ہو جاتی ہے اور اس کو استعمال کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔اسی پر قیاس کر کے دوسرے کے مال کو بھی ضائع کرنا حلال ہو جائیگا۔

ترجمہ: (١٣٢٧) اور مال والے کو اختیار ہے کہ مجبور کرنے والے کو ضامن بنالے

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ جس کو مجبور کیا وہ مجبور کرنے والے کا گویا کہ آلہ ہے،جن چیزوں میں آلہ بن سکتا ہے،اور دوسرے کا مال ضائع کرنا اسی قبیل سے ہے

تشریح : اور ضائع کرنے والے سے ضمان لے سکتا ہے اور مجبور کرنے والے سے بھی ضمان لے سکتا ہے اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ :(١٣٢٨)اگر مجبور کیا قتل کی دھمکی سے دوسرے کے قتل کرنے پر تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کا اقدام کرے۔اور صبر کرے یہاں تک کہ قتل ہو جائے ، پس اگر اس کو قتل کر دیا تو گنہگار رہوگا۔

اٰثِماً لِاَنَّ قَتْلَ الْمُسْلِمِ مِمَّا لا يَسْتَبَاحُ لِضَرُوْرَةٍ مّا فَكَذا بِهٰذِهِ الضَّرُوْرَةِ
(۱۳۲۹) وَالْقِصَاصُ عَلَى الْمُكْرِهِ اِنْ كَانَ الْقَتْلُ عَمَداً قَالَ وَهٰذا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ

ترجمه : اس لئے کہ مسلمان کو کسی ضرورت کی بنا پر قتل کرنا مباح نہیں ہے، اسی طرح اس ضرورت پر بھی قتل کرنا مباح نہیں ہوگا

تشریح : یہ اکراہ کی چوتھی صورت ہے۔ کسی ظالم نے کسی آدمی کو قتل کی دھمکی دی کہ فلاں کو قتل نہیں کروگے تو تم کو ہی قتل کر دوں گا۔ اس قتل کی دھمکی کے باوجود اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ فلاں کو قتل کرے بلکہ صبر کرے اور خود قتل ہو جائے۔ اور اگر مجبور نے فلاں کو قتل کر دیا تو یہ گنہگار ہوگا۔

وجه : (۱) کسی کو قتل کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ یہاں اپنی جان کو بچا کر دوسرے کو قتل کرنا کیسے جائز ہوگا۔ دونوں کی جانیں برابر درجے کی محترم ہیں اس لئے اپنی جان بچا کر دوسرے کو قتل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۲) آیت میں ہے۔ ومن يقتل مومنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذابا عظيما (آیت ۹۳، سورة النساء ۴) اس آیت میں مومن کو قتل کرنے پر چار قسم کی سزا سنائی گئی ہے۔ اس لئے دوسرے کو قتل کرنا حلال نہیں ہوگا۔ وہ صبر کرے اور خود قتل ہو جائے۔

لغت : آثم : گنہگار۔

ترجمه : (۱۳۲۹) اگر قتل عمد ہے تو قصاص اس پر ہوگا جس نے قتل کرنے پر مجبور کیا تھا

ترجمه : یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے

تشریح : کس سے قصاص لیا جائے گا، اس میں چار مسلک ہیں۔ ۱۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مجبور کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔ ۲۔ امام زفرؒ کے نزدیک جس کو مجبور کیا ہے اس سے قصاص لیا جائے گا۔ ۳۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مجبور کرنے والا، اور جس کو مجبور کیا، دونوں میں سے کسی سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ۴۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں سے قصاص لیا جائے گا۔

جس کو مجبور کیا جس کی وجہ سے قتل کیا تو امام ابو حنیفہ، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ گناہ گار تو دونوں ہوں گے لیکن اگر مجبور آدمی نے جان بوجھ کر قتل کیا تو قصاص مجبور آدمی سے نہیں لیا جائے گا بلکہ جس نے مجبور کیا ہے اس سے قصاص لیا جائے گا۔

وجه : (۱) یہ آدمی حقیقت میں قتل کرنا نہیں چاہتا تھا دوسرے کے مجبور کرنے سے قتل کیا ہے۔ اس لئے یہ دھار دار آلے کی طرح ہو گیا۔ اور قاعدہ ہے کہ آلہ جو استعمال کرتا ہے اسی پر قصاص ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں مجبور کرنے والے پر قصاص ہوگا (۲) قول صحابی میں ہے۔ قال سمعت ابا هريرةؓ يقول يقتل الحر الآمر ولا يقتل العبد ارأيت لو ان رجلا ارسل بهدية مع عبده الى رجل من اهداها ؟ (مصنف عبد الرزاق، باب الذی یأمر عبدہ فیقتل رجلا، ج تاسع، ص ۴۲۶، نمبر ۱۷۸۸۸) اس قول صحابی میں ہے کہ آقا غلام کو قتل کرنے کا حکم دے تو آقا قتل کیا جاتا ہے۔ اور یہاں تو مجبور کرنے والے نے

۲؎ وَقَالَ زُفَرُ يَجِبُ عَلَى الْمُكْرِهِ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَجِبُ عَلَيْهِمَا. لِزُفَرَ اَنَّ الْفِعْلَ مِنَ الْمُكْرِهِ حَقِيْقَةً وَحِسّاً وَقَرَّرَ الشَّرْعُ حُكْمَهُ عَلَيْهِ وَهُوَ الْاِثْمُ ۳؎ بِخِلَافِ الْاِكْرَاهِ عَلٰى اِتْلَافِ مَالِ الْغَيْرِ لِاَنَّهُ سَقَطَ حُكْمُهُ وَهُوَ الْاِثْمُ فَاُضِيْفَ اِلٰى غَيْرِهِ ۴؎ وَبِهٰذَا يَتَمَسَّكُ الشَّافِعِيُّ فِي جَانِبِ الْمُكْرِهِ وَيُوْجِبُهُ عَلَى الْمُكْرَهِ اَيْضاً لِوُجُوْدِ التَّسْبِيْبِ اِلَى الْقَتْلِ مِنْهُ والتَّسْبِيْبُ

پوراہی مجبور کیا ہے۔اس لئے بدرجۂ اولی مجبور کرنے والا ہی قتل کیا جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ جس کو مجبور کیا گیا ہے اس سے قصاص لیا جائے گا، اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں میں سے کسی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا، اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں پر قصاص واجب ہوگا۔حضرت امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ حقیقت میں مجبور نے ہی قتل کیا، اور حسی طور پر بھی اسی نے قتل کیا ہے، اسی لئے شریعت نے قتل کا حکم اسی پر لگایا ہے، اور وہی گناہ گار ہے۔(اس لئے اسی سے قصاص لیا جائے)

تشریح :امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ظاہری طور پر مجبور نے ہی قتل کیا ہے اس لئے چونکہ جان بوجھ کر قتل کیا ہے تو قصاص اسی سے لیا جائے

وجہ:(۱) کیونکہ اصل قاتل تو یہی ہے (۲) قول تابعی میں ہے۔عن عطاء فی رجل امر رجلا حرا فقتل رجلا قال یقتل القاتل ولیس علی الآمر شیء (مصنف عبد الرزاق، باب الذی یأمر عبدہ فیقتل رجلا، ج تاسع، ص ۴۲۵، نمبر ۱۷۸۸۲)اس قول تابعی میں ہے کہ خود قاتل کو قتل کیا جائے گا۔

ترجمہ :۳؎ بخلاف اگر دوسرے کے مال کے ضائع کرنے پر مجبور کیا (مجبور کرنے والے پر ضمان ہوگا) اس لئے کہ اس کا حکم جو گناہ ہے وہ ساقط ہو گیا، اس لئے ضائع کرنے کی نسبت مجبور کرنے والے کی طرف کر دی گئی ہے

تشریح :مال کا معاملہ اتنا اہم نہیں ہے اس لئے جب مجبور نے مال ضائع کیا تو اس کا گناہ ضائع کرنے والے پر نہیں ہے، بلکہ مجبور کرنے والے پر ہے، اس لئے ضائع کرنے کی نسبت بھی مجبور کرنے والے کی طرف کر دی گئی، اور اس سے بھی ضمان لینا ممکن ہو گیا۔(لیکن قتل میں اصل قاتل خود مجبور ہے اس لئے امام زفرؒ کے نزدیک قاتل ہی سے قصاص لیا جائے گا

ترجمہ :۴؎ امام شافعیؒ نے اسی امام زفر والی دلیل سے استدلال کرتے ہوئے مجبور پر قصاص کی جانب گئے ہیں اور مجبور کرنے والے پر بھی قصاص واجب کئے ہیں، کیونکہ وہ قتل کا سبب بنا ہے اور اس معاملے میں سبب خود کر دینے کے حکم میں ہے امام شافعیؒ کے نزدیک، جیسا کہ قصاص کے گواہ میں ہوتا ہے

تشریح: امام شافعیؒ مجبور پر بھی قصاص واجب کرتے ہیں، اور مجبور کرنے والے پر بھی قصاص واجب کرتے ہیں

وجہ : مجبور پر قصاص واجب کرنے کی دلیل وہی ہے جو امام زفرؒ نے دی ہے کہ اصل قتل کرنے والا وہی ہے۔اور مجبور کرنے والے پر اس لئے قصاص واجب کرتے ہیں کہ وہ بھی قتل کروانے کا سبب بنا ہے، اور اس مسئلے میں قتل کروانے کا سبب بھی خود قتل کرنے کی طرح ہے

فِی هٰذا الْحُکْمِ الْمُبَاشَرَۃِ عِنْدَہٗ کَمَا فِی شُهُوْدِ الْقِصَاصِ ۵؎ وَلِاَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّ الْقَتْلَ بَقِیَ مَقْصُوْراً عَلَی الْمُکْرِہِ مِنْ وَجْهٍ نَظْراً اِلَی التَّأْثِیْمِ وَاُضِیْفَ اِلَی الْمُکْرَہِ مِنْ وَجْهٍ نَظْراً اِلَی الْحَمْلِ فَدَخَلَتِ الشُّبْهَۃُ فِی کُلِّ جَانِبٍ ٦؎ وَلَهُمَا اَنَّهٗ مَحْمُوْلٌ عَلَی الْقَتْلِ بِطَبْعِهٖ اِیْثَاراً لِحَیَاتِهٖ فَیَصِیْرُ آلَۃً لِلْمُکْرِہِ فِیْمَا یَصْلُحُ آلَۃً لَهٗ وَهُوَ الْقَتْلُ بِاَنْ یُلْقِیَهٗ عَلَیْهِ وَلَایَصْلُحُ آلَۃً لَهٗ فِی الْجِنَایَۃِ عَلٰی دِیْنِهٖ فَبَقِیَ الْفِعْلُ مَقْصُوْراً عَلَیْهِ فِی حَقِّ الْاِثْمِ

اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ گواہ نے گواہی دی کہ زید نے عمر کو قتل کیا ہے، اس کی وجہ سے زید قصاص میں قتل کیا گیا، بعد میں عمر زندہ واپس آ گیا، جس سے معلوم ہوا کہ گواہ جھوٹا ہے، اور اب گواہ کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ وہ زید سے قصاص کا سبب بنا ہے، اسی طرح یہاں مجبور کرنے والا قتل کا سبب بنا ہے اس لئے اس سے بھی قصاص لیا جائے گا

لغت: التسبیب: جو قتل کا سبب بنے۔ المباشر: جو خود کام کرے

ترجمہ: ۵؎ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ قتل ایک اعتبار سے مجبور پر منحصر ہے گناہ کو دیکھتے ہوئے، اور دوسری طرف مجبور کرنے والے کی طرف منحصر ہے کیونکہ اس نے ورغلایا ہے، اس لئے قتل میں دونوں طرف سے شبہ پیدا ہو گیا (اس لئے دونوں پر قصاص نہیں ہوگا، دونوں سے دیت لی جائے گی)

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ جابر اور مجبور دونوں سے قصاص ساقط ہوگا، دونوں سے دیت لی جائے گی،

وجہ: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہاں جابر اور مجبور دونوں کے قتل میں شبہ ہو جاتا ہے، اور شبہ سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے اس لئے دونوں سے قصاص ساقط ہو جائے گی۔ (۲) مجبور پر قتل کا گناہ ہے، اس لئے اس نے خود قتل کیا ہے، اس لئے قتل اس کی طرف منسوب ہے، لیکن اس کا قتل کا دل نہیں چاہتا تھا وہ تو مجبور تھا، اس لئے قتل کی نسبت اس کی طرف نہیں ہونی چاہئے، اور اس پر قصاص بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اور یوں دیکھو تو قتل پر مجبور کرنے والے نے ورغلایا ہے اس لئے قصاص اس پر ہونا چاہئے، لیکن حقیقت میں اس نے قتل نہیں کیا ہے اس لئے اس پر قصاص نہیں ہونا چاہئے، اس لئے دونوں جانب شبہ ہے، اس لئے دونوں سے قصاص ساقط ہو جائے گا

ترجمہ: ٦؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ مجبور کرنے والے نے اپنی زندگی کو بچانے کے لئے قتل پر ورغلایا، اس لئے مجبور کرنے والے کا آلہ بن گیا، جہاں اس کا آلہ بن سکتا تھا، اور وہ قتل ہے، اس طرح کہ قتل کو مجبور کرنے والے پر ڈال دیا جائے، اور اس کے مذہب میں گناہ میں مجبور کا آلہ نہیں بن سکتا تھا، اس لئے گناہ کے حق میں فعل قتل مجبور پر ہی منحصر رہا

تشریح: طرفین کی دلیل یہ ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں، ا۔ ایک ہے قتل میں مجبور کرنے والے کا آلہ بننا، اس میں مجبور، مجبور کرنے والے کا آلہ بن سکتا ہے، اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجبور، مجبور کرنے والے کا آلہ بن گیا ہے اس لئے مجبور کرنے والے پر قصاص ہوگا۔ دوسری بات ہے کہ گناہ کے معاملے میں مجبور مجبور کرنے والے کا آلہ نہیں بن سکتا ہے اس لئے قتل کا گناہ مجبور پر ہی ہوگا

ﮯ كَمَا نَقُوْلُ فِي الْاِكْرَاهِ عَلَى الْاِعْتَاقِ ﮰ وَفِي اِكْرَاهِ الْمَجُوْسِيِّ عَلٰى ذَبْحِ شَاةِ الْغَيْرِ يَنْتَقِلُ الْفِعْلُ اِلَى الْمُكْرَهِ فِي الْاِتْلَافِ دُوْنَ الذَّكَاةِ حَتّٰى يَحْرُمَ كَذا هٰذَا.

(١٢٣٠) قَالَ وَاِنْ اُكْرِهَ عَلٰى طَلَاقِ اِمْرَأَتِهٖ اَوْ عَتِقَ عَبْدَهٗ فَفَعَلَ وَقَعَ مَا اُكْرِهَ عَلَيْهِ ١ عِنْدَنَا

ترجمہ: ﮯ جیسا کہ ہم کہتے ہیں آزاد کرنے میں مجبور کرے

تشریح: زید کو عمر نے غلام آزاد کرنے پر مجبور کیا، اس پر زید نے اپنا غلام آزاد کر دیا تو اس کی دو حیثیت ہیں۔ ا۔ غلام تو آزاد ہو گا زید کی جانب سے، اور اس کو غلام کی ولاء بھی ملے گی۔ لیکن غلام کی قیمت کا ضمان عمر پر ہو گا، کیونکہ اس نے مجبور کیا تھا۔ اسی طرح قتل کے اکراہ میں قصاص تو مجبور کرنے والے پر ہو گا، لیکن قتل کا گناہ خود قاتل پر ہو گا

ترجمہ: ﮰ اور مجوسی کو دوسرے کی بکری کو ذبح کرنے میں مجبور کرے تو فعل بکری ضائع کرنے میں فعل مجبور کرنے والے کی طرف منتقل ہو گا، لیکن ذبح کرنے میں منتقل نہیں ہو گا، یہی وجہ ہے کہ بکری حرام ہی رہے گی

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دوسری مثال ہے۔ مجوسی کو دوسرے کی بکری ذبح کرنے کے لئے مجبور کیا، تو جس نے مجبور کیا ضمان لازم ہونے میں ذبح اس کی طرف منسوب ہو گا، اور اس پر بکری کی قیمت لازم ہو گی، لیکن چونکہ مجوسی نے ذبح کیا ہے اس لئے ذبح کرنا مجوسی کی طرف منسوب ہو گا، اور چونکہ کافر نے ذبح کی ہے اس لئے گوشت کھانا حرام رہے گا، اسی طرح قتل کے اکراہ میں قصاص مجبور کرنے والے پر ہو گا، اور قتل کا گناہ قتل کرنے والے پر ہو گا۔

ترجمہ: (١٣٣٠) اگر اپنی بیوی کو طلاق پر مجبور کیا یا اپنے غلام کے آزاد کرنے پر اور ایسا کر دیا تو جس بات پر مجبور کیا وہ واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: ١ یہ ہمارے نزدیک ہے

تشریح: یہ اکراہ کی پانچویں قسم ہے۔ بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کیا جس کی وجہ سے اس نے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح غلام آزاد کرنے پر مجبور کیا اور اس نے آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جائے گا اب واپس نہیں ہو گا۔

وجہ: (۱) پہلے اصول گزر چکا ہے کہ طلاق، نکاح، رجعت اور آزادگی زبان سے نکلتے ہی واقع ہو جاتی ہے چاہے مذاق میں کہے یا حقیقت میں۔ اس لئے مجبور کرنے پر جیسے ہی طلاق کا لفظ یا آزادگی کا لفظ زبان سے نکلا فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اور آزادگی بھی واقع ہو جائے گی (۲) حدیث گزر چکی ہے۔ **عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ثلاث جدھن جد وھزلھن جد، النکاح والطلاق والرجعۃ** (ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق علی الھزل، ص ۳۰۵، نمبر ۲۱۹۴ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الجد والھزل فی الطلاق، ص ۲۲۵، نمبر ۱۱۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مذاق میں بھی طلاق دیدے تو واقع ہو جاتی ہے۔ اور یہاں تو اپنی جان بچانے کے لئے طلاق دے رہا ہے اس لئے واقع ہو جائے گی (۳) قول تابعی میں ہے۔ **عن ابراھیم قال ھو (یعنی طلاق المکرہ) جائز انما ھو شیء افتدی بہ نفسہ** (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۴۸ من کان یری طلاق المکرّہ جائزا، ج رابع، ص ۸۵، نمبر ۱۸۰۳۵ ر مصنف عبد الرزاق، باب طلاق الکرہ، ج سادس، ص ۴۱۰، نمبر

۲ خِلَافاً لِلشَّافِعِيِّ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ.
(۱۳۳۱) قَالَ وَيَرْجِعُ عَلَى الَّذِي أُكْرِهَهُ بِقِيمَةِ الْعَبْدِ ۱ لِأَنَّهُ صَلُحَ آلَةً لَهُ فِيهِ مِنْ حَيْثُ الْإِتْلَافِ

۱۱۴۱۹/۱۱۴۲۰)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مجبوری میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے (۴) اس نے جان اور طلاق میں سے ایک کو اختیار کیا تو گویا کہ اختیار سے ہی طلاق دی اس لئے واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲ خلاف امام شافعیؒ کے، (ان کے یہاں مجبور کر کے طلاق دلوائی تو طلاق واقع نہیں ہوگی)

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ سمعت عائشۃؓ تقول : سمعت رسول الله ﷺ یقول: لا طلاق و لا عتاق فی اغلاق (ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق علی غلط، ص ۳۰۵، نمبر ۲۱۹۳ / ابن ماجہ شریف، باب طلاق المکرہ والناسی، ص ۲۹۳، نمبر ۲۰۴۶) (۲) دوسری روایت میں ہے۔ عن ابی ذر الغفاریؓ قال قال رسول الله ﷺ ان الله تجاوز لی عن امتی الخطاء و النسیان و ما استکرھوا علیه) (ابن ماجہ شریف، باب طلاق المکرہ والناسی، ص ۲۹۳، نمبر ۲۰۴۳ / بخاری شریف، باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ، ص ۹۳۷، نمبر ۵۲۶۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجبور کئے ہوئے کی طلاق اور آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۱۳۳۱) اور جس نے مجبور کیا اس سے غلام کی قیمت لے گا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مجبور کرنے والا مال کے ضائع کرنے میں آلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لئے اس کی طرف منسوب کر دیا جائے گا،

وجہ: (۱) مجبور آدمی غلام کو آزاد نہیں کرنا چاہتا تھا مجبور کرنے والے کی وجہ سے آزاد کیا ہے اس لئے گویا کہ اس نے نقصان کر دیا اس لئے غلام کی جو قیمت ہو سکتی ہے وہ مجبور کرنے والے سے وصول کرے۔ اسی طرح وطی سے پہلے طلاق دلوائی جس کی وجہ سے شوہر کو کچھ بھی نہیں ملا اور آدھا مہر دینا پڑا اس لئے یہ نقصان مجبور کرنے والے سے وصول کرے گا۔ کیونکہ اسی کے مجبور کرنے سے یہ نقصان ہوا ہے (۲) قول صحابی میں ہے۔ قال سمعت ابا ہریرۃؓ یقول یقتل الحر الآمر و لا یقتل العبد ارأیت لو ان رجلا ارسل بھدیة مع عبدہ الی رجل من اھداھا؟ (مصنف عبد الرزاق، باب الذی یأمر عبدہ فیقتل رجلا، ج تاسع، ص ۴۲۶، نمبر ۱۷۸۸۸) اس قول صحابی میں ہے کہ آقا غلام کو قتل کرنے کا حکم دے تو آقا قتل کیا جاتا ہے۔ اور یہاں تو مجبور کرنے والے نے پورا ہی مجبور کیا ہے۔ اس لئے بدرجۂ اولی مجبور کرنے والا ہی سے غلام کی قیمت لی جائے گی (۳) اور شریک غلام آزاد کر دے تو دوسرے شریک کو حق ہے کہ آزاد کرنے والے شریک سے اس کا نقصان وصول کرے کیونکہ وہ نقصان کا سبب بنا ہے۔ تفصیل اس حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال من اعتق شرکا له فی عبد فکان له مال یبلغ ثمن العبد قوم العبد علیه قیمة عدل فاعطی شرکاءہ حصصھم وعتق علیه العبد والا فقد عتق منه ما عتق (بخاری شریف، باب اذ اعتق عبدا بین اثنین او امة بین الشرکاء، ص ۳۴۲، نمبر ۲۵۲۲) اس حدیث میں آزاد کرنے والے نے نقصان کیا تو اس کا تاوان اسی کو بھرنا پڑا۔

فَانْضَافَ اِلَيْهِ ۲؎ فَلَهُ اَنْ يَضْمَنَهُ مُوْسِراً كَانَ اَوْ مُعْسِراً ۳؎ وَلا سِعَايَةَ عَلَى الْعَبْدِ لِاَنَّ السِّعَايَةَ اِنَّمَا تَجِبُ لِلتَّخْرِيْجِ اِلَى الْحُرِّيَّةِ اَوْ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ وَلَمْ يُوْجَدْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا ۴؎ وَلا يَرْجِعُ الْمُكْرِهُ عَلَى الْعَبْدِ بِالضِّمَانِ لِاَنَّهُ مُؤَاخَذٌ بِاِتْلَافِهِ.

(۱۳۳۱) قَالَ وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ مَهْرِ الْمَرْأَةِ اِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْعَقْدِ مُسَمّٰى يَرْجِعُ عَلَى الْمُكْرِهِ بِمَا لَزِمَهُ مِنَ الْمُتْعَةِ ۱؎ لِاَنَّ مَا عَلَيْهِ كَانَ عَلٰى شَرَفِ السُّقُوْطِ بِاَنْ جَاءَ تِ الْفُرْقَةُ

ترجمہ :۲؎ مالک کو یہ حق ہے کہ مجبور کرنے والے سے غلام کی قیمت لے، چاہے مجبور کرنے والا مالدار ہو یا غریب ہو(اس لئے کہ اس نے مالک کا مال ضائع کیا ہے)

تشریح : یہاں چونکہ مجبور کرنے والے نے مالک کا مال ضائع کیا ہے اس لئے چاہے وہ مالدار ہو یا غریب اس سے غلام کی قیمت وصول کرے گا، کیونکہ یہ ضائع کرنے کا بدلہ ہے اس میں مالدار یا غریب نہیں دیکھا جاتا ہے

ترجمہ :۳؎ اور غلام پر سعی کر کے مجبور کرنے والے کو دینا واجب نہیں ہے، اس لئے آزادگی کی طرف نکلنے کے لئے سعی واجب ہوتی ہے، یا غیر کے حق کے متعلق ہونے کی وجہ سے سعایہ واجب ہوتی ہے، اور یہاں دونوں میں سے کچھ نہیں ہے

تشریح :غلام پر سعی کر کے ادا کرنا دو وجہ سے ہوتی ہے، یا تو ابھی پورے طور پر آزاد نہیں ہوا ہے اس لئے پوری آزادگی حاصل کرنے کے لئے سعی کرنی واجب ہوتی ہے، یہاں غلام پورے طور پر آزاد ہو چکا ہے، چاہے زبردستی کر کے ہی آزاد کیا گیا ہو، اس لئے سعی کرنا واجب نہیں، یا پھر کسی کا حق متعلق ہے تو سعی کرنی پڑتی ہے، یہاں غلام کے ساتھ کسی کا حق متعلق نہیں ہے، اس لئے سعی کرنی واجب نہیں ہے

ترجمہ :۴؎ اور مجبور کرنے والا غلام سے ضمان وصول نہیں کرے گا، اس لئے مجبور کرنے والے سے جو ضمان لیا گیا ہے وہ اس کے ضائع کرنے کی وجہ سے لیا گیا ہے

تشریح: مجبور کرنے والے سے مالک نے اپنے غلام کی قیمت وصول کی تو اب مجبور کرنے والا غلام سے یہ قیمت اس لئے وصول نہیں کر سکے گا کیونکہ غلام نے مجبور کرنے والے کا نقصان نہیں کیا ہے، یہ تو خود مجبور کرنے والے نے جو مالک کا نقصان کیا تھا وہ ادا کیا ہے، اس لئے مجبور کرنے والا غلام سے کچھ وصول نہیں کر پائے گا

ترجمہ : (۱۳۳۱) اور اگر دخول سے پہلے مجبور کرنے والے نے طلاق دلوائی تھی تو مالک نصف مہر مجبور کرنے والے سے وصول کرے گا، اور عقد نکاح میں کوئی مہر متعین نہیں تھا تو جو متعہ دیا تھا وہ مجبور کرنے والے سے وصول کرے گا

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ جو مہر ساقط ہونے کے قریب ہے شوہر پر وہ لازم کر دیا گیا، کیونکہ یہ ممکن تھا کہ (عورت مرتد ہو جائے، یا بیٹے سے زنا کرا لے) اور عورت ہی کی جانب سے جدائی آجائے (اور شوہر پر مہر لازم نہ ہو)، لیکن زبردستی طلاق دلوانے سے مہر مؤکد ہو گیا، اس لئے اس طرح مجبور کر کے طلاق دلوانے سے مال کا ضائع کرنا ہوا، اس لئے مجبور کرنے والے کی طرف نسبت کی اس لئے کہ یہ ضائع کرنا ہوا

مِنْ قَبْلِهَا وَإِنَّمَا يَتَأَكَّدُ بِالطَّلَاقِ فَكَانَ إِتْلَافاً لِلْمَالِ مِنْ هٰذَا الْعَبْدِ فَيُضَافُ إِلَى الْمُكْرِهِ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ إِتْلَافٌ ٢ بِخِلَافِ مَا إِذَا دَخَلَ بِهَا لِأَنَّ الْمَهْرَ قَدْ تَقَرَّرَ بِالدُّخُولِ لَا بِالطَّلَاقِ

(١٣٣٢) وَلَوْ أُكْرِهَ عَلَى التَّوْكِيلِ بِالطَّلَاقِ وَالْعِتَاقِ فَفَعَلَ الْوَكِيلُ جَازَ ١ اِسْتِحْسَاناً لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ مُؤَثِّرٌ فِي فَسَادِ الْعَقْدِ وَالْوَكَالَةِ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ وَيَرْجِعُ عَلَى الْمُكْرِهِ اِسْتِحْسَاناً لِأَنَّ

تشریح : یہاں یہ دو باتیں یاد رکھیں کہ اگر مہر متعین کیا ہے، اور ابھی دخول نہیں ہوا ہے اور طلاق واقع ہوئی ہے تو شوہر پر آدھا مہر لازم ہوگا۔ اور اگر کچھ مہر متعین نہیں تھا اور دخول سے پہلے طلاق واقع ہوئی تو ایک جوڑا کپڑا لازم ہوگا جس کو، متعہ، کہتے ہیں، کیونکہ دخول ہوتا تو مہر مثل لازم ہوتا، اور دخول نہیں ہے تو مہر مثل کا آدھا نہیں ہوتا ہے، صرف متعہ لازم ہوگا

دوسری بات یہ ہے کہ اگر دخول سے پہلے عورت مرتد ہو جائے تو شوہر سے مہر ساقط ہو جاتا ہے، اسی طرح دخول سے پہلے عورت شوہر کے سوتیلے بیٹے سے زنا کرا لے تو اب وہ سوتیلے بیٹے کی بیوی بن گئی، اس لئے شوہر سے نکاح ٹوٹ جائے گا، اور شوہر پر آدھا مہر بھی لازم نہیں ہوگا، اور نہ متعہ لازم ہوگا، اس لئے دخول سے پہلے عورت کے مہر نہ لازم ہونے کی دو صورتیں تھیں، لیکن مجبور کرنے والے نے طلاق دلوا کر یہ دونوں صورتیں ختم کر دیں، اور گویا کہ آدھا مہر، یا متعہ شوہر سے دلوایا اس لئے اب شوہر یہ مہر، یا یہ متعہ مجبور کرنے والے سے وصول کرے گا

ترجمہ : ٢ بخلاف دخول کے بعد زبردستی طلاق دلوائی، اور شوہر پر پورا مہر لازم ہوا (اب مجبور کرنے والے سے کچھ نہیں لے گا) اس لئے دخول کی وجہ سے شوہر پر مہر لازم ہوا ہے، طلاق کی وجہ سے نہیں (اس لئے مجبور کرنے والے سے کچھ وصول نہیں کرے گا)

اصول : بیوی سے دخول کر لیا ہو تو بضع وصول کیا اس بضع وصول کرنے سے مہر لازم ہوتا ہے طلاق سے نہیں، البتہ طلاق سے تھوڑی جلدی دینی پڑتی ہے

تشریح : شوہر نے دخول کر لیا اس کے بعد مجبور کر کے طلاق دلوائی جس کی وجہ سے شوہر کو پورا مہر دینا پڑا تو یہ مہر مجبور کرنے والے سے وصول نہیں کر پائے گا،

وجہ : کیونکہ دخول کرنے کی وجہ سے بضع وصول کیا اور اسی وجہ سے پورا مہر لازم ہوا ہے اس لئے شوہر مجبور کرنے والے سے کچھ وصول نہیں کر سکے گا

ترجمہ : (١٣٣٢) اگر طلاق، اور آزاد کرنے کے وکیل بنانے پر مجبور کیا، اور مجبور نے وکیل بنا تو وکیل بنانا جائز ہے

ترجمہ : ١ استحسانا اس لئے کہ اس لئے کہ فساد عقد میں اکراہ موثر ہے، اور وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتی، اور استحسانا مجبور کرنے والے سے ہرجانہ وصول کرے گا، کیونکہ مجبور کرنے والے کا مقصد یہ ہے کہ شوہر اور مالک کی ملکیت ختم ہو جائے، اور وکیل کے طلاق دینے سے اور غلام کے آزاد کرنے سے شوہر اور ملکیت ختم ہو گئی، (اس لئے مجبور کرنے والے سے ہرجانہ وصول کرے گا)

نوٹ : یہاں سے آٹھ مسئلے بیان کر رہے ہیں، جن میں اصول یہ ہے کہ مجبور کرنے کا اثر اس کام میں براہ راست نہیں پڑتا ہے،

مَقْصُوْدَ الْمُكْرَهِ زَوَالُ مِلْكِهٖ اِذَا بَاشَرَ الْوَكِيْلُ ۲؎ وَالنَّذْرُ لَايَعْمَلُ فِيْهِ الْاِكْرَاهُ لِاَنَّهٗ لَايَحْتَمِلُ الْفَسْخَ وَلَا رُجُوْعَ عَلَى الْمُكْرَهِ بِمَا لَزِمَ لِاَنَّهٗ لَا مُطَالَبَ لَهٗ فِي الدُّنْيَا فَلَا يُطَالِبُ بِهٖ فِيْهَا ۳؎ وَكَذَا الْيَمِيْنُ

اس لئے اگر مجبور اوہ کام کر لئے تو مجبور کرنے والے سے ہرجانہ وصول نہیں کر پائے گا۔۔لیکن صاحب ہدایہ نے اس کے لئے جو دلائل دئے ہیں وہ بہت پیچیدہ ہیں

تشریح : ا۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ شوہر کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کر رہا ہے، بلکہ اس کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ تم کسی کو طلاق دینے کا وکیل بناو، یا کسی کو آزاد کرنے کا وکیل بناو، اور اس نے وکیل بنا دیا۔تو صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ یہ وکیل بنانا قیاسا جائز نہیں ہے، صرف استحسانا جائز ہے

وجہ :اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ وکیل بنانے میں اکراہ یہ شرط فاسد ہے، اور وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتی، اس لئے وکیل بنانا قیاس کے اعتبار سے درست نہیں ہے، لیکن استحسانا اس لئے درست قرار دیا کہ وکیل نے طلاق دے دی، یا آزاد کر دیا تو طلاق بھی واقع ہو جائے گی، اور آزاد بھی ہو جائے گا، تو چونکہ وکالت کا اثر پڑا اس لئے استحسانا وکیل بنانا درست ہوا ہو۔اور اگر وکیل نے طلاق دے دی، یا آزاد کر دیا تو اس کی وجہ سے شوہر اور مالک کو نقصان ہوا ہے اس لئے شوہر اور مالک اس مجبور کرنے والے سے ہرجانہ وصول کریں گے

ترجمہ : ۲؎ اور نذر پر مجبور کرنے سے بھی اکراہ کا اثر نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ وہ فسخ کا احتمال نہیں رکھتا ہے، اور اس نذر پورا کرنے پر جو خرچ ہوا اس کو مجبور کرنے والے سے وصول نہیں کر سکتا ہے، اس لئے کہ دنیا میں اس کا مطالبہ کرنے والا نہیں ہے، اس لئے مجبور کرنے والے سے مطالبہ نہیں کر سکتا ہے

اصول:اس مسئلے کا اصول یہ ہے کہ جس اکراہ سے عبادت واجب ہو اس میں اکراہ اثر نہیں کرتا ہے۔

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ جس اکراہ سے عبادت لازم ہوتا ہو، اس کا خرچ مجبور کرنے والے سے وصول نہیں کر سکتا ہے

تشریح :یہ دوسرا مسئلہ ہے۔مثلا زید نے عمر کو مجبور کیا کہ آپ نذر مانیں کہ صدقہ کریں گے، یا روزہ رکھیں، یا پیدل حج کریں گے، اور اس نے اس کا نذر مان لیا، تو اس پر جو خرچ کیا وہ مجبور کرنے والے سے وصول نہیں کر سکے گا

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ نذر ماننے سے عبادت لازم ہوتی ہے، کوئی روپیہ لازم نہیں ہوتا، اس لئے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس پر اکراہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، اور چونکہ مجبور کرنے والے کا کوئی اثر نہیں ہے اس لئے اس نذر کرنے پر کوئی خرچ آیا ہے تو وہ مجبور کرنے والے سے وصول نہیں کر سکتا ہے

لغت :لایحتمل الفسخ:اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نذر ماننے کے بعد وہ ٹوٹتا نہیں ہے، باقی اس لفظ کا دلیل کے ساتھ جوڑ ہے اس کا پتہ نہیں چلتا ہے

ترجمہ :۳؎ ایسے ہی قسم کھانے پر مجبور کرنا، یا بیوی سے ظہار کرنے پر مجبور کرنا اس لئے کہ، اس میں اکراہ کا اثر نہیں ہوتا ہے، (اور مجبور کرنے والے سے ہرجانہ وصول نہیں کر سکتا ہے)اس لئے کہ یہ فسخ کا احتمال نہیں رکھتے ہیں

وَالظِّهَارُ لَا يَعْمَلُ فِيهِمَا الْإِكْرَاهُ لِعَدَمِ اِحْتِمَالِهِمَا الْفَسْخَ ۴ وَكَذَا الرَّجْعَةُ وَالْإِيلَاءُ وَالْفَيْءُ فِيهِ بِاللِّسَانِ لِأَنَّهَا تَصِحُّ مَعَ الْهَزْلِ ۵ وَالْخُلْعِ مِنْ جَانِبِهِ طَلَاقٌ أَوْ يَمِينٌ لَا يَعْمَلُ فِيهِ الْإِكْرَاهُ فَلَوْ كَانَ هُوَ مُكْرِهاً عَلَى الْخُلْعِ دُونَهَا لَزِمَهَا الْبَدْلُ لِرَضَاهَا بِالْإِلْتِزَامِ.

تشریح : یہ تیسرا مسئلہ ہے۔زید نے عمر کو قسم کھانے پر مجبور کیا اور اس نے قسم کھا بھی لی تو یہ مانا جاتا ہے کہ مجبور کرنے والے کا اس میں اثر نہیں ہے اس لئے اس سے کوئی نقصان ہوا تو وہ مجبور کرنے والے سے وصول نہیں کر پائے گا

یہ چوتھا مسئلہ ہے۔زید نے عمر کو اپنی بیوی سے ظہار کرنے پر مجبور کیا، اور اس نے بیوی سے ظہار کر لیا تو اس سے بعد میں طلاق واقع ہوگی، فوراً نہیں، اس لئے یہ مانا جاتا ہے کہ مجبور کرنے والے کا اس میں اثر نہیں ہے۔

لغت :الظہار: ،ظہر: کا ترجمہ ہے، پیٹھ۔ بیوی سے کہے کہ تم میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو تو اس کو ظہار، کہتے ہیں اب اس کا کفارہ ادا کرے گا تب جا کر بیوی حلال ہوگی

ترجمہ : ۴ ایسے ہی رجعت کرنے پر مجبور کیا، اور ایلاء کرنے پر مجبور کیا، اور زبان سے ایلاء توڑنے پر مجبور کیا (مجبور کرنے والے سے ہرجانہ وصول نہیں کر سکے گا) اس لئے یہ کام ہزل اور مذاق میں صحیح ہو جاتا ہے

تشریح: یہ پانچواں، چھٹا، اور ساتواں مسئلہ ہے۔زید نے عمر کو اپنی بیوی سے رجعت کرنے پر مجبور کیا، یا ایلاء کرنے پر مجبور کیا، یا پہلے سے ایلاء کئے ہوئے تھا، اب اس ایلاء کو توڑنے پر مجبور کیا، تو چونکہ یہ تینوں کام مذاق میں کرے تب بھی واقع ہو جاتے ہیں، اس لئے ان کاموں میں اکراہ کا اثر نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس میں مالی نقصان ہوا تو وہ مال مجبور کرنے والے سے وصول نہیں کر سکے گا

لغت :ایلاء: ایلاء کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شوہر بیوی سے کہے کہ میں تم سے چار ماہ تک نہیں ملوں گا، تو یہ ایلاء ہے اگر واقعی چار ماہ تک نہیں ملا تو بیوی کو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، اور اگر مل گیا تو کفارہ لازم ہوتا ہے۔الفیء: فیء کی صورت یہ ہے کہ ایلاء کے بعد شوہر کہہ دے میں چار ماہ کے اندر سے مل لیتا ہوں تو اس کو فیء، کہتے ہیں۔

ترجمہ : ۵ اور مرد کی جانب سے خلع کی پیش کش ہو تو یہ طلاق ہے، یا قسم کھانا ہے، اور طلاق اور قسم میں اکراہ اثر نہیں کرتا، تاہم اگر شوہر کو خلع کرنے پر مجبور کیا، اور عورت کو مجبور نہیں کیا تو عورت کو خلع کی رقم لازم ہوگی، کیونکہ وہ لازم کرنے پر راضی ہوگئی ہے

تشریح : یہ آٹھواں مسئلہ ہے۔شوہر کو مجبور کیا کہ آپ خلع کریں، تو شوہر کی جانب سے خلع کی پیش کش یا تو بیوی کو طلاق دینا ہے، یا قسم کھانا ہے، اور یہ بات ہے کہ طلاق دینے میں یا قسم کھانے میں اکراہ اثر نہیں کرتا، بلکہ گویا کہ شوہر اپنی جانب سے طلاق دے رہا ہے، اس لئے شوہر مجبور کرنے والے سے اس کا ہرجانہ نہیں لے سکتا ہے

نوٹ :اوپر جو کچھ کہا وہ بطور قضاء قاضی سے مجبور کرنے والے سے ہرجانہ نہیں لے سکتا ہے، لیکن اگر واقعی مجبور کر کے اس کا نقصان کیا ہے تو ہرجانہ کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے

(١٣٣٣) قَالَ وَاِنۡ اُکۡرِهَهُ عَلَى الزِّنَاءِ وَجَبَ عَلَيۡهِ الۡحَدُّ ۱؎ عِنۡدَ اَبِیۡ حَنِيۡفَةَؒ اِلَّا اَنۡ يُّکۡرِهَهُ السُّلۡطَانُ ۲؎ وَقَالَ اَبُوۡيُوۡسُفَ وَمُحَمَّدٌ لَا يَلۡزَمُهُ الۡحَدُّ وَقَدۡ ذَكَرۡنَاهُ فِی الۡحُدُوۡدِ.
(١٣٣۴) قَالَ وَاِذَا اُکۡرِهَ عَلَى الرِّدَّةِ لَمۡ تَبِنۡ اِمۡرَأَتُهُ مِنۡهُ ۱؎ لِاَنَّ الرِّدَّةَ تَتَعَلَّقُ بِالۡاِعۡتِقَادِ اَلَا تَرىٰ اَنَّهُ لَوۡ

ترجمہ: (١٣٣٣)اگر مجبور کیا زنا پر تو اس پر حد واجب ہوگی

ترجمہ: ۱؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مگر یہ کہ بادشاہ اس کو مجبور کرے

اصول: امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ زنا کے باب میں بادشاہ سے زبردستی ہوسکتی ہے، دوسرے سے نہیں

تشریح: عورت سے زبردستی زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہوگی کیونکہ اس سے زبردستی کرسکتا ہے۔لیکن مرد کو مجبور کیا جس کی وجہ سے زنا کیا تو انتشار آلہ زنا کرنے والے کا ہوا اس لئے اس پر حد واجب ہوگی۔لیکن اگر بادشاہ نے زنا کرنے پر زبردستی کی تو اس سے زبردستی ہوسکتی ہے اس لئے اس صورت میں حد لازم ہوگی

ترجمہ: ۲؎ حضرت امام ابویوسفؒ، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زانی پر حد لازم نہیں ہوگی، اور اس کی تفصیل ہم نے کتاب الحدود میں ذکر کردی ہے

وجہ: (۱) کیونکہ حد شبہات سے ساقط ہوجاتی ہے۔اور یہاں شبہ ہے کہ خود سے زنا نہیں کیا اس لئے حد واجب نہیں ہوگی، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عَنۡ عَائِشَةَ قَالَتۡ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: »ادۡرَئُوا الحُدُودَ عَنِ المُسۡلِمِينَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ، فَإِنۡ كَانَ لَهُ مَخۡرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ، فَإِنَّ الإِمَامَ أَنۡ يُخۡطِءَ فِي العَفۡوِ خَيۡرٌ مِنۡ أَنۡ يُخۡطِءَ فِي العُقُوبَةِ ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی درء الحدود، نمبر ١۴٢۴) (۲) آیت میں ہے۔ولا تکرهوا فتياتكم على البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحيوة الدنيا ومن يكرههن فان الله من بعد اكراههن غفور رحيم (آیت ٣٣، سورۃ النور ٢۴) اس آیت میں ہے کہ مجبوری میں زنا کرایا تو اللہ تعالی معاف کردیں گے۔اور جب حد حقوق اللہ ہے اس لئے وہ بھی معاف ہوجائے گی (۳) حدیث میں ہے۔ ان صفية بنت ابی عبيد اخبرته ان عبدا من رقيق الامارة وقع على وليدة من الخمس فاستكرهها حتى اقتضها فجلده عمر الحد ونفاه ولم يجلد الوليدة من اجل انه استكرهها (بخاری شریف، باب اذا استکرهت المرأة علی الزنا فلا حد علیها ص ١٠٢٧، نمبر ۶٩۴٩) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مجبور کیا گیا اس پر حد نہیں ہے۔

ترجمہ: (١٣٣۴)اگر مجبور کیا مرتد ہونے پر تو اس کی بیوی بائنہ نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ مرتد ہونے کا تعلق اعتقاد سے ہے، کیوں آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا، اور اس کے کافر ہونے میں شک ہے اس لئے شک سے بیوی بائنہ نہیں ہوگی

وجہ: (۱) اوپر آیت گزری جس سے معلوم ہوا کہ دل سے کفر کا اعتقاد نہیں کیا۔مجبوری کی وجہ سے صرف زبان سے کلمۂ کفر بولا تو وہ مرتد ہوا ہی نہیں۔اس لئے اس کی بیوی جدا نہیں ہوگی اور نہ نکاح ٹوٹے گا۔آیت یہ ہے۔من كفر بالله من بعد

كَانَ قَلْبُهُ مُطْمَئناً بِالْإِيْمَانِ لَا يَكْفُرُ وَفِيْ اِعْتِقَادِهِ الْكُفْرَ شَكٌّ فَلَا يَثْبُتُ الْبَيْنُوْنَةُ بِالشَّكِّ ۲؎ فَإِنْ قَالَتِ الْمَرْأَةُ قَدْ بِنْتُ مِنْكَ وَقَالَ هُوَ قَدْ اَظْهَرْتُ ذَالِكَ وَقَلْبِيْ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ اِسْتِحْسَاناً لِاَنَّ اللَّفْظَ غَيْرُمَوْضُوْعٍ لِلْفُرْقَةِ وَهِيَ يَتَبَدَّلُ الْاِعْتِقَادُ وَمَعَ الْاِكْرَاهِ لَا يَدُلُّ عَلَى التَّبَدُّلِ فَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلُهُ ۳؎ بِخِلَافِ الْإِكْرَاهِ عَلَى الْإِسْلَامِ حَيْثُ يَصِيْرُ بِهِ مُسْلِماً لِاَنَّهُ لَمَّا احْتَمَلَ وَاحْتَمَلَ رَجَّحْنَا الْاِسْلَامَ فِي الْحَالَيْنِ لِاَنَّهُ يَعْلُوْا وَلَا يُعْلىٰ وَهٰذَا بَيَانُ الْحُكْمِ اَمَّا فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ

ایمانه الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان (آیت ۱۰۶، سورۃ النحل ۱۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دل ایمان سے لبریز ہو تو وہ کافر نہیں ہوگا اس لئے نکاح نہیں ٹوٹے گا (۲) اس حدیث میں ہے کہ دل مطمئن ہو تو آدمی کافر نہیں ہوتا۔ عن ابی عبیدة بن محمد بن عمار بن یاسر عن ابیه قال اخذ المشرکون عمار بن یاسر فلم یترکوه حتی سب النبی ﷺ وذکر آلهتهم بخیر ثم ترکوه فلما اتی رسول الله ﷺ قال ماورائک ؟قال یا رسول الله ماترکت حتی نلت منک وذکرت آلهتهم بخیر قال: کیف تجد قلبک ؟ قال مطمئن بالایمان قال عادوا فعد (مستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ النحل ۱۶، ج ثانی، ص ۳۹۸، نمبر ۳۳۶۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت مجبور کر دیا جائے، دل ایمان سے لبریز ہو تو توریہ کے طور پر کفر بول سکتا ہے یا حضور کو برا بھلا کہہ سکتا ہے۔

لغت: تبن: بان سے مشتق ہے جدا ہونا، نکاح ٹوٹنا۔

ترجمہ: ۲؎ اگر بیوی نے کہا کہ ارتداد کی وجہ سے میں تم سے بائنہ ہو چکی ہوں، اور شوہر نے کہا کہ میں نے صرف کفر کا اظہار کیا ہے ورنہ میرا دل ایمان پر مطمئن تھا، تو استحسانا شوہر کی بات مانی جائے گی، اس لئے ظاہری کلمہ کفر فرقت کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ زبردستی کرنے کی وجہ سے اعتقاد بدلا ہے جو بدلنے پر دلالت نہیں کرتا ہے، اس لئے شوہر کی بات مانی جائے گی، اور عورت بائنہ نہیں ہوگی

اصول: شریعت کا اصول یہ ہے جلدی کافر قرار نہیں دیتا

تشریح: اکراہ کی وجہ سے شوہر نے کلمہ کفر بکا، اب بیوی کہہ رہی ہے کہ تم کافر ہو گئے ہو اس لئے میں تم سے بائنہ ہو گئی ہوں، اور شوہر کہتا ہے کہ میرا دل ایمان پر مطمئن تھا، اور میں اسلام پر ہی باقی تھا تو شوہر کی بات مانی جائے گی

وجہ: دل میں ایمان موجود ہو تو کلمہ کفر بکنا کفر پر دلالت نہیں کرتا، اس لئے شوہر کی بات مان کر مسلمان قرار دیا جائے گا، اور عورت بائنہ نہیں ہوگی

ترجمہ: ۳؎ بخلاف اگر اسلام پر مجبور کیا تو اس کو مسلمان شمار کیا جائے گا، اس لئے کہ جب اس لام کا احتمال رکھتا ہے تو ہم دونوں حالتوں میں اسلام کو ہی ترجیح دیں گے، اس لئے کہ اسلام ہمیشہ بلند رہتا ہے اس پر کوئی غالب نہیں آتا ہے، یہ فیما بینہ و بین اللہ حکم ہے، لیکن اگر اسلام کا اعتقاد نہیں ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے

اصول: اسلام اور کفر دونوں کا احتمال ہو تو شریعت میں اسلام کو ترجیح دی جائے گی

تَعَالىٰ اِذَا لَمْ يَعْتَقِدْهُ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ ۴؎ وَلَوْ اُكْرِهَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى حُكِمَ بِاسْلَامِهٖ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُقْتَلْ لِتَمَكُّنِ الشُّبْهَةِ وَهِيَ دَارِئَةٌ لِلْقَتْلِ. ۵؎ وَلَوْ قَالَ الَّذِيْ اُكْرِهَ عَلىٰ اِجْرَاءِ كَلِمَةِ الْكُفْرِ اَخْبَرْتُ عَنْ اَمْرٍ مَاضٍ وَلَمْ اَكُنْ فَعَلْتُ بَانَتْ مِنْهُ حُكْماً لَا دِيَانَةً لِاَنَّهٗ اَقَرَّ اَنَّهٗ طَائِعٌ بِاِتْيَانِ مَالَمْ يُكْرِهْ عَلَيْهِ وَحُكْمُ هٰذَا

تشریح : پہلے آدمی کافر تھا اب اس کو اسلام پر اکراہ کیا اور اس نے اسلام کا اقرار کر لیا تو اس کو مسلمان مان لیا جائے گا، کیونکہ دونوں کا احتمال ہو تو شریعت میں اسلام کو ترجیح دی جاتی ہے، لیکن یہ حکم فیما بینہ وبین اللہ ہے، ورنہ اگر واقعی دل میں اعتقاد نہ ہو تو اسلام کا اظہار کرنے کے باوجود وہ مسلمان نہیں ہوگا

وجہ : صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »اَلْاِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى (دارقطنی، باب المھر، ج ۴، ص ۱۷۱، نمبر ۳۶۲۰ / بخاری شریف، باب اذا اسلم الصبی، نمبر ۱۳۵۹)

ترجمہ : ۴؎ اگر اسلام لانے پر مجبور کیا، اور اس نے اسلام لایا اور مسلمان ہونے کا حکم بھی لگا دیا، پھر وہ اسلام سے واپس لوٹ گیا تو (مرتد ہونے کی بنا پر) قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ پہلے اسلام میں شبہ ہو گیا ہے، اور شبہ سے قتل ختم ہو جاتا ہے

تشریح : اکراہ کر کے اسلام لایا، اور اسلام کا حکم بھی لگا دیا، اب دوبارہ وہ اسلام سے پھر گیا تو مرتد ہونے کی بنا پر قتل نہیں کیا جائے گا

وجہ : پہلے ہی زبردستی کی بنا پر اسلام لایا تھا، اس لئے اس کا پہلا اسلام شبہ میں ہے، اس لئے دوبارہ پھرنے سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ مسلمان ہوا پھر مرتد ہوا، چونکہ شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جاتی ہے، اس لئے اسلام میں شبہ کی بنا پر مرتد کی حد ساقط ہو جائے گی

ترجمہ : ۵؎ جس کو کلمہ بولنے پر مجبور کیا اس نے کہا کہ، میں نے پچھلے زمانے میں کفر کیا تھا زبان پر کلمہ کفر کا ارادہ کیا حالانکہ پچھلے زمانے میں میں نے کفر نہیں کیا تھا تو اس صورت میں اس کی بیوی حکما بائن ہو جائے گی، لیکن دیانۃ بائن نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اقرار کیا کہ جس چیز پر اس کو زبردستی نہیں کیا تھا اس کو خوشی سے اقرار کیا ہے، اور خوشی سے اقرار کرے اس کا حکم میں نے بیان کیا تھا کہ قضاء بائن ہوگی، دیانۃ نہیں

اصول : یہاں اصول یہ ہے کہ اکراہ نہ کیا ہو اور بغیر کسی زبردستی کے کلمہ کفر بولا تو وہ مرتد قرار دیا جائے گا، اور اس کی بیوی بائنہ ہو جائے گی

تشریح : یہ دوسری صورت ہے۔ مجبور کرنے والے نے کلمہ کفر بولنے پر مجبور کیا، اس نے کلمہ کفر زبان سے نکالا، اور پوچھنے سے یوں کہا کہ کلمہ کفر بولتے وقت یوں ارادہ کیا تھا کہ زمانہ ماضی میں جو کلمہ کفر بولا تھا، اس کا اردہ کیا ہے۔ تو اس سے حکما بیوی بائن ہوگی

وجہ : پچھلے زمانے میں کلمہ کفر بولنے پر کسی نے اس کو مجبور نہیں کیا تھا، اس وقت جو کلمہ کفر بولا ہوگا وہ خوشی سے بغیر اکراہ سے بولا ہوگا، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے، اس لئے یہی حکم لگایا جائے گا کہ بغیر اکراہ سے کلمہ کفر بولا تھا اس لئے اسی زمانے میں اس کی بیوی بائنہ ہو چکی تھی، ۔ لیکن یہ بھی کہہ رہا ہے کہ یہ بھی میں نے جھوٹ بولا ہے، میں کبھی کلمہ کفر بولا ہی نہیں ہے، اس لئے دیانۃ یہ کہا جائے گا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اس لئے اس کی بیوی دیانۃ بائنہ نہیں ہوگی

الطَّائع مَا ذَكَرْنَاهُ ٦ وَلَوْ قَالَ اَرَدْتُ مَا طُلِبَ مِنِّیْ وَقَدْ خَطَرَ بِبَالِی الْخَبْرُ عَمَّا مَضیٰ بَانَتْ دِيَانَةً وَقَضَاءً لِاَنَّهٗ اَقَرَّ اَنَّهٗ مُبْتَدِیءٌ بِالْكُفْرِ هَازِلٌ بِهٖ حَيْثُ عُلِمَ لِنَفْسِهٖ مُخْلِصاً غَيْرَهٗ ٧ وَعَلیٰ هٰذا اُكْرِهَ عَلَی الصَّلَاةِ لِلصَّلِيْبِ وَسَبَّ مُحَمَّدَ النَّبِیَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَعَلَ وَقَالَ نَوَيْتُ بِهِ الصَّلَاةُ لله تَعَالیٰ وَمُحَمَّداً آخَرَ غَيْرُ النَّبِیِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَانَتْ مِنْهُ قَضَاءً لَا دِيَانَةً ٨ وَلَوْ صَلّٰی لِلصَّلِيْبِ وَسَبَّ مُحَمَّداً النَّبِیَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ خَطَرَ بِبَالِهِ الصَّلَاةُ لله تَعَالٰی وَسَبُّ غَيْرُ النَّبِیِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَانَتْ مِنْهُ

ترجمه :٦ اوراگر یوں کہا مجبور کرنے والے نے جو مانگا میں نے وہی کر دیا، حال آنکہ دل میں یہ بات آئی تھی کہ پرانے زمانے میں جو کفر کیا تھا وہ مراد لے لوں (لیکن پرانا کفر نہیں لیا، بلکہ مجبور کرنے والے جیسا کہا ویسا ہی کفر بول دیا) تو اس صورت میں بیوی قضاء اور دیانۃ دونوں اعتبار سے بائنہ ہو جائے گی

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، اکراہ کرنے والے نے جیسا کہا ویسا ہی کیا، اور دل میں وہی ہے تو چونکہ دل میں کفر کا اقرار کر دیا اس لئے وہ کافر شمار کیا جائے گا۔

تشریح : یہ تیسری صورت ہے۔ اکراہ کرنے والے نے کہا کہ کلمہ کفر کہو، اس نے کلمہ کفر کہا، اور جیسا کرنے کے لئے کہا وہی کیا، اور نیت بھی وہی کی جو مجبور کرنے والے نے مطالبہ کیا، حال آنکہ اس کو اس وقت خیال بھی آیا کہ ماضی میں جو کلمہ کفر بول چکا ہوں وہ مراد لے لوں، لیکن اس نے وہ مراد نہیں لی اس لئے وہ واقعی کافر ہو چکا ہے، کیونکہ اس کے دل میں بھی ایمان نہیں رہا، اس لئے اس کی بیوی قضاء اور دیانۃ دونوں طرح سے بائنہ ہو جائے گی

اور اگر وہ ماضی کا کفر مراد لیتا تو قضاء بیوی بائنہ ہوتی، دیانۃ نہیں ہوتی، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے

لغت : اقر انہ مبتدی بالکفر : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ، اس نے اقرار کیا کہ میں ابھی کفر بول رہا ہوں۔ ہازل بہ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ میں ایمان کے ساتھ ایک قسم کا مذاق کر رہا ہوں۔ علم لنفسہ مخلصا غیرہ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ، اس کے پاس یہ چانس تھا کہ زمانہ ماضی کے کفر کی نیت کر لیتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، ابھی فوری کفر کی نیت کر ڈالی، اس لئے مکمل کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

ترجمه :٧ اسی طرح کا مسئلہ ہے اگر مجبور کیا کہ صلیب کو سجدہ کرو، حضور ﷺ کو گالی دو اور اس نے ایسا کر لیا، لیکن کہا کہ میں صلیب کو سجدہ کرتے وقت اللہ کے سامنے سجدہ کی نیت کی تھی، یا حضور ﷺ کے علاوہ دوسرے محمد کو گالی کی نیت کی تھی تو اس میں قضاء بیوی بائنہ ہوگی، دیانۃ نہیں ہوگی

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر صلیب کو سجدہ کیا ہے، اور حضور ﷺ کو گالی دی ہے اس لئے قضاء کافر ہو گیا، اور بیوی بائنہ ہو گئی، لیکن وہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کو سجدہ کی نیت تھی، یا غیر نبی کو گالی کی نیت تھی اس لئے دل کی بات اللہ جانے، اس لئے دیانۃ بیوی بائنہ نہیں ہوگی

ترجمه : ٨ اور اگر صلیب کو سجدہ کیا، اور حضور ﷺ کو گالی دی اور دل میں صرف اللہ کے لئے سجدے کا خیال گزرا (لیکن اللہ کے

دِيَانَةً وَقَضَاءً لِمَا مَرَّ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ زِيَادَةً عَلىٰ هٰذا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهِى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

﴿كتاب الحجر﴾

(۱۳۳۵) قَالَ اَلْاَسْبَابُ الْمُوْجِبَةُ لِلْحَجْرِ ثَلَاثَةٌ الصِّغَرُ وَالرِّقُّ وَالْجُنُوْنُ فَلَا يَجُوْزُ تَصَرُّفُ الصَّغِيْرِ اِلَّا بِاِذْنِ وَلِيِّهِ وَلَا وَلَا تَصَرُّفُ الْعَبْدِ اِلَّا بِاِذْنِ سَيِّدِهِ وَلَا يَجُوْزُ تَصَرُّفُ الْمَجْنُوْنِ الْمَغْلُوْبِ بِحَالٍ

لئے سجدے کی نیت نہیں کی) یا حضور ﷺ کے علاوہ کو گالی دینے کا خیال گزرا، (لیکن غیر محمد ﷺ کو گالی دینے کی نیت نہیں کی) تو بیوی دیانۃ اور قضاء دونوں طرح بائنہ ہو جائے گی، اس دلیل کی بنا پر جو پہلے گزری، اور لمبی بحث کفایۃ المنتہی میں کی ہے، واللہ اعلم

تشریح: یہ دوسری عبارت ہے، اس میں یہ ہے کہ اللہ کے سجدے کا خیال آیا، یا غیر محمد ﷺ کا خیال آیا، لیکن اس کی نیت نہیں کی اور اکراہ کرنے والے کے کہنے کے مطابق کر دیا، اس لئے وہ قضاء اور دیانۃ دونوں طرح کے کافر ہو گئے، اس لئے دونوں طرح اس کی بیوی بائنہ ہو جائے گی، پہلے میں یہ تھا کہ اس نے باضابطہ اللہ کے سجدے کی نیت کی تھی، اور غیر محمد کو گالی کی نیت کی تھی اس لئے دیانۃ بیوی بائنہ نہیں ہوئی تھی، دونوں عبارتوں میں یہ فرق ہے

اصول: کفر کے انکار کی نیت بھی نہ ہو تو آدمی قضاء اور دیانۃ دونوں طرح کافر شمار کیا جائے گا

نوٹ: لیکن ان تمام مسائل کفر میں، دل میں ایمان ہو اور صرف منہ سے کلمہ کفر بولا تو عورت بائنہ نہیں ہوگی واللہ اعلم بالصواب

﴿کتاب الحجر﴾

ضروری نوٹ: حجر کے معنی روکنے کے ہیں۔ یہاں حجر کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو بیع وشراء اور معاملات کرنے سے روک دے تا کہ دوسرے کو نقصان نہ ہو مثلا بچے، مجنون، غلام کو خرید وفروخت کرنے سے روک دے تا کہ اس کی بے وقوفی سے ولی کو نقصان نہ ہو

وجہ: حجر کا ثبوت اس آیت میں ہے **وابتلوا الیتمی حتی اذا بلغوا النکاح فان اٰنستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم** (آیت ۶ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں کہا گیا ہے کہ نابالغ یتیم کو آزمالو۔ اگر اس میں عقل اور سمجھ کو محسوس کرو تو اس کو مال دو اور محسوس نہ کرو تو اس کا مال حوالے مت کرو۔ اسی مال حوالے نہ کرنے کا نام حجر ہے۔ (۲) اس سے اوپر کی آیت میں یوں ہے **ولا تؤتوا السفھاء اموالکم** (آیت ۵ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ جو لوگ بے وقوف ہیں ان کو مال مت دو (۳) اور حدیث میں ہے۔ **عن کعب بن مالک ان رسول اللہ ﷺ حجر علی معاذ مالہ و باعہ فی دین کان علیہ** (دار قطنی، کتاب فی الاقضیۃ والاحکام، ج رابع، ص ۱۴۸، نمبر ۴۵۰۵ رسنن للبیھقی، باب الحجر علی المفلس وبیع مالہ فی دیونہ، ج سادس، ص ۸۰، نمبر ۱۱۲۶۰) اس حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل کو دین کی وجہ سے ان پر حجر کیا تھا۔

ترجمہ: (۱۳۳۵) حجر واجب کرنے والے اسباب تین ہیں بچپنا، غلام ہونا اور جنون ہونا۔ اس لئے ولی کی اجازت کے بغیر بچے کا تصرف جائز نہیں ہے، اور غلام کا تصرف آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں، اور مغلوب الحال مجنون کا تصرف جائز نہیں ہے

ا اَمَّا الصِّغَرُ فَلِنُقْصَانِ عَقْلِهٖ غَيْرَ اَنَّ اِذْنَ الْمَوْلٰى آيَةُ اَهْلِيَتِهٖ

تشریح : یہ تین اسباب ایسے ہیں جن سے حجر ہوتا ہے اور آدمی کو خرید و فروخت کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ان میں سے بچپن میں عقل کی کمی ہوتی ہے اس کو پتہ نہیں ہوتا ہے کہ اچھی چیز خرید رہا ہوں یا بری اس لئے اس کو خرید و فروخت کرنے سے روکا جائے گا۔البتہ مستقبل میں امید کی جاتی ہے کہ بالغ ہونے کے بعد عقل آجائے اور معاملہ درست کر لے۔اس لئے ولی کی اجازت سے خرید و فروخت درست ہوسکتا ہے۔غلام میں عقل ہوتی ہے لیکن اس کے خرید و فروخت کرنے سے مولی کو نقصان ہونے کا خطرہ ہے اس لئے اس کو بھی معاملہ کرنے سے روکا جائے گا۔اور مجنون میں بھی عقل نہیں ہے اس لئے اس کو بھی معاملہ کرنے سے روکا جائے گا۔

وجہ :(۱) روکنے کی دلیل اوپر کی آیت ہے۔**وابتلوا الیتٰمی حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم** (آیت ۶ سورۃ النساء ۴) آیت میں ہے کہ اگر معاملہ کرنے کی صلاحیت دیکھو تو یتیموں کو مال سپرد کرو ورنہ نہیں۔اس لئے آیت سے ان لوگوں کو روکنے کا ثبوت ہے (۲) حدیث میں ہے۔**عن ابن عباس قال مر علی علی ابن ابی طالب بمعنی عثمان قال او ما تذکر ان رسول الله ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق وعن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یحتلم قال صدقت** (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق اویصیب حدا ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۱ / بخاری شریف، باب لا یرجم المجنون والمجنونۃ ص ۱۰۰۶ نمبر ۶۸۱۵)اس حدیث میں ہے کہ بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے اور مجنون کو افاقہ نہ ہو جائے اس سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی اس کے کام پر کوئی الزام نہیں ہے۔اور بیع وشراء میں الزام اور ذمہ داری ہوتی ہے۔اس لئے وہ بیع وشراء کرنے کے اہل نہیں ہیں۔(۳) باقی رہا غلام تو اس میں عقل ہے لیکن مولی کے نقصان کی وجہ سے اس کو خرید و فروخت نہیں کرنے دیا جائے گا۔ہاں! مولی اجازت دے تو خرید و فروخت کرسکتا ہے۔غلام کے حجر کی وجہ یہ حدیث ہے۔**عن عمر بن شعیب ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فیما تملک ولا عتق الا فیما تملک ولا بیع الا فیما تملک** (ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح ص ۳۰۵ نمبر ۲۱۹۰)اس حدیث میں ہے کہ اس کی بیع نہیں کرسکتا جس کا مالک نہیں اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہے جو مال ہے وہ مولی کا ہے اس لئے اس کی خرید و فروخت مجور ہیں۔(۴) یہ آیت کا اشارہ بھی ہے۔**ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ**۔(سورت النحل ۱۶، آیت ۷۵) اس آیت میں ہے کہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا،اس لئے وہ آقا کی اجازت کے بغیر تصرف بھی نہیں کرسکتا ہے

لغت:الصغر : بچپنا۔الرق: غلامیت۔

اصول : معاملہ کرنے کا دارومدار عقل ہے۔اس لئے جن کو عقل نہیں ہے ان کو معاملہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔یا اس کا معاملہ موقوف رہیگا۔

ترجمہ : ا بچے کو منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے عقل میں کمی ہے، یہ اور بات ہے کہ ولی کی اجازت سے اہلیت کی

۲؎ وَالرِّقُّ لِرِعَايَةِ حَقِّ الْمَوْلٰى كَيْلَا يَتَعَطَّلَ مُنَافِعُ عَبْدِهٖ وَلَا يَمْلِكُ رَقْبَتَهٗ بِتَعَلُّقِ الدَّيْنِ بِهٖ غَيْرَ اَنَّ الْمَوْلٰى بِالْاِذْنِ رَضِيَ بِفَوَاتِ حَقِّهٖ ۳؎ وَالْجُنُوْنُ لَا تُجَامِعُهُ الْاَهْلِيَّةُ فَلَا يَجُوْزُ تَصَرُّفُهٗ بِحَالٍ ۴؎ اَمَّا الْعَبْدُ فَاَهْلٌ فِيْ نَفْسِهٖ وَالصَّبِيُّ يُرْتَقَبُ اَهْلِيَتُهٗ فَلِهٰذَا وَقَعَ الْفَرْقُ.

(۱۳۳۶) قَالَ وَمَنْ بَاعَ مِنْ هٰؤُلَاءِ شَيْئًا اَوِ اشْتَرٰى وَهُوَ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصُدُهٗ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ اِنْ

علامت ہو جائے گی

تشریح : بچے میں عقل کم ہے، اس میں خرید و فروخت کی اہلیت نہیں ہے، البتہ اس کا ولی اجازت دے دے تو یہ سمجھی جائے گی کہ اس میں کچھ اہلیت ہے، اور اس سے نقصان ہو گا تو چونکہ ولی کی اجازت سے کیا ہے اس لئے اس نقصان ولی برداشت کرے گا

ترجمہ : ۲؎ اور غلام کو حجر کیا آقا کی رعایت کرنے کے لئے تا کہ غلام کا نفع بیکار نہ ہو جائے، اور غلام کی گردن پر قرض نہ آجائے، لیکن اگر آقا نے اجازت دی تو اپنے حق کے فوت کرنے پر راضی ہو گیا

تشریح : غلام پر حجر اس لئے کیا کہ اگر وہ خرید و فروخت کرے گا، اور اس میں اس پر قرض ہو جائے تو اس قرض میں غلام بیچا جائے گا، اس میں آقا کا نقصان ہے، یا اس قرض کو آقا ادا کرے گا تو اس میں بھی آقا کا نقصان ہے، اس لئے غلام پر حجر کیا، لیکن آقا اجازت دیتا ہے تو پھر آقا اپنے نقصان سے راضی ہے اس لئے غلام کے لئے تجارت کرنا جائز ہو جائے گا

ترجمہ : ۳؎ اور مجنون کو حجر کیا اس لئے کہ اس میں تجارت کی اہلیت نہیں ہے، اس لئے کسی حال میں اس کا تصرف جائز نہیں ہے

تشریح : جنون کی دو قسمیں ہیں، ۔ جنون مطبق، یعنی پورا ہی پاگل، اس کا تصرف کسی حال میں جائز نہیں ہے ۔۲۔ دوسرا ہے جنون غیر مطبق ۔ یعنی کبھی مجنون ہوتا ہے اور کبھی افاقہ ہوتا ہے تو بالکل سمجھدار لگتا ہے اور تجارت کو خوب سمجھنے لگتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ جب جنون کا دورہ پڑے اور کوئی بات عقل کی نہ کرنے لگے تو اس وقت حجر ہو گا، اور جب افاقہ ہو جائے اور بات سمجھنے لگے تو اس وقت اس کی تجارت جائز ہو گی، یہ دونوں میں فرق ہے

ترجمہ : ۴؎ اور غلام کا حال یہ ہے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے وہ اہل ہے (کیونکہ اس میں عقل ہے، لیکن آقا کی وجہ سے حجر ہے) اور بچے کا حال یہ ہے کہ اس میں اہلیت ہونے کا انتظار کیا جائے گا، اس لئے دونوں میں یہ فرق ہے

تشریح : غلام میں ابھی عقل ہے، لیکن آقا کی وجہ سے حجر ہے، اور بچے میں ابھی عقل نہیں ہے، لیکن عقلمند ہونے کی امید ہے، اس لئے اس کا انتظار کیا جائے گا۔

ترجمہ : (۱۳۳۶) ان لوگوں میں سے کسی نے کوئی چیز بیچی یا اس کو خریدی اس حال میں کہ وہ بیع کو سمجھتے ہوں اور اس کا ارادہ کرتے ہوں تو ولی کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس کی اجازت دیدے اگر اس میں مصلحت دیکھے اور چاہے تو اس کو فسخ کردے۔

تشریح : بچہ، غلام اور مجنون میں سے کسی نے خرید و فروخت کی اس حال میں کہ وہ بیع کو سمجھتا ہے اور اس کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے، مذاق اور کھیل میں نہیں تو اگر اس کی اجازت دینے میں مصلحت ہے تو ولی اس کی اجازت دے اور خرید و فروخت کو نافذ کردے۔ اور اگر مصلحت نہیں ہے تو اس خرید و فروخت کو فسخ کردے۔

شَاءَ اَجَازَهُ اِذَا كَانَ فِيهِ مَصْلِحَةٌ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَهُ ۱؎ لِاَنَّ التَّوَقُّفَ فِي الْعَبْدِ لِحَقِّ الْمَوْلٰى فَيَتَخَيَّرُ فِيهِ ۲؎ وَفِي الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ نَظَراً لَهُمَا فَيَتَحَرّٰى مَصْلِحَتُهَا فِيهِ ۳؎ وَلَا بُدَّ اَنْ يَعْقِلَا الْبَيْعَ لِيُوْجَدَ رُكْنَ الْعَقْدِ فَيَنْعَقدف مَوْقُوْفاً عَلَى الْاِجَارَةِ ۴؎ وَالْمَجْنُوْنُ قَدْ يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ وَاِنْ كَانَ لَا يَرْجِعُ الْمَصْلِحَةُ عَلَى الْمُفْسِدَةِ وَهُوَ الْمَعْتُوْهُ الَّذِي يَصْلُحُ وَكِيْلاً عَنْ غَيْرِهٖ كَمَا بَيَّنَّا فِي الْوَكَالَةِ

وجـــه:(۱) سمجھدار بچے کو وکیل بنانے کی دلیل یہ حدیث ہے۔جن میں عمر بن ابی سلمہ جو چھوٹے تھے اس کو ماں نے حضور سے اپنی شادی کا وکیل بنایا۔عن ام سلمة لما انفضت عدتها ... فقالت لابنها یا عمر قم فزوج رسول الله فزوجه(مختصر نسائی شریف، باب انکاح الابن امہ ص ۴۵۰ نمبر ۳۲۵۶)

نـــوٹ :عبارت میں ویقصدہ فرمایا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ مجنون اور بچہ کبھی مذاق کے طور پر بھی خرید وفروخت کرتے ہیں۔اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہے۔بیع کا ارادہ کرتا ہو تب ہی بیع ہوگی تا کہ ایجاب اور قبول حقیقت میں پائے جائیں۔

ترجمہ:۱؎ غلام میں توقف آقا کے حق کی وجہ سے ہے،اس لئے اس بارے میں آقا کو اختیار ہوگا(کہ اجازت دے یا نہ دے)

تشــریح: غلام میں حجر آقا کے حق کی وجہ سے ہے،اس لئے وہ مصلحت دیکھے گا تو غلام کی خرید وفروخت کو جائز قرار دے گا، اور مصلحت نہیں دیکھے گا اس خرید وفروخت کو رد کر دے گا

تــرجــمــہ : ۲؎ اور بچے میں اور مجنون میں ان دونوں ہی کی مصلحت کی وجہ سے ہے اس لئے دونوں کی مصلحت میں غور کیا جائے گا

تشریح: واضح ہے

تــرجــمــہ:۳؎ یہ بھی ضروری ہے کہ مجنون اور بچہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہو تا کہ عقد کا رکن پایا جائے پھر اجازت پر موقوف ہو کر منعقد ہوگی

تشـــریـــح : چونکہ ان دونوں کے پاس عقل نہیں ہے،یا کم ہے،اس لئے۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مذاق میں یہ دونوں خرید و فروخت کرتے ہیں،اور کبھی ایسا ہوتا کہ بیع کے ارکان،اور اس کا نفع اور نقصان نہیں سمجھتے ہیں اور یہ دونوں خرید وفروخت کر لیتے ہیں،اس لئے یہ قید لگائی بیع کو سمجھتا ہو تب ہی بیع موقوف منعقد ہوگی،اور اگر اتنے کم عقل ہیں کہ بیع کو نہیں سمجھتے ہوں تو بیع ہوگی ہی نہیں،نہ موقوف،اور نہ ویسے

تــرجــمــہ: ۴؎ اور مجنون کا حال یہ ہے کہ وہ کبھی بیع کو سمجھتا ہے اور اس کا ارادہ بھی کرتا ہے،یہ اور بات ہے کہ فساد کو مصلحت پر ترجیح نہیں دے سکتا ہے،اس کو معتوہ، کہتے ہیں جو غیر کا وکیل بن سکتا ہے،اس کی تفصیل میں نے کتاب الوکالہ میں بیان کی ہے

تشــریح: مجنون کی دو قسمیں، مجنون مطبق جو بالکل پاگل ہوتا ہے،اور دوسرا ہے معتوہ، جو بیع کو کچھ سمجھتا ہو،لیکن اس بیع میں خوبی کیا ہے اور خامی کیا ہے نہیں سمجھتا ہو،اس کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہوگی، یہ وہی مجنون ہے جو غیر کا وکیل بھی کبھی کبھار بن سکتا ہے۔

۵ فَاِنْ قِيْلَ التَّوَقُّفُ عِنْدَكُمْ فِي الْبَيْعِ اَمَّا الشِّرَاءُ فَالْوَصْلُ فِيْهِ النَّفَاذُ عَلَى الْمُبَاشَرَةِ قُلْنَا نَعَمْ اِذَا وَجَدَ نِفَاذاً عَلَيْهِ كَمَا فِي شِرَاءِ الْفُضُوْلِي وَهٰهُنَا لَمْ يَجِدْ نِفَاذاً لِعَدَمِ الْاَهْلِيَّةِ اَوْ لِضَرَرِ الْمَوْلىٰ فَوَقَّفْنَاهُ.
(١٣٣٧) قَالَ وَهٰذِهِ الْمَعَانِي الثَّلاثَةُ تُوجِبُ الْحِجْرَ فِي الْاَقْوَالِ دُوْنَ الْاَفْعَالِ

ترجمه : ۵ اگر یہ اعتراض کریں کہ تمہارے یہاں بیع میں توقف ہے لیکن خریدنے میں تو اصل یہی ہے کہ خریدنے والے پر نافذ ہو جاتی ہے (تو یہاں مجنون، اور بچے، اور غلام میں خریدنے کو بھی اجازت پر کیوں موقوف رکھا) تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفاذ کی صورت ہو تو شراء نافذ ہوتی ہے، جیسے فضولی کی خرید میں ہوتا ہے کہ، خود فضولی پر نافذ ہو جاتی ہے)، اور یہاں بچے وغیرہ میں حال یہ ہے کہ اہلیت کے نہ ہونے کی وجہ سے نفاذ ہی نہیں پایا گیا ہے، یا آقا کے نقصان کی وجہ سے نفاذ ہی نہیں پایا گیا ہے اس لئے ہم نے موقوف رکھا۔

تشریح : یہ مسئلہ ایک قاعدے پر ہے، قاعدہ یہ ہے کہ بیع تو چلو موقوف رہتی ہے، لیکن شراء نافذ ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ فضولی بغیر حکم کے خرید لے تو خود فضولی پر یہ خرید نافذ ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہاں بھی بچے، مجنون، اور غلام نے کوئی چیز خریدی تو اس پر نافذ ہو جانی چاہئے، اجازت پر موقوف نہیں رہنی چاہئے، تو اس کا جواب دیا کہ فضولی میں عقل بھی ہے اور اپنے لئے خود مختار بھی ہے اس لئے فضولی نے شراء کیا تو خود فضولی پر نافذ ہو جائے گی۔ لیکن مجنون، بچے میں اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے نفاذ ہی نہیں پایا گیا ہے، اور غلام میں مولی کے حق کی وجہ سے نفاذ ہی نہیں پایا گیا ہے، اس لئے ان لوگوں کی شراء بھی اجازت پر موقوف رہے گی۔

ترجمه: (١٣٣٧) یہ تین وجہیں واجب کرتی ہیں حجر کو اقوال میں نہ کہ افعال میں۔

تشریح: جنون، بچپنا اور غلامیت کی وجہ سے حجر واجب ہوتا ہے۔ لیکن صرف قول میں حجر ہوگا کہ اس کے قول کا اعتبار کریں کہ نہ کریں۔ لیکن اگر اس نے کوئی کام کیا مثلا کسی کو قتل کر دیا تو اس کا اثر تو ہوگا کہ اس کی دیت لازم ہوگی۔ یا چوری کی تو اس کا تاوان لازم ہوگا یا کسی کو مارا تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔ اس لئے کہ یہ افعال کیے اور خارج میں کسی کا نقصان ہوا تو نقصان ادا کرنا ہوگا۔ البتہ ایسے افعال جن سے حدود و قصاص لازم ہوتے ہیں وہ مجنون اور بچے پر لازم نہیں ہونگے۔ کیونکہ یہ شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہو کہ مجنون اور بچے ان کو شبہ کی وجہ سے کر گزرے ہوں۔ اور ان کے پختہ ارادے کا دخل نہ ہو۔ اس لئے ان کے افعال سے حدود و قصاص لازم نہیں ہونگے۔ باقی افعال سے نقصان ہوا ہو تو وہ ولی کو ادا کرنا ہوگا۔

اقوال بھی تین قسم کے ہیں۔ ا۔ ایسے قول جس میں بچے اور مجنون کا فائدہ ہی فائدہ ہے جیسے ہبہ اور ہدیہ قبول کرنا۔ یہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں ان کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ ۲۔ دوسرے وہ قول جن میں ان کو نقصان ہی نقصان ہے۔ جیسے طلاق دینا اور غلام آزاد کرنا، یہ بالکل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان میں ان کا نقصان ہے۔ ۳۔ تیسرے وہ اقوال جن بھی فائدے بھی ہو سکتے ہیں اور نقصان بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کو موقوف رکھا جائے گا، ولی مصلحت دیکھے گا تو نافذ کرے گا اور مناسب سمجھے گا تو رد کر دے گا، جیسے خرید و فروخت کرنا۔

لِ لِاَنَّهٗ لا مَرَدَّ لَهَا لِوُجُوْدِهَا حِسّاً وَمُشَاهَدَةً بِخِلَافِ الْاَقْوَالِ لِاَنَّ اِعْتِبَارَهَا مَوْجُوْدَةٌ بِالشَّرْعِ وَالْقَصْدُ مِنْ شَرْطِهٖ

(١٣٣٨) اِلَّا اِذَا كَانَ فِعَلا يَتَعَلَّقُ بِهٖ حُكْمٌ يُنْدَرِئُ بِالشَّهَادَاتِ كَالْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ فَيَجْعَلُ عَدَمُ الْقَصْدِ فِي ذَالِكَ شُبْهَةٌ فِي حَقِّ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْن.

(١٣٣٩) قَالَ وَالصَّبِيُّ وَالْمَجْنُوْنُ لَا يَصِحُّ عُقُوْدُهُمَا وَلَا اِقْرَارُهُمَا لِمَا بَيَّنَّا وَلَا يَقَعُ طَلَاقُهُمَا وَلَا اِعْتَاقُهُمَا لِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّ طَلَاقٍ وَاقِعٌ اِلَّا طَلَاقُ الصَّبِيِّ وَالْمَعْتُوْهِ وَالْاِعْتَاقُ يَتَمَحَّضُ

ترجمہ : لِ اس لئے کہ حسی افعال میں کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ حسی طور پر اور مشاہدہ کے طور پر پائے جاتے ہیں، بخلاف قول کے اس لئے کہ اس کا اعتبار شریعت کی وجہ سے ہے، اور نیت بھی اس میں شرط ہے

تشریح : اس عبارت میں فعل، اور قول میں فرق بتا رہے ہیں۔ جو کام کیا ہے مثلا مارا ہے تو یہ مشاہدے میں ہے اس لئے اس کا اعتبار تو کرنا ہی ہوگا، یعنی مارنے کا تاوان دینا ہی ہوگا، لیکن جن امور کا تعلق قول سے، اس میں شریعت کا اعتبار ہے، اور نیت کا اعتبار ہے، اور ان لوگوں میں نیت نہیں ہے اس لئے قول موقوف رہے گا مثلا خرید و فروخت کیا تو وہ اجازت پر موقوف رہے گی

ترجمہ : (١٣٣٨) لیکن ایسا کام کیا ہو جو شبہات سے ختم ہو جاتا ہو جیسے حدود اور قصاص تو بچے اور مجنون کے حق میں ارادہ نہ کرنا شبہ ہوگا

تشریح : قتل وغیرہ کیا ہو تو بچے اور مجنون پر دیت لازم ہوگی جسکو اس کا ولی ادا کرے گا، لیکن اسی کام سے ایسا کام ہو جو شبہ سے ساقط ہوتا ہو تو یوں سمجھا جائے گا کہ بچے اور مجنون نے صحیح قصد نہیں کیا ہے، اس لئے اس شبہ کی وجہ سے حد اور قصاص ساقط ہو جائے گا

ترجمہ : (١٣٣٩) بہر حال بچہ اور مجنون تو نہیں صحیح ہے ان کا عقد اور نہ ان کا اقرار کرنا (اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی کے بچے کے نیت کا اعتبار نہیں ہے)، اور نہیں واقع ہوگی ان کی طلاق اور نہ آزاد کرنا۔

ترجمہ : لِ حضورؐ کے قول کی وجہ سے ہر طلاق واقع ہے مگر بچے کی طلاق اور معتوہ کی طلاق، اور آزاد کرنے میں بھی خالص نقصان ہے اس لئے آزاد بھی نہیں ہوگا

تشریح : بچہ اور مجنون کو عقل نہیں ہے اس لئے ان کے اقوال کا اعتبار نہیں۔ اور عقد کرنا، اقرار کرنا، طلاق دینا اور آزاد کرنا سب اقوال ہیں اس لئے ان کا اعتبار نہیں۔ البتہ عقد کرنا مثلا خرید و فروخت کرنے میں فائدہ اور نقصان دونوں ہو سکتے ہیں اس لئے ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اقرار کرنے میں سراسر نقصان ہے اس لئے اس کا بھی اعتبار نہیں ہے۔ اور وہ طلاق دے یا آزاد کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور نہ غلام آزاد ہوگا۔

وجہ : (١) ان میں بھی نقصان ہے۔ طلاق میں بیوی جائے گی اور آزاد کرنے میں غلام جائے گا اس لئے ان کا بھی اعتبار نہیں ہے۔ (٢) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ كل طلاق جائز الا طلاق المعتوه المغلوب علی عقله (ترمذی شریف، باب ماجاء فی طلاق المعتوه، ص ٢٢٣ نمبر ١١٩١ / بخاری شریف، باب

مُضَرَّةً ٢ وَلَا وُقُوفَ لِلصَّبِيِّ عَلَى الْمَصْلِحَةِ فِي الطَّلَاقِ بِحَالٍ لِعَدَمِ الشَّهْوَةِ وَلَا وُقُوفَ لِلْوَلِيِّ عَلٰى اِعْتِبَارِ بُلُوْغِهٖ حَدَّ الشَّهْوَةِ فَلِهٰذَا لَا يَتَوَقَّفَانِ عَلٰى اِجَازَتِهٖ وَلَا يَنْفُذَانِ بِمُبَاشَرَتِهٖ بِخِلَافِ سَائِرِ الْعُقُوْدِ (۱۳۴۰) وَاِنْ اَتْلَفَا شَيْئًا لَزِمَهُمَا ضَمَانُهٗ ١ اِحْيَاءً لِحَقِّ الْمُتْلَفِ عَلَيْهِ وَهٰذَا لِاَنَّ كَوْنَ الْاِتْلَافِ

الطلاق فی الاغلاق والکرہ ص۹۳ ۷ نمبر ۵۲۶۹) اس حدیث میں ہے کہ معتوہ جن کی عقل مغلوب ہو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور بچہ بھی مغلوب العقل ہے اس لئے اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی (۳)۔ عن علی لا یجوز علی الغلام طلاق حتی یحتلم (مصنف عبد الرزاق، باب طلاق الصبی، ج سابع، ص ۸۵، نمبر ۱۲۳۱۶) (۴) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال مر علی علی ابن ابی طالب بمعنی عثمان قال او ما تذکر ان رسول اللہ ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق وعن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یحتلم قال صدقت (ابو داؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا، ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۱ ر بخاری شریف، باب لا یرجم المجنون والمجنونة ص ۱۰۰۶ نمبر ۶۸۱۵) اس حدیث میں ہے کہ بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے اور مجنون کو افاقہ نہ ہو جائے اس سے قلم اٹھالیا گیا ہے یعنی اس کی طلاق کا اعتبار نہیں ہے

ترجمه : ٢ اور بچے کو طلاق کے بارے میں کسی حال میں مصلحت پر واقفیت نہیں ہے، کیونکہ اس کو شہوت نہیں ہے، اور ولی کو بھی یہ پتہ نہیں ہے کہ بچہ شہوت کی حد تک پہنچے گا تو اس وقت میاں بیوی میں توافق ہوگا یا نہیں، اس لئے دونوں کی اجازت پر بھی طلاق موقوف نہیں ہوگی، اور ان دونوں کے طلاق دینے سے طلاق واقع بھی نہیں ہوگی، بخلاف اور عقود کے کہ وہ اجازت پر موقوف ہوں گے

تشریح : یہ بچے کے طلاق واقع نہ ہونے کی یہ دلیل عقلی ہے۔ شادی تو ہو چکی ہے، لیکن بیوی کو طلاق دینے میں بچے کو یہ پتہ ہی نہیں ہے طلاق دینا اچھا ہے یا نہیں کیونکہ اس میں شہوت نہیں ہے، اور اس کا ولی بھی طلاق نہیں دے سکتا ہے، اس لئے اس کو بھی پتہ نہیں ہے کہ بالغ ہونے کے بعد میاں بیوی میں موافقت رہے گی، یا مخالفت، اس لئے نہ وہ طلاق دے سکتا ہے اور نہ اس کی اجازت پر موقوف رکھ سکتے ہیں، اس لئے دونوں کی طلاق واقع نہیں ہوگی

نوٹ : ایسی لڑکی جس کو اپنے بچے شوہر سے طلاق لینی ہو تو قاضی کے پاس مقدمہ دائر کرے وہ مصلحت دیکھ کر نکاح فسخ کرے گا، یہ طلاق کی یہی صورت ہے

ترجمه: (۱۳۴۰) پس اگر ان دونوں میں سے کوئی چیز ضائع کی تو ضمان لازم ہوگا۔

ترجمه : ١ جس کی چیز ضائع کی اس کے حق کو زندہ کرنے کے لئے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ضائع کرنا یہ تاوان کا سبب ہے، اس کا مدار ارادے پر نہیں ہے، جیسے کسی کے سوتے ہوئے میں الٹ پلٹ ہونے میں کوئی چیز ضائع ہو جائے تو (تاوان لازم ہوتا ہے)

تشریح : مجنون اور بچے نے اپنی حرکتوں سے کسی کی کوئی چیز ضائع کر دی تو اس کا ضمان ان دونوں پر لازم ہوگا۔ اور ان کے ولی ان کا ضمان ادا کریں گے۔

وجه: (۱) ان لوگوں کے قول وقرار کا اعتبار نہیں ہے لیکن افعال کا اعتبار تو ہے (۲) دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ضمان

مُوجِباً لا يَتوقَّفُ عَلَى الْقَصْدِ كَالَّذِي يَتْلُفُ بِانْقِلَابِ النَّائِمِ عَلَيْهِ ٢ وَالْحَائِطُ الْمَائِلُ بَعْدَ الْاَشْهَادِ بِخِلَافِ الْقَوْلِي عَلَىٰ مَا بَيَّنَّاهُ.

(١٣٤١) قَالَ فَأَمَّا الْعَبْدُ فَاِقْرَارُهُ نَافِذٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ لِقِيَامِ اَهْلِيَتِهِ غَيْرُ نَافِذٍ فِي حَقِّ مَوْلَاهُ ١ رِعَايَةً لِجَانِبِهِ لِاَنَّ نِفَاذَهُ لَايَعْرِىٰ عَنْ تَعَلُّقِ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ اَوْ كَسْبِهِ وَ كُلُّ ذَالِكَ اِتْلَافُ مَالِهِ.

ادا کیا جائے گا۔ ورنہ دوسروں کے حقوق ضائع ہونگے۔

اصول: دوسروں کا نقصان کوئی بھی کرے ضمان ادا کرنا ہوگا۔

ترجمہ: ٢ یا جھکی ہوئی دیوار گر جائے اور اس پر گواہ بنایا ہو

تشریح: زید کی جھکی ہوئی دیوار تھی اور عمر پر گر گئی اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو زید کا اس میں کوئی قصد نہیں تھا پھر بھی اس کی دیوار گری ہے تو اس کو تاوان دینا ہوگا، لیکن اس میں گواہ بنانا ہوگا تا کہ قاضی کے پاس کام آئے اور انکار نہ کر سکے

لغت: بعد الاشہاد: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ۔ دیوار گرنے پر گواہ بنانا ہوگا تب تاوان لازم ہوگا، تا کہ قاضی کے پاس گواہ کام آئے

ترجمہ: ٣ بخلاف قول کے اس اعتبار سے جو ہم نے بیان کیا

تشریح: بچے اور مجنون کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ ان میں عقل نہیں ہے

ترجمہ: (١٣٤١) بہر حال غلام تو اس کے اقوال نافذ ہیں اس لئے کہ اس میں اہلیت ہے اس کی ذات کے حق میں اور نہیں نافذ ہیں اس کے مولی کے حق میں۔

ترجمہ: ١ اس میں آقا کی جانب رعایت ہے، اس لئے کہ غلام کی گردن پر قرض سے خالی نہیں ہوگا، یا اس کی کمائی پر نقصان ہوگا، اور دونوں صورتوں میں مال کا اتلاف ہے

تشریح: بالغ غلام عقلمند ہے لیکن مولی کے نقصان اور اس کے حق کی وجہ سے اس کے اقوال نافذ نہیں نہ اس کا خرید و فروخت نافذ ہے۔ لیکن اس کی ذات کے حق میں اس کا اقرار وغیرہ نافذ ہے۔ مثلا وہ اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو یہ اس کا ذاتی نقصان ہے اس لئے طلاق دے سکتا ہے

وجہ: (١) حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ غلام کا قول اس کی ذات کے حق میں نافذ ہے۔ عن ابن عباس قال اتی النبی رجل فقال یا رسول الله ان سیدی زوجنی امته وهو یرید ان یفرق بینی و بینها قال فصعد رسول الله ﷺ المنبر فقال یا ایها الناس ما بال احدکم یزوج عبده امته ثم یرید ان یفرق بینهما انما الطلاق لمن اخذ بالساق (ابن ماجہ شریف، باب طلاق العبد ص ٢٩٩ نمبر ٢٠٨١ / دار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع ص ٢٥ نمبر ٣٩٤٨) اس حدیث میں مولی نے غلام کی بیوی کو طلاق دینا چاہا لیکن آپ ؐ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ طلاق دینے کا حق اس کو ہے جس نے پنڈلی پکڑی یعنی نکاح کیا۔ اور نکاح غلام کرتا ہے اس لئے اس کو طلاق دینے کا حق ہے (٢) دوسری حدیث میں ہے۔ انہ

(١٣٤٢) قَالَ فَـاِنْ اَقَرَّ بِمَالٍ لَزِمَهُ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ ١ لِوُجُوْدِ الْاَهْلِيَةِ وَزَوَالِ الْمَانِعِ وَلَايَلْزَمُهُ فِيْ الْحَالِ لِقِيَامِ الْمَانِعِ

(١٣٤٣) وَاِنْ اَقَرَّ بِحَدٍّ اَوْقِصَاصٍ لَزِمَهُ فِيْ الْحَالِ ١ لِاَنَّهُ مُبْقىً عَلىٰ اَصْلِ الْحُرِّيَّةِ فِيْ حَقِّ الدَّمِ حَتّٰى لَا يَصِحَّ اِقْرَارُ الْمَوْلىٰ عَلَيْهِ بِذالِكَ

استفتى ابن عباس فى مملوك كانت تحته مملوكة فطلقها تطليقتين ثم عتقا بعد ذلک هل يصلح له ان يخطبها؟ قال نعم قضى بذلک رسول الله ﷺ (سنن ابوداود، باب فی سنۃ طلاق العبدص۳۰۴نمبر۲۱۸۷)

اس حدیث میں ہے کہ غلام نے اپنی باندی بیوی کو طلاق دی۔جس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔(۳) غلام کی ذات کے حق میں خود اس کا نقصان ہے، اس میں آقا کا نقصان نہیں ہے اس لئے غلام کی ذات کی حق میں اس کا اقرار مقبول ہے

ترجمہ: (۱۳۴۲) پس اگر کسی مال کا اقرار کیا تو اس کو آزادگی کے بعد لازم ہوگا

ترجمہ: ١ کیونکہ غلام عقلمند ہے اس لئے اس میں اہلیت ہے، اور آزاد ہونے کے بعد مانع ختم ہو گیا، اور اس وقت لازم نہیں ہوگا، کیونکہ مانع موجود ہے (اس میں آقا کا نقصان ہے)

تشریح: کسی غلام نے اقرار کیا کہ فلاں کا مجھ پر مثلا سو پونڈ ہیں تو یہ سو پونڈ اس وقت اس پر لازم نہیں ہونگے، کیونکہ یہ مولی کے مال میں سے دینا ہوگا اور مولی کا نقصان ہوگا۔اس لئے اس وقت لازم نہیں ہوں گے۔البتہ چونکہ عاقل بالغ ہے اس لئے آزاد ہونے کے بعد اس کا اعتبار ہوگا اور آزاد ہونے کے بعد سو پونڈ ادا کرنے لازم ہوں گے۔تا کہ مولی کا بھی نقصان نہ ہو اور اس کے عاقل بالغ ہونے کا بھی اعتبار رہے۔

نوٹ: یہ اس وقت ہے کہ مولی نے غلام کو تجارت کی اجازت نہ دی ہو۔اگر اجازت دی ہو تو تجارت کے سلسلے میں غلام کا اقرار کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: (۱۳۴۳) اگر غلام اقرار کرے حد کا یا قصاص کا تو اس کو لازم ہوگا فی الحال۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ حد اور قصاص کے بارے میں اصلی حریت پر باقی ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا غلام پر حد یا قصاص کا اقرار کرے تو صحیح نہیں ہے

تشریح: غلام ایسے جرم کا اقرار کرتا ہے جس کی وجہ سے اس پر حد لازم ہو یا قصاص لازم ہو۔مثل شراب پینے کا اقرار کرتا ہے یا کسی کو قتل عمد کرنے کا اقرار کرتا ہے جس کی وجہ سے اس پر قصاص لازم ہو تو یہ سزائیں فی الحال دی جائیں گی۔اس کی آزادگی کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔اگر چہ اس کی وجہ سے مولی کا نقصان ہو۔

وجہ: ان جرموں میں غلام کی جان خطرے میں ہے اور اس کی جان کا نقصان ہے۔اور اس کی ذات کے سلسلے میں وہ خود مختار ہوتا ہے اس لئے وہ ایسی چیزوں کا اقرار کر سکتا ہے۔اور یہ حدود و قصاص فی الحال جاری ہوں گے۔

(١٣٤٤) وَيَنفُذُ طَلَاقُهُ لِ لِمَا رَوَيْنَا وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ وَالْمُكَاتَبُ شَيْئاً اِلَّا الطَّلَاقُ ٢ وَلِاَنَّهُ عَارِفٌ بِوَجْهِ الْمَصْلِحَةِ فِيهِ فَكَانَ اَهْلاً وَلَيْسَ فِيهِ اِبْطَالُ مِلْكِ الْمَوْلىٰ وَلَا تَفْوِيتُ مَنَافِعِهِ فَيَنْفُذُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

باب الحجر للفسَاد

(١٣٤٥) قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ لَا يُحْجَرُ عَلَى الْحُرِّ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ السَفِيْهِ وَتَصَرُّفُهُ فِيْ مَالِهِ جَائِزٌ وَاِنْ كَانَ مُبَذِّراً مُفْسِداً يُتْلِفُ مَالَهُ فِيْمَا لَا غَرَضَ لَهُ فِيْهِ وَلَا مَصْلِحَةَ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ يَحْجُرُ عَلَى السَّفِيْهِ وَيَمْنَعُ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيْ مَالِهِ لِ لِاَنَّهُ مُبَذِّرٌ مَالَهُ بِصَرْفِهِ لَا عَلَى الْوَجْهِ

ترجمہ:(١٣٤٤)غلام کی طلاق نافذ ہوگی۔

ترجمہ : لِ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے بیان کی،اور دوسری حدیث ہے کہ غلام اور مکاتب کو نہیں اختیار ہے مگر طلاق کا۔(یہ حدیث موجود نہیں ہے)

وجہ:اس حدیث میں ہے کہ غلام اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔عن ابن عباس .... انما الطلاق لمن اخذ بالساق (ابن ماجہ شریف، باب طلاق العبد ص ٢٩٩ نمبر ٢٠٨١ / دار قطنی، کتاب الطلاق ج رابع ص ٢٥ نمبر ٣٩٤٨)

ترجمہ : ٢ دوسری وجہ یہ ہے کہ غلام اپنی مصلحت کو جانتا ہے اس لئے اس بارے میں وہ اہل ہے،اور اس میں آقا کی ملکیت کا ابطال نہیں ہے،اور اس کے نفع کو فوت کرنا بھی نہیں ہے،اس لئے اس کی طلاق نافذ ہوگی

تشریح:واضح ہے

باب الحجر للفساد

ترجمہ :(١٣٤٥)امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ آدمی عاقل بالغ ہو لیکن بے وقوف ہو تو اس پر حجر نہیں کیا جائے گا،اور مال میں اس کا تصرف جائز ہے، چاہے وہ فضول خرچ ہو، مفسد ہو اور اپنا مال ضائع کرنے والا ہو، جس میں کوئی غرض نہ ہو،اور نہ کوئی مصلحت ہو،اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا،اور وہی امام شافعیؒ کا مسلک ہے کہ بے وقوف پر حجر کیا جائے گا،اور اس کے مال میں اس کا تصرف روکا جائے گا

ترجمہ : لِ اس لئے کہ وہ اپنا مال خرچ کرکے ایسی فضول خرچی کرتا ہے کہ جس کا عقل تقاضہ نہیں کرتی،اس لئے اس کی مصلحت کے پیش نظر اس پر حجر کرنا چاہئے

تشریح :آدمی عاقل ہو، بالغ ہو اور آزاد ہو لیکن بیوقوف ہو اور زیادہ خرچ کرتا ہو تو اس پر حجر نہیں کیا جائے گا۔اس لئے اگر وہ خرید و فروخت کرے تو خرید و فروخت نافذ ہوگی۔

وجہ:(١)معاملات کرنے کا مدار عقل، بلوغ اور آزادگی پر ہے اور وہ اس میں موجود ہیں اس لئے اس پر حجر نہ کیا جائے۔ہاں!

عقل ہی نہ ہو تو جنونیت کی وجہ سے حجر ہوگا (۲) ۔ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس بن مالک ان رجلا علی عهد رسول الله كان يبتاع و فی عقدته ضعف فاتى اهله نبی الله فقالوا يا نبی الله احجر علی فلان فانه يبتاع وفی عقدته ضعف فدعاه النبی ﷺ فنهاه عن البيع فقال يا رسول الله انی لا اصبر عن البيع فقال رسول الله ان كنت غير تارک للبيع فقل هاء وهاء و لا خلابة (ابوداؤد شریف، باب فی الرجل یقول عند البیع لا خلابۃ، ص ۱۳۸، نمبر ۳۵۰۱) اس حدیث میں آپؐ نے فضول خرچی کے باوجود صحابی پر حجر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ سفیہ پر حجر جائز نہیں ہے (۳) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراهيم قال لا يحجر علی حر (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۲۸ من کرہ الحجر علی الحر و من رخص فیہ، ج رابع، ص ۳۶۷، نمبر ۲۱۰۶۲)

اصول: امام ابوحنیفہؒ نے انسانیت کا اعتبار کیا ہے

صاحبین کی رائے: صاحبین کے نزدیک بے وقوف پر حجر کیا جائے گا۔ اور اگر اس نے مال بیچا تو اس کی بیع نافذ نہیں ہوگی۔ ہاں اگر اس بیع میں مصلحت ہو تو حاکم اس بیع کے نافذ ہونے کی اجازت دے تو نافذ ہو جائے گی۔

وجه: (۱) وہ فرماتے ہیں کہ آیت میں بے وقوف کو مال حوالے کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آیت ہے ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التی جعل الله لكم قياما وارزقوهم فيها واكسوهم وقولوا لهم قولا معروفا (آیت ۵ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں بے وقوف کو مال دینے سے منع فرمایا ہے اور کہا کہ اس کو کھانا کپڑا دیتے رہو۔ اور پھسلاتے رہو لیکن مال مت دو۔ تاکہ ضائع نہ کردے۔ اس لئے بے وقوف پر حجر کیا جائے گا (۲)۔ وابتلوا اليتامى حتى اذا بلغوا النكاح فان آنستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم (آیت ۶ سورۃ النساء ۴) اس لئے بے وقوفوں میں عقلمندی کے آثار نہ ہوں تو کبھی بھی ان کو مال حوالے نہیں کیا جائیگا اور نہ اس کا تصرف جائز ہوگا۔ (۳) حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ پر زیادہ خرچ کرنے کی وجہ سے حضورؐ نے حجر کیا تھا۔ عن كعب بن مالک ان رسول الله ﷺ حجر معاذ ماله وباعه فی دين كان عليه (دار قطنی، کتاب فی الاقضیۃ والاحکام ج رابع ص ۱۴۸ نمبر ۴۵۰۵ رسنن للبیھقی، باب الحجر علی المفلس و بیع مالہ فی دیونہ، ج سادس، ص ۸۰، نمبر ۱۱۲۶۰) اس حدیث میں زیادہ مال خرچ کرنے کی وجہ سے حضرت معاذ کو حضورؐ نے حجر کیا ہے (۴) قول صحابی میں ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی عبد اللہ بن جعفر کو حجر کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت زبیر بن العوام کی شرکت کی وجہ سے حجر نہیں فرمایا۔ ان عبد الله بن جعفر اتى زبير بن العوام فقال اشتريت كذا كذا وان عليا يريد ان يأتی امير المؤمنين عثمان، يعنی فيسأله ان يحجر عليؓ فيه، فقال الزبير انا شريكک فی البيع واتى علی عثمان فذكر ذلک له فقال عثمان كيف احجر علی رجل فی بيع شريكه فيه الزبير (سنن للبیھقی، باب الحجر علی البالغین بالسفہ، ج سادس، ص ۱۰۲، نمبر ۱۱۳۳۶ ر دار قطنی، کتاب فی الاقضیۃ والاحکام ج رابع ص ۱۴۸ نمبر ۴۵۰۶) اس قول صحابی میں ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی حضرت عبد اللہ بن جعفر پر ان کی سفہ کی وجہ سے حجر کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت زبیر کی بیع میں شرکت کی وجہ سے رک گئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ

الَّذِیْ یَقْتَضِیْهِ فَیُحْجَرُ عَلَیْهِ ۲؎ نَظْراً لَهُ اِعْتِبَاراً بِالصِّبِیِّ بَلْ اَوْلیٰ لِاَنَّ الثَّابِتَ فِیْ حَقِّ الصَّبِیِّ اِحْتِمَالِ التَّبْذِیْرِ وَفِیْ حَقِّهٖ حَقِیْقَتُهُ وَلِهٰذَا مَنَعَ عَنْهُ الْمَالُ ثُمَّ هُوَ لَا یُفِیْدُ بِدُوْنِ الْحَجْرِ لِاَنَّهُ یُتْلِفُ بِلِسَانِهٖ مَامُنِعَ مِنْ یَدِهٖ ۳؎ وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهُ خَاطِبٌ عَاقِلٌ فَلَا یُحْجَرُ عَلَیْهِ اِعْتِبَاراً عَلَیْهِ بِالرَّشِیْدِ وَهٰذَا لِاَنَّ فِیْ سَلْبِ وِلَایَتِهٖ اَهْدَارُ اٰدَمِیَّتُهُ وَاِلْحَاقُهُ بِالْبَهَائِمِ وَهُوَ اَشَدُّ ضَرَراً مِّنَ التَّذْبِیْرِ فَلَا یَحْتَمِلُ الْاَعْلیٰ لِدَفْعِ الْاَدْنیٰ ۴؎ حَتّٰی لَوْ کَانَ فِی الْحَجْرِ دَفْعَ ضَرَرٍ عَامٍّ کَالْحِجْرِ عَلیٰ الْمُتَطَبِّبِ الْجَاهِلِ وَالْمُفْتِی الْمَاجِنِ وَالْمَکَارِی الْمُفْلِسِ جَازَ فِیْمَا یَرْوِیٰ عَنْهُ اِذْ هُوَ دَفْعُ ضَرَرِ الْاَعْلیٰ بِالْاَدْنیٰ

عاقل، بالغ اور آزاد ہو۔لیکن فضول خرچی کرتا ہوتو اس پر قاضی حجر کرسکتا ہے۔اس صورت میں وہ بیع کرے تو نافذ نہیں ہوگی۔ ہاں قاضی مصلحت دیکھے توسفیہ کو بیع کی اجازت دے دے۔

نوٹ :اس دور میں صحیح قاضی نہیں ہے اس لئے سفیہ کواس کا مال نہ دے کر کسی اور کو دے دیا گیا تو وہ مال کھائے گا اور سفیہ کو کچھ نہیں ملے گا اس لئے بے وقوف کواس کا مال دینا بہتر ہے۔

ترجمہ :۲؎ بچوں پر قیاس کرتے ہوئے بلکہ زیادہ ضروری ہے،اس لئے کہ بچوں کے بارے میں تو صرف فضول خرچی کا احتمال ہے،اوراس بے وقوف کے بارے میں تو حقیقت ہے کہ وہ فضول خرچی کر رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مال نہیں دیا جاتا ہے، پھر بغیر حجر کے یہ مفید نہیں ہے، کیونکہ جو چیز اس کے ہاتھ سے روکی گئی ہے وہ اپنی زبان سے ضائع کرے گا

تشریح : یہ صاحبین کی دلیل ہے۔بچوں میں تو احتمال ہے کہ فضول خرچی کرے گا،لیکن بے وقوف میں تو حقیقت میں فضول خرچی کر رہا ہے،اور جب بچوں کو مال خرچ کرنے سے روکتے ہیں تو بے وقوف کو بھی روکیں گے۔

ترجمہ : ۳؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہ بے وقوف بھی مخاطب ہے،وہ عاقل ہے،اس لئے ہوشیار پر قیاس کرتے ہوئے اس پر بھی حجر نہیں ہونا چاہئے،اس لئے کہ اس کہ اس کی ولایت کے چھیننے میں آدمیت کو مٹانا ہے،اور جانور کے ساتھ ملا دینا ہے،اور یہ فضول خرچی سے بھی زیادہ ضرر رساں ہے،اس لئے ادنی کو دفع کرنے کے لئے اعلی نقصان برداشت نہیں کیا جائے گا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۴؎ یہاں تک کہ اگر حجر میں ضرر عام کو دفع کرنا ہو، جیسے جاہل طبیب پر حجر کرنا، یا بے پرواہ مفتی، یا مفلس مکار پر حجر کرنا تو یہ جائز ہے جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے،اس لئے کہ اس میں ادنی ضرر کی وجہ سے اعلی ضرر کو دفع کرنا ہے

تشریح: حجر کے ذریعہ ادنی ضرر کے بدلے اعلی ضرر کو دفع کرنا ہوتو یہ جائز ہے، جیسے جاہل طبیب ہو جو غلط دوائی کے ذریعہ عام لوگوں کی جان لیتا ہوتو اس کو دوائی کرنے سے روکا جاسکتا ہے،اسی طرح یہاں بے وقوف کی آدمیت جو اعلی چیز ہے اس کو بچایا جائے گا،اور فضول خرچی جو ادنی ہے اس کی اجازت دینی ہوگی

۵؎ وَلَا يَصِحُّ الْقِيَاسُ عَلٰى مَنْعِ الْمَالِ لِاَنَّ الحَجَرَ اَبْلَغُ مِنْهُ فِي الْعُقُوْبَةِ ٦؎ وَلَا عَلٰى الصَّبِيِّ لِاَنَّهُ عَاجِزٌ عَنِ النَّظْرِ لِنَفْسِهٖ وَهٰذَا قَادِرٌ عَلَيْهِ نَظَرٌ لَهُ الشَّرْعُ مَرَّةً بِاِعْطَاءِ آلَةِ الْقُدْرَةِ وَالْجَرْيِ عَلٰى خِلَافِهٖ لِسُوْءِ اِخْتِيَارِهٖ ۷؎ وَمَنْعُ الْمَالِ مُفِيْدٌ لِاَنَّ غَالِبَ السَّفْهِ فِي الْهِبَاتِ وَالتَّبَرُّعَاتِ وَالصَّدَقَاتِ وَذَالِكَ يَقِفُ عَلَى الْيَدِ.

(۱۳۴۶) قَالَ وَاِذَا حَجَرَ الْقَاضِي عَلَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ اِلٰى قَاضٍ آخَرَ فَاَبْطَلَ حَجْرَهُ وَاُطْلِقَ عَنْهُ جَازَ

ترجمہ: ۵؎ اور مال کے روکنے پر قیاس نہیں کر سکتے، اس لئے کہ حجر سزا میں اس سے اوپر ہے

تشریح : ایک ہے سفیہ کے ہاتھ میں اس کا مال نہ دینا، تو مال نہیں دیا جائے گا۔ دوسرا ہے سفیہ کو حجر کر دینا، یعنی خرید و فروخت اور اقرار کے تصرفات سے روک دینا۔ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں یہ نہیں کیا جائے گا۔

یہ صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ سفیہ سے مال کو روکا جائے گا تو اس پر قیاس کرتے ہوئے اس کو حجر بھی کیا جائے گا، امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مال کا روکنا ادنی سزا ہے، لیکن اس کو حجر کرنا اعلی سزا ہے اس لئے حجر کو مال کے روکنے پر قیاس نہیں کیا سکتا ہے

ترجمہ : ٦؎ اور بچے پر حجر کرنے پر بھی قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اس کی خود کی مصلحت کیا ہے اس کو سوچنے سے عاجز ہے، کیونکہ سفیہ اپنی مصلحت کے سوچنے پر قادر ہے، کیونکہ اس کو قدرت کا آلہ دیا ہے (یعنی سفیہ عاقل، بالغ، اور آزاد ہے) لیکن اختیار کی برائی کی وجہ سے اس کے خلاف جاری رہتا ہے

تشریح : یہ بھی امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبین کو جواب ہے۔ صاحبین نے کہا تھا کہ بچے پر حجر ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے سفیہ پر بھی حجر ہونا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بچہ عاقل، بالغ نہیں ہے، اس لئے اس پر حجر ہے، لیکن سفیہ عاقل، بالغ ہے، صرف یہ بات ہے کہ فضول خرچی کرتا ہے، اس لئے سفیہ کی حیثیت کو بچے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے، اور بچے پر حجر کی وجہ سے سفیہ پر حجر نہیں کیا جا سکتا ہے

ترجمہ : ۷؎ اور سفیہ کو مال دینے سے روکنا یہ مفید ہے، اس لئے کہ عام طور پر ہبہ، تبرّع، اور صدقات میں بیوقوفی کرتا ہے، اور یہ مال کے قبضہ پر موقوف ہے۔

تشریح : یہ بھی امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبین کو جواب ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ سفیہ کے ہاتھ میں آپ کے یہاں مال دینے سے روکا جاتا ہے، تو پھر اس پر حجر کیوں نہیں کیا جاتا ہے۔ تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ، اس کو عقل تو ہے لیکن فضول خرچی کرتا ہے، اس لئے اس کے ہاتھ مال ہی نہ دیں تا کہ وہ فضول خرچی ہی نہیں کرے۔ اس طرح ایک بیلنس رہے گا کہ سفیہ پر حجر والا بڑی سزا نہیں دی، لیکن اس کے ہاتھ میں زیادہ مال نہیں دیا گیا تا کہ فضول خرچی بھی نہ ہو

ترجمہ : (۱۳۴۶) قاضی نے کسی سفیہ پر حجر کیا، پھر دوسرے قاضی کے پاس معاملہ لیجایا گیا، اب اس نے حجر ختم کر دیا اور سفیہ کو اختیار دے دیا تو جائز ہے

لِ لِاَنَّ الْحَجَرَ مِنْهُ فَتْوىٰ وَلَيْسَ بِقَضَاءٍ اَلَا يَرىٰ اَنَّهُ لَمْ يُوجَدُ الْمُقْضىٰ لَهُ وَالْمُقْضىٰ عَلَيْهِ ۲ؕ وَلَوْ كَانَ قَضَاءٌ فَنَفْسُ الْقَضَاءِ مُخْتَلِفٌ فِيْهِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْاَمْضَاءِ حَتّٰى لَوْ رُفِعَ تَصَرُّفُهُ بَعْدَ الْحَجْرِ اِلَى الْقَاضِى الْحَاجِرِ اَوْ اِلىٰ غَيْرِهِ فَقَضىٰ بِبُطْلَانِ تَصَرُّفِهِ ثُمَّ رُفِعَ اِلىٰ قَاضٍ آخَرَ نَفَّذَ اِبْطَالُهُ لِاِتِّصَالِ الْاِمْضَاءِ بِهِ فَلَا يَقْبَلُ النَّقْضَ بَعْدَ ذَالِكَ.

(۱۳۴۷) ثُمَّ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ غَيْرَ رَشِيْدٍ لَمْ يُسَلَّمْ اِلَيْهِ مَالُهُ حَتّٰى يَبْلُغَ خَمْساً وَّ

ترجمہ : لِ اس لئے کہ حجر فتوی ہے قضاء نہیں ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ جس کے لئے فیصلہ کیا گیا ہے وہ، اور جس پر فیصلہ کیا گیا، وہ دونوں نہیں ہیں (اس لئے یہ قضا نہیں ہے، صرف فتوی ہے جو بدل سکتا ہے)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، قاضی اپنی صواب دید پر حجر ختم کر دے تو حجر ختم ہو جائے گا

تشریح: یہاں حجر میں جس کے لئے فیصلہ کیا گیا ہے وہ نہیں ہے، اور جس پر فیصلہ کیا گیا ہے وہ بھی نہیں ہے، اس لئے یہ قضاء نہیں ہے، صرف فتوی ہے، اس لئے دوسرا قاضی اس کو ختم کر سکتا ہے

ترجمہ : ۲ؕ اور اگر اس حجر کو قضاء ہی مان لیں، تو اس کی قضا بھی تو مختلف فیہ ہے، اس لئے اس قضا کو نافذ کرنا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ حجر کے بعد سفیہ کا تصرف کو اسی قاضی کے پاس لیجایا گیا جس نے حجر کیا تھا، یا دوسرے قاضی کے پاس لیجایا گیا، اور اس قاضی نے سفیہ کے تصرف کو باطل ہونے کا فیصلہ کیا، پھر اس فیصلے کے بعد دوسرے قاضی کے پاس اس فیصلے کو لیجایا گیا تو اس سفیہ کا جو تصرف باطل ہوا تھا اس کو نافذ کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس کے ساتھ قاضی کا فیصلہ بھی شامل ہو گیا اس لئے اس کے بعد نقض قبول نہیں کرے گا

اصول: قاضی کے فیصلے کے بعد اب اس فیصلے کو دوسرا قاضی نہیں توڑ سکے گا

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ، اگر حجر کو قضاء مان لیں، تو سفیہ پر حجر کیا جائے یا نہیں، اس میں خود اماموں کا اختلاف ہے، اس لئے اس حجر کو فیصلہ نہیں کہہ سکتے، بلکہ اس کے بعد پھر قاضی کو چاہئے کہ سفیہ کے تصرف کو نہ نافذ ہونے کا فیصلہ کرے تب جا کر قضاء ہو گا، اور اب اس قضاء کو کسی کے لئے توڑنا جائز نہیں ہو گا

اس کی صورت یہ ہے کہ سفیہ نے حجر کے بعد کوئی خرید و فروخت کی، اس خرید و فروخت کو اسی قاضی کے پاس لیجایا گیا، جس نے حجر کیا تھا، یا دوسرے قاضی کے پاس لیجایا گیا، اب اس قاضی نے اس سفیہ کے تصرف کو باطل قرار دیا، تو اب جا کر تصرف کے باطل ہونے کا باضابطہ فیصلہ ہوا۔ اب اس فیصلے کو کسی تیسرے قاضی کے پاس لیجایا گیا تو قاضی اس فیصلے کو توڑ نہیں سکے گا، اور تبدیل نہیں کر سکے گا، کیونکہ تصرف کے باطل ہونے پر قاضی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ قاضی کے فیصلے کو دوسرا قاضی نہیں توڑ سکے گا، کیونکہ دونوں کا قضاء برابر درجے کا ہے

ترجمہ : (۱۳۴۷) پھر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی لڑکا بے وقوفی کی حالت میں بالغ ہو تو اس کا مال اس کو سپرد نہیں کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ پچیس سال کا ہو جائے۔ اور اگر اس سے پہلے اس نے تصرف کیا تو اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا۔ پس

عِشْرِیْنَ سَنَةً فَاِنْ تَصَرَّفَ فِیْهِ قَبْلَ ذَالِکَ نَفَذَ تَصَرُّفُهُ فَاِذَا بَلَغَ خَمْساً وَّ عِشْرِیْنَ سَنَةً یُسَلَّمُ اِلَیْهِ مَالُهُ وَاِنْ لَمْ یُؤْنَسْ مِنْهُ الرُّشْدُ وَقَالَا لَا یَدْفَعُ اِلَیْهِ مَالُهُ اَبَداً حَتّٰی یُؤْنِسَ رُشْدَهُ وَلَا یَجُوْزُ تَصَرُّفُهُ فِیْهِ ۱؎ لِاَنَّ عِلَّةَ الْمَنْعِ السَّفْهِ فَیَبْقیٰ مَابَقِیَ الْعِلَّةُ وَصَارَ کَالصَّبَا ۲؎ وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّ مَنْعَ الْمَالِ عَنْهُ بِطَرِیْقِ التَّاْدِیْبِ وَلَا یَتَاَدَّبُ بَعْدَ هٰذَا ظَاهِراً وَبَالِغاً اَلَا یَریٰ اَنَّهُ قَدْ یَصِیْرُ جِدّاً فِیْ هٰذَا السِّنِّ فَلَا فَائِدَةَ لِلْمَنْعِ فَلَزِمَ الدَّفْعُ ۳؎ وَلِاَنَّ الْمَنْعَ بِاِعْتِبَارِ اَثْرِ الصَّبَا وَهُوَ فِیْ اَوَائِلِ الْبُلُوْغِ وَیَنْقَطِعُ بِتَطَاوُلِ الزَّمَانِ فَلَا یَبْقیٰ الْمَنْعُ وَلِهٰذَا قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ لَوْ بَلَغَ رَشِیْداً ثُمَّ صَارَ سَفِیْهاً لَا یَمْنَعُ الْمَالَ عَنْهُ لِاَنَّهُ لَیْسَ بِاَثْرِ

جب پچیس سال پورے ہوجائیں تو اس کو اس کا مال سپرد کر دیا جائے گا اگر چہ اس میں سمجھداری محسوس نہ ہو۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ روکنے کی وجہ بے وقوفی ہے اس لئے جب تک بے وقوفی کی علت باقی رہے گی مال اس کے ہاتھ میں نہیں دیا جائے گا، جیسے بچے کو مال نہیں دیا جاتا ہے،

تشریح: امام صاحب فرماتے ہیں کہ پچیس سال میں آدمی دادا بن جاتا ہے کیونکہ بارہ سال میں بالغ ہوگا اور فرض کرو کہ بالغ ہونے کے فوراً شادی کی اور ایک سال میں ہی بچہ ہوا اور وہ بچہ بارہ سال میں بالغ ہو کر شادی کی اور اس کو بچہ ہوا تو آدمی پچیس سال میں دادا بن جائے گا۔ اس لئے اگر کوئی بے وقوفی کی حالت میں بالغ ہوا تو اس پر حجر تو نہ کیا جائے لیکن اس کو پچیس سال تک مال سپرد نہ کیا جائے۔ تاکہ وہ مال کو غلط خرچ نہ کرے۔ اور پچیس سال کے بعد چاہے سمجھداری کے آثار نہ نظر آتے ہوں پھر بھی مال اس کو حوالے کر دیا جائے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب تک فضول خرچی باقی رہے گی اس کو مال نہیں دیا جائے گا، جیسے کہ جب تک بچہ رہتا ہے اس کے ہاتھ میں مال نہیں دیا جاتا ہے،

لغت: لم یونس: محسوس نہیں کیا گیا ہو۔

ترجمہ : ۲؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ فضول خرچ کو مال دینے سے روکنا ادب دینے کے لئے ہے، اور پچیس سال کے بعد ظاہر طور پر بھی ادب نہیں دیا جا سکتا ہے، اور غالب گمان بھی ہے کہ ادب نہیں سیکھے گا، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اس عمر میں دادا بن جاتا ہے اس لئے روکنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے مال دینا ضروری ہے

تشریح : مال اس لئے نہیں دیا جا رہا ہے تاکہ اس بے وقوف کو ادب ہو، اور پچیس سال کے بعد ادب نہیں ہوگی، کیونکہ اس عمر میں دادا بن سکتا ہے اس لئے اب روکنے سے فائدہ نہیں ہے، اس لئے اب اس کو مال دے دینا چاہئے

ترجمہ : ۳؎ اور اس لئے کہ مال دینے سے روکنا بچپنے کے اثر کی وجہ سے ہے، اور یہ بالغ ہونے کے بعد شروع شروع میں ہوتا ہے، لیکن زمانہ دراز کے بعد ادب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اس لئے روکنا باقی نہیں رہے گا، اسی لئے امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی ہوشیار ہو کر بالغ ہوا، پھر وہ بے وقوف بن گیا تو اس سے مال نہیں روکا جائے گا اس لئے کہ اس میں بچپنے کا اثر نہیں رہا

تشریح : بچپنے کی وجہ سے روکنا ہوتا ہے، اور جب بالغ ہونے کے بعد بارہ سال کا ایک لمبا وقفہ گزر گیا تو اب بچپنے کا اثر ختم

الصَّبا. ٤ ثُمَّ لا يَتَأتّٰى التَّفْرِيْعُ عَلىٰ قَوْلِهٖ وَاِنَّمَا التَّفْرِيعُ عَلىٰ قَوْلِ مَنْ يَرَى الْحَجْرَ فَعِنْدَهُمَا لَمَّا صَحَّ الْحَجْرُ لا يَنْفُذُ بَيْعُهُ اِذَا بَاعَ تَوْقِيْراً لِفَائِدَةِ الْحَجرِ عَلَيْهِ وَاِنْ كَانَ فِيْهِ مَصْلِحَةٌ اَجَازَهُ الْحَاكِمُ لِاَنَّ رُكْنَ التَّصَرُّفِ قَدْ وُجِدَ وَالتَّوَقُّفَ لِلنَّظْرِ لَهُ وَقَدْ نُصِبَ الْحَاكِمُ نَاظِراً لَهُ فَيَتَحرّىٰ الْمَصْلِحَةَ فِيْهِ كَمَا فِي الصَّبِيِّ الَّذِى يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَيَقْصِدُهُ ٥ وَلَوْ بَاعَ قَبْلَ حَجْرِ الْقَاضِى جَازَ عِنْدَ اَبِى يُوْسُفَ لِاَنَّهُ لَابُدَّ مِنْ حَجْرِ الْقَاضِى عِنْدَهُ لِاَنَّ الْحَجرَ دَائِرٌ بَيْنَ الضَّرَرِ وَالنَّظْرِ وَالْحَجرِ لِنَظْرِهٖ فَلا بُدَّ مِنْ فِعْلِ الْقَاضِى ٦ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لا يَجُوْزُ لِاَنَّهُ يَبْلُغُ مَحْجُوْراً عِنْدَهُ اِذِ الْعِلَّةُ هِيَ السَّفَهُ بِمَنْزِلَةِ الصَّبَا

ہو گیا، اس لئے اب مال دے دینا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی ہوشیار ہو کر بالغ ہوا، اور بعد میں سفیہ بنا تو اس سے مال نہیں روکا جائے گا

ترجمہ: ٤ پھر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول پر کوئی تفریع نہیں ہوئی، صرف تفریع ان کے قول پر ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ بے وقوف پر حجر کرنا صحیح ہے۔ اس لئے صاحبینؒ کے یہاں جب حجر صحیح ہو گیا تو اب سفیہ کی خرید و فروخت صحیح نہیں ہوگی، تا کہ حجر کا فائدہ ہو، اور اگر اس میں مصلحت ہو تو حاکم اس کی اجازت دے گا، اس لئے کہ تصرف کا رکن (ایجاب اور قبول) پایا گیا ہے، صرف بے وقوف کی مصلحت کی وجہ سے توقف کیا گیا ہے، اور حاکم کو اس کی مصلحت پر نظر رکھنے کے لئے متعین کیا گیا ہے، اس لئے وہ مصلحت دیکھیں گے، جیسے اس بچے میں ہوتا ہے جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہو، اور اس کا ارادہ کرتا ہو

تشریح: صاحبین کے قول پر تفریع یہ ہوگی کہ بے وقوف نے حجر کے بعد کوئی چیز بیچی، یا خریدی تو اس کی خرید و فروخت موقوف رہے گی، اب حاکم اس میں مصلحت دیکھے تو نافذ کر دے گا، اور مصلحت نہ ہو تو رد کر دے گا، جیسے سمجھدار بچے کے خرید و فروخت میں ہوتا ہے، کہ مصلحت دیکھے تو ولی جائز قرار دیتا ہے، اور نقصان دیکھے تو اس کو رد کر دیتا ہے، اسی طرح یہاں بھی ہوگا

ترجمہ: ٥ اگر سفیہ پر حجر سے پہلے اس نے بیچا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ ان کے یہاں حجر کے لئے قاضی کی قضا ضروری ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حجر نقصان اور مصلحت کے درمیان دائر ہے، اور حجر اس کی مصلحت کے لئے ہے، اس لئے قاضی کا فیصلہ ضروری ہے

تشریح: امام ابو یوسفؒ کے یہاں حجر ہونے کے لئے قاضی کا فیصلہ ضروری ہے، اس لئے بے وقوف ہونے کے باوجود حجر کا فیصلہ نہیں ہوا ہے تو سفیہ خرید و فروخت کر سکتا ہے

ترجمہ: ٦ اور امام محمدؒ کے نزدیک سفیہ کا بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ انکے یہاں جب بے وقوفی کی علامت پائی جائے تو اسی سے حجر ہو جاتا ہے، جیسے بچے (میں فیصلے کے بغیر حجر ہو جاتا ہے)

تشریح: امام محمد کے نزدیک قاضی کی جانب سے حجر کا فیصلہ نہ بھی ہوا ہو تب بھی حجر ہو جاتا ہے، اس لئے فیصلے سے پہلے بھی سفیہ کا بیچنا جائز نہیں ہے

ےوَعلىٰ هٰذا الخِلافُ اِذَا بَلَغَ رَشِيْداً ثُمَّ صَارَ سَفِيْهاً. ٨ وَاِنْ اَعْتَقَ عَبْداً نَفَذَ عِتْقُهُ عِنْدَهُمَا وعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لايَنْفُذُ وَالْاَصْلُ عِنْدَهُمَا اَنَّ كُلَّ تَصَرُّفٍ يُؤَثِّرُ فِيْهِ الْهَزْلُ يُؤَثِّرُ فِيْهِ الْحَجْرُ وَمَالَا فَلَا لِاَنَّ السَّفِيْهَ فِيْ مَعْنَى الْهَازِلِ مِنْ حَيْثُ اَنَّ الْهَازِلَ يَخْرُجُ كَلَامَهُ لَا عَلىٰ نَهْجِ كَلَامِ الْعُقَلَاءِ لِاِتِّبَاعِ الْهَوىٰ وَمُكَابَرَةُ الْعَقْلِ لَا لِنُقْصَانٍ فِيْ عَقْلِهِ فَكَذالِكَ السَّفِيْهُ وَالْعِتْقُ مِمَّا لَا يُؤَثِّرُ فِيْهِ الْهَزْلُ فَيَصِحُّ مِنْهُ ٩ وَالْاَصْلُ عِنْدَهُ اَنَّ الْحَجْرَ بِسَبَبِ السَّفْهِ بِمَنْزِلَةِ الْحَجْرِ بِسَبَبِ الرِّقِّ حَتّٰى لَا يَنْفُذُهُ بَعْدَهُ

ترجمه: ے اسی اختلاف پر ہے کہ، ہوشیاری کی حالت میں بالغ ہوا ہو پھر بیوقوف بن گیا ہو

تشریح : ایک آدمی ہوشیاری کی حالت میں بالغ ہوا لیکن بعد میں سفیہ ہو گیا، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قاضی کا فیصلہ حجر کا ہو گا تب حجر ہو گا، ورنہ نہیں۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک فیصلے کے بغیر بھی سفیہ ہوتے ہی حجر ہو جائے گا

ترجمه : ٨ اور اگر سفیہ نے حجر کے بعد بھی غلام آزاد کیا تو صاحبینؒ کے نزدیک اس کی آزادگی نافذ ہوگی، اور امام شافعیؒ کے نزدیک نافذ نہیں ہوگی، اور صاحبینؒ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ تصرف جس میں ہزل اثر کرتا ہے اس میں حجر بھی اثر کرے گا، اور جس میں ہزل اثر نہیں کرتا اس میں حجر بھی اثر نہیں کرے گا (اور آزاد کرنے میں ہزل اور مذاق اثر نہیں کرتا ہے، مذاق میں بھی غلام آزاد ہو جائے گا) اس لئے سفیہ ہزل، مذاق کرنے والے کے درجے میں ہے، اس طرح کہ ہازل عقلمندوں کی طرح بات نہیں کرتا ہے خواہش نفس کی پیروی کی وجہ سے اور مخالفت عقل کی وجہ سے، عقل میں نقصان کی وجہ سے نہیں، ایسے ہی سفیہ کا حال ہے، اور آزاد کرنے کا حال یہ ہے کہ اس میں ہزل اثر نہیں کرتا ہے (بلکہ مذاق اور ہزل سے بھی آزاد کرے تو غلام آزاد ہو جاتا ہے) اس لئے سفیہ سے بھی آزادگی صحیح ہوگی

تشریح : حجر کے بعد سفیہ نے اپنا غلام آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہوگا یا نہیں، اس بارے میں صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ غلام آزاد ہو جائے گا،

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام ہزل اور مذاق میں بھی آزاد ہو جاتا ہے، اور سفیہ کا قول زیادہ سے زیادہ ہزل کے درجے میں ہے اس لئے غلام آزاد ہو جائے گا۔

اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ غلام آزاد نہیں ہوگا

وجه : ان کی دلیل یہ ہے کہ سفیہ کو جو حجر کیا وہ غلام کو جو حجر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے غلام کو آزاد کرے تو آزاد نہیں ہوتا ہے، اس درجے کا حجر ہے، اس لئے سفیہ اپنے غلام کو آزاد کرے تو آزاد نہیں ہوگا

ترجمه : ٩ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سفیہ کی وجہ سے حجر غلامیت کی وجہ سے حجر کی طرح ہے، یہاں تک کہ حجر کے بعد اس کا کوئی بھی تصرف نافذ نہیں ہوگا، سوائے طلاق کے، اور غلام کے آزاد کرنے سے آزاد نہیں ہوتا ہے اسی طرح سفیہ کے آزاد کرنے سے آزاد نہیں ہوگا

تشریح : امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ سفیہ کو حجر کرنا ایسا ہے جیسے غلام کے آزاد کرنے سے روکنا ہے، اور غلام اپنے غلام کو

شَيْءٌ مِّنْ تَصَرُّفَاتِهِ اِلَّا الطَّلَاقُ كَالْمَرْقُوْقِ وَالْاِعْتَاقِ لَايَصِحُّ مِنَ الرَّقِيْقِ فَكَذَالِكَ مِنَ السَّفِيْهِ ۱۰؎ وَاِذَا صَحَّ عِنْدَهُمَا كَانَ عَلَى الْعَبْدِ اَنْ يَّسْعٰى فِيْ قِيْمَتِهِ لِاَنَّ الْحَجَرَ لِمَعْنَى النَّظْرِ وَذَالِكَ فِي رَدِّ الْعِتْقِ اِلَّا اَنَّهُ مُتَعَذِّرٌ فَيَجِبُ رَدُّهُ بِرَدِّ الْقِيْمَةِ كَمَا فِي الْحَجْرِ عَلَى الْمَرِيْضِ ۱۱؎ وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ لَايَجِبُ السِّعَايَةَ لِاَنَّهَا لَوْ وَجَبَتْ اِنَّمَا تَجِبُ حَقاً لِمُعْتَقِهِ وَالسِّعَايَةُ مَا عُهِدَ وُجُوْبِهَا فِي الشَّرْعِ اِلَّا لَحَقِّ غَيْرِ الْمُعْتَقِ.

(۱۳۴۸) وَلَوْ دَبَّرَ عَبْدَهُ جَازَ ۱؎ لِاَنَّهُ يُوْجِبُ حَقَّ الْعِتْقِ فَيُعْتَبَرُ بِحَقِيْقَتِهِ اِلَّا اَنَّهُ لَا تَجِبُ السِّعَايَةُ

آزاد کرے تو آزاد نہیں ہوتا ہے، اسی طرح سفیہ حجر کے بعد آزاد کرے تو آزاد نہیں ہوگا

ترجمہ: ۱۰؎ اور جب صاحبینؒ کے یہاں سفیہ کا آزاد کرنا صحیح ہوگیا تو اب غلام اپنی قیمت کو سعی کر کے ادا کرے گا، اس لئے کہ مصلحت کی وجہ سے حجر کیا، اور یہ آزادگی کو روک کر ہونا تھا، لیکن یہ متعذر رہے، اس لئے اس کی قیمت سفیہ کی طرف لوٹا کر ہوگا، جیسا کہ بیمار پر حجر کرنے سے ہوتا ہے

تشریح: صاحبینؒ کے یہاں سفیہ کا آزاد کرنا جائز ہے، تو اب امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غلام پر لازم ہے کہ اپنی قیمت کما کر سفیہ کو ادا کرے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے آزاد کرنے کو رد کر دے، لیکن یہ اس لئے نہیں کر سکتا ہے کہ سفیہ کا آزاد کرنا جائز ہے، اب دوسری مصلحت یہی ہے کہ اپنی قیمت سعی کر کے سفیہ کو ادا کرے، کیونکہ اس نے تو اپنی بیوقوفی میں آزاد کیا ہے، اس کو تو پورا پتہ بھی نہیں ہے کہ میں نے اپنا کتنا نقصان کیا ہے، اس لئے اس کو قیمت ادا کرے

اس کی ایک مثال ہے کہ بیمار آدمی غلام آزاد کرے، تو غلام آزاد تو ہو جائے گا، لیکن اگر وہ غریب ہے تو اس کی دو تہائی قیمت سعی کر کے ادا کرے، ایسا ہی یہاں بھی ہوگا

ترجمہ: ۱۱؎ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ سعی کر کے دینا واجب نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سعایت خود آزاد کرنے والے کے لئے ہوگا، اور شریعت میں صرف یہی مثال ہے کہ آزاد کرنے والے کے علاوہ کے لئے سعی کی گئی ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ غلام پر سعی کر کے سفیہ کو دینے کی ضرورت نہیں ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ مثال ہے کہ، بیمار نے غلام آزاد کیا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت بیمار کے ورثاء کو کما کر دیگا، خود بیمار کو کما کر نہیں دیگا، یعنی آزاد کرنے والے کو نہیں دیگا، اور یہاں خود آزاد کرنے والے سفیہ کو دینا پڑتا ہے، جو مثال کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے، اس لئے غلام کو اپنی قیمت سعی کر کے دینے کی ضرورت نہیں ہے

ترجمہ: (۱۳۴۸) اور اگر سفیہ نے اپنے غلام کو مدبر بنایا تو جائز ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ مدبر بنانے سے آزادگی کا حق ثابت ہوگا، اس لئے حقیقت میں جو آزادگی ہے اس پر قیاس کیا جائے گا، لیکن جب تک سفیہ زندہ ہے غلام پر واجب نہیں ہوگا اس لئے ابھی تو سفیہ کی ملکیت میں پورے طور پر باقی ہے (غلام تو سفیہ

مَـادَامَ الْـمَوْلٰى حَيّاً لِاَنَّهٗ بَاقٍ عَلىٰ مِلْكِهٖ وَاِذَا مَاتَ وَلَمْ يُؤْنَس مِنْهُ الرُّشْدُ سَعِيَ فِيْ قِيْمَتِهٖ مُدَبِّراً لِاَنَّهٗ عَتِقَ بِمَوْتِهٖ وَهُوَ مُدَبِّرٌ فَصَارَ كَمَا اِذَا اَعْتَقَهٗ بَعْدَ التَّدْبِيْرِ

(۱۳۴۹) وَلَوْ جَـاءَ تْ جَـارِيَتُهٗ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ يَثْبُتُ نَسَبُهٗ مِنْهُ وَكَانَ الْوَلَدُ حُرّاً وَالْجَارِيَةُ اُمُّ وَلَدٍ لَهٗ لِ لِاَنَّهٗ مُحْتَاجٌ اِلىٰ ذَالِكَ لِاِبْقَاءِ نَسْلِهٖ فَاُلْحِقَ بِالْمُصْلِحِ فِيْ حَقِّهٖ

(۱۳۵۰) وَاِنْ لَـمْ يَـكُـنْ مَـعَهَـا وَلَدٌ وَقَالَ هٰذِهٖ اُمُّ وَلَدِيْ كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ اُمِّ الْوَلَدِ لَا يَقْدِرُ عَلىٰ بَيْعِهَا وَاِنْ مَـاتَ سَعَتْ فِيْ جَمِيْعِ قِيْمَتِهَا لِ لِاَنَّـهٗ كَـالْاِقْـرَارِ بِـالْـحُرِّيَةِ اِذْ لَيْسَ لَهَا شَهَادَةُ الْوَلَدِ بِخِلَافِ

کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا)،اور جب سفیہ مرجائے گا ،اوراس وقت سفیہ میں کوئی ہوشیاری نظر آئے گی تو مدبر ہونے کی حیثیت میں اپنی قیمت کی سعی کرکے دیگا۔اس لئے کہ سفیہ کے مرنے کے بعد مدبر ہونے کی حالت میں آزاد ہوا ہے،تو ایسا ہوا کہ مدبر ہونے کے بعد غلام آزاد ہوا

تشریح : دبر کا معنی ہے،بعد میں۔آقا کہے کہ میرے مرنے کے بعد غلام آزاد ہے تواس کو مدبر کہتے ہیں۔سفیہ نے حجر کے بعد اپنے غلام کو مدبر کیا تو غلام مدبر بن جائے گا،جیسے وہ آزاد کرتا تو غلام آزاد ہوجاتا،اسی طرح مدبر بن جائے گا،کیونکہ مدبر بنانا آزاد کرنے کا حصہ ہے،لیکن جب تک سفیہ زندہ ہے،یہ غلام اس کی ملکیت میں ہے اس لئے سفیہ کی زندگی میں سعی نہیں کرے گا۔جب سفیہ مرگیا تو گویا کہ مدبر ہونے کی حالت میں آزاد ہوا اس لئے مدبر کی جو قیمت ہوگی اس کو کما کر سفیہ کے ورثاء کو دیگا

ترجمہ : (۱۳۴۹) اگر سفیہ کی باندی کو بچہ پیدا ہوا اور سفیہ نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس بچے کا نسب ثابت ہوجائے گا،اور بچہ آزاد ہوگا،اور باندی اس کی ام ولد ہوگی

ترجمہ: لے اس لئے کہ سفیہ کو اپنی نسب باقی رکھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے،اس لئے اس کو مصلح یعنی ہوشیار کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے

تشریح: سفیہ کی باندی نے بچہ دیا،اور سفیہ نے اپنا بچہ ہونے کا دعوی کیا،تو یہ بچہ اس کا ہوگا،اور باندی اس کی ام ولد ہوگی

وجہ :اولاد باقی رکھنے کا ذاتی حق ہے،اس لئے جب سفیہ نے بچے کا دعوی کیا تو اس بچے کا نسب سفیہ سے ثابت کردیا جائے گا،اوراس کی ماں اس کی ام ولد بن جائے گی،اوراس معاملے میں اس سفیہ کو ہوشیار کے درجے میں رکھ دیا جائے گا

ترجمہ :(۱۳۵۰) اوراگر باندی کے ساتھ بچہ نہیں ہے،پھر بھی سفیہ نے کہا کہ یہ باندی میری ام ولد ہے تو یہ باندی ام ولد کے درجے میں ہوگی کہ اس کو بیچ نہیں سکتے،اور سفیہ کا انتقال ہوا تو باندی اپنی پوری قیمت کو کما کر سفیہ کے ورثاء کو دے گی

ترجمہ: لے اس لئے کہ سفیہ نے گویا کہ باندی کے آزاد ہونے کا اقرار کیا،اس لئے کہ باندی کے پاس بچہ نہیں ہے جو ام ولد ہونے کی شہادت ہو،بخلاف پہلے فصل کے (جس میں بچہ موجود ہے)اس لئے کہ بچہ ام ولد ہونے کا گواہ ہے

تشریح : یہاں بچہ پیدا نہیں ہوا ہے اس لئے سفیہ کا یہ کہنا کہ یہ میری ام ولد ہے کا مطلب یہ ہے کہ یہ باندی میرے مرنے کے بعد آزاد ہے،اس لئے یہ باندی ام ولد کی طرح آزاد ہوگی کہ اب اس کو بیچ نہیں سکے گا،اور باندی سفیہ کے مرنے کے بعد

الْفَصْلِ الْاَوَّلِ لِاَنَّ الْوَلَدَ شَاهِدٌ لَهَا ۲ وَنَظِيْرُهُ الْمَرِيْضُ اِذَا ادَّعیٰ وَلَدُ جَارِيَتِهٖ فَهُوَ عَلیٰ هٰذا التَّفْصِيْلِ.

(۱۳۵۱) قَالَ وَاِنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً جَازَ نِكَاحُهَا ۱ لِاَنَّهُ لَا يُؤَثِّرُ فِيْهِ الْهَزْلُ وَلِاَنَّهُ مِنْ حَوَائِجِهِ الْاَصْلِيَّةُ

(۱۳۵۲) وَاِنْ سَمّٰی لَهَا مَهْراً جَازَ مِنْهُ مِقْدَارَ مَهْرِ مِثْلِهَا (لِاَنَّهُ مِنْ ضَرُوْرَاتِ النِّكَاحِ) وَبَطَلَ الْفَضْلُ ۱ لِاَنَّهُ لَا ضَرُوْرَةَ فِيْهِ وَهُوَ اِلْتِزَامٌ بِالتَّسْمِيَةِ وَلَا نَظْرَ لَهُ فِيْهِ فَلَمْ تَصِحَّ الزِّيَادَةُ

آزاد ہوگی، لیکن چونکہ یہ سفیہ ہے اس پر حجر ہے، اس لئے اس کی مصلحت دیکھتے ہوئے، باندی اپنی پوری قیمت کما کر سفیہ کے ورثاء کو دے گی

ترجمہ: ۲ اس کی مثال، بیمار نے دعوی کیا اپنی باندی کے بچے کا تو یہ بھی اسی تفصیل پر ہوگی

تشریح: ایک آدمی مرض الموت میں ہے، اس نے دعوی کیا کہ یہ اس باندی کا بچہ میرا لڑکا ہے تو باندی ام ولد ہوگی، اور مرنے کے بعد آزاد ہوگی، اور بچے کا نسب مریض سے ثابت کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر بچہ نہیں ہے، اور کہتا ہے کہ یہ باندی میری ام ولد نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس باندی کو میں مرنے کے بعد ام ولد کی طرح آزاد کرنا چاہتا ہوں، اس لئے یہ باندی تہائی مال میں آزاد ہوگی، گویا کہ یہ مریض کی وصیت ہے، اور باقی دو تہائی کما کر ورثاء کو دے گی۔

ترجمہ: (۱۳۵۱) اگر بے وقوف نے عورت سے شادی کی تو نکاح جائز ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اس میں ہزل اثر نہیں کرتا ہے (یعنی مذاق میں بولے تو نکاح ہو جاتا ہے)، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نکاح اصلی ضرورت ہے (اس لئے سفیہ کو بھی اس کی اجازت ہوگی)

تشریح: بے وقوف نے حجر کے بعد کسی عورت سے شادی کی تو شادی جائز ہوگی

وجہ: (۱) شادی کرنا حاجت اصلیہ میں داخل ہے اس لئے وہ کر سکتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ۔ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجد والهزل، نمبر ۱۱۸۴ / ابوداود شریف، نمبر ۲۱۹۴) اس حدیث میں ہے کہ مذاق سے بھی نکاح کرے گا تو نکاح ہو جائے گا

اصول: بے وقوف حاجت اصلیہ کا کام حجر کے بعد بھی کر سکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۳۵۲) اور اگر بیوی کے لئے مہر متعین کیا تو مہر مثل کے مطابق جائز ہے (اس لئے کہ نکاح اس کی ضروریات میں سے ہے)، اور مہر مثل سے زیادہ باطل ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اس میں ضرورت نہیں ہے، حال آنکہ اس نے متعین کر کے لازم کر لیا ہے، اور اس میں اس کی مصلحت نہیں ہے، اس لئے مہر مثل سے زیادہ جائز نہیں ہے

تشریح: مہر مثل کے مطابق سفیہ کا مہر باندھنا جائز ہے اس سے زیادہ باندھا تو اس کی مصلحت کے خلاف ہے اس لئے مہر

ع فَصَارَ كَالْمَرِيْضِ مَرَضُ الْمَوْتِ
(١٣٥٣) وَلَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا وَجَبَ لَهَا النِّصْفُ فِيْ مَالِهٖ ١ لِاَنَّ التَّسْمِيَةَ صَحِيْحَةٌ اِلٰى مِقْدَارِ مَهْرِ الْمِثْلِ
(١٣٥٤) وَكَذَا اِذَا تَزَوَّجَ بِاَرْبَعِ نِسْوَةٍ اَوْ كُلَّ يَوْمٍ وَاحِدَةٍ لِمَا بَيَّنَّا
(١٣٥٥) قَالَ وَيَخْرُجُ الزَّكَاةُ مِنْ مَالِ السَّفِيْهِ ١ لِاَنَّهَا وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ

مثل سے زیادہ باطل ہوجائے گا

ترجمه: ع اس لئے مرض الموت میں مریض کی شادی کی طرح ہوگیا۔

تشریح: ایک آدمی مرض الموت میں مبتلاء ہے اوراس حال میں نکاح کیا تو مہر مثل تک مہر متعین کرے تو جائز ہے اس سے زیادہ سے ورثہ کو نقصان ہوگا، اس لئے اس سے زیادہ جائز نہیں ہے، اسی طرح سفیہ کو مہر مثل تک کی اجازت ہوگی، اس سے اس کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہوگی

ترجمه: (١٣٥٣) اگر سفیہ نے دخول سے پہلے بیوی کو طلاق دی تو اس کو آدھا مہر اس کے مال میں لازم ہوگا

ترجمه: ١ اس لئے کہ مہر مثل تک مہر متعین کرنا صحیح ہے

تشریح: سفیہ نے دخول سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی، اب اس کو بغیر فائدے کے آدھا مہر لازم ہو رہا ہے، جو اس کی مصلحت کے خلاف ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مہر مثل تک اس کا نکاح کرنا صحیح ہے، اس لئے اس کے نتیجے میں آدھا مہر لازم ہوتا ہے، تو اس کی گنجائش ہوگی۔

ترجمه: (١٣٥٤) اور اگر ایک ساتھ چار عورتوں سے سفیہ نے نکاح کیا، یا چار دن میں چار عورتوں سے ہر دن میں ایک عورت سے نکاح کیا تب بھی جائز ہے

تشریح: یہ عبارت ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ ایک بیوی سے سفیہ کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے، لیکن اس نے ایک ساتھ چار عورتوں سے نکاح کیا، یا چار دن میں چار عورت سے نکاح کیا تب بھی جائز ہے

وجه: بنفسہ نکاح کرنا سفیہ کی ضرورت ہے، لیکن شریعت نے چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز قرار دیا ہے، اس لئے ان کے لئے چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہوگا، چاہے ایک ساتھ چار عورتوں سے نکاح کرے، یا چار دن میں چار عورتوں سے نکاح کرے، دونوں کی گنجائش ہوگی

ترجمه: (١٣٥٥) زکوۃ نکالی جائے گی بے وقوف کے مال سے۔

ترجمه: اس لئے کہ یہ اس پر واجب ہے

وجه: بے وقوف بالغ ہے، آزاد ہے اور کچھ نہ کچھ عقل بھی ہے اس لئے اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔ وہ مجنون کے درجے میں ہے۔ اس لئے اس کے مال سے زکوۃ نکال کر ادا کی جائے گی۔ البتہ چونکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے نیت ضروری ہے اس لئے

(۱۳۵۶) وَيُنفَقُ عَلىٰ اَوْلَادِهٖ وَزَوْجَتِهٖ وَمَنْ تَجِبُ نَفَقَتُهٗ عَلَيْهِ مِنْ ذَوِیْ اَرْحَامِهٖ لِلَانَّ اَحْيَاءَ وَلَدِهٖ وَزَوْجَتِهٖ مِنْ حَوَائِجِهٖ وَالْاِنْفَاقُ عَلىٰ ذِی الرَّحْمِ وَاجِبٌ عَلَيْهِ حَقّاً لِقَرَابَتِهٖ وَالسَّفَهُ لَا يُبْطِلُ حُقُوْقَ النَّاسِ ٢ِ اِلَّا اَنَّ الْقَاضِیْ يَدْفَعُ قَدْرَ الزَّكوٰةِ اِلَيْهِ لِيَصْرِفَهَا اِلىٰ مَصْرِفِهَا لِاَنَّهٗ لَابُدَّ مِنْ نِيَّتِهٖ لِكَوْنِهَا عِبَادَةً لٰكِنْ يَبْعَثُ اَمِيْناً مَعَهٗ كَيْلَا يَصْرِفَهٗ فِیْ غَيْرِ وَجْهِهٖ ٣ِ وَفِی النَّفْقَةِ يَدْفَعُ اِلىٰ اَمِيْنِهٖ لِيَصْرِفَهَا لِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِعِبَادَةٍ فَلَا يَحْتَاجُ اِلىٰ نِيَّتِهٖ ٤ِ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا حَلَفَ اَوْ نَذَرٌ اَوْ ظَاهِرٌ حَيْثُ لَا يَلْزَمُهٗ

بےوقوف کوہی دی جائے گی تا کہ وہ خود مصرف میں خرچ کرے۔

ترجمہ: (۱۳۵۶) اورخرچ کیا جائے گا بےوقوف کی اولاد پر اور اس کی بیوی پر اور ان لوگوں پر جنکا نفقہ واجب ہے رشتہ داروں میں سے۔

ترجمہ : ا؂ اس لئے کہ اپنی اولاد، اور اپنی بیوی کو زندہ رکھنا حاجت اصلی ہے، اور ذی رحم محرم پر خرچ کرنا سفیہ پر واجب ہے اپنے رشتہ داروں کے حق کے لئے، اور سفیہ کی وجہ سے لوگوں کے حقوق باطل نہیں ہوتے۔

تشریح : بےوقوف کے مال کو اس کی بیوی بچوں اور جن لوگوں کا نفقہ اس پر واجب ہے ان لوگوں پر خرچ کیا جائے گا۔

وجہ : بےوقوف کی حاجت اصلیہ میں مال خرچ کیا جائے گا اور ان لوگوں پر خرچ کرنا حاجت اصلیہ میں داخل ہے۔ اس لئے ان لوگوں پر خرچ کیا جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ بےوقوف کا مال اس کے امین کو دے اور وہ ان لوگوں پر خرچ کرے تا کہ بےوقوف فضول خرچی نہ کرے۔

ترجمہ : ۲؂ مگر یہ کہ قاضی سفیہ کو زکوۃ دے گا تا کہ زکوۃ کے مصرف میں خرچ کرے اس لئے کہ زکوۃ کی نیت ضروری ہے اس لئے کہ زکوۃ عبادت ہے (اور عبادت ادا ہونے کے لئے مالک کی نیت ضروری ہوتی ہے)، لیکن قاضی سفیہ کے ساتھ امین بھیجے گا تا کہ غیر مصرف میں خرچ نہ کردے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ : ۳؂ اور سفیہ کی اولاد اور بیوی کا نفقہ سفیہ کے امین کے حوالہ کرے گا، تا کہ اس کو اس کی اولاد پر خرچ کرے، اس لئے یہ عبادت نہیں ہے اس لئے سفیہ کی نیت کی ضرورت نہیں ہے (اس لئے سفیہ کے ہاتھ میں دینے کی ضرورت نہیں ہے)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ : ۴؂ یہ اس کے خلاف ہے۔ کہ اگر سفیہ نے قسم کھا کر توڑ دی، یا نذر مانی، اور توڑ دی، یا بیوی سے ظہار کیا اور کفارہ لازم ہوا تو سفیہ کو مال لازم نہیں ہوگا، بلکہ قسم کا کفارہ، اور ظہار کا کفارہ روزہ رکھ کر دے گا، اس لئے کہ یہ سفیہ کے فعل سے واقع ہوا ہے، اب اگر مال خرچ کرنے کا دروازہ کھول دیں تو اس طرح اپنے مال کو فضول خرچی میں خرچ کرے گا

اصول: ایسا کام جو سفیہ خود کرے اور اس میں روزہ رکھنے کی سہولت ہو تو روزہ سے کفارہ دیا جائے گا، مال سے نہیں تا کہ فضول خرچی میں مال خرچ کرنے کا دروازہ نہ کھل جائے

الْمَالُ بَلْ يُكَفِّرُ يَمِيْنَهُ وَظِهَارُهُ بِالصَّوْمِ لِاَنَّهُ مِمَّا يَجِبُ بِفِعْلِهٖ فَلَوْ فَتَحْنَا هٰذا الْبَابَ يُبَذِّرُ اَمْوَالَهُ بِهٰذا الطَّرِيْقِ ۵؎ وَلَا كَذَالِكَ مَا يَجِبُ اِبْتِدَاءً بِغَيْرِ فِعْلِهٖ

(۱۳۵۷) قَالَ فَاِنْ اَرَادَ حُجَّةَ الْاِسْلَامِ لَمْ يَمْنَعْ مِنْهَا ۱؎ لِاَنَّهَا وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ بِاِيْجَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ صُنْعِهٖ وَلَا يُسَلِّمُ الْقَاضِى النَّفَقَةَ اِلَيْهَا وَيُسَلِّمُهَا اِلٰى ثِقَةٍ مِنَ الْحَاجِّ يُنْفِقُهَا عَلَيْهِ فِىْ طَرِيْقِ الْحَجِّ

اصول: لیکن اگر سفیہ پر کوئی چیز شریعت کی جانب سے فرض ہو تو اس کو ادا کرنے کے لئے سفیہ کا مال خرچ کیا جائے گا

اصول: سفیہ نے خود سے ایسا کام کیا جس میں مال خرچ ہو اور مال خرچ کرنے کے علاوہ روزہ وغیرہ کی سہولت نہ ہو تو اس میں مجبوراً سفیہ کا مال خرچ کیا جائے گا۔ یہ تین اصول ہیں، ان مسئلوں کا مدار انہیں اصولوں پر ہے

تشریح: یہاں چار باتیں بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ قسم کا کفارہ۔ سفیہ نے قسم کھا کر توڑ دیا، جس پر روزہ رکھ کر بھی کفارہ دیا جا سکتا ہے، اور تین دن تک فقیروں کو کھانا کھلا کر بھی، تو یہاں روزہ رکھ کر کفارہ دلوایا جائے گا، مال خرچ کر کے نہیں، تا کہ سفیہ کا مال فضول خرچی میں خرچ نہ ہو

۲۔ نذر کی صورت۔ سفیہ نے کسی کام کے ہونے پر دس فقیروں کو کھانا کھلانے کی نذر مانی، اور وہ کام ہو گیا تو چونکہ اس میں روزہ نہیں رکھ سکتا، دس فقیروں کو کھانا ہی کھلانا ضروری ہے، اس لئے یہاں سفیہ کے مال سے دس فقیروں کو کھانا ہی کھلانا ہوگا، یہاں روزہ رکھنے کا راستہ نہیں ہے

۳۔ کفارہ ظہار۔ سفیہ نے بیوی سے کہا کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، اس سے بیوی سے ظہار ہو گیا، اور اب بیوی کو حلال کرنے کے لئے کفارہ دے، اس میں دو مہینے کا مسلسل روزہ رکھے، یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے، تو یہاں کھانا کھلا کر کفارہ نہیں دلوایا جائے گا، بلکہ سفیہ سے مسلسل ساٹھ روزے رکھوا کر کفارہ دے تا کہ اس کا مال فضول خرچی میں خرچ نہ ہو۔

نوٹ: اگر سفیہ مسلسل روزے نہیں رکھ سکتا ہو تو اب مجبوری میں ساٹھ مسکین کو کھلا کر کفارہ ادا کرنے کی گنجائش دی جائے گی

ترجمہ: ۵؎ لیکن ابتدائی طور پر بغیر سفیہ کے فعل سے زکوۃ وغیرہ لازم ہو تو اس میں سفیہ کا مال خرچ کیا جائے گا

تشریح: ایک ہے سفیہ کے فعل سے اس پر مال لازم ہونا۔ دوسرا ہے شریعت کی جانب سے سفیہ پر زکوۃ وغیرہ لازم ہونا، تو شریعت کی وجہ سے زکوۃ لازم ہوئی ہو تو اس کو سفیہ کے مال سے ادا کیا جائے گا، کیونکہ اس میں فضول خرچی نہیں ہے، بلکہ شریعت کا حکم ہے اس کو سفیہ کے مال سے ادا کیا جائے گا

لغت: یجب ابتداء بغیر فعلہ: بغیر سفیہ کے فعل کے خود شریعت کی جانب سے واجب ہوئی ہو

ترجمہ: (۱۳۵۷) اگر سفیہ فرض حج کرنا چاہے تو اس کو اس سے روک نہیں سکتے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ حج اس پر اللہ کی جانب سے واجب ہے، سفیہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، لیکن قاضی سفیہ کو حج کا خرچ نہیں دے گا، بلکہ کسی قابل اعتماد حاجی کو دیگا جو حج کے سفر میں سفیہ پر خرچ کرے گا تا کہ سفیہ بلا وجہ خرچ نہ کر دے

اصول: جو چیزیں اللہ کی جانب سے فرض ہے، سفیہ اس کی ادائیگی کرے گا

كَيْلَا يَتْلَفَهَا فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ.
(۱۳۵۸) وَلَوْ اَرَادَ عُمْرَةً وَاحِدَةً لَمْ يَمْنَعْ مِنْهَا لِ اِسْتِحْسَاناً لِاِخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِيْ وُجُوْبِهَا بِخِلَافِ مَازَادَ عَلٰى مَرَّةٍ وَاحِدَةٍ مِنَ الْحَجِّ
(۱۳۵۹) وَلَا يُمْنَعُ مِنَ الْقُرْآنِ لِ لِاَنَّهُ لَا يُمْنَعُ مِنْ اَفْرَادِ السَّفَرِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَلَا يَمْنَعُ مِنَ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا
(۱۳۶۰) وَلَا يُمْنَعُ مِنْ اَنْ يَسُوْقَ بَدَنَةً لِ تَحَرُّزاً عَنْ مَوْضَعِ الْخِلَافِ اِذْ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ لَا

تشریح:واضح ہے

ترجمه: (۱۳۵۸) اوراگرایک عمرہ کرنا چاہےتواس سےنہیں روکا جائے گا

ترجمه: لِ استحسانا، کیونکہ علما کا اختلاف ہے کہ واجب ہونے کے بارے میں، بخلاف ایک حج سے زیادہ کرے (تو کرنے نہیں دیا جائے گا، کیونکہ یہ واجب نہیں ہے)

تشریح: عمرہ واجب ہے یا نہیں، اس بارے میں علما کا اختلاف ہےاس لئے سفیہ کوایک عمرہ سےنہیں روکا جائے گا، اس کے برخلاف ایک حج سے زیادہ سفیہ پرفرض نہیں ہے، اس لئے ایک حج سے زیادہ میں فضول خرچی ہے، اس لئے ایک حج سے زیادہ، یاایک عمرہ سے زیادہ سفیہ کوکرنے سے روکا جائے گا

ترجمه: (۱۳۵۹) اورحج قران سے سفیہ کونہیں روکا جائے گا

ترجمه: لِ اس لئے کہ حج افراد کے لئے الگ، اورعمرے کے لئے الگ سفرکرنے سےنہیں روک سکتے تو دونوں کوملا کرحج قران سے بھی نہیں روکا جاسکتا ہے

تشریح:حج قران میں یہ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ حج اورعمرہ کا احرام باندھتے ہیں، جس کی وجہ سے شکرانہ کے طور پرایک دم دینا پڑتا ہے، یعنی جانور ذبح کرنا پڑتا ہے ۔اورحج افراد میں دم لازم نہیں ہوتا ہے۔لیکن سفیہ کوحج قران کرنے کی اجازت ہو گی، اوراس کی وجہ سے دم دینے کی اجازت ہوگی

وجه:اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سفیہ کوالگ سے حج افرادکرنے کی اجازت ہے، اورالگ سے عمرہ کرنے کی اجازت ہے، تو دونوں کوملا کرحج قران کرنے کی بھی اجازت ہوگی

ترجمه: (۱۳۶۰)اورسفیہ کواپنے ساتھ اونٹ لیجانے سےنہیں روکا جائے گا،

ترجمه: لِ اختلاف سے بچنے کے لئے، اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اونٹ کے بغیر حج قران کافی نہیں ہوگا، اور بدنہ کا ترجمہ ہے کہ اونٹ، یا گائے

تشریح: سفیہ قران کرنا چاہتا ہےاور ہدی میں بکری کے بجائے اپنے ساتھ اونٹ، یا گائے لیجانا چاہتا ہے، جو بہت قیمت کی ہوتی ہے، تواس کی بھی گنجائش ہوگی

يُجْزِئُهُ غَيْرُهَا وَهِيَ جَزُوْرٌ اَوْ بَقَرَةٌ
(۱۳۶۱) فَإِنْ مَرِضَ وَاَوْصىٰ بِوَصَايَا فِي الْقُرَبِ وَاَبْوَابِ الْخَيْرِ جَازَ ذَالِكَ فِي ثُلُثِهِ ۱؎ لِاَنَّ نَظْرَهُ فِيهِ اِذْ هِيَ حَالَةُ انْقِطَاعِهِ عَنْ اَمْوَالِهِ وَالْوَصِيَّةُ تَخْلُفُ ثَنَاءً اَوْ ثَوَاباً وَقَدْ ذَكَرْنَا مِنَ التَّفْرِيْعَاتِ اَكْثَرَ مِنْ هٰذا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهِي.
(۱۳۶۲) وَلَا يَحْجُرُ عَلَى الْفَاسِقِ اِذَا كَانَ مُصْلِحاً لِمَالَهٗ ۱؎ عِنْدَنَا وَالْفِسْقُ الْاَصْلِيُّ وَالطَّارِئُ سَوَاءٌ ۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَحْجُرُ عَلَيْهِ زَجْراً لَهُ وَعَقُوْبَةٌ عَلَيْهِ كَمَا فِي السَّفِيْهِ وَلِهٰذا لَمْ يَجْعَلْ اَهْلاً لِلْوِلَايَةِ

وجه: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ھدی صرف اونٹ یا گائے ہے، اس لئے اس پر عمل کرتے ہوئے سفیہ کو اونٹ، یا گائے ساتھ لیجانے کی گنجائش ہوگی، صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ عَائِشَةُ، وَابْنُ عُمَرَ لَمْ يَكُونَا يَرَيَانِ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ إِلَّا مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ "، وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ شَاةٌ" (مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما تیسر من الھدی، ج ۳، ص ۱۳۵، نمبر ۱۲۷۸۸) اس قول صحابی میں ہے کہ ہدی صرف صرف اونٹ اور گائے سے ہوگی۔

ترجمہ: (۱۳۶۱) پس اگر بیمار ہو جائے اور امور خیر کے بارے میں کچھ وصیتیں کرے تو یہ جائز ہیں اس کے تہائی مال سے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ سفیہ کی مصلحت اب اسی میں ہے، اس لئے کہ مال سے انقطاع کا وقت ہے، اور وصیت سے یا تو تعریف ملتی ہے، یا ثواب ملتا ہے (اور اب دونوں کی اس کو ضرورت ہے، اس لئے وصیت کرنے کی گنجائش ہوگی، اور تہائی مال میں قبول کی جائے گی)، اور کفایۃ المنتہی میں اس سے زیادہ تفریعات میں نے ذکر کی ہیں

تشریح: انتقال کا وقت قریب ہے اور بے وقوف خیر کے کاموں کے لئے کچھ مالوں کی وصیت کرنا چاہتا ہے تو اس کی وصیت کرنا جائز ہے۔ لیکن وہ وصیتیں اس کے تہائی مال سے پوری کی جائیں گی۔

وجہ: موت کے وقت آدمی کو کچھ خیر کے کام کرنے کی تمنا ہوتی ہے۔ اس لئے آخرت کے لئے یہ حاجت اصلیہ میں ہوگئی۔ اس لئے وصیت کرنا جائز ہے۔ البتہ اور آدمیوں کی طرح ان کی وصیت بھی تہائی مال میں سے جاری کی جائے گی اور باقی دو تہائی مال ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۶۲) اگر فاسق ہو لیکن اپنے مال کی اصلاح کرتا ہو تو اس پر حجر نہیں کیا جائے گا

ترجمہ: ۱؎ ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے یہاں، اور چاہے اصلی فسق ہو یا طاری فسق ہو دونوں کا حکم ایک ہی ہے

اصول: امام ابو حنیفہؒ کے یہاں فسق کی وجہ سے حجر نہیں ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ زجر اور سزا کے طور پر فاسق پر حجر کیا جائے گا، جیسا کہ سفیہ کو حجر کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ فاسق امام شافعیؒ کے نزدیک ولی بننے کا اور گواہ بننے کا اہل نہیں ہے

اصول: امام شافعیؒ کے یہاں فسق کی وجہ سے سزا کے طور پر حجر کیا جا سکتا ہے

وَالشَّهَادَةِ عِنْدَهُ ٣ وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْداً فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ﴾ اَلْآيَة . وَقَدْ اُوْنِسَ نَوْعٌ رُشْدٌ فَيَتَنَاوَلُهُ النُّكْرَةُ الْمُطْلَقَةُ ٤ وَلِاَنَّ الْفَاسِقَ مِنْ اَهْلِ الْوِلَايَةِ عِنْدَنَا لِاِسْلَامِهٖ فَيَكُوْنُ وَالِياً لِلتَّصَرُّفِ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِيْمَا تَقَدَّمَ ٥ وَيَحْجُرُ الْقَاضِي عِنْدَهُمَا اَيْضاً وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ بِسَبَبِ الْغَفْلَةِ هُوَ اَنْ يُغْبَنَ فِي التِّجَارَاتِ وَلَا يَصِيْرُ عَنْهَا لِسَلَامَةِ قَلْبِهٖ فِي الْحَجْرِ مِنَ النَّظْرِ لَهُ.

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں جس طرح سفیہ پر حجر ہوتا ہے اسی طرح فاسق پر بھی سزا اور زجر کے طور پر حجر ہوسکتا ہے

وجہ: ان کے نزدیک فاسق ولی نہیں بن سکتا ہے، اور گواہ نہیں بن سکتا ہے، اسی طرح اس پر حجر بھی ہوسکتا ہے

ترجمہ: ٣ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی کا قول ہے اگر اس یتیم میں ہوشیاری دیکھو تو اس کو اس کا مال دے دو، آیت میں ہے، اور اس فاسق میں ہوشیاری ہے، اور آیت کا عام حکم فاسق کو شامل ہے (اس لئے فاسق کو حجر نہیں کیا جائے گا، اس کو اس کا مال دیا جائے گا)

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ آیت میں یتیم کے بارے میں ہے کہ اگر اس میں ہوشیاری دیکھیں تو اس کو اس کا مال دے دو، اور فاسق میں ہوشیاری ہے، اس لئے فسق کے باوجود اس کو مال دیا جائے گا۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔فان آنستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم (آیت ٦ سورۃ النساء ٤)

ترجمہ: ٤ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام کی وجہ سے فاسق ہمارے نزدیک اہل ولایت میں سے ہے، اس لئے وہ ولی بنے گا، اور ہم نے اس پہلے کتاب النکاح میں اس کو ثابت کیا ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ٥ صاحبینؒ کے نزدیک اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے کہ انسان کی غفلت کی وجہ سے بھی قاضی حجر کرے گا، اور غفلت یہ ہے کہ تجارت میں دھوکا کھاتا ہو اور سادہ لوحی کی وجہ سے تجارت سے صبر نہ کرسکتا ہو، اس لئے کہ حجر کرنے میں اس کا فائدہ ہے

تشریح: ایک آدمی سفیہ اور بیوقوف نہیں ہے لیکن اپنی سادگی کی وجہ سے تجارت میں دھوکا کھا جاتا ہے، تو صاحبین، اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر قاضی حجر کرے گا، اس میں اس کا فائدہ ہے

لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حجر نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں عقل اور بلوغ ہے، زیادہ سے زیادہ اس تجارت کے بعد تین دن کا خیار شرط ملے گا

وجہ: ایک صحابی کو خریدنے میں صبر نہیں ہوتا تھا تو آپ نے ان سے خیار شرط لے لینے کے لئے کہا، اس کی حدیث یہ ہے۔

عن انس بن مالک ان رجلا علی عهد رسول الله كان يبتاع و في عقدته ضعف فاتى اهله نبى الله فقالوا يا نبى الله احجر على فلان فانه يبتاع وفي عقدته ضعف فدعاه النبى ﷺ فنهاه عن البيع فقال يا رسول الله انى لا اصبر عن البيع فقال رسول الله ان كنت غير تارک للبيع فقل هاء وهاء ولا خلابة

(ابو داؤد شریف، باب فی الرجل یقول عند البیع لا خلابۃ، ص ١٣٨، نمبر ٣٥٠١) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فضول خرچی کے باوجود صحابی پر حجر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ سادہ آدمی پر حجر نہیں ہوگا

﴿فصلٌ﴾ فِی حَدِّ الْبُلُوْغِ (١٣٦٣) قَالَ بُلُوْغُ الْغُلَامِ بِالْاِحْتِلَامِ وَالْاِحْبَالِ وَالْاِنْزَالِ اِذَا وَطِیَ فَاِنْ لَمْ یُوْجَدْ ذَالِکَ فَحَتّٰی یَتِمَّ لَهٗ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ سَنَةً عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَبُلُوْغُ الْجَارِیَةِ بِالْحَیْضِ وَالْاِحْتِلَامِ وَالْحَبَلِ فَاِنْ لَمْ یُوْجَدْ ذَالِکَ فَحَتّٰی یَتِمَّ لَهَا سَبْعَ عَشَرَةَ سَنَةً وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَقَالَا اِذَا تَمَّ لِلْغُلَامِ وَالْجَارِیَةِ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً فَقَدْ بَلَغَا ۱ وَهُوَ رِوَایَةٌ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ

فصل فی حد البلوغ

ترجمه: (١٣٦٣) لڑکے کا بالغ ہونا احتلام کے ذریعہ، حاملہ کر دینے سے ہے اگر وہ وطی کرے اور انزال کے ذریعہ ہوتا ہے۔ پس اگر یہ علامتیں نہ پائی جائیں پس یہاں تک کہ اٹھارہ سال پورے ہو جائیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔ اور لڑکی۔ اور لڑکی کا بالغ ہونا حیض کی وجہ سے اور احتلام کی وجہ سے اور حاملہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ پس اگر یہ علامتیں نہ پائی جائیں تو یہاں تک کہ سترہ سال پورے ہو جائے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جب لڑکے اور لڑکی کی عمر پندرہ سال ہو جائے تو دونوں بالغ ہو گئے

ترجمه: ۱ امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے، اور امام شافعیؒ کا بھی قول یہی ہے

تشریح: لڑکے کے بالغ ہونے کی تین علامتیں ہیں احتلام ہونا، انزال ہونا اور وطی کرے تو عورت کو حاملہ کر دینا۔ اور یہ نہ پائی جائیں تو لڑکا اٹھارہ سال کا ہو جائے تو اس کو بالغ سمجھا جائے گا۔

وجه: (١) احتلام سے لڑکا بالغ ہوتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **قال علی بن طالب حفظت عن رسول الله ﷺ لا یتم بعد الاحتلام و لا صمات یوم الی اللیل** (ابو داؤد شریف، باب ماجاء متی ینقطع الیتیم ج ثانی ص ۴۱ نمبر ۲۸۷۳) اس حدیث میں ہے کہ احتلام ہونے کے بعد یتیم نہیں ہوتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ احتلام ہونے کے بعد آدمی بالغ ہو جاتا ہے۔ (۲) انزال اور حاملہ کرنا بھی اسی معنی میں ہے۔ کیونکہ حاملہ اسی وقت ہوتی ہے جب انزال ہوتا ہو۔ (۳) اور وہ نہ ہو تو لڑکا اٹھارہ سال کا ہو جائے تب بالغ سمجھا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **عن ابی ھریرۃ مرفوعا رفع القلم عن ثلاثة عن الغلام حتی یحتلم فان لم یحتلم حتی یکون ابن ثمان عشرة** (سنن للبیہقی، باب البلوغ بالسن، ج سادس، ص ۹۴، نمبر ۱۱۳۰۷) اس قول صحابی میں ہے کہ احتلام نہ ہو تو آدمی اٹھارہ سال کا ہو تو بالغ سمجھا جائے گا۔

اور احتلام کی وجہ سے لڑکی بالغ سمجھی جائے گی اس کی دلیل اوپر کی حدیث گزری۔ اور حیض کی وجہ سے لڑکی بالغ سمجھی جائے گی

وجه: (١) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشةؓ عن النبی ﷺ انه قال لا یقبل الله صلوة حائض الا بخمار** (ابو داؤد، باب المرأة تصلی بغیر خمار ص ۱۰۱ نمبر ۶۴۱) اس حدیث میں حائض بول کر آپؐ نے بالغ مراد لیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حیض ہونے سے لڑکی بالغ ہو جاتی ہے۔ اور جس کو حیض آئے گا وہی حاملہ ہوگی۔ اس لئے حاملہ ہونا حیض کی علامت ہے۔

وجه: اور یہ علامتیں نہ ہوں تو سترہ سال میں بالغ سمجھی جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عورت جلدی بالغ ہوتی ہے اس لئے

۲ وَعَنْهُ فِی الْغُلَامِ تِسْعَ عَشَرَةَ سَنَةً وَقِیْلَ الْمُرَادُ اَنْ یَطْعَنَ فِی التَّاسِعِ عَشَرَةَ سَنَةً وَیَتِمُّ لَهٗ ثَمَانِیَةَ عَشَرَةَ سَنَةً فَلَا اِخْتِلَافَ ۳ وَقِیْلَ فِیْهِ اخْتِلَافُ الرِّوَایَةِ لِاَنَّهٗ ذَکَرَ فِی بَعْضِ النُّسَخِ حَتّٰی یَسْتَکْمِلَ تِسْعَ عَشَرَةَ سَنَةً. ۴ اَمَّا الْعَلَامَةُ فَلِاَنَّ الْبُلُوْغَ بِالْاِنْزَالِ حَقِیْقَةً وَالْحَبَلُ وَالْاِحْبَالُ لَا یَکُوْنُ اِلَّا مَعَ

جب مرد کے لئے اٹھارہ سال متعین کیا تو عورت کے لئے ایک سال کم کر دیا اس لئے سترہ سال میں بالغ سمجھی جائے گی۔

صاحبین کا قول :امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا جب پورے ہو جائیں لڑکے کے لئے اور لڑکی کے لئے پندرہ سال تو سمجھو دونوں بالغ ہو گئے۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے کہ پندرہ سال کے لڑکے کو بالغ اور بڑا سمجھا گیا۔ حدثنی ابن عمر ان رسول الله عرضه یوم احد وهو ابن اربع عشرة سنة فلم یجزنی ثم عرضنی یوم الخندق وانا ابن خمس عشرة فاجازنی قال نافع فقدمت علی عمر بن عبد العزیز وهو خلیفة فحدثته هذا الحدیث فقال ان هذا لحد بین الصغیر والکبیر وکتب الی عماله ان یفرضوا لمن بلغ خمس عشرة (الف) (بخاری شریف، باب بلوغ الصبیان وشهادتهم ص ۳۶۶ نمبر ۲۶۶۴ رمسلم شریف، باب بیان سن البلوغ ص ۱۳۱ نمبر ۱۸۶۸ رابو داؤد شریف نمبر ۴۴۰۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی پندرہ سال کی عمر تک پہنچ جائے تو اس کو بڑا اور بالغ سمجھا جاتا ہے۔ اور اس حدیث میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے عورت کی بھی کوئی علامت بلوغ نہ پائی جائیں تو پندرہ سال میں اس کو بالغ سمجھا جائے گا (۲)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوعًا: " الصَّبِیُّ إِذَا بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ أُقِیمَتْ عَلَیْهِ الْحُدُودُ "، وَإِسْنَادُهُ ضَعِیفٌ (سنن للبیهقی، باب البلوغ بالسن، ج سادس، ص ۹۴، نمبر ۱۱۳۰۷) اس قول صحابی میں بھی ہے کہ بچہ پندرہ سال کا ہو جائے تو اس کو بالغ شمار کر دیا جائے گا

ترجمہ : ۲ امام ابو حنیفہؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ لڑکے کی عمر انیس سال ہوں (تب بالغ ہوگا)، اور بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی مراد یہ ہے کہ اٹھارہ سال پورا کر کے انیسویں سال میں قدم رکھا ہو تو اس صورت میں دونوں قولوں میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہے گا

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کا ایک قول گزرا تھا کہ اٹھارہ سال میں لڑکا بالغ شمار کیا جائے گا، لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ انیس سال عمر ہو تو لڑکے کو بالغ شمار کیا جائے گا، لیکن ایک تیسری روایت یہ ذکر کی کہ اٹھارہ سال پورا ہو چکا ہو، اور انیسویں سال میں قدم رکھا ہو تو بالغ شمار کیا جائے گا، اس روایت کے اعتبار سے اٹھارہ سال اور انیس سال کی روایت میں تضاد نہیں رہے گا

ترجمہ :۳ بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ روایت کا اختلاف ہے، اس لئے کہ بعض نسخوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ انیس سال پورا کرے تب بالغ شمار ہوگا

تشریح : یہ امام ابو حنیفہؒ کی چوتھی روایت ہے کہ مکمل انیس سال ہو جائے تب لڑکے کو بالغ شمار کیا جائے گا، صرف یہ نہیں کہ اٹھارہ سال پورا کر لے، اور انیس سال میں قدم رکھے تو بالغ شمار کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۴ بہر حال بلوغ کی علامت تو حقیقت میں انزال ہی اصل ہے، اس لئے کہ حمل ٹھہرنا، یا حاملہ کرنا تو یہ انزال ہی

الْاِنْـزَالِ وَكَذا الْحَيْضُ فِى اَوَانِ الْحَبَلِ فَجُعِلَ كُلُّ ذَالِكَ عَلامَةُ الْبُلُوْغ. ۵ وَاَدْنى الْمُدَّةِ لِذٰلِكَ فِـىْ حَقِّ الْغُلامِ اِثْنَتا عَشْرَةَ سَنَةً وَفِىْ حَقِّ الْجَارِيَةِ تِسْعُ سِنِيْنَ ۶ وَاَمَّا السِّنُّ فَلَهُمُ الْعَادَةُ الْفَاشِيَةُ اَنَّ الْبُلُوْغَ لا يَتَأَخَّرُ فِيْهِمَا عَنْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ ۷ وَلَهٗ قَوْلُهٗ تَعَالىٰ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَشُدُّ الصَّبِىِّ ثَمانِىَ عَشَرَ سَنَةً هٰكَـذَا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٌ وَتَابَعَهُ الْقُتْبِى وَهٰذا اَقَلُّ مَا قِيْلَ فِيْهِ فَبَنىَ الْحُكْمُ عَلَيْهِ لِلتَّيَقُّنِ بِهٖ غَيْرُ اَنّ

سے ہوتا ہے، اس لئے یہ دونوں (یعنی لڑکے کوانزال ہونا، اورلڑکی کوحیض آنا) بالغ ہونے کی علامت ہے

تشریح: بالغ ہونے کی اصل دو علامتیں ہیں۔ لڑکے کے لئے انزال ہونا، اورلڑکی کے لئے ہے حیض کا آجانا، کیونکہ حمل ٹھہرانا یہ انزال کی وجہ سے ہوتا ہے، اصل انزال ہی ہوا۔ اورلڑکی کے حیض ہونا اصل ہے، کیونکہ اس کو بھی حمل حیض کے بعد ہی ٹھہرتا ہے، اورلڑکی کو بھی حیض کے بعد ہی انزال ہوتا ہے، اس لئے لڑکی کے بالغ ہونے کی اصل علامت حیض ہے

ترجمہ: ۵ غلام کے حق میں بالغ ہونے کی ادنی مدت بارہ سال ہے، اورلڑکی کے حق نو سال ہے

تشریح: لڑکا کم سے کم بارہ سال میں بالغ ہوتا ہے، اورلڑکی کم سے کم نو سال میں بالغ ہوتی ہے، اگر چہ عمومی طور پر یہی ہے کہ اس سے زیادہ عمر میں بالغ ہوتے ہیں

وجہ: لڑکی کے سلسلے میں اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی تھی، اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ بالغ ہو چکی تھی، اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ لڑکی کم سے کم نو سال میں بالغ ہوتی ہے ۔

حدیث یہ ہے۔ عن عائشة ان النبی ﷺ تزوجها و هی بنت سبع سنین و زفت الیه و هی بنت تسع سنین و لعبها معها و مات عنها و هی بنت ثمان عشرة۔ (مسلم شریف، کتاب النکاح، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیرة، ص ۵۹۷، نمبر ۱۴۲۲/۳۴۸۱) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ کی رخصتی نو سال میں ہوئی ہے

ترجمہ: ۶ بلوغ کی عمر کے بارے میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ، عام عادت یہی ہے کہ پندرہ سال سے زیادہ نہیں ہوتی ہے

تشریح: صاحبینؒ نے جو لڑکے کے بالغ ہونے کے لئے پندرہ سال کی عمر کہی ہے اس کی وجہ فرما رہے ہیں کہ یہی دیکھا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ پندرہ سال میں لڑکا بالغ ہو جاتا ہے، اس لئے صاحبینؒ نے پندرہ سال کا قول اختیار کیا ہے۔ اس کے لئے اوپر پندرہ سال کے بارے میں کئی احادیث اور اقوال صحابہ بھی گزر چکے ہیں۔

لغت: فاشیۃ: ظاہر میں، عام حالات میں

ترجمہ: ۷ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ آیت ہے، جب یتیم اپنی قوت کو پہنچ جائے، اور بچے کا طاقت ور ہونا اٹھارہ سال میں ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے، اور حضرت القتبی نے اس کی اتباع کی ہے، (اس لئے اٹھارہ سال کا قول اختیار کیا) اور یہ اشد کی کم سے کم عمر ہے، اس لئے یقین کی وجہ سے اسی پر حکم کی بنیاد رکھی ہے، یہ اور بات ہے کہ عورتوں کا بڑھنا اور بالغ ہونا بہت جلد ہوتا ہے، اس لئے اس کے حق میں ہم نے ایک سال کم کر دیا کیونکہ سال میں چار فصلیں ہوتی ہیں جن میں سے کوئی لامحالہ اس کے مزاج کے موافق ہوتی ہے

الْاُنَـاثَ تَشُـوْءهُـنَّ وَادْرَاكُهُنَّ اَسْرَعُ فَنَقَصنَا فِیْ حَقِّهِنَّ سَنَةً لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الْفُصُوْلِ الْاَرْبَعَةِ الَّتِی يُوَافِقُ وَاحِدٌ مِنْهَا الْمِزَاجَ لَا مَحَالَةَ.

(۱۳۶۴) قَالَ وَاِذَا رَاهَقَ الْغُلَامُ اَوِ الْجَارِيَةُ الْحُلُمَ وَاَشْكَلَ اَمْرُهُ فِی الْبُلُوْغِ فَقَالَ قَدْ بَلَغْتُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ وَاَحْكَامُهُ اَحْكَامُ الْبَالِغِيْنَ ۱ لِاَنَّهُ مَعْنًى لَا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهِمَا ظَاهِراً فَاِذَا اَخْبَرَا بِهِ وَلَمْ يُكَذِّبْهُمَا الظَّاهِرُ قُبِلَ قَوْلُهُمَا فِيهِ كَمَا يُقْبَلُ قَوْلُ الْمَرْأَةِ فِی الْحَيْضِ.

تشریح: حضرت امام ابو حنیفہؒ نے لڑکے کے بالغ ہونے کے لئے اٹھارہ سال کی مدت رکھی اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ آیت حتی یبلغ اشدہ ، میں اشدہ کی تفسیر حضرت کلبی نے یہ کی ہے کہ بعض حضرات نے اٹھارہ سال کہی ہے، بعض حضرات نے تیس سال کہی ہے، اس لئے کم سے کم مدت جو یقینی ہے وہ اٹھارہ سال ہے اس لئے ہم نے اٹھارہ لے لی ہے اور عورتوں کا نشو نما تھوڑی جلدی ہوتی ہے اور وہ بالغ بھی جلدی ہوتی ہیں، تو ایک سال کم رکھا، کیونکہ ایک سال میں چار موسم ہوتے ہیں تو کوئی ایک موسم بھی عورت کے موافق ہو جائے، اور وہ بالغ ہو جائے، یہ ممکن ہے اس لئے ایک سال کم کر کے اس کی بلوغت کی عمر سترہ سال رکھی ہے

وجہ: صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ (سورت الاسراء ۱۷، آیت ۳۴) تفسیر بغوی میں اس آیت کے تحت میں حضرت کلبی کا قول نقل کیا ہے کہ بلغ اشدہ کا مطب اٹھارہ سال کی عمر سے تیس سال کی عمر ہے۔ وَقَالَ الْكَلْبِيُّ: الْأَشُدُّ ما بين الثمانية عَشْرَةَ سَنَةً إِلَى ثَلَاثِينَ سَنَةً۔ اس تفسیر میں ہے کہ اشد کی عمر اٹھارہ سال سے تیس سال تک ہے صاحب ہدایہ نے اقل عمر اٹھارہ سال لیا ہے

لغت: علی الفصول الاربعۃ: سال میں چار موسم ہوتے ہیں۔ سردی۔ گرمی۔ بارش۔ موسم بہار۔ ان چار موسموں میں بہت ممکن ہے کہ عورت ایک سال پہلے بالغ ہو جائے، اس لئے لڑکی کے بالغ ہونے کی عمر لڑکے سے ایک سال کم رکھی ہے

ترجمہ: (۱۳۶۴) اگر لڑکا اور لڑکی بالغ ہونے کے قریب ہوں، اور بالغ ہونے کے بارے میں ان دونوں کا معاملہ مشکل ہو، پس وہ دونوں کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو دونوں کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور دونوں کے احکام بالغین کے احکام ہونگے۔

ترجمہ: ۱ کیونکہ بالغ ہوا ہے یا نہیں یہ ایسی بات ہے جو لڑکے، یا لڑکی ہی سے معلوم ہو سکتی ہے، پس جب وہ بالغ ہونے کی خبر دیتے ہیں، اور ظاہری حالات ان کی تکذیب نہیں کرتے تو ان دونوں کی بات قبول کر لی جائے گی، جیسے حیض کے بارے میں عورت کی بات قبول کر لی جاتی ہے

تشریح: لڑکا یا لڑکی قریب البلوغ ہوں اور یہ نہ معلوم ہوتا ہو کہ بالغ ہو چکے ہیں یا نا بالغ ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم بالغ ہو چکے ہیں تو ان کی باتوں کا اعتبار کر کے بالغ شمار ہوں گے۔ اور ان پر بالغ کے احکام جاری ہوں گے۔

وجہ: جہاں تکذیب کی علامت نہ ہو تو اس کی ذات کے بارے میں آدمی کی شہادت قابل قبول ہے۔ جیسے عدت گزرنے اور حیض ختم ہونے کے بارے میں عورت کی بات کا اعتبار ہے اور اسی پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ان کی بات مان کر بالغ شمار کئے جائیں گے۔

باب الحجر بسبب الدين

(۱۳۶۵) قَالَ اَبُوحَنِيفَةَ لا اَحْجُرُ فِي الدَّيْنِ وَاِذَا وَجَبَتْ دُيُوْنٌ عَلٰى رَجُلٍ وَطَلَبَ غُرَمَاءُ ہُ حَبْسَهٗ وَالْحَجْرُ عَلَيْهِ لَمْ اَحْجُرْ عَلَيْهِ لِ لِاَنَّ فِي الْحَجْرِ اَهْدَارَ اَهْلِيَتِهٖ فَلا يَجُوْزُ لِدَفْعِ ضَرَرٍ خاصٍ

(۱۳۶۶) فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ لَمْ يَتَصَرَّفْ فِيْهِ الْحَاكِمُ لِ لِاَنَّهٗ نَوْعُ حَجْرٍ وَلِاَنَّهٗ تِجَارَةٌ لا عَنْ تَرَاضٍ فَيَكُوْنُ بَاطِلاً بِالنَّصِّ

باب الحجر بسبب الدين

ترجمه: (۱۳۶۵) امام ابوحنیفہ نے فرمایا دین کے سلسلے میں مفلس پر حجر نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه: لے اس لئے کہ حجر کرنے میں انسانی اہلیت ختم ہو جاتی ہے، اس لئے خاص نقصان کو دور کرنے کے لئے عام فائدہ ختم نہیں کر سکتے ہیں

اصول: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک انسانی اہلیت کی اتنی اہمیت ہے کہ چھوٹے سے فائدے کے لئے اس کی اہلیت ختم نہیں کر سکتے

تشریح: کسی آدمی پر کافی دین ہو اور قرض دینے والے اس پر حجر کا مطالبہ کریں تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں اس پر حجر نہیں کروں گا۔

وجه: (۱) حجر کرنے پر وہ کسی قسم کی بیع وشراء نہیں کر سکے گا۔ جس کی وجہ سے وہ اپاہج کی طرح ہو جائے گا۔ عقل ہوتے ہوئے کسی قسم کی بیع وشراء نہ کرے یہ اس پر ظلم ہوگا اور انسانی اہلیت ختم ہو جائے گی۔ اس لئے اس پر حجر نہیں کروں گا (۲) اوپر حدیث گزری جس میں صحابی کو حجر کرنے کا مطالبہ کیا تھا لیکن آپؐ نے حجر نہیں کیا بلکہ یوں فرمایا۔ ان کنت غير تارك للبيع فقل هاء وهاء ولا خلابة (ابوداؤد شریف، باب فی الرجل یقول عند البیع لا خلابۃ ص ۱۳۸، نمبر ۳۵۰۱) اس حدیث میں صحابی کے خاندان والوں نے حجر کرنے کا مطالبہ کیا پھر بھی آپؐ نے حجر نہیں فرمایا بلکہ بیع کرنے کے بعد خیار شرط لینے کے لئے کہا۔ اس لئے افلاس کی وجہ سے بھی عاقل بالغ آدمی پر حجر نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه: (۱۳۶۶) اگر مفلس کے پاس کچھ مال ہو تو حاکم اس میں تصرف نہیں کرے گا

ترجمه: لے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا حجر ہے، اور حاکم بغیر مالک کی رضامندی کے تجارت کرے گا اس لیے آیت سے وہ باطل ہوگا

تشریح: مفلس کے پاس مال ہو تو حاکم اس کو نہیں بیچے گا بلکہ خود مفلس اس کو بیچے گا۔ ہاں مفلس کو اس وقت تک قید رکھے گا جب تک کہ وہ مال بیچ کر دین ادا نہ کر دے۔

وجه: (۱) حاکم اس لئے نہیں بیچے گا کہ مفلس پر ایک قسم کا حجر نہ ہو جائے۔ چونکہ حاکم کے بیچنے سے مفلس پر ایک قسم کا حجر ہوگا اس لئے حاکم نہیں بیچے گا بلکہ مفلس خود بیچے گا (۲) آیت میں ہے کہ مالک کی رضامندی سے خرید وفروخت ہو، یہاں اس کی

(١٣٦٧) وَلٰكِنْ يَّحْبِسُهُ اَبَداً حَتّٰى يَبِيْعَهُ فِيْ دِيْنِهِ ١ اِيْفَاءً لِحَقِّ الْغُرَمَاءِ وَدَفْعاً لِظُلْمِهِ

(١٣٦٨) وَقَالَا اِذَا طَلَبَ غُرَمَاءُ الْمُفْلِسِ الْحَجَرِ عَلَيْهِ حَجَرَ الْقَاضِي عَلَيْهِ وَمَنَعَهُ مِنَ الْبَيْعِ وَالتَّصَرُّفِ وَالْاِقْرَارِ ١ حَتّٰى لَا يَضُرُّ بِالْغُرَمَاءِ لِاَنَّ الْحَجَرَ عَلَى السَّفِيْهِ اِنَّمَا جَوَّزْنَاهُ نَظْراً لَهُ وَفِيْ

رضا مندی کے بغیر مال بیچا جا رہا ہے اس لئے یہ نا جائز ہو ہوگا، آیت یہ ہے۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (سورت النساء۴، آیت ۲۹)

ترجمہ: (۱۳۶۷) لیکن مفلس کو قید کیا جائے گا تا کہ وہ مجبور ہو کر مال بیچے اور قرض ادا کرے۔

ترجمہ: ١ قرض دینے والے کے حق کو ادا کرنے کے لئے، اس سے ظلم دور کرنے کے لئے

وجہ: اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عمر بن شريد عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوبَتَهُ قال سفيان يعني عرضه ان يقول ظلمني في حقي و عقوبته يسجن (سنن للبيهقي، باب حبس من عليه الدين اذا لم يظهر ماله و ما على الغني في المطل، ج سادس، ص ۸۵، نمبر ۱۱۲۷۹ / بخاری شریف، باب لصاحب الحق مقال ص ۳۲۳ نمبر ۲۴۰۱ کتاب الاستقراض) اس حدیث میں ہے کہ کوئی ٹال مٹول کرے تو اس کی سزا یہ ہے اس کی عزت حلال ہے۔ یعنی کہہ سکتا ہے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا اور وہ سزا کا مستحق ہے۔ یعنی اس کو قید میں ڈالا جا سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ٹال مٹول کرنے والے کو قید میں ڈالا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۳۶۸) صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر مفلس پر قرض واجب ہوا اور قرض دینے والا اس پر حجر کرنے کا مطالبہ کرے تو قاضی اس پر حجر کرے گا اور اس کو بیچنے سے، اور تصرف کرنے سے اور اقرار کرنے سے منع کرے گا

ترجمہ: ١ تا کہ قرض دینے والوں کو نقصان نہ ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ سفیہ پر اس کی ذاتی مصلحت کے لئے حجر کیا گیا تھا، تو یہاں قرض دینے والوں کی مصلحت کے لئے حجر کیا جائے گا، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ مکاری کے طور اپنا مال بیچ دے جس سے قرض دینے والوں کا حق فوت ہو جائے

تشریح: مفلس آدمی پر کافی دین ہو چکے ہوں اور قرض دینے والے مطالبہ کرتے ہوں کہ اس کو قید کیا جائے اور اس پر حجر کیا جائے تو صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کو حجر کیا جائے گا، تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مکاری کر کے کسی بڑے آدمی کے ہاتھ مال بیچ دے اور قرض دینے والوں کو کچھ نہ ملے

وجہ: حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے قرضخواہوں کی وجہ سے حضرت معاذ بن جبل پر حجر فرمایا تھا۔ عن كعب بن مالك ان رسول الله ﷺ حجر على معاذ ماله وباعه في دين كان عليه (دار قطنی، کتاب فی الاقضیۃ والاحکام ج رابع ص ۱۴۸ نمبر ۴۵۰۵ / سنن للبیھقی، باب الحجر علی المفلس وبیع مالہ فی دیونہ، ج سادس، ص ۸۰، نمبر ۱۱۲۶۰) اس حدیث میں لوگوں کے دین اور اس کے مطالبے کی وجہ سے حضرت معاذ بن جبل کو آپؐ نے حجر کیا ہے۔ اس لئے صاحبین کی رائے ہے کہ دائن مطالبہ کریں تو مدیون پر حجر کیا جائے گا۔ تا کہ دائن کا نقصان نہ ہو۔

هٰذا الْحجرِ نظرٌ لِلْغُرَماءِ لِاَنَّهٗ عَساهُ يُلَجِّئُ مَالَهٗ فَيَفُوْتُ حَقُّهُمْ ۲ وَمعْنٰى قَوْلِهِمَا مَنَعَهٗ مِنَ الْبَيْعِ اَنْ يَكُوْنَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَمَنِ الْمِثْلِ اَمَّا الْبَيْعُ بِثَمَنِ الْمِثْلِ لَا يُبْطِلُ حَقَّ الْغُرَمَاءِ وَالْمَنْعُ لِحَقِّهِمْ فَلَا يُمْنَعُ مِنْهُ.
(۱۳۶۹) قَالَ وَبَاعَ مَالَهٗ اِنِ امْتَنَعَ الْمُفْلِسُ مِنْ بَيْعِهٖ وَقَسَمَهٗ بَيْنَ غُرَمَائِهٖ بِالْحِصَصِ عِنْدَهُمَا

لغت: یلجی: یہ لج ء، سے مشتق ہے، مجبور کرنا، مکاری کرنا۔ کسی کو اس طرح مجبور کرے جو اندر کی بات کو ظاہر کر دے

ترجمہ: ۲ متن میں جو کہا کہ مقروض کو بیچنے سے روکے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ، اگر مثلی قیمت سے کم میں چیز بیچ رہا ہو تو اس کو روکے گا، لیکن اگر مثلی ثمن سے بیچ رہا ہو تو اس سے قرض دینے والوں کا حق باطل نہیں ہوگا تو اس کی گنجائش ہوگی، کیونکہ روکنا اسی کے حق کی وجہ سے تھا اس لئے اس بیچنے سے نہیں روکا جائے گا

تشریح: متن میں کہا تھا کہ مقروض کو بیچنے سے روکا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کی قیمت بازار میں جو ہے اس سے کم میں بیچے تو روکا جائے گا، لیکن اگر بازار میں جو قیمت ہے اس پر بیچتا ہے تو اس سے نہیں روکا جائے گا، کیونکہ اس سے مقروض کا حق ضائع نہیں ہوگا

ترجمہ: (۱۳۶۹) اگر مفلس قرض دینے والے کو دینے کے لئے مال بیچنے سے رک جائے، تو قاضی مال بیچے گا، اور حصے کے اعتبار سے قرض دینے والوں کے درمیان تقسیم کرے گا، صاحبینؒ کے نزدیک

تشریح: اگر مفلس بیچ کر قرضخواہوں کے قرضوں کو ادا نہیں کرتا تو قاضی اس کے مال کو بیچ کر قرضخواہوں کے قرضوں کو ادا کرے گا۔ اور تمام کو اس کے حصے کے مطابق دے گا۔ مثلا کل قرض دو ہزار تھے۔ زید کا ایک ہزار، عمر کا پانچ سو اور بکر کا ڈھائی سو اور خالد کا ڈھائی سو۔ اور مفلس کے پاس ایک ہزار پونڈ نکلے تو ہر ایک کو اس کے قرض کے آدھے ملیں گے۔ مثلا زید کا ایک ہزار قرض تھا تو اس کو پانچ سو ملیں گے۔ عمر کا پانچ سو تھا تو اس کو ڈھائی سو ملیں گے، بکر کا ڈھائی سو قرض تھا تو اس کو سوا سو ملیں گے۔ اور خالد کا ڈھائی سو تھا تو اس کو بھی سوا سو پونڈ قرض واپس ملیں گے۔ یہ ہر ایک کو حصے کے اعتبار سے ملیں گے تا کہ ہر ایک کو مناسب حق مل جائے اور کسی کو شکوہ نہ رہے۔

وجہ: (۱) قاضی مقروض کے مال کو بیچے گا اس کی دلیل اوپر گزری۔ **فدعاه النبی ﷺ فلم یبرح من ان باع ماله وقسمه بین غرمائه قال فقام معاذ ولا مال له** (سنن للبیہقی، باب الحجر علی المفلس وبیع ماله فی دیونه، ج سادس، ص ۸۰، نمبر ۱۱۲۶۲) (۲) بخاری میں بھی دین کی وجہ سے مدبر غلام بیچ کر دین ادا کرنے کا تذکرہ ہے۔ **عن جابر بن عبد الله قال اعتق رجل غلاما له عن دبر فقال النبی ﷺ من یشتریه منی فاشتراه نعیم بن عبد الله فاخذ ثمنه فدفعه الیه** (بخاری شریف، باب من باع مال المفلس او المعدم فقسمه بین الغرماء او اعطاه حتی ینفق علی نفسه ص ۳۲۳ نمبر ۲۴۰۳) اس حدیث میں بھی دائن کی وجہ سے مدیون کے مدبر غلام کو بیچ کر مدیون کے قرض ادا کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس لئے اس کے مال کو بیچ کر دائن کا قرض ادا کیا جائے گا۔

۱؎ لِاَنَّ الْبَيْـعَ مُسْتَحِقٌّ عَلَيْهِ لِإِيفَاءِ دَيْنِهِ حَتّٰى يُحْبَسَ لِاَجْلِهِ فَإِذَا امْتَنَعَ نَابَ الْقَاضِى مَنَابَهُ ۲؎ كَمَا فِي الْجُبِّ وَالْعَنَّةِ ۳؎ قُلْنَا التَّلْجِيَةُ مَوْهُومَةٌ وَالْمُسْتَحِقُّ قَضَاءُ الدَّيْنِ وَالْبَيْعِ لَيْسَ بِطَرِيْقٍ مُتَعَيَّنٍ لِذَالِكَ ۴؎ بِخِلَافِ الْجُبِّ وَالْعَنَةِ

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ قرض کوادا کرنے کے لئے چیز کو بیچنا مقروض پر مستحق ہے، یہی وجہ ہے کہ مقروض کو قید بھی کیا جا سکتا ہے،اس لئے جب مال بیچنے سے رک گیا تو قاضی مقروض کا نائب بنے گا

تشریح : مقروض ٹال مٹول کر رہا ہے اور اپنی چیز کو بیچ کر قرض ادا نہیں کر رہا ہے،تو اس سے قرض دینے والے کا حق مارا جاتا ہے،اس لئے قاضی اس کا نائب بنے گا،مقروض کے مال کو بیچ کر قرض ادا کرے گا

ترجمه : ۲؎ جیسے ذکر کٹا ہوا ہو، یا مرد عنین ہو (اور طلاق نہ دیتا ہو تو قاضی فسخ نکاح کر دیتا ہے،اسی طرح یہاں بھی ہوگا)

تشریح : الجب : مجبوب الذکر، یعنی ذکر کٹا ہوا ہے،اور جماع پر قادر نہیں ہے،اور طلاق بھی نہیں دیتا ہے، یا عنین ہے، یعنی عضو تناسل تو ہے لیکن اتنا کمزور ہے کہ ہم بستری نہیں کر سکتا ہے، لیکن طلاق بھی نہیں دیتا ہے تو اب قاضی اس کا نائب ہوگا، اور نکاح کو فسخ کرے گا، اسی طرح یہاں مقروض چیز نہیں بیچتا ہے تو قاضی اس کا نائب بنے گا اور چیز بیچ کر قرض ادا کر دے گا

ترجمه : ۳؎ ہم کہتے ہیں کہ مکاری سے بیچنا ایک وہمی چیز ہے،اور مستحق قرض کا ادا کرنا ہے،اور چیز کا بیچنا ہی ایک طریقہ متعین نہیں ہے (قرض لیکر، یا دوسروں سے روپیہ مانگ کر قرض ادا کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے)

تشریح : یہ جملہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ قاضی مقروض کی چیز بیچ کر قرض ادا کرے گا، کیونکہ مقروض مکاری سے اپنا سامان بیچ سکتا ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مقروض مکاری سے اپنا مال بیچ دے گا، یہ ایک وہمی چیز ہے، ایک وہمی چیز کی وجہ سے انسان کے بیچنے کی اہلیت ختم نہیں کی جا سکتی ہے، اس لئے مقروض پر بیچنے کا حجر نہیں لگے گا، اور قرض دینے والوں کا اصل حق یہ ہے کہ اس کو اپنا قرض مل جائے ، اس کی صرف ایک یہی صورت نہیں ہے کہ قاضی اس کے مال کو بیچے ، بلکہ دوسری صورت یہ بھی ہے قرض کے لئے دوسروں سے قرض لیکر قرض والوں کو ادا کرے ، یا مقروض کے لئے دوسروں سے مانگے ، اور اس کا قرض ادا کرے ، جب دوسری صورتیں ہیں تو پھر قاضی کو یہ حق دے دینا کہ وہ مقروض کے مال کو بیچ کر قرض ادا کرے یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس میں مقروض کی اہلیت ختم ہو جاتی ہے، جو اچھی بات نہیں ہے

ترجمه : ۴؎ بخلاف عضو تناسل کٹا ہوا اور عنین کے (کہ ان دونوں میں قاضی کے فسخ کے علاوہ کوئی راستہ باقی نہیں تھا اس لئے قاضی نے فسخ نکاح کر دیا)

تشریح : یہ بھی امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا عضو تناسل کٹا ہوا ہو اور مرد عنین ہو تو قاضی نائب بنتا ہے اور نکاح فسخ کرتا ہے اسی طرح مقروض میں ہوگا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ وہاں شوہر نے امساک بالمعروف نہیں کیا تھا تو مجبوراً قاضی نے تسریح باحسان کیا، یعنی نکاح توڑ دیا، کیونکہ یہی ایک راستہ بچا تھا، اور مقروض کی شکل میں قرض ادا کرنے کے لئے چیز بیچنا ہی ایک راستہ نہیں ہے دوسرے راستے بھی ہیں اس لئے اپنی چیز بیچنے سے مقروض کو نہیں

٥ وَالْحَبَسِ لِقَضَاءِ الدَّيْنِ بِمَا يَخْتَارَهُ مِنَ الطَّرِيْقِ ٦ كَيْفَ وَاِنْ صَحَّ الْبَيْعُ كَانَ الْحَبْسُ اِضْرَاراً بِهِمَا بِتَاخِيْرِ حَقِّ الدَّائِنِ وَتَعْذِيْبِ الْمَدْيُوْنِ فَلَايَكُوْنُ مَشْرُوْعاً.
(١٣٧٠) قَالَ وَاِنْ كَانَ دَيْنُهُ دَرَاهِمَ وَلَهُ دَرَاهِمُ قَضَى الْقَاضِي بِغَيْرِ اَمْرِهِ ١ وَهٰذَا بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّ

روکا جاسکتا ہے

ترجمه: ٥ اور قید کرنا قرض کی ادائیگی کے لئے ہے (بیچنے سے رکنے کے لئے نہیں ہے) اور قرض ادا کرنے کے لئے یہ بھی ایک طریقہ ہے

تشریح: یہ بھی امام اعظم کی جانب سے صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ بیع کے لئے مقروض کو قید بھی کیا جاسکتا ہے، تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ، یہ قید بیع سے روکنے کے لئے نہیں ہے، بلکہ قرض ادا نہیں کر رہا ہے، اس لئے اس کی ادائیگی کے لئے ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ قرض ادا کرنے کے لئے مجبور کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے

ترجمه: ٦ اور اگر بیچنے کے لئے مقروض کو قید کرنا جائز کر دیں تو اس میں قرض دینے والے اور مقروض دونوں کا نقصان ہے، جب تک قید سے باہر نہیں آئے گا قرض دینے والے کو رقم نہیں ملے گی، اور مقروض کو بھی قید کی اذیت ہوگی، اس لئے بیچنے کے لئے قید کرنا مشروع نہیں ہوگا

تشریح: یہ بھی صاحبین کو جواب ہے۔ کہ اگر چیز کو نہ بیچنے کی وجہ سے مقروض کو قید کر دیا جائے تو جتنے دن وہ قید میں رہے گا اتنے دنوں تک قرض دینے والوں کو اپنا قرض نہیں ملے گا، اس لئے قید کرنے سے قرض دینے والے کو نقصان ہوا۔ اور اتنے دنوں تک مقروض کو قید کی مشقت برداشت کرنی پڑی، تو بیع کی وجہ سے قید کرنے میں دونوں کا نقصان ہوگا، اس لئے مقروض کو قید کرنا جائز نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اس کو قید نہیں کرنی چاہئے، بلکہ گھر میں رہتے ہوئے چیز بیچ کر جلد قرض ادا کروانے کی کوشش کرنی چاہئے

ترجمه: (١٣٧٠) اگر مفلس کے پاس دراہم ہوں اور اس کا دین بھی دراہم ہوں تو مفلس کے بغیر حکم کے اس کو ادا کرے گا۔

ترجمه: ١ یہ حکم بالاجماع ہے اس لئے قرض دینے والے کو بغیر مقروض کی رضا مندی کے بھی اپنا قرض لے لینے کا حق ہے، تو قاضی پر ضروری ہے کہ اس کی مدد کرے

تشریح: مفلس پر کسی کا قرض دراہم ہوں اور اس کے پاس بھی دراہم ہوں تو قاضی مفلس سے اجازت لئے بغیر قرض والے کا قرض ادا کریگا۔

وجه: (١) دائن کا جو حق ہے وہی مفلس کے پاس موجود ہے اس لئے دائن مفلس کی رضا مندی کے بغیر بھی لے سکتا ہے تو قاضی کو تو زیادہ اختیار ہوتا ہے اس لئے وہ بدرجہ اولی اس کے حکم کے بغیر قرض کو ادا کر سکتا ہے (٢) حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ انه سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله او قال سمعت رسول الله من ادرک ماله بعينه عند رجل او انسان قد افلس فهو احق به من غيره (بخاری شریف، باب اذا وجد ماله عند مفلس فی المبيع والقرض والوديعة فهو احق به، ص ٣٢٣، نمبر ٢٤٠٢، کتاب الاستقراض) اس حدیث میں ہے کہ مفلس کے پاس اپنا مال پائے تو مال والا زیادہ حقدار ہے اور

لِلدَّائِنِ حَقُّ الْاَخْذِ مِنْ غَيْرِ رَضَاهُ فَلِلْقَاضِى اَنْ يُّعِيْنَهُ

(۱۳۷۱) وَاِنْ كَانَ دَيْنُهُ دَرَاهِمَ وَلَهُ دَنَانِيْرُ اَوْ عَلىٰ ضِدِّ ذَالِکَ بَاعَهَا الْقَاضِى فِى دَيْنِهِ ۱؎ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَؒ اِسْتِحْسَانٌ ۲؎ وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَبِيْعَهُ كَمَا فِى الْعُرُوْضِ وَلِهٰذَا لَمْ يَكُنْ لِصَاحِبِ الدَّيْنِ اَنْ يَأخُذَهُ جَبَراً

درہم قرض دینے والے کا درہم موجود ہے اس لئے وہ لے لیگا۔ کیونکہ درہم اور دنانیر متعین نہیں ہوتے۔ اس لئے قاضی بھی بغیر مفلس کی رضامندی کے دائن کو دے دیگا۔ (۳) حدیث میں ہے کہ قرض دینے والا مال پائے تو اس کو لے سکتا ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال اصیب رجل فی عهد رسول الله ﷺ فی ثمار ابتاعها فکثر دینه فقال رسول الله تصدقوا علیه فتصدق الناس علیه فلم یبلغ ذلک وفاء دینه فقال رسول الله لغرمائه خذوا ما وجدتم و لیس لکم الا ذلک** (مسلم شریف، باب استحباب الوضع من الدین ص ۱۶ نمبر ۱۵۵۶ کتاب المساقات والمزارعۃ) اس حدیث میں ہے، خذوا ما وجدتم، یعنی جو مال پایا اس کو لے لو

ترجمہ: (۱۳۷۱) اور اگر اس کا دین دراہم ہوں اور مفلس کے پاس دینار ہوں یا اس کے خلاف تو قاضی اس کے دین میں بیچے گا۔

ترجمہ: ۱؎ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے استحسانا

تشریح: مفلس کے پاس دینار ہیں اور اس کے اوپر دین دراہم ہیں یا اس کا الٹا ہے یعنی مفلس کے پاس دراہم ہیں اور اس کے اوپر دین دینار ہیں تو قاضی اس کو بیچے گا اور اس کا دین ادا کرے گا۔

وجہ: (۱) دینار ہوں یا دراہم دونوں ثمن ہیں تو گویا کہ دونوں ایک ہی جنس ہیں اس لئے قرض دینے کا جس جنس میں حق ہے گویا کہ وہی جنس مقروض کے پاس پائی اس لئے وہ لے سکتا ہے۔ اور قاضی کو اختیار زیادہ ہوتا ہے اس لئے بدرجہ اولی دینار کو درہم کے قرض میں یا درہم کو دینار کے قرض میں بیچ سکتا ہے۔ (۲) مدیون کے مال بیچنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن کعب بن مالک ... فدعاه النبی ﷺ فلم یبرح من ان باع ماله وقسمه بین غرمائه قال فقام معاذ ولا مال له** (سنن للبیھقی، باب الحجر علی المفلس وبیع مالہ فی دیونہ، ج سادس، ص ۸۰، نمبر ۱۱۲۶۲) اس حدیث میں حضورؐ نے حضرت معاذؓ کا مال بیچا اور قرضخواہوں کے درمیان تقسیم کیا۔

ترجمہ: ۲؎ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ قاضی بھی درہم اور دینار نہیں بیچ سکے، جیسا کہ سامان نہیں بیچ سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرض دینے والا اس درہم، یا دینار کو زبردستی نہیں لے سکتا ہے

تشریح: قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ قاضی بھی درہم کو دینار کے بدلے، اور دینار کو درہم کے بدلے نہ بیچے، کیونکہ قرض دینے والے کا درہم ہے دینار نہیں، یا دینار ہے درہم نہیں، یعنی خلاف جنس ہے، جیسے مقرض کے پاس سامان ہو تو قاضی اس کو بیچ کر قرض دینے والے کو نہیں دے سکتا ہے، اسی طرح یہاں چونکہ خلاف جنس ہے اس لئے قاضی اس کو نہیں بیچ سکتا ہے

۳ وَجهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّهُمَا مُتَّحِدَانِ فِي الثَّمْنِيَةِ وَالْمَالِيَةِ مُخْتَلِفَانِ فِي الصُّوْرَةِ فَبِالنَّظْرِ اِلَى الْاِتِّحَادِ يَثْبُتُ لِلْقَاضِيْ وَلَايَةُ التَّصَرُّفِ وَبِالنَّظْرِ اِلَى الْاِخْتِلَافِ يُسْلَبُ عَنِ الدَّائِنِ وِلَايَةُ الْاَخْذِ عَمَلاً بِالشِّبْهَيْنِ ۴ بِخِلَافِ الْعُرُوْضِ لِاَنَّ الْغَرْضَ يَتَعَلَّقُ بِصُوَرِهَا وَاَعْيَانِهَا اَمَّا النُّقُوْدُ فَوَسَائِلُ فَافْتَرَقَا (۱۳۷۲) وَيُبَاعُ فِي الدَّيْنِ النُّقُوْدُ ثُمَّ الْعُرُوْضُ ثُمَّ الْعَقَارُ يُبْدَأُ بِالْاَيْسَرِ فَالْاَيْسَرُ ۱ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُسَارَعَةِ اِلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ مَعَ مُرَاعَاةِ جَانِبِ الْمَدْيُوْنِ

ترجمه : ۳ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ درہم اور دینار ثمنیت میں متحد ہیں، اگر چہ مالیت میں اور صورت میں الگ ہیں (تو گویا کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں)، اس لئے اتحاد جنس کو دیکھتے ہوئے قاضی کو تصرف یعنی بیچنے کا حق ہے، اور اختلاف جنس کو دیکھتے ہوئے قرض دینے والے کو لے لینے کا حق نہیں ہے، دونوں مشابہت پر عمل کرتے ہوئے

اصول: درہم اور دینار قیمت کے اعتبار سے ایک ہیں، لیکن صورت کے اعتبار سے دو چیزیں ہیں۔

تشریح : استحسان کی وجہ یہ ہے کہ درہم اور دینار دونوں ثمن ہیں اس لئے ایک ہی جنس ہیں، لیکن مالیت اور صورت میں درہم الگ ہے، اور دینار الگ ہے، چونکہ دونوں ایک ہیں اس لئے قاضی کو حق ہوگا کہ درہم کو دینار کے بدلے اور دینار کو درہم کے بدلے بیچ دے، اور چونکہ دونوں کی مالیت الگ ہے، اور دونوں کی صورت بھی الگ الگ ہے اس لئے قرض دینے والے کا قرض اگر درہم ہے اور مقروض کے پاس دینار ہے تو قرض دینے والا اس کو زبردستی نہیں لے سکتا ہے، کیونکہ اس کی دی ہوئی چیز مقروض کے پاس نہیں ہے

لغت: یسلب عن الدائن و لایة الاخذ: قرض دینے والے کو دینار لینے کا حق نہیں ہے، دائن کا ترجمہ ہے دین دینے والا، قرض دینے والا

ترجمه : ۴ بخلاف سامان کے (کہ اس کو قاضی بھی حنفیہ کے نزدیک نہیں بیچ سکتا ہے) اس لئے کہ صورت کے اعتبار سے اور عین کے اعتبار سے قرض سے الگ چیز ہے، بہر حال نقود (درہم اور دینار) تو وہ قرض ادا کرنے کا وسیلہ ہیں، اس لئے سامان اور نقود میں فرق ہو گیا

اصول: درہم اور سامان الگ الگ جنس ہیں

تشریح : سامان کا حال یہ ہے کہ وہ صورت کے اعتبار سے اور مالیت کے اعتبار سے درہم سے الگ ہے، اور مقروض نے درہم قرض لیا ہے، اس لئے قاضی بھی سامان بیچ کر قرض دینے والے کو نہیں دے سکتا ہے، اور دینار چونکہ ثمن کے اعتبار سے درہم کی جنس سے ہیں اس لئے قاضی اس کو بیچ کر قرض دینے والے کو دے سکتا ہے، سامان اور درہم میں یہ فرق ہے

ترجمه: (۱۳۷۲) قرض ادا کرنے میں پہلے درہم اور دینار بیچے جائیں گے، پھر سامان بیچا جائے گا، پھر زمین بیچی جائے گی، پہلے بہت آسان چیز، پھر اس کے بعد جو آسان ہو اس کو بیچنے کی ابتداء کی جائے گی

ترجمه: ۱ اس لئے کہ اس میں قرض کی ادائیگی کی طرف تیزی ہے، اور مقروض کی بھی رعایت ہے

تشریح : درہم اور دینار کو پہلے بیچنا آسان ہے، پھر سامان بیچ کر قرض ادا کرے، اس سے بھی ادا نہ ہو تو اب زمین بیچ کر ادا

(۱۳۷۳) وَيُتْرَكُ عَلَيْهِ دَسْتٌ مِنْ ثِيَابِ بَدَنِهٖ وَيُبَاعُ الْبَاقِي ۱؎ لِاَنَّ بِهٖ كِفَايَةٌ وَقِيْلَ دَسْتَانِ لِاَنَّهُ اِذَا غَسَلَ ثِيَابَهٗ لَابُدَّ لَهٗ مِنْ مُلْبَسٍ.

(۱۳۷۴) قَالَ فَاِنْ اَقَرَّ فِي حَالِ الْحَجْرِ بِاِقْرَارٍ لَزِمَهٗ ذَالِكَ بَعْدَ قَضَاءِ الدُّيُوْنِ ۱؎ لِاَنَّهٗ تَعَلَّقَ بِهٰذَا الْمَالِ حَقُّ الْاَوَّلِيْنَ فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنْ اِبْطَالِ حَقِّهِمْ بِالْاِقْرَارِ لِغَيْرِهِمْ ۲؎ بِخِلَافِ الْاِسْتِهْلَاكِ لِاَنَّهٗ مُشَاهَدٌ لَا مَرَدٌّ لَهٗ

(۱۳۷۵) وَلَوْ اِسْتَفَادَ مَالًا آخَرَ بَعْدَ الْحَجْرِ نَفَذَ اِقْرَارُهٗ فِيْهِ ۱؎ لِاَنَّ حَقَّهُمْ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهٖ لِعَدَمِهٖ

کرے، اس میں قرض دینے والے کو جلدی سے رقم ملے گی، اور مقروض کی زمین جیسی قیمتی چیز بکنے سے بچ جائے گی، اور مقروض کی رعایت ہے

ترجمہ: (۱۳۷۳) مقروض کے جسم کا ایک جوڑا کپڑا چھوڑ دیا جائے گا ، اور باقی بیچ دیے جائیں گے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس طرح قرض ادا کرنا کافی ہوگا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ دو جوڑے کپڑے چھوڑ دے، اس لئے کہ جب اپنا کپڑا دھوئے گا تو پہننے کے لئے دوسرا جوڑا ضروری ہے

تشریح: قرض ادا کرنے کے لئے صرف ایک جوڑ کپڑا چھوڑ دیا جائے گا باقی سب بیچ کر قرض ادا کیا جائے گا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ دو جوڑ کپڑے چھوڑ دئے جائیں گے تا کہ کپڑا دھوتے وقت دوسرا جوڑا کام آئے

ترجمہ: (۱۳۷۴) پس اگر مفلس نے حجر کی حالت میں کسی کے مال کا اقرار کیا تو اس کو یہ لازم ہوگا دین کی ادائیگی کے بعد۔

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ موجودہ مال کے ساتھ پہلے قرض دینے والوں کا حق متعلق ہو چکا ہے اس لئے غیر کے لئے اقرار کر کے پہلے والوں کا حق باطل نہیں کر سکتے

تشریح: مفلس پر قاضی نے حجر کیا تھا اس دوران کسی کے لئے اپنے اوپر قرض کا اقرار کیا تو یہ اقرار مانا جائے گا۔ لیکن اس کی ادائیگی پہلے تمام دیون کی ادائیگی کے بعد کی جائے گی۔

وجہ: پہلے والوں کا حق مقدم ہے اور ثابت ہے اس لئے پہلے والوں کو پہلے ادا کیا جائے گا۔ رقم بچے گی تو بعد میں بعد والوں کو ادا کریں گے

ترجمہ: ۲؎ بخلاف ہلاک کرنے کے (کہ اس کا تاوان ابھی دیا جائے گا) اس لئے کہ وہ تو مشاہدہ ہے، جس کو آپ رد نہیں کر سکتے

تشریح: اگر حجر کئے ہوئے مقروض نے کسی کی چیز ہلاک کر دی تو اس کا تاوان ابھی دینا ہوگا، اور وہ بھی قرض دینے والوں کے ساتھ شریک ہو جائیں گے، اس کو پہلے والوں کے قرض دینے کے بعد نہیں دیا جائے گا

وجہ: یہ اقرار کرنا نہیں ہے بلکہ کسی کی چیز کو ہلاک کرنا ہے جو سامنے دیکھ رہے ہیں، اس لئے اس کا تاوان ابھی دیا جائے گا

ترجمہ: (۱۳۷۵) اور اگر حجر کے بعد دوسرا مال آیا تو مقروض کا اقرار نافذ ہوگا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ پہلے قرض دینے والے کا حق اس بعد والے مال کے ساتھ متعلق نہیں ہوا ہے اس لئے کہ یہ مال حجر

وَقْتَ الْحَجَرِ.

(۱۳۷۶) قَالَ وَيُنْفَقُ عَلَى الْمُفْلِسِ مِنْ مَالِهِ وَعَلٰى زَوْجَتِهِ وَوَلَدِهِ الصِّغَارِ وَذَوِى أَرْحَامِهِ مِمَّنْ يَجِبُ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ ؕ ١ لِأَنَّ حَاجَتَهُ الْأَصْلِيَّةَ مُقَدَّمَةٌ عَلٰى حَقِّ الْغُرَمَاءِ وَلِأَنَّهُ حَقٌّ ثَابِتٌ لِغَيْرِهِ فَلَا يُبْطِلُهُ الْحَجَرُ ٢ وَلِهٰذَا لَوْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً كَانَتْ فِي مِقْدَارِ مَهْرِ مِثْلِهَا أُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ

(۱۳۷۷) قَالَ فَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ لِلْمُفْلِسِ مَالٌ وَطَلَبَ غُرَمَاءُهُ حَبْسَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَا مَالَ لِيْ حَبَسَهُ الْحَاكِمُ فِيْ كُلِّ دَيْنٍ اِلْتَزَمَهُ بِعَقْدٍ كَالْمَهْرِ وَالْكَفَالَةِ ١ وَقَدْ ذَكَرْنَا هٰذَا الْفَصْلَ بِوُجُوْهِهِ فِيْ كِتَابِ

کے وقت نہیں تھا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۳۷۶) اور خرچ کیا جائے گا مفلس پر اس کے مال سے اور اس کی بیوی پر اور اس کی چھوٹی اولاد پر اور اس کے ان ذی رحم محرم رشتہ داروں پر جن کا نفقہ مقروض پر واجب ہے

ترجمہ: ١ اس لئے کہ یہ حاجت اصلیہ ہے جو قرض دینے والوں کے حق سے بھی مقدم ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ غیر کے لئے حق ثابت ہے اس لئے حجر اس کو باطل نہیں کرے گا

وجہ: (۱) پہلے گزر چکا ہے کہ مفلس کی حاجت اصلیہ کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور مفلس کی ذات پر خرچ کرنا حاجت اصلیہ ہے۔ اسی طرح اس کی بیوی، چھوٹی اولاد اور وہ ذی رحم محرم رشتہ دار جن کا نفقہ مفلس پر واجب ہے ان سب پر مفلس کے مال سے خرچ کیا جائے گا۔ اور اس سے بچے گا تب اس کا دین ادا کیا جائے گا۔ (۲) نفقہ کا جو حق ہے وہ غیر کے لئے ثابت ہے، اس لئے حجر سے یہ ختم نہیں ہوگا

اصول: مفلس کی حاجت اصلیہ مقدم رکھی جائے گی۔

ترجمہ: ٢ یہی وجہ ہے کہ اگر حجر کے بعد کسی عورت سے نکاح کرے تو مہر مثل میں وہ بھی قرض دینے والوں کے ساتھ برابر کا حصہ دار ہوگا

تشریح: نکاح کرنا بھی حاجت اصلیہ میں داخل ہے، اس لئے حجر کے بعد نکاح کیا تو بیوی کا جو مہر مثل ہے اس مقدار کو وہ مقروض سے وصول کرے گی، اور قرض دینے والے کے ساتھ یہ بھی اپنی رقم وصول کرے گی

ترجمہ: (۱۳۷۷) قرض لینے والے کے پاس مال کا پتہ نہ چلتا ہو، اور قرض دینے والا یہ مانگ کرے کہ اس کو قید کریں، اور قرض لینے والا کہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے تو عقد کے ذریعہ جس چیز کو لازم کیا ہو اس میں حاکم قید کرے گا جیسے مہر ہے، کفالہ ہے

ترجمہ: ١ اس فصل کو کتاب ادب القاضی میں بہت طریقوں سے بیان کیا ہے، اس لئے اب اس کو واپس بیان نہیں کروں گا

اصول: مبیع وغیرہ ہاتھ میں آنا دلیل ہے کہ اس کے پاس مال ہے اس لئے قید کیا جائے گا۔

اصول: اپنے اوپر کسی چیز کو لازم کیا یہ بھی دلیل ہے کہ اس کے پاس مال ہے، اس لئے مال سے انکار کے باوجود بھی حاکم اس

اَدَبِ الْقَاضِیُ مِنُ هٰذا الْکِتَابِ فَلَا نُعِیُدُهَا ۲؎ اِلیٰ اَنُ قَالَ وَ کَذٰلِکَ اِنُ اَقَامَ الْبَیِّنَةَ اَنَّهٗ لَا مَالَ لَهٗ یَعْنِیُ

کوحبس کرسکتا ہے، تاکہ تفتیش ہوسکے اور جلدی سے قرض ادا کرسکے

تشریح: قرض لینے والا مفلس ہے، ظاہری طور پر اس کے پاس مال نظر نہیں آتا ہے، اور کہتا بھی ہے کہ میرے پاس قرض ادا کرنے کے لئے مال نہیں ہے پھر بھی قرض والا حاکم سے حبس کا مطالبہ کرے تو ان چار چیزوں میں حبس کیا جاسکتا ہے

۱۔ آدمی نے کوئی چیز خریدی اس کی قیمت میں حبس کیا جائے گا۔ مثلا بھینس خریدی اور اس کی قیمت بھینس والے کو ادا نہیں کر رہا ہے، اور بھینس والا کہتا ہے کہ اس کو قید کرو تو حاکم قید کرے گا، کیونکہ بھینس کا خریدنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے پاس مال تھا تب ہی تو بھینس خریدا تھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی اور مال نہیں ہے تو خود بھینس ہی کو قیمت ادا کرو، اس لئے حاکم قید کرے گا

۲۔ دوسری صورت ہے کہ کوئی مال تو ہاتھ نہیں آیا لیکن عضو ہاتھ آیا، اور اس عضو کی قیمت ہے تو اس میں بھی حبس ہوگا، مثلا آدمی نے نکاح کیا، جس کی وجہ سے شرم گاہ ہاتھ آئی، اور اس پر مہر لازم ہوا، تو مہر کی وجہ سے بھی حبس ہوگا

۳۔ کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی لیکن کسی کے قرض ادا کرنے کا ذمہ دار بنا، اور اس کا کفیل بنا تو یہاں کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی لیکن ذمہ دار بننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس مال ہے، اس لئے حاکم حبس کرسکتا ہے

۴۔ اللہ کی جانب سے کوئی چیز فرض ہوئی مثلا قسم توڑی جس کا کفارہ لازم ہوا تو اس میں انسان کی جانب سے مطالبہ کرنے والا نہیں ہے، اس لئے کفارہ کی رقم ادا کرنے کے لئے حاکم حبس نہیں کرے گا ۔ اسی طرح جنایت کا تاوان ادا کرنے میں حاکم حبس نہیں کرے گا

وجه: قید کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی مجلز ان غلامین من جهینة کان بینهما غلام فاعتق احدهما نصیبه فحبسه رسول الله ﷺ حتی باع فیه غنیمة له** (سنن للبیہقی، باب الحجر علی المفلس وبیع مالہ فی دیونہ، ج سادس، ص ۸۱، نمبر ۱۱۲۶۳) اس حدیث میں ہے کہ غلام آزاد کرنے پر آپؐ نے اس لڑکے کو قید کیا یہاں تک کہ اس کی بکریاں بیچی گئیں۔

ترجمه: ۲؎ یہ بھی کہا کہ اسی طرح اگر مفلس نے گواہی دلوادی کہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، آسانی تک مہلت دینے کے لئے

تشریح: مفلس کو حبس تو کرلیا تھا، لیکن اس نے بات پر گواہی دلوائی کہ اس کے پاس واقعی مال نہیں ہے تو اب اس کو چھوڑ دیا جائے گا، تاکہ وہ کمائے اور جب رقم آجائے تو قرض دینے والے کو دے دے

وجه: (۱) حدیث میں ہے کہ مال نہ ہونے پر مدیون کو رہا کردیا۔ **عن ابی سعید الخدری قال اصیب رجل فی عهد رسول الله ﷺ فی ثمار ابتاعها فکثر دینه فقال رسول الله تصدقوا علیه فتصدق الناس علیه فلم یبلغ ذلک وفاء دینه فقال رسول الله لغرمائه خذوا ما وجدتم و لیس لکم الا ذلک** (مسلم شریف، باب استحباب الوضع من الدین ص ۶۱۱ نمبر ۱۵۵۶ کتاب المساقات والمزارعة) اس حدیث میں ہے کہ دین ادا کرنے کے بعد مال ختم

خلّی سَبِیْلَہٗ لِوُجُوْبِ النَّظْرَۃِ اِلَی الْمَیْسَرَۃِ ۳؎ وَلَوْ مَرِضَ فِیْ الْحَبْسِ یَبْقیٰ فِیْہِ اِنْ کَانَ لَہٗ خَادِمٌ یَقُوْمُ بِـمُعَالَجَتِہٖ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ اَخْرَجَہٗ تَحَرُّزاً عَنْ ھَلاکِہٖ ۴؎ وَالْـمُحْتَرِفُ فِیْہِ لا یُمَکَّنُ مِنَ الْاشْتِغَالِ بِعَمَلِہٖ ھُوَ الـصَّحِیْحُ لِیَضْجَرَ قَلْبُہٗ فَیَنْبَعِثُ عَلیٰ قَضَاءِ دَیْنِہٖ ۵؎ بِـخِلافِ مَا اِذَا کَانَتْ لَہٗ جَارِیَۃٌ وَفِیْہِ مَوْضِعٌ یُمْکِنُ فِیْہِ وَطْیُھَا لا یَمْنَعُ عَنْہُ لِاَنَّہٗ قَضَاءُ اَحَدِ الشَّھْوَتَیْنِ فَیُعْتَبَرُ بِقَضَاءِ الْاُخْریٰ.

(۱۳۷۸) قَالَ وَلا یَـحُـوْلُ بَیْـنَـہٗ وَبَیْـنَ غُـرَمَـائِـہٖ بَـعْـدَ خُرُوْجِہٖ مِنَ الْحَبْسِ بَلْ یُلازِمُوْنَہٗ وَلا یَمْنَعُوْنَہٗ مِنَ

ہوگیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے لئے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اب اس کو رہا کردو۔

لغت:میسرۃ:یسر سے مشتق ہے،آسانی ہونے تک۔النظرۃ: نظر کرنا،مہلت دینا،مصلحت کا خیال رکھنا۔

ترجمہ: ۳؎ اگر قید میں مفلس بیمار ہوگیا اور وہاں خادم ہے جو اس کا علاج کرسکتا ہے تو اس کو قید ہی میں رکھا جائے گا،اور اگر علاج کرنے کی سہولت نہیں ہے تو اس کو باہر نکالے گا تا کہ مفلس ہلاک نہ ہوجائے۔

تشریح: واضح ہے

ترجمہ : ۴؎ اور پیشہ کرنے والا مفلس کو قید میں کام نہیں کرنے دیا جائے گا صحیح یہی ہے تا کہ اس کا دل تنگ ہو اور قرض ادا کرنے فکر کرے

تشریح : ایک آدمی درزی کا کام کرتا ہے تو قید خانے میں اس کو اپنا پیشہ نہیں کرنے دیا جائے گا تا کہ اس کا دل تنگ ہو اور جلدی سے قرض ادا کرنے کی فکر کرے

لغت :محترف:حرفت سے مشتق ہے،پیشہ کرنا،کاربار کرنا۔یضجر :ضجر سے مشتق ہے،دل تنگ ہونا۔ینبعث :بعث سے مشتق ہے،کسی کام کو تیزی سے کرنا۔بھیجنا۔

ترجمہ: ۵؎ بخلاف اگر کسی کے پاس باندی ہو اور قید خانے میں ایسی جگہ ہو جہاں باندی سے وطی کرسکتا ہو تو وطی سے نہیں روکا جائے گا،اس لئے پیٹ،اور شرم گاہ میں سے ایک کی ضرورت کو پوری کرنا ہے اس لئے دوسری ضرورت (یعنی پیٹ کی ضرورت پر قیاس کیا جائے گا)

اصول:قید خانے میں خواہش کی ضرورت بھی پوری کرنے کی اجازت ہوگی

تشریح:مفلس قید خانے میں ہے اور وہاں ایسی چھپی ہوئی جگہ ہے جہاں اپنی باندی سے وطی کرسکتا ہے تو مفلس کو وطی کرنے کی اجازت ہوگی

وجہ :(۱)اس میں قرض دینے والے کو نقصان نہیں ہے۔(۲) دوسری بات یہ ہے کہ قید خانے میں پیٹ کی ضرورت کھانے کی ضرورت کو پوری کرنے کی اجازت ہے تو شرم گاہ کی ضرورت ہم بستری بھی ایک ضرورت ہے اس لئے اس کی پوری کرنے کی بھی اجازت ہوگی،اس کو پیشہ پر قیاس نہیں کیا جائے گا

ترجمہ: (۱۳۷۸) مقروض قید سے نکل چکا ہے،اب مقروض اور قرض دینے والے کے درمیان قاضی حائل نہیں ہوگا،

التَّصَرُّفِ وَالسَّفَرِ ا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِصَاحِبِ الْحَقِّ يَدٌ وَلِسَانٌ اَرَادَ بِالْيَدِ الْمُلَازَمَةِ وَبِاللِّسَانِ التَّقَاضِيُ.
(۱۳۷۹) قَالَ وَيَاخُذُوْنَ فَضْلَ كَسَبِهٖ يَقْسِمُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ ا لِاسْتِوَاءِ حُقُوْقِهِمْ فِيْ الْقُوَّةِ

بلکہ قرض دینے والا قرض لینے والے کے پیچھے رہے گا، لیکن مقروض تجارت کرنے سے اور سفر کرنے سے نہیں روکے گا

ترجمہ : ا کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ حق والے کا ہاتھ ہوتا ہے اور زبان ہوتی ہے، ہاتھ سے مراد یہ ہے کہ وہ مقروض کے پیچھے لگا رہے گا، اور زبان کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقروض سے قرض کا تقاضہ کرے گا

تشریح: مفلس کے پاس مال کا پتہ نہیں لگا اس لئے قاضی نے اس کو قید سے رہا کر دیا اب حاکم مفلس اور قرضخواہوں کے درمیان حائل نہ ہوں بلکہ ان کو چھوڑ دیں کہ وہ مفلس کے پیچھے لگے رہیں۔ اور جب مفلس کے ہاتھ میں رقم آئے اس سے اپنا قرض وصول کر لے۔ یہ بھی ہوگا کہ مفلس کو تجارت کرنے سے اور سفر کرنے سے نہیں روکا جائے گا، تاکہ سفر کر کے اور تجارت کر کے مال کمائے اور قرض دینے والے کو قرض واپس کرے

وجہ :(۱) قرض دینے والے کا مال مقروض کے پاس پھنسا ہوا ہے، اس لئے اپنے مال کو وصول کرنے کے لئے پیچھے بھی لگے گا اور بار بار تقاضہ بھی کرے گا (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال مطل الغنی ظلم واذا ابتع احدکم علی ملی فلیبتع** (مسلم شریف، باب تحریم مطل الغنی وصحۃ الحوالۃ ص ۱۸ نمبر ۱۵۶۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹال مٹول کرنے والے کے پیچھے لگے تو لگ سکتا ہے (۳) حضرت معاذؓ پر بہت دین ہو گیا تھا تو قرض دینے والے ان کے پیچھے لگے تھے۔ **عن جابر بن عبد الله قال کان معاذ بن جبل من احسن الناس وجها واحسنهم خلقا اسمحهم کفافا دان دینا کثیرا فلزمه غرماؤه حتی تغیب عنهم ایاما فی بیته** (سنن للبیہقی، باب لا یواجر الحر فی دین علیہ ولا یلازم اذا لم یوجد لہ شیء، ج سادس، ص ۸۳، نمبر ۱۱۲۷۱) اس قول صحابی میں ہے کہ دین کی وجہ سے قرض خواہ حضرت معاذ کے پیچھے لگے اور وہ کئی دن تک چھپے رہے۔ اس لئے دین وصول کرنے کے لئے قرض خواہ پیچھے لگ سکتا ہے۔ (۴)۔ عَنْ مَكْحُولٍ ,قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ الْيَدَ وَاللِّسَانَ (دار قطنی باب فی المراۃ تقتل اذا ارتدت، نمبر ۳۵۵۳) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں ہے کہ حق والے کا ہاتھ ہوتا ہے، اور زبان بھی ہوتی ہے (۵) صاحب ہدایہ کی یہ حدیث بھی ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: »دَعُوهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الحَقِّ مَقَالًا (بخاری شریف، باب الھبۃ المقبوضۃ، وغیر المقبوضۃ، نمبر ۲۶۰۶) صاحب ہدایہ کی آدھی حدیث بخاری شریف میں ہے جس میں ہے کہ حق والے کو، مقال، یعنی بولنے کا حق ہوتا ہے

ترجمہ : (۱۳۷۹) مفلس کی کمائی سے جو بچے گا قرض دینے والے اس جگہ کو لیں گے اور حصے کے مطابق اس کو سب آپس میں تقسیم کر لیں گے

ترجمہ: ا کیونکہ قوت کے اعتبار سے سب کا حق برابر ہے

تشریح: مفلس کی حاجت اصلیہ مقدم رہے گی۔ اس میں خرچ کرنے کے بعد جو بچے گا اس کو قرض خواہ لوگ آپس میں اپنے

(١٣٨٠) وَقَالَا اِذَا فَلَّسَهُ الْحَاكِمُ حَالَ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَبَيْنَهُ اِلَّا اَنْ يُقِيْمُوْا الْبَيِّنَةَ اَنَّ لَهُ مَالاً ١ لِاَنَّ الْقَضَاءَ بِالْاِفْلَاسِ عِنْدَهُمَا يَصِحُّ فَيَثْبُتُ الْعُسْرَةُ وَيَسْتَحِقُّ النَّظْرَةَ اِلَى الْمَيْسَرَةِ ٢ وَعِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ لَا يَتَحَقَّقُ الْقَضَاءُ بِالْاِفْلَاسِ لِاَنَّ مَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى غَادٍ وَ رَائِحٍ وَلِاَنَّ وُقُوْفَ الشُّهُوْدِ عَلٰى عَدَمِ الْمَالِ

حصے کے مطابق تقسیم کریں گے۔ تقسیم کرنے کا طریقہ پہلے گزر چکا ہے۔

وجه :(١) کیونکہ سب کا حق برابر ہے۔(٢) سب قرض دینے والوں کو اپنے حصے کے اعتبار سے برابر ملیں گے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَيُّمَا امْرِءٍ مَاتَ وَعِنْدَهُ مَالُ امْرِءٍ بِعَيْنِهِ، اقْتَضَى مِنْهُ شَيْئًا، أَوْ لَمْ يَقْتَضِ، فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ (ابن ماجہ شریف، باب من وجد متاعہ بعینہ عند رجل قد افلس، نمبر ٢٣٦١) اس حدیث میں ہے کہ سب کو برابر ملیں گے

ترجمه :(١٣٨٠) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا اگر حاکم نے اس کو مفلس قرار دیدیا تو حاکم اس کے درمیان اور قرض خواہوں کے درمیان حائل ہوگا مگر یہ کہ بینہ قائم کرے کہ اس کو مال حاصل ہو گیا ہے۔

ترجمه :١ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک افلاس کا فیصلہ صحیح ہے، اس لئے تنگی ثابت ہوگی اور آسانی آنے تک کی مہلت ملے گی

تشريح :اصل قاعدہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک کسی کو مفلس قرار دے تو وہ ہمیشہ مفلس نہیں رہتا کیونکہ مال آنے جانے والی چیز ہے۔ آج کسی کے پاس مال نہیں ہے تو کل ہو جائے گا اس لئے کسی کو حاکم مفلس قرار دے تو ہمیشہ مفلس باقی نہیں رہتا۔ اس لئے قرض خواہ کو اس کے پیچھے لگنے کی اجازت ہوگی۔ اور صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ کسی کو مفلس قرار دے تو وہ ہمیشہ مفلس شمار ہوتا ہے۔ اور جب وہ مفلس ہے اور اس کے پاس مال نہیں ہے تو قرض خواہوں کو تنگ کرنے کے لئے جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس لئے حاکم مفلس اور قرض خواہ کے درمیان حائل ہوگا۔ البتہ اگر شہادت کے ذریعہ ثابت کردے کہ اس کے پاس مال ہے تو پھر قرض خواہ کو لینے کی اجازت ہوگی۔ اور بار بار تقاضہ کرنے کی اجازت ہوگی

وجه :أَخْبَرَنَا هِرْمَاسُ بْنُ حَبِيبٍ، رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَرِيمٍ لِي، فَقَالَ لِي: »الْزَمْهُ«، ثُمَّ قَالَ لِي: »يَا أَخَا بَنِي تَمِيمٍ مَا تُرِيدُ أَنْ تَفْعَلَ بِأَسِيرِكَ؟ (ابو داود شریف، باب فی الحبس فی الدین وغیرہ، نمبر ٣٦٢٩) اس حدیث میں ہے کہ پہلے کہا کہ قرض لینے والے کے ساتھ رہو پھر کہا کہ اس کو کیا کرو گے، یعنی چھوڑ دو

ترجمه: ٢ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک افلاس کا فیصلہ متحقق نہیں ہوتا، اس لئے کہ مال آنے جانے کی چیز ہے،

تشريح: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قاضی کے افلاس کا فیصلہ متحقق نہیں ہوتا ہے

وجه:(١) اس کی وجہ یہ ہے کہ مال آج نہیں ہے، لیکن کل آجائے گا، تو ہمیشہ کے لئے افلاس کا فیصلہ کرنا کیسے صحیح ہوگا

لَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا ظَاهِراً فَيَصْلُحُ لِلدَّفْعِ لَا لِاِبْطَالِ حَقِّ الْمُلَازَمَةِ ۳؎ وَقَوْلُهُ اِلَّا اَنْ يُّقِيْمُوْا الْبَيِّنَةَ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنّ بَيِّنَةَ الْيَسَارِ تَتَرَجَّحُ عَلٰى بَيِّنَةِ الْاِعْسَارِ لِاَنَّهَا اَكْثَرَ اِثْبَاتاً اِذِ الْاَصْلُ هُوَ الْعُسْرَةُ ۴؎ وَقَوْلُهُ فِى الْمُلَازَمَةِ لَا يَمْنَعُوْنَهُ مِنَ التَّصَرُّفِ وَالسَّفَرُ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهُ يَدُوْرُ مَعَهُ اَيْنَمَا دارٌ وَلَا يَجلِسُهُ فِىْ مَوْضَعٍ لِاَنَّهُ حَبْسٌ فِيْهِ.

(۱۳۸۱) وَلَوْ دَخَلَ فِىْ دَارِهِ لِحَاجَتِهِ لَا يَتْبَعُهُ بَلْ يَجْلِسُ عَلٰى بَابِ دَارِهِ اِلٰى اَنْ يَخْرُجَ

ترجمہ: ۳؎ دوسری وجہ یہ ہے کہ گواہ ظاہری مال پر واقف ہوگا، (باطنی پر نہیں) اس لئے قید کو دفع کرنے کی صلاحیت ہوگی ساتھ ساتھ رہنے کو باطل کرنے کے لئے نہیں

تشریح: یہ جملہ صاحبینؒ کو جواب ہے، وہ فرماتے ہیں کہ گواہ سے افلاس کیا جا سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ گواہ تو صرف ظاہری طور پر دیکھے گا کہ قرض لینے والے کے پاس مال نہیں ہے، اس گواہ سے صرف یہ بات ثابت ہوگی مفلس کو قید میں نہ رکھا جائے، لیکن اس سے یہ بھی ثابت کریں کہ قرض دینے والا مفلس کے ساتھ ساتھ بھی نہ رہے، اس کے ساتھ ساتھ رہنے کا حق بھی باطل ہو جائے یہ نہیں ہوگا

لغت: غاد: صبح آنے والا۔ رائح: شام کو واپس جانے والا۔ الملازمۃ: لازم پکڑنا، ساتھ ساتھ رہنا۔

ترجمہ: ۳؎ متن میں یہ جملہ کہ، الا ان یقیموا البینۃ: اس بات کا اشارہ ہے کہ مالداری کی گواہ تنگ دستی کی گواہ پر ترجیح ہوگی، اس لئے کہ وہ زیادہ ثابت کرنے والی ہے، اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ آدمی تنگ دست ہو

اصول: یہ جملہ ایک قاعدہ پر ہے، اور وہ یہ ہے کہ جو چیز ظاہری ہو، گواہ سے اس کے خلاف ثابت کیا جاتا ہے، اور وہ گواہی زیادہ مقبول ہے۔ تنگ دست ہونا ظاہر ہے اس لئے تنگ دستی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی

تشریح: عام طور پر آدمی تنگ دست ہوتا ہے، اس لئے تنگ دست ہونے کی گواہی قبول نہیں ہوگی، اور مالدار ہونا ظاہر کے خلاف ہے اس لئے مالدار ہونے کی گواہی قبول کی جائے گی، اس لئے جب بھی قرض دینے والا مالدار بن جانے کی گواہی پیش کرے گا تو اس کی مالداری ثابت ہو جائے گی، اس کے برخلاف قرض لینے والا اگر غریب ہونے کی گواہی پیش کرے گا تو اس کی غربت ثابت نہیں ہوگی

ترجمہ: ۴؎ اور متن میں جو ہے، بل یلازمونہ و لا یمنعونہ من التصرف و السفر: کا جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں قرض لینے والا جائے قرض دینے والا اس کے ساتھ جائے، لیکن مقروض کو ایک جگہ بٹھا نہیں سکتا ہے، اس لئے کہ اس میں ایک جگہ حبس کرنا ہوا۔

تشریح: قرض دینے والا قرض لینے والے کو ایک جگہ نہیں بٹھا سکتا ہے، کیونکہ یہ حبس کرنا ہوا، البتہ قرض لینے والا جہاں جہاں جائے قرض دینے والا اس کے ساتھ ساتھ جائے گا

ترجمہ: (۱۳۸۱) اگر مفلس اپنی ضرورت کے لئے اپنے گھر میں داخل ہوا تو قرض دینے والا گھر میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ

۱؎ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ مَوْضِعَ خَلْوَةٍ ۲؎ وَلَوْ اختَارَ الْمَطْلُوْبُ وَالْحَبْسَ وَالطَّالِبُ الْمُلَازَمَةَ فَالْخِيَارُ اِلَى الطَّالِبِ لِاَنَّهُ اَبْلَغُ فِى حُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ لِاخْتِيَارِ الْاَضيَقِ عَلَيْهِ اِلَّا اِذَا عَلِمَ الْقَاضِى اَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ بِالْمُلَازَمةِ ضَرَرٌ بَيِّنٌ بِاَنْ لَا يُمَكِّنُهُ مِنْ دُخُوْلِ دَارِهٖ فَحِيْنَئِذٍ يَحْبَسُهُ دَفْعاً لِلضَّرَرِ عَنْهُ

(۱۳۸۲) وَلَوْ كَانَ الدَّيْنُ لِلرَّجُلِ عَلَى الْمَرْأَةِ لَا يُلَازِمُهَا ۱؎ لِمَا فِيْهَا مِنَ الْخَلْوَةِ بِالْاَجْنَبِيَّةِ وَلٰكِنْ يَبْعَثُ اِمْرَأَةً اَمِيْنَةً تُلَازِمُهَا.

(۱۳۸۳) قَالَ وَمَنْ اَفْلَسَ وَعِنْدَهُ مَتَاعٌ لِرَجُلٍ بِعَيْنِهٖ اِبْتَاعَهُ مِنْهُ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ اُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ فِيْهِ

جب تک وہ باہر نہ نکلے وہ دروازے پر ہی بیٹھا رہے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ آدمی کو خلوت کی بھی ضرورت پڑتی ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ : ۲؎ اور اگر قرض لینے والا یہ پسند کرے کہ مجھے قید میں رکھیں، اور قرض دینے والا یہ پسند کرے کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہوں، تو اس میں قرض دینے والے کو اختیار ہوگا اس لئے کہ مقصد حاصل کرنے کے لئے یہ زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ وہ زیادہ تنگ کرنے کو اختیار کرے گا، لیکن اگر قاضی کو اس کا علم ہو کہ ساتھ ساتھ رہنے میں مقروض کو ظاہری نقصان ہے، مثلا قرض دینے والا مقروض کو گھر میں بھی داخل نہیں ہونے دیتا ہے تو اس وقت مقروض سے نقصان دفع کرنے کے لئے (مقروض کی بات مان کر) اس کو قید میں ہی ڈال دے گا

اصول: کیا بہتر رہے گا قاضی اس پر عمل کریں گے

تشریح :قرض لینے والا قاضی سے کہتا ہے کہ مجھے قید کر لیں، اور قرض دینے والا کہتا ہے کہ اس کو قید میں نہ ڈالیں، اور مجھے اس کے ساتھ ساتھ رہنے دیں۔ تو قرض دینے والے کی بات مانی جائے گی، تو قید میں نہیں ڈالا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض دینے والا بہتر جانتا ہے کہ اپنا قرضہ کس طرح وصول کر سکے گا، اور صحیح ڈھنگ سے تقاضہ کر سکے گا۔ لیکن قاضی کو یہ خطرہ ہو کہ قید میں نہ ڈالنے سے مقروض کو بہت تنگ کرے گا، کہ گھر میں بھی نہیں گھسنے دیگا، تو ایسی صورت میں قاضی قید میں ڈال دے گا ، تاکہ مقروض کو عافیت رہے

ترجمہ: (۱۳۸۲) اور اگر مرد کا قرض عورت پر ہو تو اس کے ساتھ ساتھ نہیں جائے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس میں اجنبیہ کے ساتھ خلوت ہوگی، لیکن کسی عورت کو اس کے پاس پاس بھیجے گا جو مقروض عورت کے ساتھ ساتھ رہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۳۸۳) کسی کو مفلس قرار دیا اور اس کے پاس کسی آدمی کا بعینہ سامان موجود ہو جس کو مفلس نے اس بائع سے خریدا تھا تو سامان والا اس میں دوسرے قرض دینے والے کے برابر ہوگا

ل وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَحْجُرُ الْقَاضِي عَلَى الْمُشْتَرِيْ بِطَلَبِهٖ ثُمَّ لِلْبَائِعِ خِيَارُ الْفَسْخِ لِاَنَّهٗ عَجَزَ الْمُشْتَرِ عَنْ اِيْفَاءِ الثَّمَنِ فَيُوْجِبُ ذَالِكَ حَقُّ الْفَسْخِ كَعِجْزِ الْبَائِعِ عَنْ تَسْلِيْمِ المبيع وهذا لانه عقد

تشريح: ایک آدمی کو مفلس قرار دیا۔اس نے اس سے پہلے کسی آدمی سے مثلا بکری خریدی تھی۔اور بکری والے کو قیمت نہیں دی تھی اور وہ بکری مفلس کے پاس بعینہ موجود ہے۔تو جس طرح اور قرض خواہوں کو اس کے حصے کے مطابق مال ہونے پر قرض ملے گا اسی طرح بکری والے کو مال ہونے پر حصے کے مطابق بکری کی قیمت ملے گی۔بکری والا اپنی پوری بکری لیجا نہیں سکتا۔ بلکہ بکری بیچ کر سب کو قرض ادا کیا جائے گا۔

وجه:(۱) بکری کی بیع ہونے کے بعد یہ بکری مفلس کی ہوگئی ہے۔بکری والے کی نہیں رہی۔البتہ مفلس پر اس کی قیمت واجب ہے جو مفلس پر قرض ہوگی۔اس لئے جس طرح اور قرض دینے والا مال آنے پر اپنے اپنے حصے کے مطابق لیں گے اسی طرح یہ بکری والا بھی اپنا حصہ لے گا۔مثلا بکری کی قیمت ڈھائی سو پونڈ تھی اور مفلس پر دو ہزار قرض تھا۔زید کا ایک ہزار،عمر کا پانچ سو اور خالد کا ڈھائی سو قرض تھا اور بکری کی قیمت ڈھائی سو پونڈ تھی۔اور مفلس کے پاس ایک ہزار پونڈ آئے تو ہر ایک قرض خواہ کو آدھا آدھا قرض ملے گا۔یعنی زید کو پانچ سو،عمر کو ڈھائی سو،خالد کو سوا سو اور بکری والے کو بھی ڈھائی سو کا آدھا یعنی سوا سو پونڈ ملیں گے۔اور قرض خواہوں میں شریک ہونگے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابی هریرة عن النبی ﷺ ... فی روایته وایما امرأ هلک وعنده متاع امرأ بعینه اقتضی منه شیئا او لم یقتض فهو اسوة الغرماء (سنن للبیقی، باب المشتر ی یموت مفلسا بالثمن، ج سادس،ص ۷۹نمبر ۱۱۲۵۶) اس روایت میں ہے کہ بائع اور قرض خواہوں کے ساتھ قرض میں شریک ہوگا۔ (۳) ۔عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَيُّمَا امْرِءٍ مَاتَ وَعِنْدَهُ مَالُ امْرِءٍ بِعَيْنِهِ، اقْتَضَى مِنْهُ شَيْئًا، أَوْ لَمْ يَقْتَضِ، فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ (ابن ماجہ شریف، باب من وجد متاعہ بعینہ عند رجل قد افلس، نمبر ۲۳۶۱) اس حدیث میں ہے کہ سب کو برابر ملیں گے

اصول:مفلس کے قبضے کے بعد چیز مفلس کی ہوگئی۔مال والے کی نہیں رہی، وہ قرض خواہوں کی طرح قیمت کا حقدار ہوگا۔

لغت:اسوۃ: برابر کا حصہ دار۔الغرماء: جمع ہے غریم کی قرض دینے والے، قرضخواہ۔

ترجمه: ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قاضی اس خریدنے والے مفلس کو بائع کے طلب کرنے پر روک دے گا، پھر بائع کو اختیار ہوگا کہ وہ اس بیع کو توڑ دے،اس لئے کہ مفلس مشتری قیمت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہے تو اس کو توڑنے کا حق ہو جائے گا، جیسے بائع مبیع سپرد کرنے سے عاجز ہو جائے تو مشتری کو بیع کے توڑنے کا حق ہو جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقد معاوضہ ہے،اس لئے دونوں طرف سے برابری چاہئے (مبیع نہ دینے سے مشتری بیع توڑ سکتا ہے تو ثمن نہ دینے سے بھی بائع بیع توڑ دے گا)

تشريح:امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ خریدنے والا آدمی مفلس ہو گیا ہے،اور اس کے پاس بائع کا سامان بعینہ موجود ہے تو وہ اپنا سامان لے لے گا،اور بیع توڑ دے گا

وجه :(۱) قاعدہ یہ ہے کہ بائع مبیع نہ دے سکے تو مشتری کو بیع توڑ دینے کا حق ملتا ہے،اسی طرح مفلس مشتری قیمت نہ دے

معاوضة وقضيته المساواة ۲؎ وصار كالسلم ۳؎ ولنا ان الافلاس يوجب العجز عن تسليم الْعَيْنِ وَهُوَ غَيْرُ مُسْتَحِقٍّ بِالْعَقْدِ فَلا يَثْبُتُ حَقُّ الْفَسْخِ بِاعْتِبَارِهِ وَاِنَّمَا الْمُسْتَحِقُّ وَصْفٌ فِي الذِّمَّةِ اَعْنِى الدَّيْنَ وَبِقَبْضِ الْعَيْنِ تَتَحَقَّقُ بَيْنَهُمَا مُبَادَلَةٌ هٰذا هُوَ الْحَقِيْقَةُ فَيَجِبُ اِعْتِبَارُهَا اِلَّا فِي مَوْضَعِ التَّعَذُّرِ

سکے تو بائع کو بیع توڑنے کا حق ملے گا۔ (۲)۔ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله ﷺ او قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من ادرک ماله بعينه عند رجل او انسان قد افلس فهو احق به من غيره (بخاری شریف، باب اذا وجد ماله عند مفلس فی البیع والقرض والودیعۃ فھو احق بہ ص۳۲۳ نمبر ۲۴۰۲ رمسلم شریف، باب من ادرک ما باعہ عند المشتری وقد افلس فلہ الرجوع فیہ ص ۷۱۷ نمبر ۱۵۵۹) اس حدیث میں ہے کہ اگر مفلس کے پاس اپنا مال بعینہ پائے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔اس لئے وہ لیگا۔ (۳)۔عَنْ عُمَرَ بْنِ خَلْدَةَ قَالَ: أَتَيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فِي صَاحِبٍ لَنَا أُصِيبَ، يَعْنِي أَفْلَسَ، فَأَصَابَ رَجُلٌ مَتَاعًا بِعَيْنِهِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: هَذَا الَّذِي قَضَى فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " أَنَّ مَنْ أَفْلَسَ أَوْ مَاتَ فَأَدْرَكَ رَجُلٌ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ، إِلَّا أَنْ يَدَعَ الرَّجُلُ وَفَاءً" (سنن بیہقی، باب المشتری یموت مفلسا بالثمن، ج ۶ ص ۷۷، نمبر ۱۱۲۵۴) اس حدیث میں بھی ہے کہ اپنی چیز پائے، اور چیز لینے والا قیمت نہ دے سکتا ہو تو وہ اپنی چیز لے گا

ترجمہ: ۲؎ اور یہ معاملہ بیع سلم کی طرح ہو گیا

تشریح : بیع سلم میں یہ ہے کہ اگر سلم کی مبیع نہ دے سکے تو بیع سلم توڑنے کا حقدار ہو جاتا ہے، اسی طرح یہاں مفلس ثمن نہ دے سکا تو بائع بیع کو توڑنے کا حقدار ہوگا

وجہ :اس قول صحابی میں ہے کہ سلم کی مبیع پوری لو، یا پھر قیمت واپس لو اور بیع توڑ دو۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، فِي رَجُلٍ أَسْلَمَ مِائَةَ دِرْهَمٍ فِي طَعَامٍ، فَأَخَذَ نِصْفَ سَلَمِهِ طَعَامًا، وَعَسُرَ عَلَيْهِ النِّصْفُ فَقَالَ: »لَا تَأْخُذْ إِلَّا سَلَمَكَ، أَوْ رَأْسَ مَالِكَ جَمِيعًا (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یاخذ بعض سلمہ، وبعضا، ج ۴ ص ۲۷۰، نمبر ۲۰۰۰۲) اس قول صحابی میں ہے کہ یا تو سلم کی پوری مبیع لو یا پھر اپنی دی ہوئی رقم واپس لے لو۔

ترجمہ : ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ افلاس کی وجہ سے قیمت دینے سے عاجز ہو گیا ہے، اور عقد بیع کی وجہ سے مبیع واپس کرنے کا حق نہیں ہے، اس لئے بائع کو بیع فسخ کرنے حق نہیں ہوگا، صرف یہ حق ہے کہ ثمن مفلس کے ذمہ لازم ہو، اور عین مبیع پر قبضہ کرنے کی وجہ سے بیع مکمل ہو چکی ہے، حقیقت یہی ہے، اس لئے بیع کے مکمل ہونے کا اعتبار کرنا واجب ہے، ہاں جہاں مبادلہ متعذر ہو، وہاں بیع فسخ ہوگی، جیسے بیع سلم میں ہوتا ہے، اس لئے کہ مبیع دینا ناممکن ہے تو عین کو قرض کا حکم دے دیا گیا، اور بیع سلم توڑنے کی گنجائش دے دی

تشریح :عبارت پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مبیع پر مفلس مشتری کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے، اور بیع مکمل ہو چکی ہے، اس لئے افلاس کی وجہ اس پر مبیع واپس کرنا واجب نہیں ہے، صرف اس کی قیمت ذمے میں ہے، اس لئے اس افلاس کی وجہ سے

كَالْمُسْلِمِ لِاَنَّ الْاِسْتِبْدَالَ مُمْتَنِعٌ فَاُعْطِىَ لِلْعَيْنِ حُكْمُ الدَّيْنِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

قیمت واجب ہوگی، اور جس طرح اور قرض دینے والا اپنا اپنا حصہ لےگا یہ بھی اسی اعتبار سے لیگا

ہاں جہاں جو چیز واجب ہو وہی نہیں دے سکتا ہو تو وہاں بیع ٹوٹ جائے گی، جیسے بیع سلم میں مبیع دینا واجب ہے، لیکن اب مبیع مل ہی نہیں رہی ہے تو اب بیع سلم توڑے گا

اصول: جو چیز واجب ہو وہ نہ دے سکتا ہو تو بیع توڑنے کا حق ہوگا۔

واللہ اعلم

كتاب المأذون

لـ الاِذْنُ هُوَ الْاِعْلَامُ لُغَةً وَفِي الشَّرْعِ فَكُّ الْحَجْرِ وَاِسْقَاطُ الْحَقِّ عِنْدَنَا. ٢ وَالْعَبْدُ بَعْدَ ذَالِكَ يَتَصَرَّفُ لِنَفْسِهٖ بِاَهْلِيَّتِهٖ . لِاَنَّهٗ بَعْدَ الرِّقِّ بَقِيَ اَهْلاً لِلتَّصَرُّفِ بِلِسَانِهٖ النَّاطِقِ وَعَقْلِهِ الْمُمَيِّزِ

کتاب الماذون

ضروری نوٹ : ایسا غلام جس کو مولی نے تجارت کرنے کی اجازت نہیں دی تھی اب اسکو تجارت کرنے کی اجازت دے دی تو اسکو ماذون غلام کہتے ہیں۔ یا بچے کو ولی نے تجارت کرنے کی اجازت دے دی تو اس کو ماذون بچہ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت حدیث میں ہے۔ **عن انس بن مالک قال حجم ابو طیبة النبی ﷺ فامر له بصاع او صاعین من طعام و کلم موالیه فخفف عن غلته او ضریبته** (بخاری شریف، باب ضریبۃ العبد وتعاهد ضرائب الاماء ص..... نمبر ۲۲۷۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو طیبہ غلام تھے اور مولی نے اس کو اجرت پر کام کرنے کی اجازت دی تھی۔ اور اسی ضمن میں تجارت کی اجازت کا معاملہ بھی آئے گا۔

اصول : اس باب کے مسائل اس اصول پر طے ہوں گے کہ مولی کو غلام کی تجارت یا کاموں سے نقصان نہ ہو۔ البتہ چونکہ وہ عاقل بالغ ہے اس لئے تجارت کے درمیان کسی چیز کا اقرار کر لیا یا کوئی ایسی حرکت کی جس سے غلام پر جرمانہ لازم ہوتا ہو تو وہ اس کے آزاد ہونے کے بعد وصول کیا جائے گا تاکہ مولی کو نقصان نہ ہو

(۲) یہ اصول بھی کارفرما ہوگا کہ تجارت کے درمیان معاون رواداری اور کھلانا پلانا کر سکتا ہے جو تجارتی معاشرے میں رائج ہیں۔

ترجمہ : لـ لغت میں اجازت کا مطلب ہے اطلاع دینا، لیکن شریعت میں اذن کا مطلب ہے تجارت کرنے کی رکاوٹ کو دور کرنا، اور حق کو ساقط کرنا

تشریح : اذن کا ترجمہ ہے اطلاع دینا، لیکن شریعت میں اذان کا ترجمہ ہے کہ غلام پر تجارت کرنے کی ممانعت تھی اس کو دور کر دیا، اور آقا اپنے ساقط کر رہا ہے، کہ تجارت میں غلام بکے گا تو اس کو بکنے دے گا

ترجمہ : ٢ غلام اس کے بعد اپنی اہلیت کی وجہ سے اپنے لئے تصرف کرتا ہے، اس لئے کہ غلام ہونے کے باوجود وہ تجارت کا اہل ہے، اس لئے اپنی بولنے والی زبان، اور تمیز والے عقل سے وہ تصرف کرنے کا اہل ہے ، اور تصرف سے روکنے کی وجہ آقا کا حق تھا، کیونکہ غلام جب بھی تصرف کرے گا تو غلام کی گردن پر قرض آئے گا، یا اس کی کمائی میں قرض آئے گا، اور یہ دونوں آقا کا مال ہے اس لئے آقا کی اجازت ضروری ہے تاکہ بغیر آقا کی رضامندی کے اس کا حق باطل نہ ہو جائے

تشریح : اس عبارت میں تین باتیں کہہ رہے ہیں۔ ۱۔ ایک بات یہ ہے کہ غلام عاقل اور بالغ ہے اس لئے اس میں پہلے سے تجارت کی اہلیت موجود ہے، صرف آقا کے حق کی وجہ سے بغیر اس کی اجازت کے تجارت نہیں کر سکتا ہے، لیکن جب اس نے تجارت کی اجازت دے دی تو اپنا حق ساقط کر دیا، اس لئے اب غلام تجارت کر سکتا ہے۔ ۲۔ دوسری بات یہ کہہ رہے ہیں کہ

وَانحِجَازُهٗ عَنِ التَّصَرُّفِ لِحَقِّ الْمَوْلٰی لِاَنَّهٗ مَاعَهِدَ تصرفا اِلَّا مُوْجِباً لِتَعَلُّقِ الدَّیْنِ بِرَقَبَتِهٖ اَوْ کَسَبِهٖ وَذَالِکَ مَالُ الْمَوْلٰی فَلَا بُدَّ مِنْ اِذْنِهٖ کَیْلَا یَبْطُلَ حَقَّهٗ مِنْ غَیْرِ رَضَاهُ. ۳؎ وَلِهٰذَا لَا یَرْجِعُ بِمَا لَحِقَهٗ مِنَ الْعُهْدَةِ عَلَی الْمَوْلٰی ۴؎ وَلِهٰذَا لَا یَقْبَلُ التَّوْقِیْتَ حَتّٰی لَوْ اَذِنَ لِعَبْدِهٖ یَوْماً أو شهرا کَانَ مَاذُوْناً اَبَداً حَتّٰی یَحْجُرَ عَلَیْهِ لِاَنَّ الْاِسْقَاطَاتِ لَا تَتَوَقَّتُ ۵؎ ثُمَّ الْاِذْنُ کَمَا یَثْبُتُ بِالصَّرِیْحِ یَثْبُتُ بِالدَّلَالَةِ کَمَا اِذَا رَاٰی عَبْدَهٗ یَبِیْعُ وَیَشْتَرِی فَسَکَتَ یَصِیْرُ مَاذُوْناً عِنْدَنَا ۶؎ خِلَافاً لِزُفَرَؒ وَالشَّافِعِیِّ

غلام جولین دین کرے گا اس کی ذمہ داری خود غلام پر ہوگی، آقا پر نہیں ہوگی مبیع کے دینے کی ذمہ داری، ثمن لینے کی ذمہ داری غلام کی ہوگی، کوئی بھی مشتری آقا کے پاس مبیع لینے کے لئے نہیں آئے گا، یا کوئی بھی بائع آقا کے پاس مبیع لینے کے لئے نہیں آئے گا، بلکہ خود غلام سے مطالبہ کرے گا، کیونکہ وہ اپنی ذات کے لئے تصرف کر رہا ہے۔۳۔تیسری بات یہ کہہ رہے ہیں کہ غلام پر جو کچھ بھی قرض ہوگا وہ پہلے غلام کی کمائی میں سے ادا کیا جائے گا، اور اگر اس کی کمائی سے پورا نہیں ہوا تو غلام قرض میں بیچا جائے گا، اور قرض ادا کیا جائے گا، اس سے آقا کا نقصان ہوگا، تجارت کی اجازت کا مطلب یہ ہوگا کہ آقا اس نقصان کو اٹھانے کے لئے راضی ہے

ترجمہ: ۳؎ (غلام چونکہ اپنے لئے تصرف کرتا ہے) اس لئے جو ذمہ داری غلام پر آئے گی وہ آقا سے وصول نہیں کر سکتا ہے

تشریح: اوپر یہ جملہ تھا (یتصرف لنفسہ) کہ آقا کی اجازت کے بعد غلام خود اپنے لئے تصرف کرے گا، یہ جملہ اس کی تفصیل ہے کہ یہی وجہ ہے کہ تجارت میں غلام پر کوئی ذمہ داری آئی، مثلا مبیع سپرد کرنا ہے، تو یہ آقا سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ غلام نے خود اپنے لئے تصرف کیا ہے

ترجمہ: ۴؎ اجازت کے بعد وقت کی تعیین قبول نہیں کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر غلام کو ایک دن کی اجازت دی ہو تو وہ ہمیشہ کے لئے اجازت ہوگی، جب تک کہ دوبارہ آقا اس کو تجارت سے روک نہ دے، اس لئے جو حق ساقط کر دیا اس کے لئے دن متعین نہیں ہوتا ہے

تشریح: ایک مرتبہ آقا نے اجازت دے دی تو یہ ہمیشہ کے لئے اجازت ہو جائے گی، جب تک کہ دوبارہ آقا اس کو منع نہ کر دے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ، اسقاط، یعنی اپنے حق کو ساقط کر دیا تو یہ وقت کے ساتھ متعین نہیں ہوتا ہے

ترجمہ: ۵؎ پھر اجازت صریح سے بھی ہوتی ہے اور دلالت سے بھی ہوتی ہے، جیسے اپنے غلام کو بیچتے، اور خریدتے ہوئے دیکھا اور چپ رہا تو ہمارے یہاں اجازت ہو جائے گی

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۶؎ خلاف امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے

تشریح: امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چپ رہنا اجازت کی دلیل نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ غصے کی وجہ سے یا کسی مجبوری کی وجہ سے آقا چپ رہا ہو، اس لئے غلام کو تجارت کی اجازت کے لئے صریح اجازت چاہئے

ے وَلَا فَرْقَ بَيْنَ اَنْ يَّبِيْعَ عَيْناً مَمْلُوْكاً لِلْمَوْلٰى اَوِ الْاَجْنَبِيِّ بِاِذْنِهٖ اَوْ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ بَيْعاً صَحِيْحاً اَوْ فَاسِداً لِاَنَّ كُلَّ مَنْ رَآهُ يَظُنُّهُ مَاذُوْناً لَهٗ فِيْهَا فَيُعَاقِدُهُ فَيَتَضَرَّرُ بِهٖ لَوْ لَمْ يَكُنْ مَاذُوْناً لَهٗ ٨ وَلَوْ لَمْ يَكُنِ الْمَوْلٰى رَاضِياً بِهٖ لِمَنْعِهٖ دَفْعاً لِلضَّرَرِ عَنْهُمْ.

(١٣٨٣) قَالَ وَاِذَا اَذِنَ الْمَوْلٰى لِعَبْدِهٖ فِى التِّجَارَةِ اذناً عَامّاً جَازَ تَصَرُّفُهٗ فِى سَائِرِ التِّجَارَاتِ ا وَمَعْنٰى هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ اَنْ يَقُوْلَ لَهٗ اَذِنْتُ لَكَ فِى التِّجَارَةِ وَلَا يُقَيِّدُهٗ وَوَجْهُهٗ اَنَّ التِّجَارَةَ اِسْمٌ عَامٌّ

ترجمه: ے اور اس اجازت میں کوئی فرق نہیں ہے کہ آقا کی کوئی عینی چیز بیچے، یا اجنبی آدمی کی چیز بیچے، آقا کی اجازت سے بیچے، یا اس کی اجازت کے بغیر بیچے (کیونکہ آقا پہلے کلی اجازت دے چکا ہے) بیع صحیح سے بیچے یا بیع فاسد سے بیچے (سب کی اجازت ہے) اس لئے جو بھی غلام کو بیع کرتے ہوئے دیکھے گا تو اس کو ماذون سمجھے گا، اور اس سے عقد کرے گا اور اس سے نقصان اٹھائے گا اگر اس کو ماذون قرار نہ دیا جائے

تشریح: یہاں سے اجازت کی وسعت بیان کر رہے ہیں کہ آقا کی اجازت کے بعد غلام کو آقا کی چیز، اجنبی کی چیز دونوں کو بیچنے کی اجازت ہوگی، بیع صحیح، بیع فاسد، دونوں کی اجازت ہوگی

وجه : کیونکہ ان سب کی اجازت شمار نہ کی جائے تو اس غلام سے خریدنے والے کو نقصان ہوگا، کیونکہ کوئی بھی اس کو تجارت کرتے دیکھے گا تو یہی سمجھے گا کہ اس کو ان سب تجارتوں کی اجازت ہے

ترجمه: ٨ اور اگر آقا اس سے راضی نہ ہوتا تو لوگوں سے نقصان کو دفع کرنے لئے غلام کو روک دیتا

تشریح: اجازت میں اوپر کی تمام طرح کی اجازت شامل ہیں، کیونکہ اگر آقا ان سب قسم کی تجارت سے راضی نہ ہوتا تو غلام کو تجارت کرنے سے روک دیتا، لیکن نہیں روک رہا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ان سب قسم کی تجارت کی اجازت ہے

ترجمه: (١٣٨٣) اگر مولی نے غلام کو عام اجازت دی تو اس کا تصرف تمام تجارتوں میں جائز ہے۔

تشریح: مولی نے غلام کو تجارت کی اجازت دیتے وقت کسی خاص چیز کے خریدنے یا بیچنے کی تخصیص نہیں کی تو اس سے عام اجازت ہوگی اور غلام تمام تجارتوں میں آزاد ہوگا۔ یعنی تمام تجارتوں کی اہلیت حاصل ہو جائے گی۔ البتہ تجارت وہی کرے جو مولی کی مرضی ہو۔

وجه: اس قول تابعی میں ہے. عَنِ الثَّوْرِيِّ، أَنَّ شُرَيْحًا قَالَ: »إِذَا جَعَلَ عَبْدَهُ فِي صِنْفٍ وَاحِدٍ ثُمَّ عَدَاهُ إِلَى غَيْرِهِ، فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ (مصنف عبد الرزاق، باب العبد المأذون ما وقت اذنه، ج ثامن، ص ٢٨٣، نمبر ١٥٢٢٨) (٢)۔ قال سفيان ونحن نقول اذا بعثه بمال كثير يبتاع به قلنا اذن له فى التجارة وغر الناس منه وان كان انما بعث بالدرهم والدرهمين فليس بشيء (مصنف عبد الرزاق، باب العبد المأذون ما وقت اذنه، ج ثامن، ص ٢٨٣، نمبر ١٥٢٣٠) اس قول تابعی میں ہے کہ غلام کو ہر قسم کی تجارت کرنے کی اجازت ہوگی

ترجمه: ا تجارت کی اجازت کا معنی یہ ہے کہ آقا کہے میں نے تم کو (غلام کو) تجارت کی اجازت دی، اور کوئی قید نہیں لگائی

يَتَنَاوَلُ الْجِنْسَ فَيَبِيْعُ وَيَشْتَرِى مَا بَدَا لَهُ مِنْ أَنْوَاعِ الْاَعْيَانِ لِاَنَّهُ اَصْلُ التِّجَارَةِ.
(١٣٨٥) وَلَوْ بَاعَ اَوْ اشْتَرىٰ بِالْغَبْنِ الْيَسِيْرِ فَهُوَ جَائِزٌ لِ لِتَعَذُّرِ الْاِحْتِرَازِ عَنْهُ
(١٣٨٦) وَكَذَا بِالْفَاحِشِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ خِلَافاً لَهُمَا لِ هُمَا يَقُوْلَانِ اَنَّ الْبَيْعَ بِالْفَاحِشِ مِنْهُ بِمَنْزِلَةِ التَّبَرُّعِ حَتّٰى اعْتُبِرَ مِنَ الْمَرِيْضِ مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ فَلَا يَنْتَظِمُهُ الْاِذْنُ كَالْهِبَةِ ٢ وَلَهُ اَنَّهُ تِجَارَةٌ وَالْعَبْدُ

،اوراس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ ،تجارت ، عام نام ہے ، بہت سارے جنسوں کو شامل ہے ،اس لئے عین کی قسموں سے غلام کے جی میں جو آئے اس کو بیچے اور خریدے ،اس لئے کہ یہ تجارت کی قسمیں ہیں

تشریح :لفظ تجارت عام نام ہے ، وہ تجارت کی تمام قسموں کو شامل ہے ،اس لئے تجارت کی عام اجازت کے بعد غلام ہر قسم کی تجارت کا مختار ہوگا

ترجمہ: (١٣٨٥) اگر تھوڑے بہت خسارے سے بیچی تو جائز ہے

ترجمہ: لِ اس لئے کہ اس سے بچنا ناممکن ہے (اور اس کی اجازت شمار کی جاتی ہے)

تشریح:واضح ہے

ترجمہ: (١٣٨٦) اور ایسے ہی زیادہ خسارہ کے ساتھ بیچا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے ،خلاف صاحبینؒ کے

اصول :امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ تجارت کی اجازت غبن فاحش اور غبن یسیر دونوں کو شامل ہے ،اس لئے آزاد کی طرح غلام کو دونوں کی اجازت ہوگی

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ صرف نفع والی تجارت کی اجازت ہوگی ،غبن فاحش والی کی نہیں

تشریح:واضح ہے

ترجمہ : لِ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ خسارہ کے ساتھ بیچنا گویا کہ مفت دے دینا ہے ، یہی وجہ ہے کہ مرض الموت میں مبتلاء آدمی کا غبن فاحش میں بیچنا تہائی مال میں سے شمار کیا جاتا ہے ،اس لئے اجازت غبن فاحش کو شامل نہیں ہوگی ، جیسے ہبہ کرنا شامل نہیں ہے

تشریح :صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ زیادہ خسارہ میں بیچنا گویا کہ مال کو مفت دینا ہے ،جس کی اجازت غلام کو نہیں ہے ،اس کی دو مثالیں دے رہے ہیں ۔ایک یہ کہ کوئی آدمی مرض الموت میں مبتلاء ہو اور وہ غبن فاحش میں اپنی چیز بیچے تو ایک تہائی مال ہی بیچ سکتا ہے ،اس سے زیادہ نہیں ، کیونکہ یہ کھلا ہوا نقصان ہے ، دوسری مثال یہ ہے کہ غلام اپنی چیز کو ہبہ نہیں کر سکتا ہے ،اسی طرح غبن فاحش میں بھی نہیں بیچ سکتا ہے

ترجمہ :٢ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ تجارت ہے ،اور غلام اپنی اہلیت سے تصرف کرتا ہے ،اس لئے اسکی تجارت آزاد آدمی کی طرح ہوگئی (اور آزاد آدمی غبن فاحش کے ساتھ بیچ سکتا ہے اسی طرح غلام بھی غبن فاحش میں بیچ سکتا ہے)

تشریح:واضح ہے

مُتَصَرِّفٌ بِاَهْلِيَّةِ نَفْسِهٖ فَصَارَ كَالْحُرِّ ٣ وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافُ الصَّبِيُّ الْمَاذُوْنُ.

(١٣٨٧) وَلَوْ حَابٰى فِي مَرَضِ مَوْتِهٖ يُعْتَبَرُ مِنْ جَمِيْعِ مَالِهٖ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَاِنْ كَانَ فَمِنْ جَمِيْعِ مَابَقِيَ ١ لِاَنَّ الْاِقْتِصَارَ فِي الْحُرِّ عَلَى الثُّلُثِ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ وَلَا وَارِثَ لِلْعَبْدِ ٢ وَاِذَا كَانَ الدَّيْنُ مُحِيْطاً بِمَا فِي يَدِهٖ يُقَالُ لِلْمُشْتَرِيْ اَدِّ جَمِيْعَ الْمُحَابَاةِ وَاِلَّا فَارْدُدِ الْبَيْعَ كَمَا فِي الْحُرِّ

ترجمه: ٣ اسی اختلاف پر ہے اس بچے کا حکم جس کو تجارت کی اجازت دی ہو

تشریح: ولی نے نابالغ سمجھدار بچے کو تجارت کی اجازت دی ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک غبن فاحش سے بیچنے کی اجازت نہیں ہوگی، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غبن فاحش کے ساتھ بیچنے کی اجازت ہوگی

ترجمه: (١٣٨٧) اور اگر عبد ماذون نے اپنے مرض الموت میں تمام مال کو محابات کر دیا (یعنی کم قیمت میں بیچا) تو اگر غلام پر قرض نہ ہو تو پورے مال کا اعتبار ہوگا، اور اگر قرض ہے تو قرض دینے سے جو باقی رہ جائے اس میں محابات کا اعتبار ہوگا

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ جس کا حق مقدم ہے، پہلے اس کو دیا جائے گا، اس کے بعد جو باقی رہے گا اس کو دیا جائے گا

تشریح: یہاں تین صورتیں ہیں۔ ا۔ مثلا غلام بیمار ہے، اور اس نے ایک ہزار کی چیز کسی کو سات سو میں بیچ دیا، اور اس پر کوئی قرض نہیں ہے، تو اگر یہ آزاد آدمی ہوتا تو اس کے وارث کی وجہ سے ایک تہائی مال ہی میں محابات جاری ہوتی، لیکن غلام کا کوئی وارث نہیں ہے، اور آقا نے پہلے ہی اجازت دیکر اپنا حق ساقط کر دیا ہے، اس لئے غلام میں تمام مال میں محابات جاری ہوگی ، ۲۔ اور اگر قرض ہے تو قرض کا مال نکال کر باقی مال میں محابات جاری ہوگی ۔ ۳۔ اور اگر اتنا قرض ہے کہ تمام مال گھر گیا ہے تو مشتری سے کہا جائے گا کہ چیز کی پوری قیمت دیکر مبیع لے، یا پھر بیع توڑ دے، تا کہ قرض دینے والوں کو نقصان نہ ہو

لغت: حابی، محابات: کسی چیز کو کم قیمت میں بیچنا۔ چشم پوشی کر کے بیچنا۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ آزاد کو صرف ایک تہائی محابات کرنے کی اجازت اس کے ورثاء کے حق کی وجہ سے ہے، اور غلام کا کوئی وارث نہیں ہے (اور آقا وارث ہے تو اس نے اجازت دیکر اپنا حق ساقط کر لیا ہے)

تشریح: آزاد آدمی محابات کرے تو صرف ایک تہائی مال کی اجازت ہے اس لئے ہے کہ اس کے پیچھے ورثاء ہیں، اس کے حق کی وجہ سے ایک تہائی محابات کرے گا، اور غلام کے پیچھے ورثاء نہیں ہیں اس لئے وہ اپنا پورا مال محابات کر سکتا ہے، اور آقا اگر چہ اس کا وارث ہے لیکن اس نے اجازت دیکر اپنا حق ساقط کر لیا ہے اس لئے، اب غلام اپنا پورا مال محابات کر سکتا ہے

ترجمه: ٢ اور اگر غلام کا پورا مال قرض میں گھرا ہوا ہے تو مشتری سے کہا جائے گا محابات کا پورا مال ادا کرو، ورنہ بیع توڑ دو، جیسا آزاد میں ہوتا ہے

تشریح: مثلا ایک ہزار کی بھینس غلام نے سات سو میں بیچ دی، اور غلام کا پورا مال گھرا ہوا ہے، تو مشتری سے کہا جائے گا کہ ایک ہزار دیکر بھینس لیں، اور اس پر راضی نہیں ہیں تو بیع توڑ دیں تا کہ قرض دینے والوں کا نقصان نہ ہو، آزاد آدمی پر پورا قرض ہو اور اس نے محابات کیا ہو تو اس کے مشتری کو بھی یہی کہا جائے گا کہ پوری قیمت دو یا پھر بیع توڑ دو، اسی طرح غلام میں بھی یہی ہوگا

(۱۳۸۸) وَلَهُ اَنْ يُسْلِمَ وَيَقْبَلُ السَّلَمَ لِاَنَّهُ تِجَارَةٌ وَلَهُ اَنْ يُوَكِّلَ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ لِاَنَّهُ قَدْ لَا يَتَفَرَّغُ بِنَفْسِهِ.
(۱۳۸۹) قَالَ وَيَرْهَنُ وَيَرْتَهِنُ لِ لِاَنَّهُمَا مِنْ تَوَابِعِ التِّجَارَةِ فَاِنَّهُمَا اِيفَاءٌ وَاِسْتِيفَاء
(۱۳۹۰) وَيَمْلِكُ اَنْ يَتَقَبَّلَ الْاَرْضَ وَيَسْتَاجِرُ الْاِجْرَاءَ وَالْبُيُوتَ لِ لِاَنَّ كُلَّ ذَالِكَ مِنْ صَنِيعِ التِّجَارَةِ
(۱۳۹۱) وَيَأْخُذُ الْاَرْضَ مُزَارَعَةً لِ لِاَنَّ فِيهِ تَحْصِيلَ الرِّبْحِ

ترجمه: (۱۳۸۸) اس کے لئے جائز ہے کہ بیع سلم کے مال دے، اور بیع سلم کے لئے مال قبول کرے، اس لئے کہ یہ بھی تجارت ہے، غلام ماذون کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ بیچنے کے لئے اور خریدنے کے لئے کسی کو وکیل بنائے

ترجمه: لے کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ خود بیع کے لئے فارغ نہیں ہوتا ہے

اصول: یہ مسائل اس صول پر ہیں کہ غلام ماذون تجارت کی ساری صورتیں کرسکتا ہے

تشریح: بیع سالم کر کے تجارت کا مال بائع کو دے، یہ بھی کرسکتا ہے۔ یا بیع سلم کر کے کسی سے مال لے کہ میں ایک ماہ کے بعد مبیع دوں گا یہ بھی کرسکتا ہے، بیع کے وکیل بھی کرسکتا ہے، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ، آدمی کسی بیع کے لئے فارغ نہیں ہوتا ہے تو اس کے لئے وکیل کرسکتا ہے، کیونکہ یہ سب تجارت میں داخل ہیں

ترجمه: (۱۳۸۹) رہن پر رکھنے دے اور رہن پر رکھے۔

ترجمه: لے اس لئے کہ یہ بھی تجارت کے توابع میں سے ہیں، اس لئے کہ اس میں مال لینا ہوتا ہے، یا مال دینا ہوتا ہے

تشریح: چونکہ مولی کی جانب سے تمام تجارتوں کی اہلیت ہوگئی ہے اس لئے وہ آزاد آدمی کی طرح کسی بھی چیز کو خرید سکتا ہے ، اپنا مال رہن پر رکھ سکتا ہے، اور کسی کے مال کو اپنے پاس رہن پر رکھ سکتا ہے۔

وجه: یہ سب کام تجارت کے معاون ہیں اور تجارت میں ان کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے یہ سب کام غلام کرسکتا ہے۔

ترجمه: (۱۳۹۰) غلام ماذون کے لئے اس کی بھی اجازت ہے کہ زمین کو اجرت کے لئے قبول کرے، اور اجرت والوں کو اجرت پر لے، اور گھر کو اجرت پر لے

ترجمه: لے اس لئے کہ یہ سب تاجروں کا طریقہ ہے

تشریح: زمین کو اجرت پر لینا تجارت نہیں سمجھی جاتی ہے، یا گھر کو اجرت پر لینا تجارت نہیں سمجھی جاتی ہے، یا مزدوروں کو اجرت پر لینا تجارت نہیں سمجھی جاتی ہے، لیکن یہ سب بھی نفع کمانے کا طریقہ ہے اس لئے ماذون غلام کو اس کی بھی گنجائش ہوگی، ہاں آقا منع کردے تو اب نہیں کرسکے گا

ترجمه: (۱۳۹۱) زمین کو کھیتی کرنے کے لئے لے سکتا ہے

ترجمه: لے اس لئے کہ اس میں نفع حاصل کرنا ہے

تشریح: واضح ہے

(١٣٩٢) وَيَشْتَرِي طَعَاماً فَيَزْرَعُهُ فِي اَرْضِهِ ١؎ لِاَنَّهُ يُقْصَدُ بِهِ الرِّبْحُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الزَّارِعُ يَتَاجَرُ رَبَّهُ

(١٣٩٣) وَلَهُ اَنْ يُشَارِكَ شِرْكَةَ عِنَان وَيُدْفَعُ الْمَالُ مُضَارَبَةً وَيَأْخُذُهَا ١؎ لِاَنَّهُ مِنْ عَادَةِ التُّجَّار ٢؎ وَلَهُ اَنْ يُؤَاجِرَ نَفْسَهُ عِنْدَنَا ٣؎ خِلَافاً لِلشَّافِعِيِّ وَهُوَ يَقُوْلُ لَا يَمْلِكُ الْعَقْدُ عَلىٰ نَفْسِهِ فَكَذَا عَلىٰ

ترجمه: (١٣٩٢) اوراناج خرید کرزمین میں بوسکتا ہے

ترجمه: ١؎ اس لئے کہ اس میں بھی نفع ہوتا ہے،حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھیتی کرنے والا اپنے رب سے تجارت کرتا ہے

تشریح: صاحب ہدایہ کی یہ حدیث شاید یہ ہو۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ(بخاری شریف، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ،نمبر ٢٣٢٠)اس حدیث میں کھیتی کی فضیلت ہے

ترجمه:(١٣٩٣) عبد ماذون کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ شرکت عنان کرے،اوراپنا مال مضاربت کے طور پر دے، یا کسی کا مال مضاربت کے طور پر لے

ترجمه: ١؎ اس لئے کہ یہ بھی تاجروں کی عادت ہے

تشریح: ایک ہوتی ہے شرکت مفاوضہ،اس میں دونوں شریک ایک دوسرے کا وکیل بھی ہوتے ہیں،اورکفیل بھی ہوتے ہیں ،عبد ماذون کسی کا کفیل نہیں بن سکتا ہے، وہ صرف وکیل بن سکتا ہے، اس لئے غلام شرکت مفاوضہ نہیں کرسکتا ہے۔دوسری ہے **شرکت عنان** :اس میں دونوں شریک ایک دوسرے کا وکیل بنتا ہے،اورغلام وکیل بن سکتا ہے،اس لئے وہ شرکت عنان کرسکتا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ اپنے مال کو کسی کو بیع مضاربت پر دے سکتا ہے،مضاربت میں ہوتا یہ ہے کہ ایک آدمی کا مال ہواور دوسرے آدمی کی محنت ہواورنفع میں دونوں شریک ہوں ،عبد ماذون ،مضاربت پر مال دے بھی سکتا ہے،اورمضاربت پر لے بھی سکتا ہے،یعنی کسی کا مال اس لئے بھی لے سکتا ہے کہ میں محنت کروں گا اور نفع میں دونوں شریک ہوں گے، کیونکہ یہ سب تجارت کی قسمیں ہیں جنکی عبد ماذون کواجازت ہے

ترجمه: ٢؎ عبد ماذون کو یہ بھی حق ہے کہ اپنے آپ کواجرت پر رکھیں، ہمارے نزدیک

تشریح : عبد ماذون اپنے آپ کو بیچ نہیں سکتا ہے، کیونکہ اس کا اس کا اختیار نہیں ہے،لیکن اپنے آپ کواجرت،اورمزدوری پر رکھ کر مال کما سکتا ہے، کیونکہ اس کواس کی اجازت ہے

ترجمه : ٣؎ خلاف امام شافعیؒ کے،وہ فرماتے ہیں کہ غلام اپنی ذات کو بیچ نہیں سکتا ہے تو اس کو نفع پر بھی نہیں رکھ سکتا ہے، اس لئے کہ اجرت بیچنے کے تابع ہے

تشریح : امام شافعیؒ کے نزدیک غلام کی ذات محترم ہے،اس کو بیچ نہیں سکتا ہے تو اس کواجرت پر بھی نہیں رکھ سکتا ہے، کیونکہ اجرت بیع کے تابع ہے، پس اصل نہیں کرسکتا ہے تو اس کا فرع بھی نہیں کرسکتا ہے

مَنَافِعِهِ لِاَنَّهَا تابعة لها ۴؎ و لنا ان نفعه راس ماله فيملك التصرف فيها ، الا اذا كان يتضمن ابطال الاذن كابيع لانه يَنحَجِرُ بِهِ ۵؎ وَالرَّهْنُ لِاَنَّهُ يَحبَسُ بِهِ فَلَا يَحصُلُ مَقصُودُ الْمَوْلٰى اَمَّا الْاِجَارَةُ لَا يَنحَجِرُ بِهِ وَيَحصُلُ بِهِ الْمَقصُودُ وَهُوَ الرِّبحُ فَيَملِكُ.

(۱۳۹۴) قَالَ فَاِنْ اَذِنَ لَهُ فِي نَوعٍ مِنهَا دُونَ غَيرِهٖ فَهُوَ مَاذُونٌ فِي جَمِيعِهَا

ترجمه : ۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ غلام کی ذات اس کا راس المال ہے، اس لئے اس میں تصرف کرسکتا ہے، اور اجرت پر بھی رکھ سکتا ہے، لیکن ایسا کام نہیں کرسکتا ہے کہ جس کی اس کو مالک کی جانب سے اجازت نہیں ہے، جیسے اپنے آپ کو بیچ دینا، اس بیچنے سے تو غلام ہی ختم ہو جائے گا

أصول : عبد ماذون اپنے آپ کو بیچ نہیں سکتا ہے، کیونکہ اس سے تو غلام ہی ختم ہو جائے گا، اپنی ذات کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع کما سکتا ہے

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ غلام کی ذات راس المال ہے، اس لئے اس میں تصرف کر کے نفع کما سکتا ہے، لیکن اپنے آپ کو بیچ کر مالک کی اجازت کو باطل نہیں کرسکتا ہے

لغت : ینحجر : حجر سے مشتق ہے، مجور کرنا، ختم کرنا۔ ینحجر بہ، بیچنے سے اپنے آپ کو ختم کرنا ہوگا

ترجمه : ۵؎ ماذون غلام رہن پر بھی اپنے آپ کو نہیں رکھ سکتا ہے، کیونکہ اپنے آپ کو ہی محبوس کر لے گا، جس سے آقا کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، لیکن مزدوری پر رکھ سکتا ہے کیونکہ اس سے مجور نہیں ہوگا، اور اس مزدوری سے مقصد حاصل ہوگا وہ نفع حاصل کرنا ہے، اس لئے ماذون اس کا مالک ہوگا

تشریح : اپنے آپ کو رہن پر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلا ایک ماہ تک رقم ادا نہیں کرسکا تو ایک ماہ تک غلام محبوس رہے گا، اور کوئی کام نہیں کر سکے گا، اور اس سے آقا کا نقصان ہوگا، اس لئے ماذون اپنے آپ کو رہن پر نہیں رکھ سکتا ہے، لیکن اجرت پر رکھے تو اس میں غلام ہر روز نفع کما رہا ہے، جو آقا کا مقصد ہے، اس لئے غلام یہ کرسکتا ہے

ترجمه : (۱۳۹۴) اگر اس کو اجازت دی اس میں سے ایک قسم کی نہ کہ دوسرے کی تو اس کو اجازت ہوگی اس کے تمام میں۔

تشریح : مولی نے کسی ایک قسم کی چیز میں تجارت کرنے کی اجازت دی تو تمام چیزوں کی تجارت کی اہلیت ہو جائے گی۔ تجارت کی اہلیت ہونا اور چیز ہے۔ البتہ تجارت اسی چیز کی کرے گا جس کی مولی نے کہا ہے۔

اصول : امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ حجر ختم کر دیا تو آزاد آدمی کی طرح تجارت کرنے کی اہلیت ہو گئی اور تمام چیز کی تجارت کرسکتا ہے

وجه : (۱) اس قول تابعی میں ہے۔ عَنِ الثَّورِيِّ، أَنَّ شُرَيْحًا قَالَ: »إِذَا جَعَلَ عَبْدَهُ فِي صِنفٍ وَاحِدٍ ثُمَّ عَدَاهُ إِلَى غَيْرِهِ، فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ (مصنف عبد الرزاق، باب العبد المأ ذون ما وقت اذنہ، ج ثامن، ص ۲۸۴، نمبر ۱۵۲۲۸) (۲)۔ قال سفیان ونحن نقول اذا بعثه بمال كثير يبتاع به قلنا اذن له فى التجارة وغر

۱؎ وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ لَا يَكُوْنُ مَاذُوْناً اِلَّا فِي ذٰلِكَ النَّوْعِ وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافُ اِذَا نَهَاهُ عَنِ التَّصَرُّفِ فِي نَوْعٍ آخَرَ لَهُمَا اَنَّ الْاِذْنَ تَوْكِيْلٌ وَاِنَابَةٌ مِّنَ الْمَوْلٰى لِاَنَّهُ يَسْتَفِيْدُ الْوِلَايَةَ مِنْ جِهَتِهٖ وَيَثْبُتُ الْحُكْمُ وَهُوَ الْمِلْكُ لَهُ دُوْنَ الْعَبْدِ وَلِهٰذَا يَمْلِكُ حَجْرَهُ فَيَتَخَصَّصُ بِمَا خَصَّهُ كَالْمُضَارَبِ ۲؎ وَلَنَا اَنَّهُ اِسْقَاطُ الْحَقِّ وَفَكُّ الْحَجْرِ عَلٰى مَابَيَّنَّاهُ وَعِنْدَ ذَالِكَ تَظْهَرُ مَالِكِيَّةُ الْعَبْدِ

الناس منه وان كان انما بعث بالدرهم والدرهمين فليس بشيء (مصنف عبدالرزاق، باب العبد المأذون ما وقت اذنه، ج ثامن، ص ۲۸۴، نمبر ۱۵۲۳۰) اس قول تابعی میں ہے کہ غلام کو ہر قسم کی تجارت کرنے کی اجازت ہوگی

ترجمہ : ۱؎ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس قسم کی تجارت کی اجازت دی ہے صرف اسی کی اجازت ہوگی، اسی اختلاف پر ہے، اگر ایک قسم کا تصرف کرنے کی اجازت دی ہو اور دوسرے قسم کی اجازت نہ دی ہو (تو امام شافعیؒ کے یہاں اسی قسم میں اجازت ہوگی)، اس کی وجہ یہ ہے کہ اجازت دینا گویا کہ وکیل بنانا ہے، اور آقا کا نائب بننا ہے، اس لئے کہ آقا کی جانب سے ولایت حاصل ہوگی، اور حکم ثابت ہوگا، اور یہ ملکیت آقا کی ہے غلام کی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا کو روک دینے کا حق ہے، اس لئے جتنا خاص کیا اتنا ہی خاص ہوگا، جیسے مضاربت پر دیا ہو (تو جس کی مضاربت کرنے کے لئے کہا ہو اسی چیز میں مضاربت کر سکتا ہے، دوسرے میں نہیں)

اصول : امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ مالک نے جتنی اجازت دی ہے اتنی ہی اجازت ہوگی، کیونکہ یہ اجازت اسی کی جانب سے آتی ہے

تشریح : امام شافعی، اور امام زفر کی رائے یہ ہے کہ غلام کو جس قسم کی تجارت کرنے کے لئے کہا ہے اسی قسم کی تجارت کر سکتا ہے، مثلا کہا کہ گیہوں کی تجارت کرو تو صرف گیہوں کی تجارت کر سکتا ہے، چنے کی خرید فروخت نہیں کر سکتا ہے، یا جس قسم کے تصرف کی اجازت دی ہو اسی قسم کے تصرف کا حق ہوگا، دوسرے کا نہیں

وجہ : (۱) تجارت کا حق مالک کی ملکیت سے آتا ہے، اس لئے وہ جتنی اجازت دے گا اتنا ہی کر سکتا ہے، تاکہ مالک کو نقصان نہ ہو (۲) قَالَ سُفْيَانُ: " وَقَوْلُنَا الَّذِي نَحْنُ عَلَيْهِ: إِذَا أُذِنَ لَهُ فِي صِنْفٍ وَاحِدٍ فَقَدْ غُرَّ النَّاسُ مِنْهُ وَضَمِنَ، يَكُونُ فِي رَقَبَةِ الْعَبْدِ (مصنف عبدالرزاق، باب العبد المأذون ما وقت اذنه، ج ثامن، ص ۲۸۴، نمبر ۱۵۲۲۸) اس قول تابعی میں ہے کہ آقا نے جتنی اجازت دی ہو غلام اتنا ہی کر سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں (۳) اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مضاربت میں جس کا مال ہے وہ یہ کہے کہ اسی چیز میں مضاربت کریں تو اسی میں مضاربت کر سکتا ہے، اسی طرح یہاں آقا جس چیز میں مضاربت کے لئے کہے گا غلام کو اسی کا اختیار ہوگا، دوسرے کا نہیں۔

ترجمہ : ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ آقا نے اپنا حق ساقط کر دیا، اور ممانعت کو ختم کر دی، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اور اس وقت غلام کی مالکیت ظاہر ہوگی اس لئے کسی ایک قسم کے ساتھ خاص نہیں ہوگی،

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آقا نے اپنا حق ساقط کر دیا ہے، اور تجارت کرنے کی جو ممانعت تھی وہ ختم ہوگئی ہے

فَلا یَتَخَصَّصُ بِنَوْعٍ دُوْنَ نَوْعٍ ۳؎ بِخِلَافِ الْوَکِیْلِ لِاَنَّہٗ یَتَصَرَّفُ فِیْ مَالِ غَیْرِہٖ فَتَثْبُتُ لَہُ الْوِلَایَۃُ مِنْ جِھَتِہٖ ۴؎ وَحُکْمُ التَّصَرُّفِ وَھُوَ الْمِلْکُ وَاقِعٌ لِلْعَبْدِ حَتّٰی کَانَ لَہٗ اَنْ یُّصَرِّفَہٗ اِلٰی قَضَاءِ الدَّیْنِ وَالنَّفْقَۃِ وَمَا اسْتُغْنِیَ عَنْہُ یَخْلُفُ الْمَالِکُ فِیْہِ

(۱۳۹۵) قَالَ وَاِنْ اَذِنَ لَہٗ فِی شَیْءٍ بِعَیْنِہٖ فَلَیْسَ بِمَاذُوْنٍ ۱؎ لانہ اسْتِخْدَامٌ وَمَعْنَاہُ اَنْ یَأمُرَہٗ بِشِرَاءِ ثَوْبٍ لِلْکِسْوَۃِ اَوْ طَعَامٍ رِزْقاً لِاَھْلِہٖ وَھٰذَا لِاَنَّہٗ لَوْ صَارَ مَاذُوْناً یَنْسَدُّ عَلَیْہِ بَابُ الْاِسْتِخْدَامِ ۲؎

جس کی وجہ سے آزاد آدمی کی طرح غلام کی مالکیت ظاہر ہوگئی، اس لئے کسی خاص قسم کی تجارت نہیں رہے گی، بلکہ تمام تجارتوں کی گنجائش ہوگی

ترجمہ: ۳؎ بخلاف وکیل بنانے کے اس لئے کہ وہ غیر کے مال میں تصرف کرتا ہے، اس لئے غیر کی جانب سے ولایت ثابت ہوگی

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ غلام کو اجازت دینا وکیل بنانے کی طرح ہے، اور وکالت میں یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کی تجارت کا وکیل بنایا ہے اتنا ہی وکیل بنے گا، امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، وکیل بنانے میں، اور فک حجر میں فرق یہ ہے کہ وکیل میں غیر کے مال میں تصرف کرنا ہے اس لئے اس کی اجازت کے مطابق کرنا ہوگا، اور غلام کو تجارت کی اجازت میں غلام خود اپنے لئے خرید وفروخت کرتا ہے، آقا کے لئے نہیں اس لئے اس کو پوری اجازت ہوگی

ترجمہ: ۴؎ اور تصرف کا حکم یہ ہے کہ غلام خود اپنے لئے تصرف کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ غلام اپنا قرض ادا کرے گا اور اپنی بیوی بچوں کا نفقہ دے سکے گا، ہاں اس کے بعد جو بچے گا اس کا مالک آقا بنے گا

تشریح: یہ بھی شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ غلام کے لئے تصرف کا حکم ثابت ہوگا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، غلام کو تصرف کا حکم ثابت ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ تجارت سے جو آئے گا وہ خود غلام کی ملکیت ہوگی، چنانچہ اس نفع سے وہ اپنا قرض ادا کرے گا، اپنی بیوی کا نفقہ ادا کرے گا، پھر اس سے جو بچے گا وہ آقا کا ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غلام اپنے لئے تصرف کرتا ہے، اس لئے اس کو تمام قسم کی تجارت کا حق ہوگا

ترجمہ: (۱۳۹۵) پس اگر اس کو اجازت دی کسی متعین چیز میں تو وہ ماذون نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے یہ تجارت کی اجازت دینا نہیں ہے، صرف غلام سے خدمت لینا ہے، اور اس اجازت کی صورت یہ ہے کہ پہننے کے لئے کپڑا خریدنے کا حکم دے، یا اپنے گھر والوں کے لئے کھانا خریدنے کا حکم دے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس چھوٹے سے کام سے تجارت کی عام اجازت ہو جائے تو خدمت لینے کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا

اصول: چھوٹے موٹے خریدنے کا حکم دینے سے عام تجارت کی اجازت نہیں ہوگی، یہ صرف خدمت لینا ہوگا

تشریح: مولی نے غلام سے مثلا کہا کہ فلاں کپڑا خرید کر لے آؤ تو اس صورت میں تجارت کی اجازت نہیں ہوئی بلکہ خدمت کے لئے کوئی خاص چیز خرید کر لانا ہے۔ اس لئے اس سے تجارت کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ غلام ماذون ہوگا۔

بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ اَدِّ اِلَيَّ الْغَلَّةَ كُلَّ شَهْرٍ كذَا اَوْ قَالَ اَدِّ اِلَيَّ اَلْفاً وَاَنْتَ حُرٌّ لِاَنَّهُ طَلَبَ مِنْهُ الْمَالَ وَلَا يَحْصُلُ اِلَّا بِالْكَسَبِ ٣ اَوْ قَالَ لَهُ اَقْعَدُ صَبّاغاً اَوْ قَصَّاراً لِاَنَّهُ اَذِنَ بِشِرَاءِ مَا لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ وَهُوَ نَوْعٌ فَيَصِيْرُ مَاذُوْناً فِي الْاَنْوَاعِ

(١٣٩٦) قَالَ وَاِقْرَارُ الْمَاذُوْنِ بِالدُّيُوْنِ وَالْغُصُوْبِ جَائِزٌ وَكَذَا بِالْوَدَائعِ ١ لِانَّ الْاِقْرَارَ مِنْ تَوَابِعِ

وجه:(١) اگراس تھوڑی سی چیز کے خریدنے سے غلام ماذون ہو جائے تو خدمت کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس لئے یہ تجارت کی اجازت نہیں ہے (٢) عام معاشرے میں بھی تجارت کرنا اور چیز ہے جس کو دکانداری کہتے ہیں، اور سودا سلف خرید لانا اور چیز ہے۔ یہ اجازت سودا سلف خرید کرلانے کی ہے (٣) اس قول تابعی میں ہے۔ ان شريحا اذا جعل عبده في صنف واحد ثم عداها الى غيره فلا ضمان عليه (مصنف عبد الرزاق، باب العبد الماذون ماوقت اذنہ ج ثامن ص ٢٨٣ نمبر ١٥٢٢٨) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ جس میں اجازت دی اسی کی اجازت ہوگی (٤)۔ قال سفيان .... وان كان انما بعث بالدرهم والدرهمين فليس بشيء (مصنف عبد الرزاق، باب العبد المأذون ماوقت اذنہ، ج ثامن، ص ٢٨٤، نمبر ١٥٢٣٠) اس قول تابعی میں ہے کہ ایک دو درہم لیکر خریدنے کے لئے بھیجے تو اس میں عام تجارت کی اجازت نہیں ہوگی

ترجمہ: ٢ بخلاف اگر آقا نے کہا کہ مجھے ہر ماہ میں اتنا غلہ ادا کرو، یا کہا مجھے ہزار ادا کرو اور تم آزاد ہو، کیونکہ ان صورتوں میں غلام سے مسلسل مال مانگ رہا ہے، اور یہ کمائے بغیر نہیں ہوگا

تشریح: ایک دو درہم دیکر خدمت کے لئے نہیں کہا، بلکہ غلام سے آقا نے مال مانگا، تو یہ بغیر کمائے نہیں ہوگا، اس لئے اس سے تجارت کی عام اجازت مراد ہوگی

ترجمہ: ٣ یا آقا نے کہا کہ رنگ کرنے والا یا کپڑا دھونے والا بٹھا دو تو اس سے بھی عام تجارت کی اجازت ہوگی، کیونکہ دونوں کو ضرورت کا سامان خریدنے کی اجازت ہوئی ہے، اس میں ایک قسم کی تجارت کی اجازت ہے، اس لئے تمام قسم کی تجارت کی اجازت ہو جائے گی

تشریح: جب غلام سے یہ کہا کہ رنگ کرنے والا، یا دھوبی بٹھا لو تو یہ ظاہر ہے کہ ان دونوں کو دھونے کا سامان اور رنگ کرنے کا سامان خریدنے کی اجازت دی، اور بٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے بیٹھاو، تو یہ ایک قسم کی تجارت کی اجازت ہے، اس لئے اس سے تمام قسم کی تجارت کی اجازت ہو جائے گی۔

ترجمہ: (١٣٩٦) ماذون کا اقرار دین کا اور غصب کا جائز ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اقرار کرنا تجارت کے تابع میں ہے ہے، اس لئے کہ اگر اقرار درست نہ قرار دیا جائے تو لوگ اس سے خرید فروخت کرنے میں، اور معاملہ کرنے سے بچیں گے (اس لئے غلام ماذون کو اقرار کا حق ہوگا)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک چیز کی اجازت سے اس کے لوازم کی اجازت ہو جائے گی۔

تشریح: ماذون غلام اقرار کرے کہ مجھ پر فلاں کا دین ہے یا میں نے فلاں کی چیز غصب کی ہے جس کا ادا کرنا مجھ پر لازم

التِّجَارَةِ اِذْ لَوْ لَمْ يَصِحَّ لَا جْتَنَبَ النَّاسُ مُبَايَعَتَهُ وَمُعَامَلَتَهُ ۲ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا اِذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ اَوْ لَمْ يَكُنْ اذَا كَانَ الْاِقْرَارُ فِى صِحَّتِهِ وَاِنْ كَانَ فِىْ مَرَضِهِ يُقَدَّمُ دَيْنُ الصِّحَّةِ كَمَا فِى الْحُرِّ ۳ بِخِلَافِ الْاِقْرَارِ بِمَا يَجِبُ مِنَ الْمَالِ لَا بِسَبَبِ التِّجَارَةِ لِاَنَّهُ كَالْمَحْجُوْرِ فِىْ حَقِّهِ.

(۱۳۹۷) قَالَ وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَتَزَوَّجَ (لِاَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ) وَلَا يُزَوِّجُ مَمَالِيْكَهُ ۱ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَؒ يُزَوِّجُ الْاَمَةَ لِاَنَّهُ تَحْصِيْلُ الْمَالِ بِمَنَافِعِهَا فَاَشْبَهَ اِجَارَتَهَا ۲ وَلَهُمَا اَنَّ الْاِذْنَ يَتَضَمَّنُ التِّجَارَةَ وَهٰذَا

ہے تو ایسا اقرار کرنا جائز ہے۔

وجه: یہ سب تجارت کے لوازمات ہیں۔اس لئے تجارت کی اجازت کی وجہ سے ان چیزوں کی اجازت ہو جائے گی۔

ترجمه: ۲ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ غلام پر قرض ہو یا قرض نہ ہو، ہاں یہ اقرار صحت کے زمانے میں ہو، اور اگر مرض الموت کے زمانے میں ہو تو صحت کا قرض پہلے ادا کیا جائے گا، جیسا کہ آزاد کے بارے میں ہوتا ہے

تشریح: غلام پر قرض ہو تب بھی تجارت کے لوازمات میں قرض کا اقرار کر سکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ صحت کے زمانے میں اقرار کیا ہو، لیکن اگر مرض الموت کے زمانے میں اقرار کیا تو پہلے صحت کے زمانے کا قرض ادا کیا جائے گا، اس سے بچے گا تب مرض الموت کے زمانے کا قرض ادا کیا جائے گا

ترجمه: ۳ بخلاف اگر ایسا اقرار کیا جو تجارت کے سبب کے علاوہ سے ہو (تو اس اقرار کا اعتبار نہیں ہوگا) اس لئے کہ غلام کے حق میں یہ ممنوع ہے

تشریح: تجارت کی اجازت دی ہے اس لئے تجارت کے علاوہ میں اقرار کیا تو اس کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ آقا کی جانب سے اس کی اجازت نہیں تھی

ترجمه: (۱۳۹۷) ماذون کے لئے جائز نہیں ہے کہ شادی کرے (کیونکہ یہ تجارت نہیں ہے) اور نہ یہ کہ اپنے مملوک کی شادی کرائے۔

وجه: غلام کی شادی کرنے سے نقصان ہے۔ کیونکہ نان نفقہ ادا کرنا ہوگا۔ نیز یہ تجارت میں سے نہیں ہے اس لئے خود کی شادی نہیں کر سکتا۔ اور یہی نقصان مملوک کی شادی کرانے میں ہے۔ اس لئے اپنے مملوک غلام باندی کی بھی شادی نہیں کرا سکتا۔ نیز یہ تجارت کے لوازمات یا معاون نہیں ہے اس لئے بھی نہیں کروا سکتا۔

ترجمه: ۱ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ غلام اپنی باندی کا نکاح کرا سکتا ہے، اس لئے اس کے نفع سے مال حاصل ہوگا، اس لئے یہ بھی تجارت کی طرح ہو گیا

تشریح: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں باندی کی شادی کرانے سے بچہ ہوگا جو باندی اور غلام ہوں گے اور باندی کا بھی مہر آئے گا جو فائدے کی چیز ہے اس لئے ماذون غلام اپنی باندی کی شادی کرا سکتا ہے۔

ترجمه: ۲ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف تجارت کی اجازت ہے، اور باندی کا نکاح کرانا تجارت میں سے

لَيْسَ بِتِجَارَةٍ وَلِهٰذَا لا يَمْلِكُ تَزْوِيْجَ الْعَبْدِ ۳؎ وَعَلىٰ هٰذَا الْخِلَافُ الصَّبِيُّ الْمَاذُوْنُ وَالْمُضَارِبُ وَالشَّرِيْكُ شِرْكَةَ عِنَانِ الْوَبِ وَالْوَصِيِّ.

(۱۳۹۸) قَالَ وَلَا يُكَاتِبُ ۱؎ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ اِذْ هِيَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ وَالْبَدَلُ فِيْهِ مُقَابِلٌ بِفَكِّ الْحَجرِ فَلَمْ يَكُنْ تِجَارَةً

(۱۳۹۹) اِلَّا اَنْ يُّجِيْزَهُ الْمَوْلىٰ وَلَا دَيْنٌ عَلَيْهِ

نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ماذون اپنے غلام کا نکاح نہیں کرسکتا ہے

تشریح:واضح ہے

ترجمہ: ۳؎ اسی اختلاف پر ہے تجارت کی اجازت دیا ہوا بچہ اپنی باندی کا نکاح کراسکتا ہے یا نہیں، یا مضارب، یا شرکت عنان کا شریک اپنی باندی کا نکاح کراسکتا ہے یا نہیں، یا باپ، یا وصی باندی کا نکاح کراسکتے ہیں یا نہیں

تشریح: اس عبارت میں پانچ قسم کے لوگوں کا ذکر ہے کہ وہ باندی کا نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں۔

۱۔ بچے کو تجارت کی اجازت دی تو یہ اپنی باندی کا نکاح کر کے نفع کما سکتا ہے یا نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں نہیں کرا سکتا، کیونکہ یہ تجارت نہیں ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں کرا سکتا ہے، کیونکہ یہ بھی تجارت کی قسم ہے۔۲۔ مضارب کو مال والے نے تجارت کی اجازت دی، مال میں باندی ہے تو یہ نکاح کرا سکتا ہے یا نہیں۔۳۔ شرکت عنان ہے، اور شرکت میں باندی ہے ایک شریک بغیر دوسرے شریک کی اجازت کے باندی کا نکاح کرا سکتا ہے یا نہیں۔۴۔ باپ چھوٹے بیٹے کے لئے تجارت کر سکتا ہے، اب بیٹے کی باندی ہے اس کا نکاح کرا سکتا ہے یا نہیں۔۵۔ یتیم بچے کا وصی ہے، وصی بچے کے لئے تجارت کر سکتا ہے، اب بچے کی ملکیت میں باندی ہے تو وصی اس کا نکاح کرا سکتا ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہیں، کیونکہ یہ تجارت نہیں ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہاں، کیونکہ انکے یہاں یہ تجارت ہے،

ترجمہ: (۱۳۹۸) اور نہ مکاتب بنائے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ مکاتب بنانا تجارت نہیں ہے، اس لئے کہ مال کو مال کے بدلنے کا نام تجارت ہے، اور مکاتب میں فک حجر کے مقابلے (یعنی رکاوٹ دور کرنے کے مقابلے میں) میں مال ہوتا ہے، اس لئے مکاتب بنانا تجارت نہیں ہے

تشریح: ماذون غلام اپنے غلام کو مکاتب نہیں بنا سکتا اور نہ مال کے بدلے آزاد کر سکتا ہے۔

وجہ: اگر چہ اس صورت میں مال آئے گا لیکن تجارت کہتے ہیں مال کے بدلے میں مال ہو، اور مکاتب بنانے فک حجر، یعنی تجارت کرنے کی جو رکاوٹ تھی اس کے بدلے مال آرہا ہے اس لئے یہ تجارت نہیں ہے، اس لئے مکاتب بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے مکاتب بنانے کا انجام یہ ہوگا کہ وہ غلام مال ادا کر کے آزاد ہو جائے گا، اور اس سے آقا کا بہت بڑا نقصان ہے، اس لئے مکاتب بنانے کی اجازت نہیں ہوگی

ترجمہ: (۱۳۹۹) لیکن اگر آقا غلام کو مکاتب بنانے کی اجازت دے اور غلام ماذون پر قرض نہ ہو تو (تو وہ اپنے غلام کو

ل لِاَنَّ الْمَوْلٰى قَدْ مَلَّكَهُ وَيَصِيْرُ الْعَبْدُ نَائِباًعَنْهُ وَيَرْجِعُ الْحُقُوْقُ اِلَى الْمَوْلٰى لِاَنَّ الْوَكِيْلَ فِيْ الْكِتَابَةِ سَفِيْرٌ

(۱۴۰۰) قَالَ وَلَا يَعْتِقُ عَلٰى مَالٍ ل لانه لَا يَمْلِكُ الْكِتَابَةَ فَالْاِعْتَاقُ اَوْلٰى

(۱۴۰۱) وَلَا يُقْرِضُ ل لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ كَالْهِبَةِ

(۱۴۰۲) وَلَا يَهَبُ بِعِوَضٍ وَلَا بِغَيْرِ عِوَضٍ وَكَذٰلِكَ لَا يَتَصَدَّقُ ل لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ تَبَرُّعٌ بِصَرِيْحِهِ اِبْتِدَاءً وَانْتِهَاءً اَوْ اِبْتِدَاءً فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْاِذْنِ بِالتِّجَارَةِ.

مکاتب بنا سکتا ہے)

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس صورت میں آقا نے غلام کو مکاتب بنانے کا مالک بنا دیا، غلام ماذون آقا کا نائب بن گیا، اس صورت میں مکاتب کے تمام حقوق آقا کی طرف لوٹیں گے، کیونکہ وکیل سفیر ہوتا ہے (اور تمام حقوق موکل کی طرف لوٹتے ہیں)

تشریح: آقا نے ماذون غلام کو کہا کہ تم اپنے غلام کو مکاتب بنا سکتے ہو، تو اس صورت میں ماذون مکاتب بنانے میں آقا کا نائب ہوگا، اور ماذون صرف وکیل ہوگا، اور مکاتب کے تمام حقوق کا ذمہ دار خود آقا ہوگا، کیونکہ یہ مکاتب غلام آقا کا ہی ہے، اور ماذون غلام مکاتب بنانے کا وکیل اور سفیر ہے

ترجمہ: (۱۴۰۰) عبد ماذون مال کے بدلے آزاد نہیں کر سکتا ہے

ترجمہ: ل اس لئے کہ وہ مکاتب بنانے کا مالک نہیں ہے تو آزاد کرنے کا بدرجہ اولی مالک نہیں ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۴۰۱) اور قرض بھی نہیں دے سکتا ہے

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ بھی ہبہ کی طرح محض تبرع ہے

تشریح: قرض دینے میں بعد میں رقم واپس آجائے گی، لیکن ابتدائی طور پر یہ تبرع اور احسان ہے، اور یہ تجارت میں داخل نہیں ہے، اس لئے ماذون غلام یہ نہیں کر سکتا ہے

ترجمہ: (۱۴۰۲) اور نہ ہبہ کرے عوض سے اور نہ بغیر عوض کے ایسے ہی صدقہ بھی نہیں کر سکتا ہے

ترجمہ: ل اس لئے کہ سب بھی صراحت کے ساتھ تبرع ہے، کچھ تو ابتداء اور انتہاء دونوں طرح کے تبرع ہے، جیسے بغیر بدلے کا ہبہ، اور کچھ ابتداء کے طور پر تبرع ہے، جیسے بدلے میں ہبہ کرنا، اس لئے تجارت کی اجازت میں یہ داخل نہیں ہوگا

وجہ: بغیر عوض کے ہبہ کرنا مولی کو سراسر نقصان دینا ہے اس لئے بغیر عوض کے ماذون ہبہ نہیں کر سکتا۔ اور عوض کے بدلے کرے تو اس میں ابتداءً مفت ہے اور انتہاءً بدلہ ہے اس لئے یہ بھی نہیں کر سکتا۔ نیز ہبہ کرنا لوازم تجارت میں سے نہیں ہے اس لئے نہیں کر سکتا۔

(۱۴۰۳) قَالَ اِلَّا اَنْ يَهْدِىَ الْيَسِيْرَ مِنَ الطَّعَامِ اَوْ يُضِيْفَ مَنْ يُّطْعِمُهُ ۱؎ لِاَنَّهُ مِنْ ضَرُوْرَاتِ التِّجَارَةِ اِسْتِجْلَا بِ لِقُلُوْبِ الْمُجَاهِرِيْنَ ۲؎ بخلاف المحجور عليه لانه لا اذن له اصلا فكيف يثبت ما هو من ضروراته ۳؎ و عن ابى يوسف ان المحجور عليه اذا اعطاه المولى قوت يومه فدعا بعض رفقائه على ذالك الطعام فلا باس به بِخِلَافِ مَا اِذَا اَعْطَاهُ قُوْتَ شَهْرٍ لِاَنَّهُمْ لَوْ اَكَلُوْهُ قَبْلَ الشَّهْرِ يَتَضَرَّرُ بِهِ المولى ۴؎ قَالُوْا وَلَا بَاْسَ لِلْمَرْأَةِ اَنْ تَتَصَدَّقَ مِنْ مَنْزِلِ زَوْجِهَا بِالشَّيْءِ الْيَسِيْرِ كَالرَّغِيْفِ وَنَحْوِهٖ لِاَنَّ ذَالِكَ غَيْرُ مَمْنُوْعٍ عَنْهُ فِى الْعَادَةِ.

ترجمه: (۱۴۰۳) مگر یہ کہ تھوڑا سا کھانا ہدیہ کرے یا اس کی مہمانداری کرے جس نے اس کو کھلایا ہے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ یہ تجارت کی ضروریات میں سے ہیں تا کہ مالدار تاجروں کا دل کھینچا جا سکے

تشریح: ماذون کو جو روزانہ کا کھانا ملتا ہے اس میں سے کسی کی مہمانداری کرنا چاہے یا تحفہ دینا چاہے جو عام معاشرے میں دیتے ہیں تو دے سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے تجارت بڑھے گی اور مالدار گاہک آئیں گے یا جو آدمی اس کو کبھی کبھار کھانا کھلاتا ہے اس کی مہمانداری کر دی تو یہ جائز ہے۔

وجه: یہ تھوڑی بہت چیز معاشرتی اجازت کے تحت ہے اس لئے اس کی اجازت ہوگی۔

لغت: المجاہر: جہر سے مشتق ہے، جو مال بھیجے، یہاں مراد ہے مالدار تاجر۔

ترجمه : ۲؎ بخلاف اس غلام کے جس کو تجارت سے روک دیا گیا ہو (وہ تو اتنا بھی کھلا سکتا ہے) اس لئے اس کو کسی قسم کی تجارت کی اجازت نہیں ہے) تو تجارت کی ضروریات کا کام کیسے کر سکتا ہے

تشریح: جس غلام کو تجارت سے روک دیا گیا ہو وہ تھوڑا سا بھی کھانا نہیں کھلا سکتا ہے

وجه: اس کی وجہ یہ کہ اس کو کسی قسم کی تجارت کی اجازت نہیں ہے اس لئے یہ تجارت کے لوازمات بھی نہیں کر سکتا ہے

ترجمه: ۳؎ حضرت امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جس غلام کو تجارت سے روک دیا گیا ہے، اگر آقا نے اس کو ایک دن کا کھانا دیا، اور غلام نے اپنے ساتھیوں کو کھانے پر بلا لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بخلاف اگر اس کو ایک مہینے کا راشن دیا (تو وہ ہر روز دوستوں کو کھانے پر نہیں بلا سکتا ہے) اس لئے کہ اگر مہینے سے پہلے ہی سب کھانا کھا لیا تو اس سے آقا کا نقصان ہوگا

اصول: تجارت سے روکے ہوئے غلام کو بھی کبھی کبھار اپنے کھانے پر دوستوں کو بلا کر کھانا کھلانے کی گنجائش ہے، لیکن ہر روز نہیں بلا سکتا ہے، اس سے آقا کو نقصان ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمه : ۴؎ علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بیوی کے لئے یہ گنجائش ہے کہ اپنے شوہر کے گھر سے تھوڑی سی چیز، مثلا روٹی وغیرہ صدقہ کر سکتی ہے اس لئے کہ عادت میں شوہر کی جانب سے اس کی ممانعت نہیں ہوتی ہے

تشریح: واضح ہے

(۱۴۰۴) قَالَ وَلَهُ اَنْ يُّحُطَّ مِنَ الثَّمَنِ بِالْعَيْبِ مِثْلُ مَا يَحُطُّ التُّجَّارُ ۱؎ لِاَنَّهُ مِنْ صَنِيْعِهِمْ وَرُبَمَا يَكُوْنُ الْحَطُّ اَنْظُرُ لَهُ مِنْ قَبُوْلِ الْمُعِيْبِ اِبْتِدَاءً بِخِلَافِ مَا اِذَا حَطَّ مِنْ غَيْرِ عَيْبٍ لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ بَعْدَ تَمَامِ الْعَقْدِ فَلَيْسَ مِنْ صَنِيْعِ التُّجَّارِ وَلَا كَذَالِكَ الْمُحَابَاةُ فِى الْاِبْتِدَاءِ لِاَنَّهُ قَدْ يَحْتَاجُ اِلَيْهَا عَلٰى مَابَيَّنَّاهُ

(۱۴۰۵) وَلَهُ اَنْ يُؤَجِّلَ فِى دَيْنٍ قَدْ وَجَبَ لَهُ ۱؎ لِاَنَّهُ مِنْ عَادَةِ التُّجَّارِ.

(۱۴۰۶) قَالَ وَدُيُوْنُهُ مُتَعَلِّقَةٌ بِرَقَبَتِهٖ يُبَاعُ لِلْغُرَمَاءِ اِلَّا اَنْ يَّفْدِيَهُ الْمَوْلٰى

ترجمہ: (۱۴۰۴) ماذون غلام کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ عیب کی وجہ سے متعین قیمت میں کم کر دے، اتنا کم کرے جتنا تاجر کم کرتے ہیں

ترجمہ: ۱؎ یہ بھی تاجروں کا طریقہ ہے کہ، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عیب دار چیز کو واپس لینے سے بہتر ہوتا ہے کہ چیز کی قیمت کر کے (بیچ دے)، بخلاف بغیر عیب کے قیمت کم کرنا (اس کی اجازت نہیں ہوگی) اس لئے کہ یہ تو عقد پورا ہونے کے بعد تبرع محض ہے، اس لئے یہ تاجروں کا طریقہ نہیں ہے

تشریح: یہاں تین باتیں ہیں۔ پہلی بات۔ عقد پورا ہو گیا اب عیب کی وجہ ماذون اتنی قیمت کم کر رہا جتنی عام تاجر کرتے ہیں تو اس کی اجازت ہوگی، کیونکہ یہ تاجروں کی عادت ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ عیب دار چیز کو واپس لینے سے بہتر ہے کہ قیمت کم کر کے بیچ دی جائے، اس لئے اس کی گنجائش ہوگی۔ دوسری بات۔ ہاں عیب نہیں ہے پھر بھی عقد پورا ہونے کے بعد قیمت کم رہا ہے تو یہ محض تبرع ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں ہوگی

ترجمہ: ۲؎ شروع ہی سے محابات کرے اس کا حکم بغیر عیب کے قیمت کرنے کے علاوہ ہے، کیونکہ کبھی اس کی ضرورت پڑ جاتی ہے

تشریح: محابات کا ترجمہ ہے کہ چیز کی جتنی قیمت ہے اس سے اتنی قیمت کم کر کے بیچے جتنی عام تجار نہیں بیچتے ہیں، ماذون کو اس کی اجازت ہوگی، کیونکہ کبھی اس کی ضرورت پڑ جاتی ہے کہ بہت کم قیمت میں چیز بیچنی پڑتی ہے، مثلا سبزی ہے جو زیادہ دیر تک رہنے سے سڑ سکتی ہے اس لئے بہت کم قیمت میں بیچنی پڑتی ہے تو ماذون کو اس کی بھی اجازت ہوگی

ترجمہ: (۱۴۰۵) عبد ماذون کے لئے قرض واجب ہوا ہے اس کو موخر کر سکتا ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ تاجروں کی عادت ہے

تشریح: کسی چیز کو بیچنے کی وجہ سے مشتری پر فوری قرض ہوا تھا، اب وہ تاخیر کے ساتھ بھی لینے کا حق رکھتا ہے، کیونکہ تاجروں کی یہ عادت ہے کہ حالات دیکھ کر گاہک کے قرض کو موخر کرتے ہیں، اس لئے ماذون کو بھی اس کی گنجائش ہوگی

ترجمہ: (۱۴۰۶) اور اس کے قرض متعلق ہوں گے ماذون کی گردن کے ساتھ، وہ قرض خواہوں کے لئے بیچا جائے گا مگر یہ کہ مولی اس کا بدلہ دے دے۔ اور اس کی قیمت تقسیم کی جائے گی ان کے درمیان حصوں کے مطابق۔

تشریح: تجارت کی وجہ سے جو کچھ قرض آیا یہ ماذون غلام کی گردن پر ہوگا۔ جس کی وجہ سے پہلے غلام کے پاس جو کمایا ہوا

۱؎ وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ لَايُبَاعُ وَيُبَاعُ كَسْبُهُ فِيْ دَيْنِهِ بِالْاِجْمَاعِ لَهُمَا اَنَّ غَرْضَ الْمَوْلٰى مِنَ الْاِذْنِ تَحْصِيْلُ مَالٍ لَمْ يَكُنْ لَا تَفْوِيْتَ مَالٍ قَدْ كَانَ لَهُ وَذٰلِكَ فِي تَعْلِيْقِ الدَّيْنِ بِكَسْبِهِ حَتّٰى اِذَا فَضَلَ شَيْءٌ مِنْهُ عَلَى الدَّيْنِ يَحْصُلُ لَهُ لَا بِالرَّقْبَةِ ۲؎ بِخِلَافِ دَيْنِ الْاِسْتِهْلَاكِ لِاَنَّهُ نَوْعُ جِنَايَةٌ

مال ہے اس سے قرض ادا کیا جائے گا۔اس سے بھی پورا نہ ہوتو غلام کو بیچ دیا جائے گا اور اس کی قیمت سے قرض والوں کا قرض ادا کیا جائے گا۔اور وہ بھی قرض والوں کے حصے کے مطابق یعنی مثلا چار آدمیوں کے پانچ پانچ سو درہم قرض ہیں۔اور قیمت میں ایک ہزار درہم آئے تو ہر ایک کو اس کے قرض کے آدھے حصے ملیں گے یعنی ہر ایک کو ڈھائی سو دیئے جائیں گے۔ ایک ہی قرض خواہ کو سب نہیں دے دیا جائے گا۔اسی کو 'بالحصص' کہتے ہیں۔تاکہ قرض والوں کا نقصان نہ ہو۔ہاں مولی اپنی جیب سے قرض ادا کردے تو اب غلام نہیں بیچا جائے گا۔کیونکہ قرض والوں کو قرض مل گیا

وجه:عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: " يُبَاعُ الْعَبْدُ فِي دَيْنٍ، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرُ مِنْ قِيمَتِه (مصنف عبدالرزاق، باب ھل یباع العبد فی دینہ؟، ج ثامن،ص ۲۸۵،نمبر ۱۵۲۳۷)اس قول تابعی میں ہے کہ غلام کو دین میں بیچا جائے گا (۲)۔عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: " دَيْنُ الْعَبْدِ فِي رَقَبَتِهِ لَا يُجَاوِزُهُ أَنْ يَقُولَ: قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ أَنْ تَبِيعُوهُ بِدَيْنٍ يَقُولُ: يُبَاعُ (مصنف عبدالرزاق، باب ھل یباع العبد فی دینہ؟، ج ثامن،ص ۲۸۵،نمبر ۱۵۲۳۶)اس قول تابعی میں بھی ہے کہ غلام کو دین میں بیچا جائے گا

ترجمه : ۱؎ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قرض میں عبد ماذون نہیں بیچا جائے گا، انکی کمائی بالاجماع بیچی جائے گی، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ آقا کا غرض یہ ہے کہ جو مال نہیں تھا غلام وہ کمائے، اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ جو موجود ہے وہ بھی ختم ہو جائے، اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ غلام کی کمائی میں قرض معلق کریں، اور قرض ادا کرکے جو بچے وہ آقا کو ملے، غلام کی گردن بیچی جائے یہ نہیں ہونی چاہئے

اصول :تجارت کی اجازت میں غلام ہی بک جائے اس میں آقا کا بہت بڑا نقصان ہے،امام شافعیؒ کے یہاں اس کی اجازت نہیں ہوگی

تشریح : امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آقا نے تجارت کی اجازت اس لئے دی تھی کہ غلام کما کر لائے گا،اس لئے نہیں دی تھی کہ خود غلام ہی بک جائے گا،اور کمایا ہوا غلام ہی چلا جائے گا،اور اس کی صورت یہی ہے کہ غلام کی کمائی سے قرض ادا کیا جائے،اس کو بیچا نہ جائے،اور قرض ادا کرنے سے جو بچے وہ آقا کا ہو جائے

وجه:قَالَ الثَّوْرِيُّ: وَقَالَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى :لَا يُبَاعُ (مصنف عبدالرزاق، باب ھل یباع العبد فی دینہ؟، ج ثامن،ص ۲۸۵،نمبر ۱۵۲۳۷)اس قول تابعی میں ہے کہ قرض میں غلام نہیں بیچا جائے گا

ترجمه : ۲؎ بخلاف کسی چیز کو ہلاک کردیا اس کے قرض میں (غلام بیچا جائے گا) اس لئے کہ یہ ایک قسم کا جرم ہے۔اور جرم کی وجہ سے گردن کو ہلاک کرنے کا تعلق تجارت کی اجازت سے نہیں ہے

تشریح : یہ جملہ امام شافعیؒ کی جانب سے استدلال ہے کہ اگر غلام ماذون نے کوئی چیز ہلاک کی اور اس کی وجہ سے غلام بیچا گیا تو

وَاسۡتِهۡلَاکُ الرَّقۡبَةِ بِالۡجِنَایَةِ لَا یَتَعَلَّقُ بِالۡاِذۡنِ ۳؎ وَلَنَا اَنَّ الۡوَاجِبَ فِیۡ ذِمَّةِ الۡعَبۡدِ ظَهَرَ وُجُوۡبُهٗ فِیۡ حَقِّ الۡمَوۡلٰی فَیَتَعَلَّقُ بِرَقۡبَتِهٖ اسۡتِیۡفَاءً کَدَیۡنِ الۡاِسۡتِهۡلَاکِ ۴؎ وَالۡجَامِعُ دَفۡعُ الضَّرَرِ عَنِ النَّاسِ وَهٰذَا لِاَنَّ سَبَبَهٗ التِّجَارَةُ وَهِیَ دَاخِلَةٌ تَحۡتَ الۡاِذۡنِ وَتَعَلَّقَ الدَّیۡنُ بِرَقۡبَتِهٖ اِسۡتِیۡفَاءٌ حَامِلٌ عَلَی الۡمُعَامَلَةِ فَمِنۡ هٰذَا الۡوَجۡهِ صَلُحَ غَرۡضاً لِلۡمَوۡلٰی ۵؎ وَیَنۡعَدِمُ الضَّرَرُ فِیۡ حَقِّهٖ بِدُخُوۡلِ الۡمَبِیۡعِ فِیۡ مِلۡکِهٖ ۶؎ وَتَعَلُّقُهٗ بِالۡکَسۡبِ لَا یُنَافِیۡ تَعَلُّقَهٗ بِالرَّقۡبَةِ فَیَتَعَلَّقُ بِهِمَا غَیۡرُ اَنَّهٗ یَبۡدَأُ بِالۡکَسۡبِ فِی الۡاِسۡتِیۡفَاءِ اِیۡفَاءٌ لِحَقِّ الۡغُرَمَاءِ وَاِبۡقَاءً

یہ تجارت کی اجازت کی وجہ سے نہیں چیز ہلاک کرنے کی وجہ سے ہے، تاہم تجارت کی اجازت کی وجہ سے غلام نہیں بیچا جائے گا

ترجمہ : ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ غلام کے ذمے جو کچھ واجب ہوگا وہ آقا کے ذمے بھی واجب ہوگا (اس کی اجازت دینے کی وجہ سے)، اس لئے غلام کی قرض وصول کرنے کے لئے گردن کے ساتھ متعلق ہوگا، جیسے ہلاک کرنے کا قرض غلام کی گردن پر ہوتا ہے

اصول : امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ آقا نے تجارت کی اجازت دی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ غلام کے بکنے پر بھی وہ راضی ہے، اس لئے تجارت کے قرض میں غلام بکے گا

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ غلام کے ذمے قرض ہوا تو آقا کی اجازت کی وجہ سے آقا کے ذمے بھی قرض ہوا، اس لئے غلام کی گردن پر ہوگا، اور جس طرح غلام کوئی چیز ہلاک کرے تو اس کا قرض اس کی گردن پر ہوتا ہے اور اس میں وہ بیچا جاتا ہے، اسی طرح تجارت کا قرض بھی اس کی گردن پر ہے اور وہ اس میں بیچا جائے گا

ترجمہ : ۴؎ ہلاک ہونا اور تجارت دونوں کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں سے نقصان دفع کرنا ہے، اور اس کی وجہ تجارت ہے جو اجازت میں داخل ہے، اور قرض غلام کی گردن سے متعلق ہو گیا، اور وصول ہونا ہی معاملہ کا باعث بنا، اس وجہ سے آقا کے غرض کی صلاحیت رکھتا ہے

تشریح : یہاں لمبی عبارت ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ، چاہے ہلاک کی وجہ سے قرض آئے یا تجارت کی وجہ سے قرض آئے، دونوں کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کو اس کی چیز دیکر نقصان دور کیا جائے دوسری بات یہ کہہ رہے ہیں کہ۔ آقا نے تجارت کرنے کی اجازت دی ہے، اس تجارت کی بنیاد پر قرض ہوا ہے، اس لئے اس قرض سے آقا راضی ہے، اس لئے غلام بیچا جا سکتا ہے

ترجمہ: ۵؎ اور غلام بکنے سے آقا کو زیادہ نقصان نہیں ہے، کیونکہ آقا کو پہلے مبیع مل چکی ہے

تشریح : یہ امام شافعیؒ کے اشکال کا جواب ہے، ان کا اشکال یہ تھا کہ آقا نے مال کمانے کے لئے غلام کو تجارت کی اجازت دی تھی، اور یہاں تو غلام ہی ہاتھ سے چلا گیا، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ غلام تو گیا، لیکن اس کے بدلے میں پہلے مبیع آچکی تھی، اس لئے آقا کا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔

ترجمہ : ۶؎ اور غلام کی کمائی سے قرض معلق ہونے سے گردن کے ساتھ معلق ہونے میں کوئی منافی نہیں ہے، اس لئے کمائی اور گردن دونوں کے ساتھ قرض متعلق ہوگا یہ اور بات ہے کہ قرض دینے والوں کے حق کے لئے پہلے کمائی سے دینا شروع کیا

لِمَقْصُوْدِ الْمَوْلٰى وَعِنْدَ انْعِدَامِهٖ يَسْتَوْفِي مِنَ الرَّقْبَةِ ٤ وَقَوْلُهٗ فِي الْكِتَابِ دُيُوْنُهٗ الْمُرَادُ مِنْهُ دَيْنٌ وَجَبَ بِالتِّجَارَةِ اَوْ بِمَا هُوَ فِيْ مَعْنَاهَا كَالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْاِجَارَةِ وَالْاِسْتِيْجَارِ وَضِمَانُ الْمَغْصُوْبِ وَالْوَدَائِعِ وَالْاَمَانَاتِ اِذَا جَحَدَهَا وَمَا يَجِبُ مِنَ الْعُقْرِ بِوَطْيِ الْمُشْتَرَاةِ بَعْدَ الْاِسْتِحْقَاقِ لِاِسْتِنَادِهٖ اِلَى الشِّرَاءِ فَيَلْحَقُ بِهٖ.

(۱۴۰۷) قَالَ وَيُقَسَّمُ ثمنه بِالْحِصَصِ ۱ لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِالرَّقْبَةِ فَصَارَ كَتَعَلُّقِهَا بِالتَّرِكَةِ

جائے گا، اور آقا کے حق کے لئے (اس کا غلام شروع ہی میں نہ بک جائے)، اور کمائی کے ختم ہونے کے بعد غلام کی گردن سے قرض پورا کیا جائے گا

تشریح: یہ اشکال تھا کہ قرض کا تعلق کمائی اور گردن دونوں سے کیوں ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں سے متعلق ہونے میں کوئی منافی نہیں ہے، البتہ پہلے کمائی سے قرض ادا کیا جائے گا، اس سے پورا نہ ہو تو غلام بیچ کر ادا کیا جائے گا تا کہ شروع ہی میں آقا کا غلام نہ بک جائے

ترجمہ: ٤ متن میں غلام کا قرض اس کی گردن سے متعلق ہوگا، اس قرض سے وہ قرض مراد ہے جو تجارت سے ہوا ہو، جو تجارت کے معنی میں ہو اس سے قرض ہوا ہو، جیسے خرید و فروخت کی ہو، یا اجرت پر دیا ہو، یا اجرت پر کسی چیز کو لیا ہو، یا غصب کا ضمان لازم ہوا ہو، یا ودیعت، یا امانت پر رکھنے کا انکار کیا ہو پھر بھی اس کا ضمان لازم ہوا ہو، یا خریدی ہوئی باندی کسی کی مستحق نکل گئی اس کے بعد اس سے وطی کی اور اس کا عقر، یعنی مہر لازم ہو گیا ہو (تو یہ تمام کی صورتوں میں جو قرض لازم ہوا ہو وہ غلام کی گردن پر ہوگا) کیونکہ یہ سب خریدنے کی طرف منسوب ہیں اس لئے تجارت کے ساتھ ملحق ہوں گے

تشریح: یہاں آٹھ قسم کی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے قرض لازم ہوا ہو تو اس میں غلام بیچا جائے گا، کیونکہ یہ آٹھوں قسم کی چیز کا تعلق غلام کی تجارت سے ہے۔

۱۔ کوئی چیز خریدی ہو اور اس میں قرض لازم ہوا ہو۔ ۲۔ کوئی چیز بیچی ہو۔ ۳۔ کوئی چیز اجرت پر دی ہو۔ ۴۔ کوئی چیز اجرت پر لی ہو۔ ۵۔ کوئی چیز غصب کی ہو، پھر اس غصب کا انکار کیا ہو پھر بھی اس کا ضمان لازم ہوا۔ ۶۔ امانت کی چیز رکھی ہو، اس کو ضائع کرنے کا الزام ہو، اس کا انکار کیا ہو پھر بھی اس کا ضمان لازم ہوا ہو۔ ۷۔ ودیعت کی چیز رکھی ہو،، اس کو ضائع کرنے کا الزام ہو، اس کا انکار کیا ہو پھر بھی اس کا ضمان لازم ہوا ہو۔ ۸۔ باندی خریدی، پھر وہ کسی کی مستحق نکل گئی، اس کے بعد غلام نے اپنی باندی سمجھ کر اس سے وطی کر لی، جس کی وجہ سے اس کا عقر، یعنی وطی کا مہر لازم ہوا۔ تو یہ آٹھوں چیزیں تجارت سے متعلق ہیں اس لئے اس میں قرض آیا تو غلام بیچا جائے گا

ترجمہ: (۱۴۰۷) اور سب قرض والے آپس میں حصے کے اعتبار سے تقسیم کریں گے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ سب کا حق غلام کی گردن کے ساتھ تھا، تو ایسا ہو گیا کہ سب کا حق غلام کی وراثت کے ساتھ ہو

تشریح: غلام بکنے کے بعد یا غلام کی کمائی سے جو مال آئے گا وہ سب قرض دینے والے آپس میں اپنے اپنے حصے کے اعتبار سے

(۱۴۰۸) فَإِنْ فَضُلَ شَيْءٌ مِنْ دُيُوْنِهِ طُوْلِبَ بِهِ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ لِ لِتَقَرُّرِ الدَّيْنِ فِيْ ذِمَّتِهِ وَعَدَمُ وَفَاءُ الرَّقَبَةِ بِهِ
(۱۴۰۹) وَلَا يُبَاعُ ثَانِياً لِ كَيْلَا يَمْتَنِعَ الْبَيْعُ أَوْ دَفْعاً لِلضَّرَرِ عَنِ الْمُشْتَرِيْ ٢ وَيَتَعَلَّقُ دَيْنُهُ بِكَسْبِهِ سَوَاءٌ حَصَلَ قَبْلَ لُحُوْقِ الدَّيْنِ أَوْ بَعْدَهُ وَيَتَعَلَّقُ بِمَا يَقْبَلُ مِنَ الْهِبَةِ

تقسیم کریں گے، سب رقم کوئی ایک قرض دینے والا نہیں لے گا، تاکہ سب کو کچھ نہ کچھ حق ملے، مثلا چار آدمیوں کے پانچ پانچ سو درہم قرض ہیں۔ اور قیمت میں ایک ہزار درہم آئے تو ہر ایک کو اس کے قرض کے آدھے حصے ملیں گے یعنی ہر ایک کو ڈھائی ڈھائی سو دیئے جائیں گے۔ ایک ہی قرض خواہ کو سب نہیں دے دیا جائے گا۔ اسی کو 'بالحصص' کہتے ہیں۔ تاکہ قرض والوں کا نقصان نہ ہو۔

ترجمہ: (۱۴۰۸) پس اگر اس کے قرض میں سے کچھ بچ جائے تو اس کا مطالبہ کیا جائے گا آزادگی کے بعد۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ غلام کے ذمے سب کا قرض تھا، اور غلام کے بکنے سے قرض پورا ادا نہیں ہوا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ حتی الامکان قرض دینے والے کو نقصان نہ ہو۔

تشریح: قرض اتنا تھا کہ غلام کو بیچنے کے بعد جو قیمت آئی اس سے بھی قرض ادا نہیں ہوا بلکہ کچھ قرض باقی رہ گیا تو یہ قرض مولی سے وصول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس نے نہیں لیا ہے۔ اور اس کا غلام تو ایک مرتبہ بک چکا ہے۔ اور قرض والوں کا نقصان نہ ہو اس لئے یہی صورت باقی رہی کہ جب یہ ماذون غلام آزاد ہو اور وہ کمانے لگے تو اس وقت اس سے بقیہ قرض کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور اس سے وصول کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

ترجمہ: (۱۴۰۹) غلام ایک مرتبہ بکنے کے بعد قرض میں دوبارہ نہیں بیچا جائے گا

ترجمہ: لے تاکہ لوگ اس کو خریدنے سے گھبرائیں نہیں، اور خریدنے والوں کو نقصان نہ ہو

تشریح: ماذون غلام ایک مرتبہ قرض میں بک گیا، لیکن اس کی قیمت سے پورا قرض ادا نہیں ہوا، تو اب جس خریدار نے غلام خریدا ہے اس سے دوبارہ بیچنے کے لئے نہیں کہا جائے گا

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اس طرح بار بار بکے گا اور خریدار کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تو میرے ہاتھ سے بھی زبردستی بکوایا جائے گا تو کوئی اس غلام کو خریدے گا ہی نہیں، اس لئے یہ غلام دوبارہ نہیں بیچا جائے گا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جس مشتری نے خریدا ہے اس کو نقصان ہوگا، اس لئے اس کو نقصان سے بچانے کے لئے یہ غلام دوبارہ نہیں بکے گا، ہاں جب یہ غلام آزاد ہوگا اس وقت اس کی کمائی سے قرض والا وصول کرے گا

ترجمہ: ٢ اور اس کا قرض غلام کی کمائی سے متعلق ہوگا، چاہے وہ قرض آنے سے پہلے کمایا ہو یا بعد میں کمایا ہو، یا غلام نے ہبہ قبول کیا تو اس کو بھی قرض میں دے گا

تشریح: غلام کی کمائی کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ قرض سر پر آنے سے پہلے کمایا ہو۔ ۲۔ قرض سر پر آنے کے بعد کمایا ہو، یا کسی نے غلام کو کوئی چیز ہبہ میں دی ہو تو یہ تینوں قسم کی کمائی سے غلام قرض ادا کرے گا۔ ان کمائیوں کو آقا نہیں لے پائے گا، کیونکہ قرض دینے والوں کا حق مقدم ہے

۳؎ لِاَنَّ الْمَوْلیٰ اِنَّمَا یَخْلُفُهُ فِی الْمِلْکِ بَعْدَ فَرَاغِهِ عَنْ حَاجَةِ الْعَبْدِ وَلَمْ یَفْرُغْ
(۱۴۱۰) وَلَا یَتَعَلَّقُ بِمَا انْتَزَعَهُ الْمَولیٰ مِنْ یَّدِهِ قَبْلَ الدَّیْنِ ۱؎ لِوُجُوْدِ شَرْطِ الْخُلُوْصِ لَهُ
(۱۴۱۱) وَلَهُ اَنْ یَأْخُذَ غَلَّةَ مِثْلِهِ بَعْدَ الدَّیْنِ ۱؎ لِاَنَّهُ لَوْ لَمْ یُمْکِنْ مِنْهُ یَحْجُرُ عَلَیْهِ فَلَا یَحْصُلُ الْکَسَبُ وَالزِّیَادَةُ عَلیٰ غَلَّةِ الْمِثْلِ یَرُدُّهَا عَلی الْغُرَمَاءِ لِعَدَمِ الضَّرُوْرَةِ فِیْهَا وَتَقَدَّمَ حَقُّهُمْ.
(۱۴۱۲) قَالَ فَاِنْ حَجَرَ عَلَیْهِ لَمْ یَنْحَجِرْ حَتّٰی یَظْهَرَ حَجْرُهُ بَیْنَ اَهْلِ سُوْقِهِ

ترجمه: ۳؎ اس لئے کہ غلام کی ضرورت پوری ہونے کے بعد آقا کا حق ہوتا ہے، اور غلام کی ضرورت ابھی پوری نہیں ہوئی ہے، (اس پر تو قرض باقی ہے)

تشریح: واضح ہے

ترجمه: (۱۴۱۰) آقا نے غلام پر قرض ہونے سے پہلے غلام سے رقم لے لی تو یہ آقا کا ہو گیا ہے

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ یہ رقم خاص آقا کی ہو چکی ہے

تشریح: غلام پر قرض ہونے کے بعد تو آقا غلام کی کمائی نہیں لے سکے گا، قرض سے بچے گا تب لے گا، لیکن قرض ہونے سے پہلے جو لیا ہے وہ آقا کا ہو گیا ہے، غلام اس کو آقا سے واپس نہیں لے سکتا ہے

وجه: قرض سے پہلے آقا کو لینے کا حق تھا، اور لے لینے کے بعد آقا اس کا مالک بن گیا ہے، اس لئے اب اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے

لغت: انتزعہ: نزع سے مشتق ہے، کھینچنا، کھینچ کر لے لیا

ترجمه: (۱۴۱۱) آقا کو حق ہے کہ قرض ہونے کے بعد بھی گھر کا کرایہ غلام سے وصول کرے

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ اگر آقا کو اس کی قدرت نہ دی جائے وہ تجارت کرنے سے غلام کو روک دے گا، تو کوئی بھی کمائی نہیں آئے گی، ہاں مثلی کرایہ سے جو زیادہ کمائی ہو وہ قرض دینے والوں کو دے دیا جائے گا، کیونکہ آقا کو اس کی ضرورت نہیں ہے، اور قرض دینے والوں کا حق پہلے ہے

لغت: غلة مثلہ: زمین کا کرایہ، گھر کا کرایہ کو غلہ کہا جاتا ہے، غلة مثلہ: بازار میں جو مناسب کرایہ ہے، اس کو غلة مثلہ، کہتے ہیں

تشریح: مثلا آقا نے کاشت کرنے کے لئے زمین غلام کو دی ہے، اور اس کا کرایہ متعین کیا ہے، یا گھر رہنے کے لئے دیا ہے، اور اس کا کرایہ متعین کیا ہے، تو آقا اپنا مناسب کرایہ قرض دینے والوں سے پہلے وصول کرے گا، اس سے جو بچے گا تب جا کر قرض والا لے گا

وجه: (۱) زمین کا کرایہ آقا کا واجبی حق ہے، یہ غلام کی کمائی کو لینا نہیں ہے، یہ بھی غلام نہیں دے گا تو آقا تجارت کرنے سے ہی روک دیگا، اور کچھ بھی کمائی نہیں آئے گی تو قرض دینے والوں کو پھر کیا ملے گا، اس لئے آقا کرایہ پہلے وصول کرے گا۔

ترجمه: (۱۴۱۲) اگر اس پر حجر کیا تو اس پر حجر نہیں ہوگا یہاں تک کہ حجر ظاہر ہو جائے بازار والوں کے درمیان۔

۱؎ لِاَنَّهٗ لَوْ اِنْحجر لِتَضَرَّرِ النَّاسِ بِهٖ لِتَاَخُّرِ حَقِّهِمْ اِلٰی مَا بَعْدَ الْعِتْقِ لَمَّا لَمْ يَتَعَلَّقْ بِرَقْبَتِهٖ وَكَسْبِهٖ وَقَدْ بَايَعُوْهُ عَلٰی رَجَاءِ ذَالِكَ ۲؎ وَيُشْتَرَطُ عِلْمُ اَكْثَرَ اَهْلِ سُوْقِهٖ حَتّٰی لَوْ حجرَ عَلَيْهِ فِی السُّوْقِ وَلَيْسَ فِيْهِ اِلَّا رَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ لَمْ يَنْحَجِرْ ۳؎ وَلَوْ بَايَعُوْهُ جَازَ وَاِنْ بَايَعَهُ الَّذِیْ عَلِمَ بِحَضْرِهٖ ۴؎ وَلَوْ حَجَرَ عَلَيْهِ فِیْ بَيْتِهٖ بِمُحْضَرٍ مِّنْ اَكْثَرِ اَهْلِ سُوْقِهٖ يَنْحَجِرُ وَالْمُعْتَبَرُ شُيُوْعُ الْحَجَرِ اِشْتِهَارُهٗ فَيَقَامُ ذَالِكَ

تشریح : مولی نے غلام ماذون کو تجارت کرنے سے روک دیا اور حجر کر دیا تو بازار کے اکثر لوگوں کو اس کا علم ہوتب حجر ہوگا۔ اگر ایک دو آدمی کو حجر کا علم ہوا تو ابھی حجر نہیں ہوگا۔ اس درمیان غلام نے تجارت کر لی تو نافذ ہو جائے گی۔

وجہ :اگر اکثر لوگوں کو علم نہ ہو تو ممکن ہے کہ یہ سمجھ کر کہ ابھی اس پر حجر نہیں ہوا ہے اس سے خرید و فروخت کر لے اور ان کو نقصان ہو جائے۔ اس لئے اکثر لوگوں کو علم ہونا ضروری ہے۔

لغت: حجر :غلام کو تجارت کرنے سے منع کرنا۔

ترجمہ : ۱؎ کیونکہ اگر آقا تجارت سے روک دے (اور لوگوں کو معلوم نہ ہو) تو لوگوں کو نقصان ہوگا، اور غلام کے آزاد ہونے کے بعد تک ان کا حق موخر ہو جائے گا، جبکہ غلام کی گردن اور اس کی کمائی سے لوگوں کا حق متعلق نہیں ہوگا، حال آنکہ ان لوگوں نے اس امید پر تجارت کی تھی کہ ان کو حق مل جائے گا

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ آقا نے غلام کو تجارت کرنے سے منع کر دیا، اس کے بعد غلام نے تجارت کی اور اس پر قرض آیا تو یہ قرض اب غلام اپنی کمائی، یا اپنے آپ کو بیچ کر ادا نہیں کرے گا، کیونکہ آقا نے منع کر دیا تھا، اب جب غلام آزاد ہوگا اور وہ کمائے گا تب جا کر قرض والوں کو اس کا قرض ملے گا، اب اگر آقا نے گھر میں غلام کو تجارت کرنے سے منع کر دیا، اور عام لوگوں کو اس کا علم نہیں ہوا تو ان کو پریشانی ہوگی، کب غلام آزاد ہوگا، اور ہوگا بھی یا نہیں، اور کب اس کو قرض ملے گا، اس میں تاجروں کا بڑا نقصان نہیں ہے، اس لئے صاحب ہدایہ فرما رہے ہیں تجارت سے منع کو تاجروں کے درمیان عام کریں تب حجر ہوگا

ترجمہ : ۲؎ اور بازار کے اکثر لوگوں کا منع کا علم ہونا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ اگر بازار میں منع کیا اور وہاں ایک دو آدمی ہوں تو حجر نہیں ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۳؎ اور جس کو منع ہونے کا علم تھا اس کے باوجود غلام سے بیع کی تو بھی جائز ہو جائے گی

تشریح : ایک آدمی کو معلوم ہے کہ غلام کو تجارت کرنے سے منع کیا ہے اس کے باوجود اس سے بیع و شراء کی تو بیع ہو جائے گی، البتہ قرض ہوگا تو غلام کے آزاد ہونے کے بعد اس کی کمائی سے وصول کرے گا

ترجمہ : ۴؎ اور اگر بازار کے اکثر لوگوں کے سامنے منع کیا تو بھی منع ہو جائے گا، اور معتبر ہے کہ یہ بات عام ہو جائے، تو ظہور کے قائم مقام ہو جائے گا، جیسے رسولوں کی رسالت کی تبلیغ کرنا

تشریح : حضرات انبیاء کرام نے اپنی رسالت کا اشتہار کیا عام ہونے کے لئے یہی کافی ہے، اسی طرح تجارت سے منع

مَقَامَ الظُّهُوْرِ عِنْدَ الْكُلِّ كَمَا فِيْ تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ مِنَ الرُّسُلِ عليهم السلام ۵ وَيَبْقَى الْعَبْدُ مَاذُوْنًا اِلَى اَنْ يَعْلَمَ بِالْحَجرِ كَالْوَكِيْلِ اِلَى اَنَّ يَعْلَمَ بِالْعَزْلِ وَهٰذَا لِاَنَّهٗ يَتَضَرَّرُبِهٖ حَيْثُ يَلْزَمُ قَضَاءُ الدَّيْنِ مِنْ خَالِصِ مَالِهٖ بَعْدَ الْعِتْقِ وَمَارَضِيَ بِهٖ ٦ وَاِنَّمَا يُشْتَرَطُ الشُّيُوْعُ فِي الْحَجرِ اِذَا كَانَ الْاِذْنُ شَائِعاً اَمَّا اِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِهٖ اِلَّا الْعَبْدُ ثُمَّ حَجرَ عَلَيْهِ بِعِلْمٍ مِنْهُ يَنْحَجِرُ لِاَنَّهٗ لَا ضَرَرَ فِيْهِ.

(۱۴۱۳) قَالَ وَلَوْ مَاتَ الْمَوْلىٰ اَوْ جُنَّ اَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدّاً صَارَ الْمَاذُوْنُ مَحْجُوْراً عَلَيْهِ

کرنے میں شہرت ہوگئی اتنا ہی کافی ہے

ترجمہ : ۵ اورغلام کو جب تک منع ہونے کاعلم نہ ہوتو اس کی اجازت سمجھی جائے گی، جیسے وکیل کو عزل ہونے کاعلم نہ ہو(تو وکیل ہی رہے گا)، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے قرض ادا کرنے کا نقصان نہ ہو، حال آنکہ غلام اس سے راضی نہیں ہے

اصول: غلام کو معزول ہونے کاعلم ہوگا تب ہی وہ معزول ہوگا

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ غلام کو منع کاعلم ہوتب ہی حجر ہوگا، اگر آقا نے منع کیا ہے، لیکن ابھی اس کو اس کاعلم نہیں ہے تو حجر یعنی ممنوع نہیں ہوگا

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ممنوع ہوجائے تو اس کے بعد جو تجارت کرے گا اور قرض ہوگیا تو آزاد ہونے کے بعد غلام کو اپنی کمائی سے ادا کرنا ہوگا، اور غلام ایسا نہیں چاہتا ہے، وہ تو یہ چاہتا ہے جو بھی قرض ہو تجارت کے زمانے کے پیسے سے ادا کرے، اس لئے غلام کو ممنوع ہونے کاعلم ہوتب جا کر وہ ممنوع ہوگا

ترجمہ : ٦ ممنوع کو عام ہونے کی شرط اس وقت ہے جبکہ اجازت کی اطلاع عام لوگوں کو ہوگئی ہو، اور اگر اجازت کی اطلاع صرف غلام کو ہو صرف غلام کو معلوم ہونا کافی ہے اس لئے کہ اس صورت میں نقصان نہیں ہوگا

تشریح :آقا نے تجارت کی اطلاع دی تھی اس کی اطلاع عام تاجروں کو نہیں تھی صرف غلام کو اس کاعلم تھا، تو منع کرنے میں بھی صرف غلام کو معلوم ہونا کافی ہے، کیونکہ کسی کو معلوم ہی نہیں ہے کہ غلام کو تجارت کی اجازت ہے تو پھر کسی کو نقصان بھی نہیں ہوگا

ترجمہ: (۱۴۱۳) اگر مولی مرگیا یا اس پر جنون طاری ہوگیا یا مرتد ہو کر دارالحرب چلا گیا تو ماذون مجور ہوجائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اصیل میں تجارت کرنے کی صلاحیت نہیں رہی تو فرع سے بھی صلاحیت ختم ہوجائے گی۔

تشریح :مولی مرگیا تو جو غلام ماذون تھا اب وہ تجارت نہیں کرسکے گا مجور ہوجائے گا۔ یا مولی مجنون ہوگیا یا مرتد ہو کر دارالحرب بھاگ گیا اور وہاں مل گیا تو ان صورتوں میں مجور کرنے کی ضرورت نہیں۔ غلام خود بخود مجور ہوجائے گا۔

وجہ :خود مولی جو اصیل ہے اس میں تجارت کرنے کی اہلیت نہیں رہی تو دوسرے کو تجارت کرنے کی اجازت کیسے دے گا۔ اس لئے مولی پر یہ سب حالات طاری ہوتے ہی ماذون مجور ہوجائے گا۔

لِلاَنّ الْاِذْنَ غَيْرُ لَازِمٍ وَمَا لَا يَكُوْنُ لَازِماً مِنَ التّصَرُّفِ يُعْطىٰ لِدَوَامِهِ حُكْمُ الْاِبْتِدَاءِ هٰذا هُوَ الْاَصْلُ فَلَا بُدَّ مِنْ قِيَامِ اَهْلِيّةِ الْاِذْنِ فِيْ حَالَةِ الْبَقَاءِ وَهِيَ تَنْعَدِمُ بِالْمَوْتِ وَالْجُنُوْنِ وَكَذَا بِاللُّحُوْقِ لِاَنَّهٗ مَوْتٌ حُكْماً حَتّٰى يُقْسَمَ مَالُهٗ بَيْنَ وَرَثَتِهٖ.

(۱۴۱۴) قَالَ وَاِذَا اَبِقَ الْعَبْدُ صَارَ مَحْجُوْراً عَلَيْهِ لِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَبْقىٰ مَاذُوْناً لِاَنَّ الْاِبَاقَ لَا يُنَافِيْ اِبْتِدَاءَ الْاِذْنِ فَكَذَا لَا يُنَافِي الْبَقَاءَ وَصَارَ كَالْغَصَبِ ٢ وَلَنَا اَنَّ الْاِبَاقَ حَجْرٌ دَلَالَةً لِاَنَّهٗ اِنَّمَا يَرْضىٰ

ترجمہ : لِ اس لئے کہ غلام کو اجازت دی ہے وہ لازم نہیں ہے، اور جو اجازت لازم نہ ہو اس میں شروع سے اخیر تک اجازت دینے والے کا اہل ہونا ضروری ہے، یہی قاعدہ ہے، اس لئے باقی ہونے کی حالت میں بھی اجازت کی اہلیت ہونی ضروری ہے، اور آقا مر گیا، یا مجنون ہو گیا، یا دار الحرب چلا گیا تو اب اجازت کی اہلیت ختم ہو گئی، اس لئے دار الحرب جانا گویا کہ مر جانا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا مال ورثاء میں تقسیم کر دیا جاتا ہے

تشریح : یعطی لدامہ حکم الابتداء۔ یہ ایک محارہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اجازت لازم نہ ہو اس میں شروع میں بھی اجازت دینے کے لئے آقا میں اجازت دینے کی اہلیت چاہئے، اور بعد میں بھی اجازت دینے کی اہلیت چاہئے، لیکن جب آقا مر گیا تو اب اجازت دینے کی اہلیت ختم ہو گئی، جس کی وجہ سے غلام خود بخود ممنوع اور مجور ہو گیا۔ اسی طرح مجنون ہو گیا تو اہلیت ختم ہو گئی، یا آقا مرتد ہو کر دار الحرب چلا گیا اور وہاں مل گیا تو گویا کہ وہ مر گیا، یہی وجہ ہے کہ اب اس کا مال ورثاء میں تقسیم ہو جائے گا جیسے مردے کا مال تقسیم ہو جاتا ہے، اور جب مر گیا تو اس کی اجازت کی اہلیت ختم ہو گئی، اس لئے غلام بھی مجور ہو جائے گا

ترجمہ: (۱۴۱۴) اگر ماذون غلام بھاگ گیا تو مجور ہو جائے گا۔

وجہ: بھاگنے والے غلام پر تاجروں کا کیا اعتماد رہے گا؟ اور خود مولی اس پر تجارت کرنے کا اعتماد کیسے کرے گا؟ کیونکہ وہ تو مال لیکر ہی غائب ہو جائے گا۔ اس لئے بھاگنے والا غلام بھاگتے ہی مجور ہو جائے گا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ آقا نے اس حال میں تجارت کی اجازت دی تھی غلام سے اس کی کمائی کا مال لے سکے، اور جب بھاگ گیا تو اب کیسے کمائی لیگا، اس لئے غلام کے بھاگتے ہیں غلام مجور ہو جائے گا

ترجمہ: لِ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بھاگنے کے باوجود غلام کی اجازت باقی رہے گی، اس لئے کہ بھاگے ہوئے غلام کو تجارت کی اجازت دے تو جائز ہے، اس لئے اجازت دیا ہوا بھاگ جائے تو بھی اجازت باقی رہے گی، اور یہ معاملہ غصب کی طرح ہو گیا

تشریح: لا ینافی ابتداء الاذن فکذا لا ینافی البقاء : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بھاگے ہوئے غلام کو تجارت کی اجازت دے تو جائز ہے، تو اجازت دینے کے بعد بھاگ گیا تب بھی اجازت باقی رہے گی، کیونکہ دونوں صورتوں میں بھاگنا پایا گیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اجازت دئے ہوئے غلام کو کوئی غصب کر لئے تو یہ غلام ہاتھ سے جا چکا ہوتا ہے، پھر بھی اس کی اجازت باقی رہتی ہے، اسی طرح بھاگا ہوا غلام ہاتھ سے جا چکا ہوتا ہے پھر بھی اس کی اجازت باقی رہے گی

ترجمہ :۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ بھاگ جانا یہ دلالت ہے کہ وہ مجور ہو گیا، اس لئے کہ آقا نے اس انداز میں اجازت دی تھی

بِكَوْنِهٖ مَاذُوْناً عَلىٰ وَجْهٍ يَتَمَكَّنُ مِنْ تَقْضِيَةِ دَيْنِهٖ بِكَسَبِهٖ ٣ بِخِلَافِ اِبْتِدَاءِ الْإِذْنِ لِاَنَّ الدَّلَالَةَ لَا مُعْتَبَرٌ بِهَا عِنْدَ وُجُوْدِ التَّصْرِيْحِ بِخِلَافِهَا وَبِخِلَافِ الْغَصَبِ لِاَنَّ الْإِنْتِزَاعَ مِنْ يَدِ الْغَاصِبِ مُتَيَسِّرٌ.
(١٤١٥) قَالَ وَإِذَا وَلَدَتِ الْمَاذُوْنُ لَهَا مِنْ مَوْلَاهَا فَذٰلِكَ حَجْرٌ عَلَيْهَا

کہ غلام کی کمائی سے قرض کا تقاضہ کر سکے

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے دلیل ہے کہ آقا نے جب تجارت کی اجازت دی تھی تو اس کا خیال تھا کہ میں اس سے اس کی کمائی سے رقم کا تقاضہ کرتا رہوں گا، اور جب غلام بھاگ گیا تو یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے دلالت یہی ہے کہ تجارت کی اجازت ختم ہو جائے

ترجمہ: ٣ بخلاف بھاگے ہوئے غلام کو ابتداء تجارت کی اجازت دینا، اس لئے صراحت کے مقابلے میں دلالت کا اعتبار نہیں ہے

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ بھاگے ہوئے غلام کو اجازت دی جا سکتی ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے، کہ جب بھاگے ہوئے غلام کو آقا نے صراحت کے ساتھ تجارت کی اجازت دے دی تو آقا خود راضی ہے کہ چاہے بھاگے ہوئے غلام سے رقم وصول نہ ہو تب بھی اجازت دیتا ہوں، اب اس کے مقابلے پر دلالت کا اعتبار نہیں ہوگا

ترجمہ: ٤ بخلاف غصب کے اس لئے کہ غاصب کے ہاتھ سے رقم لینا آسان ہے

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ اجازت دئے ہوئے غلام کو غصب کر لے تب بھی اجازت باقی رہتی ہے تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ بھاگے ہوئے غلام سے رقم وصول کرنا ناممکن ہے، جبکہ غصب کئے ہوئے غلام سے اپنی رقم لینا آسان ہے، اس لئے غصب کئے غلام کی اجازت ختم نہیں ہوگی، اور وہ مجور نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۴۱۵) اگر ماذونہ باندی نے بچہ دیا اپنے مولی سے تو اس پر حجر ہے۔

اصول: آقا نے باندی کو اپنے لئے روک لیا تو اس حجر ہو جائے گا، اور قرض کا ذمہ دار آقا ہوگا، کیونکہ اس نے اپنی حرکت سے باندی کو تجارت کرنے سے روکا ہے

تشریح: آقا نے باندی کو تجارت کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس درمیان مولی سے باندی کو بچہ پیدا ہو گیا اور باندی اب مولی کی ام ولد بن گئی۔ اور اس میں آزادگی کا شائبہ آ گیا کہ مولی کے مرنے کے بعد ام ولد آزاد ہو جائے گی۔ اس لئے ام ولد بننا اس بات کی دلیل ہے کہ اب تجارت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور دلالۃً مولی کی جانب سے تجارت کرنے سے حجر ہو گیا۔

وجہ: (۱) ایک وجہ تو یہ ہے کہ اب مولی اس کو پردہ میں رکھنا چاہے گا عام باندی کی طرح اختلاط پسند نہیں کرے گا۔ اس لئے گویا کہ حجر ہو گیا (۲) اگر ام ولد پر قرض ہو گیا تو چونکہ اس میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے اس لئے وہ بیچی نہیں جائے گی تو قرض کی ادائیگی کیسے ہوگی۔ اس کی وجہ سے قرض والوں کو نقصان ہوگا۔ اور مولی دے گا نہیں کیونکہ اس نے قرض دینے کی ذمہ داری نہیں لی ہے۔ اس لئے ام ولد ہونا حجر شمار ہوگا۔

۱؎ خِلَافاً لِزُفَرَ وَهُوَ يَعْتَبِرُ حالة الْبَقَاءَ بِالْاِبْتِدَاءِ ۲؎ وَلَنَا اَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهُ يَحْصُنُهَا بَعْدَ الْوِلَادَةِ فَيَكُوْنُ دَلَالَةُ الْحجرِ عَادَةً ۳؎ بِخِلَافِ الْاِبْتِدَاءِ لِاَنَّ الصَّرِيْحَ قَاضٍ عَلَيْهِ الدَّلَالَةُ ۴؎ وَيَضْمَنُ الْمَوْلٰى قِيْمَتَهَا اِنْ رَكِبَتْهَا دُيُوْنٌ لِاِتْلَافِهِ مَحَلّاً تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغُرَمَاءِ اِذْ بِهٖ يَمْتَنِعُ الْبَيْعُ وَبِهٖ يَقْضِيْ حَقَّهُمْ

(۱۴۱۶) قَالَ وَاِذَا اسْتَدَانَتِ الْاَمَةُ الْمَاذُوْنُ لَهَا اَكْثَرَ مِنْ قِيْمَتِهَا فَدَبَّرَهَا الْمَوْلٰى فَهِيَ مَاذُوْنٌ لَهَا

ترجمہ : ۱؎ امام زفرؒ اس کے خلاف ہیں (یعنی ام ولد بننے کے بعد بھی مجور نہیں ہوگی) اگر ام ولد کو تجارت کی اجازت ہو تو جائز ہے، اسی طرح پہلے سے تجارت کی اجازت تھی پھر ام ولد بنی تب بھی مجور نہیں ہوگی

تشریح : وھو یعتبر البقاء بالابتداء: یہ ایک محاورہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سے ام ولد تھی اور پھر بھی آقا نے تجارت کی اجازت دی تو جائز ہے، اسی طرح پہلے سے ماذون باندی تھی اور اب اس کو ام ولد بنا دیا تب بھی اجازت ساقط نہیں ہونی چاہئے

ترجمہ : ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ ام ولد بنانے کے بعد آقا لوگوں کے ساتھ میل جول سے محفوظ رکھے گا اس لئے عادۃ دلالت کے طور پر یہ حجر ہے

تشریح : واضح ہے

ترجمہ : بخلاف ام ولد رہتے ہوئے تجارت کی اجازت دے (تو ام ولد ماذون ہوگی) اس لئے کہ صریح دلالت پر بھاری ہے

تشریح : آقا کے پاس ام ولد تھی اس نے جان کر ام ولد کو تجارت دی تو صراحت کے ساتھ اجازت دینی ہوئی، تو وہ ماذون ہوگی، اس لئے کہ صراحت دلالت پر بھاری ہے

لغت : قاض علی الدلالۃ: صراحت دلالت پر فیصلہ کرنے والی ہے، یعنی صراحت موجود ہو تو پھر دلالت کو چھوڑ دیا جائے گا

ترجمہ : ۴؎ اگر مدبر باندی پر قرض آجائے تو باندی کی قیمت کا آقا ضامن ہوگا، اس لئے کہ قرض دینے والوں کا حق ام ولد کی قیمت کے ساتھ متعلق ہو گیا تھا اور آقا نے ام ولد بنا کر ضائع کر دیا اس لئے کہ لوگ اب ان سے بیع کرنے سے رکیں گے، اس لئے کہ باندی کی قیمت ہی سے قرض والوں کا قرض ادا کیا جاتا تھا

تشریح : آقا نے جس ماذون باندی کو ام ولد بنایا اس پر تجارت میں قرض آگیا تو باندی کی جتنی قیمت ہے مثلا ایک ہزار درہم اس کی قیمت ہے اور باندی پر بارہ سو درہم قرض ہے تو آقا ایک ہزار درہم کا قرض دینے والوں کے لئے ضامن بنے گا

وجہ : اگر ام ولد نہ بناتا تو قرض والے اپنا قرض باندی کو بیچ کر وصول کرتا، لیکن آقا نے اس کو ام ولد بنا کر اب بیچنے سے آقا نے منع کر دیا، اس لئے آقا باندی کی قیمت ایک ہزار کا ذمہ دار ہوگا، کیونکہ اس نے ہی بیچنے سے منع کیا ہے۔ اور باقی جو دو سو درہم اور ہیں اس کو باندی کے آزاد ہونے کے بعد جب کمائے گی، اس وقت وصول کر سکے گا (۲) عن الزھری قال اذن له سیدہ فی الشراء فھو ضامن لدینه (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یباع العبد فی دینه، نمبر ۱۵۲۳۴) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مولی ام ولد کے قرض کا ضامن ہوگا۔

ترجمہ : (۱۴۱۶) ماذون باندی نے اپنی قیمت سے زیادہ قرض لے لیا، پھر آقا نے اس کو مدبر بنا دیا تب بھی اس کو اپنی

عَلىٰ حَالِهَا ۱؎ لِانْعِدَامِ دَلالَةِ الْحَجرِ اِذِ الْعَادَةُ مَا جَرَتْ بِتَحْصِيْنِ الْمُدَبَّرَةِ ۲؎ وَلَا مُنَافَاةَ بَيْنَ حُكْمَيْهَا اَيْضاً ۳؎ وَالْمَوْلىٰ ضَامِنٌ لِقِيْمَتِهَا لِمَا قَرَّرْنَاهُ فِي اُمِّ الْوَلَدِ.

(۱۴۱۷) قَالَ وَاِذَا حَجرَ عَلَى الْمَاذُوْنِ فَاِقْرَارُهُ جَائِزٌ فِيْمَا فِيْ يَدِهٖ مِنَ الْمَالِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ۱؎ وَمَعْنَاهُ اَنْ يُّقِرَّ بِمَا فِيْ يَدِهٖ اَنَّهُ اَمَانَةٌ لِغَيْرِهٖ اَوْ غَصَبَ مِنْهُ اَوْ يَقِرُّ بِدَيْنٍ عَلَيْهِ فَيُقْضىٰ مِمَّا فِيْ يَدِهٖ

پہلی حالت کی طرح تجارت کی اجازت ہوگی

ترجمہ: ۱؎ منع کرنے کی دلالت نہ ہونے کی وجہ سے،اس لئے کہ مدبرہ کولوگوں سے الگ رکھنے کی عادت نہیں ہے

تشریح : ماذون باندی پراس کی قیمت سے بھی زیادہ قرض ہےاسی حالت میں آقا نےاس کومدبر بنادیا تواب دو باتیں ہو گی۔ا۔ایک یہ کہ آقا کی عادت نہیں ہے کہ مدبرہ کولوگوں کو ملنے جلنے سے روکےاس لئے وہ پہلے کی طرح تجارت کرتی رہے گی، اور مجبور نہیں ہوگی۔۲۔اور دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ آقا نے مدبر بنا کر باندی کو بیچنے سے منع کر دیا ہے،اس لئے باندی کی جتنی قیمت ہے وہ قیمت آقا قرض دینے والوں کے لئے ادا کرے گا،اس سے جو زیادہ ہوگا وہ باندی کے آزاد ہونے کے بعد قرض دینے والے وصول کریں گے

ترجمہ: ۲؎ اور دونوں حکم (یعنی مدبر بھی بنائے اور تجارت کی اجازت بھی ہو)ان دونوں حکموں میں کوئی منافات نہیں ہے

تشریح :آقا باندی کو مدبر بنادے کہ میرے مرنے کے بعدتم آزاد ہو،اور یہ بھی کہ تم تجارت کرتے رہو،اس میں کوئی منافات نہیں ہے،اور مدبر بنانے سے ام ولد کی طرح آقا کی بیوی کی طرح نہیں بنی ہےاس لئے تجارت کرنے میں بھی آقا کی کوئی توہین نہیں ہے،اس لئے مدبرہ کے لئے دونوں حکم جاری ہوں گے

ترجمہ: ۳؎ اورآقا مدبرہ کی قیمت کا ضامن ہوگا،جیسا کہ ہم نے ام ولد کے بارے میں ثابت کیا ہے

تشریح :آقا نے جب کہا کہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہےتواب یہ باندی بیچی نہیں جاسکتی ہے،اورقرض والوں کا حق یہ ہے کہ باندی بیچ کرقرض وصول کریں،تو چونکہ آقا نے بیچنا منع کیا ہے،اس لئے باندی کی جتنی قیمت ہوگی اتنے کا ذمہ دارآقا ہو گا،اس سے زیادہ کا نہیں

ترجمہ : (۱۴۱۷)اگر حجر کردےاس پرتواس کا اقرار جائز ہےاس مال کے بارے میں جواس کے ہاتھ میں ہےامام ابو حنیفہ کے نزدیک۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ جو مال اس کے ہاتھ میں ہےاس کے بارے میں یہ اقرار کرے کہ غیر کی امانت ہے،یا فلاں سے غصب کیا ہوں،یا اقرار کرے کہ میرے اوپر قرض ہے تا کہ جو کچھ غلام کے ہاتھ میں ہےاس سے قرض ادا کیا جائے

اصول:صاحبینؒ کے نزدیک حجر ہوتے ہی غلام کا اقرار کرنا ساقط ہوجاتا ہے

اصول:امام ابوحنیفہؒ کےنزدیک حجر ہونے سےاس کا اقرار ساقط نہیں ہوتا ہے

تشریح :آقا نے ماذون غلام کو حجر کردیا۔اب اس کے قبضے میں جو مال ہےاس کے بارے میں اقرار کرتا ہے کہ یہ مال فلاں

۲ وَقَالَ اَبُوْ يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ لا يَجُوْزُ اِقْرَارُهُ لَهُمَا اَنَّ الْمُصَحِّحَ لِاِقْرَارِهِ اِنْ كَانَ هُوَ الْاِذْنُ فَقَدْ زَالَ بِالْحَجرِ وَاِنْ كَانَ الْيَدُ فَالْحَجرُ اَبْطَلَهَا لِاَنَّ يَدَ الْمَحْجُوْرِ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ ۳ وَصَارَ كَمَا اِذَا اَخذَ الْمَوْلىٰ كَسبَهُ مِنْ يَدِهٖ قَبْلَ اِقْرَارِهٖ ۴ اَوْثَبَتَ حَجْرُهُ بِالْبَيْعِ مِنْ غَيْرِهٖ ۵ وَلِهٰذا لا يَصِحُّ اِقْرَارُهُ فِيْ حَقِّ الرَّقَبَةِ بَعْدَ الْحَجرِ ۶ وَلَهُ اَنَّ الْمُصَحِّحَ هُوَ الْيَدُ وَلِهٰذا لا يَصِحُّ اِقْرَارُ الْمَاْذُوْنِ فِيْما اَخذَهُ

کی امانت ہے۔یا مال فلاں کا غصب کیا ہوا ہے۔یا مجھ پر فلاں کا اتنا دین ہے اس کے بدلے میں یہ مال دینا ہے تو اس مال کے بارے میں اس قسم کا اقرار کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔

وجہ:(۱) اقرار کا دارومدار قبضہ ہے۔اور غلام کا قبضہ اس مال پر ہے اس لئے وہ اقرار کرسکتا ہے

ترجمہ: ۲ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مجور غلام کا اقرار جائز نہیں،ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اقرار کرنے کی صحیح کرنے والی چیز تجارت کی اجازت ہے اور حجر سے اجازت زائل ہوگئی ہے،اور قبضہ کی وجہ سے اقرار درست ہو تو حجر نے غلام کا قبضہ بھی باطل کردیا،اس لئے کہ مجور کے قبضے کا اعتبار نہیں ہے

تشریح: مجور غلام کے قبضے میں جو مال ہو مجور غلام کا اقرار صاحبینؒ کے یہاں اس کے بارے میں بھی صحیح نہیں ہے

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ مجور کے ہاتھ میں جو پہلے سے مال ہے حجر کی وجہ سے اس کے بارے میں اقرار کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ حجر کے بعد وہ مال آقا کا ہوگیا ہے،اور اگر یوں کہا جائے کہ حجر کے بعد غلام نے کسی کا مال لیا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حجر کے بعد غلام کو کسی کا مال لینے کا حق نہیں ہے،اس لئے اس مال کے بارے میں بھی اقرار نہیں کرسکتا ہے

ترجمہ: ۳ اور ایسا ہوگیا کہ مجور غلام کے اقرار سے پہلے آقا نے غلام کے ہاتھ سے مال لے لیا ہو

تشریح: یہ صاحبینؒ کی دلیل ہے کہ مجور غلام کے اقرار سے پہلے آقا نے غلام سے مال لے لیا تو اس مال کے بارے میں غلام اقرار نہیں کرسکتا ہے،اسی طرح مجور ہونے کے بعد جو مال غلام کے قبضے میں رہ گیا ہے اس کے بارے میں بھی غلام کسی کے لئے اقرار نہیں کرسکتا ہے،کیونکہ یہ آقا کا مال ہو چکا ہے

ترجمہ: ۴ یا غلام کا حجر دوسرے سے بیچنے کی وجہ سے ثابت ہوا ہو

تشریح: ماذون غلام کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا جس کی وجہ سے اب غلام مجور ہوگیا تو اب دوسرے کے پاس جاکر اب غلام کے قبضے میں جو مال تھا اس کے بارے میں یہ اقرار کرے کہ یہ مال فلاں کا ہے،تو نہیں کرسکتا ہے،اسی طرح آقا کے مجور کرنے کے بعد جو مال غلام کے قبضے میں ہے اس کے بارے میں دوسرے کے لئے اقرار نہیں کرسکتا ہے

ترجمہ: ۵ یہی وجہ ہے کہ مجور ہونے کے بعد غلام اس طرح کا اقرار نہیں کرسکتا ہے جس سے اس کی گردن بیچی جائے

تشریح: یہ بھی صاحبینؒ کی دلیل ہے کہ مجور ہونے کے بعد غلام اپنے اوپر اتنے مال کا اقرار نہیں کرسکتا ہے جس میں اس کو ہی بیچنا پڑے،اسی طرح اپنے قبضے کے مال میں بھی دوسرے کے لئے اقرار نہیں کرسکتا ہے

ترجمہ: ۶ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اقرار کے صحیح ہونے کی وجہ اس کا قبضہ ہے،یہی وجہ ہے کہ جو مال آقا نے غلام

الْمَوْلىٰ مِنْ يَّدِهٖ وَالْيَدُ بَاقِيَةٌ حَقِيْقَةً وَشُرِطَ بُطْلَانُهَا بِالْحَجَرِ حُكْماً فَرَاغُهَا عَنْ حَاجَتِهٖ وَاِقْرَارُهٗ دَلِيْلُ تَحَقُّقِهَا ۷ بِخِلَافِ مَا اِذَا انْتَزَعَهُ الْمَوْلىٰ مِنْ يَّدِهٖ قَبْلَ الْاِقْرَارِ لِاَنَّ يَدَ الْمَوْلىٰ ثَابِتَةٌ حَقِيْقَةً وَحُكْماً فَلَا تَبْطُلُ بِاِقْرَارِهٖ ۸ وَكَذَا مِلْكُهٗ ثَابِتٌ فِيْ رَقْبَتِهٖ فَلَا يَبْطُلُ بِاِقْرَارِهٖ مِنْ غَيْرِ رَضَاهُ ۹ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَهٗ لِاَنَّ الْعَبْدَ قَدْ تَبَدَّلَ بِتَبَدُّلِ الْمِلْكِ عَلىٰ مَا عُرِفَ فَلَا يَبْقىٰ مَاثَبَتَ بِحُكْمِ الْمِلْكِ وَلِهٰذَا

سے لے لیا ہے اس میں اقرار صحیح نہیں ہے، اور حقیقت میں غلام کا قبضہ موجود ہے، اور حجر کی وجہ سے اقرار کے باطل ہونے کی شرط یہ ہے کہ غلام کی ضرورت سے فارغ ہو، اور غلام کا اقرار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ غلام کی ضرورت باقی ہے

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام کا قبضہ حقیقت میں ثابت ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا جس مال کو غلام سے لے لیا ہے اس میں غلام اقرار نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ اس مال میں حقیقت میں آقا کا قبضہ ہو چکا ہے، اور حجر کی وجہ سے غلام کا اقرار اس وقت باطل ہوگا جب اس کی ضرورت سے زائد ہو لیکن جب غلام نے اقرار کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ مال اس کی ضرورت سے زائد نہیں ہے، اس لئے غلام اپنے قبضے کے مال میں کسی کا اقرار کر سکتا ہے

ترجمہ : ۷ بخلاف اگر آقا نے غلام کے اقرار سے پہلے غلام سے لے لیا تو تو اب اس کا قبضہ حقیقت میں بھی ثابت ہو گیا اور حکما بھی ثابت ہو گیا ہے اس لئے غلام کے اقرار سے آقا کا قبضہ ساقط نہیں ہوگا

تشریح : یہ جملہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ آقا نے غلام سے لے لیا ہو تو غلام اس مال کے بارے میں اقرار نہیں کر سکتا ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ آقا نے جب غلام کے ہاتھ سے مال لے لیا تو اب آقا کا قبضہ حقیقت میں بھی ہو گیا اور حکما بھی ہو گیا اس لئے غلام اب اس مال کے بارے میں اقرار نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ مال غلام کا رہا ہی نہیں

ترجمہ : ۸ اسی طرح آقا کا غلام کی گردن پر ملکیت ہے اس لئے آقا کی رضامندی کے بغیر غلام اقرار نہیں کر سکتا ہے

تشریح : یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے۔ کہ آقا کی ملکیت غلام پر ہے اور حجر بھی کر دیا ہے اس لئے آقا کی رضامندی کے بغیر غلام اتنے مال کا اقرار نہیں کر سکتا ہے جس میں غلام کی بک جائے

ترجمہ : ۹ غلام کو بیچ دیا تب بھی اپنے قبضے کے مال کے بارے میں اقرار نہیں کر سکتا ہے، اس لئے کہ ملک کی تبدیلی کی وجہ سے گویا کہ غلام ہی بدل گیا جیسا کہ معلوم ہے، اس لئے پہلے آقا کی وجہ سے جو ملکیت ثابت تھی وہ رہی ہی نہیں، یہی وجہ ہے کہ غلام کے بکنے سے پہلے غلام نے جو معاملہ کیا تھا اس میں وہ مدعی علیہ نہیں بنے گا

تشریح : یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ غلام بک جائے تو اب جو مال اس کے قبضے میں تھا اس کے بارے میں اقرار نہیں کر سکتا ہے، اسی طرح حجر کے بعد اقرار نہیں کر سکتا ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، جب غلام بک گیا تو گویا کہ اب دوسرا غلام ہو گیا، اور پہلے آقا سے کوئی ناطہ رہا ہی نہیں اور غلام کا سب مال آقا کا ہو گیا اس لئے غلام اس مال کے بارے میں اقرار نہیں کر سکتا ہے، وہ پہلے آقا سے اتنا اجنبی بن چکا ہے کہ پہلے آقا کے پاس رہتے ہوئے مثلا کوئی چیز بیچی ہے تو اس کا خریدنے والا اب اس چیز کے سپرد کرنے کا مطالبہ اس غلام سے نہیں کر سکتا ہے، اور نہ غلام اس کا مدعی علیہ بن سکتا ہے،

لَمْ يَكُنْ خَصْماً فِيْمَا بَاشَرَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ.
(١٤١٨) قَالَ وَاِذَا لَزِمَتْهُ دُيُوْنٌ تُحِيْطُ بِمَالِهِ وَرَقْبَتُهُ لَمْ يَمْلِكِ الْمَوْلٰى مَا فِي يَدِهِ
(١٤١٩) وَلَوْ اَعْتَقَ مِنْ كَسْبِهِ عَبْداً لَمْ يَعْتِقْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا يَمْلِكُ مَا فِي يَدِهِ وَيَعْتِقُ وَعَلَيْهِ

جب اتنی اجنبیت ہوگئی تو وہ کیسے پہلے آقا کے مال کا اقرار کرسکتا ہے

ترجمہ: (١٤١٨) اگر ماذون کو دین لازم ہو جائے جو اس کے مال اور جان کو گھیر لے تو مولی نہیں مالک ہوگا اس کا جو اس کے ہاتھ میں ہے

نوٹ: غلام پر پورا قرض ہو تو یہاں تین باتیں ہیں۔ا۔آقا ماذون غلام کا مالک ہے وہ ماذون غلام کو آزاد کرسکتا ہے۔۲۔ماذون غلام کی جو کمائی ہے آقا اس کو استعمال نہیں کرسکتا ہے۔۳۔ماذون غلام کی کمائی سے جو غلام خریدا گیا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آقا اس کو بھی آزاد نہیں کرسکتا ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک آقا اس کو آزاد کرسکتا ہے

تشریح: ماذون غلام پر اتنا قرض ہو جائے کہ جو مال اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی بک جائے اور خود غلام کو بھی بیچ کر دین ادا کرنا چاہے تو ادا نہ ہو سکے۔مثلا غلام اور اس کے پاس جو مال ہے اس کی قیمت پانچ ہزار درہم ہیں اور اس پر چھ ہزار قرض ہو گیا ہو تو اب اس کی جان اور مال سب قرض میں گھرا ہوا ہے۔اور گویا کہ مولی کے غلام کے پاس کچھ بھی نہیں رہا سب قرض خواہوں کا ہو گیا۔اس لئے مولی اس غلام کے مال کا مالک نہیں رہا۔اب غلام کے مال کو خرچ کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔تاہم غلام ابھی بھی مولی کا ہے اگر چہ مال مولی کا نہیں رہا۔

وجہ: (ا) معنوی طور پر یہ مال اور غلام ماذون کی جان قرض والوں کا ہو گیا ہے (۲) قول تابعی میں اس کا اشارہ ہے۔عن الحكم فى العبد المـاذون فى التجارة قال لا يباع الا ان يحيط الدين برقبته فيباع حينئذ (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یباع العبد فی دینہ اذا اذن لہ او الحر؟ ص ۲۸۵ نمبر ۱۵۲۳۸) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ عبد ماذون قرض میں گھر جائے تو بیچا جا سکتا ہے۔جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غلام اور اس کا مال اب مولی کا نہیں رہا۔

ترجمہ: (١٤١٩) اگر ماذون کے غلاموں کو آزاد کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد نہیں ہوں گے۔اور صاحبین فرماتے ہیں کہ مولی مالک ہوگا اس چیز کا جو اس کے ہاتھ میں ہے۔

تشریح: چونکہ ماذون غلام کا مال قرض میں گھر چکا ہے اور گویا کہ مولی اس کے مال کا مالک نہیں رہا اس لئے ماذون غلام نے جو غلام خریدا ہے اس غلام کو مولی آزاد کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔

وجہ: یہ غلام گویا کہ مولی کے نہیں رہے بلکہ قرض والوں کے ہو گئے اس لئے مولی ماذون غلام کے غلاموں کو آزاد کرے تو آزاد نہیں ہوں گے

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ غلام کا مال اور گردن قرض میں گھر گیا ہو تو گویا کہ آقا اس کی گردن کا مالک تو ہے، لیکن اس کی کمائی کا یا کمائی سے خریدے ہوئے غلام کا مالک نہیں رہا

قِيمَتُهُ ۱؎ لِاَنَّهُ وَجَدَ سَبَبُ الْمِلْكِ فِي كَسْبِهِ وَهُوَ مِلْكُ الرَّقَبَةِ وَلِهٰذَا يَمْلِكُ اِعْتَاقَهُ وَوَطْئُ الْجَارِيَةِ الْمَاذُوْنِ لَهَا وَهٰذَا آيَةُ كَمَالِهِ ۲؎ بِخِلَافِ الْوَارِثِ لِاَنَّهُ يَثْبُتُ الْمِلْكُ لَهُ نَظْراً لِلْمُوْرِثِ وَالنَّظْرُ فِي

اور صاحبین فرماتے ہیں ماذون غلام کے مال اور جان چاہے قرض میں گھر چکے ہوں پھر بھی وہ مولی کا مال ہے اس لئے مولی اس کے مال کو استعمال کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔اسی طرح ماذون غلام کے خریدے ہوئے غلاموں کو آزاد کرنا چاہے تو آزاد کرسکتا ہے۔البتہ اس صورت میں مولی قرض خواہوں کے قرضوں کا ذمہ دار ہوجائے گا۔

وجه :(۱) چاہے مال اور جان قرض میں گھر گئے ہوں پھر بھی وہ مولی کا مال ہے اس لئے مولی اس کے مال کو استعمال بھی کرسکتا ہے اور اس کے خریدے ہوئے غلام کو آزاد بھی کرسکتا ہے (۲) اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن الزهری قال اذا اعتق الرجل عبده وعليه دين فالدين على السيد** (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یباع العبد فی دینہ اذا اذن لہ او الحرص ۲۸۶ نمبر ۱۵۲۴۲) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مولی غلام کو آزاد کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔البتہ اس کا قرض مولی کے ذمے ہوجائے گا۔ کیونکہ اس نے قرض والوں کو گویا کہ نقصان دیا ہے۔

اصول: ان کا اصول یہ ہے کہ ماذون کا مال بہر حال مولی کی ملکیت ہے۔اور ملکیت میں تصرف کرنے کا حق ہوتا ہے۔

ترجمه : ۱؎ آقا غلام کی کمائی کا غلام اس لئے آزاد کرسکتا ہے وہ خود غلام کا مالک ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا غلام ماذون کو آزاد کرسکتا ہے، اور ماذون باندی ہو تو اس سے وطی کرسکتا ہے، اور یہ اس بات کی نشانی ہے کہ آقا غلام کا پورا مالک ہے (اس لئے اس کے غلام کو بھی آزاد کرسکتا ہے)

تشریح : آقا غلام کا پورا مالک ہے یہی وجہ ہے کہ خود غلام کو آزاد کرسکتا ہے، یا ماذون باندی ہو تو اس سے وطی کرسکتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ آقا غلام ماذون کا مالک ہے اس لئے اس کی کمائی سے جو غلام ہے اس کو آقا آزاد کرسکتا ہے، البتہ اس کو آزاد کیا تو آقا کو اس غلام کی قیمت ادا کرنی ہوگی

ترجمه : ۲؎ بخلاف وارث کے (قرض سے گھرا ہوا ہو تو وارث مورث کا غلام آزاد نہیں کرسکتا ہے) اس لئے وارث کی ملکیت مرنے والے کے فائدے کے لئے ثابت ہوتی ہے، اور غلام کے مال کو گھیرے ہوا ہو آزادگی کو چھوڑ دینے میں فائدہ ہے، اور ماذون غلام پر آقا کی جو ملکیت ہے وہ غلام کے فائدے کے لئے نہیں ہے

تشریح : یہ صاحبینؒ کی دلیل ہے، اس میں تین باتیں بیان کررہے ہیں۔ ا۔ پہلی بات یہ ہے کہ مورث مرنے کے بعد وارث اس کے مال کا مالک ہوتا ہے، لیکن اس میں مورث کی مصلحت ضروری ہے، چنانچہ اگر مرنے والے پر اتنا قرض ہے کہ مرنے والے کا غلام بھی اس قرض میں بک جائے گا تو وارث مورث کے اس غلام کو آزاد نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ یہ مورث کی مصلحت کے خلاف ہے۔ ۲۔ دوسری بات یہ بیان کررہے ہیں کہ ماذون غلام کا مال قرض میں گھرا ہوا ہے تو اس کی مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ آقا اس کے غلام کو آزاد نہ کرے۔ ۳۔ اور تیسری بات یہ بیان کررہے ہیں کہ ماذون غلام پر جو آقا کی ملکیت وہ غلام کی مصلحت کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ خریدنے کی وجہ سے ہے، اس لئے مصلحت نہ بھی ہو تب بھی آقا اپنے ماذون غلام کو آزاد

ضِدِّهٖ عِنْدَ اِحَاطَةِ الدَّيْنِ بِتَرِكَتِهٖ اَمَّا مِلْكُ الْمَوْلٰى مَا ثَبَتَ نَظْراً لِلْعَبْدِ ۳ وَلَهٗ اَنَّ الْمِلْكَ لِلْمَوْلٰى اِنَّمَا يَثْبُتُ خِلَافَةً عَنِ الْعَبْدِ عِنْدَ فَرَاغِهٖ عَنْ حَاجَتِهٖ كَمِلْكِ الْوَارِثِ عَلٰى مَا قَرَّرْنَاهُ وَالْمُحِيْطُ بِهٖ الدَّيْنُ مَشْغُوْلٌ بِهَا فَلَا يَخْلُفُهٗ فِيْهِ ۴ وَاِذَا عَرَفَ ثُبُوْتَ الْمِلْكِ وَعَدَمِهٖ فَالْعِتْقُ فَرِيْعَتُهٗ وَاِذَا نَفَذَ عِنْدَهُمَا يَضْمَنُ قِيْمَتَهٗ لِلْغُرَمَاءِ لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهٖ.

(۱۴۲۰) قَالَ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الدَّيْنُ مُحِيْطاً بِمَالِهٖ جَازَ عِتْقُهٗ فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعاً ۱ اَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ

کرسکتا ہے، یہاں یہ تین باتیں بیان کررہے ہیں

ترجمہ : ۳ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام کی ضرورت سے فارغ ہوتب جا کر آقا اس کے مال اور غلام کا مالک بنتا ہے، اور یہاں قرض محیط ہے اس لئے غلام کے قرض سے فارغ نہیں ہے اس لئے آقا غلام کے مال اور اس کے غلام کا مالک ہی نہیں ہے اس لئے اس غلام کو آزاد بھی نہیں کرسکتا ہے، جیسے وارث مورث کے مال کا اس وقت مالک ہوتا ہے جب کہ اس کے قرض سے زائد ہو (یہ محاوری ترجمہ ہے)

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آقا غلام کے مال اور اس کے غلام کا اس وقت مالک ہوتا ہے جبکہ غلام کی ضرورت سے زئد ہو، اور یہاں قرض ہے اس لئے اس کی ضرورت سے زائد نہیں ہے اس لئے نہ آقا مالک ہے اور نہ اس کے غلام کو آزاد کرسکتا ہے

ترجمہ : ۴ اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ آقا غلام کے مال کا مالک ہے یا نہیں ہے، تو آزاد کرنا اس کا فرع ہے، چنانچہ صاحبینؒ کے نزدیک آقا کا آزاد کرنا نافذ ہوگا تو قرض دینے والوں کے لئے آقا غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا، اس لئے قرض والوں کا حق غلام کے ساتھ متعلق ہے

تشریح : یہ بات معلوم ہوگئی کہ غلام پر قرض محیط ہو تو آقا غلام کی گردن کا تو مالک ہے، لیکن اس کے مال کا اور اس کے غلام کا مالک نہیں ہے، اس لئے آقا نہ اس مال کو خرچ کرسکتا ہے، اور نہ اس کے غلام کو آزاد کرسکتا ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام کے مال کا بھی مالک ہے، اور اس کے غلام کا بھی مالک ہے، اس لئے اس کے غلام کو آزاد کرسکتا ہے، البتہ چونکہ غلام کی گردن پر قرض دینے والوں کا پیسہ تھا جس کو آقا نے آزاد کر کے ضائع کیا ہے اس لئے آقا غلام کی جو قیمت ہے اس کا ضامن ہوگا

ترجمہ : (۱۴۲۰) اور اگر غلام پر اتنا قرض نہ ہو کہ اس کی گردن بھی گھر گئی ہو تو سب کے نزدیک اس کے غلام کو آقا کا آزاد کرنا صحیح ہے

تشریح : ماذون غلام پر قرض تو ہے لیکن اتنا نہیں ہے کہ غلام بھی بک جائے تو اس صورت میں آقا اس کے غلام کو آزاد کرے تو صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا

وجہ : تھوڑا قرض تو غلام پر ہوتا ہی ہے، اس لئے آقا غلام کا بھی مالک ہے، اس کے مال کا بھی مالک ہے، اور اس کے غلام کا بھی مالک ہے، اس لئے اس کے غلام کو آزاد کرے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا

ترجمہ : ۱ صاحبین کے نزدیک تو ظاہر ہے کہ (قرض محیط میں بھی آقا مالک ہے) اور ایسے ہی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی

وَكَذَا عِنْدَهُ لِاَنَّهُ لَا يَعْرِىٰ عَنْ قَلِيْلِهِ فَلَوْ جعلَ مَانِعاً لَانْسَدَّ بَابُ الْاِنْتِفَاعِ بِكَسْبِهِ فَيَخْتَلُّ مَاهُوَ الْمَقْصُوْدُ مِنَ الْاِذْنِ ۲؎ وَلِهٰذا لَا يَمْنَعُ مِلْکَ الْوَارِثِ وَالْمُسْتَغْرَقُ يَمْنَعُهُ .

(۱۴۲۱) قَالَ وَاِنْ بَاعَ مِنَ الْمَوْلىٰ شَيْئاً بِمِثْلِ قِيْمَتِهِ جَازَ ۱؎ لِاَنَّهُ كَالْاَجْنَبِيِّ عَنْ كَسْبِهِ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيْطُ بِكَسْبِهِ

(۱۴۲۲) وَاِنْ بَاعَهُ بِنُقْصَانٍ لَمْ يَجُزْ مُطْلَقًا ۱؎ لِاَنَّهُ مُتَّهَمٌ فِي حَقِّهِ ۲؎ بِخِلَافِ مَا اِذَا حَابىٰ الْاَجْنَبِيَّ

(آقا آزاد کرنے کا مالک ہے) اس لئے کہ تھوڑا بہت قرض سے خالی نہیں ہوتا ہے، اس لئے ایسی صورت میں بھی آزاد کرنا منع کر دیں تو غلام کی کمائی سے فائدہ اٹھانے کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا، تو تجارت کی اجازت دینے کا جو مقصد ہے وہی بیکار ہو جائے گا، یہی وجہ ہے کہ مرنے والے پر تھوڑا قرض ہو تو وارث غلام آزاد کر سکتا ہے، اور گھرا ہوا ہو تو آزاد نہیں کر سکتا ہے

تشریح: صاحبینؒ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ غلام قرض سے گھرا ہوا ہو تب بھی آقا اس کے غلام کو آزاد کر سکتا ہے، لیکن امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ تھوڑا قرض ہو تو آقا غلام کے غلام کو آزاد کر سکتا ہے، کیونکہ تھوڑا قرض تو ہوتا ہی ہے، اگر تھوڑے قرض میں بھی آقا اس کی کمائی کا مالک نہ ہو تو پھر کبھی بھی آقا غلام کی کمائی استعمال نہیں کر سکے گا، اس کی مثال دیتے ہیں کہ میت پر تھوڑا قرض ہو تو وارث اس کے غلام کو آزاد کر سکتا ہے، اور اگر دین محیط ہو تو نہیں کر سکتا ہے، ایسے ہی یہاں بھی ہو گا

لغت: المستغرق يمنعه: دین محیط ہو تو وارث میت کے غلام کو آزاد نہیں کر سکتا ہے، اور قرض محیط نہ ہو تو وارث میت کے غلام کو آزاد کر سکتا ہے

ترجمہ: (۱۴۲۱) اگر ماذون غلام نے مولی سے کوئی چیز مناسب قیمت سے بیچی تو جائز ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اگر غلام پر گھرا ہوا قرض ہو تو آقا غلام سے اجنبی کی طرح ہو گیا

تشریح: ماذون غلام جو دین میں گھرا ہوا تھا اپنے مولی سے کوئی چیز بیچی اور وہی قیمت لی جو بازار میں ہے تو جائز ہے۔

وجہ: اس لئے کہ مولی نے اجنبی کی طرح اس کو پوری قیمت دی ہے اور کوئی نقصان نہیں دیا اس لئے جائز ہو گا۔

ترجمہ: (۱۴۲۲) اور اگر بیچا نقصان کے ساتھ تو جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ آقا پر تہمت ہو سکتی ہے کہ کم قیمت میں خریدی ہے

وجہ: پہلے گزر چکا ہے کہ ماذون غلام پر اتنا قرض ہو کہ اس کی جان اور مال گھر چکے ہوں تو اس کا مال اب مولی کا نہیں رہا۔ اس لئے مولی کم قیمت میں خریدے گا تو اس پر تہمت ہو گی کہ یہ قرض والوں کو نقصان دینا چاہتا ہے۔ اس لئے کم قیمت میں غلام ماذون سے خریدنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف اگر اجنبی سے محابات کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک (جائز ہے) اس لئے کہ اس میں تہمت نہیں ہے

تشریح: بازار میں جتنی قیمت ہے اس سے کم قیمت میں بیچنے کو محابات، کہتے ہیں، پھر محابات کی دو قسمیں ہیں۔ تھوڑا کم قیمت میں بیچا ہو تو اس کو محابات یسیرہ، کہتے ہیں، اور بہت کم قیمت میں بیچا ہو تو اس کو محابات کثیرہ، کہتے ہیں۔ اب ماذون غلام نے

عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لِاَنَّهٗ لَا تُهْمَةٌ فِیْهِ ۳؎ وَبِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ الْمَرِیْضُ مِنَ الْوَارِثِ بِمِثْلِ قِیْمَتِهٖ حَیْثُ لَا یَجُوْزُ عِنْدَهٗ لِاَنَّ حَقَّ بَقِیَّةِ الْوَرَثَةِ تَعَلَّقَ بِعَیْنِهٖ حَتّٰی کَانَ لِاَحَدِهِمُ الْاِسْتِخْلَاصُ بِاَدَاءِ قِیْمَتِهٖ اَمَّا حَقُّ الْغُرَمَاءِ تَعَلَّقَ بِالْمَالِیَّةِ لَا غَیْرَ فَافْتَرَقَا. ۴؎ وَقَالَا اِنْ بَاعَهٗ بِنُقْصَانٍ یَجُوْزُ الْبَیْعُ وَیُخَیَّرُ الْمَوْلٰی اِنْ شَاءَ اَزَالَ الْمُحَابَاةَ وَاِنْ شَاءَ نَقَضَ الْبَیْعَ ۵؎ وَعَلٰی الْمَذْهَبَیْنِ الْیَسِیْرُ مِنَ الْمُحَابَاةِ وَالْفَاحِشُ سَوَاءٌ وَوَجْهُ ذَالِکَ اَنَّ الْاِمْتِنَاعَ لِدَفْعِ الضَّرَرِ مِنَ الْغُرَمَاءِ وَبِهٰذَا یَنْدَفِعُ الضَّرَرُ عَنْهُمْ

محابات یسیرہ سے اجنبی کے ہاتھ بیچا، تو اس میں یہ بات ہے کہ اس طرح اگر چیز بیچے گا تو آقا کو نقصان ہوگا، یا اگر اس پر قرض ہے تو قرض دینے والے کو نقصان ہوگا لیکن چونکہ اس میں یہ تہمت نہیں ہے اس لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو بیچنا جائز ہے

ترجمہ : ۳؎ بخلاف اگر بیمار نے وارث سے مثلی قیمت میں اپنی چیز بیچی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ورثاء کا حق عین چیز کے ساتھ متعلق ہو چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ وارث کو یہ حق ہوگا کہ قیمت ادا کر کے اپنی چیز لے لے، لیکن قرض دینے والوں کا حق مقروض کی مالیت کے ساتھ ہے عین چیز کے ساتھ نہیں ہے اس لئے دونوں میں فرق ہو گیا

تشریح : یہاں دو چیزوں میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ ایک ہے ماذون غلام کم قیمت میں اپنی چیز بیچے تو جائز ہے، لیکن مرنے والا اپنی چیز مثلی قیمت میں بھی بیچے تو جائز نہیں ہے

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض والوں کا حق ماذون غلام کے عین چیز کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ اس پر اس طرح کا قرض ہے کہ اپنی چیز بیچ کر قرض کی رقم واپس دو اس لئے وہ اپنی چیز بیچ سکتا ہے، چاہے، کم قیمت ہی میں کیوں نہ ہو۔ اور وارث کے بارے میں یہ ہے کہ مریض کی عین چیز وارث کی ہو چکی ہے، اس لئے مریض نے جو چیز بیچی ہے وہ وارث کی چیز بیچی ہے اس لئے مثلی قیمت میں بھی کسی وارث کو بیچے تو جائز نہیں ہے، کیوں کہ وارث کی چیز ہے جو بیچ کر وارث کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے

ترجمہ : ۴؎ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر آقا کے ہاتھ میں نقصان کے ساتھ بیچا تب بھی بیع جائز ہے، لیکن آقا کو اختیار دیا جائے گا یا تو کمی کو پوری کرے یا پھر بیع توڑ دے

تشریح : متن میں تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں ماذون نے کمی کے ساتھ آقا کے ہاتھ میں بیچا تو تہمت کی بنا پر بیع ہی جائز نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع تو جائز ہے، لیکن آقا سے کہا جائے گا کہ اس کمی کو پوری کر کے پوری قیمت دیں، یا پھر بیع توڑ دیں

ترجمہ : ۵؎ دونوں مذہبوں میں محابات کم کا ہو یا زیادہ دونوں کا حکم برابر ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جائز نہ ہونا قرض دینے والوں سے نقصان کو دفع کرنے کے لئے ہے، اور اس طرح قرض دینے والوں سے نقصان دفع ہوگا

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک محابات یسیرہ ہو یا کثیرہ ہو دونوں صورتوں میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور سب کی وجہ قرض دینے والوں سے نقصان کو دفع کرنا ہے، اور دفع کرنے کی صورت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہی نہ ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز تو ہے لیکن محابات دور کرنے کا حکم دیا جائے گا، یا بیع توڑ دینے کا حکم دیا جائے گا

۶ وَهٰذا بِخِلَافِ الْبَيْعِ مِنَ الْاَجْنَبِيِّ بِالْمُحَابَاةِ الْيَسِيْرَةِ حَيْثُ يَجُوْزُ وَلَا يُؤْمَرُ بِإِزَالَةِ الْمُحَابَاةِ وَالْمَوْلىٰ يُؤْمَرُ بِهِ لِاَنَّ الْبَيْعَ بِالْيَسِيْرِ مِنْهَا مُتَرَدِّدٌ بَيْنَ التَّبَرُّعِ وَالْبَيْعِ لِدُخُوْلِهِ تَحْتَ تَقْوِيْمِ الْمُقَوِّمِيْنَ فَاعْتَبَرْنَاهُ تَبَرُّعاً فِيْ الْبَيْعِ مَعَ الْمَوْلىٰ لِلتُّهْمَةِ غَيْرُ تَبَرُّعٍ فِيْ حَقِّ الْاَجْنَبِيِّ لِانْعِدَامِهَا ےؔ وَبِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ مِنَ الْاَجْنَبِيِّ بِالْكَثِيْرِ مِنَ الْمُحَابَاةِ حَيْثُ لَا يَجُوْزُ اَصْلاً عِنْدَهُمَا وَمِنَ الْمَوْلىٰ يَجُوْزُ وَيُؤْمَرُ بِإِزَالَةِ الْمُحَابَاةِ لِاَنَّ الْمُحَابَاةَ لَا تَجُوْزُ مِنَ الْعَبْدِ الْمَأْذُوْنِ عَلىٰ اَصْلِهَا اِلَّا بِإِذْنِ الْمَوْلىٰ وَلَا اِذْنَ فِي الْبَيْعِ مَعَ الْاَجْنَبِيِّ وَهُوَ آذِنٌ بِمُبَاشَرَتِهِ بِنَفْسِهِ غَيْرَ اَنَّ اِزَالَةَ الْمُحَابَاةِ لِحَقِّ الْغُرَمَاءِ وَهٰذَانِ الْفَرْقَانِ عَلىٰ اَصْلِهِمَا.

ترجمہ : ۶ بخلاف محابات یسیرہ کے ساتھ اجنبی سے بیع جائز ہے، اور اجنبی کو محابات کو زائل کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور آقا کو محابات دور کرنے کا حکم دیا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ محابات یسیرہ کی بیع کی دو حیثیتیں ہیں، تبرع بھی ہے اور بیع بھی ہے، اس لئے کہ دو فیصلہ کرنے والوں کے فیصلے کے اندر داخل ہے، اس لئے آقا کے حق میں تہمت کی وجہ سے تبرع کا اعتبار کیا، اور اجنبی کے حق میں تہمت نہ ہونے کی وجہ سے غیر تبرع یعنی بیع کا اعتبار کیا

تشریح : محابات یسیرہ اس کو کہتے ہیں کہ تھوڑی کم قیمت میں بیچی ہو، کہ دو فیصلہ کرنے والے اس کی قیمت کا فیصلہ کریں تو اس کم قیمت کا فیصلہ کر سکتے ہوں۔ اب محابات یسیرہ کی دو حیثیتیں ہیں، ایک یہ کہ اس میں تبرع اور احسان ہے، اور دوسرا یہ کہ یہ بیع بھی ہے، اس لئے ماذون غلام اجنبی سے محابات یسیرہ میں چیز بیچا تو اجنبی سے بیچنے میں تہمت نہیں ہے اس لئے یہ بیع جائز ہے، اور آقا سے بیچنے میں تہمت ہے کہ اس کی رعایت میں کم قیمت میں بیچا ہے اس لئے بیع جائز نہیں ہے

ترجمہ : ۷ بخلاف اگر اجنبی سے محابات کثیرہ سے بیچا تو صاحبینؒ کے نزدیک بالکل جائز نہیں ہے، اور آقا سے محابات کثیرہ سے بیچے تو جائز ہے، لیکن آقا کو حکم دیا جائے گا کہ محابات کو ختم کر کے پوری قیمت دیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک آقا کی اجازت کے بغیر ماذون غلام اجنبی سے محابات کے ساتھ نہیں بیچ سکتا ہے، اور اجنبی سے بیع کی تو آقا کی اجازت ہی نہیں ہوئی اس لئے ماذون غلام کی بیع ہی نہیں ہوئی، اور آقا سے بیع کی تو خود آقا کی اجازت ہو ہی گئی (اس لئے محابات کے ساتھ آقا سے بیع ہوگئی) لیکن آقا کو حکم دیا جائے گا کہ محابات ختم کر کے پوری قیمت ادا کرے، یا پھر بیع توڑ دے، صاحبینؒ کے قاعدے پر یہ دو فرق ہیں

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ آقا کی اجازت کے بغیر ماذون غلام محابات کے ساتھ کسی سے نہیں بیچ سکتا

تشریح : صاحبینؒ کے یہاں یہ ہے کہ آقا کی اجازت کے بغیر غلام محابات کثیرہ کے ساتھ کسی کے ہاتھ میں بھی نہیں بیچ سکتا ہے، اب جب اجنبی سے بیچا تو آقا کی اجازت نہیں ہوئی اس لئے اجنبی سے بیع ہی نہیں ہوئی، اور خود آقا سے بیچا تو بیع تو ہوگئی، کیونکہ اس کی اجازت شامل ہے، لیکن آقا کو حکم دیا جائے گا کہ یا تو محابات ختم کر کے چیز کی پوری قیمت دیں، یا پھر بیع توڑ دیں، تاکہ قرض دینے والوں کو نقصان نہ ہو

(۱۴۲۳) قَالَ وَاِنْ بَاعَهُ الْمَوْلٰى شَيْئاً بِمِثْلِ الْقِيْمَةِ اَوْ اَقَلَّ جَازَ الْبَيْعُ ١ لِاَنَّ الْمَوْلٰى اَجْنَبِيٌّ عَنْ كَسَبِهِ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ ٢ وَلَا تُهْمَةٌ فِيْ هٰذَا الْبَيْعِ وَلِاَنَّهُ مُفِيْدٌ فَاِنَّهُ يَدْخُلُ فِيْ كَسَبِ الْعَبْدِ مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ وَيَتَمَكَّنُ الْمَوْلٰى مِنْ اَخْذِ الثَّمَنِ بَعْدَ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ هٰذَا التَّمَكُّنُ وَصِحَّةُ التَّصَرُّفِ تَتْبَعُ الْفَائِدَةَ ٣ فَاِنْ سَلَّمَ الْمَبِيْعُ اِلَيْهِ قَبْلَ قَبْضِ الثَّمَنِ بَطَلَ الثَّمَنُ لِاَنَّ حَقَّ الْمَوْلٰى فِيْ

ترجمہ: (۱۴۲۳) اگر مولی نے غلام ماذون سے کوئی چیز مثل قیمت یا کم قیمت میں بیچی تو جائز ہے۔

ترجمہ: اس لئے کہ غلام پر قرض ہوتو آقا اس کی کمائی سے اجنبی ہو چکا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے

تشریح: غلام ماذون قرض میں گھرا ہوا تھا ایسی حالت میں اس کے مولی نے کوئی چیز اس کے ہاتھ میں بیچی تو مثل قیمت میں بیچے تب بھی جائز ہے اور جتنی قیمت تھی اس سے بھی کم میں بیچی تب بھی جائز ہے۔

وجہ: (۱) اگر مثل قیمت میں بیچی تب تو غلام کو کوئی نقصان نہیں دیا اس لئے جائز ہوگی۔ اور اگر کم قیمت میں بیچی تب بھی جائز ہوگی کیونکہ اس صورت میں غلام ماذون کا فائدہ ہوا۔ اور مولی فائدہ کر دے تو کیوں جائز نہ ہو اس لئے جائز ہوگی۔ (۲) آقا کی اپنی چیز ہے اس لئے کم قیمت پر غلام کو دے یا دوسرے کو دے تو اس کا اختیار ہوگا

اصول: وہی ہے کہ قرض خواہوں کو نقصان نہ ہو۔

ترجمہ: ٢ اور اس بیع میں تہمت بھی نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں غلام کا فائدہ ہے اس لئے کہ غلام کی کمائی میں مبیع جیسی چیز آ رہی ہے جو پہلے نہیں تھی، اور آقا کو غلام سے کچھ لینے کا حق نہیں تھا، اب غلام سے ثمن لینے کا حق ہو گیا، اور اس تصرف کے پیچھے غلام کا فائدہ ہے

تشریح: اس بیع میں غلام کا فائدہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں پہلے یہ مبیع نہیں تھی اب اس کے ہاتھ میں مناسب قیمت میں، یا کم قیمت میں مبیع آ رہی ہے، جس سے قرض دینے والوں کا فائدہ ہے، اور غلام پر قرض ہونے کی وجہ سے آقا غلام سے کچھ نہیں لے سکتا تھا، اب بیع کی وجہ سے غلام سے قیمت لے سکتا ہے، اس میں آقا کا فائدہ ہے

ترجمہ: ٣ پس اگر مولی نے غلام کو مبیع سپرد کر دیا قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے تو ثمن باطل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ آقا کا حق عین مبیع کو روک لینے کا ہے، لیکن اگر اپنے روکنے کے حق کو ساقط کرنے کے بعد بھی حق باقی رہے تو غلام پر قرض میں حق ہوگا، اور قاعدہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام پر قرض واجب نہیں کر سکتا ہے

اصول: یہ اس اصول پر ہے کہ مولی کا کوئی قرض اپنے غلام پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ پورا غلام مولی کا ہی ہے۔

تشریح: مولی نے ماذون غلام جو دین میں گھرا ہوا تھا اس سے کوئی چیز بیچی اور اس کی قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے مولی نے غلام کو مبیع دے دی تو قاعدے کے اعتبار سے اس کی قیمت باطل ہو جائے گی۔

وجہ: یہ قیمت ماذون پر قرض ہوئی اور قاعدہ ہے کہ مولی کا اپنے غلام پر کوئی قرض نہیں ہوتا کیونکہ غلام سارا کا سارا مولی کا ہی ہے۔ اس لئے اس پر قرض کیسا؟ اس لئے قیمت باطل ہو جائے گی۔ یعنی قضاء قاضی سے مولی اپنے غلام سے مبیع کی قیمت لینا

الْعَيْنِ مِنْ حَيْثُ الْحَبْسِ فَلَوْ بَقِيَ بَعْدَ سُقُوْطِهٖ يَبْقٰى فِي الدَّيْنِ وَلَا يَسْتَوْجِبُهُ الْمَوْلٰى عَلٰى عَبْدِهٖ ٤ بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الثَّمَنُ عَرْضاً لِاَنَّهٗ يَتَعَيَّنُ وَجَازَ اَنْ يَبْقٰى حَقُّهٗ مُتَعَلِّقاً بِالْعَيْنِ.

(۱۴۲۴) قَالَ وَاِنْ اَمْسَكَهٗ فِيْ يَدِهٖ حَتّٰى يَسْتَوْفِي الثَّمَنَ جَازَ ١ لِاَنَّ الْبَائِعَ لَهٗ حَقُّ الْحَبْسِ فِي الْمَبِيْعِ ٢ وَلِهٰذَا كَانَ اَخَصَّ بِهٖ مِنْ سَائِرِ الْغُرَمَاءِ ٣ وَجَازَ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْمَوْلٰى حَقٌّ فِي الدَّيْنِ اِذَا

چاہے تو نہیں لے سکتا۔ البتہ اخلاقی طور پر غلام کو قیمت دے دینی چاہئے۔ ہاں آقا کو یہ حق ہے کہ اپنی مبیع واپس لے لے

ترجمہ: ٤ بخلاف اگر ثمن سامان ہو (تو آقا اپنی مبیع دے دے تب بھی سامان لینے کا حق رہتا ہے) اس لئے کہ وہ متعین کرنے سے متعین ہوتا ہے تو اپنا حق غلام پر برقرار رکھے یہ جائز ہے

اصول: اپنے غلام پر قرض واجب نہیں کر سکتا ہے، لیکن غلام کے پاس آقا کی کوئی عین چیز ہو تو اس کو لے سکتا ہے

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ ثمن اگر درہم دینار نہ ہو بلکہ عینی چیز ہو، مثلا سو کیلو گیہوں ہو تو یہ گیہوں متعین کرنے سے متعین ہوتا ہے، یہ غلام پر قرض نہیں ہوگا، بلکہ اپنی متعین چیز کو لے لینا ہوگا۔

مثلا آقا نے ماذون غلام کے ہاتھ سو کیلو گیہوں کے بدلے اپنی بھینس بیچی، اور سو کیلو گیہوں لینے سے پہلے بھینس غلام کو دے دیا پھر بھی سو کیلو گیہوں غلام سے لے سکتا ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا نے بھینس دے کر اگر چہ اپنی مبیع روکنے کا حق ساقط کر دیا ہے، لیکن غلام کے ذمے جو سو کیلو گیہوں ہے وہ قرض، اور دین نہیں ہے بلکہ آقا کی اپنی چیز ہے، جو غلام سے لے سکتا ہے

ترجمہ: (۱۴۲۴) اور اگر قیمت لینے کے لئے مبیع اپنے ہاتھ میں روک لے تو جائز ہے

ترجمہ: ١ اس لئے کہ بائع کو مبیع روک لینے کا حق ہے

تشریح: مولی نے ماذون کے ہاتھ میں کچھ بیچا پھر سوچا کہ پہلے دے دوں گا تو قاعدے کے اعتبار سے اس کی قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا اس لئے مبیع اپنے ہاتھ میں روک کر غلام سے اس کی قیمت کا مطالبہ کیا تو جائز ہے۔

وجہ: بیچتے وقت مولی اجنبی کی طرح ہے اس لئے اپنی مبیع کی قیمت وصول کرنے کے لئے ماذون سے مبیع روک سکتا ہے۔

لغت: امسک: روک لے، یستوفی: وصول کرے۔

ترجمہ: ٢ یہی وجہ ہے اور قرض دینے والوں میں سے زیادہ حق بائع ہی کو ہے کہ اپنی مبیع واپس لے لے

تشریح: آقا نے ماذون کے پاس مبیع بیچی تھی، وہ مبیع اس کے پاس موجود ہے تو آقا کو حق ہے اس مبیع کو دوسرے قرض دینے والوں سے پہلے لے لے، کیونکہ یہ اس کی چیز ہے

ترجمہ: ٣ آقا کو دین میں حق ہے اگر وہ دین عین کی وجہ سے ہے

تشریح: یہ ایک محاورہ ہے، اور اشکال کا جواب ہے، آقا نے مکاتب کو ہزار درہم کے بدلے میں آزاد کیا، تو یہ ہزار درہم مکاتب پر قرض ہے، لیکن یہ قرض مکاتب کی ذات کے بدلے میں ہے جو عین ہے، اس لئے عین کے بدلے میں قرض ہو تو آقا

كَانَ يَتَعَلَّقُ بِالْعَيْنِ

(١٤٢٥) وَلَوْ بَاعَهُ بِأَكْثَرَ مِنْ قِيْمَتِهِ يُؤْمَرُ بِإِزَالَةِ الْمُحَابَاةِ أَوْ بِنَقْضِ الْبَيْعِ ١ كَمَا بَيَّنَّا فِي جَانِبِ الْعَبْدِ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ تَعَلَّقَ بِهَا حَقُّ الْغُرَمَاءِ

(١٤٢٦) قَالَ وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى الْمَأْذُوْنَ وَعَلَيْهِ دُيُوْنٌ فَعِتْقُهُ جَائِزٌ ١ لِأَنَّ مِلْكَهُ فِيْهِ بَاقٍ وَالْمَوْلَى ضَامِنٌ بِقِيْمَتِهِ لِلْغُرَمَاءِ أَتْلَفَ لِأَنَّهُ مَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُمْ بَيْعاً وَاسْتِيْفَاءٌ مِنْ ثَمَنِهِ

ایسا قرض غلام پر واجب کر سکتا ہے

ترجمہ : (۱۴۲۵) اگر آقا نے ماذون غلام سے زیادہ قیمت سے چیز بیچی تو آقا کو حکم دیا جائے گا کہ محابات زائل کرے اور مناسب قیمت لے، یا پھر بیع توڑ دے

ترجمہ : ١ جیسے ہم نے غلام کم قیمت پر بیچا ہو تو اس میں بیان کیا ہے، اس لیے کہ زیادہ میں بیچنے سے قرض دینے والوں کو نقصان ہوگا

تشریح : مثلا بھینس کی قیمت سات سو ہے لیکن آقا نے غلام کے ہاتھ میں ایک ہزار میں بیچا، تو یہ جو تین سو زیادہ لیا اس میں قرض والوں کا حق ہے، اس لئے آقا کو کہا جائے گا کہ یا تو آپ سات سو میں لیں، یا پھر بیع توڑ دیں، کیونکہ اس سے قرض دینے والوں کو نقصان ہوگا

ترجمہ : (۱۴۲۶) اور اگر مولی نے ماذون غلام کو آزاد کر دیا اور اس پر قرض ہو تو اس کا آزاد کرنا جائز ہے اور مولی اس کی قیمت کا ضامن ہوگا قرض خواہوں کے لئے۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ ماذون غلام پر آقا کی ملکیت باقی ہے، اور ماذون غلام کی جتنی قیمت ہے آقا اتنی قیمت کا ضامن ہو گا، اس لئے کہ قرض دینے والوں کا جو حق تھا آقا نے اس کا نقصان کیا ہے، کیونکہ قرض دینے والا غلام کو بیچ کر اس کی قیمت وصول کر کے اپنا حق لے سکتا تھا

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ چاہے ماذون غلام پر اتنا قرض آجائے کہ اس کی جان اور کمائی سب گھر جائیں پھر بھی غلام کی جان مولی کی ہے۔ اگر چہ اس کی کمائی مولی کی شمار نہیں ہوگی۔ اس لئے اگر مولی اس غلام کو آزاد کرنا چاہے تو جائز ہے۔ البتہ غلام کی جتنی قیمت ہے قرض خواہوں کے لئے اتنے کا ذمہ دار مولی ہوگا۔ اور اتنی رقم مولی کو ادا کرنی ہوگی تا کہ وہ قرض والوں کے درمیان فیصد کے مطابق تقسیم کر دی جائے۔ مثلا غلام پر چھ ہزار درہم قرض تھے اور غلام پانچ ہزار کا تھا تو مولی پانچ ہزار قرض والوں کو دے گا۔ اور باقی ایک ہزار غلام آزاد ہونے کے بعد اسی سے لیا جائے گا

وجہ: (۱) اس لئے کے مولی نے غلام آزاد کر کے قرض والوں کو اتنا نقصان دیا ہے (۲) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ قال اصحابنا حماد وغیرہ فقالوا اذا اعتقه وعليه دين فقيمة العبد على السيد و يبيعه غرماء ه فيما زاد على القيمة (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یباع العبد فی دینہ اذا اذن لہ او الحرج ثامن ص ۲۸۶ نمبر ۱۵۲۴۳) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مولی آزاد کرے تو غلام کی جتنی قیمت ہے اتنے کا ذمہ دار مولی ہوگا۔

(١٤٢٧) وَمَا بَقِىَ مِنَ الدُّيُوْنِ يُطَالِبُ بِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ ١ لِاَنَّ الدَّيْنَ فِى ذِمَّتِهِ وَمَا لَزِمَ الْمَوْلىٰ اِلَّا بِقَدْرِ مَا اَتْلَفَ ضِمَاناً فَبَقِىَ الْبَاقِى عَلَيْهِ كَمَا كَانَ

(١٤٢٨) فَاِنْ كَانَ اَقَلُّ مِنْ قِيْمَتِهِ ضَمِنَ الدَّيْنَ لَا غَيْرُ ١ لِاَنَّ حَقَّهُمْ بِقَدْرِهِ ٢ بِخِلَافِ مَا اِذَا اَعْتَقَ الْمُدَبَّرَ وَ اُمَّ الْوَلَدِ الْمَاذُوْنِ لَهُمَا وَقَدْ رَكِبَتْهَا دُيُوْنٌ لِاَنَّ حَقَّ الْغُرَمَاءِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِرَقْبَتِهِمَا اِسْتِيْفَاءٌ

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مولی نے جتنا نقصان کیا ہے اتنے ہی کا ذمہ دار ہوگا۔

ترجمہ: (١٤٢٧) اور جو باقی قرض میں سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا آزاد سے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ قرض غلام ہی کے ذمے ہے۔ اور آقا نے جتنا سا نقصان پہنچایا ہے اتنا ہی کا ذمہ دار ہوگا، اس لئے اس سے جو باقی رہا وہ غلام کے ذمے ہوگا

تشریح: غلام کی قیمت کے علاوہ جتنا زیادہ قرض ہو۔ اوپر کی مثال میں ایک ہزار تھا تو وہ غلام کے آزاد ہونے کے بعد اس سے ہی مطالبہ کیا جائے گا۔

وجہ: (١) اصل میں اس غلام نے ہی لوگوں سے قرض لیا تھا اس لئے قیمت کے علاوہ جو کچھ ہے وہ مولی کے بجائے غلام سے وصول کیا جائے گا (٢) اوپر کے قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ اوپر کے قول تابعی میں یہ جملہ زیادہ ہے۔ قال اصحابنا حماد وغیرہ فان فضل شیء عن قیمة العبد ابتع به العبد (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یباع العبد فی دینہ اذا اذن لہ او الحر، ج ثامن، ص ٢٨٦ نمبر ١٥٢٤٣) اس قول تابعی میں ہے قیمت سے زیادہ آزاد کردہ غلام سے وصول کیا جائے گا۔

ترجمہ: (١٤٢٨) پس اگر قرض غلام کی قیمت سے کم ہے تو آقا اس کی قرض کے مطابق ہی ضمان دے گا، اس سے زیادہ نہیں

ترجمہ: ١ اس لئے کہ قرض دینے والوں کا اتنا ہی تھا

تشریح: مثلا غلام کی قیمت پانچ ہزار درہم ہے، اور اس پر تین ہزار قرض تھا اور آقا نے غلام کو آزاد کر دیا تو آقا قرض والوں کا تین ہزار ادا کرے گا، کیونکہ قرض والوں کا آقا نے اتنا ہی نقصان کیا ہے، باقی تو خود آقا کا ہی غلام ہے، اس لئے مزید کیا دے گا

ترجمہ: ٢ بخلاف اگر آقا نے ماذون مدبر کو آزاد کر دیا یا ماذون ام ولد کو آزاد کر دیا، اور دونوں پر قرض تھے (تو آقا ذمہ دار نہیں ہوگا)، اس لئے کہ دونوں کو بیچ کر قرض والے لیں ایسا تو پہلے سے تھا ہی، اس لئے آقا قرض والے کے حقوق کو ضائع نہیں کیا ہے، اس لئے وہ کسی قرض کا ضامن نہیں ہوگا

تشریح: پہلے سے آقا نے مدبر بنایا تھا اور اس کو تجارت کی اجازت دی تھی، یا ام ولد بنایا تھا اور اس کو تجارت کی اجازت دی تھی، تو یہ طے تھا کہ ان دونوں کو بیچ نہیں سکتے، ان میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے، اس کے باوجود جن لوگوں نے ان سے خرید و فروخت کیا تو یہ جانتے ہوئے کیا کہ اگر ان پر قرض ہوا تو اس کی کمائی سے ہی قرض وصول کر سکتا ہوں، چاہے غلام رہتے ہوئے یا آزادگی کے بعد، لیکن ان کو بیچ کر اپنا پیسہ وصول نہیں کر سکتا ہوں، اس لئے اب اگر آقا نے مدبر کو یا ام ولد کو آزاد کیا تو آقا نے قرض دینے والوں کا کوئی نقصان نہیں کیا ہے، آزاد ہونے سے پہلے بھی ان کی کمائی سے وصول کرے گا، اور اب آزاد ہونے

بِالْبَيْعِ فَلَمْ يَكُنِ الْمَوْلىٰ مُتْلِفاً حَقَّهُمْ فَلَا يَضْمَنُ شَيْئاً.

(۱۴۲۹) قَالَ فَإِنْ بَاعَهُ الْمَوْلىٰ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ بِرَقَبَتِهِ وَقَبَضَهُ الْمُشْتَرِ وَغَيَّبَهُ فَإِنْ شَاءَ الْغُرَمَاءُ ضَمِنُوا الْبَائِعَ قِيمَتَهُ وَإِنْ شَاءُوا ضَمَّنُوا الْمُشْتَرِى ۱؎ لِأَنَّ الْعَبْدَ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُمْ حَتّٰى كَانَ لَهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ إِلَّا أَنْ يَقْضِىَ الْمَوْلىٰ دَيْنَهُمْ وَالْبَائِعُ مُتْلِفٌ حَقِّهِمْ بِالْبَيْعِ وَالتَّسْلِيمِ ۲؎ وَالْمُشْتَرِىُ بِالْقَبْضِ وَالتَّغْيِيبِ فَيُخَيَّرُونَ فِي التَّضْمِينِ

کے بعد بھی ان کی کمائی سے وصول کرے گا، اس لئے آقا قرض دینے والوں کو کچھ نہیں دے

ترجمہ: (۱۴۲۹) اگر ماذون غلام کو آقا نے بیچ دیا، اور غلام پر گھرا ہوا قرض تھا، اور مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا اور اس کو غائب بھی کر لیا تو قرض دینے والوں کو یہ بھی اختیار ہے کہ بائع یعنی آقا کو غلام کی قیمت بھر کا ذمہ دار بنائے، اور یہ بھی اختیار ہے مشتری کو ذمہ دار بنا دے

تشریح: ماذون غلام پر اتنا قرض تھا کہ پورا غلام بک جاتا، ایسی صورت میں آقا نے اس کو بیچ دیا، اور مشتری نے اس پر قبضہ کر کے غائب کر دیا کہ قرض والا غلام سے کچھ وصول نہیں کر سکتا ہے، تو یہاں چار اختیارات ہیں۔ ۱۔ پہلا اختیار یہ ہے کہ آقا سے غلام کی جتنی قیمت ہے وہ وصول کرے، کیونکہ آقا نے غلام بیچ کر قرض دینے والوں کا اتنا نقصان کیا ہے۔ ۲۔ دوسرا اختیار یہ ہے کہ مشتری سے غلام کی قیمت لے، کیونکہ اس نے غلام کو غائب کیا ہے، اور غلام سے اپنا قرض وصول کرنا مشکل کر دیا ہے۔ ۳۔ تیسرا اختیار یہ ہے کہ قرض دینے والے بیع جائز قرار دے دیں، اور بیع سے جو قیمت آئے اس کو لیکر آپس میں تقسیم کر لے۔ ۴۔ اور چوتھا اختیار یہ ہے کہ اگر آقا خود غلام کی جو قیمت ہے وہ دینا چاہے تو دے دے، اور غلام کو بیچ کر جو قیمت آئی ہے اس کو اپنے پاس رکھ لے، یہاں یہ چار صورتیں ہیں،

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ قرض والوں کا حق غلام کے ساتھ متعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ قرض دینے والوں کو یہ بھی حق تھا کہ غلام کو بیچ دیں، (اس لئے قرض دینے والے آقا سے اپنی رقم وصول کر سکتے ہیں) مگر یہ کہ آقا قرض دینے والے کے قرض کو ادا کر دے، پھر بائع یعنی آقا نے بیچ کر اور مشتری کو دیکر قرض دینے والوں کے حق کو ضائع کیا ہے (اس لئے آقا سے وصول کر سکتا ہے)

تشریح: آقا نے غلام کو بیچ کر قرض دینے والوں کے حق کو ضائع کیا ہے، اس لئے قرض دینے والے آقا سے وصول کر سکتے ہیں، ہاں آقا اپنی جیب سے قرض ادا کر دے تو اب قرض والوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا

ترجمہ: ۲؎ اور مشتری نے غلام پر قبضہ کیا اور اس کو غائب بھی کر دیا (جس سے قرض والوں کا نقصان ہوا) اس لئے ضمان لینے کا اختیار ہوگا

تشریح: مشتری نے غلام پر قبضہ کیا، اور اس کو غائب بھی کر دیا، جس سے قرض والوں کا نقصان ہوا کہ اب کس سے قرض وصول کرے گا، اس لئے مشتری کو بھی ضامن بنانے کا اختیار ہوگا۔

(١٤٣٠) وَاِنْ شَاءُوْا اَجَازُوْا الْبَيْعَ وَاَخَذُوْا الثَّمَنَ ١ لِاَنَّ الْحقَّ لَهُمْ ٢ وَالْاِجَازَةُ اللَّاحِقَةُ كَالْاِذْنِ السَّابِقِ كَمَا فِيْ الْمَرْهُوْنِ

(١٤٣١) فَاِنْ ضَمَّنُوْا الْبَائِعَ قِيْمَتَهُ ثُمَّ رُدَّ عَلٰى الْمَوْلٰى بِعَيْبٍ فَلِلْمَوْلٰى اَنْ يَرْجِعَ بِالْقِيْمَةِ ١ فَيَكُوْنُ حَقُّ الْغُرَمَاءِ فِي الْعَبْدِ لِاَنَّ سَبَبَ الضِّمَانِ قَدْ زَالَ وَهُوَ الْبَيْعُ وَالتَّسْلِيْمُ ٢ وَصَارَ كَالْغَاصِبِ اِذَا بَاعَ وَسَلَّمَ

ترجمہ: (۱۴۳۰) اور اگر چاہے تو قرض والے بیع کو جائز قرار دے، اور قیمت خود لے لے

ترجمہ: ١ اس لئے کہ ان کا حق ہے

تشریح: قرض والا چاہے تو یہ بھی کرسکتا ہے کہ آقا نے اور مشتری نے جو بیع کی ہے اس بیع کو جائز قرار دے دے، اور جو قیمت طے ہوئی تھی وہ قیمت مشتری سے لے لے اور آپس میں تقسیم کرلیں

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بیچے ہوئے ماذون غلام میں قرض دینے والوں کا حق تھا

ترجمہ: ٢ اور قرض دینے والا بعد میں اجازت دے گویا کہ پہلے کی اجازت ہے، جیسا کہ رہن کے مسئلے میں ہوتا ہے

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ آقا نے پہلے بیچا ہے اب بعد میں قرض دینے والے نے اجازت دی ہے تو اس کا کیا اثر پڑے گا۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ آقا نے بیچا ہے اور بیع کی اجازت بھی دی ہے، پھر جب قرض دینے والے نے اجازت دی تو یہ پہلی اجازت سمجھی جائے گی، اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے قرض کے بدلے میں بھینس عمر کے پاس گروی رکھی، پھر عمر نے زید کی اجازت کے بغیر بھینس بیچ دی، تو بھینس کا بیچنا جائز نہیں ہے، لیکن بعد میں زید نے بیع کی اجازت دے دی تو یہ پہلی اجازت سمجھی جائے گی، اسی طرح قرض دینے والوں نے بعد میں اجازت دے دی تو یہ پہلی اجازت سمجھی جائے گی، اور بیع ہو جائے گی

ترجمہ: (۱۴۳۱) اگر قرض دینے والوں نے بائع (آقا) سے قیمت لے لی پھر آقا پر عیب کی وجہ سے غلام واپس آگیا تو آقا کو یہ حق ہے کہ قرض دینے والے سے قیمت واپس لے لے،

ترجمہ: ١ اور قرض دینے والوں کا حق غلام میں ہو جائے گا، اس لئے ضمان کا سبب جو غلام کا بیچنا تھا وہ زائل ہو گیا ہے

تشریح: ماذون غلام کو آقا نے بیچا تھا جس کی وجہ سے قرض دینے والوں نے آقا سے غلام کی قیمت لے لی، پھر غلام میں عیب ہونے کی وجہ سے آقا کے پاس واپس آگیا، تو اب آقا کو حق ہے کہ قرض دینے والوں نے جو آقا سے رقم لی ہے وہ اس سے واپس لے لے، اور قرض دینے والوں سے یوں کہہ دے تم اب خود غلام سے نمٹو، کیونکہ بیچا ہوا غلام اب واپس آگیا ہے، جس نے تمہارا قرض لیا ہے

ترجمہ: ٢ اور ایسا ہو گیا کہ غاصب نے غصب کی چیز بیچ دی تھی اور مشتری کو سپرد بھی کر دی تھی، جس کی وجہ سے چیز کے مالک نے غاصب سے قیمت لے لی، پھر عیب کی وجہ سے چیز غاصب کے پاس لوٹ آئی تو اب غاصب کو حق ہے کہ چیز کو مالک کو واپس دے دے اور مالک سے اپنی دی ہوئی رقم واپس لے لے، اسی طرح یہاں آقا کی صورت میں بھی ہوگی

وَضَمِنَ الْقِيمَةَ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ بِالْعَيْبِ كَانَ لَهُ اَنْ يَرُدَّعَلى الْمَالِكِ وَيَسْتَرِدُّ الْقِيمَةَ كَذَا هذا

(١٤٣٢) قَالَ وَلَوْ كَانَ الْمَوْلٰى بَاعَهُ مِنْ رَجُلٍ وَاَعَلَّمَهُ بِالدَّيْنِ فَلِلْغُرَمَاءِ اَنْ يَرُدُّوا الْبَيْعَ ١ لِتعلُّقِ حَقِّهِمْ وَهُوَ الْاِسْتِسْعَاءُ وَالْاِسْتِيْفَاءُ مِنْ رَقْبَتِهِ وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَائِدَةٌ فَالْاَوَّلُ تَامٌّ مُؤَخَّرٌ وَالثَّانِي نَاقِصٌ مُعَجَّلٌ وَبِالْبَيْعِ يَفُوْتُ هٰذِهِ الْخِيرَةَ فَلِهٰذَا لَهُمْ اَن يَّرُدُّوْهُ ٢ قَالُوْا تَاوِيْلُهُ اِذَا لَمْ يَصِلْ اِلَيْهِم الثَّمَنُ فَاِنْ وَصَلَ وَلَا مُحَابَاةَ فِي الْبَيْعِ لَيْسَ لَهُمْ اَن يَّرُدُّوْهُ لِوُصُوْلِ حَقِّهِمْ اِلَيْهِمْ.

تشریح :مثلا زید نے عمر کے غلام کو غصب کیا، اور اس کو بیچ بھی دیا، اس کی وجہ سے عمر مالک نے زید سے غلام کی قیمت لے لی، بعد میں عیب کی وجہ سے غلام زید کے پاس واپس آ گیا، تو زید کو یہ حق ہے کہ غلام کو عمر مالک کی طرف دے دے، اور عمر کو جو رقم دی تھی وہ واپس لے۔ ٹھیک اسی طرح آقا نے جو رقم قرض دینے والوں کو دی تھی وہ قرض دینے والوں سے واپس لے لے، اور غلام قرض والوں کو حوالے کر دے، کیونکہ اب غلام واپس آ چکا ہے

ترجمہ : (١٤٣٢) آقا نے کسی آدمی سے مقروض غلام بیچا، اور اس مشتری کو بتا بھی دیا کہ اس پر قرض ہے (جس کی وجہ وہ قرض کے عیب کی وجہ سے غلام واپس نہ کرے) پھر بھی قرض دینے والوں کو یہ حق ہے کہ بیع توڑ وادے

ترجمہ :١ کیونکہ قرض والوں کا حق غلام سے متعلق ہے، اور ہے غلام سے کام کروا کر رقم لے، یا غلام کو بیچ کر وصول کرے، اور دونوں صورتوں میں قرض دینے والوں کا فائدہ ہے، پہلی صورت (کام کروا کر واپس لے) پوری رقم ملے گی، لیکن دیر ہوگی، اور دوسری صورت میں (غلام کو بیچ کر رقم لے) کم رقم ملے گی، لیکن جلدی ملے گی، اور آقا کے بیچ دینے سے یہ دونوں صورتیں ختم ہوگئی، اس لئے قرض دینے والوں کو اختیار ہوگا کہ بیع توڑ وادے

تشریح :اس مسئلے میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بیچنے والا آقا مشتری کو عیب ظاہر بھی کر دے کہ غلام پر قرض محیط ہے، پھر بھی قرض دینے والے اس بیع کو توڑ واسکتے ہیں، کیونکہ ان کا حق باقی ہے، صورت مسئلہ یہ ہے کہ آقا نے ماذون کو بیچا جس پر قرض محیط تھا، اور مشتری کو یہ بتا دیا کہ اس پر قرض ہے، جس کی وجہ سے مشتری اس عیب کی بنیاد پر غلام کو واپس نہیں کر سکتا تھا، پھر بھی قرض دینے والوں کو یہ حق ہے کہ بیع توڑ وادے

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر غلام نہیں بکتا تو، یا اس سے کام کروا کر پوری رقم واپس لیتا، یہ بعد میں ہوتا لیکن پوری رقم مل جاتی۔ یا پھر جلدی میں غلام کو بکوا لیتا جو بھی تھوڑی سی رقم آتی اس کو آپس میں تقسیم کر لیتا، یہ تھوڑی رقم ہوتی لیکن جلدی سے مل جاتی، لیکن آقا نے بیچ کر قرض دینے والوں کے یہ دونوں اختیار ختم کر دئے، اس لئے قرض والوں کو اپنے حق کے لئے یہ اختیار ہوگا کہ بیع توڑ وادے

ترجمہ : ٢ علما نے یہ کہا کہ اس عبارت کی تاویل یہ ہے کہ قرض دینے والوں کو غلام کی قیمت نہیں ملی تھی (اس لئے ان کو بیع توڑ وانے کا حق ملا تھا)، لیکن اگر غلام کی قیمت مل جاتی اور کمی میں بھی نہیں بیچا ہوتا تو ان کو بیع توڑ وانے کا حق نہیں ملتا، کیونکہ قرض والوں کو تو ان کا حق مل گیا ہے

تشریح :متن میں جو یہ کہا گیا کہ قرض والوں کو بیع توڑ وانے کا حق ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ آقا کو غلام کی جو قیمت ملی

(۱۴۳۳) قَالَ فَاِنْ كَانَ الْبَائِعُ غَائِباً فَلَا خُصُوْمَةَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُشْتَرِى مَعْنَاهُ ۱ إذَا اَنْكَرَ الدَّيْنَ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ اَلْمُشْتَرِى خَصَّهُمْ وَيُقْضىٰ لَهُمْ بِدَيْنِهِمْ

تھی وہ ان قرض دینے والوں کو نہیں دی، اس لئے ان کو بیع توڑوانے کا حق ملا، لیکن اگر صحیح قیمت میں غلام بکا ہو، اور یہ رقم قرض دینے والوں کو مل گئی ہو تو اب قرض دینے والوں کو بیع توڑوانے کا حق نہیں ہوگا، کیونکہ ان کو ان کی مناسب قیمت مل گئی ہے

ترجمہ: (۱۴۳۳) اگر بیچنے والا غائب ہو تو قرض دینے والے اور مشتری کے درمیان کوئی مقدمہ نہیں چلے گا

ترجمہ: ۱ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ مشتری نے قرض کا انکار کر دیا ہو تو (مقدمہ نہیں چلے گا) یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے، اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مشتری خصم ہوگا، اور قرض دینے والے کے لئے فیصلہ کیا جائے گا

یہ مسئلہ تین اصولوں پر ہے

اصول: کوئی غائب ہو تو اس پر مقدمہ نہیں چل سکتا ہے، اور اس کے خلاف فیصلہ نہیں ہو سکتا ہے

اصول: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کے نزدیک مشتری اپنی مبیع پر اپنی ملکیت کا دعوی کر رہا ہے اس لئے بائع غائب ہو تب بھی مشتری خصم بنے گا

اصول: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک بیع کو توڑنے کی جب ضرورت پڑے گی تو بائع بھی خصم ہوگا اس لئے اگر بائع غائب ہے تو صرف مشتری خصم نہیں بنے گا

تشریح: آقا نے ماذون غلام کو بیچا، اور مشتری کو بتا بھی دیا کہ اس پر قرض محیط ہے، پھر آقا جو بائع ہے غائب ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور امام محمدؒ کے نزدیک مشتری خصم نہیں بنے گا اور اس پر مقدمہ دائر نہیں ہوگا، اور اس کے خلاف فیصلہ بھی نہیں ہوگا، پھر جب بائع آجائے گا اس وقت فیصلہ کیا جائے گا

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری خصم بنے گا، اور اس کے خلاف فیصلہ بھی ہوگا، اور بیع ٹوٹ جائے گی

وجہ: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہاں بائع بھی خصم بنے گا اور بیع ٹوٹے گی، اور بائع غائب ہے، اور غائب پر فیصلہ نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے مشتری پر بھی مقدمہ نہیں ہوگا (۲) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تُرْسِلُنِي وَأَنَا حَدِيثُ السِّنِّ.... فَلَا تَقْضِيَنَّ حَتَّى تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ، كَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ « قَالَ: »فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا، أَوْ مَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ۔ (ابوداود شریف، باب کیف القضاء، نمبر ۳۵۸۲) اس حدیث میں ہے کہ دوسرے کی بات سننے سے پہلے فیصلہ نہ کرے، اور غائب آدمی اپنی بات نہیں رکھ سکے گا اس لئے اس کی غیر موجودگی میں فیصلہ بھی نہیں کیا جائے گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے (۱) کہ مشتری مبیع پر اپنی ملکیت کا دعوی کر رہا ہے، اور وہ حاضر ہے اس لئے وہ خصم بن سکتا ہے (۲) اس حدیث میں ہے کہ حضرت سفیانؓ غائب تھے لیکن اس پر نفقے کا حضورؐ نے فیصلہ کیا تھا اس لئے موقع دیکھ کر غائب پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ هِنْدًا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ

۲ وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافُ إِذَا اشْتَرىٰ دَاراً وَوَهَبَهَا وَسَلَّمَهَا وَغَابَ ثُمَّ حضَرَ الشَّفِيْعُ فَالْمَوْهُوْبُ لَهٗ لَيْسَ بِخَصْمٍ عِنْدَهُمَا خِلَافاً لَهٗ وَعَنْهُمَا مِثْلُ قَوْلِهٖ فِيْ مَسْأَلَةِ الشُّفْعَةِ لِاَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهٗ يَدَّعِي الْمِلْكَ لِنَفْسِهٖ فَيَكُوْنُ خَصْماً لِكُلِّ مَنْ يُنَازِعُهٗ ۳ وَلَهُمَا اَنَّ الدَّعْوىٰ يَتَضَمَّنُ فَسْخَ الْعَقْدِ وَقَدْ قَامَ بِهِمَا فَيَكُوْنُ الْفَسْخُ قَضَاءً عَلَى الْغَائِبِ.

(۱۴۳۴) قَالَ وَمَنْ قَدِمَ مِصْراً فَقَالَ اَنَا عَبْدٌ لِفُلَانٍ فَاشْتَرىٰ وَبَاعَ لَزِمَهٗ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ التِّجَارَةِ ۱ لِاَنَّهٗ اِنْ اَخْبَرَ بِالْاِذْنِ فَالْاِخْبَارُ دَلِيْلٌ عَلَيْهِ وَاِنْ لَمْ يُخْبِرْ فَتَصَرُّفُهٗ جَائِزٌ اِذِ الظَّاهِرُ اَنَّ الْمَحْجُوْرَ عَلىٰ

رَجُلٌ شَحِيحٌ، فَأَحْتَاجُ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ، قَالَ: »خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ (بخاری شریف، باب القضاء علی الغائب،نمبر ۷۱۸۰)

ترجمہ: ۲ اسی اختلاف پر ہے، اگر گھر خریدا اور اس کو کسی کو ہبہ کر دیا، اور اس کو سپرد بھی کر دیا اور خود غائب ہو گیا، پھر شفعہ کا دعوی کرنے والا آیا تو جس کو ہبہ کیا تھا امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ خصم نہیں بنے گا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خصم بنے گا۔ اور یہی حال شفعہ کے مسئلے میں ہے کہ گھر خریدنے والا خصم بنے گا یا نہیں، امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری اور موہوب لہ اپنے لئے ملکیت کا دعوی کر رہا ہے اس لئے ہر وہ آدمی جو اس کے لئے گ جھگڑا کر رہا ہے اس کے لئے خصم بنے گا

تشریح: مثلا زید نے عمر سے گھر خریدا، اور اس کو خالد کو ہبہ کر دیا، اور گھر سپرد بھی کر دیا، زید غائب ہو گیا، اب اس گھر کا پڑوسی ساجد آیا اور حق شفعہ کا دعوی کرنے لگا تو، خالد جس نے گھر خریدا ہے اور موجود ہے اس کو امام ابوحنیفہ، اور امام محمدؒ کے نزدیک خصم نہیں بنا سکتا ہے، اس لئے اس کے خصم بننے سے ہبہ ٹوٹے گا، اور اس کا تعلق زید سے جو غائب ہے، اور غائب پر فیصلہ نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے خالد خصم نہیں بنے گا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہے کہ خالد خصم بنے گا، کیونکہ وہ ملکیت کا دعوی کر رہا ہے اور وہ موجود ہے

ترجمہ: ۳ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ دعوی سے عقد ٹوٹے گا اور عقد دونوں سے ہوا ہے، اس لئے عقد یعنی بیع ٹوٹنے سے غائب پر فیصلہ ہوگا (جو جائز نہیں ہے، اس لئے مشتری خصم نہیں بنے گا)

تشریح: یہ دلیل اوپر گزر چکی ہے۔ کہ دعوی سے بیع ٹوٹے گی، اور بیع بائع اور مشتری دونوں سے ہوئی ہے، یا ہبہ کرنے والا، اور جس کو ہبہ کیا ہے دونوں سے ہبہ ہوا ہے، اور بائع، یا ہبہ کرنے والا غائب ہے، اس لئے غائب پر فیصلہ ہوگا، اس لئے مشتری، یا موہوب لہ بھی خصم نہیں بنے گا

ترجمہ: (۱۴۳۴) ایک آدمی باہر سے شہر میں آیا اور کہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں، پھر خریدنے لگا اور بیچنے لگا تو اس غلام پر تجارت کی ساری باتیں جاری ہو جائیں گی

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اگر یہ خبر دیتا کہ کی مجھے تجارت کی اجازت ہے تو خبر دینا بھی اجازت کی دلیل ہے، اور اگر خبر نہیں دیا تب بھی اس کا تصرف (یعنی بیع و شراء) جائز ہے اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ اگر اجازت نہیں ہوتی تو اپنی حجر کے مطابق عمل کرتا،

مَوْجِبِ حَجْرِهِ وَالْعَمَلُ بِالظَّاهِرِ هُوَا الْاَصْلُ فِي الْمُعَامَلَاتِ كَيْلَا يَضِيْقَ الْاَمْرُ عَلَى النَّاسِ
(۱۴۳۵) اِلَّا اَنَّهُ لَا يُبَاعُ حَتّٰى يَحْضُرَ مَوْلَاهُ لِ لِاَنَّهُ لَا يَقْبَلُ قَوْلَهُ فِي الرَّقَبَةِ لِاَنَّهَا خَالِصُ حَقِّ الْمَوْلٰى بِخِلَافِ الْكَسَبِ لِاَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ عَلَى الْعَبْدِ مَا بَيَّنَّاهُ
(۱۴۳۶) فَاِنْ حَضَرَ وَقَالَ هُوَ مَاذُوْنٌ بِيْعَ فِي الدَّيْنِ لِ لِاَنَّهُ ظَهَرَ الدَّيْنُ فِي حَقِّ الْمَوْلٰى
(۱۴۳۷) وَاِنْ قَالَ هُوَ مَحْجُوْرٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ

اور ظاہر پر عمل کرنا معاملات میں اصل ہے، تا کہ لوگوں پر تنگی نہ ہو

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ کوئی آدمی کوئی عمل کرے تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس کو اس کی اجازت ہے

تشریح: یہاں چار صورتیں ہیں۔ا۔پہلی صورت یہ ہے کہ باہر سے آیا ہوا غلام کہہ رہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں، اور خرید و فروخت کرتا ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس کو آقا کی جانب سے تجارت کی اجازت ہوگی، کیونکہ اجازت نہیں ہوتی تو وہ حجر پر عمل کرتا اور تجارت نہ کرتا۔۲۔دوسری صورت یہ ہے کہ غلام خود کہے کہ مجھے آقا نے تجارت کی اجازت دی ہے تو بغیر گواہی کے اس کی بات مان لی جائے گی، تا کہ لوگوں پر تنگی نہ ہو، لوگ کہاں تک ہر معاملے میں گواہی لینے جائیں گے۔۳۔اور تیسری صورت یہ ہے کہ غلام پر اتنا قرض ہوگیا ہے کہ اس کی گردن بیچنی پڑے گی، تو چونکہ یہ غلام اور اس کی گردن آقا کی ہے اس لئے آقا جب تک یہ نہ کہے کہ اس کو میں تجارت کی اجازت دی اس وقت غلام نہیں بیچا جائے گا، کیونکہ غلام کی کمائی میں تو ظاہری اجازت چلے گی، غلام کی ذات میں ظاہری اجازت نہیں چلے گی، آقا کی تصدیق چاہئے۔۴۔چوتھی صورت یہ ہے کہ غلام پر اتنا قرض تھا کہ اس کی ذات بیچی جاتی اور آقا کہتا ہے کہ میں نے اس کو تجارت کی اجازت نہیں دی تھی تو غلام نہیں بیچا جائے گا، کیونکہ اصل یہی ہے کہ آقا غلام کو اتنا خرچ کرنے کے لئے نہیں کہا ہوگا کہ خود غلام ہی بک جائے

ترجمہ: (۱۴۳۵) مگر یہ کہ (غلام قرض میں گھر گیا ہو) تو جب تک آقا حاضر نہ ہو جائے غلام نہیں بیچا جائے گا

ترجمہ: لِ اس لئے کہ (یہ اتنا بڑا قرض ہے) کہ اس میں صرف غلام کی بات نہیں مانی جائے گی، اس لئے کہ یہ آقا کا خالص حق ہے، بخلاف کمائی کے کہ وہ غلام کا حق ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا

تشریح: غلام پر اتنا قرض ہوگیا کہ اس میں غلام بک جائے تو جب تک آقا حاضر نہ ہو جائے اور یہ نہ کہے کہ میں نے اس کو تجارت کی اجازت دی تھی اس وقت غلام کی بات نہیں مانی جائے گی، کیونکہ گردن کی ملکیت آقا کا حق ہے، اور غلام کی کمائی میں غلام کا حق ہے

ترجمہ: (۱۴۳۶) پس آقا حاضر ہوا اور کہا کہ غلام کو تجارت کی اجازت ہے تو قرض میں بیچا جائے گا،

ترجمہ: لِ اس لئے کہ آقا کے کہنے کے بعد آقا کے حق میں بھی قرض ظاہر ہوگیا ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۴۳۷) اور اگر آقا نے کہا کہ میں نے اجازت نہیں دی تھی تو آقا کی بات مانی جائے گی (اور غلام نہیں بیچا جائے گا)

ل لِاَنَّهٗ مُتَمَسِّکٌ بِالْاَصْلِ.

﴿فَصْلٌ﴾ (١٤٣٨) وَاِذَا اَذِنَ وَلِیُّ الصَّبِیِّ لِلصَّبِیِّ فِی التِّجَارَةِ فَهُوَ فِی الْبَیْعِ وَالشِّرَاءِ کَالْعَبْدِ الْمَاذُوْنِ اِذَا کَانَ یَعْقِلُ الْبَیْعَ وَالشِّرَاءَ حَتّٰی یَنفُذَ تَصَرُّفُهٗ.ل وَقَالَ الشَّافِعِیُّ لَا یَنفُذُ لِاَنَّ حَجْرَهٗ لِصَبَاهُ

ترجمہ: ل اس لئے کہ آقا اصل بات پکڑ رہا ہے

تشریح : اصل یہی ہے کہ اتنی بڑی تجارت کرنے کے لئے آقا نے نہیں کہا ہوگا غلام ہی بک جائے اس لئے آقا کہہ رہا ہے کہ میں نے اجازت نہیں دی تھی تو اس کی بات مانی جائے گی اور غلام نہیں بکے گا

فصل بچے کے احکام میں

ترجمہ: (١٤٣٨) اگر بچے کے ولی نے بچے کو تجارت کی اجازت دی تو وہ خریدنے اور بیچنے میں ماذون غلام کی طرح ہوگا جبکہ وہ خرید وفروخت سمجھتا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا تصرف نافذ ہوگا

اصول :سمجھدار بچے میں عقل تو ہے لیکن کم ہے اس لئے ولی کی اجازت سے تجارت کی اجازت ہوگی، تاکہ خود بھی نقصان نہ اٹھائے، اور دوسروں کو بھی نقصان نہ دے

تشریح: بچہ ابھی نابالغ ہے لیکن اتنا سمجھدار ہے کہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہے، اور نفع اور نقصان کو سمجھتا ہے، اور اس کے ولی نے خریدنے اور بیچنے کی اجازت دے دی تو اس کا تصرف نافذ ہوگا۔

اب یہاں تین قسم کی چیزیں ہیں۔ ١۔ خالص نفع کی چیز، جیسے ہدیہ کو قبول کرنا، تو یہ ہر حال میں نافذ ہوگا۔ ٢۔ دوسرا ہے خالص نقصان کی چیز، جیسے بیوی کو طلاق دینا، تو یہ نافذ نہیں ہوگا۔ ٣۔ اور تیسرا ہے کہ اس میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی ہے جیسے کسی چیز کو خریدنا، تو اس میں ایک چیز آتی ہے، لیکن اس کی قیمت بھی دینی پڑتی ہے جس میں مال جاتا ہے، تو اس میں ولی کی اجازت سے تصرف کا حق ہوگا، یہ قاعدہ کلیہ ہے

وجہ:(١) تصرف کے لئے اصل بنیاد ہے، نفع اور نقصان کو سمجھنا، اور اس میں نفع، اور نقصان کو سمجھنے کی صلاحیت ہے، لیکن نا بالغ ہونے کی وجہ سے صلاحیت کم ہے، اس لئے ولی کی اجازت سے تصرف نافذ ہوگا۔ (٢) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ حضرت ام سلمہ نے اپنے نکاح کا وکیل اپنے بچے عمر کو بنایا۔ **فقال لابنها یا عمر قم فزوج رسول الله فزوجه** (نسائی شریف، باب انکاح الابن امه، ص ٤٥٠، نمبر ٣٢٥٦)

نوٹ : بچے کو صرف سودا سلف خریدنے کے لئے بھیجا تو یہ خدمت ہے اس سے تجارت کی اجازت نہیں ہوگی۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے

ترجمہ: ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بچے کی خرید وفروخت نافذ نہیں ہوگی، اس کا حجر بچپنے کی وجہ سے ہے، اس لئے جب تک بچہ ہے اس کا حجر باقی رہے گا

فَيَبْقىٰ ببَقَائِهٖ ۲؎ وَلِاَنَّهٗ مَوْلىٰ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمْلِكَ الْوَلِيُّ التَّصَرُّفُ عَلَيْه وَيَمْلِكُ حَجْرَهٗ فَلا يَكُوْنُ وَالِياً لِلْمُنَافَاةِ فَصَارَ كَالطَّلَاقِ وَالْعِتَاقِ ۳؎ بِخِلَافِ الصَّوْمِ وَالصَّلاةِ لِاَنَّهٗ لا يَقَامُ بِالْوَلِيِّ وَكَذَالِكَ الْوَصِيَّةُ عَلىٰ اَصْلِهٖ فَتَحَقَّقَتِ الضَّرُوْرَةُ اِلىٰ تَنْفِيْذٍ مِنْهُ اَمَّا الْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ يَتَوَلَّاهُ الْوَلِيُّ فَلا ضَرُوْرَةَ هٰهُنَا ۴؎ وَلَنَا اَنَّ التّصَرُّف الْمَشْرُوْعَ صَدَرَ مِنْ اَهْلِهٖ فِيْ مَحَلِّهٖ عَنْ وِلَايَةٍ شَرْعِيَّةٍ فَوَجَبَ تَنْفِيْذُهٗ عَلىٰ

اصول: امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ جب تک بچہ ہے ولی کی اجازت سے بھی اس کی خرید وفروخت نافذ نہیں ہوگی

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ولی اجازت دے پھر بھی اس کی خرید فروخت نافذ نہیں ہوگی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حجر بچپنے کی وجہ سے ہے اس لئے جب تک بچہ ہے تو اس میں سمجھداری آجائے تب بھی اس کا تصرف نافذ نہیں ہوگا

ترجمہ: ۲؎ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس بچے پر ولی موجود ہے یہی وجہ ہے کہ ولی اس بچے پر تصرف بھی کرسکتا ہے اور اس کو تجارت سے منع بھی کرسکتا ہے، اس لئے منافات کی وجہ سے بچہ تجارت کا ولی نہیں بن سکتا ہے، اس لئے تجارت طلاق کی طرح ہوگئی

تشریح: امام شافعیؒ کی یہ دوسری دلیل ہے۔ خود بچے پر اس کا ولی موجود ہے، اور ولی ہونا اور اس پر کسی اور کے ولی ہونے میں منافات ہے، اس لئے بچہ تجارت کا ولی نہیں بن سکتا ہے، پھر اس کی مثال دی کہ بچہ طلاق نہیں دے سکتا ہے، آزاد نہیں کرسکتا ہے، اور اس کا ولی نہیں بن سکتا ہے، اسی طرح وہ تجارت کا بھی ولی نہیں بن سکتا ہے

لغت: مولی علیہ: جس پر ولی مقرر ہو، اس کو مولی علیہ، کہتے ہیں۔ الولی: جو ولی ہو

ترجمہ: ۳؎ بخلاف روزہ اور نماز کے (وہ بچے سے ہوجاتی ہے) اس لئے کہ ولی اس کو نہیں کرسکتا ہے، اسی طرح امام شافعیؒ کے قاعدے پر وصیت بھی ولی نہیں کرسکتا ہے، اس لئے وصیت نافذ کرنے کے لئے اس کی بچے کی ضرورت پڑی، اور خرید و فروخت ولی کرسکتا ہے اس لئے یہاں بچے کی ولایت کی ضرورت نہیں ہے

اصول: امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ جو کام بچے کا ولی نہیں کرسکتا ہے وہاں بچے کریں گے، اور جو کام ولی کرسکتا ہے وہاں بچے کو ولی بنانے کی ضرورت نہیں ہے

تشریح: امام شافعیؒ کی تیسری دلیل ہے، روزہ ہے، نماز ہے یہ بچے کی جانب سے ولی نہیں کرسکتا ہے، اس کو بچے ہی کو کرنا ہے اس لئے یہاں بچہ کرنے کا ولی ہوگا، اسی طرح بچے کی جانب سے ولی وصیت نہیں کرسکتا، بلکہ خود بچہ ہی وصیت کرے گا، اس لئے، وصیت میں بچہ ولی ہوگا، لیکن خرید وفروخت ولی بچے کی جانب سے کرسکتا ہے، اس لئے بچہ کو اس میں ولی بنانے کی ضرورت نہیں ہے، اور اس کو تجارت کی اجازت دینے کی ضرورت نہیں ہے،

ترجمہ: ۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ مشروع تصرف ہے اہل سے صادر ہوا ہے اور محل میں ہے، اور ولایت شرعیہ بھی ہے اس لئے اس کا نافذ کرنا واجب ہے جیسا کہ خلافیات میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ تھوڑی بہت عقل اور تمیز ہو تو ولی کی اجازت سے تجارت کی اجازت ہوگی

مَا عُرِفَ تَقْرِيْرُهُ فِي الْخِلَافِيَّاتِ ۵ وَالصِّبَا سَبَبُ الْحَجْرِ لِعَدَمِ الْهِدَايَةِ لَا لِذَاتِهِ وقَدْ ثَبَتَتْ نَظْراً اِلٰى اِذْنِ الْوَلِيِّ وَبَقَاءِ وِلَايَتِهِ ٦ لِنَظْرِ الصَّبِيِّ لِاِسْتِيْفَاءِ الْمَصْلَحَةِ بِطَرِيْقَيْنِ وَاِحْتِمَالِ تَبَدُّلِ الْحَالِ ۷ بِخِلَافِ الطَّلَاقِ وَالْعِتَاقِ لِاَنَّهُ ضَارٌّ مَحْضٌ فَلَمْ يُؤَهَّلْ لَهُ وَالنَّافِعُ الْمَحْضُ كَقَبُوْلِ الْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ

لغت: صدر من اہلہ فی محلّہ: یہ ایک محارہ ہے، اہل کا مطلب ہے کہ تجارت کرنے والے میں عقل اور تمیز ہے، یہاں بچہ بالغ تو نہیں ہے، لیکن عقل اور تمیز ہے۔ اور محل کا مطلب ہے کہ جس چیز کو خرید رہا ہے وہ مال ہے اور تجارت کا محل ہے، ولایۃ شرعیہ: ولی کی جانب سے بچے کو جو تجارت کی ولایت ملی ہے اس کو ولایۃ شرعیہ، کہتے ہیں۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ بچے میں عقل اور تمیز بھی ہے اور ولی کی جانب سے شرعی اجازت بھی ہے اس لئے اس تجارت کو نافذ کرنا واجب ہے

ترجمہ: ۵ اور بچپنا حجر کا سبب اس لئے ہے کہ ہدایت نہ ہونے کی وجہ سے ہے ذات کے اعتبار سے نہیں ہے (کیونکہ ذات کے اعتبار سے بچے میں عقل اور تمیز ہے) لیکن خرید کی ہدایت نہیں ہے لیکن ولی کی اجازت سے ثابت ہے

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ بچپنے کی وجہ سے حجر ہے، اس لئے جب تک بچپنا رہے گا اس وقت تک حجر رہے گا۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ بچپنا حجر کی وجہ نہیں ہے، بلکہ اس میں ہدایت نہ ہونے کی وجہ سے حجر ہے، ورنہ ذاتی طور پر اس میں عقل اور تمیز موجود ہے اس لئے ولی کی اجازت کے بعد بچے میں ہدایت بھی ہوگئی

ترجمہ: ۶ اور ولی کی ولایت باقی رکھنا بچے کی مصلحت کی وجہ سے ہے تا کہ دو طرح سے مصلحت حاصل کرے (ایک خود بچے کی سمجھداری، اور دوسری ولی کی دیکھ بھال) اور یہ بھی احتمال ہے بچے کی حالت بدل جائے

تشریح: یہ جملہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ بچے پر ولی متعین ہے تو یہ اس بات کے خلاف ہے کہ وہ خود ولی بن جائے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ولی کو بچے پر متعین کرنے سے تضاد نہیں ہے، بلکہ بچے کے لئے دو مصلحتیں ہوں گی، ایک خود بچے کا تمیز اور عقل ہونا اور دوسرا اس پر ولی کی نگرانی، اور ان دو مصلحتوں کی وجہ سے بچے کی تجارت میں نقصان نہیں ہوگا، اور ولی کی نگرانی سے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ بچے کی حالت بدل جائے تو ولی فوراً اس کو تجارت سے منع کر دے، ان مصلحتوں کی وجہ سے ولی کی نگرانی رکھی گئی ہے، ورنہ سمجھدار بچے میں عقل اور تمیز ہے جس کی وجہ سے وہ تجارت کر سکتا ہے

ترجمہ: ۷ بخلاف طلاق اور آزادگی کا اہل نہیں کیونکہ یہ خالص نقصان ہے،، اور خالص نفع جیسے ہدیہ قبول کرنا اور صدقہ قبول کرنا، ولی کی اجازت سے پہلے بھی بچہ اس کا اہل ہے،، اور خرید و فروخت نفع اور نقصان کے درمیان میں ہے، اس لئے ولی کی اجازت کے بعد اس کا اہل بنے گا، اس سے پہلے نہیں، لیکن اگر اجازت سے پہلے بیع کر لیا تو ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ خرید اس کی مصلحت میں ہو، اور عقل اور تمیز ہونے کی وجہ سے فی نفسہ تو بچے کا تصرف جائز ہے

تشریح: یہاں چار قسم کے مسئلے بیان کر رہے ہیں۔ ا۔ ولی کی اجازت کے بعد بھی بچہ طلاق دینے اور آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں میں بچے کا نقصان ہے۔ ۲۔ ہدیہ قبول کرنا اور صدقہ قبول کرنے میں ولی کی اجازت سے پہلے بھی اہل ہے،

يُؤْهَلُ لَهُ قَبْلَ الْاِذْنِ وَالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ دَائِرٌ بَيْنَ النَّفْعِ وَالضَّرَرِ فَيَجْعَلُ اَهْلاً لَهُ بَعْدَ الْاِذْنِ لَا قَبْلَهُ لٰكِنَّ قَبْلَ الاذْنِ يَكُوْنُ مَوْقُوْفاً مِنْهُ عَلٰى اِجَازَةِ الْوَلِيِّ لِاِحْتِمَالِ وُقُوْعِهِ نَظْراً وَصِحَّةُ التَّصَرُّفِ فِي نَفْسِهٖ. ٨ وَذَكَرَ الْوَلِيُّ فِي الْكِتَابِ يَنْتَظِمُ اَلْاَبُ وَالْجَدُّ عِنْدَ عَدَمِهٖ وَالْوَصِيُّ وَالْقَاضِيُ وَالْوَلِيُّ بِخَلَافِ صَاحِبِ الشُّرْطِ لِاَنَّهُ لَيْسَ اِلَيْهِ تَقْلِيْدُ الْقَضَاةِ ٩ وَالشَّرْطُ اَنْ يَّعْقِلَ كَوْنَ الْبَيْعِ سَالِباً لِلْمِلْكِ جَالِباً لِلرِّبْحِ ١٠ وَالتَّشْبِيْهُ بِالْعَبْدِ الْمَاذُوْنِ يُفِيْدُ اَنَّ مَايَثْبُتُ فِي الْعَبْدِ مِنَ الْاِحْكَامِ يَثْبُتُ فِيْ حَقِّهٖ لِاَنَّ الْاِذْنَ

کیونکہ اس میں بچے کا نفع ہی نفع ہے۔٣۔خرید وفروخت،اس میں نفع بھی ہے کہ مبیع آتی ہے اور نقصان بھی ہے کہ ثمن جاتا ہے،اس لئے ولی کی اجازت سے جائز ہے بغیر ولی کی اجازت کے جائز نہیں ہے۔٤۔ولی کی اجازت کے بغیر خرید وفروخت کرلیا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا،وہ مصلحت دیکھے گا تو اجازت دے گا تو جائز ہوجائے گا،اور اجازت نہیں دے گا تو بیع ٹوٹ جائے گی،

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے میں عقل اور تمیز ہے اس لئے ممکن ہے کہ صحیح کیا ہو

لغت : لاحتمال وقوعہ نظرا:اس کا ترجمہ ہے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ مصلحت کے اعتبار سے بیع صحیح واقع ہوئی ہو۔وصحۃ التصرف فی نفسہ:چونکہ بچے میں عقل اور تمیز ہے اس لئے ذات کے اعتبار سے بچے کا تصرف صحیح ہے

ترجمہ: ٨ متن میں ولی،کہا ہے،اس سے مراد باپ ہے،اور باپ نہ ہو تو اب دادا وصی،قاضی،اور والی مراد ہے،بخلاف پولیس کا امیر وہ بچے کا ولی نہیں بنے گا،اس لئے کہ وہ قاضی بھی متعین نہیں کرسکتا ہے تو بچے کا ولی کیا بنے گا

تشریح: چھوٹا بچہ ہو تو اس کا ولی باپ ہوتا ہے،اور باپ نہ ہو تو دادا ہوتا ہے،اور اور باپ دادا نہیں ہیں تو باپ نے جسکو اپنے بچے کا وصی بنایا وہ ذمہ دار ہوگا،یا پھر قاضی،اور شہر کا والی بچے کا ولی اور نگراں بنے گا۔البتہ پولیس والوں کا جو ذمہ دار ہوتا ہے وہ بچے کا ولی نہیں بنے گا،

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ پولیس والا قاضی بھی متعین نہیں کرسکتا ہے وہ تو صرف پولیس کا ذمہ دار ہوتا ہے،اس لئے وہ بچے کا ولی نہیں بنے گا۔پولیس والے سے بڑا شہر کا والی ہوتا ہے وہ بچے کا ولی بن جائے گا

لغت :الشرط:شرط کا ترجمہ ہے علامت لگانا،چونکہ پولیس والا اپنے سر پر علامت والی ٹوپی پہنتے ہیں اس لئے اس کو شرط،پولیس،کہا جاتا ہے

ترجمہ: ٩ اور شرط یہ ہے کہ بچہ یہ سمجھتا ہو بیچنے سے ملکیت ختم ہوجاتی ہے،لیکن نفع ہوتا ہے

تشریح : بچہ اتنا سمجھدار ہو کہ وہ یہ سمجھتا ہو کہ بیچنے سے چیز کی ملکیت چلی جائے گی،البتہ قیمت آئی گی اور اس میں نفع آئے گا تب اس کو ولی تجارت کی اجازت دے سکتا ہے،اور اگر اتنا بھی نہیں سمجھتا ہو تجارت کی اجازت نہیں دے سکتا ہے،البتہ تھوڑی بہت چیز دوکان سے لے آئے یہ تجارت کی اجازت نہیں ہے بلکہ تھوڑی سی خدمت ہے

ترجمہ : ١٠ متن میں کالعبد الماذون،کہا کہ بچے کو اجازت دینے کے بعد اس کا اختیار ماذون غلام کی طرح ہوجائے گا،اس کا فائدہ یہ ہے کہ ماذون غلام کے لئے جو احکام ثابت ہیں بچے کے حق میں بھی وہی احکام ثابت ہوں گے،اس لئے کہ

فَکُّ الْحجرِ وَالْمَاذُوْنُ یَتَصَرَّفُ بِاَهْلِیَةِ نَفْسِهٖ عَبْداً کَانَ اَوْ صَبِیّاً فَلا یَتَقَیَّدُ تَصَرُّفُهُ بِنَوْعٍ دُوْنَ نَوْعٍ ۱۱ وَیَصِیْرُ مَاذُوْناً بِا لسُّکُوْتِ کَمَا فِی الْعَبْدِ ۱۲ وَیَصِحُّ اِقْرَارُهُ بِمَا فِی یَدِهٖ مِنْ کَسَبِهٖ وَکَذَا بِمَوْرُوْثِهٖ فِی ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ کَمَا یَصِحُّ اِقْرَارُ الْعَبْدِ ۱۳ وَلا یَمْلِکُ تَزْوِیْجَ عَبْدِهٖ وَلا کِتَابَتِهٖ کَمَا فِی الْعَبْدِ ۱۴ وَالْمَعْتُوْهِ الَّذِیْ یَعْقِلُ الْبَیْعَ وَالشِّرَاءَ بِمَنْزِلَةِ الصَّبِیِّ یَصِیْرُ مَاذُوْناً بِاِذْنِ الْاَبِ وَالْجَدِّ وَالْوَصِیِّ

اجازت کا ترجمہ ہے تجارت کی ممانعت کو ختم کر دینا، اور اجازت دیا ہوا آدمی اپنی اہلیت سے تصرف کرتا ہے اس لئے خاص قسم کی تجارت کے ساتھ خاص نہیں ہوگا

تشریح : متن میں تھا، بچے کی اجازت ماذون غلام کی طرح ہے، اس لئے جتنی قسم کی تجارت کی اجازت ماذون غلام کو ہے اتنی ہی قسم کی تجارت کی اجازت بچے کو بھی ہوگی،

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام ہو یا بچہ وہ اپنی عقل اور تمیز سے تجارت کرتا ہے، اس لئے ہر قسم کی تجارت کرسکتا ہے۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اجازت کا ترجمہ ہے، تجارت کی ممانعت کو ختم کر دینا، اور ولی کی اجازت سے ممانعت ختم ہوگئی تو ہر قسم کی تجارت کرسکتا ہے

ترجمہ: ۱۱ بچہ تجارت کر رہا ہو اور ولی چپ رہے تب بھی اجازت ہو جائے گی، جیسے غلام میں ہوتا ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ : ۱۲ بچے کے قبضے میں جو کمائی ہے اس کے بارے میں کسی کے لئے بھی اقرار کرسکتا ہے، اور ظاہر روایت میں یہ بھی ہے کہ اپنے وارثین کے لئے بھی اقرار کرسکتا ہے، جیسے غلام کا اقرار صحیح ہے

تشریح: ولی کی اجازت کے بعد بچے کے ہاتھ میں جو اس کی کمائی ہے اس کے بارے میں یہ اقرار کرسکتا ہے کہ یہ مال فلاں کا ہے جو میرے پاس ہے، اسی طرح اپنے وارث کے لئے بھی اقرار کرسکتا ہے کہ یہ مال فلاں کا ہے، جیسے مأذون غلام اپنی کمائی کے بارے میں اقرار کرسکتا ہے کہ یہ مال فلاں کا ہے جو میرے پاس ہے۔ حضرت حسنؒ کی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ کی یہ بھی ہے کہ بچہ اپنے وارث کے لئے مال کا اقرار نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ اس میں تہمت ہے کہ اقرار کر کے ایک وارث کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے

نوٹ: چونکہ یہ ابھی بچہ ہے اس لئے اس کی اولاد تو نہیں ہوگی، اس لئے اس کا وارث ماں، باپ، بھائی اور بہن ہی ہوں گے

ترجمہ : ۱۳ بچہ اپنے غلام کا نکاح نہیں کرا سکتا ہے، اور نہ اس کو مکاتب بنا سکتا ہے جیسے ماذون غلام (اپنے غلام کا نکاح نہیں کرا سکتا ہے اور نہ اس کو مکاتب بنا سکتا ہے، اس لئے کہ اس میں صراصر نقصان ہے)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ : ۱۴ معتوہ جس کو خرید و فروخت کی تھوڑی بہت سمجھ ہے وہ بچے کے درجے میں ہے، باپ، دادا، اور وصی کی اجازت سے ماذون بن جائے گا، لیکن ان تین کے علاوہ اس کو اجازت نہیں دے سکتا ہے، جیسے ہم نے پہلے بیان کیا ہے، اور

دُوْنَ غَيْرِهِمْ عَلٰى مَابَيَّنَّاهُ وَحُكْمُهُ حُكْمُ الصَّبِيِّ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

معتوہ کا حکم بچے کا حکم ہے

تشریح: معتوہ بالغ ہوتا ہے لیکن اس میں عقل کم ہوتی ہے، وہ مجنون نہیں ہے، اب اگر معتوہ خرید وفروخت سمجھتا ہے، نفع اور نقصان کو بھی سمجھتا ہے تو ولی کی اجازت سے وہ ماذون ہو جائے گا، اور وہ سارے احکام میں بچے کی طرح ہوگا، اور جس طرح بچے کو باپ، دادا، اور والی اجازت دیں تو ماذون ہوتا ہے اور اس کو بھائی، اور چچا تجارت کی اجازت نہیں دے سکتے ہیں، اسی طرح معتوہ کو بھی باپ، دادا، اور والی کے علاوہ تجارت کی اجازت نہیں دے سکتے ہیں کیونکہ اس کا حکم بھی بچے کی طرح ہے

واللہ اعلم بالصواب۔

كتاب الغصب

۱؎ اَلْغَصَبُ فِي اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنْ اَخْذِ الشَّيْءِ مِنَ الْغَيْرِ عَلىٰ سَبِيْلِ التَّغَلُّبِ لِلْاِسْتِعْمَالِ فِيْهِ بَيْنَ اَهْلِ اللُّغَةِ، وَفِي الشَّرِيْعَةِ اَخْذُ مَالٍ مُتَقَوِّمٍ مُحْتَرَمٍ بِغَيْرِ اِذْنِ الْمَالِكِ عَلىٰ وَجْهٍ يَزِيْلُ يَدَهُ ۲؎ حَتّٰى كَانَ اِسْتِخْدَامُ الْعَبْدِ وَحَمْلُ الدَّابَّةِ غَصَباً دُوْنَ الْجُلُوْسِ عَلَى الْبِسَاطِ ثُمَّ اِنْ كَانَ مَعَ الْعِلْمِ

کتاب الغصب

ضروری نوٹ غصب کے معنی ہیں زبردستی کسی کے مال کو لے لینا، یہ حرام ہے۔

وجہ:(۱)اس کا ثبوت اس آیت میں ہے ولا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل (آیت ۱۸۸سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں کہا گیا ہے کہ کسی کے مال کو باطل طریقے سے مت کھاؤ۔اس میں غصب بھی شامل ہے(۲) حدیث میں ہے عن یزید انه سمع النبي ﷺ من لا يأخذن احدكم متاع اخيه لاعبا ولا جادا ... ومن اخذ عصا اخيه فليردها (ابوداؤد شریف، باب ما یأ خذ الشیء من مزاح، کتاب الادب ج ثانی،ص ۳۳۵،نمبر ۵۰۰۳/ترمذی شریف، باب ماجاء لا یحل لمسلم ان یروع مسلما ج ثانی ص ۳۹،نمبر ۲۱۶۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کو کسی کی چیز غصب نہیں کرنا چاہئے۔اور اگر کر لیا تو اس کو واپس دینا چاہئے۔(۳)۔عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، طَوَّقَهُ اللهُ إِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ (مسلم شریف، باب تحریم الظلم وغصب الارض،نمبر ۱۶۱۰)اس حدیث میں غصب کی برائی بیان کی گئی ہے۔

ترجمہ: ۱؎ لغت میں غصب کا معنی ہے کسی دوسرے کی چیز کو غلبہ کے طور پر استعمال کے لئے لے لینا،اور شریعت میں محترم مال جو قیمتی ہو مالک کی اجازت کے بغیر اس طرح لے لے کہ اس کا قبضہ زائل ہو جائے

تشریح: غصب کا لغوی معنی ہے، غیر کی چیز کو زبردستی استعمال کے لئے لے لینا،اور شریعت میں اس کا معنی ہے کہ کوئی محترم چیز ہو اور اس کی قیمت بھی ہو اس کو اس طرح لے لے کہ مالک کا قبضہ زائل ہو جائے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر قیمتی چیز نہ ہو، مثلا کھجور کے دو چار دانے لے لینا تو اس کو غصب نہیں کہا جائے گا

ترجمہ: ۲؎ یہاں تک کہ دوسرے کے غلام سے خدمت لینا، یا دوسرے کے جانور پر لادنا غصب ہوگا،لیکن دوسرے کے بستر پر بیٹھنا غصب نہیں ہے

تشریح: خدمت لینا، یالادنا کوئی عینی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ معنوی چیز ہے،لیکن یہ بھی زبردستی لے لیا تو اس میں بھی غصب ہوگا، کیونکہ خدمت پر جو دوسرے کا قبضہ ہے اس کو زائل کرنا ہوتا ہے،لیکن دوسرے کے بستر پر بیٹھنا اس لئے غصب شمار نہیں ہوگا مالک نے بستر بچھایا ہے تو ابھی بھی اس کی ملکیت قائم ہے،اس لئے زائل کرنا نہیں پایا گیا،اس لئے اس میں غصب نہیں پایا گیا۔

۳؎ فَحُكْمُهُ الْمَاثَمُ وَالْمُغْرَمُ، وَإِنْ كَانَ بِدُوْنِهِ فَالضَّمَانُ لِاَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلٰى قَصْدِهِ وَلَا اِثْمُ لِاَنَّ الْخَطَأَ مَوْضُوْعٌ.

(۱۴۳۹) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ شَيْئاً لَهُ مِثْلُ كَالْمَكِيْلِ وَالْمَوْزُوْنِ فَهَلَكَ فِي يَدِهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُهُ،

ترجمہ : ۳؎ پھر اگر جان کر غصب کیا تو اس کا حکم گناہ اور تاوان دونوں ہیں، اور اگر جانے بغیر غصب کیا تو صرف تاوان لازم ہوگا، اس لئے کہ یہ بندے کا حق ہے اس لئے ارادے پر موقوف نہیں ہوگا، لیکن گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ غلطی معاف ہے

تشریح : جان کر غصب کیا، اور چیز ہلاک کر دی تو گناہ بھی ہوگا، اور ضمان بھی دینا ہوگا، کیونکہ یہ ظلم ہے، اور اگر جان کر نہیں کیا تو اب گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ غلطی میں گناہ نہیں ہوتا، لیکن تاوان تو دینا ہوگا، کیونکہ بندے کا حق ہے۔ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَكِن مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۔ (سورۃ الاحزاب ۳۳، آیت ۵) اس آیت میں ہے کہ غلطی سے کیا ہو تو گناہ نہیں ہے، ہاں جان کر گناہ کیا ہو تو گناہ گار ہوگا

ترجمہ : (۱۴۳۹) اگر کسی نے غصب کیا کسی چیز کو جس کا مثل ہے، پس ہلاک ہوگئی اس کے ہاتھ میں تو اس پر اس کے مثل ضمان ہے

تشریح : اگر کسی نے کسی چیز کو غصب کیا تو یہ حرام ہے۔ تاہم اس کو وہی چیز واپس کر دینا چاہئے۔ اور اگر وہ چیز ہلاک ہوگئی تو اگر اس کا مثل ہے تو اس کا مثل واپس کرنا چاہئے۔ مثلا ایک کوینٹل گیہوں غصب کیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو یہ مثلی چیز ہے اس لئے ایک کوینٹل گیہوں واپس کر دے، تاکہ جنس اور مقدار دونوں کی رعایت ہو جائے۔ اور اگر وہ چیز مثلی نہ ہو مثلا گائے غصب کی اور وہ ہلاک ہوگئی تو اب گائے کی قیمت واپس کرے گا۔ کیونکہ گائے کا مثل گائے نہیں ہوتی۔ وہ ذوات القیم ہے اس لئے اس کی قیمت لازم ہوگی۔

وجہ (۱): عین مغصوب کو واپس کرنے کی دلیل اوپر کی حدیث ہے۔ **ومن اخذ عصا اخیه فلیردها** (ابو داؤد شریف، نمبر ۵۰۰۳) کہ کسی نے بھائی کی لاٹھی غصب کی تو وہی چیز واپس کرنی چاہئے (۲) دوسری حدیث میں ہے **عن سمرة بن جندب قال قال النبی ﷺ علی الید ما اخذت حتی تؤدیه** (سنن للبیہقی، باب رد المغصوب اذا کان باقیا، ج سادس، ص ۱۵۸، نمبر ۱۱۵۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عین چیز موجود ہو تو اس کو واپس کرنا چاہئے۔

اور چیز مثلی ہو تو مثل واپس کرنے کی (۱) دلیل یہ آیت ہے۔ **فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم** (آیت ۱۹۴، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ جتنا ظلم کیا گیا ہو اتنا تم کر سکتے ہو۔ اسی پر قیاس کر کے جتنا غصب کر کے ہلاک کیا ہو اس کے مثل دینا واجب ہوگا۔ (۲) حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پیالہ توڑا تو حضورؐ نے اس کے مثل پیالہ مالک کو دیا۔ حدیث یہ ہے **عن انس ان النبی ﷺ کان عند بعض نسائه فارسلت احدی امهات المؤمنین مع خادم بقصعة فیها طعام فضربت بیدها فکسرت القصعة فضمها وجعل فیها الطعام وقال کلوا وحبس الرسول والقصعة حتی فرغوا فدفع القصعة الصحیحة وحبس المکسورة** (بخاری شریف،

ل وَفِی بَعْضِ النُّسَخِ فَعَلَیْهِ ضِمَانُ مِثْلِهٖ، وَلَا تَفَاوُتَ بَیْنَهُمَا هٰذَا لِاَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ الْمِثْلُ لِقَوْلِهٖ تعالیٰ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ﴾ ٢ وَلِاَنَّ الْمِثْلَ اَعْدَلُ لِمَا فِیْهِ مِنْ مُرَاعَاةِ الْجِنْسِ وَالْمَالِیَّةِ، فَکَانَ دَفْعاً لِلضَّرَرِ

(۱۴۴۰) قَالَ فَاِنْ لَّمْ یَقْدِرْ عَلٰی مِثْلِهٖ فَعَلَیْهِ قِیْمَتُهٗ یَوْمَ یَخْتَصِمُوْنَ ل وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ

باب اذا کسر قصعة او شیئا لغیر ہ ص ۴۳۷ نمبر ۲۴۸۱) اس حدیث میں پیالے کے مثل حضورؐ نے پیالہ دیا جس سے پتہ چلا کہ مثل دینا واجب ہوا۔

ترجمہ: ل بعض نسخے میں ہے، فعلیہ ضمان مثلہ، لیکن دونوں عبارتوں کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مثل واجب ہے، اللہ تعالی کا قول کہ، چنانچہ اگر کوئی شخص تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہو،

تشریح: متن میں صرف فعلیہ مثلہ، ہے اور دوسری روایت میں فعلیہ ضمان مثلہ، ہے لیکن دونوں کا معنی ایک ہی ہے کہ اگر مثل ہے تو ہلاک کرنے والے پر مثلی ضمان لازم ہوگا

وجہ: صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم (آیت ۱۹۴، سورة البقرة ۲)

ترجمہ: ٢ دوسری وجہ یہ ہے کہ مثل دینے میں جنس، اور مقدار دونوں کی رعایت ہے، اس لئے اس میں انصاف زیادہ ہے، اور نقصان کا دفعیہ ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۴۴۰) اور اگر مغصوب چیز کی مثل دینے پر قدرت نہ تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔ جس دن مقدمہ دائر ہوا

ترجمہ: ل یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے

تشریح: ہلاک شدہ چیز کی مثل مثل پہلے تھی اب ختم ہوگئی ہے مثلا ایک کوئنٹل گیہوں غصب کیا تھا پہلے اس کی مثل تھی، لیکن چھ مہینے کے بعد اب گیہوں بازار میں نہیں مل رہا ہے تو اب ایک کوئنٹل گیہوں کی جو قیمت ہوگی وہ واجب ہوگی، لیکن امام ابو حنفیہؒ کی رائے یہ ہے کہ جس دن غصب کیا اس دن میں ایک کوئنٹل گیہوں کی جو قیمت تھی وہ واجب نہیں ہوگی، بلکہ جس دن قاضی کے سامنے مقدمہ دائر ہوا اس دن دیکھا جائے گا کہ ایک کوئنٹل گیہوں کی قیمت کتنی ہے وہ قیمت لازم ہوگی

وجہ: (۱) جب مثل نہیں ہے تو آخر قیمت دے کر ہی مکافات کیا جائے گا (۲) قیمت دینے کا ثبوت اس حدیث میں ہے عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال من اعتق شقیصا من مملوكه فعليه خلاصه فی ماله فان لم یکن له مال قوم المملوک قیمة عدل ثم استسعی غیر مشقوق علیه (بخاری شریف، باب تقویم الاشیاء بین الشرکاء بقیمة عدل، ص ۳۳۹ نمبر ۲۴۹۲، کتاب الشرکة) اس حدیث میں غلام کی قیمت لگا کر فیصلہ کیا گیا ہے جس سے مغصوب چیز کی قیمت دینے کا ثبوت ہوا۔

۲ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ يَوْمُ الْغَصَبِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَوْمُ الْاِنْقِطَاعِ لِاَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهٗ لَمَّا انْقَطَعَ اِلْتَحَقَ بِمَا لَا مِثْلَ لَهٗ فَيُعْتَبَرُ قِيْمَتُهٗ يَوْمَ اِنْعِقَادِ السَّبَبِ اِذْ هُوَ الْمُوْجَبُ، ۳ وَلِمُحَمَّدٍ اَنَّ الْوَاجِبَ الْمِثْلُ فِي الذِّمَّةِ وَاِنَّمَا يَنْتَقِلُ اِلَى الْقِيْمَةِ بِالْاِنْقِطَاعِ فَيُعْتَبَرُ قِيْمَتُهٗ يَوْمَ الْاِنْقِطَاعِ ۴ وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ اَنَّ النَّقْلَ لَا يَثْبُتُ بِمُجَرَّدِ الْاِنْقِطَاعِ وَلِهٰذَا لَوْ صَبَرَ اِلٰى اَنْ يُّوْجَدَ جِنْسَهٗ لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا يَنْتَقِلُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي فَيُعْتَبَرُ قِيْمَتُهٗ يَوْمَ الْخُصُوْمَةِ وَالْقَضَاءِ

ترجمہ : ۲ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جس دن چیز غصب کیا ہے اس دن کی قیمت لازم ہوگی۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جس دن بازار سے گیہوں ختم ہو گیا ہے اس دن کی قیمت لازم ہوگی، امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب بازار سے گیہوں منقطع ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ اس کی مثل شروع سے ہے ہی نہیں اس لئے قیمت دینے کا سبب منعقد ہوا (یعنی جس دن غصب کیا) وہی قیمت واجب کا سبب ہے

تشریح : امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جس دن گیہوں غصب کیا تھا اس دن گیہوں کی جو قیمت تھی وہی لازم ہوگی، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس دن بازار سے گیہوں ختم ہوا اس دن ایک کوئنٹل گیہوں کی جو قیمت تھی وہ لازم ہوگی

وجہ: امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب بازار سے گیہوں ختم ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ یہ گیہوں مثلی نہیں رہا، بلکہ ذات القیم بن گیا، یعنی ایسی چیز بن گئی جس کے ہلاک کرنے سے قیمت ہی لازم ہوتی ہے، جیسے گائے ہلاک کی، اور قیمتی چیز کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن غصب کیا تھا اسی دن کی قیمت لازم کرتے ہیں اس لئے غصب کے دن کی قیمت لازم ہوگی

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک کوئنٹل گیہوں کی قیمت غصب کے دن جنوری کی پہلی تاریخ کو ایک سو درہم ہے، اور فروری کی پہلی کی تاریخ کو وہ بازار سے غائب ہوا تو مہنگا ہو گیا، اور اس کی قیمت ایک سو پچیس درہم ہوگئی، اور مارچ کی پہلی تاریخ کو قاضی نے فیصلہ کیا تو اس گیہوں کی قیمت ایک سو پچاس درہم تھی، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک سو درہم لازم ہوگی، اور امام محمدؒ کے نزدیک سوا سو درہم لازم ہوگی، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک سو پچاس درہم لازم ہوگی، یہ فرق پڑے گا

لغت: اذھو الموجب: قیمت لازم ہونے کا سبب غصب کرنا ہے، اس لئے غصب کے دن کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: ۳ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ گیہوں کی ذات ایسی ہے کہ مثل ہی واجب ہونی چاہئے، لیکن جس دن بازار سے ختم ہو گیا اس دن قیمت کی طرف منتقل ہوا، اس لئے قیمت کی طرف منتقل ہونے کے دن کی قیمت لازم ہوگی

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۴ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ صرف بازار سے ختم ہونے سے قیمت لازم نہیں ہوگی، یہی وجہ ہے کہ اگر مالک بازار میں گیہوں آنے تک صبر کرلے (اور بازار میں گیہوں ملنے لگے) تو پھر گیہوں ہی لازم ہوگا، لیکن قاضی نے جس دن قیمت کا فیصلہ کیا اس دن قیمت کی طرف منتقل ہوئی (اس لئے قاضی کے فیصلے کے دن کی قیمت لازم ہوگی)

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مثلی چیز ہے اس لئے مثل ہی لازم ہونے چاہئے، لیکن جب قاضی نے قیمت کا فیصلہ کیا تب جا کر قیمت لازم ہوئی اس لئے جس دن قاضی نے فیصلہ کیا اس دن کی قیمت لازم ہوگی

۵ بِخِلَافِ مَا لَا مِثْلَ لَهُ لِاَنَّهُ مُطَالِبٌ بِالْقِيْمَةِ بِاَصْلِ السَّبَبِ كَمَا وُجِدَ فَتُعْتَبَرُ قِيْمَتُهُ عِنْدَ ذَالِكَ.
(١٤٤١) وَقَالَ وَمَالَا مِثْلَ لَهُ فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهُ يَوْمَ غَصَبِهِ مَعْنَاهُ ١ الْعَدَدِيَّاتُ الْمُتَفَاوِتَةُ لِاَنَّهُ لَمَّا تَعَذَّرَ مُرَاعَاةُ الْحَقِّ فِي الْجِنْسِ فَيُرَاعِيْ فِي الْمَالِيَّةِ وَحْدَهُما دَفْعاً لِلضَّرَرِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ ٢ اَمَّا الْعَدَدِيُّ الْمُتَقَارَبُ فَهُوَ كَالْمَكِيْلِ حَتّٰى يَجِبَ مِثْلُهُ لِقِلَّةِ التَّفَاوُتِ ٣ وَفِي الْبُرِّ الْمَخْلُوْطِ بِالشَّعِيْرِ الْقِيْمَةِ

ترجمہ : ۵ بخلاف جس چیز کی مثل ہی نہیں ہے (جیسے گائے غصب کر کے ہلاک کر دیا) تو غصب کرتے ہی قیمت کا مطالبہ ہوتا ہے اس لئے غصب کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا

تشریح: یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا ذوات القیم میں غصب کے دن کی قیمت کا اعتبار رہتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ذوات القیم میں تو مثل ہے ہی نہیں اس لئے جیسے ہی غصب کیا اسی وقت سے غصب کرنے والے پر قیمت لازم ہوگئی ہے، اس لئے اس میں غصب کے دن کی قیمت لازم ہوگی، اور مثلی چیز میں تو آخری وقت تک مثل لازم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، پھر مجبورا قاضی کے فیصلے کے بعد قیمت کی طرف جاتے ہیں اس لئے فیصلے کے دن کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: (۱۴۴۱) اور جس چیز کی مثل نہیں ہے تو جس دن غصب کیا ہے اس دن کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ : ۱ اس کا معنی یہ ہے کہ جو چیز عددی ہے اور اپس میں متفاوت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب جنس میں حق کی رعایت کرنا متعذر رہو گیا تو صرف مالیت میں رعایت کی جائے گی بقدر امکان نقصان کو دفع کرنے کے لئے

تشریح : مثلا پانچ خربوز ضائع کیا جو ہے تو عددی، لیکن چھوٹا بڑا ہوتا ہے، آپس میں متفاوت ہے اس لئے اس کی قیمت لازم ہوگی، اور جس دن خربوزہ کو غصب کیا ہے اس دن کی قیمت لازم ہوگی

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ چیز ضائع ہو چکی ہے، اور سائز میں متفاوت ہے اس لئے جتنا ہو سکے نقصان سے بچانے کے لئے اس کی قیمت لازم ہوگی، اور جس دن غصب کیا ہے اس دن کی قیمت لازم کر دی جائے گی

لغت: عددی: جو چیز گن کر بیچی جاتی ہو، عددی متقارب: جو چیز گن کر بیچی جاتی ہو لیکن سب قریب قریب ہو، جیسے انڈا۔ عددی متفاوت: جو چیز گن کر بیچی جاتی ہو اور آپس میں فرق ہو، جیسے خربوزہ

ترجمہ :۲ اور جو چیزیں عددی ہوں، لیکن قریب قریب ہوں تو اس کی حیثیت کیلی چیز کی طرح ہے تو آپس میں فرق کم ہونے کی وجہ سے کیلی چیز کی طرح ہے اس لئے اس کی مثل ہی واجب ہوگی

تشریح : پانچ انڈا ضائع کر دیا تو پانچ انڈا ہی لازم ہوں گے، کیونکہ یہ ہیں تو عددی لیکن آپس میں قریب قریب ہیں اور دوکان دار تھوڑا بہت فرق ہونے کے باوجود گن کر ہی بیچتے ہیں تو یہ گیہوں کی طرح ہے اس میں دوسرا پانچ انڈا ہی لازم ہوگا، اس کی قیمت لازم نہیں ہوگی

ترجمہ: ۳ گیہوں جو کے ساتھ ملا ہوا ہو تو اس میں قیمت ہے، اس لئے کہ اس کی مثل نہیں ہے

تشریح :صرف گیہوں مثلی ہے، اور صرف جو بھی مثلی ہے، لیکن دونوں کو ملا دیا گیا تو اب جو اور گیہوں ملی ہوئی کی کوئی مثل نہیں

لِاَنَّهُ لا مِثْلَ لَهُ

(۱۴۴۲) قَالَ وَعَلَى الْغَاصِبِ رَدُّ الْعَيْنِ الْمَغْصُوْبَةِ ۱؎ مَعْنَاهُ مَادَامَ قَائِماً لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْيَدِ مَـا اَخَذَتْ حَتّٰى تَرُدَّ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَأْخُذَ مَتَاعَ اَخِيْهِ لَاعِباً وَلَا جَادّاً فَاِنْ اَخَذَهُ فَلْيَرُدَّهُ عَلَيْهِ ۲؎ وَلِاَنَّ الْيَدَ حَقٌّ مَقْصُوْدٌ وَقَدْ فَوَّتَهَا عَلَيْهِ فَيَجِبُ اِعَادَتُهَا بِالرَّدِّ اِلَيْهِ وَهُوَ الْمُوْجَبُ الْاَصْلِيُّ عَلٰى مَاقَالُوْا، وَرَدُّ الْقِيْمَةِ مُخْلِصٌ خَلْفاً لِاَنَّهُ قَاصِرٌ اِذِالْكَمَالُ فِى رَدِّ الْعَيْنِ وَالْمَالِيَّةِ

ہے،اس لئے اس کو غصب کر کے ہلاک کرنے میں قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: (۱۴۴۲)اور غاصب پر مغصوب چیز کے عین کو واپس کرنا واجب ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک عین چیز موجود ہو تو اسی کو واپس کرنا چاہئے۔حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ، جو کچھ لیا ہے اسی کو واپس کریں،اور حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ کسی کی کوئی چیز نہ مذاق میں لے اور نہ ارادہ سے لیں،اور اگر لے لیا تو وہی چیز واپس کریں

تشریح: عین مغصوب موجود ہو تو عین مغصوب کو واپس کرنا واجب ہے۔

وجہ:(۱)اس لئے کہ وہی چیز مالک سے غصب کی ہے اس لئے اسی کو واپس کرنا ضروری ہے۔اس کا مثل یا اس کی قیمت کو واپس کرنا تو مجبوری کے درجے میں ہے(۲)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن سمرۃ بن جندب قال قال النبی ﷺ علی الید ما اخذت حتی تؤدیه (سنن للبیہقی، باب رد المغصوب اذا کان باقیا، ج سادس،ص ۱۵۸،نمبر ۱۱۵۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عین چیز موجود ہو تو اس کو واپس کرنا چاہئے۔(۳)صاحب ہدایہ کی دوسری حدیث یہ ہے۔عن یزید انه سمع النبی ﷺ من لا یأخذن احدکم متاع اخیه لاعبا ولا جادا ... ومن اخذ عصا اخیه فلیردها (ابوداؤد شریف، باب مایأ خذ الشیء من مزاح، کتاب الادب ج ثانی،ص ۳۳۵،نمبر ۵۰۰۳/ترمذی شریف، باب ما جاء لا یحل لمسلم ان یروع مسلما ج ثانی ص ۳۹ ،نمبر ۲۱۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کو کسی کی چیز غصب نہیں کرنا چاہئے۔اور اگر کر لیا تو اس کو واپس دینا چاہئے

ترجمہ: ۲؎ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قبضہ مقصود چیز ہے اور غاصب نے اس کو فوت کیا ہے تو اس پر اسی چیز کا واپس لانا واجب ہے،اور وہی اصل موجب ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا،اور قیمت ادا کرنا تو چھٹکارے کے لئے خلیفہ ہے،اس لئے کہ یہ قاصر ہے، اس لئے کہ کمال یہی ہے کہ عین چیز،اور مالیت دونوں کو واپس کرے

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔چیز پر قبضہ یہ مقصود چیز ہے اور غاصب نے اس کا ضائع کیا ہے،اس لئے اس پر واجب ہے کہ قبضہ بھی دلوائے،اور مالیت بھی واپس کرے اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب کہ عین چیز واپس کر،اس لئے اگر عین چیز موجود ہو تو اس کو ہی واپس کرنا واجب ہوگا،کیونکہ وہ ادائے کامل ہے

۳ وَقِيلَ الْمُوجِبُ الْاَصْلِيُّ الْقِيمَةُ وَرَدُّ الْعَيْنِ مُخْلِصٌ وَيَظْهَرُ ذٰلِكَ فِي بَعْضِ الْاِحْكَامِ، (۱۴۴۳) وَالْوَاجِبُ الرَّدُّ فِي الْمَكَانِ الَّذِي غَصَبَهُ ۱ لِتَفَاوُتِ الْقِيَمِ بِتَفَاوُتِ الْاَمَاكِنِ (۱۴۴۴) فَاِنِ ادَّعٰى هَلَاكَهَا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ حَتّٰى يَعْلَمَ اَنَّهَا لَوْ كَانَتْ بَاقِيَةً لَاَظْهَرَهَا اَوْ تَقُوْمَ بَيِّنَةً ثُمَّ قَضٰى عَلَيْهِ بِبَدَلِهَا ۱ لِاَنَّ الْوَاجِبَ رَدُّ الْعَيْنِ وَالْهَلَاكُ بِعَارِضٍ فَهُوَ يَدَّعِي اَمْراً عَارِضاً خِلَافَ الظَّاهِرِ، فَلَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ كَمَا اِذَا ادَّعٰى الْاَفْلَاسَ وَعَلَيْهِ ثَمَنُ مَتَاعٍ فَيُحْبَسُ اِلٰى اَنْ يَعْلَمَ مَا يَدَّعِيهِ فَاِذَا

ترجمہ: ۳ بعض حضرات نے فرمایا کہ موجب اصلی قیمت کو واپس کرنا ہے اور عین چیز کو واپس کرنا ایک قسم کا چھٹکارا حاصل کرنا ہے، اور اس اختلاف کا اثر بعض احکام میں ظاہر ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۱۴۴۳) اور یہ بھی واجب ہے کہ جس جگہ پر غصب کیا ہو وہیں واپس کرے

ترجمہ: ۱ کیونکہ جگہ کے فرق سے قیمت میں بھی فرق پڑتا ہے

تشریح: جہاں غصب کیا تھا وہیں واپس کرے کیونکہ جگہ کے فرق سے قیمت میں فرق پڑتا ہے

ترجمہ: (۱۴۴۴) اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب چیز کے ہلاک ہونے کا تو حاکم اس کو قید کرے یہاں تک کہ یقین ہو جائے کہ اگر وہ باقی ہوتی تو ضرور ظاہر کر دیتا، یا گواہ قائم کرے، کہ واقعی چیز ہلاک ہو چکی ہے، پھر اس پر فیصلہ کیا جائے گا اس کے بدلے کا۔

تشریح: غاصب یہ دعوی کرتا ہے کہ مغصوب چیز ہلاک ہوگئی تو حاکم فوری طور پر اس کی بات نہ مانے بلکہ اس پر علامت طلب کرے اور وہ نہ ہو تو اس کو قید کرے۔ اور اتنی دیر قید میں رکھے کہ اگر واقعی وہ چیز غاصب کے پاس موجود ہوتی تو وہ اس کو ظاہر کر دیتا۔ لیکن ابھی تک ظاہر نہیں کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز واقعی ہلاک ہوگئی ہے۔ اب اس کے مثل یا قیمت کا حاکم فیصلہ کرے۔

وجہ: عین چیز واپس کرنا اصل ہے اس لئے اس کو ظاہر کرنے اور واپس دلوانے کی پوری کوشش کی جائے گی۔

اصول: حقیقت حال کو ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔

لغت: حبس: کسی چیز کو ظاہر کرنے کے لئے جو وقتی طور پر قید کرتے ہیں اس کو حبس کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ واجب یہی ہے کہ عین چیز واپس کرے، اور ہلاک ہونا عارضی چیز ہے، اور غاصب ایک عارضی چیز کا دعوی کر رہا ہے جو ظاہر کے خلاف ہے اس لئے اس کی بات نہیں مانی جائے گی، جیسے خریدنے والا مفلس ہونے کا دعوی کرے حال آنکہ اس پر سامان کی قیمت ہو تو اس کو اس وقت تک قید کیا جائے گا جب تک یہ پتہ نہ لگ جائے کہ جو وہ دعوی کر رہا ہے وہ سچ ہے، پس جب ہلاک کا پتہ لگ جائے تو اب عین چیز کا واپس کرنا ساقط ہو جائے گا اور اس کا بدلہ واپس کرنا لازم ہوگا، اور وہ اس کی قیمت ہے

عَلِمَ الْهَلاکَ سَقَطَ عَنْهُ رَدُّهٗ فَیَلْزَمُهٗ رَدُّ بَدْلِهٖ وَھُوَ الْقِیْمَةُ.
(۱۴۴۵) قَالَ وَالْغَصَبُ فِیْمَا یَنْقُلُ وَیَحُوْلُ لِاَنَّ الْغَصَبَ بِحَقِیْقَتِهٖ یَتَحَقَّقُ فِیْهِ دُوْنَ غَیْرِهٖ لِاَنَّ اِزَالَةَ الْیَدَ بِالنَّقْلِ،
(۱۴۴۶) وَاِذَا غَصَبَ عَقَاراً فَھَلَکَ فِی یَدِہٖ لَمْ یَضْمِنْهُ وَھٰذا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ یَضْمَنُهٗ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ یُوْسُفَ الْاَوَّلُ وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِیُّ

تشریح : اصل ہے عین چیز کا واپس کرنا، اور ہلاک ہونا یہ عارضی چیز ہے، اور غاصب عارضی چیز کا دعوی کر رہا ہے، اس لئے یہ تو اس پر گواہ پیش کرے، یا پھر قید کر لیا جائے گا، اور اتنی مدت تک تفتیش کی جائے گی جب تک کہ یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ واقعی چیز ہلاک چکی ہے، اس کی ایک مثال پیش کر رہے ہیں، کہ خریدنے والے پر مبیع کی قیمت ہے اور وہ دعوی کر رہا ہے کہ میں مفلس ہو گیا ہوں تو وہاں افلاس ظاہر ہونے تک قید کیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی ہلاک ہونا ظاہر ہونے تک قید کیا جائے گا، اس کے بعد اس پر قیمت کا فیصلہ کیا جائے گا

ترجمہ: (۱۴۴۵) اور غصب ہے اس چیز میں جو منقول ہوتی ہو اور تبدیل ہوتی ہو۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ غصب حقیقت میں منقولی چیز میں متحقق ہوتا ہے، اس کے علاوہ میں نہیں، کیونکہ غصب کا مطلب ہے، مغصوب چیز کو دوسری جگہ منتقل کر کے مالک کا قبضہ زائل کر دیا جائے

تشریح: غصب ثابت ہونے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔۱۔ پہلی چیز یہ ہے مالک کا قبضہ زائل کیا جائے۔۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ غاصب کا قبضہ ثابت کر دیا جائے، اور۔۳۔ تیسری بات، مغصوب چیز کو منتقل کیا جائے۔ منقولی چیز میں یہ تینوں باتیں متحقق ہوتی ہیں، اس لئے اس میں غصب متحقق ہوگا۔ اور زمین، مکان، دکان، زمین میں لگے ہوئے درخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک منتقل نہیں کر سکتے، اس لئے ان میں یہ تیسری شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے غصب نہیں ہوگا۔ البتہ کچھ نقصان ہوا تو اس کا ضمان لازم ہوگا

وجہ: اس پر مکمل قبضہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کو منتقل کر کے اپنی ملکیت میں کر سکتا ہے۔ جبکہ زمین اور جائداد کو منتقل کر کے کہاں لے جا سکے گا؟ اس لئے اس پر غصب کا اطلاق نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۴۴۶) اور اگر زمین غصب کی اور اس کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن نہیں ہوگا اور امام محمد نے فرمایا ضامن ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول بھی یہی تھا، اور امام شافعیؒ نے بھی یہی کہا ہے

تشریح: امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک زمین پر قبضہ کرنے سے غصب کا اطلاق نہیں ہوتا ہے اس لئے اگر زمین ہلاک ہو جائے تو غاصب پر ضمان نہیں ہے۔

وجہ: (۱) غصب ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس چیز کو اٹھا کر کہیں منتقل کی جائے اور زمین کو منتقل نہیں کر سکتا ہے

۲ لِتَحَقُّقِ اِثْبَاتِ الْيَدِ وَمِنْ ضَرُوْرَتِهٖ زَوَالُ يَدِ الْمَالِكِ لِاِسْتِحَالَةِ اِجْتِمَاعِ الْيَدَيْنِ عَلٰى مَحَلٍّ وَاحِدٍ فِيْ حَالَةٍ وَاحِدَةٍ، فَيَتَحَقَّقُ الْوَصْفَانِ وَهُوَ الْغَصَبُ عَلٰى مَابَيَّنَّاهُ فَصَارَ كَالْمَنْقُوْلِ

اس لئے اس میں غصب ثابت نہیں ہوگا، اور نہ اس کے ہلاک ہونے پر ضمان لازم ہوگا (۲) زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ زمین کو نقصان دے گا اور اس کو خراب کرے گا۔ یا مکان ہے تو اس کو خراب کرے گا۔ تو اس نقصان کا ضمان غاصب پر لازم ہو جائے گا لیکن غصب کا اطلاق اس پر نہیں ہوگا (۳) ان کی دلیل یہ حدیث ہے **عن سعید بن زید عن النبی ﷺ قال من احیا ارضا میتة فھی له ولیس لعرق ظالم حق** (ابوداؤد شریف، باب فی احیاء الموات ص نمبر ۳۰۷۳ / ترمذی شریف، باب ما ذکر فی احیاء ارض الموات ص نمبر ۱۳۷۸) اس میں عرق ظالم کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی زمین غصب کر کے اس میں پودا بو دیا تو اس کو کوئی حق نہیں ملے گا یعنی غصب شمار نہیں ہوگا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زمین پر بھی غصب کرے تو اس پر غصب کا اطلاق ہوتا ہے۔

وجہ :(۱) امام محمدؒ کے نزدیک غصب ہونے کے لئے چیز کا منتقل ہونا ضروری نہیں ہے، ان کے یہاں صرف دو باتوں سے غصب ہوتا ہے۔ ۱۔ ایک یہ مالک کا قبضہ زائل ہو جائے۔ ۲۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ غاصب کا قبضہ ثابت ہو جائے، اسی سے غصب متحقق ہوتا ہے، اور زمین میں یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں، اس لئے ان کے یہاں زمین میں بھی غصب ہوتا ہے، اور اس کے ہلاک ہونے پر غاصب پر ضمان بھی لازم ہوگا۔ (۲) غاصب کے قبضے کے بعد مالک بے دخل ہو جاتا ہے۔ اور اسی بے دخلی کا نام غصب ہے۔ چاہے اس کو منتقل کر کے دوسری جگہ نہ لے جا سکتا ہو (۳) حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ زمین پر قبضہ کرنے سے غصب کا اطلاق ہوگا۔ حدیث یہ ہے **عن سالم عن ابیه انه قال قال النبی ﷺ من اخذ من الارض شیئا بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین** (بخاری شریف، باب اثم من ظلم شیئا من الارض ص نمبر ۲۴۵۴ / مسلم شریف، باب تحریم الظلم وغصب الارض وغیرھا ص نمبر ۱۶۱۰) اس حدیث میں ہے کہ کسی نے کسی کی زمین کو ناحق لے لیا تو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ زمین کو لینا غصب کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے غصب کرنے کے بعد ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا۔

اصول: امام محمد کے نزدیک غصب کے لئے چیز کا منتقل ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے زمین بھی مغصوب ہو سکتی ہے۔

لغت: عقار: زمین

ترجمہ: ۲ غاصب کا قبضہ متحقق ہو، اور اس کی ضرورت میں سے ہے کہ مالک کا قبضہ زائل ہو جائے، کیونکہ ایک ہی جگہ پر دونوں کا قبضہ جمع ہونا محال ہے، تو اس وقت دونوں صفتیں جمع ہوں گی، اور وہ ہے غصب، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، جیسے منقولی چیز میں ہوتی ہے

تشریح : یہ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ زمین پر غاصب کا قبضہ ثابت ہوگا تو مالک کا قبضہ زائل ہو جانا چاہئے، کیونکہ ایک ہی جگہ پر دونوں کا جمع ہونا محال ہے، اور یہ ہو گیا تو زمین پر غصب ثابت ہو گیا، جیسے منقولی چیز میں یہی دو باتیں ہوتی ہیں

٣ وَجُحُوْدِ الْوَدِيْعَةِ، ٤ وَلَهُمَا اَنَّ الْغَصَبَ اِثْبَاتُ الْيَدِ بِاِزَالَةِ يَدِ الْمَالِكِ بِفِعْلٍ فِى الْعَيْنِ وَهٰذَا لَا يَتَصَوَّرُ فِى الْعَقَارِ لِاَنَّ يَدَ الْمَالِكِ لَا تَزُوْلُ اِلَّا بِاِخْرَاجِهٖ عَنْهَا، وَهُوَ فِعْلٌ فِيْهِ لَا فِى الْعِقَارِ فَصَارَ كَمَا اِذَا بَعُدَ الْمَالِكُ عَنِ الْمَوَاشِىْ ٥ وَفِى الْمَنْقُوْلِ النَّقْلُ فِعْلٌ فِيْهِ، وَهُوَ الْغَصَبُ ٦ وَمَسْأَلَةُ الْجُحُوْدِ مَمْنُوْعَةٌ وَلَوْ سَلَّمْتُ فَالضَّمَانُ هُنَاكَ بِتَرْكِ الْحِفْظِ الْمُلْتَزِمِ وَبِالْجُحُوْدِ تَارِكٌ لِذَالِكَ.

ترجمہ : ٣ اور زمین امانت پر رکھے پھر اس کا انکار کر دے (تو ضمان لازم ہوتا ہے، اسی طرح زمین غصب کرنے میں ضمان لازم ہوگا)

تشریح: یہ امام محمدؒ کی دلیل ہے کہ زمین امانت پر رکھے پھر اس کا انکار کر دے تو ضمان لازم ہوتا ہے، اسی طرح زمین غصب کر لے تو ضمان لازم ہوگا

ترجمہ : ٤ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غصب کا معنی ہے غاصب کا قبضہ ثابت ہو اور مالک کا قبضہ زائل ہو جائے خود عین زمین کو منتقل کر کے، اور یہ منتقل کرنا زمین میں متصور نہیں ہے، اس لئے کہ مالک کا قبضہ زمین سے نکالے بغیر زائل نہیں ہوگا، تو ایسا ہو گیا کہ مویشی جانور سے مالک کو دور کر دیا ہو

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غاصب کا قبضہ اس وقت ثابت ہوگا جب کہ زمین کو منتقل کر کے مالک کا قبضہ زائل کر دیا تب غصب ہوگا، اور زمین کو منتقل نہیں کر سکتا ہے اس لئے زمین پر غصب بھی نہیں ہوگا، اس کی مثال یہ ہے کہ مالک کا جانور ہو اور مالک کو اس سے دور کر دیا جائے تو اس دور کرنے سے جانور کی ملکیت ختم نہیں ہوگی، اسی طرح زمین میں مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوگی

ترجمہ: ٥ اور منقولی چیز میں اس کو منتقل کر دیا جاتا ہے (اس لئے اس میں غصب ثابت ہوتا ہے)

تشریح : یہاں بھی عبارت پیچیدہ ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ منقولی چیز کو منتقل کرتے ہیں جس سے اس پر غصب کا معنی صادق آتا ہے

ترجمہ : ٦ اور زمین امانت پر رکھے پھر انکار کرنے پر ضمان لازم ہوتا ہے اس کو ہم نہیں مانتے، اور اگر مان بھی لیں تو یہاں امانت کی چیز کی حفاظت چھوڑنے کی وجہ سے ضمان لازم ہوتا ہے، اور انکار کر کے اس حفاظت کو چھوڑا ہے اس لئے ضمان لازم ہوا ہے

تشریح : یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے امام محمدؒ کو جواب ہے۔ زمین امانت پر رکھے پھر اس کا انکار کر دے تو اس پر ضمان لازم ہوتا ہے، ہم اس کو نہیں مانتے، کیونکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ زمین امانت پر رکھے پھر اس کا انکار کر دے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ اور اگر مان لیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امین نے اس کی حفاظت کرنے کا ذمہ لیا تھا، اور اب انکار کر کے اس کی حفاظت کو چھوڑ رہا ہے، اس حفاظت کو چھوڑنے کی وجہ سے ضمان ہے، قبضہ ختم کرنے کی وجہ سے نہیں

(١٤٤٧) قَالَ وَمَا نَقَصَ مِنْهُ بِفِعْلِهٖ اَوْ سُكْنَاهُ ضَمِنَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيْعاً ١ لِاَنَّهُ اِتْلَافٌ وَالْعَقَارُ يَضْمَنُ بِهٖ، كَمَا اِذَا نَقَلَ تُرَابُهُ لِاَنَّهُ فِعْلٌ فِي الْعَيْنِ وَيَدْخُلُ فِيْمَا ٢ قَالَهُ اِذَا انْهَدَمَتِ الدَّارُ بِسُكْنَاهُ وَعَمَلِهٖ ٣ فَلَوْ غَصَبَ دَاراً وَبَاعَهَا وَسَلَّمَهَا وَاَقَرَّ بِذَالِكَ وَالْمُشْتَرِي يُنْكِرُ غَصَبَ الْبَائِعَ وَلَا بَيِّنَةَ لِصَاحِبِ الدَّارِ فَهُوَ عَلَى الْاِخْتِلَافِ فِي الْغَصَبِ هُوَ الصَّحِيْحُ.

ترجمہ: (١٤٤٧)اور غاصب کے فعل سے زمین میں کوئی نقصان ہو جائے تو، یا اس میں قیام کرنے سے تو سب کے نزدیک اس کا ضامن ہوگا

ترجمہ: ١ اس لئے کہ یہ ضائع کرنا ہے، اور زمین کا نقصان کرے تو اس کا ضمان ہوتا ہے، جیسے زمین کی مٹی اٹھالے، اس لئے کہ یہ عین زمین میں دخل کرنا ہے

اصول: زمین، مکان، درخت، دکان میں کوئی نقصان کرے تو اس نقصان کا ضمان لازم ہوتا ہے، سب کے نزدیک

تشریح: غاصب کے فعل کی وجہ سے یا غاصب کے رہنے کی وجہ سے زمین میں نقص آ گیا تو اس نقص کا ضمان تینوں اماموں کے نزدیک غاصب پر لازم ہوگا۔

وجہ: (١) نقص کیا ہے اس لئے اس کا ضمان لازم ہوگا (٢) اوپر حدیث میں گزرا کہ پیالہ توڑ دیا تو اس کے بدلے میں صحیح پیالہ آپؐ نے دیا۔ عن انس ... فدفع القصعة الصحيحة وحبس المكسورة (بخاری شریف، باب اذا کسر قصعة او شيئا لغيره ص ٣٣٧ نمبر ٢٤٨١) جس سے معلوم ہوا کہ زمین یا گھر میں جو نقصان ہوا ہو اس کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا۔

ترجمہ: ٢ اور متن میں ہے (ومانقص منہ) اس جملے میں شامل ہے، اگر قیام کرنے کی وجہ سے گھر گر گیا، یا غاصب کے کسی عمل سے گھر گر گیا

تشریح: متن میں جو لفظ ہے، ومانقص منہ بفعلہ، اوسکناہ، اس جملے سے یہ ثابت ہوا کہ غاصب نے گھر پر قبضہ کیا اور اس میں رہنے کی وجہ سے، یا غاصب کی کسی حرکت کی وجہ سے گھر گر گیا تو یہ بھی نقص میں داخل ہے اور اس کا ضمان دینا ہوگا

ترجمہ: ٣ اور اگر گھر غصب کیا اور اس کو بیچ دیا اور مشتری کو سپرد بھی کر دیا، اس کے بعد بائع نے اس کا اقرار کیا، لیکن مشتری بائع کے غصب کا انکار کرتا ہے، اور گھر کے مالک کے پاس غصب کرنے پر گواہ نہیں ہے تو یہ مسئلہ اسی اختلاف پر ہے جو زمین کے غصب میں گزرا، صحیح بات یہی ہے

تشریح: زید کا گھر ہے، عمر نے اس کو غصب کیا، اور خالد کے ہاتھ بیچ دیا، اور اس کو سپرد بھی کر دیا، اس کے بعد اس کا اقرار کرتا ہے، لیکن خالد مشتری اس غصب کا انکار کر رہا ہے، اور زید جو گھر کا مالک ہے اس کے پاس غصب کرنے پر گواہ نہیں ہے، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بائع پر ضمان نہیں ہوگا، کیونکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زمین کے غصب پر ضمان نہیں ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک بائع پر ضمان ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک گھر کے غصب پر ضمان ہے

یہ اختلاف تو اس وقت ہے کہ مالک کے پاس گواہ نہیں ہے، لیکن اگر گھر کے مالک کے پاس گواہ ہو تو وہ اپنا گھر خود مشتری سے واپس لے گا، اس لئے بائع کو ضامن بنانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

(۱۴۴۸) قَالَ وَإِنْ انْتَقَصَ بِالزِّرَاعَةِ يُغْرِمُ النُّقْصَانَ ١ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ الْبَعْضَ ٢ فَيَأْخُذُ رَأْسَ مَالِهِ، وَيَتَصَدَّقُ بِالْفَضْلِ قَالَ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ لَا يَتَصَدَّقُ بِالْفَضْلِ وَسَنَذْكُرُ الْوَجْهَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ.

(۱۴۴۹) قَالَ وَإِذَا هَلَكَ النَّقْلِيُّ فِي يَدِ الْغَاصِبِ بِفِعْلِهِ أَوْ بِغَيْرِ فِعْلِهِ ضَمِنَهُ

ترجمه: (۱۴۴۸) اگر کھیتی کرنے کی وجہ سے زمین میں کوئی نقصان ہوا تو اس کا ضمان دینا ہوگا

ترجمه: ١ اس لئے کہ اس نے زمین کے بعض فائدے کو نقصان پہنچایا ہے

تشریح: مثلا زید نے عمر کی زمین کو غصب کیا اور اس میں گیہوں بو دیا، جس کی وجہ سے زمین کا نقصان ہوا تو زید پر اس نقصان کا ضمان ادا کرنا ہوگا

وجه: اس لئے کہ اس نے زمین کے مالک کا نقصان کیا ہے، اس لئے اس کا ضمان لازم ہوگا

ترجمه: ٢ پس غصب کرنے والے کا جتنا خرچ ہوا ہے اتنا رکھ لے گا، اور اس سے جتنا زیادہ پیداوار ہوئی ہے وہ صدقہ کر دے گا، فرمایا یہ بات امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے، اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جو نفع ہوا ہے اس کو صدقہ نہیں کرے گا، دونوں باتوں کی وجہ میں بعد میں ذکر کروں گا

تشریح: یہ مسئلہ ایک قاعدے پر ہے، قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا آپ نے ضمان ادا نہیں کیا ہے، یا جس چیز کا آپ مالک نہیں ہیں اس سے فائدہ اٹھانا مکروہ ہے، اس چیز کو صدقہ کر دینا چاہئے، اس کو کہتے ہیں (ربح ما لم یضمن: جس چیز کا ضامن نہیں بنا ہے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے)

مثلا زید نے عمر کی زمین میں ایک کوئنٹل گیہوں بویا، پھر ایک کوئنٹل بونے میں خرچ کیا، پھر زمین کا جو نقصان ہوا تھا اس کا جرمانہ بھی ایک کوئنٹل ادا کیا، اس طرح کھیتی کرنے میں تین کوئنٹل چلے گئے، اور گویا کہ تین کوئنٹل گیہوں، یہ راس المال خرچ ہوا۔ اور چار کوئنٹل گیہوں پیدا ہوا تھا، تو گویا کہ ایک کوئنٹل گیہوں نفع میں ہے۔ اب امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک کوئنٹل گیہوں زید صدقہ کرے گا، کیونکہ یہ ایک کوئنٹل گیہوں، ربح ما لم یضمن: ہے

اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ زمین کا جو نقصان ہوا تھا اس کا جرمانہ ایک کوئنٹل ادا کر دیا ہے، تو گویا کہ زمین کو کرایہ پر لے لیا ہے، تو چونکہ زمین کا ضمان ادا کر دیا ہے، اس لئے یہ نفع ربح ما لم یضمن: نہیں ہے اس لئے ایک کوئنٹل گیہوں صدقہ نہیں کرے گا

وجه: عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ، وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ، وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراہیۃ بیع ما لیس عندہ، نمبر ۱۲۳۴) اس حدیث میں ہے کہ ربح مالم یضمن جائز نہیں ہے

ترجمه: (۱۴۴۹) اگر منقولی چیز غاصب کے ہاتھ میں غاصب کے فعل سے یا بغیر اس کے فعل سے تو اس کے اوپر اس کا ضمان ہے۔

تشریح: غاصب کے قبضے میں مغصوب چیز تھی اور اس دوران مغصوب چیز غاصب کی حرکت کی وجہ سے یا کسی اور کی حرکت

لے وَفِی اَکْثَرِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ وَاِذَا هَلَکَ الْغَصَبُ وَالْمَنْقُوْلُ هُوَ الْمُرَادُ لِمَا سَبَقَ اَنَّ الْغَصْبَ فِیْمَا یَنْقُلُ ٢ وَهٰذَا لِاَنَّ الْعَیْنَ دَخَلَ فِیْ ضِمَانِہٖ بِالْغَصَبِ السَّابِقِ اِذْ هُوَ السَّبَبُ وَعِنْدَ الْعِجْزِ عَنْ رَدِّہٖ تَجِبُ رَدُّ الْقِیْمَةِ اَوْ یَتَقَرَّرُ بِذٰلِکَ السَّبَبُ، وَلِهٰذَا تُعْتَبَرُ قِیْمَتُہٗ یَوْمَ الْغَصَبِ

(۱۴۵۰) وَاِنْ نَقَصَ فِی یَدِہٖ ضَمِنَ النُّقْصَانَ لے لِاَنَّہٗ یَدْخَلَ جَمِیْعَ اَجْزَائِہٖ فِی ضِمَانِہٖ بِالْغَصَبِ فَمَا تَعَذَّرَ رَدُّعَیْنِہٖ یَجِبُ رَدُّ قِیْمَتِہٖ

کی وجہ سے ہلاک ہوگئی تو غاصب پر اس کا ضمان لازم ہوگا۔

وجہ :چونکہ مغصوب چیز غاصب کے حوالے ہے اس لئے چاہے وہ ہلاک کرے یا اس کے قبضے میں رہتے ہوئے کسی اور نے ہلاک کی، دونوں صورتوں میں غاصب ہی ضمان کا ذمہ دار ہوگا

ترجمہ : لے مختصر القدوری کے اکثر نسخوں میں ہے کہ جب غصب کی چیز ہلاک ہوگئی ہو، اور منقولی چیز ہی مراد ہے، کیونکہ یہ بات گزری ہے کہ غصب اسی چیز میں ہوتا ہے جو منتقل ہوتی ہو،

تشریح : اکثر نسخوں میں، ہلک الغصب ،لکھا ہوا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ منقولی چیز ہو، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ منقولی چیز میں غصب ہوتا ہے

ترجمہ : ٢ اس کی وجہ یہ ہے کہ پچھلے غصب کی وجہ سے عین چیز غاصب کے ضمان میں داخل ہوئی ہے اس لئے کہ وہی ضمان کا سبب ہے اور اصل چیز کی واپسی سے عاجزی کے وقت قیمت واجب ہوتی ہے، یا اس کی وجہ سے سبب ثابت ہوگی، اور یہی وجہ ہے کہ غصب کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے

تشریح : پچھلے غصب کی وجہ غاصب کے ضمان میں چیز داخل ہوگئی ہے اس لئے وہی چیز واپس کرنی چاہئے، لیکن اصل چیز واپس نہیں کر سکا تو اس کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: (۱۴۵۰) اور اگر اس کے قبضے میں نقصان ہو جائے تو اس پر نقصان کا ضمان ہوگا۔

ترجمہ : لے اس لئے کہ غصب کی وجہ سے تمام اجزاء کے ساتھ اس کے ضمان میں داخل ہو گیا ہے اور عین چیز کو رد کرنا متعذر ہو گیا ہو تو اس کی قیمت واجب ہوگی

اصول: چیز میں کوئی نقصان ہوا ہو تو چیز بھی واپس کرے گا اور نقصان کا بھی ضمان دے گا

تشریح : غاصب کے قبضے میں مغصوب چیز تھی تو اس دوران مغصوب چیز ہلاک تو نہیں ہوئی البتہ اس میں کچھ نقصان ہو گیا تو نقصان کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا۔ مثلا پانچ سو گائے غصب کیا تھا، اب گائے کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور گائے کی قیمت ساڑھے چار سو ہوگئی تو گائے بھی واپس کرے گا اور پچاس درہم بھی واپس کرے گا

وجہ: اوپر گزر چکی ہے اور پیالے والی حدیث بھی اوپر گزر گئی۔

۲ بِخِلَافِ تَرَاجُعِ السَّعْرِ اِذَا رُدَّ فِي مَكَانِ الْغَصَبِ لِاَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنْ فُتُوْرِ الرَّغَبَاتِ دُوْنَ فَوْتِ الْجُزْءِ ۳ وَبِخِلَافِ الْمَبِيْعِ، لِاَنَّهُ ضِمَانُ عَقْدٍ اَمَّا الْغَصَبُ فَقَبَضَ وَالْاَوْصَافُ تَضْمَنُ بِالْفِعْلِ لَا بِالْعَقْدِ عَلٰى مَا عُرِفَ، ۴ قَالَ وَمُرَادُهُ غَيْرُ الرِّبوى اَمَّا فِي الرِّبْوِيَّاتِ لَايُمْكِنُهُ تَضْمِنَ النُّقْصَانِ مَعَ اِسْتِرْدَادِ

ترجمه : ۲ بخلاف مغصوب چیز کی قیمت کم ہوگئی ہو جب غصب کی جگہ میں واپس کیا ہو (تو اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا) اس لئے کہ یہاں رغبت میں کمی آئی ہے جز فوت نہیں ہوا ہے

اصول: قیمت کم ہوئی ہو تو وہ واپس نہیں کرے گا

تشریح: مثلا زید نے جس دن غائے غصب کی اس دن اس کی قیمت پانچ سو درہم تھی، اور ایک ماہ کے بعد واپس کی اس دن اس کی قیمت ساڑھے چار سو تھی، لیکن گائے کے عضو میں کوئی نقصان نہیں تھا تو گائے کی جو قیمت کم ہوئی تھی زید وہ واپس نہیں کرے گا

وجه: زید نے کوئی نقصان نہیں کیا ہے، یہ تو صرف رغبت کی کمی ہے

لغت: فتور الرغبات: رغبت کی کمی ہے، فتر ٹوٹ جانا

ترجمه : ۳ بخلاف مبیع میں نقص ہو جائے تو (وہاں قیمت میں کوئی کمی نہیں ہوتی ہے) اس لئے یہاں عقد کا ضمان ہے، بخلاف غصب کے یہاں قبضہ ہے، اور اوصاف میں فعل سے ضمان لازم ہوتا ہے عقد سے نہیں، جیسا کہ پہلے معلوم ہوا ہے

تشریح: زید نے عمر سے پانچ سو کی گائے خریدی ابھی گائے عمر کے یہاں ہی تھی کی گائے کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس کی قیمت پچاس درہم کم ہوگئی، تو قاعدہ یہی ہے کہ پچاس درہم کم نہیں ہوگی، گائے لینی ہو تو پورے پانچ سو میں لے، اور نہ لینی ہو تو چھوڑ دو، تو بیع میں نقصان ہونے کی وجہ سے قیمت کم نہیں ہوتی ہے، اور غصب میں نقصان ہونے کی وجہ سے نقصان کی کمی دینی پڑتی ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ بیع میں عقد کا ضمان ہوتا ہے، اور عقد پوری گائے پر ہوئی ہے، اور ٹانگ ٹوٹنا صفت ہے، بیع میں صفت کے بدلے قیمت نہیں ہوتی، اس لئے ٹانگ ٹوٹنے کی قیمت نہیں ہوگی۔ اور غصب میں غصب کرنا فعل ہے، اور فعل کا ضمان ہوتا ہے، اور یہاں غاصب کے فعل سے گائے میں کمی آئی ہے اس لئے ٹانگ کا ضمان لازم ہوگا۔ بیع اور غصب میں یہ فرق ہے

ترجمه : ۴ قدوری کے متن میں جو ہے۔ ضمن النقصان، کہ نقصان کا ضمان لازم ہوگا، وہ ان چیزوں میں ہے جس میں سود نہ ہوتا ہو، لیکن اگر ربوا، اور سود والی چیز ہو تو اس میں اصل چیز کی واپسی کے ساتھ نقصان کا ضمان لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ سود تک پہنچائے گا

اصول: سود والی چیز میں اصل کی واپسی کے علاوہ، نقصان لازم نہیں ہوگا، ورنہ سود ہو جائے گا

تشریح : ایسی چیز غصب کی جو کیلی، یا وزنی ہے، پھر اس میں نقصان کر دیا تو یہ نقصان لازم نہیں ہوگا، صرف اصل چیز واپس کرے، کیونکہ اصل چیز کے واپس کرنے کے ساتھ نقصان کا ضمان بھی دیں تو سود ہو جائے گا

مثلا ایک کوئنٹل گیہوں زید نے غصب کیا، پھر اس گیہوں میں چوہے نے کھایا اور مینگنی کر دی، جس کی وجہ سے گیہوں کا دس درہم

الْاَصْلِ لِاَنَّهُ يُؤَدِّى اِلىٰ الرِّبوا.

(۱۴۵۱) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ عَبْداً فَاسْتَغَلَّهُ فَنَقَصَتْهُ الْغَلَّةُ فَعَلَيْهِ النُّقْصَانُ لِمَا بَيَّنَّا وَيَتَصَدَّقُ بِالْغَلَّةِ قَالَ ۱؎ وهٰذا عِنْدَهُمَا اَيْضاً وَعِنْدَهُ لَا يَتَصَدَّقُ بِا لْغَلَّةِ ۲؎ وَعَلىٰ هٰذَا الْخِلَافِ اِذَا آجَرَ الْمُسْتَعِيْرُ الْمُسْتَعَارَ

کا نقصان ہوا، لیکن جب واپس کیا تو ایک کوئنٹل گیہوں واپس کیا، تو اب نقصان کا دس درہم واپس لازم نہیں ہوگا، کیونکہ گیہوں کیلی ہے، اس میں کمی زیادتی سود ہے، اور گیہوں میں اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے ایک کوئنٹل کے علاوہ دس درہم لازم کریں گے تو سود ہوگا، اس لئے سود والی چیزوں میں نقصان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: (۱۴۵۱) کسی نے غلام غصب کیا پھر اس کو اجرت پر رکھ دیا جس کی وجہ سے غلام میں نقصان آگیا تو غاصب پر نقصان کا ضمان لازم ہوگا، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا، اور جو غلام سے اجرت حاصل ہوئی ہے غاصب اس کو صدقہ کر دے

ترجمہ: ۱؎ یہ امام ابوحنیفہؒ، اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے، اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اجرت سے حاصل شدہ صدقہ نہیں کرے گا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس چیز کا آپ مالک نہیں ہیں، اس سے جو فائدہ حاصل ہوا ہے وہ مکروہ ہے اس کو صدقہ کر دینا چاہئے (ربح ما لم يضمن: جس چیز کا ضامن نہیں بنا ہے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے)

تشریح: زید نے عمر کا غلام غصب کیا اور اس کو اجرت پر لگا کر پانچ سو درہم کمایا، اور غلام میں کوئی نقصان ہوا جس کا دو سو درہم جرمانہ دیا، اور ابھی بھی تین سو درہم اجرت کا زید کے پاس باقی ہے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ تین سو درہم غاصب صدقہ کر دے، یہ اس کے لئے مکروہ ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ تین سو درہم غاصب اپنے پاس رکھے، یہ اس کے لئے اچھا، اور طیب ہے

وجہ: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غاصب نے غصب کر کے غلط طریقے سے غلام پر قبضہ کیا تھا اس لئے وہ نہ غلام کا مالک بنا اور نہ اس کی اجرت کا مالک بنا، اس لئے یہ اجرت، ربح مالم يضمن، ہے اس لئے اس کو صدقہ کر دینا چاہئے

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جب غلام کو غصب کیا تو یہ غلام غاصب کے ضمان میں داخل ہو گیا ہے، غلام ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان لازم ہوتا ہے، اسی طرح غلام میں جو نقصان ہوا ہے اس کی قیمت دے چکا ہے، اس لئے غلام کے ضمان کی وجہ سے، اور نقصان کے ضمان کی وجہ سے غاصب اس اجرت کا مالک ہو چکا ہے، اس لئے یہ اجرت، ربح ما یضمن، ہے اس لئے اس کو صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ حلال، اور طیب ہے (۲)۔ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ، وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ، وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع مالیس عندہ، نمبر ۱۲۳۴) اس حدیث میں ہے کہ ربح مالم یضمن جائز نہیں ہے

ترجمہ: ۲؎ اسی اختلاف پر ہے اگر عاریت پر لئے ہوئے غلام کو عاریت پر لینے والے میں اجرت پر رکھا

تشریح: یہ دوسرا مسئلہ ہے، زید نے عمر سے غلام کو عاریت اور مانگ کر لیا، پھر اس کو اجرت پر رکھا اور پانچ سو درہم اجرت

۳؎ لِاَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّہٗ حَصَلَ فِی ضِمَانِہٖ وَمِلْکِہٖ اَمَّا الضَّمَانُ فَظَاھِرٌ، وَکَذَالِکَ الْمِلْکُ فِی الْمَضْمُوْنِ لِاَنَّ الْمَضْمُوْنَاتِ تَمَلَّکُ بِاَدَاءِ الضِّمَانِ مُسْتَنَداً اِلیٰ وَقْتِ الْغَصَبِ عِنْدَنَا، ۴؎ وَلَھُمَا اَنَّہٗ حَصَلَ بِسَبَبٍ خَبِیْثٍ وَھُوَ التَّصَرُّفُ فِی مِلْکِ الْغَیْرِ، وَمَا ھٰذَا حَالُہٗ فَسَبِیْلُہٗ التَّصَدُّقُ اِذِ الْفَرْعُ یَحْصُلُ عَلیٰ وَصْفِ الْاَصْلِ وَالْمِلْکُ الْمُسْتَنَدُ نَاقِصٌ فَلَا یَنْعَدِمُ بِہٖ الْخُبْثُ

(۱۴۵۲) فَلَوْ ھَلَکَ الْعَبْدُ فِی یَدِ الْغَاصِبِ حتّٰی ضَمِنَہٗ لَہٗ اَنْ یَسْتَعِیْنَ بِالْغَلَّۃِ فِی اَدَاءِ الضِّمَانِ، ۱؎ لِاَنَّ الْخُبْثَ لِاَجْلِ الْمَالِکِ وَلِھٰذا لَوْ اَدّٰی اِلَیْہِ یُبَاحُ لَہٗ التَّنَاوُلُ فَیَزُوْلُ الْخُبْثُ بِالْاَدَاءِ اِلَیْہِ

کمائی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عاریت پر لینے والے کے لئے یہ اجرت مکروہ ہے اس کو صدقہ کر دینا چاہئے، اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں جائز ہے۔ اس کی وجہ گزر چکی ہے

ترجمہ : ۳؎ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام غاصب کے ضمان میں داخل ہو چکا ہے، اور اس کی ملکیت میں بھی داخل ہو چکا ہے، غاصب کے ضمان میں داخل ہونا تو ظاہر ہے کہ (غلام ہلاک ہو جائے تو غاصب کو اس کی قیمت دینی پڑتی ہے) اسی طرح ضمان دینے کے بعد ملکیت میں بھی داخل ہو گیا ہے، اس لئے کہ جتنی بھی ضمان کی چیز ہے ضمان ادا کرنے کے بعد غصب کے وقت ہی سے غاصب مالک ہو جاتا ہے، ہمارے نزدیک

تشریح : امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ، چیز غاصب کے پاس جانے سے اس کے ضمان میں داخل ہو جاتی ہے، اور اس کا ضمان ادا کرنے کے بعد جب سے غصب کیا ہے اسی وقت سے اس کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے، اور ملکیت میں داخل ہونے کے بعد اجرت کمایا تو یہ، ربح ما ضمن، ہے اس لئے یہ غاصب کے لئے طیب ہے صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے

ترجمہ : ۴؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اجرت خبیث سبب سے حاصل ہوئی ہے، اور وہ ہے غیر کی ملکیت میں تصرف کرنا، اور جو اجرت اس طرح خبیث طریقے سے حاصل ہو اس کا راستہ صدقہ کرنا ہے، اس لئے کہ اجرت جو فرع ہے وہ اصل کے وصف پر حاصل ہوتا ہے، اور جس غصب کی طرف ملک کی نسبت ہے وہ ناقص ہے اس لئے اجرت میں خبث ختم نہیں ہوگا

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غاصب کی ملکیت میں جو غلام آیا ہے وہ غصب کے راستے سے آیا ہے، اور یہ خبیث ہے، اور اسی کے واسطے سے اجرت آئی ہے اس لئے یہ بھی اصل کی طرح خبیث ہی ہوگی، اس لئے اس کو صدقہ کرنا چاہئے

ترجمہ : (۱۴۵۲) اگر غلام غاصب کے پاس ہلاک ہو گیا، اور مالک نے غاصب کو غلام کا ضامن بنایا تو غاصب کے لئے جائز ہے کہ جو اجرت کمایا ہے ضمان کی ادائیگی میں اس کو دے دے

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ خود غاصب کے لئے استعمال کرنا خبث ہے (غلام کے مالک کے لئے اجرت کو استعمال کرنا خبث نہیں ہے) یہی وجہ ہے کہ اگر غاصب یہ اجرت غلام کے مالک کو دے تو تو اس کے لئے استعمال کرنا مباح ہے، اس لئے غلام کے مالک کو دینے سے خبث زائل ہو جائے گا

اصول : یہاں اصول یہ ہے کہ غاصب کے لئے غلام کی اجرت استعمال کرنا صحیح نہیں ہے، لیکن خود غلام کے مالک کے لئے صحیح ہے، کیونکہ یہ چیز اسی کی ہے

۲؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَهُ فَهَلَكَ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي ثُمَّ اسْتُحِقَّ وَغَرِمَهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَعِينَ بِالْغَلَّةِ فِي أَدَاءِ الثَّمَنِ إِلَيْهِ، لِأَنَّ الْخُبْثَ مَا كَانَ لِحَقِّ الْمُشْتَرِي إِلَّا إِذَا كَانَ لَا يَجِدُ غَيْرَهُ لِأَنَّهُ مُحْتَاجٌ إِلَيْهِ، فَلَهُ أَنْ يَصْرِفَهُ إِلَىٰ حَاجَةِ نَفْسِهِ، فَلَوْ أَصَابَ مَالًا يَتَصَدَّقُ بِمِثْلِهِ إِنْ كَانَ غَنِيًّا وَقْتَ الْاِسْتِعْمَالِ وَإِنْ كَانَ فَقِيرًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِمَا ذَكَرْنَا.

تشریح: زید نے عمر کا غلام غصب کیا، اور اس کو اجرت پر ڈال کر دو سو درہم کمایا، پھر غلام ہلاک ہو گیا اور زید پر غلام کا ضمان ایک ہزار درہم لازم ہوا، تو یہ دو سو درہم جو اجرت میں کمایا ہے عمر کے ضمان میں دے سکتا ہے، عمر کے لئے یہ حلال ہے

وجہ: اجرت کی چیز غاصب کے لئے طیب نہیں ہے، کیونکہ یہ اس کی ملکیت کی کمائی نہیں ہے، لیکن عمر مالک کے لئے طیب ہے، کیونکہ اس کے غلام کی کمائی ہے، اس لئے عمر کو ضمان میں دے سکتا ہے، اور عمر پر اس کا صدقہ کرنا بھی واجب نہیں ہوگا

ترجمہ: ۲؎ بخلاف اگر غلام کو بیچا ہو، پھر غلام مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا، پھر وہ غلام کسی کا مستحق نکل گیا، اور مشتری نے اس کا تاوان دیا، تو غاصب بائع کے لئے جائز نہیں ہے مشتری کو ثمن ادا کرنے میں غلام کی اجرت دے دے، اس لئے کہ یہاں خبث مشتری کے حق کی وجہ سے نہیں ہے، (بلکہ غلام کے مالک کے حق کی وجہ سے ہے)، ہاں بائع کے پاس کوئی اور رقم نہیں ہے تو مشتری کو غلام کی اجرت دے سکتا ہے، اس لئے کہ بائع محتاج ہے، کہ اجرت اپنی ضرورت میں خرچ کرے، پھر جب بائع کے پاس مال آجائے تو جتنی اجرت لی ہے اس مقدار صدقہ کر دے اگر اجرت لیتے وقت وہ مالدار تھا، اور اگر اجرت استعمال کرتے وقت وہ غریب تھا تو اس پر کچھ بھی نہیں ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کی

تشریح: یہ مسئلہ تھوڑا لمبا ہے، اس کو سمجھیں۔ زید نے عمر کا غلام غصب کیا، اور اس سے دو سو درہم اجرت کمایا، پھر غلام کو خالد کے ہاتھ بیچ دیا، خالد کے یہاں غلام ہلاک ہو گیا، کچھ دنوں کے بعد ساجد نے خالد پر دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ہے، اور گواہ کے ذریعہ اس کو ثابت کر دیا، لیکن خالد کے پاس سے غلام ہلاک ہو چکا تھا اس لئے خالد نے غلام کی قیمت ایک ہزار درہم ساجد کو دیا۔ اب خالد زید غاصب کے پاس آیا کہ یہ غلام کسی اور کا نکل گیا ہے، اس کا میں نے ایک ہزار درہم تاوان دیا ہے، اس لئے مجھے ایک ہزار دو۔ تو زید کے پاس جو غلام کی کمائی اجرت دو سو درہم ہے وہ خالد کو نہیں دے سکتا ہے، زید اپنے پاس سے ایک ہزار درہم دے گا

وجہ: یہ جو غلام کی اجرت ہے یہ خالد مشتری کی نہیں ہے، یہ مالک عمر کی ہے، اس لئے عمر کو تو دے سکتا ہے، خالد کو نہیں دے سکتا ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس کے غلام کی اجرت ہو اس کو دے سکتا ہے، اس کے لئے طیب ہے، دوسرے کو نہیں دے سکتا ہے، اس کے لئے طیب نہیں ہے، یہاں مشتری کا غلام نہیں ہے اور اس کا کمایا ہوا اجرت مشتری کا نہیں ہے، اس لئے مشتری کو نہیں دے سکتا ہے

لیکن اگر زید غاصب کو مجبوری ہے، کوئی اور رقم نہیں ہے، تو ابھی یہ اجرت کے پیسے خالد کو دے دے، اور جب اس کے پاس رقم آئے تو جتنی رقم خالد کو دی ہے اتنی رقم صدقہ کر دے،

لیکن اگر زید اجرت کی رقم دیتے وقت فقیر تھا تو مال آنے کے بعد اجرت کی رقم صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ غریب آدمی مکروہ مال استعمال کرے تو یہ اس کے لئے حلال ہے، اب اس کو یہ رقم صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے

(١٤٥٣) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ اَلْفاً فَاشْتَرىٰ بِهَا جَارِيَةً فَبَاعَهَا بِاَلْفَيْنِ ثُمَّ اشْتَرىٰ بِالْاَلْفَيْنِ جَارِيَةً فَبَاعَهَا بِثَلَاثَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ فَاِنَّهُ يَتَصَدَّقُ بِجَمِيْعِ الرِّبْحِ ١ وَهٰذا عِنْدَهُمَا وَاَصْلُهُ اَنَّ الْغَاصِبَ وَالْمُوْدِعَ اِذَا تَصَرَّفَ فِي الْمَغْصُوْبِ اَوِ الْوَدِيْعَةِ وَرَبِحَ لَا يَطِيْبُ لَهُ الرِّبْحُ عِنْدَهُمَا خِلَافاً لِاَبِيْ يُوْسُفَ وَقَدْ مَرَّتِ الدَّلَائِلُ ٢ وَجَوَابُهُمَا فِي الْوَدِيْعَةِ أَظْهَرُ لِاَنَّهُ لَا يَسْتَنِدُ الْمِلْكَ اِلىٰ مَا قَبْلَ التَّصَرُّفِ لِانْعِدَامِ سَبَبِ الضِّمَانِ، فَلَمْ يَكُنِ التَّصَرُّفُ فِي مِلْكِهٖ، ٣ ثُمَّ هٰذا ظَاهِرٌ فِيْمَا يَتَعَيَّنُ بِالْاِشَارَةِ اَمَّا فِيْمَا لَا يَتَعَيَّنُ

ترجمہ: (١٤٥٣) کسی نے ایک ہزار غصب کیا، اور اس سے باندی خریدی، پھر اس کو دو ہزار میں بیچا، پھر اس دو ہزار سے دوسری باندی خریدی، اور اس کو تین ہزار میں بیچا (اور گویا کہ دو ہزار نفع کمایا) تو اس تمام نفع کو صدقہ کرے گا

ترجمہ: ١ یہ بات امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے یہاں ہے، اس لئے کہ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ غاصب اور امانت رکھنے والا غصب میں اور امانت کی چیز میں تصرف کرے اور نفع کمائے تو یہ نفع ان دونوں حضرات کے یہاں طیب نہیں ہے، خلاف امام ابو یوسفؒ کے، اور دونوں کے دلائل گزر چکے ہیں

تشریح: امام ابوحنیفہ کی دلیل گزری کہ غصب کی چیز، اور امام کی چیز میں تصرف کرنے سے غاصب اور امانت رکھنے والا اس کا مالک نہیں ہوتا، اور اس سے نفع کمانا مکروہ ہے اس لئے اس کو صدقہ کرے گا، اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل گزری کہ غاصب اس چیز کا مالک ہو جاتا ہے، اور اس سے نفع کمانا گویا کہ اپنی ملکیت میں نفع کمایا اس لئے یہ نفع غاصب اور امین کے لئے طیب ہے۔
اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہزار غصب کیا، اس سے ایک باندی خریدی، پھر اس کو دو ہزار میں بیچ دیا، پھر دو ہزار میں دوسری باندی خریدی، اور اس کو تین ہزار میں بیچا، اور گویا کہ دو ہزار نفع کمایا، تو چونکہ یہ نفع غصب کے پیسے سے ہے اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کو صدقہ کرے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غاصب کھالے، اس کے لئے طیب ہے۔

ترجمہ: ٢ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا جواب امانت کے بارے میں زیادہ ظاہر ہے، اس لئے کہ امانت میں خرد برد سے پہلے امانت رکھنے والے کی ملکیت نہیں ہوتی ہے اس لئے خرد برد سے پہلے ضمان کا سبب نہیں ہے، اس لئے امین کی ملکیت میں تصرف، یعنی نفع کمانا نہیں ہے

تشریح: یہاں غصب اور امانت میں فرق بیان کر رہے ہیں، غصب میں جس وقت غصب کیا ہے اس وقت سے غاصب ضامن بن جاتا ہے، اور اسی وقت سے غاصب کی ملکیت شمار کی جاتی ہے، اس لئے جو کچھ نفع کمایا وہ غاصب نے اپنی ملکیت میں کمایا ہے۔ اور امانت میں امانت رکھتے وقت امین پر ضمان لازم نہیں ہوتا ہے، وہ تو جب امانت میں خرد برد کی تو اب ضمان لازم ہوگا، اور ضمان کے بعد امین کی ملکیت ہوگی، اور اس کے بعد جو کمایا تو گویا کہ اب اپنی ملکیت میں کمایا ہے، اس لئے امانت کی صورت میں کمائی میں خباثت زیادہ ہے، اور غصب کی صورت میں خباثت کم ہے۔

ترجمہ: ٣ جو چیز اشارہ سے متعین ہوتی ہے (جیسے گیہوں) اس میں ظاہر ہے خباثت ہوگی، اور جو چیز اشارے سے متعین نہیں ہوتی جیسے درہم اور دینار

كَالثَّمَنَيْنِ ۴؎ فَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ اشْتَرىٰ بِهَا اِشَارَةً اِلىٰ اَنَّ التَّصَدُّقَ اِنَّمَا يَجِبُ اِذَا اشْتَرىٰ بِهَا، وَنَقَدَ مِنْهَا الثَّمَنُ، ۵؎ اَمَّا اِذَا اَشَارَ اِلَيْهَا وَنَقَدَ مِنْ غَيْرِهَا اَوْ نَقَدَ مِنْهَا وَاَشَارَةً اِلىٰ غَيْرِهَا اَوْ اَطْلَقَ اِطْلَاقاً وَنَقَدَ مِنْهَا يَطِيْبُ لَهُ وَهٰكَذَا قَالَ الْكَرْخِيُّ لِاَنَّ الْاِشَارَةَ اِذَا كَانَتْ لَا تُفِيْدُ التَّعْيِيْنَ لَابُدَّ اَنْ يَتَاَكَّدَ بِالنَّقْدِ لِيَتَحَقَّقَ الْخُبْثُ، ۶؎ وَقَالَ مَشَايُخُنَا لَا يَطِيْبُ لَهُ قَبْلَ اَنْ يَّضْمَنَ وَكَذَا بَعْدَ الضِّمَانِ بِكُلِّ حَالٍ،

تشریح: دوقسم کی چیزیں ہیں، ا۔ایک یہ کہ اشارہ کرنے سے وہ چیز متعین ہو جاتی ہے، جیسے گیہوں، چاول، اب اس کو غصب کر کے نفع کمایا تو اسی چیز سے نفع کمایا اس لئے اس میں خباثت زیادہ ہوگی، لیکن درہم اور دینار متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، اس لئے اس کو غصب کر کے نفع کمایا تو اگر اشارہ بھی اسی غصب شدہ درہم کی طرف کیا، اور دیا بھی وہی غصب شدہ درہم، اور نفع کمایا تب تو خباثت ہوگی، اور اگر اشارہ کیا غصب شدہ کی طرف اور دیا دوسرا درہم تو خباثت نہیں ہوگی، کیونکہ غصب شدہ سے نفع نہیں اٹھایا، یا اشارہ کیا دوسرے درہم کی طرف اور دیا غصب شدہ درہم تب بھی خباثت میں کمی آجائے گی۔ آگے اسی کی تفصیل ہے

ترجمہ: ۴؎ اب متن میں، ثم اشتری بالفین، جو کہا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے نفع کو صدقہ کرنا اس وقت واجب ہوگا، جب غصب کے درہم سے خریدا ہوا، اور غصب کا درہم ہی دیا ہو

تشریح: قدوری کے متن میں کہا، ثم اشتری بالفین، کہ غصب کے درہم ہی سے خریدا ہو، اس سے پتہ چلتا ہے خریدا ہو غصب کے درہم سے، اور ادا بھی کیا ہو غصب ہی کا درہم تب تو نفع میں خباثت آئے گی، ورنہ باقی پانچ صورتوں میں خباثت نہیں آئے گی

ترجمہ: ۵؎ لیکن اگر اشارہ کیا ہو غصب کے درہم کی طرف اور دیا ہو کوئی دوسرا درہم، یا دیا ہو غصب کا درہم، اور خریدتے وقت اشارہ کیا ہو دوسرے درہم کی طرف، یا خریدتے وقت مطلق درہم بولا ہو، اور دیا ہو غصب کا درہم تو غاصب کے لئے یہ نفع طیب ہے، امام کرخیؒ نے اسی طرح کہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اشارہ سے متعین نہ ہوتا ہو تو ضروری ہے کہ غصب کے درہم دے کر اس کو موکد کرے تب خباثت ہوگی

تشریح: یہاں اور تین صورتیں ہیں جن کے نفع میں خباثت نہیں ہے ا۔ خریدنے کے لئے غصب کے درہم کی طرف اشارہ کیا لیکن دوسرا درہم دے دیا۔ ۲۔ غصب کا درہم ہی دیا لیکن خریدتے وقت دوسرے طرف کی طرف اشارہ کیا کہ اس درہم سے باندی خرید رہا ہوں۔ ۳۔ مطلق درہم سے خریدا، لیکن غصب کا درہم دے دیا تو امام کرخیؒ نے فرمایا کہ نفع میں خباثت نہیں ہو گی، غاصب کے کے لئے استعمال کرنا جائز ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب درہم اور دینار ہے جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا ہے تو خباثت پیدا ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اشارہ بھی غصب کے درہم کی طرف کرے اور وہی درہم ادا کرے تب نفع میں خباثت ہوگی، ورنہ نہیں

ترجمہ: ۶؎ لیکن ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ غصب کا ضمان دینے سے پہلے نفع کمایا ہو یا بعد میں نفع کمایا ہو یہ نفع طیب نہیں ہے، مختار مذہب یہی ہے اس لئے کہ جامع صغیر، جامع کبیر، اور مبسوط تینوں کتابوں میں جواب مطلق ہے کہ نفع خبیث ہے

وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِإِطْلَاقِ الْجَوَابِ فِي الْجَامِعَيْنِ وَالْمَبْسُوطِ.
(۱۴۵۴) قَالَ وَاِنِ اشْتَرٰى بِالْأَلْفِ جَارِيَةً تُسَاوِي اَلْفَيْنِ فَوَهَبَهَا اَوْ طَعَامًا فَاَكَلَهُ لَمْ يَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ وَهٰذَا قَوْلُهُمْ جَمِيْعًا، لِ لِاَنَّ الرِّبْحَ اِنَّمَا يَتَبَيَّنُ عِنْدَ اِتِّحَادِ الْجِنْسِ.
﴿فَصْلٌ فِيْمَا يَتَغَيَّرُ بِفِعْلِ الْغَاصِبِ﴾ (۱۴۵۵) قَالَ وَاِذَا تَغَيَّرَتِ الْعَيْنُ الْمَغْصُوْبَةُ بِفِعْلِ الْغَاصِبِ حَتّٰى زَالَ اِسْمُهَا وَاَعْظَمُ مَنَافِعِهَا زَالَ مِلْكُ الْمَغْصُوْبِ مِنْهُ عَنْهَا، وَمَلَكَهَا الْغَاصِبُ وَضَمِنَهَا وَلَا يَحِلُّ لَهُ الْاِنْتِفَاعُ بِهَا حَتّٰى يُؤَدِّيَ بَدَلَهَا كَمَنْ غَصَبَ شَاةً وَذَبَحَهَا وَشَوَاهَا اَوْ طَبَخَهَا اَوْ حِنْطَةً فَطَحَنَهَا اَوْ حَدِيْدًا فَاتَّخَذَهُ سَيْفًا اَوْ صِفْرًا فَعَمِلَهُ اٰنِيَةً لِ وَهٰذَا كُلُّهُ عِنْدَنَا،

امام کرخیؒ نے تو غصب کی رقم دینے، اور اس کی طرف اشارہ کرنے میں فرق کیا ہے، لیکن ہمارے مشائخ نے یہی فرمایا ہے کہ غصب کا ضمان دینے کے بعد نفع کمایا ہو، یا پہلے کمایا ہو ہر حال میں یہ مال طیب نہیں ہے، جیسا کہ جامع صغیر، جامع کبیر، اور مبسوط میں مطلق خبیث لکھا ہے۔

ترجمہ: (۱۴۵۴) اگر ایک ہزار میں باندی خریدی جو دو ہزار کے برابر ہے پھر اس کو ہبہ کر دیا، یا کھانا تھا اس کو کھا لیا تو کچھ بھی صدقہ نہیں کرے گا،

ترجمہ: لے یہ سب کے نزدیک ہے اس لئے کہ نفع اتحاد جنس کے وقت ظاہر ہوتا ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ نفع ہوگا تو اس کو صدقہ کرنا پڑے گا، لیکن نفع ظاہر نہیں ہوا تو صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے

تشریح: باندی بیچے گا تب نفع ظاہر ہوگا، لیکن یہاں باندی بیچا نہیں ہے، صرف اندازہ ہے کہ دو ہزار کی باندی ہے، اس لئے صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے

فصل فیما یتغیر بفعل الغاصب

ترجمہ: (۱۴۵۵) اگر غاصب کے فعل سے مغصوب چیز بدل جائے، یہاں تک کہ اس کا نام بھی زائل ہو جائے، اور اس کا اکثر نفع بھی زائل ہو جائے، تو اس چیز سے مالک کی ملکیت ختم ہو جائے گی، اور غاصب اس کا مالک بن جائے گا، اور غاصب پر اس کا ضمان لازم ہوگا، اور غاصب جب تک ضمان نہ ادا کر دے اس چیز سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں ہوگا، مثلا بکری غصب کی تھی اس کو ذبح کر دیا، یا اس کو بھون دیا، یا پکا دیا، یا گیہوں تھا اس کو پیس دیا، یا لوہا تھا اس کی تلوار بنا دی، یا پیتل تھا اس کا برتن بنا دیا

ترجمہ: لے یہ سب بات ہمارے نزدیک ہے

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ مغصوب چیز میں تبدیلی آجائے تو غاصب اس کا مالک بن جاتا ہے، لیکن اس کا ضمان لازم ہوگا۔ اور ضمان ادا کرنے سے پہلے اس سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں ہوگا

اصول: امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ مغصوب چیز میں تبدیلی کے باوجود مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوگی، چیز مالک کی ہی باقی رہے گی

۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَنْقَطِعُ حَقُّ الْمَالِكِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي يُوسُفَؒ غَيْرَ اَنَّهُ اِذَا اخْتَارَ اَخْذَ الدَّقِيقِ لَا يَضْمَنُهُ النُّقْصَانُ عِنْدَهُ، لِاَنَّهُ يُؤَدِّي اِلَى الرِّبٰوا، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّؒ يَضْمَنُهُ ۳؎ وَعَنْ اَبِي يُوسُفَؒ اَنَّهُ

تشریح: اس عبارت میں کئی باتیں بیان کی ہیں۔ایک تو یہ کہ غاصب نے مغصوب چیز کے ساتھ ایسی حرکت کی جس سے مغصوب چیز موجود تو ہے لیکن اب اس کا نام بدل کر کچھ اور ہو گیا مثلا گیہوں تھا اس کو غصب کر کے پیس لیا اب اس کا نام آٹا ہو گیا۔ پہلا نام گیہوں باقی نہیں رہا۔البتہ معنوی طور پر گیہوں موجود ہے۔اسی طرح گیہوں کی منفعت بونا ختم ہو گئی اب آٹے کی منفعت روٹی پکانا ہو گئی۔ایسی صورت میں مصنف فرماتے ہیں کہ چیز کا نام زائل ہوتے ہی مالک کی ملکیت اس سے ختم ہو جائے گی اور غاصب اس کا مالک ہو جائے گا۔لیکن جب تک اس کا ضمان ادا نہ کردے غاصب کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں ہے۔

وجہ: (۱) جب مغصوب چیز کا نام بدل گیا یا منافع ختم ہو گئے تو اب غاصب کے ضمان میں داخل ہو گئی۔اس لئے اب غاصب اس کا مالک ہو جائے گا (۲)۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔اخبرنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة ... ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها فارسلت المرأة قالت یا رسول الله انی ارسلت الی البقیع یشتری لی شاة فلم اجد فارسلت الی جار لی قد اشتری شاة ان ارسل الی بها بثمنها فلم یوجد فارسلت الی امرأته فارسلت الی بها فقال رسول الله ﷺ اطعمیه الاساری (ابوداؤد شریف، باب فی اجتناب الشبہات ج ثانی ص۱۱۶ نمبر۳۳۳۲/دار قطنی، کتاب الاشربۃ وغیرھا ج رابع ص۱۸۹ نمبر۴۷۱۸) اس حدیث میں بکری دعوت کرنے والی عورت کی ملکیت ہو گئی اسی لئے اس کو واپس نہیں کیا۔لیکن استعمال کرنا اچھا نہیں تھا اس لئے آپؐ نے نوش نہیں فرمایا

لغت: المغصوب منہ: اس سے مراد مالک ہے کیونکہ اسی سے چیز غصب کی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مالک کی ملکیت ختم نہیں ہو گی،اور امام ابو یوسفؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے، یہ اور بات ہے کہ اگر مالک نے آٹا لیا تو اب نقصان نہیں دیا جائے گا،اس لئے کہ اس سے سود لازم آئے گا،اور امام شافعیؒ کے نزدیک غاصب کو ضامن بنائے گا

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ تبدیلی کے باوجود مالک کی ملکیت ختم نہیں ہو گی،امام ابو یوسفؒ کی بھی رائے یہی ہے، البتہ ایک بات فرماتے ہیں کہ اگر آٹا تھا اور غاصب نے اس کو پیس کر آٹا بنا دیا تو گیہوں اور آٹا ایک ہی جنس ہے،اس لئے اگر مالک نے یہ چاہا کہ غاصب سے آٹا لے لوں،تو اب آٹا بنانے کی وجہ سے جو نقصان ہوا ہے وہ نقصان نہیں لے سکے گا، کیونکہ جتنا گیہوں تھا، اتنا آٹا لے لیا، اب اس کے علاوہ نقصان لینے میں سود ہو جائے گا،اس لئے آٹا بنانے کا نقصان لازم نہیں ہو گا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آٹا بھی لے گا،اور اس سے جو نقصان ہوا ہے وہ بھی لے گا

ترجمہ: ۳؎ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ مالک کی ملکیت تو زائل ہو جائے گی،لیکن پھر بھی مالک کے قرض میں غصب کی چیز بیچی جائے گی،اور اگر غاصب مر جائے تو مالک اور قرض دینے والوں کی بنسبت زیادہ حقدار ہو گا

يَزُوْلُ مِلْكُهُ عَنْهُ لٰكِنَّهُ يُبَاعُ فِي دَيْنِهِ وَهُوَ اَحَقُّ بِهِ مِنَ الْغُرَمَاءِ بَعْدَ مَوْتِهِ. ۴؎ لِلشَّافِعِيِّ اَنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ فَيَبْقَىٰ عَلَىٰ مِلْكِهِ وَتَتْبَعُهُ الصُّنْعَةُ، كَمَا اِذَا هَبَتِ الرِّيْحُ فِي الْحِنْطَةِ وَاَلْقَتْهَا فِي طَاحُوْنَةِ الْغَيْرِ فَطَحَنَتْ وَلَا مُعْتَبَرٌ بِفِعْلِهِ لِاَنَّهُ مَحْظُوْرٌ فَلَا يَصْلُحُ سَبَباً لِلْمِلْكِ عَلَىٰ مَا عُرِفَ، فَصَارَ كَمَا اِذَا انْعَدَمَ الْفِعْلُ اَصْلاً، وَصَارَ كَمَا اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ الْمَغْصُوْبَةَ وَسَلَخَهَا وَاَرَبَّهَا ۵؎ وَلَنَا اَنَّهُ اَحْدَثَ صُنْعَةً مُتَقَوِّمَةً فَصَيَّرَ حَقَّ الْمَالِكِ هَالِكاً مِنْ وَجْهٍ، اَلَا تَرَىٰ اَنَّهُ تَبَدَّلَ الْاِسْمُ وَفَاتَ مُعْظَمُ الْمَقَاصِدِ وَحَقُّهُ

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ مالک کی ملکیت تو زائل ہو جائے گی، لیکن تھوڑا سا حق باقی رہے گا، مثلا غصب کی یہ چیز مالک کے قرض میں بیچا جائے گا، اور اس کو بیچ کر مالک کا پیسہ ادا کیا جائے گا، دوسرا فرق یہ ہے کہ اگر غاصب کا انتقال ہو جائے اور مغصوب چیز موجود ہو تو مالک اس کو پہلے لے گا، اس کے لینے کے بعد بچے گا تو اور قرض دینے والوں کو ملے گا، کیونکہ یہ چیز مالک کی ہے

ترجمہ: ۴؎ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ عین مغصوب چیز باقی ہے اس لئے مالک کی ملکیت پر باقی رہے گی، اور غاصب نے بھی جو تبدیلی کی وہ بھی اصل مغصوب کے تابع ہوگا، جیسے گیہوں کو ہوا نے اڑایا اور دوسرے کی چکی میں ڈال دیا، اور اس کو پیس دیا (پھر بھی مالک کا ہی آٹا ہوگا ویسے یہاں بھی ہوگا)، اور غاصب کے فعل کا اعتبار نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ محظور ہے، اس لئے غاصب کا فعل ملکیت کا سبب نہیں بنے گا، جیسا کہ معلوم ہوا، اس لئے غاصب کا فعل بالکل منعدم ہو گیا، اور ایسا ہو گیا کہ مغصوبہ بکری ذبح کی، اور اس کی کھال اتار دی، اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (پھر بھی یہ بکری مالک ہی کی ملکیت میں رہے گی، ایسے ہی غصب میں بھی ہوگا)

تشریح: امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ غاصب نے مغصوب میں جو تبدیلی کی ہے وہ محظور ہے، اس لئے اس کا فعل گویا کہ ہوا ہی نہیں، اس لئے اس کی وجہ سے مالک کی ملکیت زائل نہیں ہوگی، اور غاصب کی ملکیت میں نہیں آئے گی۔ پھر اس کی دو مثالیں دی ہیں۔ ایک یہ کہ ہوا چلنے کی وجہ سے گیہوں دوسرے کی چکی میں چلی گئی، اور پس کر آٹا ہو گیا تب بھی گیہوں سے ملکیت نہیں ختم ہوگی، اسی طرح یہاں غاصب کے فعل سے مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوگی۔ دوسری مثال یہ ہے کہ غاصب نے غصب کی بکری کو ذبح کر دیا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تب بھی مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوتی ہے، اسی طرح ہر غصب میں غاصب کی تبدیلی سے مالک کی ملکیت زائل نہیں ہوگی

لغت: ہبوبا: ہوا کا چلنا۔ الحنطۃ: گیہوں۔ القتھا: ڈالنا۔ طاحونۃ: چکی۔ طحنت: پیسنا۔ محظور: ممنوع۔ سلخ: چمڑا چھیلنا۔ ارب: گوشت کا ٹکڑے ٹکڑے کرنا

ترجمہ: ۵؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ غاصب نے مضبوط تبدیلی پیدا کی ہے، اس لئے مالک کا حق من وجہ ختم ہو گیا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ مغصوب چیز کا نام بھی بدل گیا ہے، اور بڑا بڑا مقصد ختم ہو گیا، اور غاصب کی تبدیلی پورے طور پر قائم ہے، اس لئے اس تبدیلی کو اصل پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ وہ من وجہ فوت ہو چکی ہے

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غاصب نے مغصوب میں اتنی بڑی تبدیلی کر دی ہے کہ مالک کا نام بھی بدل گیا ہے اور اکثر مقصد بھی بدل گیا ہے، اور خود غاصب کی تبدیلی موجود ہے اس لئے غاصب کی تبدیلی کو اصل پر ترجیح دی جائے گی، اور

فِی الصُّنعَةِ قَائِمٌ مِنْ کُلِّ وَجْهٍ، فَیَتَرَجَّحُ عَلیٰ الاَصْلِ الَّذِی هُوَ فائِتٌ مِنْ وَجْهٍ ٦ وَلَا نَجْعَلُهُ سَبَباً لِلْمِلْکِ مِنْ حَیْثُ اَنَّهُ مَحْظُوْرٌ بَلْ مِنْ حَیْثُ اَنَّهُ اَحْدَاثُ الصُّنْعَةِ ٧ بِخِلَافِ الشَّاةِ، لِاَنَّ اِسْمَهَا بَاقٍ بَعْدَ الذِّبْحِ وَالسَّلْخِ، ٨ وَهٰذَا الْوَجْهُ یَشْمَلُ الْفُصُوْلَ الْمَذْکُوْرَةَ وَیَتَفَرَّعُ عَلَیْهِ غَیْرُهَا فَاحْفَظْهُ. ٩ وَقَوْلُهُ وَلَا یَحِلُّ لَهُ الْاِنْتِفَاعُ بِهَا حَتّٰی یُؤَدِّی بَدْلَهَا اِسْتِحْسَانٌ وَالْقِیَاسُ اَنْ یَّکُوْنَ لَهُ ذٰلِکَ وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَزُفَرَؒ وَهٰکَذَا عَنْ اَبِی حَنِیْفَةَ رَوَاهُ الْفَقِیْهُ اَبُو اللَّیْثُ وَوَجْهُهُ ثُبُوْتُ الْمِلْکِ الْمُطْلَقِ

مالک کی ملکیت زائل کر کے غاصب کی ملکیت کر دی جائے گی

ترجمه : ٦ اور غاصب کی تبدیلی کو ملک کا سبب نہیں بناتے ہیں اس لئے کہ وہ تو محظور ہے، بلکہ اس بات کی وجہ سے بہت بڑی تبدیلی کر دی ہے،

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ غاصب کی تبدیلی محظور چیز ہے اس لئے اس کو ملک کا سبب قرار نہیں دیتے ہیں، بلکہ بڑی تبدیلی ہو چکی ہے اس وجہ سے غاصب کی ملکیت ثابت کر دی گئی ہے

ترجمه : ٧ بخلاف بکری ذبح کرنے کے (اس میں مالک کی ملکیت زائل نہیں ہوئی) اس لئے کہ بکری ذبح کرنے، اور اس کے چمڑے کو اتارنے کے بعد بھی بکری کا نام باقی ہے (لوگ کہتے ہیں، شاۃ مذبوحہ)

تشریح : یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ بکری کو ذبح کرنے کے بعد بھی مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوتی ہے، اسی طرح غصب کے بعد بھی مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوگی۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ بکری ذبح کرنے کے بعد بھی بکری کا نام تبدیل نہیں ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں، شاۃ مذبوحۃ، ذبح کی ہوئی بکری اس لئے وہاں مالک کی ملکیت زائل نہیں ہو گی، اور یہاں نام بھی بدل گیا ہے اور اس کا اکثر نفع بھی بدل گیا ہے، اس لئے یہاں غاصب کی ملکیت ثابت کر دی جائے گی

ترجمه : ٨ نام کی تبدیلی سے ملکیت زائل ہو جاتی ہے یہ وجہ مذکورہ فصلوں کو شامل ہے اور اس پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے ہیں، اس کو یاد کر لو

تشریح: واضح ہے

ترجمه : ٩ ولا یحل لہ الانتفاع بھا حتی یودی بدلھا، متن میں یہ جو فرمایا کہ جب تک ضمان ادا نہ کر دے غصب کے مال سے نفع اٹھانا حلال نہیں ہے، یہ استحسان کا تقاضہ ہے، لیکن قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ غاصب کے لئے فائدہ اٹھانا جائز ہے، یہی قول حضرت حسن، اور امام زفرؒ کا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی یہی روایت ہے، جس کو فقیہ ابو اللیث نے روایت کیا ہے، اور اس کی وجہ ہے کہ غاصب کی ملکیت ثابت ہو چکی ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر غاصب مغصوب چیز کو ہبہ کر دے، یا بیچ دے تو اس کے لئے جائز ہے

تشریح : احسان کا تقاضہ تو یہی ہے کہ جب تک غاصب مغصوب کا ضمان نہ ادا کر دے، اس وقت تک وہ مغصوب کو استعمال نہ کرے، کیونکہ غاصب ابھی تک پورا مالک نہیں بنا ہے، لیکن قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ غاصب ضمان دینے سے پہلے استعمال کر سکتا

لِلتَّصَرُّفِ اَلَا تَریٰ اَنَّهٗ لَوْ وَهَبَهٗ اَوْ بَاعَهٗ جَازَ. ١٠؎ وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الشَّاةِ الْمَذْبُوْحَةِ الْمُصَلِّيَةِ بِغَيْرِ رَضَاءِ صَاحِبِهَا اَطْعِمُوْهَا الْاَسَارِيٰ اَفَادَ الْاَمْرُ بِالتَّصَدُّقِ زَوَالُ مِلْكِ الْمَالِكِ وَحُرْمَةُ الْاِنْتِفَاعِ لِلْغَاصِبِ قَبْلَ الْاِرْضَاءِ ١١؎ وَلِاَنَّ فِي اِبَاحَةِ الْاِنْتِفَاعِ فَتْحَ بَابُ الْغَصْبِ فَيُحَرَّمُ قَبْلَ الْاِرْضَاءِ حَسْماً لِمَادَّةِ الْفَسَادِ، ١٢؎ وَنِفَاذُ بَيْعِهٖ وَهِبَتِهٖ مَعَ الْحُرْمَةِ لِقِيَامِ الْمِلْكِ كَمَا فِي الْمِلْكِ الْفَاسِدِ،

ہے، جیسے ضمان دینے سے پہلے غاصب مغصوب کو بیچ سکتا ہے اور ہبہ بھی کرسکتا ہے، اسی طرح اس کو استعمال بھی کرسکتا ہے

ترجمہ: ١٠؎ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ ایک بکری کو اس کے مالک کی رضامندی کے بغیر ذبح کردیا تھا تو حضورؐ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کا گوشت قیدیوں کو کھلا دو، تو اس حدیث میں صدقہ کرنے کا حکم کیا جس سے مالک کی ملکیت کے زائل ہونے کا پتہ چلا، اور یہ بھی پتہ چلا کہ مالک کی رضامندی سے پہلے غاصب کے لئے فائدہ اٹھانا حرام ہے

تشریح: مالک کی رضامندی کے بغیر بکری ذبح کی تو آپ نے فرمایا کہ اس کے گوشت کو قیدیوں کو کھلا دو، اس سے دو باتوں کا پتہ چلا، ایک یہ کہ ذبح کرنے کے بعد مالک کی ملکیت ختم ہوگئی، تب ہی تو کہا کہ قیدیوں کو کھلا دو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خود غاصب کے لئے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، اسی لئے تو کہا کہ خود مت کھاؤ، بلکہ قیدیوں کو کھلا دو

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ اخبرنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة ... ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها فارسلت المرأة قالت یا رسول الله انی ارسلت الی البقیع یشتری لی شاة فلم اجد فارسلت الی جار لی قد اشتری شاة ان ارسل الی بها بثمنها فلم یوجد فارسلت الی امرأته فارسلت الی بها فقال رسول الله ﷺ اطعمیه الاساری (ابوداؤد شریف، باب فی اجتناب الشبہات ج ثانی ص ۱۱۶ نمبر ۳۳۳۲ / دار قطنی، کتاب الاشربۃ وغیرھا ج رابع ص ۱۸۹ نمبر ۴۷۱۸) اس حدیث میں بکری دعوت کرنے والی عورت کی ملکیت ہوگئی اسی لئے اس کو واپس نہیں کیا۔ لیکن استعمال کرنا اچھا نہیں تھا اس لئے آپؐ نے قیدیوں کو کھلانے کا حکم دیا

لغت: المصلیۃ: صلی سے مشتق ہے، بھونا۔ الاساری: اسیر کی جمع ہے، قیدی

ترجمہ: ١١؎ یہ بھی وجہ ہے کہ نفع اٹھانا مباح کرنے میں غصب کے دروازے کو کھولنا ہے اس لئے مالک کے راضی ہونے سے پہلے نفع اٹھانا حرام قرار دیا گیا، فساد کے مادے کو ختم کرنے کے لئے

تشریح: ضمان دینے سے پہلے مغصوب شیء سے نفع اٹھانا اس لئے بھی حرام قرار دیا کہ اس سے غصب کا دروازہ کھلے گا

لغت: حسما: جڑ سے کاٹنا

ترجمہ: ١٢؎ اور حرمت کے باوجود غاصب کا بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا اس کی ملکیت کی وجہ سے ہے جیسے ملک فاسد میں ہوتا ہے

تشریح: اوپر کہا تھا کہ غصب کا ضمان دینے سے پہلے بھی استعمال کرسکتا ہے، جیسے اس کو بیچ سکتا ہے اور ہبہ کرسکتا ہے، تو اس

۱۳؎ وَاِذَا اَدّٰی الْبَدَلَ یُبَاحُ لِاَنَّ حَقَّ الْمَالِکِ صَارَ مُوْفِیً بِالْبَدَلِ فَحَصَلَتْ بَدَالَۃٌ بِالتَّرَاضِیِ، وَکَذَا اِذَا اَبْرَأَہُ لِسُقُوْطِ حَقِّہٖ بِہٖ، وَکَذَا اِذَا اَدّٰی بِالْقَضَاءِ اَوْ ضَمِنَہُ الْحَاکِمُ اَو ضَمِنَہُ الْمَالِکُ لِوُجُوْدِ الرِّضَاءِ مِنْہُ، لِاَنَّہٗ لَا یُقْضیٰ اِلَّا بِطَلَبِہٖ ۱۴؎ وَعَلیٰ ھٰذَا الْخِلَافِ اِذَا غَصَبَ حِنْطَۃً فَزَرَعَھَا اَوْ نَوَاۃً فَغَرَسَھَا غَیْرُ اَنَّ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَؒ یُبَاحُ الْاِنْتِفَاعُ فِیْھِمَا قَبْلَ اَدَاءِ الضِّمَانِ لِوُجُوْدِ الْاِسْتِھْلَاکِ مِنْ کُلِّ وَجْہٍ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ الْعَیْنُ فِیْہِ مِنْ وَجْہٍ وَفِی الْحِنْطَۃِ یَزْرَعُھَا لَا یَتَصَدَّقُ بِالْفَضْلِ عِنْدَہٗ خِلَافاً

کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ضمان سے پہلے بیچنا، اور ہبہ کرنا اس لئے جائز ہے کہ غاصب کی ملکیت ہو چکی ہے، چاہے وہ فاسد ملک ہے، جیسے ملک فاسد ہوا اور اس کو بیچے یا ہبہ کرے تو مکروہ کے ساتھ کر سکتا ہے، اسی طرح غصب میں ضمان سے پہلے مکروہ ملکیت ہے اس لئے اس کو بیچ سکتا ہے، اور ہبہ کر سکتا ہے، اگر چہ یہ اچھا نہیں ہے

ترجمہ: ۱۳؎ جب غاصب نے ضمان ادا کر دیا تو غاصب کے لئے اس کو استعمال کرنا مباح ہو گیا، اس لئے بدل ادا کرنے کی وجہ سے مالک کو پورا حق مل گیا، اور دونوں کی رضا مندی سے بدل حاصل ہو گیا، اسی طرح مالک نے غاصب کو بری کر دیا (تو غاصب کے لئے مباح ہو گیا) کیونکہ مالک نے اپنا حق ساقط کر دیا، ایسے ہی قاضی کے فیصلے کی وجہ سے غاصب نے ضمان ادا کیا، یا حاکم نے غاصب کو ضامن بنایا، یا مالک نے غاصب کو ضامن بنایا، (تو غاصب کے لئے استعمال کرنا مباح ہو گیا) کیونکہ مالک کی جانب سے رضا مندی پائی گئی ہے، اس لئے کہ مالک کے مطالبے کے بغیر قاضی فیصلہ نہیں کرے گا

تشریح: یہاں پانچ صورتیں بتا رہے ہیں جن میں ہے کہ مالک نے اپنی رضا مندی سے غاصب کو مالک بنا دیا، اس لئے اب غاصب کے لئے استعمال کرنا مباح ہو گیا۔ ا۔ پہلی صورت۔ غاصب نے مالک کو غصب شدہ چیز کا ضمان ادا کر دیا، تو گویا کہ مالک کو اس کا پورا پورا بدلہ مل گیا، اور اس کی رضا مندی سے بدل حاصل ہو گیا، اس لئے اب غاصب کے لئے اس کو استعمال کرنا مباح ہو گیا ہے۔ ۲۔ مالک نے غاصب کو ضمان سے بری کر دیا، تو گویا کہ غاصب مالک بن گیا۔ ۳۔ قاضی نے ضمان کا فیصلہ کیا، اور غاصب نے ضمان ادا کر دیا۔ ۴۔ حاکم نے غاصب کو ضامن بنا دیا، اور غاصب نے ضمان ادا کر دیا۔ ۵۔ مالک نے غاصب کو ضامن بنایا، اور غاصب نے اس ضمان کو ادا کر دیا تو ان پانچوں صورتوں میں غاصب چیز کا مالک بن گیا اور غاصب کے لئے استعمال کرنا مباح ہو گیا ہے

ترجمہ: ۱۴؎ اسی اختلاف پر ہے اگر گیہوں غصب کیا اور اس کی کاشت کی، یا کھجور کی گٹھلی غصب کیا اور اس کو بو دیا (تو ضمان دینے سے پہلے اس کو استعمال کر سکتا ہے یا نہیں)، یہ اور بات ہے کہ امام ابو یوسفؒ ضمان کے ادا کرنے سے پہلے ہی اس سے نفع اٹھانا مباح ہے، اس لئے کہ ہر اعتبار سے ہلاک کر چکا ہے، بخلاف جو پہلے گزرا، وہاں عین چیز کچھ نہ کچھ قائم ہے، اور گیہوں کو بو دیا ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو زیادہ ہوا اس کو صدقہ نہیں کرے گا، خلاف امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے، اور دونوں کی اصل گزر چکی ہے

تشریح: یہ نام کی تبدیلی کی دوسری قسم ہے، پہلی صورت میں عین چیز کچھ نہ کچھ باقی تھی، لیکن اس صورت میں عین چیز بالکل ہلاک ہو چکی ہے، اور دوسری چیز پیدا ہو چکی ہے، مثلا گیہوں غصب کیا اور اس کی کاشت کر دی، تو اب یہ گیہوں باقی نہیں رہا بلکہ پودا ہو گیا ہے، یا کھجور کی گٹھلی غصب کیا اور اس کو بو دیا، اب یہ گٹھلی باقی نہیں رہی بلکہ درخت ہو چکا ہے، اس صورت میں امام ابو

لَهُمَا وَاَصْلُهُ مَا تَقَدَّمَ.

(۱۴۵۶) قَالَ وَاِنْ غَصَبَ فِضَّةً اَوْ ذَهَباً فَضَرَبَهَا دَرَاهِمَ اَوْدَنَانِيْرَ اَوْ آنِيَةً لَمْ يَزِلْ مِلْكُ مَالِكِهَا عَنْهَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ ۱ فَيَأْخُذُهَا وَلَا شَىْءَ لِلْغَاصِبِ وَقَالَا يَمْلِكُهَا الْغَاصِبُ وَعَلَيْهِ مِثْلُهَا لِاَنَّهُ اَحْدَثَ صُنْعَةً مُعْتَبَرَةً صَيَّرَتْ حَقَّ الْمَالِكِ هَالِكاً مِنْ وَجْهٍ، اَلَا تَرىٰ اَنَّهُ كَسَرَهُ وَفَاتَ بَعْضُ الْمَقَاصِدِ

یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ ضمان کے ادائیگی سے پہلے اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اس لئے کہ پہلی چیز بالکل ہلاک ہو چکی ہے، جبکہ اوپر میں اصل چیز کچھ نہ کچھ باقی تھی

آگے فرماتے ہیں کہ ایک کوئنٹل گیہوں غصب کیا اور اس سے دو کوئنٹل گیہوں پیدا کیا تو یہ جو ایک کوئنٹل نفع ہوا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو صدقہ نہیں کرے گا، کیونکہ غاصب کی ملکیت میں یہ نفع حاصل ہوا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صدقہ کر دے گا، کیونکہ غصب کے ذریعہ نفع حاصل کیا ہے جو محظور ہے، پہلے اس کی تفصیل گزر چکی ہے

ترجمہ : (۱۴۵۶) اور اگر چاندی یا سونا غصب کیا اور ان کو درہم یا دینار ڈھال لیا یا برتن بنا لیا تو ان سے مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوگی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

ترجمہ : ۱ اس لئے مالک اس کو لے لیگا، اور غاصب کو کچھ نہیں ملے گا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ غاصب اس چیز کا مالک بن جائے گا، اور غاصب پر مغصوب کی مثل لازم ہوگی، اس لئے کہ غاصب نے ایسی تبدیلی کر دی ہے جس سے مالک کا حق من وجہ ہلاک ہو چکا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ غاصب نے درہم کو توڑ دیا ہے، اور بعض مقاصد بھی فوت ہو چکے ہیں، مثلاً بغیر ڈھلی ہوئی چاندی مضاربت اور شرکت میں راس المال بننے کے قابل نہیں ہوتا، اور ڈھلا ہوا درہم اس قابل ہوتا ہے کہ مضاربت اور شرکت میں رأس المال بن جائے

اصول : امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ غاصب نے درہم اور دینار کو توڑ کر حلیہ بدل دیا تب بھی وہ درہم کے حکم میں ہے، اور مالک اس کو لے سکتا ہے

اصول : صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ غاصب نے درہم اور دینار کو توڑ کر حلیہ بدل دیا تو اس کی حیثیت بدل گئی ہے، اس لئے یہ غاصب کی ملکیت ہو گئی ہے، اور غاصب پر اس کی مثل واجب ہے

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصل قاعدہ یہ ہے کہ سونا اور چاندی چاہے ڈلی کی حالت میں ہوں چاہے سکوں کی حالت میں ہوں اور چاہے برتن کی حالت میں ہوں پھر بھی وہ سونا اور چاندی ہی ہیں اور ان کو ثمن ہی گنے جائیں گے۔ اس لئے سونا چاندی غصب کر کے غاصب ان کو کسی حال میں بھی ڈھال لے ان کا اصل نام ثمن باقی ہے اور اعظم منافع یعنی ثمنیت باقی ہے اس لئے مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوگی۔ اور غاصب ان کا مالک نہیں ہوگا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں بھی ایسی تبدیلی کر دے کہ ان کا نام بدل جائے تو اس سے مالک کی ملکیت زائل ہو جائے گی اور غاصب کی ملکیت ہو جائے گی۔ اور غاصب پر اتنا درہم، یا اتنا ہی دینار لازم ہے، جتنا غصب کیا تھا

وَالتِّبـرِ لا يَصلُحُ رَأسَ المَالِ فِى المُضَارَبَاتِ وَالشَّرِكَاتِ وَالمَضرُوبُ يَصلُحُ لِذالِكَ ۲ وَلَهُ اَنَّ العَينَ بَاقٍ مِن كُلِّ وَجهٍ اَلا تَرىٰ اَنَّ الاِسمَ بَاقٍ وَمَعنَاهُ الاَصلِىُّ الثَّمَنِيَّةُ وَكَونُهُ مَوزُوناً وَاَنَّهُ بَاقٍ حَتّٰى يَجرِىَ فِيهِ الرِّبَوا بِاعتِبَارِهِ ۳ وَصَلاحِيَّتُهُ لِرَأسِ المَالِ مِن اِحكَامِ الصُّنعَةِ دُونَ العَينِ وَكَذَا الصُّنعَةُ فِيهَا غَيرُ مُتقَوِّمَةٍ مُطلَقاً لِاَنَّهُ لا قِيمَةَ لَهَا عِندَ المُقَابَلَةِ بِجِنسِهَا.

(۱۴۵۷) قَالَ وَمَن غَصَبَ سَاجَةً فَبَنىٰ عَلَيهَا زَالَ مِلكُ المَالِكِ عَنهَا وَلَزِمَ الغَاصِبَ قِيمَتُهَا

وجه:اس لئے کہ اب نہ اس کا وہ نام باقی رہا اور نہ اس کی وہ منفعت باقی رہی۔

لغت:ضرب: ڈھال دیا، مارا۔کسرہ: توڑ دیا۔التبر :ڈلی۔المضاربات: شرکت مضاربت۔المضروب: درہم یا دینار بنا ڈھالا ہو،

ترجمہ : ۲ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہر اعتبار سے عین درہم باقی ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ سونے ، چاندی کا نام باقی ہے، اس کا اصلی معنی جو ثمنیت ہے وہ بھی باقی ہے، اس کا وزنی ہونا وہ بھی باقی ہے، یہی وجہ ہے کہ وزنی ہونے کی وجہ سے اس میں سود جاری ہوتا ہے

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک درہم میں غاصب کے تبدیل کرنے کے باوجود تین باتیں باقی ہیں۔ا۔اس کا نام جو سونا اور چاندی ہے وہ باقی ہے۔۲۔درہم اور دینار اصل ہے ثمن ہونا درہم کو توڑنے کے باوجود وہ ثمن کے قابل ہے۔۳۔درہم اور دینار پہلے بھی وزنی تھا، اور اب ٹوٹنے کے بعد بھی وزنی ہے۔۴۔وزنی ہونے کی وجہ سے وزن کے اعتبار سے ہی اس میں سود جاری ہوتا ہے، اس لئے جب ٹوٹنے کے بعد جب یہ چار چیزیں ابھی بھی باقی ہین، اس لئے مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوگی ، اور وہ لے سکتا ہے، اور غاصب پر کچھ لازم نہیں ہوگا

ترجمہ : ۳ اور اب مضاربت اور شرکت میں رأس المال بننے کی صلاحیت نہ ہونا یہ کاریگری کے احکام میں سے ہے، عین چیز کے احکام میں سے نہیں ہے، اسی طرح کاریگری کی کوئی قیمت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ جنس سے مقابلے کے وقت کاریگری کی کوئی قیمت نہیں ہے

تشریح: یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ درہم میں تبدیلی کے بعد وہ مضاربت اور شرکت میں رأس المال نہیں بن سکتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ غاصب نے اس میں تبدیلی کر دی ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مضاربت اور شرکت میں راس المال نہ بننا یہ غاصب کی کاریگری ہے، اور جب درہم کو درہم کے ساتھ مقابلے کریں تو کاریگری کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ، ایک کلو درہم کے مقابلے میں ایک کلو ڈلی ہی دینی ہوگی ورنہ سود ہو جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ کاریگری کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے غاصب کی کاریگری کا اعتبار نہیں ہے، اور گویا کہ غاصب نے کوئی خاص تبدیلی نہیں کی ہے اس لئے مالک کی مالکیت باقی رہے گی

ترجمہ :(۱۴۵۷) کسی نے ساگون کی لکڑی غصب کیا اور اس پر عمارت بنالی تو مالک کی ملکیت اس سے زائل ہو جائے گی اور غاصب کو اس کی قیمت لازم ہوگی۔

اصول:غاصب کی تبدیلی سے مغصوب چیز ہلاک تو نہیں ہوئی، لیکن اس کے ساتھ ایسی چپک گئی ہے کہ اس سے الگ کرنے میں

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّؒ لِلْمَالِكِ اَخذُهَا وَالْوَجْهُ عَنِ الْجَانِبَيْنِ قَدَّمْنَاهُ ۲؎ وَوَجْهٌ آخَرُ لَنَا فِيْهِ اَنَّ فِيْمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ اَضْرَاراً بِالْغَاصِبِ بِنَقْضِ بِنَائِهِ الْحَاصِلِ مِنْ غَيْرِ خُلْفٍ وَضَرَرُ الْمَالِكِ فِيْمَا ذَهَبْنَا اِلَيْهِ مَجْبُوْرٌ

غاصب کا بہت بڑا نقصان ہوگا تو اس صورت میں مغصوب سے مالک کی ملکیت زائل ہو جائے گی، اور غاصب پر ضمان دینا ہوگا

تشریح : یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ مغصوب چیز نہ ہلاک ہوئی ہے اور نہ اس میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے البتہ وہ غاصب کے مال کے ساتھ چپک گئی ہے کہ اب اگر مغصوب چیز کو غاصب کے مال سے الگ کرتے ہیں تو غاصب کا بہت بڑا نقصان ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس صورت میں بھی مالک کی ملکیت زائل ہو جائے گی اور غاصب کی ملکیت ہو جائے گی۔

وجه : (۱) مالک کو اس کی چیز واپس دیتے ہیں تو غاصب کی دیوار گر جائے گی اور اس کا نقصان ہوگا اور مالک کو اس کی قیمت دلوائیں تو اس کا نقصان نہیں ہے بلکہ شہتیر کی مکافات ہو جائے گی اس لئے شہتیر کی قیمت دلوانا بہتر ہے۔ (۲) **عن انس ان النبی ﷺ کان عند بعض نسائه فارسلت احدی امهات المؤمنین مع خادم بقصعة فیها طعام فضربت بیدها فکسرت القصعة فضمها وجعل فیها الطعام وقال کلوا وحبس الرسول والقصعة حتی فرغوا فدفع القصعة الصحیحة وحبس المکسورة** (بخاری شریف، باب اذا کسر قصعة او شیئا لغیرہ ص ۳۳۷ نمبر ۲۴۸۱) اس حدیث میں ہے کہ پیالے کے مثل حضورؐ نے پیالہ دیا جس سے پتہ چلا کہ مثل دینا واجب ہوا۔ اور مثل نہ دے سکے تو اس کی قیمت دینی واجب ہوگی

لغت : ساجۃ: ساگون کی لکڑی، یہ درمیان میں موٹی لکڑی ہوتی ہے جس پر چھپر رکھتے ہیں

ترجمه : ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مالک کو اس کو لے لینے کا حق ہے، اور دونوں جانب کی وجہ ہم نے بیان کر دی ہے

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شہتیر مالک کی ہے اور وہ ہلاک بھی نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کا نام بدلا ہے اس لئے مالک کی ملکیت زائل نہیں ہوگی اس لئے وہ واپس لینا چاہے تو غاصب کی دیوار توڑوا کر لے سکتا ہے۔ دونوں جانب سے دلیل پیش کر دی گئی ہے کہ نام بدلنے سے مالک کی ملکیت زائل ہوگی یا نہیں ہوگی

ترجمه : ۲؎ ہمارے لئے دوسری وجہ یہ ہے کہ غاصب نے لکڑی پر جو کچھ بنایا ہے اس کو توڑنے میں غاصب کا نقصان ہے، اور اس کے بدلے میں اس کو کچھ بھی نہیں مل رہا ہے، اور ہم جو کہہ رہے ہیں اس میں مالک کا نقصان قیمت دلوا کر پورا کیا جا رہا ہے، تو ایسا ہو گیا کہ باندی، یا غلام کا پیٹ غصب کئے ہوئے دھاگے سے سی دیا، یا اپنی کشتی میں غصب کی ہوئی تختی ڈال دی (تو یہ تختی نہیں نکالی جائے گی، بلکہ اس کی قیمت دے دی جائے گی، ایسا ہی یہاں غصب شدہ ساگون میں ہوگا)

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر ساگون کی لکڑی نکال لی جائے تو غاصب کا گھر گر جائے گا، اور اس کا بہت بڑا نقصان ہوگا، اور اس کے بدلے میں اس کو کچھ نہیں ملے گا، لیکن ہم جو کہتے ہیں کہ مالک کو ساگون کی قیمت دے دی جائے تو اس میں مالک کو پورا بدل مل جائے گا، اس لئے یہ بہتر ہے، اس کی دو مثالیں دے رہے ہیں، پہلی مثال۔ غصب کا دھاگا تھا اس سے باندی کے پیٹ میں ٹانکا لگا دیا تو اب دوبارہ یہ دھاگا نہیں نکالا جائے گا، بلکہ دھاگے کی قیمت دے دی جائے گی، ورنہ باندی کا پیٹ دوبارہ پھاڑنا ہوگا اور باندی کا بہت بڑا نقصان ہو جائے گا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کشتی میں غصب شدہ تختی فٹ کر دیا، اب اس تختی کو

بِالْقِيْمَةِ فَصَارَ كَمَا اِذَا خَاطَ بِالْخَيْطِ الْمَغْصُوْبِ بَطْنَ جَارِيَتِهِ وَعَبْدِهِ اَوْ اَدْخَلَ اللَّوْحَ الْمَغْصُوْبَ فِي سَفِيْنَةٍ ؏ ثُمَّ قَالَ الْكَرْخِيُّ وَالْفَقِيْهُ اَبُوْ جَعْفَرَ الْهِنْدُوَانِيُّ اِنَّمَا لَا يَنْقُضُ اِذَا بَنىٰ فِي حَوَالِي السَّاجَةِ اَمَّا اِذَا بَنىٰ عَلىٰ نَفْسِ السَّاجَةِ يَنْقُضُ لِاَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيْهِ وَجَوَابُ الْكِتَابَةِ يَرُدُّ ذَالِكَ وَهُوَ الْاَصَحُّ.

(۱۴۵۸) قَالَ وَمَنْ ذَبَحَ شَاةً غَيْرَهُ فَمَالِكُهَا بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيْمَتَهَا وَسَلَّمَهَا اِلَيْهِ وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ نُقْصَانَهَا وَكَذَا الْجَزُوْرُ وَكَذَا اِذَا قَطَعَ يَدَهُمَا، ؎ هٰذَا هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَوَجْهُهُ اَنَّهُ اِتْلَافٌ مِنْ وَجْهٍ بِاعْتِبَارِ فَوْتِ بَعْضِ الْاَغْرَاضِ مِنَ الْحَمَلِ وَالدَّرِّ وَالنَّسْلِ وَبَقَائِبَعْضِهَا وَهُوَ اللَّحْمُ، فَصَارَ

نکالیں گے تو کشتی توڑنی پڑے گی اور بہت بڑا نقصان ہوگا، اسی طرح ساگون کی لکڑی نکالنے سے نقصان ہوگا، اس لئے اس کی قیمت دے دی جائے گی

لغت: مجبور: جبر سے مشتق ہے پورا کر دیا جائے گا۔ خلط: سی دیا، الخیط: دھاگا۔

ترجمہ: ؏ پھر امام کرخیؒ، اور فقیہ ابو جعفرؒ ہندوانیؒ نے فرمایا کہ اگر ساگون کے ارد گرد دیوار بنائی ہے تو توڑی نہیں جائے گی، لیکن اگر خود ساگون پر ہی دیوار بنائی ہے تو توڑی جائے گی، کیونکہ یہ غصب کے ساتھ تعدی اور زیادتی بھی ہے، لیکن متن میں جو عبارت ہے وہ اس بات کو رد کرتا ہے (یعنی کسی حال میں دیوار نہیں توڑی جائے گی) اور وہی صحیح ہے

تشریح: امام کرخیؒ نے فرمایا کہ شہتیر کے ارد گرد دیوار بنائی تو اس کو نہیں توڑی جائے گی، لیکن اگر شہتیر کے اوپر دیوار بنائی ہے تو توڑی جائے گی، کیونکہ اس میں غصب کے ساتھ ساتھ تعدی بھی ہے، لیکن مصنف فرماتے ہیں کہ متن میں مطلق ہے کہ دیوار کسی حال میں نہیں توڑی جائے گی، اور یہی روایت صحیح ہے

ترجمہ: (۱۴۵۸) کسی نے دوسرے کی بکری بغیر اس کے حکم کے ذبح کر دی تو بکری کے مالک کو اختیار ہے چاہے تو بکری کی قیمت کا ضامن بنا دے اور بکری ذبح کرنے والے کو سپرد کر دے۔ اور چاہے تو اس کے نقصان کا ضامن بنا دے۔ اور یہی حال ہے اونٹ ذبح کرنے میں، اور یہی حال ہے اگر بکری کی دونوں ہاتھ کاٹ دئے

ترجمہ: ؎ اور یہی ظاہری روایت ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اعتبار سے بکری کو تلف کرنا ہے، اس لئے کہ بعض غرض فوت ہو گئے، مثلا ذبح ہونے کے بعد اب یہ بکری حاملہ نہیں ہو سکتی، دودھ نہیں دے سکتی، نسل باقی نہیں رہے گی، اور بعض اعتبار سے بکری کا مقصد باقی ہے، مثلا گوشت موجود ہے، تو کپڑے میں بڑے پھٹن کی طرح ہو گیا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بعض حیثیت سے چیز ہلاک بھی ہوئی، اور بعض حیثیت سے کچھ نقصان ہوا ہے، تو یہاں پوری قیمت لینے کا بھی اختیار ہے، اور یہ بھی اختیار ہے کہ چیز واپس لے لئے، اور جو نقصان ہوا ہے وہ وصول کر لے

تشریح: بکری ذبح کرنے کے بعد اس کی دو حیثیتیں ہو جاتی ہیں۔ ایک اعتبار سے وہ ہلاک ہو گئی کیونکہ وہ زندہ نہیں رہی۔ اور دوسرے اعتبار سے اس کا گوشت کھانے کے قابل ہے اس لئے مکمل ہلاک نہیں ہوئی۔ بلکہ اس میں نقصان ہوا۔ اس لئے مالک کو دو اختیار ہوں گے چاہے تو بکری کو ہلاک شمار کر کے پوری بکری کی قیمت غاصب سے وصول کرے اور ذبح شدہ

كَالْخَرْقِ الْفَاحِشِ فِي الثَّوْبِ ۲؎ وَلَوْ كَانَتِ الدَّابَّةُ غَيْرُ مَاكُوْلِ اللَّحْمِ فَقَطَعَ الْغَاصِبُ طَرْفَهَا لِلْمَالِكِ اَنْ يُّضَمِّنَهُ جَمِيْعَ قِيْمَتِهَالِوُجُوْدِ الْاِسْتِهْلَاكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ بِخِلَافِ قَطْعِ طَرْفِ الْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ حَيْثُ يَأْخُذُهُ مَعَ اِرْشِ الْمَقْطُوْعِ لِاَنَّ الْاٰدَمِيَّ يَبْقٰى مُنْتَفِعاً بِهٖ بَعْدَ قَطْعِ الطَّرْفِ.

(۱۴۵۹) قَالَ وَمَنْ خَرَقَ ثَوْبَ غَيْرِهٖ خَرَقاً يَسِيْراً ضَمِنَ نُقْصَانَهُ وَالثَّوْبُ لِمَالِكِهٖ، ۱؎ لِاَنَّ الْعَيْنَ قَائِمٌ

بکری غاصب کو دیدے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ بکری کا گوشت رکھ لے اور زندہ اور ذبح شدہ بکری کی قیمت میں جو فرق ہے وہ ذبح کرنے والے سے وصول کرے۔

لغت:الجزور:اونٹ ذبح کرنا۔الدر: دودھ دینا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر جانور ایسا ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اور غاصب نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیا تو مالک کو یہ حق ہے کہ اس کی پوری قیمت کا ضامن بنائے، کیونکہ پورے طور پر ہلاک کر دیا ہے، بخلاف اگر انسان کے ہاتھ پاؤں کاٹے ہوں (تو اس کا ضمان لے گا اور انسان واپس لے گا) اس لئے کہ انسان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد بھی قابل انتفاع رہتے ہیں

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ذبح کرنے کے بعد وہ چیز بالکل ہلاک ہوگئی، اور قابل انتفاع نہیں رہی تو مالک پورا ضمان لے گا

تشریح: جانور ایسا کہ جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے، اب اس کو غاصب نے ذبح کر دیا تو اس کا گوشت کام آنے والا نہیں ہے اس لئے گویا کہ غاصب نے اس چیز کو بالکل ہی ہلاک کر دیا ہے اس لئے مالک اس کا پورا ضمان لیگا لیکن اگر غلام، یا باندی غصب کر کے اس کا ہاتھ پاؤں کاٹ دیا تو مالک باندی، اور غلام واپس لیگا، اور ہاتھ کاٹنے کی جو ضمان اور ارش ہے وہ لیگا،

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے ہاتھ، پاؤں کاٹنے کے بعد بھی وہ قابل انتفاع رہتے ہیں، تو گویا کہ بالکلیہ ہلاک نہیں کیا ہے، اس لئے نقصان کا ضمان لیگا اور غلام باندی واپس لیگا (۲) **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ كان رجل في بني اسرائيل يقال له جريج ... فاتوه وكسروا صومعته فانزلوه وسبوه فتوضأ وصلى ثم اتى الغلام فقال من ابوك يا غلام ؟ قال الراعي قالوا نبني صومعتك من ذهب ، قال لا الا من الطين** (بخاری شریف، باب اذا اھدم حائطا فلیبن مثلہ ص ۳۳۷ نمبر ۲۴۸۲) اس حدیث میں ہے کہ گرجا منہدم کر دیا تو اس کے مثل بنا دیا۔ (۳) **عن انس ان النبي ﷺ كان عند بعض نسائه فارسلت احدى امهات المؤمنين مع خادم بقصعة فيها طعام فضربت بيدها فكسرت القصعة فضمها وجعل فيها الطعام وقال كلوا وحبس الرسول والقصعة حتى فرغوا فدفع القصعة الصحيحة وحبس المكسورة** (بخاری شریف، باب اذا کسر قصعۃ اوشیئا لغیرہ ص ۳۳۷ نمبر ۲۴۸۱) اس حدیث میں پیالے کے مثل حضورؐ نے پیالہ دیا جس سے پتہ چلا کہ مثل دینا واجب ہوا۔

لغت: الدابۃ: چوپایا۔ اطراف: کنارہ، مراد ہے ہاتھ پاؤں۔ غیر ماکول اللحم: جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہو، جیسے کتا۔

ترجمہ: (۱۴۵۹) کسی نے دوسرے کا کپڑا تھوڑا سا پھاڑا تو اس کے نقصان کا ضامن ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے عین چیز ہر طرح سے قائم ہے، صرف اس میں عیب داخل ہوا ہے اس لئے اس نقصان کا ضامن بنے گا

مِنْ كُلِّ وَجْهٍ وَاِنَّمَا دَخَلَهُ عَيْبٌ فَيَضْمَنُهُ،
(۱۴۶۰) وَاِنْ خَرقَ خَرقاً كَثِيراً تَبْطُلُ عَامَّةُ مَنَافِعِهِ فَلِمَالِكِهِ اَنْ يُضَمِّنَهُ جَمِيعَ قِيْمَتِهِ ۱؎ لِاَنَّهُ اِسْتِهْلاكٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَكَانَّهُ اَحْرَقَهُ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَعْنَاهُ يَتْرُكُ الثَّوْبَ عَلَيْهِ وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ الثَّوْبَ وَضَمِنَهُ النُّقْصَانَ لِاَنَّهُ تَعَيَّبَ مِنْ وَجْهٍ وَمِنْ حَيْثُ اَنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ وَكَذَا بَعْضُ الْمَنَافِعِ قَائِمٌ ۲؎ ثُمَّ اِشَارَةُ الْكِتَابِ اِلٰى اَنَّ الْفَاحِشَ مَايَبْطُلُ بِهِ عَامَّةُ الْمَنَافِعِ وَالصَّحِيْحُ اَنَّ الْفَاحِشَ مَايَفُوْتُ بِهٖ

اصول: پوری چیز ہلاک نہیں ہوئی ہے، صرف اس میں عیب آیا ہے، تو اس عیب کا نقصان لیگا، اور مالک چیز واپس لیگا

وجہ: چونکہ تھوڑا سا پھاڑا ہے اس لئے وہ ابھی قابل استفادہ ہے اس لئے کپڑا مکمل ہلاک نہیں ہوا۔ بلکہ اس میں نقصان ہوا۔ اس لئے مالک پھاڑنے والے سے نقصان کا ضمان لے سکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۴۶۰) اور اگر بہت زیادہ پھاڑ دیا جس سے اکثر منافع ختم ہو گئے تو اس کے مالک کے لئے جائز ہے کہ اس کی پوری قیمت کا ضامن بنا دے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ من وجہ ہلاک کر دینا ہے، تو گویا کہ کپڑے کو پھاڑ دیا، مصنف فرماتے ہیں کہ اس عبارت کا معنی یہ ہے کپڑا غاصب کے پاس چھوڑ دیا جائے گا، اور دوسری صورت یہ ہے کہ کپڑا لے لے اور غاصب کو نقصان کا ضامن بنائے، اس لئے کہ من وجہ عیب دار کرنا ہے، اس لئے کہ عین کپڑا باقی ہے، اسی طرح بعض منافع قائم ہیں

تشریح: کپڑے کو عیب دار کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۔ تھوڑا سا عیب دار کیا، اس میں نقصان کا ضمان لے گا۔ ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کپڑا باقی ہے، لیکن زیادہ عیب دار کر دیا، تو اس صورت میں پوری قیمت کا ضمان لے گا۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ مالک کپڑا لے لے، لیکن نقصان بھی لے۔ ۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کپڑا اتنا عیب دار کیا کہ پہننے کے قابل رہا ہی نہیں، اس صورت میں کپڑے کو ہلاک کرنا ہوا، اس لئے پورے کپڑے کا ضمان لے گا

وجہ: عن انس ان النبی ﷺ کان عند بعض نسائه فارسلت احدی امهات المؤمنین مع خادم بقصعة فیها طعام فضربت بیدها فکسرت القصعة فضمها وجعل فیها الطعام وقال کلوا وحبس الرسول والقصعة حتی فرغوا فدفع القصعة الصحیحة وحبس المکسورة (بخاری شریف، باب اذا کسر قصعة او شیئا لغیر ھا ص ۴۳۷ نمبر ۲۴۸۱) اس حدیث میں ہے کہ پیالے کے مثل حضورؐ نے پیالہ دیا جس سے پتہ چلا کہ مثل دینا واجب ہوا۔

لغت: خرق: پھاڑا، یسیرا: تھوڑا۔

ترجمہ: ۲؎ پھر قدوری کے متن میں، تبطل عامة المنافع، اس عبارت سے اشارہ ہے کہ خرق فاحش یہ ہے کہ عام منافع ختم ہو جائیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ عیب فاحش یہ ہے کہ بعض عین بھی فوت ہو جائے، اور کچھ نفع کی جنس بھی فوت ہو جائے، اور بعض عین باقی رہے، اور بعض منفعت باقی رہے، اور یسیر عیب یہ ہے کہ اس سے نفع بالکل ختم نہ ہو، صرف کپڑے میں عیب آ جائے، اس لئے کہ حضرت امام محمدؒ نے مبسوط میں یہ کہا ہے کہ کپڑا کاٹ دے تو یہ نقصان فاحش ہے، اور اس سے بعض منافع

بَعْضُ الْعَيْنِ وَجِنْسُ الْمَنْفَعَةِ وَيَبْقَىٰ بَعْضُ الْعَيْنِ وَبَعْضُ الْمَنْفَعَةِ وَالْيَسِيْرُ مَالا يَفُوْتُ بِهٖ شَيْءٌ مِنَ الْمَنْفَعَةِ، وَاِنَّمَا يَدْخُلُ فِيْهِ النُّقْصَانُ لِاَنَّ مُحَمَّداً جَعَلَ فِي الْاَصْلِ قَطْعَ الثَّوْبِ نُقْصَاناً فَاحِشاً وَالْفَائِتُ بِهٖ بَعْضُ الْمَنَافِعِ.

(۱۴۶۱) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ اَرْضاً فَغَرَسَ فِيْهَا اَوْ بَنىٰ قِيْلَ لَهٗ اَقْلِعِ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ وَرُدَّهَا لِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ لِعَرَقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ،

بھی فوت ہو جائیں، تو اس کو نقصان فاحش کہتے ہیں

تشریح : اس عبارت میں قدوری کے متن اور مبسوط کی عبارت میں کیا فرق ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔ قدوری کی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عام نفع ختم ہو جائے اس کو خرق کثیر کہتے ہیں لیکن مبسوط کی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کپڑے کا بعض حصہ بھی ختم ہو جائے اور بعض نفع بھی ختم ہو جائے، اور کپڑے کا بعض حصہ باقی رہے، اور بعض نفع باقی رہے تو اس کو خرق کثیر کہتے ہیں، اور صرف نقصان ہوا ہو اور کوئی نفع ختم نہ ہوا ہو تو اس کو نقصان یسیر کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ قرار دیتے ہیں کہ مبسوط میں یہ ہے کہ کپڑا کاٹ دے تو نقصان فاحش ہے

ترجمہ : (۱۴۶۱) کسی نے زمین غصب کی اور اس میں پودا بودیا یا عمارت بنادی تو اس سے کہا جائے گا کہ پودے کو اکھاڑ دے اور عمارت توڑ دو اور خالی کر کے زمین کو مالک کی طرف واپس کر دو۔

ترجمہ : لِ اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ رگ ظالم کو کوئی حق نہیں ہے

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غاصب مکان بنانے کے باوجود بھی، اور تبدیلی کے باوجود بھی زمین پر اس کی ملکیت نہیں ہوئی اس لئے غاصب کو زمین کی قیمت دینے کے لئے نہیں کہا جائے گا، بلکہ اپنی عمارت ہٹانے کے لئے کہا جائے گا، اور غاصب کا نقصان ہوتا ہو تو زمین کا مالک تھوڑا سا نقصان دیگا۔ منقولی چیز اور زمین میں یہ واضح فرق ہے

تشریح : کسی نے کسی کی زمین غصب کر لی اور اس میں پودا بودیا یا عمارت بنالی تو چونکہ زمین غاصب کی نہیں ہے اس لئے غاصب سے کہا جائے گا کہ اپنا پودا اکھاڑ لو اور عمارت منہدم کر لو اور زمین مکمل خالی کر کے مالک کے حوالے کرو۔ کیونکہ تم نے خالی زمین ہی مالک سے لی تھی اس لئے جیسی لی تھی ویسی ہی بحال کر کے زمین مالک کے حوالے کرو۔ اور اگر دیوار توڑنے میں یا درخت کاٹنے میں زمین کا نقصان ہو تو کٹے ہوئے درخت اور ٹوٹی ہوئی عمارت کی قیمت لگا کر غاصب کو دی جائے گی جو بہت کم ہوگی۔

وجہ : (۱) کیونکہ اس کے ذمے درخت کو کاٹنا اور عمارت کو توڑنا ضروری تھا اس لئے کہ اس نے مالک کی بغیر اجازت کے درخت لگایا تھا اور عمارت تعمیر کی تھی (۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن سعید بن زید عن النبی ﷺ قال من احیا ارضا میتۃ فھی لہ ولیس لعرق ظالم حق** (ابوداؤد شریف، باب فی احیاء الموات ج ثانی ص ۸۱ نمبر ۳۰۷۳ / ترمذی شریف، باب ماذکر فی احیاء ارض الموات ص ۲۵۶ نمبر ۱۳۷۸) اس حدیث میں **لیس لعرق ظالم حق** کا ترجمہ ہے کہ کسی نے زمین غصب کر کے پودا بودیا تو اس کو اس کا حق نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اوپر کے مسئلے میں غاصب نے پودا بو

۲؎ وَلِاَنَّ مِلْکَ صَاحِبِ الْاَرْضِ بَاقٍ فَاِنَّ الْاَرْضَ لَمْ تَصِرْ مُسْتَهْلِکَةً وَالْغَصْبُ لَا يَتَحَقَّقُ فِيْهَا وَلَا بُدَّ لِلْمِلْکِ مِنْ سَبَبٍ فَيُؤْمَرُ الْمَشَاغِلُ بِتَفْرِيْغِهَا كَمَا اِذَا شَغَلَ ظَرْفَ غَيْرِهٖ بِطَعَامِهٖ

(۱۴۶۲) فَاِنْ کَانَتِ الْاَرْضُ تَنْقُصُ بِقَلْعِ ذٰلِکَ فَلِلْمَالِکِ اَنْ يُّضْمَنَ لَهٗ قِيْمَةَ الْبِنَاءِ وَقِيْمَةَ

دیا یا عمارت بنادی تو اس کو توڑ کر واپس کرنا ہوگا (۳) دوسری حدیث میں ہے **عن رافع بن خدیج قال قال رسول الله ﷺ انه من زرع فی ارض قوم بغیر اذنهم فلیس له من الزرع شیء وله نفقته** (ابوداؤد شریف، باب فی زرع الارض بغیر اذن صاحبها ص ۱۲۷ نمبر ۳۴۰۳ / ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن زرع فی ارض قوم بغیر اذنهم ص ۲۵۳ نمبر ۱۳۶۶) اس حدیث سے پتہ چلا کہ غصب کر کے کھیتی کرنے والے کو کچھ نہیں ملے گا صرف اس کی مزدوری ملے گی (۴) زمین خالی کر کے سپرد کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے **عن یحیی بن عروة عن ابیه ... ان رجلین اختصما الی رسول الله ﷺ غرس احدهما نخلا فی ارض الآخر فقضی لصاحب الارض بارضه وامر صاحب النخل ان یخرج نخله منها قال فلقد رأیتها وانها لتضرب اصولها بالفؤس وانها لنخل عم حتی اخرجت منها** (ابوداؤد شریف، باب فی احیاء الموات، ص ۸۱ نمبر ۳۰۷۴ / سنن للبیهقی، باب من بنی اوغرس فی ارض غیره، ج سادس، ص ۱۵۰، نمبر ۱۱۴۸۸) اس حدیث میں کھجور کے درخت کو اکھاڑ کر زمین خالی کر کے مالک کو سپرد کرنے کو کہا ہے۔

لغت: غرس: پودا لگانا۔ قلع: اکھیڑنا۔ عرق: رگ۔ عرق ظالم کا ترجمہ ہے: ظالم کا کوئی حق نہیں ہے

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ زمین والے کا حق باقی ہے، اس لئے کہ زمین ہلاک نہیں ہوتی، اور زمین میں غصب متحقق نہیں ہوتا، حال آنکہ غاصب کی ملکیت کے لئے کوئی سبب ہونا چاہئے، اس لئے زمین کو مشغول کرنے والے کو اس کو فارغ ہونے کا حکم دیا جائے گا، جیسے کسی نے دوسرے کے برتن میں کھانا رکھ دیا (تو اس کو کھانا نکالنے کا حکم دیا جائے گا، اسی طرح یہاں زمین کو فارغ کرنے کا حکم دیا جائے گا

تشریح: یہاں دو دلیل عقلی پیش کر رہے ہیں۔ ا۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ منقولی چیز میں یہ ہوتا ہے کہ تبدیلی کے بعد اس میں غاصب کی ملکیت ہو جاتی ہے، اس لئے اس کو منقولی چیز کی قیمت دینے کے لئے کہتے ہیں، لیکن زمین کا حال یہ ہے کہ اس میں زمین والے کی ملکیت باقی رہتی ہے کیونکہ زمین ہلاک نہیں ہوتی ہے، اس میں کتنی ہی تبدیلی کر دی جائے زمین اپنی جگہ پر موجود رہتی ہے، اس لئے مکان بنانے، یا پودا لگانے کے باوجود بھی غاصب کی ملکیت نہیں ہوئی ہے اس لئے اس کو زمین کی قیمت دینے کے لئے نہیں کہا جائے گا، بلکہ اپنی عمارت کو ہٹانے کے لئے کہا جائے گا منقولی چیز، اور زمین میں یہ فرق ہے۔ ۲۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ غاصب کی ملکیت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ غاصب کی حرکت کا زمین میں کوئی اثر ہو، لیکن زمین میں غاصب کی حرکت کا اثر نہیں مانا گیا ہے، اس لئے بھی غاصب کی ملکیت نہیں ہوئی، اس لئے اس کو اپنی عمارت ہٹانے کا حکم دیا جائے گا

ترجمہ: (۱۴۶۲) پس اگر زمین میں نقص ہوتا ہو ان کے اکھاڑنے سے تو مالک کے لئے جائز ہے کہ اس کو اکھڑی ہوئی عمارت اور پودوں کی قیمت کا ضامن بنائے۔ اور یہ دونوں چیزیں (عمارت، اور درخت) زمین کے مالک کی ہوں گی

الْغَرَسِ مَقْلُوْعاً وَيَكُوْنَان لَهُ، ۱؎ لِاَنَّ فِيْهِ نَظْراً لَهُمَا وَدَفْعُ الضَّرَرِ عَنْهُمَا ۲؎ وَقَوْلُهُ قِيْمَتُهُ مَقْلُوْعاً مَعْنَاهُ قِيْمَةُ بِنَاءٍ اَوْ شَجَرٍ يُؤْمَرُ بِقَلْعِهِ، لِاَنَّ حَقَّهُ فِيْهِ اِذْ لَا قَرَارَ لَهُ فِيْهِ فَيَقُوَّمُ الْاَرْضَ بِدُوْنِ الشَّجَرِ وَالْبِنَاءِ وَيَقُوْمُ وَبِهَا شَجَراً اَوْ بِنَاءً لِصَاحِبِ الْاَرْضِ اَنْ يَأْمُرَهُ بِقَلْعِهِ فَيَضْمَنُ فَضْلُ مَا بَيْنَهُمَا.

(۱۴۶۳) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ ثَوْباً فَصَبَغَهُ اَحْمَرَ اَوْ سَوِيْقاً فَلَتَّهُ بِسَمَنٍ فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيْمَةَ ثَوْبٍ اَبْيَضَ وَمِثْلُ السَّوِيْقِ وَسَلَّمَهُ لِلْغَاصِبِ وَاِنْ شَاءَ اَخَذَهُمَا وَغَرِمَ مَازَادَ الصَّبْغُ وَالسَّمَنُ

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس صورت میں دونوں کا فائدہ ہے، اور دونوں کے نقصان کو دفع کرنا ہے

تشریح: عمارت توڑنے سے زمین کا نقصان ہوتا ہو اور زمین کے مالک کا نقصان ہو تو زمین کے مالک سے یہ کہا جائے گا کہ آپ ٹوٹے ہوئے مکان کی قیمت غاصب کو دے دیں، اور زمین بھی واپس لے لیں، اور اس کے ساتھ مکان بھی آپ کا ہو جائے گا۔ اس صورت میں زمین والے کی زمین خراب ہونے سے بچ جائے گی، اور غاصب کو مکان کی قیمت کچھ نہ کچھ مل جائے گی، اور دونوں کا فائدہ ہو جائے گا

ترجمہ: ۲؎ متن میں جو یہ قول ہے، قیمہ مقلوعا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عمارت کی قیمت جس کو گرانے کا حکم ہوا ہو، یا ایسے درخت کی قیمت جس کو کاٹنے کا حکم ہوا ہو، اس لئے کہ غاصب کا حق اسی میں ہے، اس لئے کہ یہاں مکان کو زمین میں رکھنے کا حق نہیں ہے، اس لئے پہلے ایسی زمین کی قیمت لگائی جائے گی جس میں درخت نہ ہو، اور مکان نہ ہو، پھر ایسی زمین کی قیمت جس میں درخت ہو، اور مکان ہو، اور اس کو اکھاڑنے کا حکم دیا گیا ہو، پھر دونوں طرح کی زمین کی قیمت میں جو فرق آئے زمین کا مالک وہ ادا کرے گا

تشریح: مثلا ایک زمین کی قیمت بغیر درخت، اور بغیر مکان کے پانچ ہزار درہم ہیں، پھر اس زمین میں غاصب کے مکان، اور درخت کی طرح مکان اور درخت ہو جس کو اکھاڑنے کا حکم نہ ہو تو اس کی قیمت سات ہزار درہم ہے، یعنی گویا کہ مکان اور درخت کی قیمت دو ہزار ہے، پھر اسی زمین پر وہی مکان اور درخت ہو، لیکن اس کو اکھاڑنے کا حکم دیا گیا ہو تو اس کی قیمت چھ ہزار ہو، کیونکہ مکان کو اکھاڑنے کا حکم ہو تو اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ تو گویا کہ اکھاڑ دینے والے مکان، اور اکھاڑ دینے والے درخت کی قیمت ایک ہزار درہم ہوئی تو زمین کا مالک یہ ایک ہزار درہم غاصب کو دے گا، اور اپنی زمین بھی واپس لے گا، اور مکان اور درخت بھی زمین کے مالک کا ہو جائے گا۔ صاحب ہدایہ یہ کہنا چاہ رہے ہیں

ترجمہ: (۱۴۶۳) کسی نے کپڑا غصب کیا اور اس کو سرخ رنگ میں رنگ دیا یا ستو غصب کیا اور اس میں گھی ملا دیا تو اس کے مالک کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس کو سفید کپڑے کا ضامن بنائے اور ستو کے مثل کا ضامن بنائے اور ان کو غاصب کو سپرد کر دے۔ اور اگر چاہے تو دونوں کو لے لے اور دونوں میں جو رنگنے اور گھی لگانے سے زیادہ ہوا ہے اس کا ضمان دیدے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غاصب نے مغصوب میں زیادتی کر دی ہے، تو مالک کو ایک اختیار یہ ہے کہ غاصب کی زیادہ کی ہوئی چیز کی قیمت ادا کر دے، اور اپنی چیز اور غاصب کی زیادہ کی ہوئی چیز لے لے، اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ مالک اپنی

ل فِيهِمَا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الثَّوبِ لِصَاحِبِهِ اَنْ يُمَسِّكَهُ وَيَأْمُرُ الْغَاصِبَ بِقَلْعِ الصَّبْغِ بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ اِعْتِبَاراً بِفَصْلِ السَّاجَةِ بَنىٰ فِيهَا لِاَنَّ التَّمْيِيزَ مُمْكِنٌ بِخَلَافِ السَّمَنِ فِي السَّوِيْقِ لِاَنَّ التَّمْيِيزَ مُتعذِّرٌ ٢ وَلَنَا مَا بَيَّنَّا اَنَّ فِيهِ رِعَايَةَ الْجَانِبَيْنِ ٣ وَالْخِيَرَةُ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ لِكَوْنِهِ صَاحِبَ الْاَصْلِ

چیز کی قیمت غاصب سے لے لے، اور یہ چیز غاصب کو دے دے

تشریح : غاصب نے کپڑا غصب کیا اور لال رنگ میں رنگ دیا تو یہ کپڑے میں اضافہ ہے، یا ستو غصب کیا اور اس میں گھی ملا دیا تو یہ بھی ستو میں اضافہ ہے، تو مالک کو دو اختیار ہیں، یا زیادتی کی قیمت دے کر غاصب کی زیادتی لے لے، یا اپنی چیز کی قیمت لیکر غاصب کو اپنی چیز بھی دے دے

وجہ: غاصب کی زیادتی کی قیمت غاصب کے حوالے کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے عن رافع بن خدیج قال قال رسول الله ﷺ من زرع فی ارض قوم بغیر اذنهم فلیس له من الزرع شیء و له نفقته (ابوداؤد شریف، باب فی زرع الارض بغیر اذن صاحبھا ص ۱۲۷ نمبر ۳۴۰۳ / ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن زرع فی ارض قوم بغیر اذنھم ص ۲۵۳ نمبر ۱۳۶۶) اس حدیث میں فرمایا کہ بغیر اجازت کے کھیتی کرنے والے کو اس کے کام کرنے کا خرچ ملے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کو رنگنے والے اور ستو میں گھی ملانے والے کو رنگ اور گھی کی قیمت مل جائے گی۔

لغت: صبغ: رنگا۔ سویق: ستو۔ لت: ملایا، لپیٹا۔ سمن: گھی۔

ترجمہ : ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کپڑے والے کو اختیار ہے کہ اس کو اپنے پاس روک لے اور غاصب کو یہ حکم دے کہ بقدر ممکن رنگ کو چھڑا دے، جیسے زمین پر گھر بنایا ہو تو گھر کو توڑ دینے کا حکم دیا جاتا ہے، اس لئے کہ الگ کرنا ممکن ہے، بخلاف ستو میں گھی گر گئی ہو تو وہاں الگ کرنا ممکن نہیں ہے

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ کچا رنگ ہو تو اس کو کپڑے سے دھو دینا ممکن ہے اس لئے مالک کو یہ اختیار ہے کہ کپڑے سے رنگ دھلوا لے اور کپڑا اپنے پاس رکھ لے، جیسے کسی نے دوسرے کی زمین میں مکان بنا لیا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ مکان توڑ کر زمین مالک کو سپرد کرے، اس کے برخلاف ستو میں گھی مل گئی ہو تو اس کو ستو سے الگ کرنا ناممکن ہے اس لئے وہاں گھی کی قیمت دیکر ستو کا مالک ستو لے لیگا

ترجمہ: ۲ ہم نے اپنی دلیل بیان کر دی ہے اس میں غاصب اور مالک دونوں کی رعایت ہے

تشریح : امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا تھا کہ مالک کو یہ بھی اختیار ہے کہ غاصب کی زیادتی کی قیمت دے دے، اور زیادتی لے لے، اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے کپڑے کی قیمت لے لے، اس صورت میں غاصب اور مالک دونوں کی رعایت ہے، کسی کا نقصان نہیں ہوگا

ترجمہ: ۳ اور غاصب کی زیادتی لے یا کپڑے کی قیمت لے اس کا اختیار کپڑے والے کو ہوگا، اس لئے اصل چیز اسی کی ہے

تشریح: واضح ہے

۴ بِخِلَافِ السَّاحَةِ بَنىٰ فِيْهَا لِاَنَّ النَّقْضَ لَهٗ بَعْدَ النَّقْضِ اَمَّا الصَّبْغُ فَيَتَلَا شیٰ ۵ وَبِخِلَافِ مَا اِذَا الصَّبْغُ بِهُبُوْبِ الرِّيْحِ لِاَنَّهٗ لَا جِنَايَةَ لِصَاحِبِ الصَّبْغِ لِيَضْمَنَ الثَّوْبَ فَيَتَمَلَّکُ صَاحِبُ الْاَصْلِ الصَّبْغ. ۶ قَالَ اَبُوْعَصْمَةَ فِی اَصْلِ الْمَسْاَلَةِ وَاِنْ شَاءَ رَبُّ الثَّوْبِ بَاعَهٗ وَيَضْرِبُ بِقِيْمَتِهٖ اَبْيَض وَصَاحِبُ الصَّبْغِ بِمَا زَادَ الصَّبْغَ فِيْهِ، لِاَنَّ لَهٗ اَنْ لَا يَتَمَلَّکَ الصَّبْغَ بِالْقِيْمَةِ وَعِنْدَ اِمْتِنَاعِهٖ تَعَيَّنَ رِعَايَةَ الْجَانِبَيْنِ فِی الْبَيْعِ، ۷ وَيَتَاتّٰی هٰذَا فِيْمَا اِذَا انْصَبَغَ الثَّوْبَ بِنَفْسِهٖ

ترجمہ: ۴ بخلاف زمین میں مکان بنایا ہو (تو اس میں مکان توڑا جائے گا) کیونکہ ٹوٹی ہوئی چیز غاصب کو مل جائے گی، اور رنگ کا معاملہ یہ ہے کہ کپڑے کے ساتھ چپکا ہوا ہے

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے انہوں نے فرمایا کہ زمین پر مکان بنایا ہو تو اس کو توڑا جاتا ہے، ایسے ہی رنگ کو کپڑے سے نکالا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ مکان ٹوٹنے کے بعد اس کا ملبہ غاصب کو ملے گا، اس لئے کچھ نہ کچھ غاصب کو مل گیا، اور کپڑے پر رنگ کی صورت میں رنگ کپڑے کے ساتھ چپکا ہوا ہے، اس کو دھونے کے بعد غاصب کو کچھ بھی نہیں ملے گا، اس لئے رنگ کو مکان پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں

ترجمہ: ۵ بخلاف اگر ہوا تیز چلنے کی وجہ سے کپڑا رنگ گیا (تو غاصب سے ضمان نہیں لیا جائے گا) اس لئے کہ رنگنے والے کی کوئی غلطی نہیں ہے، کہ کپڑے کا ضامن بنائے، اس صورت میں کپڑے والا رنگ کا مالک بن جائے گا

تشریح: ہوا تیز چلی جس کی وجہ سے اس میں کپڑا اگر گیا تو اس میں کسی کی غلطی نہیں ہے اس لئے کپڑے والا کسی کو ضامن نہیں بنا سکتا ہے، اور رنگ کپڑے والے کا ہو جائے گا

ترجمہ: ۶ حضرت ابوعصمہؒ نے کپڑے کے مسئلے میں فرمایا کہ اگر کپڑے والا چاہے تو اس کو بیچ دے، اور اس جیسے سفید کپڑے کی قیمت کیا ہے، اور رنگ والے کپڑے کی قیمت کیا ہے (یہ دیکھے) اور رنگ کی وجہ سے قیمت میں جو اضافہ ہوا ہے وہ رقم رنگ والے کو دے دے، اس لئے کہ کپڑے والے کو یہ حق ہے کہ قیمت دیکر رنگ کو نہ خریدے، اور اس خریدنے سے رکنے کی صورت میں دونوں جانب کی رعایت کرتے ہوئے بیچنا متعین ہے

تشریح: حضرت ابوعصمہؒ نے یہ نہیں کہا کہ غاصب کو ضامن بنائے، بلکہ انہوں نے کہا کہ کپڑے ہی کو بیچ دے، اور مثلا اس جیسے سفید کپڑے کی قیمت بیس درہم ہے اور رنگ والے کپڑے کی قیمت پچیس درہم ہے تو اس کپڑے کو بیچ کر بیس درہم کپڑے والے کو دے دے، اور پانچ درہم رنگ والے کو دے یہ صورت بھی بہتر ہے

ترجمہ: ۷ اور یہی حال ہوگا جبکہ کپڑا خود رنگ گیا ہو

تشریح: ہوا کی وجہ سے کپڑا رنگ گیا تو اس صورت میں کپڑے کو بیچ دیں اور سفید کپڑے، اور رنگ والے کپڑے میں جو فرق ہو وہ رنگ والے کو، اور کپڑے والے کو دے دیں

۸ وَقَدْ ظَهَرَ بِمَا ذَكَرْنَا الْوَجْهَ فِي السَّوِيْقِ غَيْرُ اَنَّ السَّوِيْقَ مِنْ ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ فَيَضْمَنُ مِثْلَهُ وَالثَّوْبُ مِنْ ذَوَاتِ الْقِيَمِ فَيَضْمَنُ قِيْمَتَهُ، ۹ وَقَالَ فِي الْاَصْلِ يَضْمَنُ قِيْمَةَ السَّوِيْقِ لِاَنَّ السَّوِيْقَ يَتَفَاوَتُ بِالْقَلْيِ فَلَمْ يَبْقَ مِثْلِياً وَقِيْلَ الْمُرَادُ مِنْهُ الْمِثْلُ سَمَّاهُ بِهِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ، ۱۰ وَالصُّفْرَةُ كَالْحُمْرَةِ ۱۱ وَلَوْ صَبَغَهُ اَسْوَدَ فَهُوَ نُقْصَانٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَؒ وَعِنْدَهُمَا زِيَادَةٌ وَقِيْلَ هٰذَا اِخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ وَقِيْلَ اِنْ كَانَ ثَوْباً يَنْقُصُهُ السَّوَادُ فَهُوَ نُقْصَانٌ وَاِنْ كَانَ ثَوْباً يَزِيْدُ فِيْهِ السَّوَادُ فَهُوَ كَالْحُمْرَةِ وَقَدْ عُرِفَ فِي

ترجمہ: ۸ اورامام ابوعصمہؒ کےقول سے ستو کے بارے میں بھی مسئلہ ظاہر ہوگیا ہے(کہ ستوکو بیچ کرستو والےکوستو، اور گھی والے کوگھی کی قیمت دے دی جائے گی)، یہ اور بات ہے کہ ستو مثلی چیز ہے، اس لئے اس کی مثل ضامن ہوگا، اور کپڑا ذوات القیم ہے، اس لئے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا

تشریح: ابوعصمہؒ نے فرمایا تھا کہ کپڑا بیچا جائے گا، اور رنگ والے کورنگ کی قیمت اور کپڑے والے کو کپڑے کی قیمت دے دی جائے گی، اسی سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ ستو میں گھی مل گئی ہوتو ستو والے کوستو کی قیمت اور گھی والے کو گھی قیمت دے دی جائے گی۔ البتہ یہ فرق ہے کہ ستو مثلی چیز ہے اس لئے اس میں مثل لازم ہوگی، اور کپڑا ذوات القیم ہے، یعنی اس کے ہلاک ہونے سے قیمت لازم ہوتی ہے، اس لئے اس میں قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: ۹ مبسوط میں یہ کہا گیا ہے ستو کی قیمت کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ ستو بھوننے کے بعد پھیل جاتا ہے اس لئے وہ مثلی باقی نہیں رہا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قیمت سے مراد مثل ہے، اس کو مثل اس لئے کہا کہ وہ مثل کے قائم مقام ہے

تشریح: مبسوط میں ستو کو ذوات القیم کہا ہے، اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ گیہوں کو بھوننے کے بعد وہ پھیل جاتا ہے اس لئے وہ گیہوں کی مثل باقی نہیں رہا، اس لئے اس کی قیمت لازم ہوگی، اور بعض حضرات نے ذوات القیم کو بھی مثلی کہہ دیا ہے، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی مثل ہے

نوٹ: ستو بھوننے کے بعد کیل سے بیچا جاتا ہے، اس لئے وہ کیلی ہے، ذوات القیم نہیں ہے، البتہ گیہوں بھوننے کے بعد پھیل جاتا ہے اس لئے وہ ستو کی مثل تو ہے، گیہوں کی مثل نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱۰ اور زرد رنگ، لال رنگ کی طرح ہے

تشریح: معاشرے میں لال رنگ اچھا اور خوبصورت مانا جاتا ہے، اس سے کپڑے کی قیمت بڑھ جاتی ہے، اسی طرح زرد رنگ بھی اچھا اور خوبصورت مانا جاتا ہے، اس سے بھی کپڑے کی قیمت بڑھ جاتی ہے

ترجمہ: ۱۱ اور اگر کالے رنگ میں رنگ دیا تو یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نقصان ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ زیادتی ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ زمانے کا اختلاف ہے، اور بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ایسا کپڑا ہے جسکو کالے رنگ میں رنگنے سے نقص ہوتا ہوتو یہ نقصان ہے، اور اگر ایسا کپڑا ہے جس کو کالے رنگ سے رنگنے میں خوبصورتی بڑھتی ہوتی ہوتو یہ لال رنگ کی طرح ہے، اس کی تفصیل دوسری جگہ مذکور ہے

غَيْرِ هٰذا الْمَوْضَعِ ؀١٢ وَلَوْ كَانَ ثَوْباً يَنْقُصُهُ الْحُمْرَةُ بِاَنْ كَانَتْ قِيْمَتُهُ ثَلاثِيْنَ دِرْهَماً فَتَرَاجَعَتْ بِالصَّبْغِ اِلٰى عِشْرِيْنَ فَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ يَنْظُرُ اِلىٰ ثَوْبٍ يَزِيْدُ فِيْهِ الْحُمْرَةُ فَاِنْ كَانَتِ الزِّيَادَةُ خَمْسَةً يَأْخُذُ ثَوْبَهُ وَخَمْسَةَ دَرَاهِمَ لِاَنَّ اِحْدىٰ الْخَمْسَتَيْنِ جَبَرَتْ بِالصَّبْغِ.

فَصْلٌ. (۱۴۶۴) وَمَنْ غَصَبَ عَيْناً فَغَيَّبَهَا فَضَمَّنَهُ الْمَالِكُ قِيْمَتَهَا مَلَّكَهَا ؀١ وَهٰذا عِنْدَنا

تشریح: یہاں تین قسم کی رائے ہیں، باقی باتیں واضح ہیں

ترجمہ: ؀١٢ اور اگر ایسا کپڑا ہے کہ لال رنگ اس کو نقصان کرتا ہے، مثلا ایک کپڑا ہے جس کی قیمت تیس درہم ہے پھر لال رنگ کے رنگنے کی وجہ سے اس کی قیمت گھٹ کر بیس درہم ہوگئی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ دیکھا جائے گا کہ ایسے کپڑے مین لال رنگ کے رنگنے سے کتنی زیادتی ہوتی ہے، مثلا اس میں پانچ درہم کی زیادتی ہوتی ہو تو مالک کپڑا لیگا، اور پانچ درہم لیگا، تا کہ رنگنے کی قیمت بھی پوری ہو جائے

اصول: امام محمد کے نزدیک رنگنے والے کی بھی رعایت ہوگی، اور کپڑے والے کے نقصان کی بھی رعایت ہوگی۔ تا کہ دونوں کی رعایت ہو

تشریح: یہ امام محمدؒ کی ایک الگ رائے ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں کپڑے میں جو نقصان ہوا ہے اس کی بھی رعایت کی جائے گی، اور رنگنے والے نے جو رنگا ہے اس کی بھی رعایت کی جائے گی، مثلا ایک کپڑا ہے جس کی قیمت تیس درہم ہے، اس کو لال رنگ سے رنگ دیا جس کی وجہ سے اس کی قیمت گھٹ کر بیس درہم ہوگئی، اور دس درہم قیمت گھٹ گئی، لیکن خود رنگنے والے کی مزدوری بھی پانچ درہم ہے، اس لئے اس کی بھی رعایت کر کے، مالک اپنا کپڑا لیگا، اور رنگنے والے سے پانچ درہم لے گا، تا کہ مالک کو نقصان کا کچھ معاوضہ مل جائے اور رنگنے والے کو بھی رنگنے کی کچھ قیمت مل جائے اور دونوں کی رعایت ہو جائے

وجہ: عن رافع بن خدیج قال قال رسول الله ﷺ من زرع فی ارض قوم بغیر اذنھم فلیس له من الزرع شیء و له نفقته (ابوداؤد شریف، باب فی زرع الارض بغیر اذن صاحبھا ص ۱۲۷ نمبر ۳۴۰۳ ر ترمذی شریف، باب ما جاء فیمن زرع فی ارض قوم بغیر اذنھم ص ۲۵۳ نمبر ۱۳۶۶) اس حدیث میں فرمایا کہ بغیر اجازت کے کھیتی کرنے والے کو اس کے کام کرنے کا خرچ ملے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کو رنگنے والے کو اس کے رنگ کی قیمت ملے گی۔

ترجمہ: (۱۴۶۴) کسی نے عین چیز کو غصب کیا اور اس کو غائب کر دیا اور مالک نے اس کی قیمت کا ضامن بنایا تو غاصب اس کی قیمت دے کر مالک ہو جائے گا۔

ترجمہ: ؀١ یہ ہمارے نزدیک ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مغصوب چیز غائب ہوگئی تو اس کا ضمان دینے کے بعد غاصب مالک ہوگا یا نہیں

اصول: اگر مالک کہنے کے مطابق ضمان لیا تو اب مغصوب چیز ظاہر ہونے کے بعد اسی ضمان پر راضی ہونا ہوگا، اور اگر غاصب کے کہنے پر ضمان دیا تھا تو مغصوب چیز ظاہر ہونے کے بعد مالک کو یہ اختیار رہے کہ چیز واپس لے لئے، اور ضمان واپس

۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ لَایَمْلِکُهَا لِاَنَّ الْغَصَبَ عُدْوَانٌ مَحْضٌ، فَلَا یَصْلُحُ سَبَباً لِلْمِلْکِ کَمَا فِی الْمُدَبَّرِ، ۳؎ وَلَنَا اَنَّهُ مَلَکَ الْبَدَلَ بِکَمَالِهِ وَالْمُبْدَلُ قَابِلٌ لِلنَّقْلِ مِنْ مِلْکٍ اِلیٰ مِلْکٍ فَیَمْلِکُهُ دَفْعاً لِلضَّرَرِ عَنْهُ ۴؎ بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ، لِاَنَّهُ غَیْرُ قَابِلٍ لِلنَّقْلِ لِحَقِّ الْمُدَبَّرِ نَعَمْ قَدْ یُفْسَخُ التَّدْبِیْرُ بِالْقَضَاءِ لٰکِنَّ الْبَیْعَ بَعْدَهُ یُصَادِفُ الْقِنَّ.

کردے، اور یہ بھی اختیار ہے کہ ضمان رکھ لے، اور مغصوب چیز غاصب کے پاس رہنے دے

تشریح: کسی نے کسی کی چیز کو غصب کیا اور اس کو غائب کر دیا اور مالک نے اس کی قیمت وصول کر لی تو غاصب اس چیز کا مالک بن جائے گا۔

وجه: (۱) اگر چہ غصب سبب محظور ہے لیکن قیمت ادا کرنے کی وجہ سے مالک کی ملکیت سے غاصب کی ملکیت کی طرف منتقل ہوگئی ہے، کیونکہ قیمت ادا کر دی گئی ہے (۲) پیالے والی حدیث میں صحیح پیالہ دینے کے بعد ٹوٹا ہوا پیالہ رکھ لیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ پیالے کا مالک بن گئے۔ فدفع القصعة الصحیحة وحبس المکسورة (بخاری شریف، نمبر ۲۴۸۱)

ترجمه: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ غاصب مغصوب چیز کا مالک نہیں بنے گا اس لئے غصب کرنا خالص ظلم ہے اس لئے غصب ملک کا سبب نہیں بنے گا، جیسے مدبر کو کوئی بیچے تو اس پر ملکیت نہیں ہوتی ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمه: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ مالک پورے بدل کا مالک بن چکا ہے، (اس لیے غاصب مغصوب کا مالک بنے گا) اور مبدل یعنی مغصوب چیز ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی طرف منتقل ہونے کے قابل ہے اس لئے غاصب اس کا مالک بن جائے گا غاصب سے نقصان کو دفع کرنے کے لئے

تشریح: ہماری دلیل ہے کہ غاصب نے جو ضمان دیا ہے، مغصوب کا مالک اس کا مالک بن چکا ہے اس لئے نقصان سے بچانے کے لئے غاصب کو بھی مغصوب کا مالک بننا چاہئے، دوسری بات یہ ہے کہ مغصوب چیز ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی طرف منتقل ہونے کی صلاحیت ہے اس لیے پورا بدلہ ملنے کے بعد وہ غاصب کی ملکیت کی طرف منتقل ہو جائے گا، چاہے محظور طریقے سے ہی ہو

ترجمه: ۴؎ بخلاف مدبر کے (وہ کسی کی ملکیت میں نہیں جا سکتا ہے) اس لئے مدبر کے حق کی وجہ سے وہ دوسری کی ملکیت میں منتقل ہونے کے قابل نہیں ہے، ہاں قاضی کے ذریعہ سے مدبر ہونا ٹوٹ جائے (تو اب بیچا جائے گا) لیکن یہ بیع غلام ہونے کی حالت میں ہوگی (مدبر ہونے کی حالت میں نہیں)

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ جس طرح مدبر کا مالک نہیں ہوتا اسی طرح چیز کا مالک مغصوب کا مالک نہیں ہوگا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مدبر کو آزاد ہونے کا حق ہو جاتا ہے، اس لئے وہ دوسری کی ملکیت میں منتقل نہیں ہوگا۔ ہاں قاضی اس کے مدبر ہونے کو توڑ دے، اور اب وہ خالص غلام بن جائے تب بک سکتا ہے، لیکن مغصوب چیز میں منتقل ہونے کی صلاحیت ہے اس لئے غاصب اس کا مالک بن جائے گا

(۱۴۶۵) قَالَ الْقَوْلُ فِي الْقِيْمَةِ قَوْلُ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِيْنِهِ ۱؎ لِاَنَّ الْمَالِكَ يَدَّعِي الزِّيَادَةَ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ يَمِيْنِهِ،
(۱۴۶۶) اِلَّا اَنْ يُّقِيمَ الْمَالِكُ الْبَيِّنَةَ بِاَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ ۱؎ لِاَنَّهُ اَثْبَتَهُ بِالْحُجَّةِ الْمُلْزِمَةِ .
(۱۴۶۷) قَالَ فَاِنْ ظَهَرَتِ الْعَيْنُ وَقِيْمَتُهَا اَكْثَرُ مِمَّا ضَمِنَ وَقَدْ ضَمَّنَهَا بِقَوْلِ الْمَالِكِ أَوْ بِبَيِّنَةٍ اَقَامَهَا اَوْ بِنُكُوْلِ الْغَاصِبِ عَنِ الْيَمِيْنِ فَلَاخِيَارَ لِلْمَالِكِ وَهُوَ لِلْغَاصِبِ ۱؎ لِاَنَّهُ تَمَّ لَهُ الْمِلْكُ بِسَبَبِ

لغت: المدبر: جس کو آقا نے کہا ہو کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو، اس کو آزادگی کے حق کی بنا پر حنفیہ کے یہاں بیچ نہیں سکتے۔ القن: خالص غلام۔

ترجمہ: (۱۴۶۵) اورقول قیمت میں غاصب کی مانی جائے گی قسم کے ساتھ مگر یہ کہ مالک بینہ قائم کردے اس سے زیادہ کا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ مالک زیادہ قیمت کا دعوی کرتا ہے، اور غاصب اس کا انکار کرتا ہے، اس لئے قسم کے ساتھ منکر کی بات مانی جائے گی

تشریح: غصب کی چیز غائب ہوگئی۔ اب مالک اور غاصب کے درمیان اس کی قیمت میں اختلاف ہو گیا تو اگر مالک کے پاس بینہ ہے تو اسکے ذریعہ زیادہ قیمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اگر اس کے پاس بینہ نہیں ہے تو غاصب کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

وجہ: یہاں مالک زیادہ قیمت کا مدعی ہے اور غاصب اس کا منکر ہے اس لئے مدعی کے پاس بینہ نہ ہو تو منکر کی بات قسم کے ساتھ مانی جاتی ہے۔

ترجمہ: (۱۴۶۶) مگر اگر مالک اس سے زیادہ قیمت گواہ کے ذریعہ ثابت کر دے تو اس کی بات مانی جائے گی

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حجت ملزمہ سے زیادہ قیمت کو ثابت کر دیا ہے

تشریح: مالک گواہ کے ذریعہ زیادہ قیمت ثابت کر دے تو اب اس کی بات مانی جائے گی، کیونکہ حجت ملزمہ، یعنی گواہ سے اس کو ثابت کیا ہے

ترجمہ: (۱۴۶۷) پس اگر عین چیز ظاہر ہو جائے اور اس کی قیمت زیادہ ہے اس سے جو ضمان دیا اور حال یہ تھا کہ اس کا ضمان دیا مالک کے کہنے سے یا گواہ قائم کرنے سے غاصب کے قسم کھانے سے انکار کرنے سے تو مالک کو اختیار نہیں ہوگا اور وہ چیز غاصب کی ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ان تینوں صورتوں میں مالک کی رضامندی سے اس کی ملکیت پوری ہوئی ہے، اس لئے کہ مالک نے اتنی ہی قیمت کا دعوی کیا تھا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مالک جتنی قیمت پر پہلے راضی ہو چکا ہو تو اس سے زیادہ نہیں دلوائی جائے گی اور نہ مالک کو وہ چیز واپس لینے کا اختیار ہوگا۔

اتَّصَلَ بِهٖ رَضَاءُ الْمَالِكِ حَيْثُ ادَّعٰى هٰذَا الْمِقْدَارَ.

(١٤٦٨) قَالَ فَإِنْ كَانَ ضَمَّنَهُ بِقَوْلِ الْغَاصِبِ مَعَ يَمِيْنِهٖ فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَمْضَى الضِّمَانَ وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ الْعَيْنَ وَرَدَّ الْعِوَضَ، لِ لِاَنَّهُ لَمْ يَتِمَّ رَضَاهُ بِهٰذَا الْمِقْدَارِ حَيْثُ يَدَّعِي الزِّيَادَةَ وَاَخَذَهُ دُوْنَهَا لِعَدَمِ الْحُجَّةِ، ٢ وَلَوْ ظَهَرَتِ الْعَيْنُ وَقِيْمَتُهَا مِثْلُ مَاضَمَّنَهُ اَوْ دُوْنَهُ فِي هٰذَا الْفَصْلِ الْاٰخِيْرِ،

تشریح: مغصوب چیز غائب تھی اس درمیان اس کی قیمت مالک کو دلوادی گئی، بعد میں وہ چیز ظاہر ہوئی اور پتہ چلا کہ اس کی قیمت زیادہ تھی۔ پس اگر ان تین صورتوں میں قیمت کا فیصلہ کیا گیا تھا تو مالک کو زیادہ قیمت نہیں دلوائی جائے گی۔ اور نہ مالک کو وہ چیز لینے کا اختیار ہوگا۔ مثلا۔ا۔ مالک کے کہنے پر کہ اس چیز کی قیمت اتنی ہے اس کو قیمت دلوادی گئی تھی تو زیادہ قیمت نہیں دلوائی جائے گی۔۲۔ یا مالک نے اتنی قیمت پر بینہ قائم کر کے فیصلہ کروایا تھا تو چونکہ خود ہی اس نے اسی قیمت پر گواہی دے کر فیصلہ کروایا ہے اس لئے وہ پہلے سے کم قیمت پر راضی ہے۔ اس لئے اس کو زیادہ قیمت نہیں دلوائی جائے گی۔۳۔ یا مالک کے پاس بینہ نہیں تھا اس لئے غاصب کو قسم کھانے کے لئے کہا۔ غاصب نے قسم کھانے سے انکار کردیا جس کی وجہ سے مالک نے جتنی قیمت بتائی اسی پر فیصلہ کردیا گیا تو اب مالک کو زیادہ قیمت نہیں دلوائی جائے گی۔

وجہ: (۱) یہ فیصلے مالک کے قیمت بتانے پر ہوئے ہیں اس لئے چیز کی قیمت زیادہ نکل جائے پھر بھی اس کو زیادہ نہیں دلوائی جائے گی (۲) کیونکہ مالک اتنی ہی قیمت پر راضی ہے۔

لغت: نکول: قسم کھانے سے انکار کرنا۔

ترجمہ: (۱۴۶۸) اور اگر غاصب کے کہنے سے چیز کی قیمت دلوائی تھی اس کی قسم کے ساتھ تو مالک کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو ضمان کو برقرار رکھے اور چاہے تو مغصوب چیز کو لے لے اور عوض واپس کردے۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ اس مقدار پر مالک کی رضامندی پوری نہیں ہوئی تھی، اس لئے کہ مالک زیادہ کا دعوی کر رہا تھا، اور اس کو کم ملا تھا، اس لئے کہ مالک کے پاس گواہ نہیں تھے

تشریح: مالک کی بتائی ہوئی قیمت پر اس کے پاس گواہ نہیں تھا اس لئے غاصب کے لئے قسم کے ساتھ اس کی بات پر قیمت کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ بعد میں ظاہر ہوا کہ مغصوب چیز کی قیمت اس سے زیادہ ہے تو اب مالک کو دو اختیارات ہیں۔ یا تو پچھلی قیمت کو بحال رکھے اور چیز کو غاصب کے پاس رہنے دے، یا چونکہ مغصوب چیز مل گئی ہے اس لئے اس کو واپس لے لے اور قیمت غاصب کو واپس لوٹا دے۔

وجہ: چونکہ اس صورت میں مالک کے کہنے پر قیمت کا فیصلہ نہیں ہوا تھا اس لئے اس کو واپس لینے کا حق ہے۔

لغت: امضی الضمان: ضمان کو بحال رکھے۔ العین: اس سے مراد مغصوب چیز ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اگر مغصوب چیز ظاہر ہوئی اور اس کی بازاری قیمت اتنی ہی تھی جتنا ضمان میں لیا تھا، یا جتنی قیمت لی تھی مغصوب کی قیمت اس سے کم ہے، تو اس اخیر صورت (چیز کی بازاری قیمت ضمان سے کم ہے) تو ظاہر روایت میں ایسا ہی جواب

فَكَذَالِكَ الْجَوَابُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَهُوَ الْاَصَحُّ خِلَافاً لِمَا قَالَهُ الْكَرْخِيُّ اَنَّهُ لَا خِيَارَ لَهُ لِاَنَّهُ لَمْ يَتِمَّ رَضَاهُ حَيْثُ لَمْ يُعْطِ لَهُ مَايَدَّعِيهِ وَالْخِيَارُ لِفَوَاتِ الرِّضَاءِ.

(١٤٦٩) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ عَبْداً فَبَاعَهُ فَضَمِنَهُ الْمَالِكُ قِيْمَتَهُ فَقَدْ جَازَ بَيْعُهُ وَاِنْ اَعْتَقَهُ ثُمَّ ضَمِنَ الْقِيمَةَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ ل لِاَنَّ الْمِلْكَ الثَّابِتَ فِيهِ نَاقِصٌ لِثُبُوتِهِ مُسْتَنَداً اَوْ ضَرُورَةً

ہے (کہ مالک کو ضمان برقرار رکھنے کا بھی اختیار ہے، اور ضمان واپس کر کے اپنی چیز لے لینے کا بھی اختیار ہے)، اور یہی صحیح ہے، اس میں حضرت کرخیؒ کا اختلاف ہے کہ (مالک کو لینا ہی پڑے گا، اختیار نہیں ہوگا) ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ مالک کی رضامندی نہیں تھی، اس لئے کہ جتنی قیمت کا دعوی تھا وہ نہیں ملی تھی، اس لئے مالک کی رضامندی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو لینے، اور واپس کرنے کا اختیار ہوگا

تشریح : مثلا مغصوب چیز کے مالک نے کہا تھا کہ اس کی قیمت تیس درہم دلوائی جائے، لیکن گواہ نہ ہونے کی وجہ سے غاصب نے قسم کھائی کہ بیس درہم ہے اس لئے اس کی قسم کی وجہ سے بیس درہم مالک کو دلوائے، بعد میں مغصوب چیز ظاہر ہوئی تو پتہ چلا کہ بازار میں اس کی قیمت بیس درہم ہی ہے، جو دلوائی گئی ہے، یا اس کی قیمت پندرہ درہم ہے، اور پانچ درہم زیادہ دلوائی گئی ہے، تو چونکہ مناسب قیمت دلوائی گئی ہے، یا زیادہ قیمت دلوائی گئی ہے، پھر بھی مالک کو قیمت واپس کر کے اپنی چیز لینے کا اختیار ہوگا؟ تو ظاہر روایت میں ہے کہ اختیار ہوگا

وجہ : اس کی وجہ ایک نکتہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ مالک نے تیس درہم مانگی تھی، جو گواہ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں دی گئی ہے، تو گویا کہ بیس درہم لینے میں مالک کی رضامندی نہیں تھی، اس لئے اس کو اپنی چیز واپس لینے کا اختیار ہوگا

البتہ امام کرخی نے فرمایا کہ چونکہ مالک کو چیز کی قیمت سے زیادہ مل گئی ہے اس لئے مالک کو اپنی چیز لینے کا اختیار نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کو زیادہ ہی مل چکا ہے

ترجمہ : (۱۴۶۹) کسی نے غلام غصب کیا اور اس کو بیچ دیا، بیچنے کے بعد مالک کو غلام کی قیمت دے دی تو بیع جائز ہے، لیکن اگر پہلے آزاد کیا بعد میں غلام کی قیمت دی تو آزاد کرنا جائز نہیں ہے

ترجمہ : ل اس لئے کہ اس میں جو ملک ثابت ہوئی وہ ناقص ہے، اس لئے کہ یہ ملک مستند ہو کر ثابت ہوگی، یا ضرورت کی بنا پر ثابت ہوگی (اور ضرورت کی بنا پر جو ملک ثابت ہوتی ہے اس میں بیچنا جائز ہے، آزاد کرنا جائز نہیں ہے

لغت : مستندا : یہ ایک محاورہ ہے، اس کا ترجمہ ہے نسبت کرتے ہوئے۔ مثلا زید نے پہلی جنوری کو عمر کا غلام غصب کیا، اور دوسری تاریخ کو بیچ دیا، اس وقت غلام پر زید کی ملکیت نہیں تھی، پھر تیسری جنوری کو غلام کا ضمان ادا کیا، اور غلام کا مالک بنا، لیکن یہ ملکیت پہلی جنوری کی طرف منسوب کریں گے، جس دن غلام غصب کیا تھا، اس کو، **ملک مستندا**، کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ ملک مستندا ہے اس لئے پہلی تاریخ کو من وجہ ملکیت ثابت ہوگی، اور تیسری تاریخ کو من کل الوجوہ ملکیت ثابت ہوگی۔

ضرورۃ : مجبوری کے درجے میں ملکیت۔ غصب کرنا ایک ظلم ہے اس سے ملکیت ثابت نہیں ہونی چاہئے، لیکن غاصب نے

۲ وَلِهٰذا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْاِكْسَابِ دُوْنَ الْاَوْلَادِ ۳ وَالنَّاقِصِ يُكْفِيْ لِنُفُوْذِ الْبَيْعِ دُوْنَ الْعِتْقِ كَمِلْكِ الْمُكَاتَبِ.

قیمت ادا کر دی ہے، اس لئے مجبورا اس کی ملکیت ثابت کرتے ہیں، اس کو ضرورۃ ملکیت ثابت کرنا کہتے ہیں

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلام کو بیچنے کے لئے ناقص ملکیت بھی کافی ہے۔ اور غلام کو آزاد کرنے کے لئے آزاد کرتے وقت ناقص ملکیت کافی نہیں ہے، کامل ملکیت چاہئے

تشریح: کسی نے غلام غصب کیا پھر اس کو بیچ دیا، لیکن بیچتے وقت غاصب غلام کا مالک نہیں تھا، بعد میں غلام کا ضمان ادا کیا اور مالک بنا تو یہ غلام کا بیچنا جائز ہے، بیع جائز ہو جائے گی۔ لیکن ضمان ادا کرنے سے پہلے غاصب نے غلام کو آزاد کیا تو غلام آزاد نہیں ہوگا

وجہ: غلام کو بیچنے کے لئے غلام پر ناقص ملکیت ہو تب بھی بیچ سکتا ہے۔ اور غاصب نے بیچنے کے بعد ضمان ادا کیا ہے تو اس کی ملکیت غصب کرنے کے دن سے شمار کی جائے گی، اور بیچتے وقت من وجہ غاصب کی ملکیت تھی اس لئے بیچنا جائز ہوگا، لیکن آزاد کرنا اس لئے جائز نہیں ہوگا کہ آزاد کرتے وقت غاصب کی ملکیت من وجہ تھی کامل نہیں تھی، اور آزاد کرنے کے لئے کامل ملکیت چاہئے اس لئے آزاد کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ غلام کے بیچنے اور آزاد کرنے میں یہ فرق ہے

ترجمہ: ۲ اس لئے غاصب کا حق غلام کی کمائی میں ظاہر ہوگا، اولاد میں ظاہر نہیں ہوگا

تشریح: یظهر فی حق الاکساب دون الاولاد : مثلا زید نے پہلی جنوری کو عمر کی باندی غصب کی، اور پندرہ جنوری کو باندی نے بچہ دیا، اس وقت باندی پر زید کی ملکیت نہیں تھی، پھر پہلی فروری کو باندی کا ضمان ادا کیا، اور باندی کا مالک بنا، تو یہ بچہ غاصب کا نہیں ہوگا، بلکہ جس کی باندی غصب کی اس کا بچہ ہوگا، لیکن اگر پہلی تاریخ سے لیکر پہلی فروری تک باندی نے مزدوری کمائی تو یہ مزدوری غاصب کی ہوگی، کیونکہ بچہ ہوتے وقت باندی پر کامل ملکیت چاہئے، جو غاصب کی نہیں ہے، اور کسب کی ملکیت کے لئے ناقص ملکیت بھی کافی ہے

ترجمہ: ۳ اور غلام کی بیع کو نافذ ہونے کے لئے ناقص ملکیت کافی ہے، آزاد کرنے کے لئے ناقص ملکیت کافی نہیں ہے (کامل ملکیت چاہئے)، جیسے مکاتب کی ملکیت ہوتی ہے

تشریح : کملک المکاتب: مکاتب کی ملکیت ناقص ہوتی ہے اس لئے وہ مکاتب رہتے ہوئے جو کمائے گا اس کا مالک خود مکاتب ہوگا، لیکن مکاتب ہونے کی حالت میں غلام خریدا تو اس کو آزاد نہیں کر سکتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ آزاد کرتے وقت اس غلام پر کامل ملکیت ہو تو آزاد کر سکتا ہے، ورنہ نہیں، اور کمائی کی ملکیت کے لئے غلام پر ناقص ملکیت ہو تب بھی کمائی کا مالک بن جائے گا، اسی طرح غصب کی صورت میں آزاد کرتے وقت غاصب کی ملکیت کامل ہو تو آزاد کر سکتا ہے ورنہ نہیں، لیکن بیچتے وقت غاصب کی ناقص ملکیت ہو تب بھی بیچنا جائز ہے، یہ فرق ہے

(۱۴۷۰) قَالَ وَوَلَدُ الْمَغْصُوْبَةِ وَنَمَاؤُهَا وَثَمْرَةُ الْبُسْتَانِ الْمَغْصُوْبَةِ اَمَانَةٌ فِي يَدِ الْغَاصِبِ اِنْ هَلَكَ فَلا ضِمَانَ عَلَيْهِ اِلَّا اَنْ يَّتَعَدّى فِيْهَا اَوْ يُطَالِبُهَا مَالِكُهَا فَيَمْنَعُهَا اِيَّاهُ. ١ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ زَوَائِدُ الْمَغْصُوْبِ مَضْمُوْنَةٌ مُتَّصِلَةٌ كَانَتْ اَوْ مُنْفَصِلَةٌ لِوُجُوْدِ الْغَصْبِ وَهُوَ اِثْبَاتُ الْيَدِ عَلىٰ مَالِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ رَضَاهُ، كَمَا فِي الظَّبْيَةِ الْمُخْرِجَةِ مِنَ الْحَرَمِ اِذَا وَلَدَتْ فِي يَدِهٖ يَكُوْنُ مَضْمُوْناً عَلَيْهِ.

ترجمہ : (۱۴۷۰) مغصوبہ چیز کا بچہ اوراس کی بڑھوتری اور مغصوب باغ کا پھل غاصب کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہے۔اگر اسکے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں تعدی کرے یا مالک اس کو طلب کرے پھر بھی اس کو نہ دے۔

اصول: بڑھوتری غاصب کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے۔

تشریح :اس عبارت میں دو باتیں ہیں۔ایک تو یہ کہ مغصوب چیز کو غصب کیا تو وہ مغصوب ہے لیکن غاصب کے ہاتھ میں جو بڑھوتر ہوئی یا بچہ پیدا ہوا یا باغ غصب کیا پھر اس میں پھل آ گیا تو یہ تمام بڑھوتری غاصب کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہیں۔

وجہ :(۱) غصب کا مطلب ہے مالک کو بے دخل کرنا اور یہ معنی اصل چیز میں ہوگا۔ بڑھوتری پر تو مالک کا شروع میں دخل ہی نہیں ہے وہ تو غاصب کے ہاتھ میں پیدا ہوئی ہے۔اس لئے بڑھوتری غاصب کے ہاتھ میں امانت ہوگی۔اور امانت کا قاعدہ یہ ہے کہ بغیر تعدی کے ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں ہے۔(۲) اور دوسری بات یہ ہے کہ مالک بڑھوتری کو غاصب سے مانگے اور غاصب دینے سے انکار کر دے تو اب وہ بڑھوتری امانت کے طور پر نہیں رہی بلکہ انکار کرنے کی وجہ سے گویا کہ غصب کے طور پر ہو گئی۔اس لئے اب بغیر تعدی کے بھی ہلاک ہوگی تو غاصب کو ضمان دینا ہوگا۔

لغت: نماء: بڑھوتری۔

ترجمہ : ١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مغصوب کے جو زوائد ہیں وہ مضمون ہیں، چاہے وہ مغصوب کے ساتھ متصل ہوں (جیسے حسن و جمال)، یا اس سے منفصل ہوں (جیسے بچہ)،اس لئے کہ اس میں بھی غصب پایا گیا ہے، وہ ہے غیر کے مال پر اس کی رضامندی کے بغیر قبضہ ثابت کرنا، جیسا کہ حرم سے ہرنی نکالی گئی ہو اور نکالنے والے کے قبضے میں رہتے ہوئے بچہ دیا (اور وہ ضائع ہو گیا) تو اس کا بھی ضمان لازم ہوتا ہے

تشریح:امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ غصب شدہ مال سے جو بچہ پیدا ہو، یا کوئی بڑھوتری ہو تو وہ غاصب کے قبضے میں امانت نہیں ہوگی، بلکہ مغصوب کی طرح ضمان والا ہوگا، اور بغیر تعدی کے بھی ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان لازم ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ حرم سے شکاری جانور کو نکالنا جرم ہے اگر نکالا تو دم دینا ہوگا، اب ایک آدمی نے گابھن ہرن کو حرم سے نکالا، اور حرم سے نکالنے کے بعد ہرن نے بچہ دیا تو جس طرح ہرن کا ضمان لازم ہوتا ہے، اس بچے کا بھی ضمان لازم ہوگا، اسی طرح غصب کے ضمان کے ساتھ اس سے پیدا شدہ بچے کا بھی ضمان لازم ہوگا

۲ وَلَنَا اَنَّ الْغَصَبَ اِثْبَاتُ الْيَدِ عَلىٰ مَالِ الْغَيْرِ عَلىٰ وَجْهٍ يُزِيْلُ يَدَ الْمَالِكِ عَلىٰ مَاذَكَرْنَاهُ وَيَدُ الْمَالِكِ مَا كَانَتْ ثَابِتَةٌ عَلىٰ هٰذِهِ الزِّيَادَةِ حَتّٰى يُزِيْلُهَا الْغَاصِبُ وَلَوْ اِعْتَبَرَتِ ثَابِتَةٌ عَلَى الْوَلَدِ لَا يُزِيْلُهَا اِذِ الظَّاهِرُ عَدَمُ الْمَنْعِ حَتّٰى لَوْ مَنَعَ الْوَلَدُ بَعْدَ طَلَبِهٖ يَضْمَنُهُ وَكَذَا اِذَا تَعَدّىٰ فِيْهِ كَمَا قَالَ فِيْ الْكِتَابِ ۳ وَذَالِكَ بِاَنْ اَتْلَفَهُ اَوْ ذَبَحَهُ فَاَكَلَهُ اَوْبَاعَهُ وَسَلَّمَهُ ۴ وَفِى الظَّبْيَةِ الْمُخْرِجَةِ لَا يَضْمَنُ

لغت: الظبیۃ: ہرن۔ متصلۃ: مغصوب چیز کے ساتھ ملی ہوئی بڑھوتری، جیسے باندی کا حسن وجمال میں اضافہ ہوگیا۔ منفصلۃ: مغصوب سے جدا والی بڑھوتری، جیسے مغصوب باندی نے بعد میں بچہ دیا

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ غصب کا مطلب یہ ہے کہ غیر کے مال پر اپنا قبضہ جمالے کہ مالک کا قبضہ زائل ہو جائے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، اور اس بڑھوتری میں مالک کا قبضہ تھا ہی نہیں کہ غاصب اس کو زائل کرتا، اور اگر ماں کے تابع کر کے بچے پر مالک کا قبضہ مانا ہی جائے تب بھی غاصب نے اس کو زائل نہیں کیا ہے، اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ غاصب مالک کو بچہ لینے سے نہیں روکے گا، چنانچہ اگر مالک بچہ مانگ لے اور غاصب منع کر دے تو اب غاصب بچے کا بھی ضامن بنے گا، اسی طرح غاصب بچے پر تعدی کر کے ہلاک کرے تب بھی غاصب ضامن بنے گا، جیسا کہ متن میں کہا ہے

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ غصب کا مطلب یہ ہے کہ مالک کے قبضے کو زائل کرے، اور یہاں بڑھوتری میں مالک کا قبضہ پہلے سے تھا ہی نہیں، کیونکہ بڑھوتری تو غاصب کے یہاں پیدا ہوئی ہے، اس لئے غصب کا معنی نہیں پایا گیا، اس لئے یہ بڑھوتری امانت ہوگی۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ ماں کے تابع ہو کر بچہ پر بھی مالک کا قبضہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ غاصب نے اس قبضے کو زائل نہیں کیا ہے، اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ جب بھی مالک بچے کا قبضہ مانگے گا تو غاصب دے دے گا، تو غاصب نے مالک کا قبضہ زائل نہیں کیا ہے، ہاں مالک بچے پر قبضہ مانگے، پھر بھی غاصب قبضہ نہ دے تب سمجھا جائے گا کہ بچے پر بھی غصب کیا ہے، یا پھر بچے پر تعدی کر کے ہلاک کرے تب ضمان لازم ہوگا، اس سے پہلے اس کو غاصب کے ہاتھ میں امانت سمجھا جائے گا

ترجمہ: ۳ بڑھوتری پر تعدی کی صورت یہ ہے کہ اس کو ضائع کر دیا، یا اس کو ذبح کیا اور اس کو کھا لیا، یا اس کو بیچ دیا اور مشتری کو سپرد بھی کر دیا

تشریح: بڑھوتری پر تعدی کرنے کی یہ سب صورتیں ہیں، اس کی وجہ سے غاصب پر بڑھوتری کا بھی ضمان لازم ہوگا، وہ امانت نہیں رہے گی

ترجمہ: ۴ اور جس ہرن کو حرم سے نکال دیا گیا، پھر بچہ پیدا ہوا اور مر گیا، تو اس کو چھوڑنے پر قدرت سے پہلے مر گیا تو اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ حرم آنے سے اس کو روکا نہیں ہے، ہاں اس وقت ضمان ہوگا جب چھوڑنے پر قدرت ہو، اور پھر بھی نہیں چھوڑا، کیونکہ گویا کہ شریعت نے بچے کو حرم میں لانے کا مطالبہ کیا، اور پکڑنے والے نے مطالبہ کے باوجود نہیں چھوڑا

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ حرم کے شکار کو حرم سے نہ نکالا جائے، اور اگر نکالا تو گویا کہ شریعت یہ مطالبہ کرتی ہے، کہ اس کو دوبارہ

وَلَدُهَا اِذَا هَلَکَ قَبْلَ التَّمَکُّنِ مِنَ الْاِرْسَالِ لِعَدَمِ الْمَنْعِ وَاِنَّمَا يَضْمَنُهُ اِذَا هَلَکَ بَعْدَهُ لِوُجُوْدِ الْمَنْعِ بَعْدَ طَلَبِ صَاحِبِ الْحَقِّ وَهُوَ الشَّرْعُ عَلٰى هٰذَا اَكْثَرُ مَشَايِخِنَا ۵؎ وَلَوْ اُطْلِقَ الْجَوَابُ فَهُوَ ضِمَانُ جِنَايَةٍ وَلِهٰذَا يَتَكَرَّرُ بِتَكَرُّرِهَا وَيَجِبُ بِالْاِعَانَةِ وَالْاِشَارَةِ فَلِاَنْ يَجِبَ بِمَا هُوَ فَوْقُهَا وَهُوَ اِثْبَاتُ الْيَدِ عَلٰى غَيْرِهَا مُسْتَحِقُّ الْاَمْنِ اَوْلٰى وَاَحْرٰى.

(۱۴۷۱) قَالَ وَمَا نَقَصَتِ الْجَارِيَةُ بِالْوِلَادَةِ فِيْ ضِمَانِ الْغَاصِبِ فَاِنْ كَانَ فِيْ قِيْمَةِ الْوَلَدِ وَفَاءٌ بِهٖ جَبَرَ

حرم میں داخل ہونے کی گنجائش دو، حرم میں داخل ہونے سے نہ روکو۔

یہ جملہ امام شافعیؒ کو جواب ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ ہرن کو نکالا اور بچہ دیا تو بچے کا بھی ضمان لازم ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بچے کو حرم میں داخل ہونے کا موقع نہیں ہے، مثلا بچہ حرم سے بہت دور ہے، اور بچہ ہلاک ہو گیا تو نکالنے والے پر بچے کی قیمت لازم نہیں ہوگی، کیونکہ حرم میں داخل ہونے سے روکنا نہیں پایا گیا ہے۔ ہاں بچہ حرم سے قریب تھا، اور نکالنے والے نے حرم میں داخل ہونے نہیں دیا تو گویا کہ شریعت نے مطالبہ کیا کہ داخل ہونے دو، اور مطالبہ کے باوجود روکا تو اب بچے کی قیمت لازم ہوگی، کیونکہ شریعت کے مطالبے کے بعد روکا ہے، ہمارے اکثر مشائخ اسی پر ہیں

ترجمہ : ۵؎ اور اگر جواب مطلق ہو (یعنی حرم میں داخل کرنے کا موقع نہیں ملا پھر بھی شکار کے بچے کی قیمت لازم ہو) تو جنایت کا ضمان ہے غصب کا ضمان نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ جنایت جتنی بار مکرر ہوگی اتنی بار ضمان لازم ہوگا، اور حرم کے شکار کی جنایت تو اتنی اہم ہے کہ کوئی اس کی طرف اشارہ کرے، یا شکار کرنے میں مدد بھی کرے تو اس پر بھی ضمان لازم ہو جاتا ہے، اور یہاں تو جو بچہ امن کا مستحق تھا اس پر ہی قبضہ کر رکھا ہے، اس لئے بدرجہ اولی اس پر ضمان لازم ہوگا

تشریح : حرم کے شکار کے ساتھ جنایت کا معاملہ بہت اہم ہے، چنانچہ اگر ایک ہی ہرن کو کئی بار حرم سے نکالا، تو جتنی بار نکالے گا اتنی بار ضمان لازم ہوگا، حالانکہ ہرن ایک ہی ہے، دوسری صورت۔ کوئی نکالے نہیں، بلکہ نکالنے میں مدد کرے تو اس مدد کرنے والے پر بھی ضمان لازم ہوتا ہے۔ تیسری صورت کوئی آدمی حرم کی شکار کی طرف اشارہ کرے تو اس پر ضمان لازم ہو جاتا ہے، یہ جنایت اتنی اہم ہے، اور یہاں نکالنے والے نے بچے کو اپنے قبضے میں رکھا ہے، اور حرم لیجا نہیں رہا ہے تو اس کا جرم غصب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ امن کے مستحق بچے کو امن نہیں دے رہا ہے، اس لئے یہ جرم بڑا ہے، اس پر غصب کی بڑھوتری کو قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔

ترجمہ : (۱۴۷۱) اور باندی میں جو کچھ کمی آئے ولادت کی وجہ سے تو وہ غاصب کے ضمان میں ہے۔ پس اگر بچے کی قیمت سے نقصان پورا ہو سکے تو بچہ کی وجہ سے نقصان پورا کیا جائے گا اور غاصب سے اس کا ضمان ساقط ہو جائے گا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ فائدہ اور نقصان دونوں ایک ہی سبب سے ہوئے ہوں تو نقصان کو فائدہ سے پورا کر دیا جائے گا اور غاصب پر نقصان کا ضمان نہیں ہوگا۔

تشریح : باندی کی ولادت میں نفع بھی ہے کہ مالک کا ایک غلام بڑھ گیا لیکن ولادت کی وجہ سے باندی میں نقصان بھی ہو گیا

النُّقُصَانَ بِالْوَلَدِ وَسَقَطَ ضِمَانُهُ عَنِ الْغَاصِبِ ۱؎ وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ لَا يَنْجَبِرُ النُّقُصَانُ بِالْوَلَدِ لِاَنَّ الْوَلَدَ مِلْكُهُ فَلَا يَصْلُحُ جَابِراً لِمِلْكِهِ ۲؎ كَمَا فِي وَلَدِ الظَّبْيَةِ ۳؎ وَكَمَا اِذَا هَلَكَ الْوَلَدُ قَبْلَ الرَّدِّ اَوْ مَاتَتِ الْاُمُّ وَبِالْوَلَدِ وَفَاءٌ وَصَارَ كَمَا اِذَا جَزَّ صُوفَ شَاةِ غَيْرِهٖ اَوْ قَطَعَ قَوَائِمَ شَجَرِ غَيْرِهٖ اَوْ خَصِىَ عَبْدَ غَيْرِهٖ اَوْ

توچونکہ ایک ہی چیز سے فائدہ اور نقصان دونوں ہیں اس لئے بچے کی قیمت سے باندی کا نقصان پورا کیا جائے گا۔اور جب پورا ہوجائے تو غاصب سے نقصان کا ضمان ساقط ہوجائے گا۔

لغت: وفاء: پورا ہونا۔ جبر: نقصان کی مکافات کرنا۔

ترجمہ: ۱؎ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بچے سے نقصان پورا نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ بچہ تو مالک کی ملکیت ہے، اس لئے مالک ہی کے مال سے نقصان پورا کرنا جائز نہیں ہوگا

اصول: امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ یہ جو بڑھوتری ہے یہ مغصوب کے مالک کی ہے، اس لئے اس سے غاصب کا کیا ہوا نقصان پورا نہیں کیا جائے گا

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو غصب میں بڑھوتری ہوئی ہے وہ مغصوب کے مالک کی چیز ہے اس لئے غاصب نے جو مغصوب میں نقصان کیا ہے اس کو اس بڑھوتری سے پورا نہیں کیا جائے گا

ترجمہ: ۲؎ جیسے کہ ہرن کے بچے میں ہوتا ہے

تشریح: ایک آدمی نے ہرن کو حرم سے نکالا، پھر اس ہرن نے بچہ دیا جس کی وجہ سے ہرن میں نقصان ہو گیا، لیکن بچے کی قیمت اتنی ہے کہ اس نقصان کو پورا کر دیا جائے، پھر بھی اس بچے کی قیمت سے ہرن کے نقصان کو پورا نہیں کیا جائے گا، بلکہ حرم سے نکالنے والے پر ہرن کی قیمت لازم ہوگی، اسی طرح غصب میں بچے کی قیمت سے مغصوب کا نقصان پورا نہیں کیا جائے گا

ترجمہ: ۳؎ اور جیسے نقصان کی قیمت ادا کرنے سے پہلے بچہ مر گیا (تو اس بچے سے نقصان پورا نہیں کیا جائے گا)۔ یا باندی مر گئی، اور بچے میں نقصان پورا کرنے کی صلاحیت تھی، اور ایسا ہو گیا کہ دوسرے کی بکری کا اون کاٹ دیا۔ یا دوسرے کے درخت کی شاخیں کاٹ دی، یا دوسرے کے غلام کو خصی کر دیا، یا دوسرے غلام کو حرفت سیکھایا، جس سے وہ کمزور ہو گیا۔ تو ان تمام صورتوں میں اصل کا نقصان پورا نہیں کیا جاتا ہے

تشریح: اس عبارت میں سات قسم کی چیزیں بیان کی ہیں، جس سے امام شافعیؒ نے ثابت کیا ہے بڑھوتری سے نقصان پورا نہیں کیا جائے گا یہ ثابت کیا جا رہا ہے

۔ا۔ یہ اوپر گزرا کہ حرم سے نکالی ہوئی ہرن کا نقصان اس کے بچے سے پورا نہیں کیا جائے گا۔۲۔ باندی میں نقصان ہوا تھا، ابھی بچے کو بیچ کر یہ نقصان پورا ابھی نہیں کیا تھا کہ بچہ مر گیا تو اب ماں کا نقصان بچے سے کیسے پورا کیا جائے۔۳۔ بچہ میں نقصان پورا کرنے کی صلاحیت تھی، لیکن ابھی نقصان پورا ابھی نہیں کیا تھا کہ ماں کا انتقال ہو گیا تو اب بچے کے ذریعہ ماں کا نقصان کیسے پورا کیا جائے گا، وہ تو پہلے ہی مر چکی ہے۔۴۔ دوسرے کی بھیڑی کا اون کاٹا، جس سے بھیڑی کا نقصان ہوا تھا، لیکن دوبارہ اون

عَلَّمَهُ الْحِرْفَةَ فَاَضْنَاهُ التَّعْلِيْمُ، ۴؎ وَلَنَا اَنَّ سَبَبَ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ وَاحِدٌ وَهُوَ الْوِلَادَةُ اَوِ الْعُلُوْقُ عَلٰى مَاعُرِفَ وَعِنْدَ ذَالِكَ لَا يُعَدُّ نُقْصَاناً فَلَا يُوْجِبُ ضِمَاناً وَصَارَ كَمَا اِذَا غَصَبَ جَارِيَةً سَمِيْنَةً فَهَزَلَتْ ثُمَّ سَمِنَتْ اَوْ سَقَطَتْ ثَنِيَّتُهَا ثُمَّ نَبَتَتْ ۵؎ اَوْ قَطَعَ يَدَ الْمَغْصُوْبِ فِيْ يَدِهٖ وَاَخَذَ اِرْشَهَا وَاَدَّاهُ مَعَ الْعَبْدِ

اگ گیا، اور بھیڑی کی قیمت بڑھ گئی تو اس قیمت کے بڑھنے سے نقصان پورا نہیں کیا جائے گا۔ ۵۔ دوسرے درخت کی شاخیں کاٹی، لیکن تین مہینے کے بعد دوبارہ شاخیں آگئی اور درخت کی قیمت بڑھ گئی، تو یہاں بھی شاخ کے بڑھنے سے شاخ کے کاٹنے کا نقصان پورا نہیں کیا جائے گا۔ ۶۔ دوسرے کے غلام کو خصی کر دیا، لیکن اس خصی کرنے کی وجہ سے غلام اور مضبوط ہو گیا، اور اس کی قیمت بڑھ گئی، تو اس قیمت بڑھنے سے خصی کرنے کے نقصان پورا نہیں کیا جائے گا۔ ۷۔ غلام کو اچھی تعلیم دی جس کی وجہ سے وہ اچھا کاریگر بن گیا اور غلام کی قیمت بڑھ گئی، لیکن تعلیم دینے سے یہ نقصان ہوا کہ غلام کمزور ہو گیا، تو کاریگری کی قیمت سے غلام کی کمزوری کو پورا نہیں کیا جاتا ہے، اسی طرح غصب کی باندی میں جو نقصان ہوا ہے اس کو اس کے بچے سے پورا نہیں کیا جائے گا، یہ امام شافعیؒ کی سات دلیلیں ہیں

لغت: وفاء: پورا کرنے کی چیز۔ جز: بال کاٹنا۔ صوف: اون۔ قوائم: قائم سے مشتق ہے۔ شاخیں۔ جانور کی ٹانگیں اضناہ: دبلا کرنا، کمزور کر دیا۔ الحرفۃ: کاریگری۔

ترجمہ: ۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں بڑھوتری اور نقصان کا سبب ایک ہی ہے، اور وہ ہے بچہ پیدا ہونا (اس سے باندی کو نقصان ہوا ہے، اور اسی سے بچے کی بڑھوتری بھی ہوئی ہے) یا حمل ٹھہرنا، جیسا کہ معلوم ہوا ہے، اور اس صورت میں نقصان شمار نہیں کیا جائے گا اس لئے غاصب پر ضمان لازم نہیں ہوگا، اور ایسا ہو گیا کہ موٹی باندی غصب کی، پھر وہ باندی دبلی ہو گئی، پھر موٹی ہو گئی (تو یہ پہلے کی طرح موٹی ہو گئی ہے اس لئے غاصب پر کوئی ضمان نہیں ہے)۔ یا باندی کے دونوں اگلے دانت ٹوٹ گئے ہوں، پھر اگ آئے ہوں۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں باندی کو بچہ پیدا ہوتے وقت نقصان ہوا ہے، لیکن اسی ولادت سے بچہ پیدا ہوا اور گویا کہ اضافہ ہوا، جو نقصان کو پورا کر دے، تو یہاں ایک ہی سبب سے نقصان بھی ہوا ہے اور بڑھوتری بھی ہوئی ہے، اس لئے بڑھوتری سے نقصان پورا کر دیا جائے گا، اور غاصب پر الگ سے ضمان لازم نہیں ہوگا، اس کی مثال یہ ہے کہ موٹی باندی کو غصب کیا تھا، دو ماہ کے بعد وہ دبلی پتلی ہو گئی اور نقصان ہو گیا، لیکن اگلے دو ماہ کے بعد وہ دوبارہ موٹی ہو گئی اور نقصانکو پورا کر دیا تو غاصب پر اس دبلی ہونے کا کوئی ضمان لازم نہیں ہوتا ہے، اسی طرح ولادت کے نقصان میں بھی بچے سے پورا کر دیا جائے گا، اور غاصب پر الگ سے کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔ دوسری مثال دی ہے کہ غصب شدہ باندی کا اگلا دانت ٹوٹ گیا جس سے نقصان ہوا، لیکن دو ماہ کے بعد پھر سے دانت نکل آیا اور قیمت بڑھ گئی تو یہاں بھی غاصب کو نقصان نہیں دینا پڑتا ہے

لغت: علوق: حمل ٹھہرنا۔ سمینۃ: موٹی۔ ہزلت: دبلی ہو جانا۔ ثنیۃ: یہ ثنائی سے مشتق ہے۔ سامنے کے دو دانت۔ نبت: اگ گیا

ترجمہ: ۵؎ یا غاصب کے پاس مغصوب غلام کا کسی نے ہاتھ کاٹا، پھر غاصب نے اس کی دیت لی اور غلام کے مالک کو غلام

يَحْتَسِبُ عَنْ نُقْصَانِ الْقَطْعِ ٦ وَوَلَدُ الظَّبْيَةِ مَمْنُوعٌ، ٧ وَكَذَا اِذَا مَاتَتِ الْاُمُّ ٨ وَتَخْرِيجُ الثَّانِيَةِ اَنَّ الْوِلَادَةَ لَيْسَتْ بِسَبَبٍ لِمَوْتِ الْاُمِّ اِذِ الْوِلَادَةُ لَا تُفْضِيْ اِلَيْهِ غَالِباً ٩ وَبِخِلَافِ مَا اِذَا مَاتَ الْوَلَدُ قَبْلَ

کے ساتھ دیت بھی دے دی، تو یہ کاٹنے کے نقصان میں گن لیا جائے گا

تشریح: یہ تیسری مثال ہے کہ غاصب کے پاس غلام تھا، کسی نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جس سے نقصان ہو گیا، لیکن غاصب نے ہاتھ کاٹنے والے سے ہاتھ کی دیت لی، اور اس دیت کے ساتھ غلام کو مالک کی طرف واپس کیا تو غاصب پر الگ سے کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ہاتھ کا نقصان دیت مالک کو دے دی ہے، اسی طرح باندی کی ولادت سے جو نقصان ہوا وہ بچے کی قیمت سے پوری کر دی جائے گی

لغت: ارش: ہاتھ کٹنے کی دیت۔

ترجمہ: ٦ اور ہرن کے بچے سے ہرن کا نقصان پوری نہیں ہوگا، یہ بات نہیں ہے

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ ہرن کو حرم سے باہر بچہ ہوا اور اس کی وجہ سے نقصان ہوا تو اس کے بچے سے نقصان نہیں پورا کیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حنفیہ کی ظاہری روایت میں یہی ہے کہ بچے کی وجہ سے ہرن کا نقصان پورا کر دیا جائے گا، اور صاحب ہدایہ اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں

ترجمہ: ٧ اور ایسے ہی اگر ماں کا انتقال ہو گیا ہے، اور بچے سے نقصان پورا ہو سکتا ہے

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ ماں کو ولادت کی وجہ سے نقصان ہوا، پھر ماں مر گئی، لیکن بچے میں اتنی صلاحیت تھی کی اس کو بیچ کر ماں کا نقصان پورا کیا جائے، لیکن ایسا نہیں کرتے ہیں۔ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے، بلکہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ ماں کا نقصان بچے سے پورا کیا جائے گا

ترجمہ: ٨ دوسرا جواب یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونا ماں کی موت کا سبب نہیں ہے (ماں کی موت کسی اور سبب سے ہوئی ہے)، اس لئے کہ عام طور پر بچہ پیدا ہونے سے ماں کی موت نہیں ہوتی ہے

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو دوسرا جواب ہے کہ مان لیا جائے کہ ماں کا نقصان بچے سے پورا نہیں کیا گیا، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی سبب ہو، یعنی بچہ پیدا ہونے ہی سے ماں میں نقصان پیدا ہوا ہو تو بچے سے پورا کیا جائے گا، لیکن یہاں، لیکن ماں کی موت کا سبب بچہ پیدا ہونا نہیں ہے، بلکہ کسی اور مرض سے مری ہے، کیونکہ عام طور پر بچہ پیدا ہونے سے ماں نہیں مرتی ہے، ورنہ ساری دنیا کی عورت مر جاتی، تو چونکہ دونوں کا سبب الگ الگ ہے اس لئے بچے سے یہاں ماں کا نقصان پورا نہیں کیا گیا ہے۔ موت کے علاوہ بچہ پیدا ہونے ہی سے کوئی اور نقصان ہوتا تو اس کو بچے سے پورا کر دیا جاتا

ترجمہ: ٩ بخلاف اگر بچہ نقصان ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو (اب بھی بچے سے ماں کا نقصان پورا نہیں کیا جائے گا، کیونکہ وہ تو مر چکا ہے)، اس لئے کہ نقصان سے بری ہونے کے لئے اصل کو واپس کرنا بھی ضروری ہے، اسی طرح خلیفہ کو بھی

الرَّدِّ، لِاَنَّهُ لَابُدَّ مِنْ رَدِّ اَصْلِهِ لِلْبَرَائَةِ فَكَذَا لَابُدَّ مِنْ رَدِّ خُلْفِهِ ۱۰؎ وَالْخِصَاءِ لَا يَعِدُّ زِيَادَةً لِاَنَّهُ غَرَضُ بَعْضِ الْفَسَقَةِ، ۱۱؎ وَلَا اِتِّحَادَ فِي السَّبَبِ فِيمَا وَرَاءَ ذَالِكَ مِنَ الْمَسَائِلِ لِاَنَّ سَبَبَ النُّقْصَانِ الْقَطْعِ وَالْجَزِّ وَسَبَبُ الزِّيَادَةِ النُّمُو ۱۲؎ وَسَبَبُ النُّقْصَانِ التَّعْلِيمِ وَالزِّيَادَةِ سَبَبُهَا الْفَهْمُ.

(۱۴۷۲) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ جَارِيَةً فَزَنىٰ بِهَا فَحَبِلَتْ ثُمَّ رَدَّهَا وَمَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا يَضْمَنُ قِيمَتَهَا يَوْمِ

واپس کرنا ضروری ہے (اور یہاں خلیفہ، یعنی بچہ مر چکا ہے)

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے۔ یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ ماں کا نقصان بچے سے اس وقت پورا کیا جائے گا جب ماں کا نقصان ادا کرتے وقت بچہ موجود ہو، یہاں بچہ پہلے مر چکا ہے، ماں نقصان کے ساتھ بعد میں واپس کی جا رہی ہے، اس لئے بچے سے ماں کا نقصان کیسے ادا کیا جائے گا

ترجمہ: ۱۰؎ اور غلام کو خصی کرنے سے اس کی قیمت بڑھ جائے، یہ صحیح نہیں ہے اس لئے یہ بعض فاسقوں کی غرض ہے

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ غلام کو خصی کرنے سے اس کا نقصان ہوا، پھر اس کی قیمت بڑھ گئی، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کچھ فاسق قسم کے لوگ غلام کو خصی بنا کر ہیجڑا بنا دیتے تھے اور اس سے ہیجڑے کی طرح ناچ گانے کا کام لیتے تھے، جو اچھی بات نہیں ہے، اس لئے یوں کہنا کہ خصی کرنے سے اس کی قیمت بڑھ گئی یہ صحیح بات نہیں ہے۔ ہاں جانور کو خصی کرنے سے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے، غلام کی نہیں

ترجمہ: ۱۱؎ اور دوسرے دو معاملے میں سبب کا اتحاد نہیں ہے، اس لئے کہ نقصان کا سبب شاخ کاٹنا اور بال کاٹنا ہے، اور زیادتی کا سبب پھر دوبارہ بڑھ جانا ہے

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا، کہ اون کاٹ دیا یہ نقصان ہوا پھر دو ماہ میں وہی اون بڑھ گیا تو یہ بڑھوتری ہوئی، اسی طرح درخت کی شاخیں کاٹ دی یہ نقصان ہوا، پھر دو ماہ بعد شاخیں بڑھ گئیں، تو یہ بڑھوتری ہوگئی، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہاں کاٹنے کا سبب الگ ہے اور بڑھنے کا سبب الگ ہے اس لئے بڑھوتری نقصان کو پورا نہیں کیا گیا ہے، میں اس صورت میں بڑھوتری سے نقصان پورا کرنے کا قائل ہوں جبکہ نقصان اور بڑھوتری دونوں کا سبب ایک ہی ہو

ترجمہ: ۱۲؎ اور غلام کو پڑھانے میں نقصان کا سبب تعلیم ہے اور زیادتی کا سبب اس کی سمجھ ہے (اس لئے سبب ایک نہیں رہا دو ہو گئے)

تشریح: یہ جملہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ غلام کو کاریگری سکھایا جس سے وہ دبلا ہو گیا، لیکن کاریگری سیکھ کر اس کی قیمت بڑھ گئی، تو یہاں بھی بڑھوتری سے نقصان کی بھرپائی نہیں کی گئی، تو اس کو جواب دیا جا رہا ہے کہ یہاں دو سبب الگ الگ ہیں، دبلا پن آیا ہے تعلیم سے، اور غلام کی قیمت بڑھی ہے اس کی سمجھ سے، اس لئے اسباب الگ الگ ہیں اس لئے ایک سے دوسرے کی پرتی نہیں کی گئی ہے، نقصان اور زیادتی دونوں کا سبب ایک ہی ہوتا تو بڑھوتری سے نقصان پورا کر دیا جاتا۔

ترجمہ: (۱۴۷۲) کسی نے باندی غصب کی، پھر اس سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی، پھر غاصب نے اس باندی کو

عَلَّقَتْ وَلَا ضِمَانَ عَلَيْهِ فِي الْحُرَّةِ هٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَا يَضْمَنُ فِي الْاَمَةِ اَيْضاً. ١ لَهُمَا اَنَّ الرَّدَّ قَدْ صَحَّ وَالْهَلَاكُ بَعْدَهُ بِسَبَبِ حَدَثٍ فِي يَدِ الْمَالِكِ، وَهُوَ الْوِلَادَةُ، فَلَا يَضْمَنُ الْغَاصِبُ ٢ كَمَا اِذَا حَمَّتْ فِي يَدِ الْغَاصِبِ ثُمَّ رَدَّهَا فَهَلَكَتْ اَوْ زَنَتْ فِي يَدِهِ ثُمَّ رَدَّهَا فَجَلَدَتْ فَهَلَكَتْ مِنْهُ،

مالک کی طرف واپس کر دیا، لیکن بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے نفاس میں وہ باندی مالک کے پاس مرگئی، تو غاصب نے جس دن حمل ٹھہرایا اس دن کی باندی کی قیمت کا ضامن ہوگا، لیکن یہی صورت آزاد عورت کا ہو (یعنی آزاد عورت سے زنا کیا، پھر ولادت میں اس عورت کی موت ہوگئی تو زانی اس عورت کی قیمت کا ضامن نہیں بنے گا) یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ غاصب باندی کی قیمت کا بھی ضامن نہیں بنے گا

ترجمہ: ١ اس لئے کہ غاصب نے جو مالک کی طرف واپس کی ہے وہ صحیح واپس کی ہے، اور باندی جو ہلاک ہوئی ہے، وہ مالک کے قبضے میں رہتے ہوئے الگ سبب (ولادت سے ہلاک ہوئی ہے) اس لئے غاصب اس کا ضامن نہیں بنے گا

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا یہاں اصول یہ ہے کہ غاصب کے حمل ٹھہرانے سے بچہ پیدا ہوا، اور اس سے بچے کی وجہ سے باندی ہلاک ہوئی ہے اس لئے غاصب پر حمل ٹھہرانے کے دن کی قیمت لازم ہوگی، اور اس سبب کا بعد میں بھی اعتبار کیا جائے گا

اصول: صاحبین کا اصول یہ ہے کہ گویا کہ غاصب نے باندی کو صحیح سالم واپس کیا ہے، اور گویا کہ مالک کے ہاتھ میں الگ سبب سے باندی ہلاک ہوئی ہے اس لئے غاصب پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: کسی نے باندی غصب کی، پھر اس سے زنا کیا اور حمل ٹھہرا دیا، بعد میں اس باندی کو مالک کی طرف واپس کیا، باندی نے بچہ دیا اور اسی بچہ دینے سے نفاس کی حالت ہی میں باندی کا انتقال ہوگیا، تو امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ جس دن باندی کو حمل ٹھہرایا، گویا کہ اسی دن یہ باندی غاصب کی ہوگئی ہے، اور اسی حمل کی وجہ سے مری ہے، اس لئے حمل ٹھہرنے کے دن باندی کی جو قیمت ہے وہ قیمت غاصب پر لازم ہوگی

صاحبینؒ کی رائے یہ ہے کہ باندی کو گویا کہ صحیح سالم مالک کی طرف واپس کیا ہے، اور گویا کہ بچہ پیدا ہونا یہ الگ سبب ہے جو مالک کے پاس جا کر پیدا ہوا ہے اور اس سے باندی مری ہے اس لئے غاصب کا کوئی قصور نہیں ہے اس لئے غاصب پر کوئی ضمان نہیں ہے

ترجمہ: ٢ جیسے غاصب کے قبضے میں رہتے ہوئے باندی کو بخار آیا، پھر غاصب نے مالک کی طرف واپس کیا اور اس بخار سے باندی مرگئی تو غاصب پر باندی کا ضمان لازم نہیں ہوتا ہے (تو یہاں بھی غاصب پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا)، یا باندی نے غاصب کے علاوہ کسی اور سے غاصب کے یہاں ہی زنا کرایا، پھر غاصب نے مالک کی طرف واپس کیا، پھر باندی پر کوڑے لگے جس سے باندی مرگئی (تو غاصب پر باندی کا ضمان لازم نہیں ہوتا ہے) اسی طرح یہاں بھی غاصب پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: صاحبینؒ نے دو دلیل دی ہیں۔ غاصب کے پاس رہتے ہوئے باندی کو بخار آیا، پھر غاصب نے باندی مالک کی طرف واپس کیا، اور مالک کے پاس اس بخار سے باندی مرگئی تو غاصب پر ضمان لازم نہیں آتا ہے، کیونکہ گویا کہ یہ مالک کے پاس نئے سبب سے مری ہے۔ دوسری مثال یہ دے رہے ہیں کہ باندی نے غاصب سے نہیں بلکہ کسی اور شخص سے زنا کرایا، اسی

۳؎ وَكَمَنِ اشْتَرىٰ جَارِيَةً قَدْ حَبَلَتْ فِي يَدِ الْبَائِعِ فَوَلَدَتْ عِنْدَ الْمُشْتَرِي وَمَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا لَا يَرْجِعُ عَلَى الْبَائِعِ بِالْاِتِّفَاقِ بِالثَّمَنِ. ۴؎ وَلَهُ اَنَّهُ غَصَبَهَا وَمَا انْعَقَدَ فِيهَا سَبَبُ التَّلْفِ وَرُدَّتْ وَفِيهَا ذَالِكَ فَلَمْ يُوجَدُ الرَّدُّ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ اَخَذَهُ فَلَمْ يَصِحَّ الرَّدُّ وَصَارَ ۵؎ كَمَا اِذَا جَنَتْ فِي يَدِ الْغَاصِبِ جِنَايَةٌ فَقَتَلَتْ بِهَا فِي يَدِ الْمَالِكِ اَوْ دَفَعَتْ بِهَا بِاَنْ كَانَتِ الْجِنَايَةُ خَطأً يَرْجِعُ عَلَى

حال میں غاصب نے مالک کی طرف واپس کر دیا، پھر مالک کے پاس اس زنا کی سزا ملی، اور اس سزا سے باندی مرگئی تو غاصب پر اس باندی کی قیمت لازم نہیں ہوتی ہے، اسی طرح یہاں غاصب کے حمل کی وجہ سے مالک کے پاس باندی مری ہے تو غاصب پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ۳؎ اور جیسے بائع کے قبضے میں رہتے ہوئے باندی حاملہ ہوگئی تھی اس باندی کو خریدا، پھر مشتری کے پاس بچہ دیا، اور اسی ولادت میں باندی کی موت ہوگئی تو بالاتفاق بائع سے کوئی قیمت نہیں لے گا

تشریح: یہ صاحبینؒ کی جانب سے تیسری دلیل ہے، بائع کو بھی معلوم نہیں تھا کہ باندی حاملہ ہے، اور مشتری کو بھی معلوم نہیں تھا کہ باندی حاملہ ہے، لیکن حقیقت میں باندی حاملہ ہو چکی تھی، اسی حال میں مشتری نے باندی کو خرید لیا، اب مشتری کے پاس بچہ دیتے وقت باندی مرگئی، تو سب کے نزدیک ہے کہ جس باندی پر بیع ہوئی تھی بائع نے اس کو مشتری کو سپرد کر دیا ہے، اس لئے بائع مزید کسی قیمت کا ذمہ دار نہیں ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ غاصب کے زنا سے باندی مالک کے پاس مری ہے تو غاصب اس کا ضمان نہیں دے گا

ترجمہ: ۴؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب غاصب نے غصب کیا تھا تو باندی میں (حمل کی وجہ سے) مرنے کا سبب نہیں تھا، جب غاصب نے مالک کی طرف واپس کیا تو باندی (حاملہ تھی) اور مرنے کا سبب موجود تھا، اس لئے جس حالت میں غصب کیا تھا اس حالت میں باندی کو واپس نہیں کیا ہے (اس لئے غاصب کو ضمان دینا ہوگا)

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس حال میں باندی کو غصب کیا تھا اس حال میں واپس نہیں کیا ہے، غصب کیا تھا تو باندی حاملہ نہیں تھی، اور جب واپس کیا ہے تو باندی کے مرنے کا سبب حمل موجود ہے، اس لئے غاصب کے حمل کے سبب مری ہے اس لئے غاصب کو ضمان دینا ہوگا

ترجمہ: ۵؎ اور ایسا ہوگیا کہ باندی نے غاصب کے یہاں رہتے ہوئے ایسی جنایت کی جس کی وجہ سے مالک کے یہاں جا کر قتل کی گئی (تو غاصب کو اس کا ضمان دینا پڑتا ہے)، یا جرم کے بدلے میں باندی دینی پڑی، اس طرح کہ جنایت خطاء تھی (تو ان دونوں صورتوں میں غاصب کو ضمان دینا پڑتا ہے) تو یہاں بھی غاصب کو ضمان دینا پڑے گا

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے دو دلیلیں ہیں۔ ا۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ باندی نے غاصب کے پاس رہتے ہوئے جنایت کی، پھر جب مالک کے یہاں گئی تو اس جنایت کے بدلے میں باندی قتل کر دی گئی تو غاصب کو باندی کی قیمت دینی پڑتی ہے، اسی طرح غاصب نے زنا کی اور مالک کے یہاں اس کی وجہ سے مرگئی تو غاصب کو باندی کی قیمت دینی پڑے گی۔ ۲۔ دوسری مثال یہ ہے کہ باندی نے غاصب کے یہاں رہتے ہوئے جنایت خطا کی، اور اس جنایت کی وجہ سے مالک کے یہاں

الْغَاصِبِ بِكُلِّ الْقِيْمَةِ، كَذَا هٰذَا ۶ بِخِلَافِ الْحُرَّةِ لِاَنَّهَا لَا تَضْمَنُ بِالْغَصَبِ لِيَبْقٰى ضِمَانُ الْغَصَبِ بَعْدَ فَسَادِ الرَّدِّ ۷ وَفِي فَصْلِ الشِّرَاءِ الْوَاجِبِ اِبْتِدَاءَ التَّسْلِيْمِ وَمَا ذَكَرْنَاهُ شَرْطَ صِحَّةِ الرَّدِّ ۸ وَالزِّنَاءِ سَبَبٌ لِجِلْدٍ مُؤْلِمٍ لَا جَارِحٌ وَلَا مُتْلِفٌ فَلَمْ يُوْجِدِ السَّبَبُ فِي يَدِ الْغَاصِبِ.

جا کراس کے بدلے میں باندی دینی پڑی تو اس صورت میں بھی غاصب کو باندی کی قیمت دینی پڑتی ہے، اسی طرح غاصب نے زنا کی تو باندی کی قیمت دینی پڑے گی۔

ترجمہ : ۶ بخلاف آزاد عورت کے اس لئے غصب کی وجہ سے آزاد عورت کا ضمان لازم نہیں ہوتا، تو فاسد رد کے بعد ضمان کیسے واجب ہوگا

تشریح : یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا کہ آزاد عورت کو غصب کر لے تو غاصب پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوتا، اس لئے غاصب زنا کر لے تو غاصب پر ضمان لازم نہیں ہوگا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ آزاد عورت کو غصب کر لے تو ضمان ہوتا ہی نہیں، اس لئے فاسد طور پر غصب کرے تو ضمان کیسے لازم آئے گا، اس لئے اس سے امام شافعی کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: ۷ اور خریدنے کے فصل میں ابتداء سپرد کرنا واجب ہے، اور ہم نے جو ذکر کیا واپس کرنے کا صحیح ہونا شرط ہے

تشریح: یہاں دو محاورے استعمال کئے ہیں دونوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ ایک ہے تسلیم، سپرد کرنا، بیع میں ایسا ہوتا ہے کہ مبیع کو سپرد کرنا ہوتا ہے، لیکن سپرد کرنے میں یہ ہے کہ جس عین پر عقد ہوا ہے اسی کو سپرد کرنا ہے، اس میں صفات کا اعتبار نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مبیع میں صفت کے مقابلے میں قیمت نہیں ہوتی۔ اس قاعدے کے بعد، امام شافعیؒ کا جواب سمجھیں، انہوں نے استدلال کیا تھا کہ باندی کو خریدا اور وہ بائع کے یہاں حاملہ ہوگئی تھی، اور اسی حال میں مشتری کو سپرد کر دیا، اور مشتری کے یہاں بچہ دیتے وقت باندی مرگئی تو بائع پر اس کی قیمت لازم نہیں، اسی طرح غاصب پر باندی کی قیمت لازم نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باندی پر عقد بیع ہوئی ہے، اس کی صفت پر نہیں کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں۔ اور بائع نے باندی سپرد کر دی، اور مشتری کے یہاں جا کر مری، تو بائع پر عین باندی کو سپرد کرنا تھا وہ کر دیا اس لئے بائع پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ ۲۔ اور دوسرا غصب میں ہوتا ہے، رد، یعنی واپس کرنا، اور واپس کرنے میں یہ شرط ہے کہ عین باندی بھی واپس کرے، اور اس میں صفت کا بھی اعتبار ہو، یعنی جس صفت پر غصب کیا ہے کہ باندی حاملہ نہیں تھی، اسی صفت پر واپس کرنا ہوگا، اور یہاں غاصب نے اس صفت پر واپس نہیں کیا ہے جس صفت پر غصب کیا تھا، بلکہ حاملہ کر کے واپس کیا ہے، اس لئے یہاں غاصب ضمان لازم ہوگا۔ سپرد کرنا، اور رد کرنے میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ : ۸ اور باندی کی زنا پر ہلکا کوڑا لگانا واجب ہے، ایسا کوڑا نہیں کہ باندی مر ہی جائے، اور اگر کوڑا لگانے سے مرگئی ہے تو یہ غاصب کے یہاں سے آیا ہوا سبب نہیں ہے، (اس لئے غاصب پر باندی کا ضمان لازم نہیں ہوگا)

تشریح : یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ، غاصب کے قبضے میں رہتے ہوئے زنا کرائی، اور مالک کے پاس جا کر حد لگی اور مرگئی تو اس کی قیمت غاصب پر نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ غاصب کے یہاں جو زنا کرائی ہے اس کی سزا باندی پر ہلکا کوڑا ہے، جس سے باندی مرے نہیں، اور یہاں قاضی نے زیادتی کی کہ اتنا سخت کوڑا مادیا کہ باندی مرگئی، تو

(١٤٧٣) قَالَ وَلَا يَضْمَنُ الْغَاصِبُ مَنَافِعَ مَاغَصَبَهُ اِلَّا اَنْ يَّنْقُصَ بِاسْتِعْمَالِهِ فَيُغْرِمُ النُّقْصَانَ، ل وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَضْمَنُهَا فَيَجِبُ اَجْرُ الْمِثْلِ، وَلَا فَرْقَ فِي الْمَذْهَبَيْنِ بَيْنَمَا اِذَا عَطَّلَهَا اَوْ سَكَنَهَا،

قاضی کی زیادتی ہے، غاصب کے یہاں سے آیا ہوا سبب نہیں ہے، اس لئے غاصب پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا

لغت: جلد: کوڑا لگانا۔ مولم: الم سے مشتق ہے، ہلکی مار۔ جارح: جرح سے مشتق ہے، زخم لگانے والا کوڑا۔ متلف: تلف سے مشتق ہے، ہلاک کر دینا۔

ترجمہ: (١٤٧٣) غاصب اس نفع کا ضمان نہیں دیگا جن کو غصب کیا، ہاں مغصوب کو استعمال کرنے سے نقصان ہوا تو نقصان کا تاوان دیگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ نفع کی جب تک آپس میں قیمت طے نہ کی جائے، اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے، وہ اعراض ہیں، اس لئے غاصب پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: مثلاً گھر غصب کیا اور ایک مہینے تک اپنے پاس رکھے رہا نہ خود اس میں رہا اور نہ کسی اور کو رہنے دیا تو ایک مہینے کی رہائش کے منافع کی جو اجرت ہوگی غاصب اس کا ضامن نہیں ہوگا۔ اسی طرح غاصب گھر میں ایک ماہ تک رہا تو اس رہنے کا کرایہ نہیں دے گا ہاں! غاصب کے رہنے کی وجہ سے گھر میں کوئی نقص پیدا ہوتا تو غاصب کو نقصان کا تاوان دینا پڑتا۔

وجہ: (١) جب تک کہ منافع کی عقد اجرت نہ ہو ہمارے یہاں وہ متقوم نہیں ہے۔ اور یہاں عقد اجرت ہوا نہیں اس لئے یہ متقوم نہیں ہے، اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اس لئے غاصب پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔ ہاں! رہنے کی وجہ سے گھر کا نقصان ہو جائے تو چونکہ عین چیز کو نقصان کیا اور ہلاک کیا اس لئے اس کی قیمت دینی ہوگی (٢) حضرت علیؓ کے قول سے پتہ چلتا ہے کہ منافع کی قیمت لازم نہیں ہوگی۔ عن عامر الشعبی فی رجل وجد جاریته فی ید رجل قد ولدت منه فاقام البینة انها جاریته واقام الذی فی یده الجاریة البینة انه اشتراها قال فقال علیؓ یاخذ صاحب الجاریة جاریته ویوخذ البائع بالخلاص، قال سمعت الشعبی یقول لیس الخلاص بشیء من باع مالا یملک فهو لصاحبه ویتبع المشتری البائع بما اعطاه ولیس علی البائع اکثر من ان یرد ما اخذ ولا یوخذ غیره (سنن للبیهقی، باب من غصب جاریة فباعها ثم جاء رب الجاریة، ج سادس، ١٦٦، نمبر ١١٥٤٨) اس قول میں حضرت علیؓ نے مالک کی طرف صرف باندی لوٹانے کا حکم دیا اور مشتری کو کہا کہ بائع کو جتنی قیمت دی ہے وہ واپس لے لے۔ لیکن مشتری نے باندی سے جو فائدہ اٹھایا ہے اس کی کوئی اجرت مشتری پر لازم نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوا کہ منافع کی جب تک اجرت متعین نہ کرے اس وقت تک اس کی اجرت لازم نہیں ہوتی ہے۔

ترجمہ: ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس نفع کا غاصب ضامن ہوگا، اور مثلی اجرت غاصب پر لازم ہوگی، اور دونوں کے مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے کہ گھر کو معطل چھوڑ دے، یا اس میں رہے

اصول: امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ نفع کی قیمت ہوتی ہے اس لئے چاہے اس کو استعمال کرے یا بیکار چھوڑ دے اس کا کرایہ

۲؎ وَقَالَ مَالِکٌ اِنْ سَکَنَهَا یَجِبُ اَجْرُ الْمِثْلِ وَاِنْ عَطَّلَهَا لَا شَیْءَ عَلَیْهِ ۳؎ لَهُ اَنَّ الْمَنَافِعَ اَمْوَالٌ مُتَقَوِّمَةٌ حَتّٰی تَضْمَنَ بِالْعُقُوْدِ فَکَذَا بِالْغُصُوْبِ، ۴؎ وَلَنَا اَنَّهَا حَصَلَتْ عَلٰی مِلْکِ الْغَاصِبِ لِحُدُوْثِهَا فِی اِمْکَانِهَا اِذْ هِیَ لَمْ تَکُنْ حَادِثَةً فِی یَدِ الْمَالِکِ لِاَنَّهَا اِعْرَاضٌ لَا تَبْقٰی فَیَمْلِکُهَا دَفْعاً لِحَاجَتِهِ وَالْاِنْسَانُ لَا یَضْمَنُهُ مِلْکَهُ کَیْفَ وَاَنَّهُ لَا یَتَحَقَّقُ غَصْبُهَا وَاتْلَافُهَا لِاَنَّهُ لِاِبْقَاءٍ لَهَا وَلِاَنَّهَا لَاتُمَاثِلُ

دینا ہوگا

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چاہے بیکار چھوڑ دے یا نفع استعمال کرے دونوں صورتوں میں اس کی وہ اجرت دینی ہوگی جو اجرت بازار میں ہوسکتی ہے

وجہ: نفع ان کے یہاں متقوم اور قیمتی ہے، اس کو غاصب نے ضائع کیا ہے اس لئے اس کی قیمت دینی ہوگی

ترجمہ: ۲؎ امام مالک نے فرمایا کہ اگر گھر میں غاصب رہا ہے تو اس پر مثلی اجرت لازم ہوگی، اور اس کو بیکار چھوڑ دیا تو تو غاصب پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۳؎ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفع متقوم، یعنی قیمت والا مال ہے، یہی وجہ ہے کہ اس پر عقد ہو جائے تو اس کی قیمت ہوتی ہے، اسی طرح غصب کرنے سے بھی قیمت واجب ہوگی

تشریح: امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفع قیمتی مال ہے، چنانچہ اس پر عقد ہو جائے تو اس کی قیمت واجب ہو جاتی ہے، اسی طرح اس پر غصب کیا تو بھی اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی

ترجمہ: ۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ نفع غاصب کی ملکیت میں پیدا ہوا، اس لئے کہ اسی کے کسب سے پیدا ہوا ہے، اس لئے کہ مالک کے پاس رہتے ہوئے یہ نفع پیدا ہوا ہی نہیں تھا، اس لئے کہ نفع ایک قسم کا عرض ہے، دیر تک باقی نہیں رہتا ہے، اس لئے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے خود غاصب اس نفع کا مالک بن جائے گا، اور جب غاصب بن گیا تو وہ اپنے ہی ملکیت کا ضامن کیسے بنے گا، دوسری بات یہ ہے کہ یہاں مالک سے نفع کو غصب کرنا، پھر اس کو ضائع کرنا نہیں پایا گیا ہے، اس لئے کہ نفع کا بقاء نہیں ہے، اور تیسری بات یہ ہے کہ نفع جلد فنا ہو جاتا ہے اس لئے وہ عین چیز جو باقی رہتا ہے اس کے مثل نہیں ہوسکتا ہے۔ پہلے اختلافی مسئلے میں اس کا ذکر ہو چکا ہے

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غاصب پر نفع کی قیمت نہیں ہے اس کے لئے یہاں تین دلیلیں دے رہے ہیں۔ ا۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ نفع مالک کے یہاں نہیں تھا، غاصب کے یہاں اس کی کسب اور کمائی سے پیدا ہوا ہے، اس لئے غاصب اس کا مالک بن جائے گا، پھر اس نے اپنی ہی ملکیت کو استعمال کیا ہے تو اس پر ضمان کیوں لازم کیا جائے۔ ۲۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نفع عرض ہے اس کا بقاء نہیں ہے، اس لئے غاصب نے مالک سے نفع غصب کیا ہو اور اس کو ضائع کیا ہو ایسا نہیں ہے، اس کا ضمان لازم نہیں ہونا چاہئے۔ ۳۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ نفع وجود میں آیا اور فنا ہو گیا، وہ عرض ہے اس لئے وہ قیمت کے برابر نہیں ہوسکتا

الْاَعْیَانَ لِسُرْعَةِ فَنَائِهَا وَبَقَاءِ الْاَعْیَانِ وَقَدْ عُرِفَتْ هٰذِهِ الْمَآخَذُ فِی الْمُخْتَلِفِ ۵ وَلَا نُسَلِّمُ اَنَّهَا مُتَقَوِّمَةٌ فِی ذَاتِهَا بَلْ تَتَقَوَّمُ ضَرُوْرَةَ عِنْدَ وُرُوْدِ الْعَقْدِ وَلَمْ یُوْجَدُ الْعَقْدُ ۶ اِلَّا اَنَّ مَا انْتَقَصَ بِاسْتِعْمَالِهِ مَضْمُوْنٌ عَلَیْهِ لِاِسْتِهْلَاکِهِ بَعْضَ اَجْزَاءِ الْعَیْنِ.

فَصْلٌ فِی غَصَبِ مَالَا یَتَقَوَّمُ. (۱۴۷۴) قَالَ وَاِذَا اَتْلَفَ الْمُسْلِمُ خَمْرَ الذِّمِّیِّ اَوْ خِنْزِیْرِهِ ضَمِنَ

ہے جو عین شی ءہے، اس لئے نفع کی قیمت عین شی ء سے نہیں دی جائے گی، جب تک کہ پہلے سے اجرت طے نہیں کی جائے، اور یہاں تو غصب کیا ہے اس لئے پہلے سے نفع کی اجرت طے نہیں ہے اس لئے غاصب پر اجرت لازم نہیں ہوگی، حنفیہ کی جانب سے یہ تین دلیلیں ہیں۔

لغت: لحدوثھا فی امکانہ: غاصب کے امکان، یعنی اس کے کسب سے نفع پیدا ہوا ہے۔ اعراض: یہ منطقی جملہ ہے، جوہر کے مقابلے پر آتا ہے، اعراض جو باقی نہ رہے فوراً فنا ہو جائے۔ اتلاف: ضائع کرنا، تلف کرنا۔ **الماخذ فی المختلف**: یہ کوئی حضرت ابو اللیث کی روایت ہے جہاں ان اختلاف کو تفصیل سے ذکر کیا ہے

ترجمہ: ۵ اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ نفع اپنی ذات کے اعتبار سے متقوم ہے، بلکہ جب نفع پر عقد ہو جائے تو مجبوری میں اس کو متقوم مان لیتے ہیں، اور یہاں غصب میں نفع پر عقد نہیں ہوا اس لئے اس کی اجرت بھی لازم نہیں ہوگی

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ نفع متقوم ہے، اس لئے غاصب نے اس کو استعمال کیا ہے تو اس کی قیمت دینی ہوگی۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ نفع اپنی ذات کے اعتبار سے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، وہ متقوم نہیں ہے۔ البتہ اس کی قیمت طے کر لے تو مجبوری کے درجے میں وہ متقوم بنتا ہے، اور یہاں غاصب، اور مالک نے کوئی قیمت طے نہیں کی ہے اس لئے غاصب پر اس کی کوئی لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۶ ہاں اگر غاصب کے استعمال کی وجہ سے عین شی ء میں نقصان آگیا ہو تو اس کا ضمان غاصب پر ہوگا، کیونکہ عین کے بعض اجزاء کو ہلاک کیا ہے

تشریح: غاصب کے استعمال کرنے، یا بغیر استعمال کے بھی عین چیز کو نقصان پہنچا ہے تو یہ عین چیز ہے جو مالک کی ہے اس لئے اس کا ضمان دینا ہوگا

فصل فی غصب مالا یتقوم

جس چیز کی شریعت میں کوئی قیمت نہیں ہے اس کو غصب کر کے ہلاک کر دے تو اس کا فصل

ترجمہ: (۱۴۷۴) مسلمان نے ذمی کے شراب کو یا اس کے سور کو ہلاک کر دیا تو دونوں کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ان دونوں کو مسلمان نے مسلمان کا ہلاک کیا تو ضامن نہیں ہوگا۔

وجہ: ذمی کے حق میں شراب اور سور قیمتی چیز ہیں اس لئے مسلمان نے جب ان کو ضائع کیا تو ان کا ضمان دینا ہوگا۔ البتہ

فَاِنْ اَتْلَفَهَا لِمُسْلِمٍ لَمْ يَضْمَنْ ١ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَايَضْمَنُهَا لِلذِّمِّيِّ اَيْضاً وَعَلىٰ هٰذَا الْخِلَافِ اِذَ اَتْلَفَهُمَا ذِمِّيٌّ عَلىٰ ذِمِّيٍ اَوْ بَاعَهُمَا الذِّمّيُّ مِنَ الذِّمِّيِّ. لَهُ اَنَّهُ سَقَطَ تَقَوَّمُهَا فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ فَكَذَا فِي

شراب ذواۃ الامثال ہے لیکن مسلمان اس کو خرید نہیں سکتا اس لئے اس کی بھی قیمت ادا کرے گا۔ اور سور ذواۃ القیم ہے ہی اس لئے اس کی تو قیمت دے گا۔

اور مسلمان نے مسلمان کے شراب یا سور کو ہلاک کر دیا تو ان کا ضمان نہیں ہے۔

وجہ: (۱) کیونکہ مسلمان کے حق میں دونوں چیزیں قیمتی نہیں ہے۔ اس لئے ان کو ہلاک کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا (۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورت المائدہ ۵، آیت ۹۰) اس آیت میں ہے کہ شراب ناپاک چیز ہے، اس لئے وہ مسلمان کے حق میں مال نہیں ہے، اس لئے اس کو ہلاک کرنے میں ضمان لازم نہیں ہوگا (۳) حدیث میں ہے کہ ان چیزوں کو توڑا ہے بلکہ توڑنے کا حکم دیا۔ عن سلمة بن اکوع ان النبی ﷺ رای نیرانا توقد یوم خیبر قال علام توقد هذه النیران قالوا علی الحمر الانیسة قال اکسروها و هریقوها (بخاری شریف، باب ھل تکسر الدنان التی فیھا الخمر او تخرق الزقاق ص ۳۳۶ نمبر ۲۴۷۷) اس حدیث میں گدھے کے گوشت کو پھینکنے اور اس کے برتن کو توڑنے کا حکم دیا جس سے معلوم ہوا کہ ناجائز چیزوں کو توڑنے کا ضمان نہیں ہے (۴)۔ عن انس بن مالک قال کنت اسقی ابا عبیدة وابا طلحة وابی بن کعب شرابا من فضیح وتمر فجائهم آت فقال ان الخمر قد حرمت فقال ابو طلحة یا انس قم الی هذه الجرار فاکسرها قال انس فقمت الی مهراس لنا فضربتها باسفله حتی تکسرت (سنن للبیہقی، باب من اراق مالا یحل الانتفاع بہ من الخمر وغیرھا وکسر وعائھا، ج سادس، ص ۱۶۷، نمبر ۱۱۵۵۲) اس قول صحابی میں شراب کا برتن توڑا گیا اور کوئی ضمان لازم نہیں کیا اس لئے حرام چیزوں کو توڑنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ذمی کی شراب بھی ہلاک کی تب بھی ضمان لازم نہیں ہوگا، اور اسی اختلاف پر ہے اگر ذمی نے ذمی کی شراب ہلاک کر دی، یا ذمی نے ذمی سے شراب بیچی (تو خریدنے والے ذمی پر شراب کی قیمت لازم نہیں ہوگی) حضرت امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان کے حق میں شراب قیمتی نہیں رہی ہے، تو اسی طرح ذمی کے حق میں بھی قیمتی نہیں رہی، اس لئے کہ ذمی احکام میں ہم مسلمان کے تابع ہیں اس لئے شرب، اور سور کو ضائع کرنے سے مال متقوم یعنی ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: یہاں تین مسئلے ہیں۔ ا۔ مسلمان ذمی کی شراب، اور سور کو ضائع کر دیا ۲۔ ذمی نے ذمی کے شراب اور سور کو ضائع کر دیا، ۳۔ ذمی نے ذمی کے ہاتھ شراب، یا سور بیچا، تو امام شافعیؒ کے یہاں یہ مسلمان کے یہاں مال نہیں ہے تو اس کے تابع ہو کر ذمی کے یہاں بھی مال نہیں ہے، اس لئے اس کو مسلمان ضائع کرے، یا ذمی ضائع کرے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا

وجہ: (۱) اس نے کوئی متقوم، یعنی قیمت والے مال کو ضائع نہیں کیا اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ (۲). عن المثنی قال: قرأ علینا کتاب عمر بن عبد العزیز و لا یعشر الخمر مسلم۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۱۵۴، فی الخمر تعشیر ام لا؟، ج

حَقِّ الذِّمِّیِّ لِاَنَّهُمُ اِتِّبَاعٌ لَنَا فِی حَقِّ الْاِحْکَامِ فَلا یَجِبُ بِاِتْلافِهِمَا مَالٌ مُتَقَوَّمٌ وَهُوَ الضِّمَانُ، ۲ وَلَنَا اَنَّ التَّقَوُّمَ بَاقٍ فِی حَقِّهِمْ اِذِ الْخَمرُ لَهُمْ کَالْخَلِّ لَنَا وَالْخِنْزِیرلَهُمْ کَالشَّاةِ لَنَا، وَنَحْنُ اَمَرنَا بِاَنْ نَتْرُکَهُمْ وَمَا یَدِیْنُوْنَ وَالسَّیْفُ مَوْضُوْعٌ فَیَتَعَذَّرُ الْاِلْزَامُ وَاِذَا بَقِیَ التَّقَوُّمُ فَقَدْ وَجَدَ اِتْلاف مَالٍ مَمْلُوْکٍ مُتقَوَّمٍ فَیَضْمَنُهُ ۳ بِخِلافِ الْمَیْتَةِ وَالدَّمِ لِاَنَّ اَحداً مِّنْ اَهْلِ الْاَدْیَانِ لَا یَدِیْنُ تَمَوُّلُهُمَا ۴ اِلَّا اَنَّهُ یَجِبُ قِیْمَةُ الْخَمرِ وَاِنْ کَانَ مِنْ ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ لِاَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوْعٌ عَنْ تَمْلِیْکِهَا لِکَوْنِہٖ اِعْزَازاً لَهَا،

ثانی،ص۴۳۸،نمبر۱۰۷۹۷)اس قول تابعی میں ہے کہ شراب سے ٹیکس نہیں لیا جائے،جس کا مطلب یہ نکلا کہ یہ مال نہیں ہے

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ ذمی کے حق میں شراب اور سور قیمتی ہیں،اس لئے کہ جیسے ہمارے لئے سرکہ حلال ہے، ذمی کے لئے شراب حلال ہے،اور جیسے ہمارے لیے بکری حلال ہے،ذمی کے لیے سور حلال ہے،دوسری بات یہ ہے کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ ذمی کو اس کے دین پر چلنے کے لئے چھوڑ دیں،اور اس سے تلوار ہٹالی گئی ہے،اس لئے ذمی پر اپنا مسئلہ لازم نہیں کر سکتے ہیں،اور جب شراب اور سور ان کے حق مال متقوم ہے تو مملوک مال ضائع کرنا پایا گیا ہے اس لئے ضمان لازم ہوگا

تشریح: حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ قول تابعی سے پتہ چلتا ہے کہ ذمی کے لئے سور اور شراب متقوم ہے اس لئے مسلمان اس کو ضائع کرے،یا ذمی ضائع کرے اس کا ضمان دینا ہوگا

وجہ:(۱)۔عَنْ إِبْرَاهِیمَ، قَالَ: »یُعَشَّرُ الْخَمْرَ، وَیُضَاعِفُ عَلَیْهِ (مصنف ابن ابی شیبة، باب ۱۵۴،فی الخمر تعشیر ام لا؟،ج ثانی،ص۴۳۸،نمبر۱۰۷۹۸) (۲). عن سوید بن غفلة أن عمال عمرؓ کتبوا الیه فی شأن الخنازیر و الخمر یأخذونها فی الجزیة ؟ فکتب عمرؓ أن ولولها اربابها (مصنف ابن ابی شیبة، باب ۱۵۴،فی الخمر تعشیر ام لا؟، ج ثانی، ص۴۳۹،نمبر۱۰۷۹۹)ان دونوں قول تابعی سے پتہ چلتا ہے کہ سور اور شراب سے ٹیکس لیا جائے گا،اور یہ اسی وقت ہوگا جب اس کے حق وہ مال ہو

ترجمہ : ۳ بخلاف مردہ کے اور خون کے(اس کو ضائع کرنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا)اس لئے کہ کسی بھی مذہب میں اس کو قیمتی شمار نہیں کیا جاتا ہے

تشریح:ذمی کے مردار،یا خون کو کسی مسلمان نے ضائع کر دیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا

وجہ:اس لئے کہ خون اور مردار کسی مذہب میں متقوم نہیں ہے،یعنی وہ مال نہیں ہے،اس لئے اس کے ضائع کرنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ : ۴ مگر شراب کی قیمت واجب ہوگی،اگر چہ وہ ذوات الامثال ہے،اس لئے کہ مسلمان کو اس کا مالک بننا ممنوع ہے،اس لئے کہ اس سے شراب کی عزت ہے

تشریح :اگر مسلمان نے ذمی کی شراب کو ضائع کر دیا تو شراب مثلی چیز ہے،لیکن مسلمان اس کو خرید کر ذمی کو نہیں دے سکتا ہے،اس لئے شراب کی قیمت دینی ہوگی

۵ بِخِلَافِ مَا اِذَا جَرَتِ الْمُبَايَعَةُ بَيْنَ الذِّمِّيِّيْنِ، لِاَنَّ الذِّمِّيَّ غَيْرُ مَمْنُوْعٍ عَنْ تَمْلِيْكِ الْخَمرِ، وتَمَلُّكِهَا، ٦ وَهٰذا بِخِلَافِ الرِّبَوا لِاَنَّهُ مُسْتَثْنىٰ عَنْ عُقُوْدِهِمْ، ٧ وَبِخِلَافِ الْعَبْدِ الْمُرْتَدِّ يَكُوْنُ لِلذِّمِّيِّ لِاَنَّا مَا ضَمَّنَا لَهُمْ تَرَكَ التَّعَرُّضُ لَهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْاِسْتِخْفَافِ بِالدِّيْنِ ٨ وَبِخِلَافِ مَتْرُوْكِ

ترجمہ : ۵ بخلاف اگر دو ذمی کے درمیان شراب کی خرید وفروخت کی وہاں شراب کی مثل لازم کی جائے گی، کیونکہ ذمی کو شراب کے مالک بننے، یا بنانے سے ممنوع نہیں ہے

تشریح : ذمی شراب کا مالک ہوتا ہے، اس لئے دو ذمی کے درمیان شراب کی خرید وفروخت ہوئی تو وہ شراب خرید کر دوسرے کو دے سکتا ہے

ترجمہ : ٦ بخلاف سود کے (دو ذمی سود کا کاروبار کرے تو اس کو منع کیا جائے گا) اس لئے کہ ان سے عقد سے مستثنی ہے

اصول: یہ کچھ مسائل وہ ہیں جس کے بارے میں ذمی سے نہ چھیڑنے کا عہد نہیں ہے، اس لئے اس بارے میں ذمی کو روکا جائے گا

تشریح : کافر کے یہاں سود حلال ہے، لیکن اگر وہ مسلمان ملکوں میں رہتے ہیں تو اس کو سود کا کاروبار نہیں کرنے دیا جائے گا، کیونکہ سود کے کاروبار میں مسلمان نے اس کو چھوٹ نہیں دیا ہے

وجہ : آیت میں ہے کہ سود کافر کے لئے بھی حرام ہے اس لئے ذمی کو اسلامی ملکوں سود کا کاروبار نہیں کرنے دیا جائے گا، آیت یہ ہے۔ وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (سورت النساء۴، آیت ۱۶۱) اس آیت کافروں کے بارے میں ہے کہ اس نے سود کھایا

ترجمہ : ٧ بخلاف مرتد غلام ذمی کے پاس ہو تو (اس کو مرتد ہونے کی سزا دی جائے گی) اس لئے کہ ہم نے مرتد کو نہ چھیڑنے کی ذمہ داری نہیں لی ہے، اس لئے کہ اس چھوڑ دینے میں دین کا استخفاف ہے

تشریح: ذمی کے پاس مسلمان غلام تھا وہ مرتد ہو گیا تو اس کو مرتد کی سزا قتل کرنا، دی جائے گی

وجہ : (۱) اسلامی ملک میں مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو جائے یہ بہت بڑی جرأت ہے، اور اس طرح چھوڑ دیا جائے تو ہر آدمی مرتد ہونا شروع ہو جائے گا، اس لئے ذمی کا غلام ہونے کے باوجود اس کو مرتد ہونے کی سزا دی جائے گی (۲) ہم نے ذمی سے اس بارے میں نہ چھیڑنے کا عہد نہیں کیا ہے

ترجمہ : ٨ بخلاف جانور ذبح کرتے وقت جان کر اس پر بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے تو جو ائمہ اس کو جائز سمجھتے ہیں اس پر ہم عمل نہیں کریں گے، اس لئے کہ آیت کے ذریعہ ان کو دلیل دے سکتے ہیں

تشریح :امام مالکؒ کے یہاں ہے کہ جان کر ذبح کرتے وقت بسم اللہ چھوڑ دے تو بھی اس کا گوشت ان کے یہاں حلال ہے، امام ابو حنیفہؒ کے یہاں بھول کر چھوڑ دے تب تو حلال ہے، جان کر چھوڑ دے تو حلال نہیں ہے، اب ہوا یہ کہ جان کر بسم اللہ چھوڑے ہوئے کا گوشت مالکی حضرات کا موجود تھا، اس گوشت کو حنفی مسلک کے ماننے والے نے ضائع کر دیا، تو حنفی پر اس گوشت کا ضمان لازم نہیں ہوگا

التَّسْمِیَةِ عَامِداً اِذَا کَانَ لِمَنْ یُبِیْحُهُ لِاَنَّ وِلَایَةَ الْمُحَاجَةِ ثَابِتَةٌ.

(١۴٧۵) قَالَ فَاِنْ غَصَبَ مِنْ مُسْلِمٍ خَمراً فَخَلَّلَهَا اَوْ جِلْدِ مَیْتَةٍ فَدَبَغَهُ فَلِصَاحِبِ الْخَمرِ اَنْ یَأْخُذَ الْخلَّ بِغَیْرِ شَیْءٍ وَیَأْخُذُ جِلْدُ الْمَیْتَةِ وَیَرُدُّ عَلَیْهِ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِیْهِ، ۱؎ وَالْمُرَادُ بِالْفَصْلِ الْاَوَّلِ اِذَا خَلَّلَهَا بِالنَّقْلِ مِنَ الشَّمْسِ اِلَی الظِّلِّ وَمِنْهُ اِلیٰ الشَّمْسِ وَبِالْفَصْلِ الثَّانِی اِذَا دَبَغَهُ بِمَالِهِ قِیْمَةٌ

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آیت میں موجود ہے کہ بسم اللہ کو چھوڑ دے تو اس گوشت کو مت کھاو، اس لئے اس آیت سے ہم مالکی مسلک کے لوگوں کو سمجھائیں گے، اور ضمان نہیں دیں گے۔ آیت یہ ہے ۔وَلَا تَأْکُلُوا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْه وانه لفسق (سورت الانعام ٦، آیت ١٢١) اس آیت میں ہے کہ جس جانور پر بسم اللہ نہیں پڑھا اس کو مت کھاو، یہ فسق ہے

لغت: ولایۃ المحاجۃ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مالکی حضرات سے حجت کر سکتے ہیں اور دلیل سے سمجھا سکتے ہیں

ترجمہ: (١۴٧۵) اگر مسلمان سے شراب غصب کیا اور اس کو سرکہ بنا دیا، یا مردے کی کھال غصب کی اور اس کو دباغت دے کر پاک کر دیا، تو شراب والے کے لئے جائز ہے اس سرکے کو بغیر کسی قیمت سے لے لے، اور مردے کی کھال کو لے گا اور دباغت سے کھال میں جو زیادتی ہوئی ہے وہ قیمت دے گا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ حرام، یا ناپاک چیز غصب کیا، پھر غاصب نے اس کو پاک، اور حلال کر دیا تو یہ چیز مالک کی ہے وہ واپس لے گا، البتہ حلال کرنے میں کوئی خرچ ہوا تو غاصب اپنا خرچ لیگا تب واپس دے گا

تشریح: غاصب نے مسلمان سے شراب غصب کی، پھر اس میں کوئی خرچ نہیں کیا، اور دھوپ میں رکھ کر اس کو سرکہ بنا دیا تو یہ سرکہ مالک کا ہے وہ اس کو غاصب سے واپس لیگا، لیکن اس میں کچھ بھی نہیں ہوا ہے اس لئے مالک سے کوئی مزید قیمت نہیں لے گا۔ لیکن اگر مردے کی کھال غصب کیا اور اس میں قرظ وغیرہ ڈال کر، اور اس میں کچھ خرچ کر کے دباغت دی اور کھال پاک کر دیا تو اب غاصب اپنا کیا ہوا خرچ واپس لیگا پھر کھال دیگا، کیونکہ اس میں اس نے خرچ کیا ہے

نوٹ: اگر سرکہ بنانے میں غاصب کا مال خرچ ہوا ہو تو غاصب اس کو مالک سے لے گا

ترجمہ: ۱؎ فصل اول، یعنی شراب کو سرکہ بنایا، اس میں مراد یہ ہے کہ سورج سے سایہ کی طرف اور سایہ سے سورج کی طرف منتقل کر کے سرکہ بنایا (اور اس کے سرکہ بنانے میں غاصب نے کوئی خرچ نہیں کیا ہے) اور فصل ثانی، یعنی مردار کی کھال کو ایسی چیز سے دباغت دی جس میں کچھ خرچ ہوا ہو جیسے قرظ اور عفص گھاس ڈال کر دباغت دی، یا اس طرح کی کوئی اور چیز ڈالی ہو جس کی قیمت ہو

تشریح: شراب کو سرکہ بنانے کی ایک ترتیب یہ ہے کہ اس کو ہر روز دھوپ میں رکھ دیں تو وہ سرکہ بن جائے گی، اور اس میں کوئی خرچ نہیں ہوگا، اس صورت میں غاصب مالک سے کچھ نہیں لے گا۔ اور کھال کو دباغت دینے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس میں ببول کی پتی اور نمک ڈال کر دباغت دیں اس میں تھوڑا سا خرچ ہوگا، غاصب کھال واپس دیتے وقت اپنا خرچ مالک سے لیگا

لغت: خلل: سرکہ بنا دیا۔ الظل: سایہ۔ قرظ: ببول کی پتی، درخت سلم کی پتی۔ عفص: مازو کا درخت، اس درخت سے

كَالْقُرَظِ وَالْعَفَصِ وَنَحْوِ ذَالِكَ ٢ وَالْفَرْقُ اَنَّ هٰذَا التَّخْلِيْلَ تَطْهِيْرٌ لَهُ بِمَنْزِلَةِ غَسْلِ الثَّوْبِ النَّجِسِ فَيَبْقَى عَلٰى مِلْكِهٖ اِذْ لَا يَثْبُتُ الْمَالِيَّةُ بِهٖ وَبِهٰذَا الدِّبَاغِ اتَّصَلَ بِالْجِلْدِ مَالٌ مُتَقَوَّمٌ لِلْغَاصِبِ كَالصَّبْغِ فِى الثَّوْبِ فَكَانَ بِمَنْزِلَتِهٖ فَلِهٰذَا يَأْخُذُ الْخَلَّ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَيَأْخُذُ الْجِلْدَ وَيُعْطِى مَازَادَ الدِّبَاغُ فِيْهِ ٣ وَبَيَانُهُ اَنَّهُ يَنْظُرُ اِلٰى قِيْمَتِهٖ ذَكِيًّا غَيْرَ مَدْبُوْغٍ وَاِلٰى قِيْمَتِهٖ مَدْبُوْغًا فَيَضْمَنُ فَضْلَ مَا بَيْنَهُمَا وَلِلْغَاصِبِ اَنْ يَّحْبِسَهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِىَ حَقَّهُ كَحَقِّ الْحَبْسِ فِى الْمَبِيْعِ.

(١٤٧٦) قَالَ وَاِنِ اسْتَهْلَكَهُمَا ضَمِنَ الْخَلَّ وَلَمْ يَضْمَنِ الْجِلْدَ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا يَضْمَنُ الْجِلْدَ

دباغت دیتے ہیں

ترجمه : ٢ فرق یہ ہے کہ یہ سرکہ بنانا گویا کہ شراب کو پاک کرنا ہے جیسے کہ ناپاک کپڑے کو دھوتے ہیں، اس لئے وہ مالک کی ملکیت پر باقی رہے گی، اس لئے کہ سرکہ بنانے سے مالیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور دباغت کی صورت میں غاصب کا متقوم مال کھال کے ساتھ لگا ہے، جیسے کپڑے میں رنگ، تو دباغت بھی رنگ کے درجے میں ہوگی، اس لئے کہ مالک سرکے کو بغیر کوئی چیز دئے لیگا، اور جب مالک چمڑا لیگا تو دباغت سے جتنا اضافہ ہوا ہے مالک سے وہ لیگا

تشریح: شراب سرکہ بنانے میں کوئی خرچ نہیں ہوا ہے، اس لئے مالک اس کو بغیر کوئی قیمت ادا کئے لیگا۔ اور دباغت دینے میں خرچ ہوا ہے، جیسے کپڑا رنگنے میں خرچ ہوتا ہے، اس لئے دباغت دینے سے جو اضافہ ہوا ہے غاصب اس کو لیگا پھر کھال دے گا

ترجمه :٣ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذبح شدہ جانور کی کھال جو دباغت دی ہوئی نہ ہو اس کی قیمت دیکھیں، اور جو دباغت دی ہوئی ہو اس کی قیمت میں فرق دیکھیں، پھر دونوں کے درمیان جو فرق ہو مالک کو اس کا ضامن بنایا جائے۔ اور غاصب کو یہ حق ہوگا کہ اپنی قیمت وصول کرنے کے لئے کھال روک لے جیسے ثمن وصول کرنے کے لئے بائع اپنی مبیع روک لیتا ہے

تشریح :ایک صورت تو یہ ہے کہ دباغت دینے میں غاصب کا جو خرچ ہوا ہے مالک سے وہ لے لے، مثلا دو درہم خرچ ہوا ہے تو وہ لے لے، لیکن صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ غاصب کا دباغت دینے میں جو خرچ ہوا ہے وہ نہیں لیگا، بلکہ اس قسم کے چمڑے کو دیکھیں کہ دباغت دئے ہوئے کی قیمت کیا ہے، اور بغیر دباغت دئے کی قیمت کیا ہے مثلا دونوں کے درمیان پانچ درہم کا فرق ہے تو غاصب وہ فرق وصول کرے گا۔ اور اس وصول کے لئے کھال مالک سے روک بھی سکتا ہے

ترجمه : (١٤٧٦) اگر غاصب نے سرکہ اور کھال ہلاک کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سرکے کا ضامن بنے گا، لیکن کھال کا ضامن نہیں بنے گا، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ غاصب دباغت دئے کھال کا بھی ضامن بنے گا، اور غاصب کے دباغت دینے سے جو اضافہ ہوا ہے وہ اضافہ غاصب کو واپس دیا جائے گا، لیکن اگر یہ دونوں چیزیں خود ہلاک ہو جائیں تو بالاجماع غاصب اس کا ضامن نہیں بنے گا، کیونکہ (یہ غاصب کے ہاتھ میں امانت تھی)

اصول :امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ سرکہ میں مالک کی ملکیت تھی اس لئے اس کو ہلاک کرنے سے غاصب پر اس کا ضمان لازم ہوگا

مَدْبُوغاً وَیُعْطِیْ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِیْهِ وَلَوْهَلَکَ فِیْ یَدِہٖ لَا یَضْمَنُهُ بِالْاِجْمَاعِ، ١ اَمَّا الْخلُّ فَلِاَنَّهُ لَمَّا بَقِیَ عَلیٰ مِلْکِ مَالِکِهٖ وَهُوَ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ ضَمِنَهُ بِالْاِتْلَافِ وَیَجِبُ مِثْلُهُ لِاَنَّ الْخلَّ مِنْ ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ

اصول: امام ابوحنیفہؒ کا دوسرا اصول یہ ہے کہ مردار کی دباغت سے پہلے کھال کی قیمت نہیں ہے، اس لئے غاصب نے اس کو ہلاک کیا تو غاصب پر اس کا ضمان نہیں ہے

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ مردار کھال کی دباغت سے پہلے بھی کھال کی قیمت تھی، البتہ دباغت دینے کے بعد اس کی قیمت بڑھ گئی ہے، اس لئے اس کو ہلاک کرنے سے غاصب پر کھال کا ضمان لازم ہوگا۔ یہ مسائل ان اصولوں پر ہیں

نوٹ: یہاں ایک ساتھ چار مسئلے ہیں۔١۔ ایک مسئلہ ہے سرکہ کا جس کو غاصب نے ضائع کیا ہے۔٢۔ دوسرا مسئلہ ہے کھال کا جس کو غاصب نے ضائع کیا ہے۔٣۔ تیسرا مسئلہ ہے سرکہ کا جو خود ہلاک ہوا ہے، غاصب نے اس کو ہلاک نہیں کیا ہے۔۴۔ چوتھا مسئلہ ہے کھال کا جو خود ہلاک ہوا ہے، غاصب نے اس کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ پھر ان چاروں مسئلوں میں صاحبینؒ اور امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے

تشریح: غاصب نے شراب غصب کی اور اس کو سرکہ بنا دیا، پھر سرکے کو ہلاک کر دیا۔ تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غاصب سرکے کا ضمان دیگا، کیونکہ یہ سرکہ مالک کا تھا، اور اس کو ہلاک کیا ہے اس لئے اس کا ضمان دیگا

دوسرا مسئلہ ہے کہ کھال کو غصب کیا، اور اس کو دباغت دی، پھر اس کو غاصب نے ہلاک کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غاصب کھال کا ضمان نہیں دیگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مردار کی کھال کو دباغت دینے سے پہلے وہ مال ہی نہیں ہے، اس لئے اس کو ہلاک کرنے میں غاصب ضمان نہیں دیگا

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ غاصب سرکہ کا ضامن بنے گا، اور کھال کا بھی ضامن بنے گا، اور دباغت دینے سے قیمت میں جو اضافہ ہوا ہے غاصب کو وہ دیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرکہ اور کھال دونوں مالک کی چیز تھی، جس کو غاصب نے ہلاک کیا ہے اس لئے اس پر دونوں کا ضمان لازم ہے۔

اور اگر سرکہ، اور کھال خود بخود ہلاک ہوگئی تو غاصب ضامن نہیں بنے گا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں غاصب کے ہاتھ میں امانت تھیں، اور غاصب کے بغیر کرتوت کے ہلاک ہوئے ہیں، اس لئے کسی کے یہاں اس کا ضامن نہیں ہوگا۔ پوری عبارت کا یہ تفصیل ہے

ترجمہ: ١ بہر حال سرکہ کا ضمان اس لئے لازم ہوگا کہ کہ جب یہ مالک کی ملکیت پر باقی رہا، اور یہ مال متقوم ہے تو غاصب اس کو ہلاک کرے تو اس کا ضمان لازم ہوگا، اور غاصب پر اس کی مثل لازم ہوگی، اس لئے کہ سرکہ ذوات الامثال ہے

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک سرکہ ہلاک کرنے سے اس کا ضمان اس لئے لازم ہوتا ہے کہ، یہ شراب تھی، لیکن بغیر اس پر پیسہ خرچ کئے اس کو سرکہ بنایا تو یہ مالک ہی کی ملکیت میں رہا، اس لئے اس کو ضائع کرنے سے غاصب پر اس کا ضمان لازم ہوگا، البتہ سرکہ مثلی چیز ہے اس لئے ایک لیٹر سرکہ کے بدلے ایک لیٹر سرکہ ہی واجب ہوگا

۲ وَاَمَّا الْجِلْدُ فَلَهُمَا اَنَّهُ بَاقٍ عَلٰی مِلْکِ الْمَالِکِ حَتّٰی کَانَ لَهُ اَنْ یَأْخُذَهُ وَهُوَ مَالٌ مُتَقَوَّمٌ فَیَضْمَنُهُ مَدْبُوْغاً بِالْاِسْتِهْلَاکِ وَیُعْطِیْهِ الْمَالِکُ مَازَادَ الدِّبَاغُ فِیْهِ ۳ کَمَا اِذَا غَصَبَ ثَوْباً فَصَبَغَهُ ثُمَّ اسْتَهْلَکَهُ یَضْمَنُهُ وَیُعْطِیْهِ الْمَالِکُ مَازَادَ الصَّبْغُ فِیْهِ، ۴ وَلِاَنَّهُ وَاجِبُ الرَّدِّ فَاِذَا فَوَّتَهُ عَلَیْهِ خَلَّفَهُ قِیْمَتَهُ کَمَا فِی الْمُسْتَعَارِ ۵ وَبِهٰذَا فَارَقَ الْهَلَاکُ بِنَفْسِهٖ

ترجمہ : ۲ بہر حال کھال کے بارے میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وہ بھی مالک کی ملکیت پر باقی ہے، یہی وجہ ہے کہ مالک کو لے لینے کا حق ہے، اور وہ متقوم مال ہے اس لئے غاصب اس کو ہلاک کرے تو دباغت دئے ہوئے کھال کا ضمان دیگا، پھر مالک غاصب کو اتنی رقم دیگا جتنی اس کی دباغت سے زیادہ ہوئی ہے

تشریح : صاحبینؒ نے فرمایا تھا کہ غاصب نے کھال ہلاک کیا ہے تو وہ دباغت دئے ہوئے کھال کی قیمت دیگا، پھر دباغت دینے سے جو قیمت میں اضافہ ہوا ہے، مالک اتنی رقم غاصب کو واپس کر دیگا

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ پیسہ لگا کر غاصب نے دباغت دیا ہے پھر بھی یہ کھال مالک کی ملکیت ہے اس لئے اس کو ضائع کرنے سے غاصب پر اس کا ضمان لازم ہوگا

ترجمہ : ۳ جیسے کسی کا کپڑا غصب کیا، اور اس کو رنگ دیا، پھر اس کو ہلاک کر دیا تو غاصب اس کپڑے کا ضامن بنے گا، اور رنگنے سے جتنی زیادتی ہوئی ہے مالک اتنی زیادتی غاصب کو دیگا

تشریح : یہ صاحبینؒ کی جانب سے مثال ہے کہ۔ غاصب نے کپڑا غصب کیا، پھر اس کو رنگ دیا جس سے مثلا پانچ درہم کپڑے کی قیمت بڑھ گئی، پھر غاصب نے اس کپڑے کو ضائع کر دیا تو اس میں غاصب رنگے ہوئے کپڑے کا ضمان مالک کو دیگا، اور رنگنے سے جو پانچ درہم کا اضافہ ہوا ہے، مالک یہ پانچ درہم غاصب کو دیگا، ایسا ہی کھال کے غصب میں ہوگا۔

ترجمہ: ۴ دوسری وجہ یہ ہے کہ غاصب پر چیز کو مالک کی طرف واپس کرنا واجب ہے، لیکن جب اس کو ضائع کر دیا تو اس کی جگہ اس کی قیمت دینی ہوگی، جیسے کوئی چیز مانگ کر لایا ہو (تو اسی کو واپس کرنا واجب ہوتا ہے، لیکن اگر اس کو ہلاک کر دیں تو مالک کو اس کی قیمت واپس کرنا واجب ہوتا ہے، ایسا ہی معاملہ کھال کے غصب میں بھی ہوگا)

تشریح : یہ صاحبینؒ کی دوسری دلیل ہے کہ مغصوب چیز کو دباغت سے اضافہ کے باوجود بھی اس کو مالک کی طرف واپس کرنا واجب تھا، لیکن جب اس کو ہلاک کر دیا تو اس کی قیمت مالک کی طرف واپس کرنا واجب ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مثلا کلہاڑا مانگ کر لایا تو اسی کو واپس کرنا واجب ہے، لیکن اس کو جان کر ہلاک کر دے تو اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہوتی ہے، ایسے کھال غصب کے معاملے میں ہوگا

لغت: مستعار: عاریت سے مشتق ہے، مانگی ہوئی چیز

ترجمہ: ۵ اسی سے ہلاک کر دینے اور ہلاک ہو جانے میں فرق ہو گیا۔

تشریح: جو تفصیل ہم نے ذکر کی اس سے معلوم ہو گیا کہ ہلاک کر دے تو ضمان لازم ہوگا، اور خود ہلاک ہو جائے تو غاصب پر

٦ وَقَولُهُمَا يُعطِي مَازَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ مَحمُولٌ عَلىٰ اِختِلَافِ الجِنسِ اَمَّا عِندَ اِتِّحَادِهِ يَطرُحُ عَنهُ ذَالِكَ القَدرُ وَيُؤخَذُ مِنهُ البَاقِي لِعَدَمِ الفَائِدَةِ فِي الاَخذِ مِنهُ ثُمَّ الرَّدُّ عَلَيهِ. ٧ وَلَهُ اَنَّ التَّقَوُّمَ حَصَلَ بِصُنعِ الغَاصِبِ وَصُنعَتُهُ مُتَقَوِّمَةٌ لِاِستِعمَالِهِ مَالاً مُتَقَوِّماً فِيهِ، وَلِهٰذا كَانَ لَهُ اَن يَّحبِسَهُ حَتّٰى يَستَوفِيَ مَازَادَ الدِّبَاغُ فِيهِ فَكَانَ حَقّاً لَهُ وَالجِلدُ تَبعٌ لَهُ فِي حَقِّ التَّقَوُّمِ ثُمَّ الاَصلُ وَهُوَ الصُّنعَةُ غَيرُ مَضمُونٍ

ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ یہ چیز غاصب کے ہاتھ میں امانت ہے اس لئے خود بخود ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں ہے

ترجمہ : ٦ اور متن میں جو یہ ہے کہ (یعطی مازادالدباغ) کہ دباغت سے جو زیادہ قیمت ہوئی ہو مالک وہ واپس کرے گا، یہ اس وقت ہوگا جبکہ اختلاف جنس ہو، اگر اتحاد جنس سے چمڑے کی قیمت لگائی جائے تو اضافہ کی مقدار کم کر کے اور باقی غاصب سے لے لیا جائے گا، اس لئے کہ پورا لے پھر اس میں سے غاصب کو واپس کرے اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے

تشریح: مثلا بغیر دباغت دئے چمڑے کی قیمت بیس درہم تھی، غاصب کے دباغت دینے کے بعد اس کی قیمت پچیس درہم ہوگئی، اب غاصب نے چمڑا ہلاک کر دیا، تو غاصب سے پچیس درہم لیے جائیں گے، پھر غاصب کی دباغت سے پانچ درہم کا اضافہ ہوا ہے، وہ پانچ درہم غاصب کو واپس کر دیا جائے گا۔ اب صاحب ہدایہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر درہم ہی میں غاصب سے پچیس لیا، اور پھر غاصب کو پانچ واپس کیا تو یہ بلا وجہ ہوگی، بلکہ پہلے ہی سے پانچ درہم کی جو دباغت ہے وہ کم کر کے غاصب سے بیس درہم لے لیا جائے گا۔ ہاں غاصب سے درہم کے بجائے دوسری جنس سے قیمت لی مثلا پچیس درہم کا دینار لیا تو یہ ٹھیک ہے کہ پچیس درہم کا دینار لیا، اور پھر پانچ درہم درہم میں دے دیا، متن میں یہی لکھا ہوا ہے

ترجمہ : ٧ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ، (مردار کی کھال دباغت سے پہلے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، وہ گویا کہ مال نہیں ہے) اور غاصب کی دباغت سے کھال کی قیمت ہوئی ہے، اور اس کی دباغت دینا متقوم ہے، کیونکہ اس دباغت دینے میں متقوم چیز استعمال ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ دباغت سے جو زیادہ ہوا ہے اس کو وصول کرنے کے لئے کھال مالک سے روک سکتا ہے، اس لئے غاصب کا حق ہو گیا، اور کھال تقوم کے حق میں دباغت کا تابع ہوگئی ہے، پھر غاصب پر دباغت کا ضمان نہیں ہے، اس کی وجہ سے اس کے تابع کھال کا ضمان بھی نہیں ہوگا، جیسے بغیر غاصب کی کرتوت کے ہلاک ہو جائے تو غاصب پر کھال کا ضمان لازم نہیں ہوتا ہے

تشریح : یہاں بات پیچیدہ ہے، امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں بغیر دباغت دئے ہوئے مردار کی کھال غصب کیا، اس لئے دباغت سے پہلے کھال کی کوئی قیمت نہیں ہے، یعنی گویا کہ وہ مال ہی نہیں ہے، اس لئے اس کو ہلاک کرنے سے غاصب پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے مال کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ، غاصب نے دباغت دیا ہے جو قیمتی ہے، لیکن یہ غاصب کی اپنی چیز ہے اس کو ہلاک کرنے سے غاصب پر ضمان نہیں ہے، اور یہاں کھال دباغت کے تابع ہے، کیونکہ مردار کی کھال کی کوئی قیمت نہیں ہے، پس جب اصل دباغت کو ضائع کرنے پر غاصب پر ضمان نہیں ہے تو اس

عَلَیْہِ، فَکَذَا التَّابِعُ کَمَا اِذَا ھَلَکَ مِنْ غَیْرِ صُنْعِہٖ، ۸؎ بِخِلَافِ وُجُوْبِ الرَّدِّ حَالَ قِیَامِہٖ لِاَنَّہٗ یَتْبَعُ الْمِلْکَ وَالْجِلْدَ غَیْرُ تَابِعٍ لِلصُّنْعَۃِ فِی حَقِّ الْمِلْکِ لِثُبُوْتِہٖ قَبْلَھَا وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مُتَقَوِّماً، ۹؎ بِخِلَافِ الذَّکِیِّ وَالثَّوْبِ لِاَنَّ التَّقَوُّمَ فِیْھِمَا کَانَ ثَابِتاً قَبْلَ الدَّبْغِ وَالصَّبْغِ فَلَمْ یَکُنْ تَابِعاً لِلصُّنْعَۃِ ١٠؎ وَلَوْ کَانَ قَائِماً فَاَرَادَ الْمَالِکُ اَنْ یَّتْرُکَہٗ عَلَی الْغَاصِبِ فِی ھٰذَا الْوَجْہِ وَیُضَمِّنُہٗ قِیْمَتَہٗ ١١؎ قِیْلَ لَیْسَ لَہٗ ذَالِکَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَؒ وَعِنْدَھُمَا ذَالِکَ لِاَنَّہٗ اِذَا تَرَکَہٗ عَلَیْہِ وَضَمِنَہٗ عَجِزَ الْغَاصِبُ عَنْ رَدِّہٖ فَصَارَ

کے تابع کھال کوضائع کرنے پر بھی غاصب پرضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۸؎ بخلاف اگر کھال موجود ہوتو مالک کی طرف لوٹا واجب ہے، کیونکہ وہ ملک کے تابع ہے، اور کھال ملک کے حق میں دباغت کے تابع نہیں ہے، اس لئے کہ دباغت کے پہلے بھی اس پر مالک کی ملکیت ثابت ہے، اگر چہ وہ متقوم نہیں ہے

تشریح : یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، کہ دباغت سے پہلے مردار کھال کی قیمت نہیں ہے، لیکن اس پر مالک کی ملکیت ہے اس لئے کھال موجود ہوتو مالک کی طرف لوٹانا واجب ہے

ترجمہ : ۹؎ بخلاف ذبح کئے ہوئے جانور کی کھال (دباغت سے پہلے بھی وہ پاک ہے اور قیمتی ہے) اور رنگنے سے پہلے کپڑا ابھی قیمتی ہے، اس لئے وہ کاریگری کے تابع نہیں ہے

تشریح : غاصب نے ذبح کئے ہوئے جانور کی کھال غصب کیا، یا بغیر رنگے کپڑا غصب کیا اور اس کو ضائع کر دیا تو اس کا ضمان لازم ہوگا، کیونکہ دباغت سے پہلے اس کھال کی قیمت ہے اور وہ مال ہے اس لئے اس کے ہلاک کرنے سے غاصب پر ضمان لازم ہوگا، کیونکہ وہ دباغت کے تابع نہیں ہے

ترجمہ : ١٠؎ اگر دباغت دیا ہوا چمڑا غاصب کے پاس موجود ہے، اب مالک نے یہ چاہا کہ اس کو غاصب کے پاس چھوڑ دے، اور اس کی قیمت کا ضمان لے لے، تو بعض حضرات نے فرمایا کہ مالک کو یہ حق نہیں ہے، اس لئے کہ مردار کھال کی دباغت سے پہلے اس کی قیمت نہیں ہے، بخلاف کپڑا کے رنگنے کے، اس لئے کہ رنگنے سے پہلے بھی کپڑے کی قیمت ہے

تشریح : غاصب نے مردار کھال غصب کی اور اس کو دباغت دیا، اس کو غاصب نے ہلاک نہیں کیا ہے، بلکہ وہ موجود ہے، اور مالک غاصب سے اپنی بغیر دباغت دئے کھال کی قیمت لینا چاہتا ہے تو بعض حضرات نے فرمایا کہ مالک کو یہ حق نہیں ہے، کیونکہ مالک کی کھال بغیر دباغت کی تھی، اور اس کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے، اس لئے مالک غاصب سے کھال کی قیمت نہیں لے سکتا ہے، اس کے برخلاف غاصب نے کپڑا غصب کیا، پھر اس کو رنگا، اب مالک اپنے کپڑے کی قیمت لینا چاہتا ہے، تو وہ بغیر رنگے کپڑے کی قیمت لے سکتا ہے، کیونکہ رنگنے سے پہلے بھی کپڑے کی قیمت ہوتی ہے، اس لئے مالک وہ لے سکتا ہے

ترجمہ: ١١؎ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مالک کو غاصب سے کھال کی قیمت لینے کا حق نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک قیمت لینے کا حق ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مالک نے جب غاصب کے پاس کھال چھوڑ دی، اور غاصب کو اس کا ضامن بنایا، تو غاصب اصل کو واپس کرنے سے عاجز ہو گیا ہے، تو ایسا ہو گیا کہ غاصب نے ہلاک کیا ہے (اس لئے

كَالْاِسْتِهْلَاكِ وَهُوَ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ ۱۲ ثُمَّ قِيْلَ يَضْمَنُهُ قِيْمَةَ جِلْدٍ مَدْبُوْغٍ وَيُعْطِيْهِ مَا زَادَ الدِّبَاغُ فِيْهِ كَمَا فِي الْاِسْتِهْلَاكِ، وَقِيْلَ يُضَمِّنُهُ قِيْمَةَ جِلْدٍ ذَكِيٍّ غَيْرِ مَدْبُوْغٍ ۱۳ وَلَوْ دَبَغَهُ بِمَا لَاقِيْمَةَ لَهُ كَالتُّرَابِ وَالشَّمْسِ فَهُوَ لِمَالِكِهٖ بِلَاشَيْءٍ لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ غَسْلِ الثَّوْبِ وَلَوِ اسْتَهْلَكَهُ الْغَاصِبُ يَضْمَنُ قِيْمَتَهُ مَدْبُوْغاً وَقِيْلَ طَاهِراً غَيْرَ مَدْبُوْغٍ لِاَنَّ وَصْفَ الدِّبَاغَةِ هُوَ الَّذِي حَصَلَهُ فَلَا

غاصب پر ضمان ہوگا) اور یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے

تشریح: دوسرے مشائخ نے فرمایا کہ غاصب نے دباغت دی ہو اور کھال موجود ہو، اور اپنی کھال کی قیمت لینا چاہے تو اس بارے میں بھی اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کھال کی قیمت مالک نہیں لے سکتا ہے، کیونکہ دباغت دینے سے پہلے وہ مال ہی نہیں ہے، اس لئے مالک کیا لیگا۔ اور صاحبینؒ کے یہاں مردار کی کھال دباغت سے پہلے بھی مال ہے، اس لئے صاحبینؒ کے یہاں مالک اپنی بغیر دباغت والی کھال کی قیمت لینا چاہے تو لے سکتا ہے

وجه: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ جب مالک نے اپنی کھال غاصب کے پاس سے نہیں لیا تو گویا کہ غاصب اس کو واپس کرنے سے عاجز ہو گیا، تو ایسا ہوا کہ غاصب نے کھال کو ہلاک کر دیا، اور ابھی اوپر گزرا کہ غاصب کھال ہلاک کر دے تو صاحبینؒ کے یہاں مالک اس کی قیمت لے سکتا ہے، ویسے ہی یہاں ہوگا

ترجمه: ۱۲ پھر کہا گیا ہے کہ غاصب کو دباغت دئے ہوئے کھال کی قیمت کا ضامن بنائے گا، اور دباغت سے جو قیمت میں زیادتی ہوئی ہے، غاصب کو وہ لوٹا دے گا، جیسا کہ غاصب کھال ہلاک کرتا تو لازم ہوگا۔ اور کہا گیا کہ ذبح کی ہوئی کھال جس کو ابھی دباغت نہ دیا ہو اس کی جو قیمت ہوتی ہے غاصب پر اس کا ضمان ہوگا

تشریح: غاصب پر جو کھال کی قیمت لگائی جائے گی، اس کی دو صورتیں ہیں۔ ا۔ ایک یہ ہے کہ دباغت دی ہوئی کھال کی قیمت لگائی جائے، اور غاصب سے وہ لی جائے، پھر بغیر دباغت دی کھال میں دباغت دینے کے بعد جو اضافہ ہوا ہے وہ قیمت غاصب کو واپس دے دی جائے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ذبح کیا ہوا جانور جس کو دباغت دی نہیں گئی ہو اس کھال کی قیمت غاصب سے لے لی جائے، یہ دوسری صورت ہے

لغت: جلد ذکی: ذبح کیے ہوئے جانور کی کھال۔

ترجمه: ۱۳ اور اگر غاصب نے کھال کو ایسی چیز سے دباغت دی جس کی کوئی قیمت نہیں ہے، جیسے مٹی اور دھوپ سے دباغت دی، تو یہ کھال مالک کی ہوگی، اور وہ دباغت کا کچھ بھی قیمت نہیں دے گا، اس لئے کہ یہ کپڑے کو دھونے کی طرح ہو گیا ہے، اور اگر غاصب نے اس کھال کو ہلاک کر دیا تو دباغت دی ہوئی کھال کا ضامن ہوگا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ایسی کھال کی قیمت کا ضامن ہوگا جو پاک کی ہوئی ہو لیکن دباغت دی ہوئی نہ ہو (یعنی ذبح شدہ کھال کا ضامن ہوگا)، اس کی وجہ یہ ہے کہ دباغت کی صفت خود غاصب نے پیدا کی ہے، اس لئے غاصب دباغت کا ضامن نہیں ہوگا

تشریح: اوپر یہ بات تھی کہ غاصب نے ایسی چیز سے دباغت دی ہے جس کی قیمت ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ غاصب نے

یَضْمَنُهُ وَجهَ الْاَوَّلِ وَعَلَیْهِ الْاَکْثَرُوْنَ اَنَّ صِفَةَ الدِّبَاغَةِ تَابِعَةٌ لِلْجِلْدِ فَلَا تَفَرُّدَ عَنْهُ وَاِذَا صَارَ الْاَصْلُ مَضْمُوْناً عَلَیْهِ فَکَذَا صِفَتُهُ. ۱۴؎ وَلَوْ خَلَّلَ الْخَمرَ بِالْقَاءِ الْمِلْحِ فِیْهَا وَقَالُوْا عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَةَؒ صَارَ مِلْکاً لِلْغَاصِبِ وَلَا شَیْءَ لَهُ عَلَیْهِ ۱۵؎ وَعِنْدَهُمَا اَخَذَهُ الْمَالِکُ وَاَعْطیٰ مَازَادَ الْمِلْحُ فِیْهِ بِمَنْزِلَةِ دَبْغِ الْجِلْدِ وَمَعْنَاهُ هٰهُنَا اَنْ یُّعْطِیَ مِثْلَ وَزْنِ الْمِلْحِ مِنَ الْخَلِّ ۱۶؎ وَاِنْ اَرَادَ الْمَالِکُ تَرَکَهُ عَلَیْهِ وَتَضْمِیْنَهُ فَهُوَ عَلیٰ مَا قِیْلَ وَقِیْلَ فِی دَبْغِ الْجِلْدِ

ایسی چیز سے کھال کو دباغت دی جس کی کوئی قیمت نہیں ہے، مثلا کھال میں مٹی لگائی، نمک لگایا، اور دھوپ میں سکھا کر دباغت دے تو اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ کھال مالک کی ہوگی اور اس کو کچھ بھی غاصب کو نہیں دینا پڑے گا۔

لیکن اگر غاصب نے اس کھال کو جان کر ہلاک کر دیا تو ایک رائے یہ ہے کہ دباغت شدہ کھال کی قیمت کا ضامن ہوگا، کیونکہ یہ دباغت شدہ کھال مالک کی ہے، اس لئے اس کا ضمان لازم ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دباغت کھال کے تابع ہے، اور کھال مالک کی ہے، اس لئے دباغت بھی مالک کی ہوگئی ہے، اس لئے غاصب پر دباغت دی ہوئی کھال کی قیمت لازم ہوگی۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ دباغت دئے کھال کی قیمت تو نہیں لگائی جائے گی، اس لئے کہ اس دباغت میں کچھ خرچ نہیں ہوا ہے، لیکن ذبح کرنے سے جو پاک ہوتی ہے اس کھال کی قیمت لگائی جائے گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دباغت تو غاصب ہی نے دی ہے، یہ اس کی ملکیت ہے اس لئے اس پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ۱۴؎ اور اگر نمک ڈال کر شراب کو سرکہ بنایا تو علماء نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، یہ غاصب کی ملکیت ہو گئی، اور اگر غاصب اس سرکے کو ہلاک کر دے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے،

تشریح: پہلے مسئلہ یہ تھا کہ شراب پر کوئی چیز خرچ کئے بغیر سرکہ بنایا، اب یہ ہے کہ شراب پر نمک ڈال کر اور کچھ رقم خرچ کر کے سرکہ بنایا ہے، تو چونکہ جب تک وہ شراب ہے، مسلمان کے حق میں وہ مال ہی نہیں ہے، اس لئے اس کی کوئی ملکیت نہیں رہی، اور غاصب نے اپنا روپیہ خرچ کر کے اس کو حلال کر دیا، اور سرکہ جیسا مال بنا دیا ہے، اس لئے یہ سرکہ غاصب کا ہو گیا ہے، اور اگر غاصب نے اس کو ہلاک کیا تو چونکہ غاصب نے اپنی چیز ہلاک کی ہے اس لئے اس پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱۵؎ اور صاحبینؒ کے نزدیک سرکہ مالک کی چیز ہے اس لئے مالک اس کو غاصب سے لیگا، اور نمک ڈالنے سے جو اضافہ ہوا ہے وہ غاصب کو دیگا، جیسے دباغت دیا ہو تو مالک دباغت کی قیمت دیا تھا،، اور یہاں اس کا معنی یہ ہے کہ نمک کا جتنا وزن اتنا سرکہ غاصب کو دے دیگا

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ سرکہ مالک کا ہے اس لئے مالک اس کو لے لیگا، اور نمک سے قیمت میں جتنا اضافہ ہوا ہے وہ غاصب کو دیگا، اور اس کی صورت یہ ہے کہ نمک کے وزن کے برابر سرکہ غاصب کو دے دیا جائے گا

ترجمہ: ۱۶؎ اور اگر مالک سرکہ غاصب کے پاس چھوڑ دے اور غاصب سے اس کی قیمت لینا چاہے، تو اس بارے میں وہی بات مشائخ نے کہی ہے جو کھال کی دباغت کے بارے میں کہی ہے

۱۷؎ وَلَوْ اسْتَهْلَكَهَا لَا يَضْمَنُهَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَؒ خِلَافاً لَهُمَا كَمَا فِی دَبْغِ الْجِلْدِ ۱۸؎ وَلَوْ خَلَّلَهَا بِالْقَاءِ الْخَلِّ فِيْهَا فَعَنْ مُحَمَّدٍؒ اَنَّهُ اِنْ صَارَ خَلًا مِنْ سَاعَتِهٖ يَصِيْرُ مِلْكاً لِلْغَاصِبِ وَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ لِاَنَّهُ اِسْتِهْلَاكٌ لَهُ وَهُوَ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ وَاِنْ لَمْ تَصِرْ خَلًا اِلَّا بَعْدَ زَمَانٍ بِاَنْ كَانَ الْمُلْقِی فِيْهِ خَلًا قَلِيْلاً فَهُوَ

تشریح : کھال کو غاصب نے دباغت دی، اور مالک اس کھال کی قیمت غاصب سے لینا چاہتا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں کھال کی قیمت نہیں لے سکتا ہے کیونکہ وہ دباغت سے پہلے مال ہی نہیں ہے، ایسے ہی مالک غاصب سے سرکہ کی قیمت لینا چاہے تو نہیں لے سکتا ہے، اس لئے کہ مالک کی تو شراب تھی جس پر غصب کیا تھا، اور شراب کی قیمت نہیں ہوتی، اس لئے مالک غاصب سے شراب کی قیمت نہیں لے سکتا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک سرکہ بننے کے بعد بھی مالک کی ملکیت ہے، اس لئے سرکہ کی قیمت غاصب سے لے سکتا ہے

ترجمہ : ۱۷؎ اور اگر غاصب نے اس سرکہ کو ہلاک کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غاصب اس کا ضمان نہیں دے گا، (کیونکہ یہ شراب کی حالت میں متقوم نہیں تھا) صاحبینؒ اس کے خلاف ہیں (انکے یہاں غاصب ضامن ہوگا) جیسے کہ چمڑے کی دباغت میں اختلاف تھا

تشریح : غاصب نے شراب کو غصب کیا تھا، پھر اس میں نمک ڈال کر سرکہ بنایا، پھر اس کو ضائع کر دیا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غاصب پر ضمان نہیں ہے، کیونکہ مالک کی شراب تھی جو متقوم نہیں تھی اس لئے اس کا ضمان نہیں دیگا۔ اور صاحبین کے نزدیک سرکہ مالک کا مال ہے جس کو ہلاک کیا ہے اس لئے غاصب پر اس کا ضمان لازم ہوگا، جیسے چمڑے کی دباغت کی صورت میں یہ ہوا تھا۔

ترجمہ : ۱۸؎ اور اگر شراب میں غاصب نے اپنا سرکہ ڈال کر سرکہ بنایا تو امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر اسی وقت سرکہ بن گیا تو یہ سارا سرکہ غاصب کی ملکیت ہے، اور غاصب پر کوئی ضمان نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شراب جو غیر متقوم تھی غاصب نے اس کو ہلاک کیا ہے۔ اور اگر ایک زمانہ کے بعد سرکہ بنا، مثلا بہت سرکہ شراب میں ڈالا تھا تو یہ سرکہ دونوں کے درمیان ہوگا اس کے وزن کے اعتبار سے، اس لئے کہ گویا کہ مالک کے سرکے میں غاصب نے اپنا سرکہ ملا دیا۔ اور یہاں امام محمدؒ اپنے اصول پر ہیں کہ ایک چیز کو اس کی جنس میں ملا دو تو یہ ہلاک کرنا نہیں ہے۔

اصول : یہاں اصول یہ ہے کہ شراب میں اتنا سرکہ ڈالا کہ گویا کہ شراب ہلاک ہوگئی تو غاصب پر ضمان نہیں ہے، کیونکہ شراب غیر متقوم ہے

اصول : دوسرا اصول یہ ہے کہ گویا کہ شراب سرکہ بننے کے بعد اس میں غاصب نے اپنا سرکہ ڈالا تو مالک کی جتنی شراب تھی اتنا سرکہ مالک کا رہے گا، اور غاصب نے جتنا سرکہ ڈالا تھا وہ غاصب کا رہے گا، کیونکہ جنس کو جنس میں ڈالنے سے ہلاک نہیں ہوتا

تشریح : پہلے مسئلہ تھا کہ شراب میں نمک ملا کر سرکہ بنایا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ شراب میں سرکہ ملا کر سرکہ بنایا، پس اگر شراب میں اتنا زیادہ سرکہ ڈالا کہ اسی وقت سرکہ بن گیا تو ایسا سمجھا جائے گا کہ شراب جو ناپاک ہے اور غیر متقوم ہے اس کو سرکہ ڈال کر

بَیْنَھُمَا عَلٰی قَدْرِ کَیْلِھِمَا لِاَنَّ خَلَطَ الْخَلَّ بِالْخَلِّ فِی التَّقْدِیْرِ وَھُوَ عَلٰی اَصْلِہٖ لَیْسَ بِاسْتِھْلَاکٍ ۱۹ وَعِنْدَ اَبِی حَنِیْفَۃَؒ فَھُوَ لِلْغَاصِبِ فِی الْوَجْھَیْنِ وَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ لِاَنَّ نَفْسَ الْخَلَطِ اِسْتِھْلَاکٌ عِنْدَہٗ وَلَا ضِمَانَ فِی الْاِسْتِھْلَاکِ لِاَنَّہٗ اَتْلَفَ مِلْکَ نَفْسِہٖ ۲۰ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍؒ لَا یَضْمَنُ بِالْاِسْتِھْلَاکِ فِی الْوَجْہِ الْاَوَّلِ لِمَا بَیَّنَّا وَیَضْمَنُ فِی الْوَجْہِ الثَّانِی لِاَنَّہٗ اَتْلَفَ مِلْکَ غَیْرِہٖ

ہلاک کر دیا، اور غیر متقوم کو ہلاک کرنے سے ضمان لازم نہیں آتا ہے، اس لئے غاصب پر اس کا ضمان لازم نہیں آئے گا، اور پورا سرکہ غاصب کا ہو جائے گا

اور اگر کم سرکہ ڈالا، اور ایک ماہ کے بعد شراب سرکہ بنا، تو یوں سمجھا جائے گا کہ سرکہ کی وجہ سے شراب سرکہ نہیں بنی ہے، بلکہ شراب خود بخود سرکہ بنا ہے، اور یہ سرکہ مالک کا ہے، تو گویا کہ غاصب نے اپنا سرکہ مالک کے سرکے میں ملایا، مثلا مالک کی شراب تین کلو تھی جو سرکہ بنی، اور غاصب نے دو کلو سرکہ ملایا تو یہاں مالک کا سرکہ تین کلو مانا جائے گا، اور غاصب کا سرکہ دو کلو مانا جائے گا، اور امام محمد کے اصول پر یہ مانا جائے گا کہ سرکہ کو سرکہ میں ملایا تو کوئی ہلاک نہیں ہوا بلکہ دونوں اپنی اپنی مقدار کے ساتھ موجود رہے

ترجمہ: ۱۹ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں (فورا سرکہ بن گیا، یا ایک زمانے کے بعد سرکہ بنا) سرکہ غاصب کا ہے، اور غاصب پر کوئی ضمان نہیں ہے، اس لئے کہ کم ہو یا زیادہ نفس سرکہ ملانے سے ہلاک سمجھا جاتا ہے، اور شراب ہلاک کر دے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے، اس لئے کہ گویا کہ غاصب نے اپنی ملکیت کی چیز ہلاک کی ہے

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ شراب میں سرکہ ملا دیا جائے تو کم سرکہ ہو یا زیادہ اس سے شراب کو ہلاک کرنا سمجھا جائے گا۔ اور شراب غیر متقوم چیز ہے اس لئے اس کو ہلاک کرنے سے غاصب پر ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: مالک کی شراب میں غاصب نے سرکہ ملایا تو چاہے فورا شراب سرکہ بن گیا، یا ایک زمانے کے بعد سرکہ بنا، دونوں صورتوں میں شراب کو ہلاک کرنا شمار کیا جائے گا، اور شراب غیر متقوم ہے اس لئے اس کے ہلاک کرنے سے غاصب پر ضمان لازم نہیں آئے گا، اس لئے گویا کہ غاصب نے اپنی ملکیت کی چیز ہلاک کی ہے

لغت: خلط: ملانا۔ استہلاک: ہلاک کرنا، ضائع کرنا۔ اتلف: ضائع کیا۔

ترجمہ: ۲۰ اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلی صورت (جبکہ بہت سرکہ ملا کر شراب کو فورا سرکہ بنا دیا) میں غاصب مالک کا ضامن نہیں بنے گا، اور دوسری صورت (جبکہ تھوڑا سرکہ ملانے کی وجہ سے بہت عرصہ کے بعد شراب سرکہ بنی) ضامن بنے گا، اس لئے کہ اس صورت میں غاصب نے غیر کی ملکیت کو ضائع کیا ہے

تشریح: یہاں یہ مسئلہ ہے کہ غاصب نے سرکہ ہلاک کر دیا تو غاصب پر ضمان لازم ہوگا یا نہیں

پہلی صورت۔ جبکہ شراب میں زیادہ سرکہ ملانے کی وجہ سے فورا سرکہ بن گیا، تو اس صورت میں مالک کی شراب تھی جو غیر متقوم تھی، اس لئے اس کو غاصب نے ہلاک کیا تو امام محمدؒ کے یہاں اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس شراب کی قیمت ہی نہیں ہے۔

دوسری صورت میں جبکہ شراب میں کم سرکہ ملایا اور ایک زمانے کے بعد شراب سرکہ بنی، تو یہاں مالک کی شراب خود سرکہ بنی ہے اور

٢١ وَبَعْضُ الْمَشَائِخِ اَجْرُوْا جَوَابَ الْكِتَابِ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ اَنَّ لِلْمَالِكِ اَنْ يَأْخُذَ الْخَلَّ فِي الْوُجُوْهِ كُلِّهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ لِاَنَّ الْمُلْقٰى يَصِيْرُ مُسْتَهْلِكاً فِي الْخَمرِ فَلَمْ يَبْقٰى مُتَقَوِّماً وَقَدْ كَثُرَتْ فِيْهِ اِقْبَالِ الْمَشَائِخِ وَقَدْ اَثْبَتْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهِي.

(١٤٧٧) قَالَ وَمَنْ كَسَرَ لِمُسْلِمٍ بَرْبَطاً اَوْ طِبْلاً اَوْ مِزْمَاراً اَوْ دُفّاً اَوْ اَرَاقَ لَهٗ سُكْراً اَوْ مُنْصِفاً فَهُوَ ضَامِنٌ وَبَيْعُ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ جَائِزٌ ١ وَهٰذا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ لا يَضْمَنُ وَلَا

یہ سرکہ مالک کا ہے اس لئے اس کو ہلاک کرنے سے غاصب ضامن بنے گا، کیونکہ اس نے مالک کا سرکہ ہلاک کیا ہے جو متقوم ہے

اصول: متقوم چیز ہلاک کرے گا تو ضمان لازم ہوگا

اصول: غیر متقوم چیز ہلاک کرے گا تو اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ٢١ اور بعض مشائخ نے متن کے مسئلے کو مطلق رکھا ہے کہ تمام صورتوں (چاروں صورتوں) میں بغیر کسی چیز کے مالک سرکہ لے گا، اس لئے کہ جو چیز شراب میں ڈالی ہے وہ گویا کہ ہلاک ہوگئی ہے، اور وہ متقوم باقی نہیں رہی ہے، اور اس بارے میں بہت سے اقوال ہیں جنکو میں نے کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا ہے

تشریح: بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ چاروں صورتوں میں پورا سرکہ مالک کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ۔ ١۔ شراب میں بغیر کوئی چیز ڈالے سرکہ بن گیا یہ مسئلہ پہلے متن میں تھا، تو اس صورت میں یہ سرکہ مالک کا ہے۔ ٢۔ شراب میں نمک ڈال کر اس کو سرکہ بنایا، تو اس صورت میں بھی یہ سرکہ مالک کا ہے، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہاں نمک شراب کے تابع ہے، اس لئے جو نمک شراب میں ڈالا وہ گویا کہ خود ہلاک ہوگیا، اور شراب، اور اس کے بعد اس کا سرکہ مالک کا ہوگیا۔ ٣۔ تیسری صورت۔ جبکہ غاصب نے بہت سرکہ ڈال کر شراب کو سرکہ بنایا، یہاں بھی یوں مانا جائے گا کہ سرکہ تابع ہے اور شراب میں جا کر سرکہ ہلاک ہو گیا۔ ٤۔ اور چوتھی صورت جبکہ کم سرکہ ڈال کر شراب کو سرکہ بنایا تو اس صورت میں بھی سرکہ گویا کہ شراب میں مل کر ہلاک ہوگیا، اور مالک کا سرکہ باقی رہا اس لئے مالک تمام سرکہ لے گا، اور غاصب کو سرکہ بنانے پر جو خرچ آیا ہے وہ بھی نہیں دیگا، اس لئے کہ اس کا مال گویا کہ ہلاک ہوگیا ہے۔ اور قیمتی باقی نہیں رہا ہے۔

ترجمہ: (١٤٧٧) کسی نے مسلمان کا بربط باجہ، یا ڈھول، یا بانسری، یا دھپڑا توڑ دیا۔ یا مسلمان کی سکر یا منصف شراب بہا دی تو وہ ضامن ہوگا، اور انکی بیع جائز ہے

ترجمہ: ١ یہ بات امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس پر ضمان نہیں ہوگا، اور اس کو بیچنا بھی جائز نہیں ہے

اصول: امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ جو چیز بنیاد کے اعتبار سے جائز اور حلال ہے، لیکن لوگ اس کو عام طور پر حرام کام میں استعمال کرتے ہیں، وہ مال ہے، اس کے توڑنے سے ضمان لازم ہوگا۔ اور اس کا بیچنا جائز ہے

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ جو چیز بنیادی طور پر حلال اور جائز ہے، لیکن لوگ اس کو عام طور پر حرام کام میں استعمال

يَـجُوزُ بَيْعُهَا ۲؎ وَقِيْـلَ الْإِخْتِلَافُ فِـي الـدُّفِّ وَالـطَّبْـلِ الَّذِى يَضْرِبُ لِلَّهْوِ فَاَمَّا طَبْلُ الغَزَاةِ وَالدُّفّ

کرتے ہیں، وہ اب حرام ہو گیا، وہ متقوم نہیں رہا، اس کو توڑنے سے توڑنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا، چونکہ وہ متقوم نہیں رہا اس لئے اس کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔ دونوں حضرات کے اصولوں میں یہ فرق ہے۔

تشریح: کسی نے مسلمان کا بربط باجہ، یا ڈھول، یا بانسری، یا دھپڑا توڑ دیا۔ یا مسلمان کی سکر یا منصف شراب بہادی تو وہ ضامن ہوگا، اور انکی بیع جائز ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر یہ چیزیں لکڑی سے بنی ہوتی ہیں جو قیمتی ہوتی ہیں، اس لئے یہ متقوم ہیں، اس لئے اس کے توڑنے سے ضمان لازم ہوگا۔ اور چونکہ یہ متقوم ہیں اس لئے اس کو بیچنا بھی جائز ہے

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا، اور اس کا بیچنا بھی جائز نہیں ہوگا

وجہ: (۱) کیونکہ یہ چیزیں اگر چہ متقوم تھیں لیکن حرام میں استعمال ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت ساقط ہو چکی ہیں۔ (۲)۔ عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ کل مسکر خمر، و کل مسکر حرام۔ (مسلم شریف، باب بیان ان کل مسکر خمر، ص ۸۹۵، نمبر ۵۲۱۸/۲۰۰۳) (۳) انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون (آیت ۹۰ سورۃ المائدۃ ۵) میں اسی خمر کا ذکر ہے۔ (۴)۔ عن ابن عباس قال رایت رسول الله ﷺ جالسا عند الرکن قال فرفع بصره الی السماء فضحک فقال لعن الله الیهود ثلاثا ان الله تعالی حرم علیهم الشحوم فباعوها واکلوا اثمانها وان الله تعالی اذا حرم علی قوم اکل شیء حرم علیهم ثمنه (ابوداؤد شریف، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ، ص ۵۰۴، نمبر ۳۴۸۸) اس حدیث میں ہے کہ کسی چیز کا کھانا حرام ہو تو اس کی قیمت بھی حرام ہے، اس لئے خمر کو بیچنا حرام ہوگا۔ (۵) عن جابر بن عبد الله انه سمع رسول الله یقول عام الفتح وهو بمکة، ان الله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام، فقیل یا رسول الله! أرأیت شحوم المیتة فانه یطلی بها السفن ویدهن بها الجلود، ویستصبح بها الناس فقال لا هو حرام۔ (ابوداؤد شریف، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ، ص ۵۰۳، نمبر ۳۴۸۶) اس حدیث میں ہے کہ خمر سے دوسرا فائدہ اٹھانا بھی حرام ہے۔ (۶) یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما۔ (آیت ۲۱۹، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ خمر سے نفع نہیں اٹھانا چاہئے اس کا گناہ اس کے فائدے سے زیادہ ہے۔ ان سب دلائل سے وہ فرماتے ہیں کہ ان چیزوں کا ضمان لازم نہیں ہوگا، اور نا ان چیزوں کا بیچنا جائز ہوگا۔

لغت: بربط: یہ ایک خاص قسم کا باجہ ہے۔ طبل: ڈھول۔ مزمار: بانسری۔ دف: دھپڑا۔ سکر: شراب، ہر نشہ آور چیز۔ انگور یا تاڑی کی کچی تاڑی جو جھاگ سے گاڑھی ہو جائے، منصف: انگور کے شیرے کو اتنی پکائی جائے کہ جل کر آدھا شیرہ رہ جائے۔

ترجمہ: ۲؎ بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ اس دف اور طبلے میں اختلاف ہے جو کھیل کود کے لئے بجایا جاتا ہے، لیکن وہ طبلہ جو غازی فوجوں کو اطلاع دینے کے لئے بجاتے ہیں، یا وہ دف جو مباح ہے اور شادی میں بجاتے ہیں تو اس کو ضائع کرنے سے

الَّذِی یُبَاحُ ضَرَبُهُ فِی الْعَرَسِ یَضْمَنُ بِالْاِتْلَافِ مِنْ غَیْرِ خِلَافٍ ۳؎ وَقِیْلَ الْفَتْوٰی فِی الضِّمَانِ عَلٰی قَوْلِهِمَا ۴؎ وَالسَّکَرُ اِسْمٌ لِلنَّیءِ مِنْ مَاءِ الرَّطْبِ اِذَا اشْتَدَّ وَالْمُصَنِّفُ مَا ذَهَبَ نِصْفُهُ بِالطَّبْخِ

ضامن ہوگا، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

وجه: یہ دف اور طبلہ بنیادی طور پر لکڑی کا بنا ہوا ہے جو متقوم ہے، اور اس کا استعمال بھی مباح کام کے لئے ہے اس لئے اس کے توڑنے میں ضمان لازم ہوگا۔ اور اس کا بیچنا بھی بالاتفاق جائز ہے

لغت: لہو: کھیل کود۔ عرس: شادی۔

ترجمه: ۳؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان چیزوں کا ضمان لازم نہیں ہوگا اس بارے میں صاحبینؒ کے قول پر فتوی ہے

وجه: یہ چیزیں حرام ہیں، اس لئے اگر چہ بنیادی طور پر جائز ہو لیکن اس کا استعمال حرام کے طور ہونے لگا اس لئے یہ غیر متقوم ہو گیا اس لئے اس کے توڑنے پر ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمه: ۴؎ اور متن میں جو کہا سکر، اس سے مراد یہ ہے کہ کھجور کا کچا رس جب گاڑھا ہو جائے، اور منصف سے مراد یہ ہے کہ رس کو پکانے کی وجہ سے آدھا رس چلا جائے

تشریح: شراب بہت ساری چیزوں سے بنائی جاتی ہیں، ان میں انگور کے رس سے بناتے ہیں، اسی سے خمر بنتا ہے جو نجس العین ہے۔ کھجور کے رس سے بناتے ہیں جس کو سکر کہتے ہیں رس۔ جو کو پکا کر۔ گیہوں اور چاول کو پکا کر شراب بناتے ہیں۔ پھر انگور اور کھجور کے رس کچھ دنوں کے لئے ویسے چھوڑ دیتے ہیں جس سے گاڑھا ہو جاتا ہے، اور جھاگ مارنے لگتا ہے اور نشہ آجاتا ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ اس کو پکاتے ہیں۔ پھر پکانے کے بھی چار طریقے ہیں۔ ایک چوتھائی رس جلتا ہے، تو اس کو باذق، کہتے ہیں۔ آدھا رس جل جائے تو اس کو منصف، کہتے ہیں، دو تہائی تک رس جل جائے تو مثلث، کہتے ہیں۔ یہ سب شرابوں کے نام ہیں

صاحب ہدایہ متن کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سکر سے مراد یہ ہے کہ کھجور کے کچے رس کو کچھ دنوں کے کے لئے چھوڑ دیا جس میں جھاگ مارنے لگ جائے، اس میں پورا نشہ نہیں آیا ہوتا ہے، اور یہ خمر کے درجے میں نہیں ہے جو انگور کے رس سے بنتا ہے تو اس کو بہا دے تو اس کا ضامن بنے گا۔ اور منصف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کھجور کے رس کو پکا کر آدھا جلا دیا ہو، اور اس میں کچھ نشہ آچکا ہو تو اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کو بہانے سے ضمان لازم نہیں ہوگا

وجه: (۱) وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِیلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا إِنَّ فِی ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (سورت النحل ۱۶، آیت ۶۷) اس آیت میں سکر کا ذکر ہے۔ (۲) اگر یہ خمر ہوتا تب تو وہ آیت میں حرام ہے غیر متقوم ہے، اس کے بہانے سے ضمان لازم نہیں ہوگا۔ لیکن یہ خمر نہیں ہے، بلکہ سکر ہے، یا منصف ہے جس میں تھوڑا سا نشہ آچکا ہے اس لئے اس کے بارے میں اختلاف ہے، امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کو بہانے سے ضمان لازم ہوگا، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ضمان لازم نہیں ہوگا

۵ وَفِی الْمَطْبُوْخِ اَدْنیٰ طَبْخَةٍ وَهُوَ الْبَاذِقُ عَنْ اَبِی حَنِیْفَةَؒ رِوَایَتَانِ فِی التَّضْمِیْنِ وَالْبَیْعِ ۶ لَهُمَا اَنَّ هٰذِهِ الْاَشْیَاءَ اُعِدَّتْ لِلْمَعْصِیَةِ فَبَطَلَ تَقَوُّمُهَا کَالْخَمْرِ وَلِاَنَّهُ فَعَلَ مَا فَعَلَ اٰمِراً بِالْمَعْرُوْفِ وَهُوَ بِاَمْرِ الشَّرْعِ فَلَایَضْمَنُهُ کَمَا اِذَا فَعَلَ بِاِذْنِ الْاِمَامِ. ۷ وَلِاَبِی حَنِیْفَةَؒ اَنَّهَا مَوَالٌ لِصَلَاحِیَتِهَا لِمَا یَحِلُّ مِنْ

ترجمہ: ۵ اور اگر رس کو تھوڑا پکایا ہو تو اس کو، باذق، بادہ کہتے ہیں اس باذق کے ضمان کے بارے، اور بیچنے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی دو روا تیں ہیں

تشریح : باذق میں آدھا رس نہیں جلایا جاتا، بلکہ ایک چوتھائی رس جلا کر بناتے ہیں، اس میں بھی تھوڑا سا نشہ آتا ہے، تو اس بارے میں امام ابو حنیفہ کی ایک روایت یہ ہے اس کے بہانے والے پر ضمان لازم ہوگا، اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا

وجہ: اگر اس میں بھر پور نشہ مان لیا جائے تب تو یہ غیر متقوم ہے اس کے بہانے سے ضمان لازم نہیں ہوگا، اور نہ ہی اس کا بیچنا جائز ہوگا۔ اور اگر اس میں ہلکا سا نشہ مان لیا جائے تو یہ متقوم ہے، اس کے بہانے والے پر ضمان لازم ہوگا، اور اس کا بیچنا جائز ہوگا۔ اس دو اصول پر امام صاحب کی دو روایتیں ہوگئیں

ترجمہ : ۶ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ چیزیں گناہ کے لئے تیار کی گئیں ہیں، اس لئے خمر کی طرح ان کا متقوم ہونا ساقط ہو گیا ہے (اس لئے اس کے توڑنے پر ضمان لازم نہیں ہوگا) دوسری بات یہ ہے کہ امر بالمعروف کا شریعت نے حکم دیا ہے اس کو کیا ہے اس لئے ضمان لازم نہیں ہوگا، جیسے امام کے حکم سے یہ کرتا تو ضمان لازم نہیں ہوتا

وجہ : (۱) عن سالم بن عبد اللہ ان رسول اللہ ﷺ قال ان من العنب خمرا و انها كم عن كل مسكر۔ (۲) دوسری روایت میں ہے۔ عن عبد اللہ بن عباس قال حرمت الخمر بعينها و المسكر من شرب (طحاوی شریف، کتاب الاشربۃ، ج ثانی، ص ۲۹۷) اس حدیث اور قول صحابی سے معلوم ہوا کہ یہ حرام ہے اس لئے اس کا تقوم ساقط ہو گیا ہے (۳) عَنْ أَبِی أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِی رَحْمَةً وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ، وَأَمَرَنِی أَنْ أَمْحَقَ الْمَزَامِيرَ وَالْكَنَارَاتِ۔ (مسند احمد، باب مسند ابی امامۃ الباہلی، نمبر ۲۲۲۱۸) اس حدیث میں ہے کہ مزامیر کو توڑنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے اس کو توڑنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا (۴) فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (مسلم شریف، باب بیان کون النہی عن المنکر، نمبر ۴۹، ترمذی شریف، باب ماجاء فی تغیر المنکر بالید، نمبر ۲۱۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلط چیز کو ہاتھ سے روک دینا چاہئے، اس لئے کسی نے اس کو توڑا، یا بہایا ہے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ۷ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ سب چیزیں بنیادی طور پر مال ہیں، اس لئے کہ ان میں حلال نفع اٹھانے کی بھی صلاحیت ہے، اگر چہ اس کی بھی صلاحیت ہے کہ جو حلال نہیں ہے وہ کام بھی لے لیں، جیسے گانے والی باندی (گانا بھی گاتی

وُجُوْهِ الْاِنْتِفَاعِ وَاِنْ صَلُحَتْ لِمَا لَا يَحِلُّ فَصَارَ كَالْاَمَةِ الْمُغْنِيَّةِ وَهٰذَا لِاَنَّ الْفَسَادَ بِفِعْلِ فَاعِلٍ مُخْتَارٍ فَلَا يُوْجِبُ سُقُوْطَ التَّقَوُّمِ وَجَوَازُ الْبَيْعِ وَالتَّضْمِيْنِ مُرَتَّبَانِ عَلَى الْمَالِيَّةِ وَالتَّقَوُّمِ ﴿٨﴾ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ بِالْيَدِ اِلَى الْاُمَرَاءِ لِقُدْرَتِهِمْ وَبِاللِّسَانِ اِلٰى غَيْرِهِمْ ﴿٩﴾ وَتَجِبُ قِيْمَتُهَا غَيْرُ صَالِحَةٍ لِلَّهْوِ كَمَا فِى الْجَارِيَةِ الْمُغْنِيَةِ وَالْكَبْشِ النَّطُوْحِ وَالْحَمَامَةِ الطَّيَّارَةِ وَالدِّيْكِ الْمُقَاتِلِ وَالْعَبْدِ الْخَصِيِّ تَجِبُ قِيْمَةُ غَيْرُ صَالِحَةٍ لِهٰذِهِ الْاُمُوْرِ كَذَا هٰذَا

ہے جوحرام ہے، اور خدمت بھی کرسکتی ہے جو حلال ہے)، دوسری بات یہ ہے کہ انسان جس کو اختیار ہے اس کے غلط اختیار کرنے سے یہ فساد آیا ہے، اس لئے ان چیزوں کا متقوم ہونا ساقط نہیں ہوگا، اور بیع کا جائز ہونا اور ضمان لازم کرنا یہ مالیت اور تقوم پر مرتب ہے (اس لئے ان چیزوں کے توڑنے پر ضمان لازم ہوگا)

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ڈھول وغیرہ میں اور سکر میں دونوں صلاحتیں ہیں اچھا کام لینے کا بھی اور حرام کام لینے کا بھی اس لئے اس میں جو حرمت آتی ہے وہ انسان کے اختیار سے، لیکن ذاتی طور پر اس میں تقوم بھی ہے، اور اس کی مالیت بھی ہے اس لئے اس کے توڑنے پر ضمان بھی لازم ہوگا۔ اور اس کی بیع بھی جائز ہوگی

ترجمہ : ﴿٨﴾ اور ہاتھ سے روک کر امر بالمعروف کرنا یہ امیروں اور قاضیوں کا کام ہے کیونکہ ان کو اس کی قدرت ہے، (اس لئے عام لوگوں کو ڈھول نہیں توڑنا چاہئے) اور صرف زبان سے امر بالمعروف کرنا یہ عام لوگوں کا کام ہے

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ ڈھول توڑ کر امر بالمعروف کیا ہے اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ امر بالمعروف کا کام ہاتھ سے توڑ کر کرنا یہ عوام کا کام نہیں ہے، یہ امیروں اور قاضیوں کا کام ہے، کیونکہ ان کو اس کی قدرت ہے، عوام کو صرف زبان سے کہنا چاہئے، لیکن اس نے توڑ کر یہ کام کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا

ترجمہ : ﴿٩﴾ اور ان کھیل کود کی چیزوں کا ضمان وہ لازم ہوگا جو کھیل کود کا نہ ہو، جیسے گانے والی باندی، اور لڑا کا مینڈھا، اڑان والے کبوتر، لڑا کا مرغا، اور خصی غلام کی وہ قیمت واجب ہوگی جو ان حرام کام کی صلاحیت نہ ہو

تشریح : ڈھول وغیرہ حرام کام میں استعمال ہونے والی چیزوں کی دو قسم کی قیمت ہوتی ہے، ایک وہ قیمت جو حرام کام میں استعمال ہو، تو اس کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے، مثلا باندی کی قیمت اس کے اچھے گانے کے اعتبار سے ہو تو اس کی قیمت بہت ہوتی ہے۔ اور اسی باندی کی قیمت اس کی صرف خدمت کرنے کے اعتبار سے ہو تو اس کی قیمت کم ہوتی ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ڈھول وغیرہ کا ضمان اس اعتبار سے ہوگا کہ اس کو خیر کے کام میں استعمال کرے تو اس کی جو قیمت ہوتی ہے، توڑنے والے پر اس قیمت کا ضمان لازم ہوگا۔ اس کو حرام کام میں استعمال کرنے پر جو بہت بڑھی ہوئی قیمت ہوتی ہے اس قیمت والا ضمان نہیں ہوگا

وجہ : ان چیزوں کا تقوم حلال کام میں استعمال ہونے پر ہے حرام کام استعمال ہونے پر اس کا تقوم نہیں ہے، اس لئے حلال کام میں استعمال کی قیمت لازم ہوگی

۱۰ وَفِی السَّکْرِ وَالْمُنَصَّفِ تَجِبُ قِیْمَتُهَا وَلَا یَجِبُ الْمِثْلُ لِاَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوْعٌ عَنْ تَمْلِیْکِ عَیْنِهٖ وَاِنْ کَانَ لَوْ فَعَلَ جَازَ ۱۱ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اَتْلَفَ عَلٰی نَصْرَانِیٍّ صَلِیْباً حَیْثُ یَضْمَنُ قِیْمَتَهٗ صَلِیْباً لِاَنَّهٗ مُقِرٌّ عَلٰی ذَالِکَ.

لغت : کبش : دو چار سا کا مینڈھا۔ نطوح: لڑاکا، سینگوں سے مارنے والا۔ حمامۃ : کبوتر۔ طیارہ: طیر سے مشتق ہے، بہت اڑنے والا۔ دیک: مرغا۔

ترجمہ : ۱۰ سکر اور منصف شراب کی قیمت واجب ہوگی، اس کی مثل واجب نہیں ہوگی، کیونکہ مسلمان کو اس کے عین کے مالک ہونے سے روکا گیا ہے، لیکن پھر بھی اگر عین سکر، اور منصف دے ہی دیا تو جائز ہے

تشریح :سکر اور منصف شراب بہادی تو بہانے والے پر اس کی قیمت واجب ہوگی، اس کی مثل واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اس کی عین کا مالک ہونا ممنوع ہے، لیکن کسی نے عین سکر اور عین منصف دے دیا تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ بنیادی طور پر اس کی قیمت ہے

ترجمہ : ۱۱ یہ بخلاف عیسائی کی صلیب تلف کر دیا تو اس صلیب کی قیمت کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ عیسائی کو اس کے دین اور مذہب پر برقرار رکھیں

اصول : یہاں اصول یہ ہے کہ دوسرے مذہب کی جو مذہبی چیزیں ہیں، وہ مسلمان کے لئے حرام ہیں، لیکن دوسرے مذہب والوں کو اس کے مذہب پر عمل کرنے کی گنجائش ہے اس لئے اس کی چیز توڑنے پر مثل لازم نہیں ہوگا، لیکن اس کی قیمت لازم ہوگی

وجہ:(۱)۔عن ابن عباس قال صالح رسول الله ﷺ اهل نجران علی الفی حلة ....علی ان لا تهدم لهم بیعة و لا یخرج لهم قس، و لا یفتنوا عن دینهم ما لم یحدثوا حدثا، او یأکلوا الربا ۔(ابوداود شریف، کتاب الخراج، باب فی اخذ الجزیۃ ،ص ۴۴۵ ،نمبر ۳۰۴۱) اس حدیث سے پتہ چلا کہ اسلامی حکومت پر دوسرے کی مذہب کی حفاظت کی ذمہ داری ہے۔(۳) اس کے لئے حضور ؐ کا یہ عہد نامہ ہے جو اہل نجران کے عیسائی کو آپ نے لکھ کر دیا تھا

بسم الله الرحمن الرحیم .

هذا ما کتب محمد النبی ﷺ لاهل نجران اذا کان علیهم حکمه ....ولنجران وحاشیتها جوار الله وذمة محمد النبی رسول الله علی اموالهم وانفسهم وارضهم وملتهم وغائبهم وشاهدهم وعشیرتهم وبیعهم وکل ما تحت ایدیهم من قلیل وکثیر، لا یغیر اسقف من اسقفیته ولا راهب من رهبانیته ولا کاهن من کهانته، لیس علیهم دنیة ولا دم جاهلیة ولا یخسرون ولا یعیرون ولا یطأ ارضهم جیش، ومن سأل منهم حقا فبینهم النصف غیر ظالمین ولا مظلومین ....وعلی ما فی هذا الکتاب جوار الله وذمة محمد رسوله ابدا حتی یاتی الله بامره ۔(کتاب الخراج لابی یوسف، قصۃ نجران واہلہا ،ص ۷۲)، اس عہد نامہ سے بھی پتہ چلا کہ دوسرے مذہب والوں کو اس کے مذہب پر عمل کرنے کی چھوٹ ہوگی، اس لئے اگر اس کی صلیب کو توڑا تو اس کی قیمت لازم ہوگی

(۱۴۷۸) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ أُمَّ وَلَدٍ اَوْ مُدَبَّرٍ فَمَاتَتْ فِی یَدِہٖ ضَمِنَ قِیْمَةَ الْمُدَبَّرَةِ وَلَا یَضْمَنُ قِیْمَةَ اُمِّ الْوَلَدِ ١ عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَةَ ٢ وَقَالَا یَضْمَنُ قِیْمَتَهُمَا لِاَنَّ مَالِیَّةَ الْمُدَبَّرَةِ مُتَقَوِّمَةٌ بِالْاِتِّفَاقِ وَمَالِیَّةُ اُمِّ الْوَلَدِ غَیْرُ مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَہٗ وَعِنْدَهُمَا مُتَقَوِّمَةٌ وَالدَّلَائِلُ ذَکَرْنَاهَا فِی کِتَابِ الْعِتَاقِ مِنْ هٰذَا الْکِتَابِ.

لغت:صلیب:عیسائیوں کے یہاں مذہبی شعار ہے، یہ صلیب وہ اپنے گلے میں پہنتے ہیں

ترجمہ: (۱۴۷۸) کسی نے ام ولد اور مدبر عورت کو غصب کیا اور اس کے قبضے میں رہتے ہوئے مرگئی، تو مدبرہ کی قیمت کا ضامن ہوگا، ام ولد کی قیمت کا ضامن نہیں ہوگا

ترجمہ: ١ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

اصول : یہاں اصول یہ ہے کہ ام ولد سے آقا نے بچہ پیدا کیا ہے اس لئے اس میں ابھی آزادگی کا شائبہ آچکا ہے، اس لئے وہ آزاد آدمی کے درجے میں ہے، اس لئے اس کی قیمت نہیں لگے گی، اس لئے اس کے مرنے پر غاصب پر ضمان نہیں ہوگا

اصول:اور مدبرہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوگی، تو ابھی اس میں آزادگی کا شائبہ نہیں ہے، وہ ابھی مال کے درجے میں ہے اس لئے غاصب کے یہاں اس کے مرنے پر ضمان لازم ہوگا

تشریح:واضح ہے

ترجمہ: ٢ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونوں کی قیمت والا ضمان لازم ہوگا، اس لئے کہ مدبرہ کی تو سب کے یہاں مالیت ہے (یعنی وہ سبھی کے یہاں مال ہے)، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ام ولد کی مالیت نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کی مالیت ہے، اور تمام دلائل کتاب العتاق میں موجود ہیں، وہاں رجوع فرمائیں

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ مدبرہ کی طرح ام ولد بھی ابھی آزاد نہیں ہوئی ہے وہ بھی ابھی مال کے درجے میں ہے اس لئے اس کے ہلاک کرنے میں ضمان لازم ہوگا

تشریح :صاحبینؒ نے فرمایا کہ ام ولد اور مدبرہ دونوں کا ضمان لازم ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ مدبرہ باندی سب کے نزدیک مال ہے، کیونکہ آقا کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوگی، ابھی نہیں ہے۔ اور ام ولد کی مالیت میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ مال نہیں ہے اس میں آزادگی کا شائبہ ابھی سے آچکا ہے کیونکہ آقا نے اس سے اپنا نسب پیدا کیا ہے۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ وہ بھی مدبرہ کی طرح ابھی مال ہے، کیونکہ آقا کے مرنے کے بعد اس میں آزادگی آئے گی، ابھی نہیں ہے۔ باقی دلائل کتاب العتاق میں ہیں وہاں رجوع کریں

واللہ اعلم بالصواب

اللہ کا بہت بڑا فضل ہے کہ آج گیارھویں جلد کی شرح ختم ہوئی۔
اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائے، اور آخرت کے لئے ذریعہ نجات بنائے، آمین یارب العالمین
تمت بالخیر

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

احقر ثمیر الدین قاسمی غفرلہ
مانچسٹر، انگلینڈ
۱۳/۱۰/ ۲۰۲۱ء

مؤلف کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street , Old trafford
Manchester,England -M16 9LL
E samiruddinqasmi@gmail.com
Mobile (00 44) 07459131157